اسم تاریخی

اشرف التفاسیر

تفسیرِ نعیمی

پارہ تیرھواں (۱۳)

مفسر صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

خلف الرشید

حکیم الامت مولانا الحاج المفتی احمد یار خاں بدایونی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: نعیمی کتب خانہ گجرات

مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات۔ پاکستان۔

نام کتاب ———— تفسیر نعیمی پارہ نمبر ۱۳

مفسّر ———— مفتی اقتدار احمد خان صاحب
خلف الرشید
حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خان بدایونی گجراتی

ہدیہ ————

سن اشاعت ———— جون 2006

تعداد ———— ۱۱۰۰

ناشر: نعیمی کتب خانہ گجرات
مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات۔ پاکستان۔

بسم الله الرحمن الرحيم

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمالِہٖ
حَسُنَت جَمیعُ خِصالِہٖ
صَلّوا عَلَیہِ وَآلِہٖ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلامِ شیخ سعدیؒ

کتبہٗ گوہر قلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

کاتب : عارف حسین چھٹہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ

اور نہیں ذاتی بری سمجھتا میں اپنے آپ کو کیونکہ جنس نفس ہر وقت البتہ حکم دینے والا ہے

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے

بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ

برائی کا بجز اس نفس کے کہ رحم کرے میرا رب جس پر کیونکہ میرا رب ہمیشہ سے بخشنے والا۔

مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔ بیشک میرا رب بخشنے والا۔

رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ

رحم کرنے والا ہے اور کہا بادشاہ نے لاؤ تم میرے پاس اس کو خالص کرنا چاہتا ہوں

مہربان ہے اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں خاص اپنے

لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا

میں اس کو لیے اپنی حکومت کے تو جب بادشاہ نے بات کی اس سے کہا شاہ نے بیشک تم آج ہم سب کے ہاں میں

لیے چن لوں پھر جب اس سے بات کی کہا بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز معتمد ہیں یوسف

مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ

قابل رہائش اور امانت دار ہو۔ کہا بنا دے مجھ کو حاکم سلطنت کے خزانوں

نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے بیشک میں حفاظت والا

الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾

بر کیونکہ میں حفاظت والا سمجھنے والا ہوں

علم والا ہوں

تعلق ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں حضرت یوسف کی صفائی بیان کا ابتدائی تذکرہ تھا ان آیات میں آپ کے کلام کا تذکرہ اور تتمہ ہے دوسرا تعلق۔ پہلی آیتوں میں سالقہ بھائیوں اور بری ذمہ ہونے کی نسبت یوسف علیہ السلام نے اپنی طرف فرمائی تھی جس میں در پردہ نبوت کی شان معصومیت کا تعارف مقصود تھا۔ ان آیات میں تمام کمالات کا ملت کی عطاء کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف فرما کر تبلیغ احکام خداوندی کا شاندار مظاہرہ ہے تاکہ دربار مصر کے تمام امراوزار اور بادشاہ رعایا رب کریم کے لطف وکرم پہچان کر قائل بہ ایمان ہو جائے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں پرانے دشمنوں کی زبانی حضرت یوسف کی پاکدامنی نیکی امانت داری کا ذکر تھا اب ان آیتوں میں دشمنوں کی زبانی ہی تمام سلطنت و امور سلطنت کی سپرداری کا تذکرہ ہے۔ گویا کہ پچھلی آیات میں حضرت یوسف کی اخلاقی فتح کا ذکر ہوا اور ان آیات میں آپ کی خداداد سیاسی فتح مذکور ہوئی۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں اس عشق زلیخا کے آخری انجام کا ذکر ہوا تھا جو حسن یوسفی دیکھ کر ہوا تھا۔ اب بادشاہ مصر کی اس محبت یوسفی کا تذکرہ ہے جو کلام یوسفی سن کر ہوئی گویا کہ یوسف ایک ہیں مگر ان سے نوعیت عشق جداگانہ کر ایک عشق نے قید کرادیا دوسرے عشق نے قید سے چھڑایا تخت پر بٹھایا۔ یہ سب میرے رب کی شانیں ہیں۔

شان نزول یہ پوری سورت یکدم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس طرح کہ صحابہ کرام کی موجودگی میں چند کافروں نے یوسف علیہ السلام کا ذکر پوچھا تو نبی کریم بحکم خداوندی خانہ کعبہ میں تشریف لے آئے تب وہاں یہ پوری سورت نازل ہوئی جس طرح کہ پہلے ابتداء میں بیان کیا گیا اس لیے اس کی آیتوں کا علیحدہ شان نزول کوئی نہیں یہی خیال ہے کہ اکثر احکام کی آیتوں کے موقعہ موقعہ شان نزول ہوتے ہیں۔ واقعات ایک دم ہی نازل ہوتے رہے ہے۔

تفسیر نحوی وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ واؤ عاطفہ ہے اس کا ماقبل جملہ معطوف علیہ ہے۔ مَا اُبَرِّئُ۔ فعل مضارع منفی۔ مضارع منفی کے حروف اصلیہ تین ہیں ما نفی بلا ۲ نفی بلم ۳ نفی بلن اور ماضی کی نفی کا ایک حرف ما ہے۔ مگر جب کبھی ماضی مضارع کے مشابہ ہو تو ماضی منفی لا سے ہو جاتا ہے اور جب مضارع میں ماضی کی مشابہت ہو جائے تو مضارع منفی بما ہو جاتا ہے۔ جس کی قرآن مجید میں بہت مثالیں ہیں۔ یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ صیغہ واحد متکلم ہے۔ بَرِئَ سے مشتق ہے۔ ناقص یائی ہے۔ اسی سے ہے براءت۔ بَرَّءَ تَبْرِیْئً باب تفعیل اس کا مصدر ہے۔ نفسی مرکب

اضافی بیاءِ متکلم۔ مفعول بہ ہے۔ اِنَّ حرف تحقیق ما ابرئ کا سبب بیان کرتا ہے۔ اَلنَّفْسَ اسم ہے اِنَّ کا الف لام جنسی ہے۔ اَمَّارَةٌ خبر اِنَّ ہے لام کی۔ اَمَّارَةٌ بروزن فَعَّالَة مبالغے کا صیغہ ہے۔ بمعنی بہت حکم دینے والا اَمْرٌ سے مشتق ہے۔ یہ عامل ہے اس کا معمول بالسوء۔ جار و مجرور متعلق ہے اَمَّارَةٌ کا۔ اِلَّا حرفِ استثنا۔ متصل کے لیے مستثنا اس کا نفس ہے اور مستثنیٰ منہ رَحِمَ ہے مَا موصولہ یا مصدریہ ظرف زمان فعل ماضی رَحْمٌ سے مشتق ہے۔ اس کے چار معنی ہیں (۱) بخشنا (۲) بچانا (۳) حفاظت کرنا (۴) نرمی کرنا۔ یہاں بمعنی حفاظت کرنا ہے۔ رَبِّیْ مرکب اضافی بطرف یاءِ متکلم اسم صفاتی ہے اللہ تعالیٰ کا فاعل ہے رَحِمَ کا اِنَّ تحقیقیہ یا تاکیدیہ ہے رَبِّیْ اس کا اسم ہے۔ غَفُوْرٌ مبالغہ کا صیغہ ہے نحات کے نزدیک مبالغہ کا معنیٰ ہے کسی فعل کی زیادتی یا ہمیشگی یا دونوں کو ظاہر کرنا۔ اس کے چار صیغے ہوتے ہیں (۱) فعیل (۲) فعّال (۳) فعول (۴) کسی مصدر کو معمول بنا کر استعمال کرنا مثلاً زَیْدٌ عَدْلٌ۔ بروزن فَعْلٌ۔ رَحِیْمٌ بروزن فعیل مبالغہ ہے رَحِمَ سے مشتق ہے غفور اور رحیم میں یہ فرق ہے کہ غفور گناہ چھپانے مٹانے بخشنے عذاب نہ دینا۔ رحیم نعمتیں دینا نیکیوں کی توفیق دینا۔ دگنا ثواب عطا فرمانا۔ صاوی نے کہا کہ یہ پوری عبارت پوشیدہ عبارت کا حال ہے۔ اور واؤ حالیہ ہے۔ یعنی میں رب کریم سے برأت طلب کرتا ہوں اس حال میں کہ (الخ) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ۔

واؤ بمعنی فِ تعقیبیہ قَالَ فعل ماضی مطلق مثبت معروف اَلْمَلِكُ اس کا فاعل ہے۔ مُلْكٌ مادہ اشتقاق سے بنا ہے۔ ائْتُوْا۔ امر حاضر صیغہ جمع مذکر۔ اِتْیَانٌ سے بنا ہے۔ بِهٖ۔ ب مفعولیت کی ہے۔ جار مجرور متعلق امر کے ہ ضمیر واحد غائب متصل کا مرجع یوسف ہیں۔ اَسْتَخْلِصْهُ۔ فعل مضارع معروف واحد متکلم باب استفعال خَلْصٌ سے مشتق ہے بمعنی چن لینا خالص کر لینا اور اصل تھا اَسْتَخْلِصُ بوجہ جواب جزم کیا گیا۔ ہ ضمیر غائب متصل یوسف ہیں مفعول بہ ہے لِنَفْسِیْ جار مجرور مرکب اضافی بیاءِ متکلم۔ متعلق ہے اَسْتَخْلِصُ کا مرجع بادشاہ ہے۔ فَلَمَّا۔ ف تعقیبیہ ہے لَمَّا ظرف زمانی مشابہ شرط ہے۔ اسی طرح اِنَّكَ کا مرجع بہر حال یوسف ہیں۔ اَلْیَوْمَ بمعنی آج ظرف مراد زمانی مطلق زمانہ لَدَیْنَا ظرفِ مکانی مضاف بجانب ضمیر جمع متکلم۔ مَكِیْنٌ بروزن فَعِیْلٌ خبر ہے اِنَّكَ میں اِنَّ کی تَمَكُّنٌ سے مشتق ہے بمعنی محبوب۔ اَمِیْنٌ صفت ہے مَكِیْنٌ کی اَمْنٌ سے بنا بمعنی امانت دار خیانت سے بچنے والا مبالغہ ہے بروزن فعیل۔ فاعل اور مفعول دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ یہاں بمعنی فاعل ہے۔ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔ قَالَ فعل کا فاعل حضرت یوسف ہیں۔ اِجْعَلْنِیْ پورا جملہ مقولہ ہے اِجْعَلْ امر واحد مذکر حاضر جَعْلٌ سے بنا بمعنی بنانا۔ مقرر کرنا۔ نافذ کرنا۔ یہاں بمعنی مقرر کرنا ہے۔ نون وقایہ یٰ متکلم مفعول بہ علیٰ جارہ۔ خزائن جمع خزینہ کی بمعنی جمع شدہ پونجی کثیر۔ اَلْاَرْضِ۔ بمعنی علاقۂ سلطنت۔ الف لام عہد خارجی ہے۔ اِنِّیْ۔ اِنَّ حرف تحقیق یاء متکلم اس کا اسم حَفِیْظٌ بروزن فعیل خبر اِنَّ موصوف عَلِیْمٌ صفت دونوں مبالغے کے صیغے ہیں بمعنی بہت ہی ہمداری

پڑھنے پڑھانے میں ساری عمر گذر گئی۔ معنا پتہ لگا کہ نبی کی ہر چیز معجزہ ہے۔ شاہ مصر کے پاس آکر پہلے آپ نے عبرانی میں کلام کیا مگر وہ نہ سمجھا اور بولا یہ کونسی زبان ہے آپ نے فرمایا یہ میرے آباؤ اجداد کی زبان ہے پھر آپ نے عربی میں کلام فرمایا۔ شاہ یہ بھی نہ سمجھا اور پوچھا یہ کونسی زبان ہے تو آپ نے فرمایا یہ میرے تایازاد قبیلے عرب کی زبان ہے۔ پھر آپ نے اس کی معلوماتی چند زبانوں میں کلام فرمایا جس سے وہ مرعوب ہوا اور سابقہ نازو غرور ٹوٹا گویا نبوت کی پہلی تبلیغ نے سرکشی و نازو غرور ختم کر دیا۔ تب شاہ نے عاجزی کا انکسار کرتے ہوئے کہا مکین امین ہوا یا یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ فقط یہی نہیں بلکہ۔ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔ فرمایا مجھ کو اپنی تمام زمین سلطنت کے خزانوں پر مکین بنا کیونکہ بیشک قدرت کاملہ نے مجھ میں یہ بھی جوہر رکھے ہیں کہ میں سارے خزانوں کا حفیظ یعنی با حفاظت یا صلاحیت خرچ کرنے والا ہوں۔ اور سارے جہان کے انتظامیہ معاملات کو جاننے والا ہوں۔ یعنی جس ہستی پاک نے مجھ کو جتنی زبانیں سکھائی ہیں اسی ذات اقدس نے مجھ کو ان تمام مخلوقات کا حفیظ و علیم بنایا ہے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔
پہلا فائدہ۔ کسی بندے کو اپنے اعمال اپنی ذات اپنے علم و کمال پر ناز۔ غرور۔ اور بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے اتنے شاندار اعمال صالحہ کرکے بھی رب تعالیٰ کی اعانت و کریمی رحیمی کا کن پیارے الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔ یہ فائدہ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ الخ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ حمد سے پہلے نعت انبیاء ضروری ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ مقصود توحید الٰہی ہے مگر پہلے وسیلہ نبوت ہونا اشد لازم۔ اس لیے پہلے نبوت سے متعارف ہو پھر وحدت باری تعالیٰ حاصل کر سکتے ہو۔ دیکھو حضرت یوسف نے۔ اِنِّیْ لَمْ اَخُنْ فرما کر پہلے اپنا تعارف کرایا پھر رب تعالیٰ کی شان غفاریت کا ذکر کیا۔ تیسرا فائدہ۔ کوئی بندہ اپنے نفس امارہ سے غافل نہ رہے۔ بلا جھجک ہر کتاب ہر دوست۔ ہر مجلس کو سنے لے۔ دیکھو یوسف علیہ السلام۔ شاہ مصر کی مجلس میں جاتے وقت کس طرح اپنے نفس امارہ پر غور و فکر کر رہے ہیں اور سب لوگوں کو اس کے شر سے آگاہ فرما رہے ہیں۔ یہ بھی پتہ لگا کہ انبیاء کرام کے نفوس امارہ بالسوء نہیں ہوتے۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل ثابت ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ لائق اور سمجھدار آدمی کو لوگوں کے سامنے اپنی حقیقی اور قابل ضرورت تعریف اور مدح کرنی جائز ہے یہ ریا و غرور نہیں یہ مسئلہ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ سے مستنبط ہوا۔ دوم یہ کہ بوقت ضرورت شدیدہ عدل قائم کرنے اور ظالم کو روکنے۔ ملک کو تباہی سے بچانے کے لیے حکومت کی طلب جائز ہے۔ ہوس نہیں۔ سوم یہ کہ بوقت ضرورت کفار کی ماتحتی والی نوکری جائز ہے جب کہ ایسے دین کو نقصان کا اندیشہ نہ ہو نہ رکاوٹ ڈالی جانے کا خطرہ ہو۔ چہارم یہ کہ کفار کے عہدے لینا

تب جائز ہے جب کہ حرام مال نہ ہو۔ بر تیم یہ کہ دین چھپانا آیتہ ًکا حرام ہے۔ حضرت یوسف نے دورِ غلامیت سے لے کر حاضری عبادت تک کہیں بھی دین نہ چھپایا

اعتراضات ان آیات کریمہ پر چند اعتراضات ہو سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ دنیا سے بے رغبتی لذات سے زہد اور آخرت میں مشغولیت انبیاء کرام کی خصلی شان ہے پھر یوسف علیہ السلام نے طلب حکومت کیوں کی کہ فرمایا اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ مجھ کو زمین کے خزانوں کا حاکم بنا دے۔

جواب۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تمام اقوال و افعال بوجہ اللہ تعالےٰ اور منفعت دینی اور اصلاح عباد کے لیے ہوتے ہیں۔ طلب حکومت دنیوی اغراض کے لیے حرام۔ لیکن اشاعت دین کے لیے جائز بلکہ فرض ہے۔ دوم یہ کہ سچا زہد و عبادت یہی ہے کہ ہمہ وقت خدمت دین اور اصلاح انسانیت میں مشغولیت ہو۔ اولاد بگڑتی رہے۔ قوم تباہ ہوتی رہے پرواہ نہ کرے خود قائم اللیل صائم الدھر بنا رہے تو یہ منشاءِ الٰہی اور تعلیم رسول اللہ کے خلاف ہے۔ ارشادِ باری ہے قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا خود کو اور اپنے اہل کو جہنم سے بچاؤ۔ حضرت یوسف کا مطالبہ یا عرضہ کرنا کسی خود غرضی کی بنا پر نہ تھا بلکہ اشاعت دین اور قوم کی اصلاح کے لیے تھا۔ اور حقیقی عبادت زہد لذاتِ دنیا سے بے رغبتی۔ توجہ الی الآخرت یہی ہے جنگلوں میں بیٹھ جانا زہد نہیں ہے وہ رہبانیت ہے۔ مولائے رومی فرماتے ہیں۔

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

زہد اصلی یہی ہے کہ دست بکار دل بیار۔ ہتمہ کار و دل یار ول۔

دوسرا اعتراض۔ جب شاہ مصر نے خود ہی یہ کہہ دیا تھا کہ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ اور خود حضرت یوسف کے سامنے بھی کہہ دیا تھا کہ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ۔ یعنی تم کو اے یوسف ہم قابل قدر امانت دار سمجھتے ہیں۔ اور یوسف کو میں اپنے لیے چن لینا چاہتا ہوں۔ پھر حضرت یوسف نے خود کیوں فرمایا کہ مجھ کو خزانوں پر حاکم بنا دے۔ جواب۔ تین وجہ سے! ایک یہ کہ پہلا کلام حضرت یوسف کے سامنے نہ ہوا تھا۔ غالباً لوگوں کی زبانی حضرت کو خبر پہنچی تھی۔ دوم یہ کہ جو الفاظ مکین امین حضرت یوسف کے سامنے بادشاہ نے کہے وہ بہت معانی والا مشترک کلام تھا۔ سوم یہ کہ بادشاہ مصر اس وقت کافی متاثر اور مرعوب اور حضرت یوسف سے انتہائی محبت کرنے والا ثابت ہو رہا تھا۔ اس لیے یہ خیال تھا کہ شاید حضرت یوسف کو اپنے خاص ذاتی مشیروں میں رکھ لے یا اہل دربار کا سردار بنا دے۔ یا اپنے ذاتی گھر میں بیٹا بنا کر رکھ لے جس کا تلخ تجربہ پہلے ہو چکا تھا۔ یہ تصور نہ بادشاہ کے ذہن میں تھا نہ اہل دربار کے دماغوں میں

اور نہ ہی شاہی کلام اس کا متقاضی تھا کیونکہ مشترک المعانی عبارتیں کسی سمت متعین نہیں ہو سکتیں۔ اور دانشور طبقہ یہ جانتا ہے کہ قوم کے رہنما مرشدین برحق کسی وقتی عزت و تکریم کو ذاتی مفاد کے لیے کبھی استعمال نہیں کرتے بلکہ کامیابی بھی یہی ہے کہ ذاتی اغراض کو قومی اور دینی مفاد پر قربان کر دیا جائے۔ حضرت یوسف اس وقت شاہ مصر سے سب کچھ منوا سکتے تھے۔ آپ کے سامنے دونوں راستے تھے اپنا ذاتی عیش و آرام بھی اور مستقبل کے سات سال قحط زدہ بھوکے پیاسے تڑپتے بلکتے بچے بوڑھے جوان بھی۔ آپ کی نگاہ نبوت مستقبل کے سارے نقشے کو دیکھ رہی تھی۔ آپ جانتے تھے کہ آنیوالے قحط سے نبرد آزما ہونے کے لیے کسی بہت بڑے مرد کامل ذی شعور ناظم اعلیٰ حوصلہ مند شخصیت کی ضرورت تھی۔ کنعان سے لے کر زندان تک ہر میدان ہر شخص ہر تخت و تاج ہر عدالت ہر عادل و قاضی کو آپ آزما چکے ہیں۔ عزیز مصر کی نامردی بھی آپ سے ڈھکی چھپی نہ تھی کہ جب چند عورتوں کے معاملات کا صحیح فیصلہ نہ کر سکا تو دور دور کی قحط خوردہ سلطنت کا بوجھ کس طرح اٹھا سکتا ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ مصیبت زدہ علاقے کی ذمہ داری قبول کرنا کتنا کٹھن اور دشوار ہے۔ مگر شان نبوت والے ہمدردان امت غمگساران قوم ان مصائب کی پرواہ نہیں کرتے اس لیے فرمایا اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ۔ بادشاہ نے غنیمت جانا کیونکہ سب حقیقت جان چکا تھا۔ تیسرا اعتراض۔ ذاتی مدح سرائی کرنا یا کرانا اور سننا خوش ہونا یہ معیوب ہے اور متکبرین مغرورین کا پیشہ ہے تو حضرت یوسف نے یہ کیوں کی کہ درباریوں سے سنی بھی اور خود بھی اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ

جواب۔ ذاتی مدح اور تعریف تب بری ہے جب کہ غرور کے لیے ہو اور اصلیت کے خلاف ہو مگر یہ سب باتیں حقیقت اور تجربے کے مطابق تھیں۔ اہل مصر نے کچھ دیکھا تھا تب کچھ کلام عزت کیا تھا۔ ہر چیز کا موقعہ ہوتا ہے۔ یہاں [illegible] کے سامنے انکسار کا موقعہ نہ تھا یہاں تو زمام حکومت پکڑ کر ڈوبتی قوم کو بچانے کا مسئلہ تھا۔ اور پھر نبی کی ہر قوت سطوت شان و شوکت علمی جوہر منجانب اللہ ہوتا ہے جس کا اظہار نعمت الٰہیہ کا چرچہ ہے جو عین عبادت ہے۔ موقعہ پر کسی مفید چیز کا اظہار محض مدحت سرائی نہیں بلکہ عین حکمت اور ضروری ہے۔ تڑپتے مریض کے سامنے کسی ڈاکٹر حکیم کا یہ کہنا کہ لائق حاذق ہوں مدحت سرائی نہیں۔

تفسیر صوفیانہ مکمل اسلام شریعت اور طریقت کا نام ہے۔ علماء شرح قرآن مجید سے وہ موتی اور زرنگار بیاں چنتے ہیں جس سے انسانی ظاہری قالب درست اور مزین ہو۔ اور علماء طریقت صوفیاء کرام اسی قرآن سے وہ باطنی زیور حاصل کرتے ہیں جس سے انسان کی توجہ باطنی رموز کی طرف مبذول ہو اور قلب کو مزین کرنے کی کوشش کرے۔ اسی لیے حکم یہ ہے کہ جب تک انسان باطن میں مشغول رہے شریعت کی ڈھال پہنے رہے اور جس وقت باطن سے نکل کر ظاہر کے عروج پر آئے تو طریقت کا زیور پہنے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں مرید

کی ابتدا شریعت ہے کہ اس کو شریعت کی شاہراہ پر چلائے کہ سب سمجھیں مرید کی انتہا طریقت، تصوف باطنی ہے۔ پیر کی ابتدا طریقت ہے کہ خود کو معرفت کی لہروں میں گم کر دے کسی کو حقیقت کا پتہ نہ لگے حالانکہ آشکارا ہو۔ پیر کی انتہا یہ ہے کہ معرفت الٰہیہ کی چوٹی پر چڑھ جائے پھر مریدوں کو پتہ لگے کہ یہ کیا تھا جو ہم میں سے چلا گیا۔ حضرت یوسف جب تک مصر کی قید میں رہے شریعت ہی بتانے سمجھانے سکھاتے رہے اپنے ساتھیوں کو شریعت کا لباس فاخرہ پہنا کر شاہ راہ عبادت پر چلاتے رہے اور تمام قیدیوں کو ایمان کے موتی لٹاتے رہے جب قید سے باہر نکلے تو دروازۂ جیل پر لکھ دیا کہ جیل آزمائشوں کی منزلیں ہیں۔ زندوں کی قبریں ہیں دشمنوں کی حاسدانہ خوشی ہے۔ اور دوستوں کا تجربہ گاہ ہے۔ ظاہراً مبتدیوں کے لیے پہلے شریعت پھر طریقت لیکن باطناً منتہیوں کے لیے پہلے طریقت۔ انسان کے لیے پہلی جیل ماں کا پیٹ اس کو ہمیشہ یاد کرتے رہو۔ پھر نابالغی کا مدرسہ اور دور غلامی پھر جوانی کی شریعت پھر بڑھاپے کی طریقت۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں۔ قرآن مجید کے یہ قصے مسلمان کے باطن کو روشن کرنے کے لیے سنائے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ جو کچھ تاریخ کائنات میں بکھرا پڑا ہے وہ سب کچھ بیدا انتہی انسان کے اندر ہے۔ چنانچہ محی الدین عربی اور صاحب تفسیر روح البیان ارشاد فرماتے ہیں۔ قالب گویا مصر ہے روح انسانی شاہ مصر ہے۔ عقل عزیز مصر ہے نفس امارہ زلیخا ہے۔ وسواس شیطانی زنان مصر ہیں۔ دماغ۔ دربار اور تاج و تخت مصر ہے۔ قلبی پریشانیاں مصری جیل ہے۔ قلب مومن گویا یوسف ہے۔ روحانی نظارے خواب شاہی ہے۔ سات سالہ فراخی مکاشفات الٰہیہ کے سات واردات ہیں جس میں اعمال صالحہ کی غلہ سے سات سالہ قحط قبض کشف کی سات کٹھنیں ہیں جس میں قلب کی حکمرانی ضروری ہے۔ اور پورا قصہ یوں گویا انسانی زندگی کا پورا نقشہ ہے۔ اور یعقوب کنعانی گویا ارادۂ باطنی ہے۔ ارادۂ باطنی سب کچھ جانتا ہے کہ قلب کی آخری منزل معرفت کا تخت و تاج ہے۔ ارادہ کا دوسرا نام نیت ہے۔ ارادہ ہی قلب کا پیر کنعانی ہے یہی مرشد برحق ہر وقت قلب کو آمادۂ اعمال صالحہ اور وادی ظلمات انتشار کا شیر نر اور اندھیری مصائب کا چراغ اور حکمت و دانائی کا تاج بنائے رکھتا ہے۔ اگر ارادہ ساتھ نہ دے تو شیاطین عشر کے چاہ کنعانی میں ہی ہمیشہ پڑا رہکر دل مردہ ہو جائے۔ ظاہراً اخوت عشرہ فراق ڈال دیتے ہیں مگر باطنی ہیں ارادہ قلب مومن کے ساتھ ہی رہتا ہے جب زلیخا نفس کی ساری بندھنے۔ اور جال فریب لوٹ گئے اور قلب زیر نہ ہو سکا تو قلب دلیر نے کہا میں خائن نہیں کہ نفس کا کہنا مانتا میں تو خالق کائنات کی امانتوں کا امین ہوں میری آغوش فطرت میں تو نور مصطفےٰ کی عظیم امانت ہے جس کو سنبھال کر دربار قرب تک لیجانا میری ذمہ داری ہے۔ قلب مومن اسی ڈیوٹی کے لیے بنایا گیا ہے۔ مجھ پر میرے خالق کا رحم ہے کہ ان مصائب سے مقابلے کی ہمت عطا فرمائی اور اس کی نفاریت ہے کہ اس نے مجھ کو دشمنوں سے بچا کر دامن عافیت میں چھپایا۔ جب بندہ قرب الٰہی میں ہوتا ہے تو ہر شخص اس کے قرب کا خواہشمند

ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ روح القدس بھی اُس کی اس قلب کو اپنے قریب کرنے کی تمنا کرتے ہیں۔ اور محبوب مخلص بنانا چاہتے ہیں۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب روح پر قلبِ مومن کی قوت جو ہریت آشکارا ہوتی ہے اور روحِ مقدس قلب کی ماتحتی پر ناز کرتی ہوئی اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ" کے دل آرا الفاظ سے قلب کی مدحت سرائی کے نغمات گاتی ہے۔ تب قلب یوسف اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اُس کی نعمتوں کی چرچہ فرماتا ہے۔ اور تمام تمالب کو انوار و تجلیات کے رزقِ لاہوتی کی تقسیم سے بہرہ مند کرنا چاہتا ہے۔ قلب مومن ہی جانتا ہے کہ خزانۂ اسرار سے حصے پانے کا کون حقدار اور لائق ہے۔ اور کون محرومِ ازلی ہے قلب ہی خزائنِ زمینِ انوار کا حفیظ ہے اور قالب مومن ہی وار دلتِ کثیفہ کے قبض والے قحط کو بسط میں لانے والا علیم ہے۔ تا قیامت جو بھی حیاتِ دنیا میں قحطُ الرجال کے مصائب سے بچنا چاہتا ہے وہ قلب مومن کی رہائی جانے۔ ورنہ ابلیسی باد سرسر کے جھونکے گناہ کے جنگل میں لیجا کر ایمانی اعمال بھوک پیاس سے ہلاک و تباہ کردیں گے

شعر

عقل اندر حکم دل یزدانی است

چوں زدل آزاد شد شیطانی است

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَاِلَیْهِ الْبَلَاغ

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا

اور اسی طرح طاقت ور بنایا ہم نے یوسف کو زمین مصر میں اپنا قانون چلانے اس

اور یوں ہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں چاہے

حَيْثُ يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا

علاقے میں جہاں چاہے ہم پہنچاتے ہیں کو رحمت اپنی جس کو چاہتے ہیں اور نہیں

رہے۔ ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں۔ اور ہم نیکوں کا

نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۵۶ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ

ضائع کرتے ہم اجر ثواب نیکوں کا اور البتہ ثواب آخرت کا

نیگ ضائع نہیں کرتے۔ اور بیشک آخرت کا ثواب اُن کے لیے

میں کہاوت بیان کرنے کے لیے پانچ طریقے ہوتے ہیں۔ تشبیہ، تمثیل، تعریب، تعریض، مثل۔ لفظ کذالک ان تمام میں استعمال ہو سکتا ہے۔ یہاں برائے تعریب استعمال ہوا۔ مَکَّنَّا باب تفعیل کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم تمکینٌ سے بنا ہے اسی سے ہے مکان بمعنی چار دیواری یا جگہ۔ لغوی ترجمہ مضبوطی دینا لِیُوْسُفَ۔ لام زائدہ ہے بمعنی مفعولیت جار مجرور متعلق مَکَّنَّا کے فی ظرفیت کے لیے اَلْاَرْضِ الف لام عہدی ہے ارض سے مراد علاقۂ سلطنت یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ۔ یہ جملہ تفسیر ہے مَکَّنَّا کی مگر بعض نے فرمایا یہ جملہ حال ہے یُوْسُفَ کا اور یَتَبَوَّاُ فعل مضارع معروف باب تفعل بَوْأٌ سے مشتق ہے بمعنی شاندار رہائش گاہ اور قانون ساز حکومت یا یہ نَبِیٌّ سے بنا بمعنی بلندی مرتبہ۔ عربی اہل لسان اس طرح دعا دیتے ہیں هَیَّاکَ اللّٰہُ بَیَّاکَ اللّٰہُ۔ (معجم الوسیط۔ منجد) مِنْ جارہ تبعیضیہ ھا ضمیر کا مرجع علاقۂ سلطنت۔ حَیْثُ اسماء ظروف میں ظرف عمومی ہے بمعنی جہاں کہیں۔ یَشَآءُ فعل مضارع شَیْءٌ سے بنا اسی سے ہے مشیت باب فتح۔ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ نُصِیْبُ فعل مضارع جمع متکلم مُصِیْبٌ سے مشتق ہے بمعنی بلا معاوضہ عطا کرنا یہ پورا جملہ علیحدہ ہے بِرَحْمَتِنَا ب مفعولیت کی ہے رحمت ہر وہ چیز ہے جو ہمیشہ نفع والی ہو اور بلا استحقاق عطا ہو یہ خاص عطیۂ رب ہی ہوتا ہے بالواسطہ نبی کریم نا ضمیر جمع متکلم کا مرجع فعل نُصِیْبُ کا فاعل باری تعالیٰ مَنْ اسم موصول مفعول بہ مقدم ہے نَشَآءُ کا نشاء جمع متکلم جملہ فعلیہ ہو کر نُصِیْبُ کا مفعول بہ ہوا و عاطفہ۔ عطف ہے نُصِیْبُ کے پورے جملے پر لَا نُضِیْعُ فعل مضارع منفی بصیغہ جمع متکلم باب افعال ضَیْعٌ سے مشتق ہے اَجْرَ نیابی متعدی بیک مفعول ہے اَجْرَ اسم جامد مفعول بہ ہے لَا نُضِیْعُ منفی کا مضاف ہے اَلْمُحْسِنِیْنَ۔ اسم فاعل ہے باب افعال متعدی کا جمع ہے مُحْسِنٌ کی اس کا مصدر ہے احسانٌ بمعنی ایسی نیکی کرنا جس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچے خواہ نیکی کرنیوالے کا ارادہ فائدہ پہنچانے کا ہو یا نہ ہو۔ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ و سیر جملہ یا حالیہ بمعنے حالانکہ اَجْرُ بمعنی بدلہ یعنی ثواب جو آخرت میں ہی ملتا ہے۔ الف لام عہد خارجی ہے مراد قیامت ہے یہ مرکب اضافی لام اول کے لیے بعض نے فرمایا لام قسم ہے۔ مبتدا ہے۔ خَیْرٌ۔ یہ پورا جملہ خبر ہے اپنے مبتدا کی مصدر ہے عامل ہے بمعنی مُخَیَّرٌ اسم مفعول۔ لِلَّذِیْنَ۔ لام جارہ اپنے مجرور سے مل کر خَیْرٌ کا متعلق ہوگا اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع یہ پورا جملہ محسنین کی تفسیر ہے۔ یعنی محسنین کون! اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ضمیر کی جگہ ظاہر اسم کو لایا گیا ہے۔ تاکہ وصف احسان کے بعد ایمان و تقویٰ سے وضاحت ہو جائے دراصل عبارت اس طرح تھی وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لَّهُمْ یعنی آخرت میں محسنین کا اجر اس سے بھی زیادہ ہے جو دنیا میں ملا۔ اٰمَنُوْا فعل جملہ خبریہ ہے۔ وَ۔ عاطفہ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ فعل ماضی استمراری بمعنی متقی بنے رہتے تھے بلحاظ آخرت ہے۔ ترتیب مکانی نے ترتیب مدارج الحملہ فرمایا یعنی

ایمان پہلے تقویٰ بعد میں ہو تب مفید ہے بلا ایمان تقویٰ مفید نہیں بلکہ نقصان دہ ہے وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ فا ابتدائیہ ہے جملہ اِخْوَۃُ جمع ہے اَخٌ کی بمعنی بھائی۔ اَخٌ کی جمع اِخْوَۃٌ بھی ہے اور اِخْوَانٌ بھی اس لیے کہ اخوت یعنی بھائی ہونا دو قسم کا ہے ملا نسلی جس کو اردو میں سگا بھائی باپ شریکا ماں شریکا اور رضاعی بھائی کہہ دیتے ہیں اس کی جمع اِخْوَۃٌ آتی ہے۔ یہ برادران یوسف چونکہ باپ شریکے علاتی بھائی تھے اس لیے یہاں اَخٌ کی جمع اِخْوَۃٌ آئی اخیافی اور رضاعی اور سگے بھائی کے لیے اَخٌ کی جمع اِخْوَۃٌ ہوگا۔ ملا قرابتی اَخٌ جس کو برادری کہا جاتا ہے اس کی جمع اِخْوَانٌ ہے۔ مذہبی مسلمانوں کو اخوان المسلمین کہا جاتا ہے نہ کہ اخوۃ المسلمین۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ۔ وہاں تشبیہ نسلیت مراد ہے یعنی اخوان اور برادری کی محبت سے بھی زیادہ مسلمان آپس میں سگے بھائیوں کی طرح بھائی ہیں۔ اَخٌ کا مؤنث اُخْتٌ ہے اس کی جمع اَخَوَاتٌ ہے۔ اَخٌ اپنے دوسرے معنیٰ ملا دی کے اعتبار سے اِخَاوَۃٌ اور مواخات ہے یعنی غیروں کو جوڑ کر بھائی بنا دینا جس کو بھائی چارہ کہتے ہیں۔ جاءَ فعل ماضی جملہ خبریہ ہے۔ یُوْسُفَ بحالت جر غیر منصرف مضاف الیہ ہے اِخْوَۃُ مضاف کا۔ فَدَخَلُوْا فا ظرفیہ بمعنے اِذَا یعنی جب دَخَلُوْا ماضی مطلق معروف بصیغہ جمع اس کا فاعل برادران یوسف ہیں علیٰ جارہ بمعنیٰ عِنْدَ ظرفیہ مکانی ہ ضمیر واحد غائب کا مرجع حضرت یوسف ہیں۔ فَعَرَفَ ف تعقیبیہ بمعنیٰ فوراً بلا واسطہ بغیر کسی کے بتائے عَرَفَ یوسف علیہ السلام نے پہچان لیا ہُمْ ضمیر کا مرجع برادران یوسف ہیں۔ وَهُمْ۔ وَحالیہ بمعنیٰ حالانکہ ہُمْ سے مراد وہ سب بھائی۔ مُنْكِرُوْنَ۔ اسم فاعل مذکر کا صیغہ باب افعال کا اسم فاعل اس کی واحد مُنْكِرٌ ہے نُكْرٌ سے مشتق ہے نکرہ کا مقابل معرفہ لغوی بمعنے تعین نہ کرنیوالا یعنی نہ پہچاننے والا اصلاحی ترجمہ انکار کرنیوالا۔ یہاں لغوی ترجمہ مراد ہے یہ خبر ہے ہُمْ مبتدا کی۔

تفسیر عالمانہ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ. يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اور اسی طرح۔ جس طرح پہلے انبیاء کرام پر رب تعالیٰ نے انعامات وخزائن رحمانیہ کی بارشیں فرمائیں یا جس طرح یوسف علیہ السلام کو پہلے محبت پدری کی آغوش میں ہم نے ہی جگہ دی تھی پھر جدائی ڈالی گئی یہاں تک کہ اپنے وطن کی سرزمین میں بھی سکون سے نہ رہنے دیا گیا۔ کوئیں اور قید کی مصیبتوں کا مزہ دیا گیا۔ کیونکہ دین والوں کو ہمیشہ دنیا پرستوں سے یہی کچھ ملتا رہا۔ مگر ہم نے جب نوازا کہ چالیس مربعہ میل کا دراز علاقہ ان کا مکان بنا دیا۔ یہ تو ملک مصر کا دار الخلافہ تھا کہ جہاں چاہتے رہائش فرما لیتے۔ روایتوں میں ہے کہ بادشاہ مصر نے عزیز مصر قطفیر کو معزول کرکے حضرت یوسف کو عزیز مصر بنایا تو اپنا تاج اور اپنا تخت اور اپنی انگوٹھی دیدی۔ حضرت یوسف نے تاج [illegible] کیا کہ یہ میرا لباس نہیں نہ

میرے آباؤ اجداد کا۔ تختِ شاہی پر جلوہ فرمایا اور انگوٹھی لے لی تخت بہت ہی قیمتی تھا۔ آپ نے فرمایا اس تخت سے تیرے ملک مضبوط کروں گا اور انگوٹھی سے تیرے قانون کو۔ شاہِ مصر نے کہا کہ اے یوسف تم قانوناً تو عزیز یعنی وزیرِ اعظم ہو مگر اصلیت میں تم ہمارے دلوں کے بادشاہ ہو۔ یہ سب کچھ تمہاری عزت افزائی کے لیے ہے۔ چند دن بعد عزیزِ مصر قطفیر فوت ہو گیا تو اسی دن حضرت یوسف کا نکاح حضرت زلیخا سے کیا گیا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ نکاح آٹھ ماہ بعد ہوا۔ اور بادشاہ اس نکاح میں موجود تھا۔ واللہ اعلم۔ جس دن حضرت یوسف عزیزِ مصر بنائے گئے اس وقت آپ کی عمر شریف تیس برس تھی مگر ایک قول ہے کہ سینتالیس سال تھی اکثریت اسی پر ہے (روح البیان)۔ یہ کرم نوازیاں حضرت یوسف کی خصوصیت نہیں بلکہ ہم اپنے بندوں سے جس کو چاہیں اپنی رحمتیں عطا فرماتے ہیں۔ بشرطیکہ بندہ مثل یوسف ہر حال میں ہمارے دروازہ پر رہے۔ اور ہم نیکوں کا بدلہ ضائع نہیں کرتے دنیا یا آخرت یا دونوں جگہ عطا فرماتے ہیں مگر بندے کو چاہیے کہ آخرت کا طلب گار رہے۔ دنیا میں کسی نیکی کا بدلہ نہ مانگے کہ یہ خسارہ ہے۔ ہاں خود مل جائے تو خوب شکر کرے۔ حضرت یوسف کو یہ عہدہ اور تخت وغیرہ آپ کی طلب کے ایک سال بعد ملا۔ ملک مصر میں ہر دولت کے بڑے بڑے خزانے تھے وہ سارے شاہِ مصر نے یوسف کے سپرد کر دیئے۔ (صاوی خازن) یہاں تک کہ اپنی خصوصی تلوار بھی دیدی اور تمام دربار۔ فوج۔ پولیس کے سیاہ سفید کا مالک بنا دیا۔ یہ تو دنیوی عطائیں تھیں وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ۔ اور یقیناً آخری ثواب بہت ہی ہر وقت ہر طرح اچھا ہے۔ فقط اُن لوگوں کے لیے ہے جو عقائد میں پورے اسلام پر ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ میں پورے متقی بنے رہیں۔ علماء شریعت فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی چیزوں میں آٹھ طرح فرق ہے۔

۱۔ دنیا کی چیزیں کچھ مفید کچھ مضر مگر آخرت کی جنتی چیزیں سب مفید۔ ۲۔ دنیا کی چیزیں کبھی مفید کبھی مضر مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہمیشہ مفید۔ ۳۔ دنیا کی چیزیں ایک طرح استعمال کرنے پر مفید دوسری طرح مضر مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہر طرح مفید۔ ۴۔ دنیا کی چیز آج مفید کل مُضر مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہر وقت مفید ۵۔ دنیا کی چیزیں ایک کے لیے مفید دوسرے کے لیے مُضر مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہر ایک جنتی کے لیے مفید۔ ۶۔ دنیا کی کچھ چیز موسمی کچھ بے موسمی مگر آخرت کی جنتی چیزیں سب ہی موسمی ترو تازہ۔

۷۔ دنیا کی چیزیں کبھی موجود کبھی ختم مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہمیشہ تک موجود۔ ۸۔ دنیا کی چیزیں کسی کو ملتی ہیں کسی کو نہیں مگر آخرت کی جنتی چیزیں ہر جنتی کو ملیں گی۔ اس لیے آخرت ہی خیر ہے۔ ابوہریرہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم جنت کس چیز سے پیدا کی گئی۔ فرمایا پانی سے۔ اسی لیے پانی کو بھی خیر فرمایا گیا۔ (بیان) لیکن جنت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو عقیدے میں مومن ہوں لہٰذا بدعقیدہ مومن نہیں بلکہ کافر ہے۔ اور

اعمال میں متقی ہو۔ شریعت میں ایمان بھی پانچ ہیں اور اعمال بھی پانچ ہیں۔ اللہ پر۔ انبیاء پر۔ آسمانی کتابوں پر۔ ملائکہ پر۔ قیامت پر۔ ۱ کلمہ پڑھتے رہنا ۲ نماز ادا کرتے رہنا ۳ روزہ فرضی۔ نفلی رکھتے رہنا۔ ۴ زکوٰۃ خیرات صدقات فرضی و ابھی نفلی دیتے رہنا ۵ حج عمرہ طواف وسلام فرضی نفل کرتے رہنا۔

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ بندے پانچ قسم کے ہیں۔

۱۔ مسلمان جو عقل اور قانون اور دیکھا دیکھی اللہ رسول کو مانیں۔ ۲ مومن جو عشق اور محبت الفت سے مانیں ۳ متقی۔ جو ہر نیکی کو کرے اور ہر برائی سے بچے۔ ۴ مخلص وہ جو۔ کہ عبادت اُس کی غذا بن جائے۔ اور نیکیاں غذا کی طرح اس میں جذب اور فنا ہوتی جائیں۔ ۵ خالص۔ کہ وہ عبادات میں جذب اور فنا ہو جائے یعنی وہ عبادات کی غذا بن جائے۔ پانچ ایمان پانچ اعمال پانچ بندے۔ اسی مجموعے نے یوسف علیہ السلام کو صدیق بنا دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے حضرت علیؓ کو ولیوں کا سردار فاطمہ زہرہؓ کو خاتون جنت اور جنت کی کلی۔ حسنؓ کو عاشق ربانی حسینؓ کو شہید کربلا بنا دیا۔ اسی لیے یہی پنجتن پاک ہیں۔ اجر آخرت ان ہی کے لیے ہے صحابہ کے بعد باقی امت ان کے طفیل ہے تا قیامت وَجَاءَ اِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُوْنَ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے سلطنت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی پانچ کام کئے۔ آپ کو معلوم تھا کہ اب سے سات سال بعد قحط شروع ہوگا۔ کیونکہ سات موٹی گائیں سات سال سہولت کے تھے لیکن ان سات سالوں کو موٹا اور تر و تازہ کرنا آپ کو آتا تھا۔ اس لیے پہلا کام یہ کیا کہ سارے ملک کے کسانوں کو کھیتی باڑی کی طرف لگا دیا صحرا۔ میدانی علاقہ پہاڑی زمینوں میں گندم کی پیداوار کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پھوٹی اور شہری زمینوں میں دیگر ضروریات کی پیداوار ہوتی رہیں۔ دوسرا کام تمام معماروں کو بڑے بڑے گودام بنوانے پر مقرر کر دیا۔ اور فوجیوں۔ مزدوروں کو۔ ان کی مزدوری پر لگا دیا تیسرا کام یہ کیا کہ ہر شخص کی خوراک کم مانی کر دی زیادہ سے زیادہ غلہ اگا کر وہ سارا دربار شاہی میں لایا جاتا۔ پھر ان اُس کے تین حصے کئے جاتے۔ سب سے بڑا حصہ اسی طرح بالیوں میں جمع کر دیا جاتا اس سے چھوٹا حصہ کنبے کے اعتبار سے ہر گھر کو فروخت کیا جاتا۔ ان سالوں میں ہر شخص کو اُس کے کام کی مزدوری علیحدہ دی جاتی خواہ کسان یا کوئی اور اس لیے کسانوں کے ہاتھ بھی خوراک کی گندم فروخت ہوتی۔ تیسرا سب سے چھوٹا حصہ آئندہ سال بیجنے کے لیے رکھا جاتا۔ چوتھا کام اہل دربار مختلف ٹولیوں کی شکل میں سارے ملک کے مختلف کاموں کی نگرانی پر مامور کئے۔ پانچواں کام یہ کہ خود حضرت یوسف ہفتہ وار دورے پر نکلتے۔ اور چھ دن دربار لگتے آنے جانے والوں کی ملاقات۔ مشکلات۔ شکایات۔ روئداد۔ کارکردگی کا تخمینہ لگایا جاتا۔ غرض کہ عجب رواں۔ دواں۔ دوڑ دھوپ کا زمانہ تھا صوفیں فرماتے ہیں کہ اتنی مصروفیات کے باوجود حضرت یوسف کے حسن اخلاق کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص ہر کام عشق و محبت

ہے کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ پلک جھپکتے سات سال گزر گئے۔ نئے پرانے سب گودام بھر گئے۔ روایات مؤرخین میں ہے کہ اتنا غلہ جمع ہو گیا تھا جو سات کروڑ باشندوں کو سات سال تک کافی تھا اتنی ملکوں کی محنت کے علاوہ برکت اتنی تھی کہ تھوڑا کھانا بہت سوں کو کافی ہوتا اور سب کا پیٹ بھر جاتا۔ اُدھر قحط شروع ہو گیا اور عرب کے ساتوں علاقوں میں قحط آیا پہلے سال تو سب نے پچھلے جمع شدہ غلے وغیرہ استعمال کئے مگر دوسرے سال کچھ نہ اگا اور ہر ملک غلے سے خالی ہو گیا چنانچہ دوسرے سال سب علاقوں والے مصر کی طرف دوڑ پڑے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ پہلی دفعہ لوگوں نے سونا چاندی دے کر غلہ خریدا دوسرے سال یعنی قحط کے تیسرے سال جواہرات اور مال مویشی چوتھے سال غلام لونڈیاں پانچویں سال زمینیں مکانات چھٹے سال اپنی نابالغ اولاد ساتویں سال خود اپنے آپ کو یوسف علیہ السلام کے ہاتھ فروخت کر کے غلہ خریدا اسی طرح یوسف کو غلام کہنے والے خود اُن کے غلام بن گئے ملک مصر میں تو پہلے ہی سب کو معلوم تھا کہ عزیز مصر غلہ دیتے ہیں ارد گرد کے علاقوں ملکوں میں کہیں اعلان کرایا گیا کہیں خود ہی پتہ لگ گیا ہر آنے والے کے ہاتھ افراد خانہ کے متعلق پوچھ گچھ کر کے ایک سال کے لیے ایک اونٹ بوجھ (دو بوری) گندم ناپ کر فروخت کی جاتی نہ کم نہ زیادہ اور یہ سب کچھ نہایت احتیاط سے ہوتا جس کے نگران عالی خود حضرت یوسف تھے یہاں تک کہ خبر پہنچتے پہنچتے تقسیم اول کے چھٹے ماہ کنعان میں حضرت یعقوب کو یا پہلے اُن کے بیٹوں کو یہ خبر پہنچی تو چونکہ قحط وہاں بھی تھا اس لیے حضرت یعقوب نے بیٹوں کو بلایا اور فرمایا کہ جاؤ تم بھی اپنے اور گھر والوں کے لیے گندم خرید لاؤ۔ بیٹوں نے عرض کیا کہ وہاں کے حکمران جابر اور عوام ظالم ہیں کہیں ہم کو نقصان نہ پہنچائیں حضرت یعقوب نے اپنے علم غیب کے ذریعہ فرمایا کہ نہیں اب وہاں پہلے والے دور جہالت کے حالات نہیں ہیں۔ چنانچہ نہایت تیاریوں کے ساتھ والد گرامی کی پند و نصائح سن کر ملک مصر کی طرف چل پڑے جو کنعان سے اٹھائیس منزل دور تھا ایک منزل تین کوس یعنی نو میل کی ہوتی تھی گویا صرف تقریباً سارا فاصلہ اسی کوس یا بہتر کوس بنتا ہے جب مصر میں داخل ہوئے تو ان پر عوام یا اہل دربار نے جاسوسی کا شبہ کیا۔ کیونکہ اتنا بڑا وفد ایک ہی علاقے کا اس سے پہلے نہیں آیا تھا۔ پھر ان کی زبان غیر تھی ان کی آپس کی گفتگو لوگوں کو شک میں ڈال دیتی تھی پولیس پیچھے لگ گئی یہاں تک کہ دربار شاہی کے پاس آ گئے وہاں تفتیش ہوئی انہوں نے قسمیں کھا کر یقین دہانی کرائی کہ ہم جاسوس نہیں بلکہ قحط زدہ ہیں غلہ لینے آئے ہیں۔ یا ہو سکتا ہے کہ سب سے ہی اسی طرح تفتیش کی جاتی ہو۔ بہر کیف ان کو بارگاہ یوسفی میں حاضر کیا تو یوسف علیہ السلام نے پہچان لیا۔ یا اس لیے کہ نبی غیب دان ہوتا ہے یا اس لیے کہ ان کی شکلوں میں تبدیلی نہ آئی تھی کیونکہ تبدیلی جسامت کے صرف تین مرحلے ہوتے ہیں۔

۱: بچپن میں ۲: جوانی میں داڑھی اور قد وغیرہ سے ۳: جوانی ختم ہو کر بڑھاپے میں۔ بچپن کے اندر ہی کئی

سال بعد دیکھنے سے بھول نہیں ہوتی اسی طرح جوانی میں ہی کسی کو دوبارہ دیکھنے سے بھول نہیں ہوتی۔ ملاقات برادران یوسف پہلی اور یہ جوانی میں ہی تھی۔ یا اس لیے کہ صورت بھی ویسی ہی تھی جیسی پہلے تھی۔ مگر برادران یوسف نے حضرت یوسف کو بالکل نہ پہچانا۔ یا اس لیے کہ پہلے کہیں بچپن میں سولہ سالہ یا سترہ سالہ دیکھا تھا یا اس لیے کہ اپنی غربت اور دربار شاہی کے رعب کی وجہ سے غور سے دیکھنے کا وقت نہ تھا یا اس لیے کہ حضرت یوسف نے پردے میں سے بات کی تھی نہ ان کو اندر بلایا نہ خود باہر تشریف لے گئے اس خیال سے کہ مبادا پہچان لیں حالانکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ یا اس لیے نہ پہچانا کہ حضرت یوسف اس وقت شاہی لباس میں تاج پہنے ہوئے تخت شاہی کی کرسی پر بیٹھے تھے اور صرف قانونی گفتگو فرما رہے تھے انسان شکل کے علاوہ چال ڈھال تو کا ٹھ یا پہننے بولنے سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ بیٹھے رہے درکاروباری یا قانونی بارعب گفتگو سے پہچان مشکل ہوتی ہے۔ یا اس لیے نہ پہچانا کہ ان کا تو خیال گمان بھی نہ تھا کہ جس معصوم ہونے سے پہلے دبلے یوسف کو کندھوں پر اٹھا اٹھا کر پھینکتے رہے کنوئیں میں پھینکا پھر چند دن بعد بیس کھوٹے سکوں میں بیچ دیا آج چالیس سال یا بائیس سال بعد ملاقات میں سمجھ لیتے کہ یہ وہی ہمارا یوسف ہے۔ بہرکیف حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے گھر کے سب حالات پوچھ لیے مگر اپنا کچھ نہ ظاہر ہونے دیا۔

فائدے ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی شان بہت زیادہ ہے صرف دامن یوسفی سے غلامی کا دھبہ دھونے کے لیے سارے ملک کو قحط سے پریشان کر دیا گیا۔

دوسرا فائدہ۔ انبیاء عظام کا علم ساری مخلوق سے زیادہ ہوتا ہے۔ دین کو تو سنبھالتے ہی ہیں دنیا بھی سنبھالنا اور چلانا جانتے ہیں اور کام کے انجام سے باخبر ہوتے ہیں۔ **تیسرا فائدہ۔** ہر کام رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اگرچہ اس کا ظہور بندوں کے ہاتھ سے ہو۔ دیکھو یوسف علیہ السلام کو شاہ مصر نے عزیز مصر بنایا مگر رب نے فرمایا مَكَّنَّا۔ ہم نے بنایا۔ **چوتھا فائدہ۔** بعض نیک بندوں کو نیکیوں کا بدلہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے مگر آخرت میں اصل بدلہ علیحدہ ملے گا اور دنیا کا بدلہ اس میں کاٹا نہ جائے گا۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ: قدرتی یا مصنوعی قحط کی حالت میں حکومت وقت کو جائز ہے کہ تمام اشیاء خوردنی رعایا سے لے کر اپنے بھاؤ سے راشن بندی کر کے تمام رعایا کو نظم و ضبط کی پابندی سے اتنا دے جس سے سب کا گزارہ ہو جائے۔ **دوسرا مسئلہ۔** ایسے ہی ہنگامی حالات میں حکومت کو جائز ہے زمینداروں کی زمینوں پر اپنی کھیتی اگوا کر مزدوروں کو کام کی اجرت دے کر پیداوار پر قبضہ کرے اور اپنے ڈپوؤں پر فروخت

کرے تاکہ ظلم یا قحط سے نجات ملے لیکن زمینوں کو ملکیت سے چھینا نہیں جاسکتا۔ اس لیے سوشلزم اور کمیونزم ظالمانہ قانون ہے۔ (احکام القرآن للجصاص)۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض ہو سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ پہلے فرمایا گیا نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا جس کا معنیٰ نبوت ہے اور پھر فرمایا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ۔ یعنی ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں کیونکہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت بھی اعمال کے بدلے میں مل سکتی ہے۔ حالانکہ نبوت نہ دعا سے نہ بدلے نہ عوض کسی طرح نہیں مل سکتی یہ تو کسبی نہیں بلکہ وہبی ہوتی ہے۔

جواب۔ یہ اعتراض تین طرح لغو ہے اوّل اس لیے کہ یہاں رحمت سے مراد نبوت نہیں ہو سکتا ورنہ پہلے نُصِیْبُ نہ آتا بلکہ رحمت سے مراد دنیوی نعمتیں ہیں۔ دوئم اس لیے کہ واو عاطفہ ہے جس سے واضح ہوا کہ نُصِیْبُ اور چیز ہے لَا نُضِیْعُ اور چیز ہے۔ سوم اس لیے کہ اگر رحمت سے مراد نبوت ہی ہو اور واؤ تعلیلیہ ہی ہو تب بھی وہبی اور عطائی ہونے کے خلاف نہیں۔ اس وجہ سے کہ اجر صرف اعمال کے بدلے کو ہی نہیں کہا جاتا لیاقت اور کمال کے بدلے کو بھی اجر کہدیا جاتا ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا۔ لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ہم نیکوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔ حالانکہ اجر تو بنتی چیز ہیں۔ وہ تو ویسے بھی ضائع نہیں ہوں گی ضائع کا معنیٰ ہے برباد فنا ہونا۔ یہاں یہ فرمانا چاہیے تھا کہ ہم اعمال ضائع نہیں کرتے۔

جواب۔ ضائع کرنے کا معنیٰ ہے حقدار کے پاس حق۔ ضرورت مند کے پاس ضرورت اور محتاج کے پاس محتاج بہ کا نہ پہنچانا۔ بندے کا کام ہے وہ اس نے کر لیا اور رب تعالیٰ کا کام قبول کرنا کرنا تو یہاں بتایا یہ جارہا ہے کہ قبولیت عمل کی نشانی ہے عمل کا بدلہ (اجر) اور بدلہ نہ ملنا اس کا ضائع ہونا ہے عمل کا ضائع کرنا یا ہونا اس کا قبول نہ ہونا۔ عدم قبولیت کی پانچ وجہ ہیں۔

۱ عامل محسن نہ ہو۔ ۲ قبول کرنے والا کریم نہ ہو۔ ۳ قادر نہ ہو عاجز ہو۔ ۴ باخبر نہ ہو جاہل ہو۔ ۵ بخیل ہو۔ یہاں پہلی حالت بندے کی ہے مگر محسنین کہہ کر اس کی نفی ہوئی باقی حالتیں رب کی طرف منسوب مگر وہاں بخل جہالت اور عجز محال بالذات ہے۔ لہٰذا ضائع کرنا بھی محال ہوا۔ **تیسرا اعتراض** یہاں اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ فرمایا گیا جس سے پتہ لگتا ہے کہ غیر محسنین کا اجر ضائع ہو جاتا ہے حالانکہ گنہگار مسلمان محسنین نہیں مگر ان کو بھی شفاعت یا سزا کے بعد جنت ملے گی اور وہی انکار اجر ہے۔ ضائع تو نہ ہوا۔ جواب۔ ہر مسلمان نیک و بد محسن ہے مگر درجہ بدرجہ کلمہ پڑھ لینا بھی محسن بننا ہے۔

٭ ٭ ٭

تفسیر صوفیانہ

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۔

عالم جسدی میں تین زمینیں ہیں ۱۔ بیت انبیاء ۲۔ بیت صدیقین ۳۔ بیت خبیثین۔ نفس امارہ اپنی خباثتوں کے ساتھ جسم پر عرصہ دراز تک عزیز یعنی غالب بنا رہتا ہے یہاں تک کہ رب تعالیٰ کا کرم ارض صدیقین یعنی عقل پر قلب کو قوت حکومت عطا فرماتا ہے اور اسی طرح جسم ناہموار پر قلب کو عزیز مصر بنا دیا جاتا ہے۔ اور یہ عزت و غلبہ اور محنت سے نکال کر دار نعمت میں پہنچاتا ہے کہ جب چاہے جہاں چاہے ٹھکانا بنائے۔ رب تعالیٰ کا قیامت تک ہر بندے کے لیے قانونی ارشاد ہے کہ ہماری نعمتیں ہمارا کرم اور رحمت کسی کے ساتھ خاص نہیں جو چاہے اپنے اندر طلب سے پہلے حصول کی لیاقت پیدا کرے۔ نالائق کو ہماری رحمت نہیں مل سکتی۔ ہم جس کو قابل دیکھتے ہیں اپنی رحمت کاملہ پہنچا دیتے ہیں۔ محسنین عاشقین زاہدین عابدین کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اہل محنت اور تقویٰ کو ان کی محنت کا بدلہ دنیا میں لذت عشق انوار تجلیات اور تمغہ رضا کی شکل میں دیا جاتا ہے۔ اور اخروی دائمی ابدی اجر۔ وصل و قرب کی کیفیت میں اس سے بھی کہیں زیادہ اچھا ہے۔ دنیا کا پہاڑ بھر فانی سونا چاندی حقیر ہے اس اخروی دائمی کنکر۔ ٹھیکری کے مقابل میں کوئی شئی نہیں۔ اور جب دنیا فانی کنکر ہے مٹی کی ٹھیکری ہے اور آخرت بقا کا چاندی سونا ہے تو کون احمق ہے جو آخرت کو چھوڑ کر دنیا قبول کرے۔ اہل دنیا اجر اخروی سے گھبراتے ہیں مگر طالب آخرت سلطنت دنیا لے کر بھی تارک دنیا اور زاہد عشق اور عابد مولیٰ بنے رہتے وہی لوگ وصول کے مومن اور حصول کے متقی ہیں۔ ایمان کے بھی پانچ درجے ہیں۔ ۱۔ کفر سے نفرت ۲۔ شرک جلی و خفی سے عداوت۔ ۳۔ اسباب کفر و شرک سے دوری۔ ۴۔ ہر چیز قلب کے ماتحت کر دینا ۵۔ آستانہ قدوسیہ اور بارگاہ صمدیت تک خود کو پہنچانا۔ سات چیزیں ولایت الٰہیہ میں ماتحت ہیں۔ ۱۔ اضطراب۔ ۲۔ صبر۔ ۳۔ ہر حال میں شکر گزاری اور ۴۔ جزع فزع سے بچنا۔ اور ۵۔ چھوٹوں کا خیال رکھنا۔ یہی یوسف باطنی کے بارہ بھائی ہیں۔ وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جب تک بندے کا دل محبت لاابالیت اور مشقت کے کوئیں یا سنت و زہد کی جیل میں رہتا ہے ہر عضو اس سے کنارہ کش ہوتا ہے لیکن وہی دل جب طور انوار پر جلوہ گر ہو جاتا ہے تو کنعان قالب کے سارے باطنی اعضا ظاہر و باطن کی غذا حاصل کرنے حضور قلب کے پاس حاضر ہو کر وصل معرفت کی راہ طلب کرتے ہیں مگر قلب اپنے نور معرفت اور جود محبوبی کی وجہ سے سب کو پہچان لیتا ہے مگر یہ اعضا اپنے ظلمت نسیان عدم عرفان اور توبہ کے حرمان کی وجہ سے قلب کی حیثیت کو نہیں پہچان سکتے خیال رہے۔ ۱۔ عقل ۲۔ شعور ۳۔ تدبر ۴۔ تفکر ۵۔ ضبط ۶۔ حفظ ۷۔ شامہ ۸۔ لامسہ ۹۔ نفس امارہ ۱۰۔ مطمئنہ۔ یہ دس برادران قلب ہیں جو سب کے سب غذاء روح کے حصول میں محتاج قلب ہیں۔ مگر قرب مکانی کے باوجود دل کی حقیقت سری سے واقف نہیں ہیں۔ زاہدین اہل معرفت فرماتے

ہیں کہ بندہ ربانی جب اپنے بیت قلب کو دار امن اور تقوے کا گہوارہ بنا لیتا ہے تو سب اشرار و اغیار پر
عزیزیت یعنی غلبہ الفت حاصل ہو جاتا ہے وہ اگرچہ ظاہراً پراگندہ نظر آتا ہے مگر باطن میں فرخندہ ہوتا ہے
بخلاف دنیا پرست کے کہ وہ ظاہر میں فرخندہ ہوتے ہیں لیکن باطن میں پراگندہ ہوتے ہیں اس لیے فوراً پہچانے
جاتے ہیں مگر مردانِ الٰہیہ سر الٰہی ہوتے ہیں اُن کے حالات سے کوئی شاذ و نادر ہی خبردار ہوتا ہے۔ یہ مستانہ
سروری اور عرفانِ قدسی اپنی پہچان ہونے ہی نہیں دیتے۔ رب کریموں کے کریم مجھ پر یہ راہ آسان فرما دے

یا رسول اللہ کرم یا حبیب اللہ نظر
میں ہوں منگتا حضرت آپ کے در پر نظر

●

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَكُمْ

اور جب غلہ سامان دے دیا ان کو بدلے ان کے قیمت کے فرمایا میرے پاس بھائی کو لاؤ اپنے

اور جب اُن کا سامان مہیا کر دیا۔ کہا اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آؤ۔

مِنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ

طرف سے باپ اپنے کے کیا نہیں دیکھتے تم بیشک میں پورا کرتا ہوں ناپ کو اور میں اچھا ہوں

کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ناپتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں

الْمُنْزِلِينَ ﴿٥٩﴾ فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ

میزبانوں تو اگر نہ لائے تم میرے پاس کو اُس تو نہ ناپ ہے لیے تمہارے پاس

پھر اگر اُسے لے کر میرے پاس نہ آؤ تو تمہارے لیے میرے پاس

عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿٦٠﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ

میرے اور نہ قریب آنا تم میرے۔ سب بولے عنقریب تمنا کریں گے ہم کی اُس باپ اپنے

ناپ نہیں اور میرے پاس نہ پھٹکنا۔ بولے ہم اس کی خواہش کریں گے اُس کے باپ سے

اِتْیَانٌ مصدر لازم ہے بمعنیٰ آنا بروزن نِسْیَانٌ بھولنا۔ اور بروزنِ عِصْیَانٌ بمعنی نافرمان ہونا مگر اِتْیٌ مصدر متعدی ہے اسی کا مضارع تُوْتِیْ بمعنیٰ لانا بروزنِ نَسْیٌ یعنی بھلانا۔ اِسی لیے حضرت مریم نے کُنْتُ نَسْیًا منسیا فرمایا یعنی بھلائی ہوئی۔ بعض نحات نے فرمایا کہ اِتْیَان کا وزن افعال اضطراری کے لیے آتا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ قطعاً غلط ہے قاعدہ کلیہ نہیں کیونکہ غفران اور نسیان بھی اسی وزن پر ہیں لیکن ان میں اضطرار نہیں بلکہ اِتْیٌ سے مشتق ہے باب ضرب کا امر جمع ہے مادہ اشتقاق مہموز الفا اور ناقص یائی ہے۔ بمعنیٰ لانا۔ یعنی لاؤ تم نون وقایہ یاء متکلم مفعول بہٖ بمعنے فیہ یعنی میرے پاس۔ باء حرف ب زائدہ مفعولیت کے لیے ہے اَخٍ واحد ہے اخوۃ کا بمعنی بھائی "لَکُمْ" لام نسبتی ہے باء جر متعلق اوّل ہے اِئْتُوْا کا اور لَکُمْ متعلق دوم ہے اِئْتُوْا کا کُمْ ضمیر جمع حاضر مجرور متصل نسبتی لام کی وجہ سے اعلیحضرت نے سوتیلا کا ترجمہ فرمایا۔ مِنْ حرفِ جر بمعنے طرف ہے یا پاس سے اَبِیْ اسماء ستہ مکبرہ سے ہے بحالت جر مضاف ہے کُمْ ضمیر مضاف الیہ مراد برادران یوسف ہیں اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْ اُوْفِی الْکَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ اَ ہمزہ سوالیہ لَا تَرَوْنَ مضارع منفی بصیغہ جمع مذکر حاضر رَاْیٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ دیکھنا غور کرنا یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ اَنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل میں نہ ہونے کی وجہ سے الف ہمزہ کے زبر سے ہے یاء متکلم اسم اَنَّ ہے اُوْفِیْ فعل مضارع بمعنیٰ حال واحد متکلم وَفِیٌ لفیف مفروق ہے۔ اَلْکَیْلَ الف لام عہد خارجی ہے اور مراد ہے تمہارا غلہ یا الف لام استغراقی ہے اور مراد ہے تمام لوگوں کے غلے جو تمہارے سامنے ناپ ناپ کر دیئے گئے جن کو تم نے اپنے سامنے ہمارے حکم سے ہمارے نوکروں کو ہاتھوں سے بٹتے دیکھا۔ لفظ کَیْلٌ مصدر ہے بروزن بیع اجوف یائی۔ یا یہ بمعنی فاعل ہے اور مراد ہے ناپنے والا برتن پورا ہے۔ یا یہ بمعنیٰ مفعول ہے اور مقصدِ کلام ہے کہ وہ ناپا ہوا غلہ پورا یعنی ہم نے جو قیمت لی اتنی ہی چیز دی یا یہ اپنے معنی میں ہے اور بتانا یہ ہے میں تم کو سب کو پورا پورا مطابق وعدہ ناپتا کراتا ہوں کسی کی جرأت نہیں کہ کم تولے۔ وَ عاطفہ ماقبل معطوف علیہ کا جملہ اور اس کا مابعد معطوف کا جملہ دونوں مل کر خبر اَنَّ ہیں۔ اَنَا ضمیر منفصل واحد متکلم خَیْرٌ مصدر ہے اجوف یائی جب یہ اپنے مصدری معنی میں ہو تو اس کا معنی ہے اچھا ہونا بھلا ہونا جب یہ فاعلیت کے لیے ہو تو اس کا معنی ہے بھلائی بہتری نیکی اور اچھا سلوک کرنے والا متعدی بھی ہوتا ہے اور لازم بھی کبھی یہ بمعنیٰ افضل ہوتا ہے۔ یہاں یہی معنیٰ مناسب ہیں خیر کی جمع خیرات ہے مگر جب بمعنے فاعل یا بمعنیٰ مفعول مستعمل ہو تو جمع خیرات نہ ہوگی بلکہ اخیار ہوگی۔ خیر دو قسم کا ہے۔

۱۔ مطلق جو ہر حال میں ہر انسان کے لیے مفید ہو۔ جیسے انبیاء کرام اور جنت کتب آسمانی۔

۲۔ غیر مقید جو کبھی کسی کے لیے مفید ہو اور کبھی نقصان دہ جیسے دنیوی اشیاء مال دولت عزت وغیرہ لفظ

خیر کبھی اسم جامد ہوکر مستعمل ہے کبھی مشتق تب اس کا مقابل شر ہوگا اور کبھی وصف ہوکر مستعمل ہے تب یہ بمعنی اسم تفضیل مستعمل ہے اور مقابل شرٌ یعنی تکلیف ہوگا۔ یہاں خیر بمعنی افضل ہے اور اس کا مقابل ضار یعنی تکلیف دینے والا اور مفہوم کلام یہ کہ میں بوجہ نبوت بھلائی اور آرام ہی پہنچانیوالا ہوں کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ المنزلین الف لام استغراقی مُنزلین جمع کثرت باب افعال کا اسم فاعل بصیغہ جمع مذکر متعدی بیک مفعول لغوی ترجمہ ہے اتارنے والا۔ مسافر کو یا مہمانوں کو اپنی رہائش گاہ پر اصطلاحی ترجمہ ہے میزبان اور مہمان نواز۔ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ۔ ف تعقیبیہ اِن حرف شرط لَمْ تَاْتُوْ فعل نفی جحد بلم بحالت جزم نون جمع اعرابی گرگئی ورنہ اصل تھا تاتون۔ اَتِیٌ سے مشتق ہے بمعنی الانا متعدی ہے باب ضرب سے ہے۔ نون وقایہ یاء متکلم ضمیر متصل مفعول بہٖ کو جوڑنے اور لَمْ تَاْتُوْ کا وزن بچانے کے لیے آئی بِہٖ ب جارہ برائے مفعولیت ہ ضمیر واحد غائب مذکر مجرور متصل کا مرجع وہ سوتیلا بھائی (بنیامین) فلا کیل۔ ف جزائیہ لا۔ لاء نفی جنس یا مشبہ بلیس کیل اس کا اسم ہے اور لکم جار مجرور متعلق مقدر موجودًا اسم مفعول بمعنی مستقبل کے ہوکر جملہ اسمیہ خبر لا ہوئی و ماملفہ لا تقربون۔ فعل نہی قربٌ سے بنا باب نصر بمعنی قرب مکانی ن وقایہ یاء متکلم برائے تخفیف گر گئی ہر دو معطوف علیہ معطوف جزاء شرط ہوئی۔ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ قالو اجملہ جوابی ہے سَنُرَاوِدُ سین حروف ظرف میں سے ہے بمعنی عنقریب نُراود فعل مضارع بصیغہ جمع متکلم بمعنی مستقبل یہ جملہ مقولہ ہے قول کا رَوْدٌ اجوف واوی سے مشتق ہے باب مفاعلۃ کا فعل ہے اس باب کی دو خاصیتیں ہیں پہلی مشارکت اور وہی یہاں مراد ہے۔ یعنی ایسا کام کرنا کہ فاعل مفعول بن سکے۔ گویا کہ دو طرف ایک کام ایک دوسرے کے ساتھ کیا جائے۔ دوسری خصوصیت موافقت۔ بمعنی ہمراہی فقط جیسے ایک ساتھ سفر کرنا روٹی کھانا وغیرہ۔ رَوْدٌ کے چار معنی ہیں ا آمادہ کرنا۔

۲ ور غلانا ۳ باہمی مشورہ کرنا کسی کام کے لیے۔ ۴ کسی کام کے بارے ایسی گفتگو کرنا کہ اپنی مرضی اس کے ہونے پر ہو مگر صوابدید کا اختیار دوسرے پر چھوڑا جائے۔ یہی معنی یہاں ہیں۔ عَنْ حرف جر چھ معنی میں مستعمل ہے۔ ۱ مجاوزت ۲ بدلیت ۳ استعلا ۴ تعلیل ۵ بمعنی مِنْ ۶ بمعنی بعد۔ یہاں مجاوزت کے لیے ہے جس میں تعدی اور فقط وصول ہے۔ یعنی اس کے بارے میں ہ ضمیر کا مرجع بنیامین ہے یہ جار و مجرور سَنُرَاوِدُ کا متعلق ہے اَبَا مفعول بہٖ ہے ہ ضمیر غائب مضاف الیہ کا مرجع بھی بنیامین ہے وحالیہ ہے۔ اِنَّا حرف تحقیق اور ضمیر جمع متکلم اس کا اسم ہے لَفٰعِلُوْنَ جمع اسم ہے لام تاکید فاعلون فعلٌ مصدر مادہ سے بنا۔ اسم فاعل جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد فاعلٌ ہے۔ بمعنی کرنیوالا۔ فعلٌ مصدر ناقص ہے۔ کسی کا مل فعل کے بغیر نہیں آتا۔ یہاں بھی سَنُرَاوِدُ سے ملحق ہوکر آیا ہے۔

تفسیر عالمانہ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۔ اور اس تمام گفتگو کے بعد جب کہ حضرت یوسف نے اپنے کارندوں کو حکم دیا اور برادران یوسف علیہ السلام کا سامان یعنی غلہ ناپ کر بوریاں سی دی گئیں تو حضرت یوسف نے فرمایا کہ آئندہ جب بھی تم آؤ تو اپنے اس بھائی کو بھی لے کر آنا جو تمہارے کہنے کے مطابق تمہارا باپ جایا (علاتی) ہے کیا تم نے یہ نہ دیکھا کہ بیشک میں کتنا پورا ناپ دیتا ہوں اور میں خود اترانے والے بن بلائے مہمانوں حاجتمندوں کا خیر خواہ ہوں۔ حضرت یوسف نے ایک دن ایک رات ان کو ٹھہرایا اور عزت افزائی کی بہترین مہمان خانے میں بٹھایا بہت اچھے عمدہ کھانے اور پھل کھلائے حالانکہ خود حضرت یوسف علیہ السلام ان قحط کے سات سالوں میں روزے رکھتے رہے اور سحری و افطار بھی بالکل معمولی فرماتے بادشاہ اور اہل دربار کو صرف چوبیس گھنٹے میں دوپہر کا کھانا دیا جاتا۔ باقی عالیا کو دو وقت مگر تین چوتھائی کے حساب سے ماہانہ خوراک ملتی۔ اور دیگر مہمانوں کو عام لنگر خانے سے پوری خوراک دو وقت ملتی۔ لیکن ان کو مہمان خصوصی کی حیثیت سے شاہی مہمان خانے میں رکھا گیا۔ اہل مصر نے عرض کیا یا سرکار آپ کیوں کھانا نہیں کھاتے اور مسلسل روزے رکھ رہے ہیں حالانکہ سب کھانے آپ کے قبضہ میں ہیں بادشاہ کا بھی وہ اختیار نہیں جو آپ کا ہے فرمایا چار وجہ سے ایک یہ کہ مجھ کو بھوکوں کی تکلیف یاد رہے دوم یہ کہ مجھ کو پہلا زمانہ جیل وغیرہ قیدی کی کیفیت بیکسی بے بسی۔ اور بیگانہ پن نہ بھولے اور اب اس شان کو دیکھ کر اپنے خالق تعالیٰ کا شاکر بندہ بنا رہوں۔ سوم یہ بتانے کے لیے کہ یہ سب دنیا اس وقت میرے قبضے میں ہے مگر میں رب جلیل کے قبضے میں ہوں چہارم یہ کہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بندے کو جتنی بڑی شان عنایت ہوتی ہے اس بندے پر اتنا ہی زیادہ۔ زہد۔ ریاضت۔ عبادت اور شکر الٰہی واجب ہوتا ہے تو یہ روزہ اور فاقہ کشی شکر کے علاوہ غذاء روحانی بھی ہے۔ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ اُوْفِی الْکَیْلَ کا یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے تم کو تمہارا غلہ پوری ناپ تول سے دیا۔ یعنی ہر ایک کو ایک اونٹ دو بوری۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارے افراد خانہ حاضر و غائب کے حساب سے پورا غلہ دیا اور صرف تمہارے ہی کہنے پر اعتماد کرتے ہوئے تمہارے ایک بھائی اور والد کا کھانا بھی دے دیا۔ اور اتنا دیدیا کہ بقیہ بال بچوں کے لیے بھی پورا ہو جائے۔ مزید برآں اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۔ میں نے کیسی شاندار تمہاری میزبانی کی یہ تمہاری خصوصیت ہے جس کو تم نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا کہ ہزاروں مہمانوں میں سے صرف تم سے ہی ہم نے کلام کیا اور اپنے گھر میں جگہ دی جب کہ لوگوں نے تم کو جاسوس بھی سمجھا۔ یہ کلام احساس حق اور ادائے شکر لے اور اچھے تذکرے کے لیے فرمایا۔ اس کا شکریہ ہے کہ تم آئندہ اپنے بھائی کو ساتھ لا کر اپنا اعتماد بحال کرنا لیکن

اب بھی۔ فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ پس اگر تم اس کو جو تمہارے قول کے مطابق بھائی ہے نہ لائے تم یہاں میرے پاس تو تمہارے لیے بھی میرے پاس ناپ تول اور غلہ نہ مل سکے گا۔ اور نہ تم اس طرح باعزت، شان میرے قریب آسکو گے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف نے بِاَخٍ لَّكُمْ فرمایا بِاَخِيْكُمْ نہ فرمایا تاکہ پتہ لگے کہ تمہارا ایک اور بھائی ہونا تمہارے ہی قول کے بنا پر ہے نمعلوم صحیح ہے یا جھوٹ اس لیے اس کو لانا ضروری ہے دو وجہ سے ایک یہ غلہ صرف قحط زدہ لوگوں کو دیا جاتا ہے تم لوگوں کے علاقہ میں قحط ہے یا نہیں اس کا علم تو تم کو ہے مگر ثبوت دینا پڑے گا۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ تم نے اپنے بھائی کا ذکر کیا ہے اس کو لاؤ اگر یہ بات سچی ثابت ہوئی تو باقی باتیں بھی سچی ثابت ہو جائیں گی اگر یہ ہی جھوٹ ہوئی تو باقی باتیں قحط زدہ ہونے کی وغیرہ وغیرہ بھی غلط ہوں گی۔ اس لیے پھر تم کو کچھ نہ ملے گا اور جھوٹے ہونے کی بنا پر تم میرے قرب خاص اور شاہی مہمان بننے کے لائق نہ رہو گے دوسری وجہ یہ کہ اس دفعہ تم لوگوں کے کہنے کی بنا پر ان لوگوں کا غلہ بھی تم کو دیا گیا جو یہاں آئے نہیں اور یہ صرف تمہاری خصوصیت ہے ورنہ اور کسی شخص کسی قافلے والے کے ساتھ نہ ایسا حسن سلوک کیا گیا نہ غیر موجود کا حصہ دیا گیا۔ اس لیے ہماری اس رعایت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھانا۔ بلکہ آئندہ اپنے بھائی کو لے کر آنا تاکہ آئندہ کا حصہ اور سابقہ کا ثبوت مہیا ہو۔ اور کسی بھی معترض کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے اگرچہ کسی کو اعتراض کی مجال تو نہیں مگر انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ دامن عدل بے داغ ہونا چاہیئے۔ کچھ علماء کرام نے لَا تَقْرَبُوْنِ کو نہی کا صیغہ فرمایا ہے کہ میرے قریب مت آنا۔ تب یہ جھڑک کی صورت بنتی ہے جب کہ پہلی تفسیر میں خبردار کرنا مقصود تھا۔ لیکن مشہور پہلا قول ہے۔

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ تب سب یک آواز بولے اسی وقت یا کچھ دیر علیحدہ مشورہ کرنے کے بعد سب کی طرف سے ایک شخص بولا۔ کہ اچھا ہم کوشش کر دیکھیں گے یا اس طرح کہ صاف صاف یہ سب گفتگو بتا دیں جس سے وہ مجبور ہو جائیں بھیجنے پر یا اس طرح کہ ہم ان سے اپنی بھی خواہش ظاہر کریں کہ ہاں واقعی بھیجنا چاہیئے۔ یا کوئی اور تدبیر سوچیں گے جس سے اس بھائی کے بارے میں اس کے باپ کو ہم بہلا پھسلا سکیں اور بیشک ہم اے عزیز مصر ہم سب مل کر اس کام کو کر ڈالیں گے۔ ہمیں یقین ہے۔ تفاسیر میں ہے اس بات کو سن کر حضرت یوسف نے فرمایا کہ اپنی بات کرنے کے لیے تم ضمانت کے طور پر ایک بھائی کو ہمارے پاس چھوڑ جاؤ۔ تو انہوں نے قرعہ ڈالا کئی بار نام شمعون کا ہی نکلتا رہا یہ شمعون دوسرے نمبر پر بڑا بھائی تھا عمر میں بڑا سب سے روبیل تھا۔ شمعون شروع سے ہی یوسف علیہ السّلام کا خیرخواہ تھا اسی نے مشورہ دیا تھا کہ قتل مت کرو کنویں میں ڈالدو۔ اب قرعہ بھی اسی کا نام نکلا لہٰذا اس کو روک لیا گیا اور اس کا غلہ بھیج دیا گیا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ**۔ سب مخلوق میں سب سے زیادہ مہمان نواز بااخلاق حسن سیرت والے انبیاء کرام ہوتے ہیں۔ پھر اولیا علما بزرگان اکابر دین۔ فاسق فاجر اور کافر مطلب پرست تو ہوسکتا ہے مگر بااخلاق نہیں ہوتا۔ یہ فائدہ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْن کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ حسن اخلاق صرف میٹھی باتوں کا ہی نام نہیں بلکہ سب سے بڑا حسن اخلاق دیانت داری۔ عدل۔ انصاف اور حقدار کو اس کا حق دیدینا ہے دیکھو حضرت یوسف نے غلہ دے کر اور اُوْفِی الْکَیْلَ فرماکر اپنے حسن اخلاق کا تذکرہ فرمایا۔ جو دراصل اُسوہ حسنہ کی یہی تصویر ہے ان اخلاق حسنہ سے فاسق و کافر ناواقف ہیں۔ **تیسرا فائدہ**۔ کسی جرم کی بناپر ادا حق کو روک لینا اخلاق حسنہ کے خلاف نہیں اسی طرح قانونی تحفظ کی خاطر کسی پر کسی طرح کی بندش لگانا بداخلاقی نہیں یہ فائدہ فَلَا کَیْلَ لَکُمْ اور لَا تَقْرَبُوْنِ فرمانے سے حاصل ہوا کہ انبیاء کرام باوجود اعلیٰ اخلاق کے مالک ہونے کے پھر بھی یہ بندشیں لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ غلہ اُن بھائیوں کا حق تھا۔

احکام القرآن ان آیات کریمہ سے چند مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ، دینی مفاد کی خاطر اپنی تعریف کرنی جائز ہے۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے درباریوں اور اپنے بھائیوں کے سامنے اِنِّیْٓ اُوْفِی الْکَیْلَ وغیرہ الفاظ فرماکر اپنی تعریف کی۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو معصوم نبی ایسا نہ کہتے۔ ہاں دنیوی طریقہ سے اپنی مدح سرائی منع ہے کیونکہ وہ تکبر ہے۔ **دوسرا مسئلہ**۔ حقوق العباد کو ادا کرنے اور حقدار تک پہنچانے سے روک رکھنا قانونی مصلحت کے لیے جائز ہے لہٰذا انصاف پسند بادشاہ اور حاکم اسی طرح ڈاکٹر حکیم بعض موقعوں پر بعض مجرموں۔ بیماروں سے اُن کی جائز دولت خوراک وغیرہ روک سکتا ہے۔ اسی طرح والد اپنے نافرمان بیٹے کو راہ راست پر لانے کے لیے عارضی طور پر عاق کرسکتا ہے۔ یہ مسئلہ اِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا کَیْلَ لَکُمْ سے مستنبط ہوا۔ ہاں بغیر جرم رعایہ کی جائداد چھینا اور حکومت کی تحویل میں لے آنا سراسر ظلم ہے جس کی سزا اور عذاب سربراہ مملکت کو ضرور ہوگا اسی طرح بغیر مرض پرہیز کرانا بھی منع ہے۔ اور بلاوجہ کسی بیٹے کو عارضی یا دائمی عاق کرنا بھی منع ہے۔ مثلاً سوتیلی ماں کے بھڑکانے سے یا ایک بیٹے کی محبت میں دوسرے کو عاق کرنا جائداد سے محروم کرنا حرام ہے۔ **تیسرا مسئلہ**، کسی کام کے لیے کسی بھی نیک انسان کے ساتھ کوئی بھی ایسی چال چلنی جس سے اُس کو نقصان بھی نہ ہو اور وہ جائز کام بھی پورا ہو جائے۔ یہ جائز ہے۔ یہ مسئلہ سَنُرَاوِدُ کے ایک تفسیری ترجمہ سے مستنبط ہوا۔ دیکھو برادران یوسف۔ اپنے بھائی اللہ کے نبی کے سامنے کہہ رہے ہیں کہ ہم بنیامین کو لانے

کے لیے اُس کے والد حضرت یعقوب کے آگے کوئی چال چلیں گے۔ اگر یہ ناجائز ہوتا تو یوسف علیہ السلام منع فرما دیتے۔

اعتراضات

ان آیات پر چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں اس آیت کریمہ میں ہے قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ حالانکہ نحوی قانون کے مطابق بِأَخِيكُمْ ہونا چاہیے تھا کیونکہ اظہار اضافت معرفہ ہوتا ہے اور معرفہ ہونے میں نسبت زیادہ اُجاگر ہوتی ہے۔ یہی مقصود اضافت ہوتا ہے۔

جواب۔ تفسیر روح البیان نے اس کا جواب کچھ اس طرح ارشاد فرمایا ہے اور ہم نے بھی تفسیر عالمانہ میں اُسی طرف کچھ اشارہ کیا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ قانونِ نحوی میں اضافت تین قسم کی ہے۔ اضافت بیانیہ جیسے طالعاً جبلاً کہ دراصل تھا طالع جبل۔ اضافت منیہ جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ کہ دراصل تھا خَاتَمٌ مِّنْ فِضَّةٍ۔ اضافت لامیہ جیسے غُلَامُكَ کہ دراصل تھا غُلَامٌ لَّكَ۔ جہاں صرف اظہار نسبت مقصود ہو وہاں اصلیت سے ہٹا کر حرفِ اضافت کے اظہار کے بغیر مرکب اضافی معرفہ بنا کر بولا جاتا ہے۔ لیکن جہاں کچھ اور بھی مقصود ہو تو وہاں اصلیت کے ساتھ بولا جاتا ہے مثلاً غُلَامٌ لَّكَ۔ اس کا ترجمہ ہے تیرا وہ غلام جس کو تو ہی جانتا ہے یعنی بقول تیرے تیرا غلام۔ متکلم کو نہیں معلوم کہ تیرا غلام ہے یا نہیں اور تو سچا ہے یا اس کہنے میں جھوٹا۔ بدیں وجہ یہاں بِأَخٍ لَّكُمْ کہنا بہت ہی مناسب ہے۔ اس لیے کہ یوسف علیہ السلام نے اگرچہ بھائیوں کو پہچان لیا تھا مگر اپنی اس پہچان کو بہت ہی مخفی رکھنا چاہتے تھے لہٰذا اخ کو نکرہ کر کے حرف اضافت لام کو ظاہر فرمایا۔ جس سے آپ کی عدم معرفت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ہی آپ کا مقصود تھا بِأَخِيكُمْ سے یہ بات حاصل نہ ہوتی۔ لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ اعلیٰحضرت نے اس اعتراض کا جواب اپنے ترجمہ میں لفظ سوتیلا بڑھا کر دیدیا۔ اس طرح کہ اضافت معرفہ میں نسبت مکمل ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ بھائی مکمل بھائی نہ تھا۔ مکمل بھائی وہ ہوتا ہے جو سگا یعنی ماں باپ شریکا ہو۔ جیسے یہ دس بھائی آپس میں تھے یا یوسف و بنیامین تھے۔ علاتی (باپ میں شریک) یا اخیافی (ماں شریکے) ان میں اخوت مکمل نہیں ہوتی اس لیے حضرت یوسف نے اضافت ناقص استعمال فرمائی کیونکہ وہ پہلے سب کچھ بتا چکے تھے کہ ہم اتنے سگے بھائی ہیں اور اتنے علاتی ہیں۔

دوسرا اعتراض۔ ان آیات میں ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت یوسف بار بار اپنی شان بیان فرماتے ہیں کبھی فرماتے ہیں۔ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ میں خائن نہیں بہت دیانت دار ہوں۔ کبھی فرماتے ہیں إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ میں سب سے زیادہ حفاظت کرنے والا اور سب سے بڑا عالم ہوں۔ کبھی یہاں فرمایا۔ أَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ میں بہترین مہمان نواز ہوں دیکھا میں نے تمہاری کتنی میزبانی کی تم کو کتنے آرام پہنچائے۔ حالانکہ

اپنی شان بیان کرنا خودستائی اور ریا ہے خاص کر میزبانی کا احسان جتانا تو بہت برا ہے اور تکبر و غرور بھی ہے جو شانِ نبوت کے خلاف ہے (بعض بے دین)

جواب۔ فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ خود نمائی چار قسم کی ہے ۱ ذاتی مفاد کے لیے ۲ اصلاح کے لیے ۳ درس کے لیے ۴ فقط اظہارِ شان کے لیے پہلی تین قسمیں جائز بلکہ بعض موقع پر ضروری۔ مثلاً بیگناہ قیدی کہتا ہے کہ میں بیگناہ ہوں نیک ہوں بالکل جائز ہے کہ اس میں اُس کا جائز مفاد ہے ڈاکٹر یا حکیم طبیب بیماروں سے کہتا ہے کہ میں بہت لائق حاذق اور نبض شناس ہوں۔ بالکل جائز بلکہ ضروری ہے تاکہ لوگ نیم حکیم خطرۂ جان سے بچیں۔ ایک عالم دین۔ خطیب قوم۔ مسلمانوں سے کہتا ہے کہ میں مستند عالم۔ سند یافتہ مفتی ہوں بالکل جائز بلکہ ضروری تاکہ لوگ نیم ملّا خطرۂ ایمان سے بچیں اس میں قوم کا مفاد بھی ہے اصلاح بھی۔ ایک استاد اپنے شاگردوں سے کہتا ہے کہ ہم جب پڑھتے تھے تو اتنی محنت کرتے تھے اور ایسے ہونہار۔ ذہین ہو گئے تھے ہمارا شمار لائق شاگردوں میں ہوتا تھا۔ اے شاگردو میں تم کو محنت سے پڑھاتا ہوں تمہاری کتابیں مجھ کو بہت اچھی آتی ہیں میں راتوں کو مطالعہ کرتا ہوں۔ اور بہت سمجھ کر تم کو سبق دیتا ہوں تو یہ بالکل جائز ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ تم بھی محنت کرو۔ اگر ڈاکٹر کہے کہ مجھ کو تو کچھ بھی نہیں آتا لوگوں کی ذرہ نوازی ہے جو مجھ کو ڈاکٹر کہتے ہیں تو علاج خاک کرے گا اور کوئی مریض کیوں پاس آئے گا۔ یہی طرح حاکم کہے کہ میں بالکل ان پڑھ بے اختیار ناکارہ نالائق ہوں تو حکومت خاک کرے گا۔ ہاں چوتھی قسم کی خودستائی مدح سرائی حرام و ناجائز ہے جب کہ بلا وجہ یہ سمجھ کر اپنی تعریف کرے کہ مجھ جیسا کوئی نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے اپنی تعریف کی اپنی برائت کے لیے دوسری تعریف اصلاح ملک کے لیے اور تیسری یہ تعریف با بھائیوں کو درس دینے کے لیے تھی یا مانوس کرنے کے لیے کہ آئندہ بھی ایسا ہوگا۔ اس لیے بالکل جائز بلکہ انتہائی ضروری۔ نہ یہ غرور تھا نہ تکبر نہ احسان جتانا۔

تفسیر صوفیانہ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ

اور جب قلب انسانی نے شعور عطا کر دیا اُن اعضاء رئیسہ کو اُن کے لیے سامان علم کا تو فرمایا کہ اپنے اپنے خلوت خاص کے اعمال صالحہ کو اپنے خلوص و محبت سے میرے حضور پیش کرو۔ سب جانتے ہو کہ میں ہی مقامات قدس کے لیے نازل ہونیوالوں کو بھلائی کا راہ دکھانے والا ہوں اگر اعضاء اعمال صالحہ پر راغب نہ ہوں تو غذاءِ شعور نہیں مل سکتا اور نہ ہی قرب خاص کا مقام حاصل ہوگا۔ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ قالب جسمی پر گیارہ اعضاء منی ہیں جن کی حقیقت کو سوائے سرِ قلب کے کوئی نہیں جانتا۔ ۱ مزاج ۲ دماغ ۳ نفس لوامہ ۴ مُلہمہ

۲۔ عقل ۳۔ دل ۴۔ قوتِ سمع ۵۔ بصر ۶۔ لمس ۱۱۔ فؤاد ۔ اور گیارہ ہی آنے کے مقام و احوال ہیں۔
۱۔ ناسوت ۲۔ لاہوت ۳۔ جبروت ۴۔ ملکوت ۵۔ سرور ۶۔ کبر ۷۔ باطن ۸۔ ظاہر ۹۔ مشاہدہ ۱۰۔ ظلامت ۱۱۔ محو ۔ اور گیارہ ہی علم ہیں ۔
۱۔ شریعت ۲۔ طریقت ۳۔ حقیقت ۴۔ کیمیا ۵۔ ریمیا ۶۔ سیمیا ۷۔ علم نجوم ۸۔ علم ارضیہ ۹۔ عقلیات ۱۰۔ علم الحروف ۱۱۔ رمل جفر ۔ قلب انسانی اپنے ان گیارہ بھائیوں کو ان کے طبع موافق سے ایک علم عطا کرتا ہے مگر علم معرفت جو سب سے اعلیٰ و اکبر ہے وہ صرف دل ہی کے پاس ہے ۔ اس علم میں ہی سارے علوم ہیں ۔ انوار الٰہیہ کے نزول سے قلب روشن ہوتا ہے اور جتنا روشن زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی اس کی معرفت بڑھتی جاتی ہے ۔ مگر پہلے قلب کو گیارہ منزلوں سے گزر کر مصر تجلیات کے تختِ عرش پر آنا پڑتا ہے ۔
۱۔ منزل ۲۔ وصل ۳۔ فراق ۴۔ ظلمات کا کنواں ۵۔ مصائب غم کی مسافرت ۶۔ نااہل کی غلامیت ۷۔ منزل حجابیت ۸۔ ابتلاء ۹۔ قید ریگناہی ۱۰۔ منزل صبر ۱۱۔ منزل عمل ۱۲۔ تمام واردات ۔ ہر قلب انسانی پر یہ واردات ہوتی ہیں مگر کوئی کوئی زندہ بچتا ہے جس کو خاص مکّنّا لہٗ فی الارض کا خطاب اور خزانہ قدرت کا انعام ملتا ہے ۔ یہی دل ظاہر و باطن کا مختار کل حاکم بن جاتا ہے جو ہر واردات پر ثابت قدم رہتا ہے ہر کس و ناکس اس کا بندۂ بے دام ہوتا ہے ۔ ہر پابند ارشاد اور چار و ناچار کہنا پڑتا ہے کہ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۔ بولے اے عزیز قلب ہم اعمال صالحہ کی کوشش میں ہر شعور کو خالص کر دیں گے ۔ اور منشاء قلبی کو ضرور پورا کریں گے تاکہ منازل معرفت ہم کو نصیب ہو ۔ یہ وہ وقت ہے جب عقل ، عقلیات قلب یزدانی کے زیر حکم ہو کر رحمانی ہو جاتے ہیں اور غذاء روحانی سے جلوت ، خلوت کے اونٹ لا دیجاتے ہیں۔
اللّٰھُمَّ یسّر لی ۔۔۔ لِمَا اَولِیَائِکَ الْمُقَرَّبِیْن

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ

اور فرمایا کو غلاموں اپنے ڈالو تم کو قیمت ان کی میں بوریوں ان کی

اور یوسف نے اپنے غلاموں سے کہا ان کی پونجی ان کو خورجیوں میں رکھ دو

لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ

تاکہ وہ پہچان لیں اس قیمت کو جب لوٹیں وہ طرف بال اپنے کے شاید وہ لوٹیں۔

شاید وہ اسے پہچانیں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں شاید وہ واپس آئیں ۔

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ

تو جب واپس گئے وہ سب طرف باپ اپنے کی

پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ

بولے اے باپ ہمارے. آئندہ روک دیا گیا ہے ہم پر ناپ تول. لہٰذا بھیجیے ساتھ ہمارے

بولے اے ہمارے باپ ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے تو ہمارے

اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ

کو بھائی ہمارے تُلوا لائیں گے ہم اور بیشک ہم کی اُس البتہ حفاظت کرنیوالے ہیں فرمایا

بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ غلہ لائیں اور ہم ضرور

هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى

کیا بات مان لوں میں تمہاری پر اس کی مگر جیسے مان لی تھی میں نے تمہاری پر

اور اس کی حفاظت کریں گے. کہا کیا اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کر لوں

اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ

بھائی اُس کے سے پہلے. پس اللہ اچھا حفاظت کرنے والا ہے اور وہ

جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ

اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

زیادہ رحم کرنے والا ہے تمام رحم والوں سے

ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**۔ پچھلی آیت میں حضرت یوسف کی شان سخاوت کا ایک پہلو اُجاگر کیا گیا تھا کہ آپ نے محبت سے رکھا عزت سے بٹھایا اور اچھے طریقے سے ماپ تول کر پورا غلہ دیا اب ان آیت میں کمال سخاوت کا دوسرا پہلو ظاہر فرمایا جا رہا ہے کہ آپ نے پونجی اور قیمت جو وصول کئے ہوئے درہم بھی ان کی بوریوں میں واپس رکھ دئے تاکہ غربت کی تکلیف دور رہے۔

دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں یہ ظاہر فرمایا گیا تھا کہ حضرت یوسف شاہ مصر کی طرف سے غلہ فروخت کرنے اور ملکی معاملات میں وزیر خزانہ معین و مامور کیے گئے تھے جس سے آپ کا صرف سلطنت کا وزیر ہونا ثابت ہوتا تھا جس کو کچھ اختیار نہیں ہوتا اب ان آیت میں حضرت یوسف کے کُل اختیار سلطنت کا اشارہ فرمایا جا رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ آپ کو پورا اختیار شاہی تھا جس کو چاہیے مول دیتے جس کو چاہتے مفت دیتے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں ملاقات یوسفی کے ابتدائی مراحل کا ذکر تھا اب یہاں فراق میانین کا ذکر ہے گویا کہ حضرت یعقوب کے لیے دوسرے غم کا ذکر ہے۔

تفسیر نحوی وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ مرحلہ نئے کلام کے لیے قال فعل ماضی کا فاعل یوسف ہیں لِفِتْيَانِهِ میں لام جارہ بمعنی مفعول بہ فِتْيَانٌ جمع ہے فتی کی بروزن غلمان۔ اخوان۔ عربی میں الف نون چار قسم کا ہے ۱ تثنیہ کا جیسے رجلان مسلمان ۲ زائدتان جیسے عثمان ۳ مصدریہ جیسے اتیان۔ عصیان رسیان غفران ۴ جمعیت کے لیے جیسے فِتْيَانٌ اِخْوَانٌ غِلْمَانٌ۔ بجز زائدتان کے باقی سب منصرف ہیں۔ سات قراتوں میں سے ایک قرات میں لِفِتْيَتِهِ بھی ہے یہ بھی فتی کی جمع ہے بمعنی نوکر خادم لغوی ترجمہ جوان ہے فتیان جمع قلت ہے مراد صرف نو دس خادم یہی عام قرات مشہورہ ہے۔ فتیۃ جمع کثرت ہے۔ مراد عام خدام۔ اجعلوا کا جملہ مقولہ ہے قول کا۔ مقولہ ہمیشہ ابتدائیہ جملہ ہوتا ہے اسی لیے اس کے اول اگر حرف تحقیق اِنَّ آجائے تو وہ زبر سے اَنَّ نہیں ہو سکتا۔ یہ فعل امر ہے جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنی ڈال دو۔ یا رکھ دو بضاعت اسم جامد ہے بمعنی قیمت خرید میں لی ہوئی دولت روپے پیسے وغیرہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے سابقہ فعل کا ھُمْ ضمیر مجرور متصل کا مرجع سب بھائی ہیں فی ظرفیہ مکانیہ جارہ رحال جمع ہے رحل کی بمعنی بوری۔ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَ فعل مضارع احتمالی بصیغۂ جمع مذکر۔ ھا ضمیر واحد مونث کا مرجع بضاعت ہے منصوب متصل بوجہ مفعول بہ اِذا ظرف زمانی ہے اِنْقَلَبُوْا باب انفعال کا ماضی مطلق بمعنی مستقبل۔ مستقبل کی جگہ ماضی استعمال کرنا چار وجہ سے ہوتا ہے۔

۱ یقین کے لیے ۲ دعا کے لیے جیسے صلی اللہ علیہ وسلم ۳ انعقاد کے لیے جیسے قُلْتُ ۴ خوف دلانے

کے لیے جیسے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۔یہاں بوجہ یقین ہے ۔اِلٰی ظرف مکانی کے لیے اہل سے مراد رشتے دار برادری یا والدین بہن بھائی ۔لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔یہ بھی فعل مضارع احتمالی بصیغہ جمع مذکر غائب بمعنے مستقبل یعنی آئندہ زمانہ ۔نہ کہ فعل مستقبل ۔یہاں ایک عبارت مقدر ہے فتھمۡ یہ شبہ ہے فلما رجعوا الیٰ ابیھم قالوا یاابانا منع منا الکیل فارسل معنا اخانا نکتل و انا لہ لحافظون فَلَمَّا ۔حرف تعقیب ہے ۔قانون تحریر کے مطابق حروف ہجا اور حروف ابجد کو جب مفرد کی حیثیت سے لکھا جائے گا تو طریقہ تحریر اس طرح ہوگا ۔ ا ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز ۔ اسی طرح حروف ابجد ۔ ا ب ج .. وغیرہ اور جب عبارت میں معمول اور اسم بنا کر لکھو گے تو اس طرح لکھا جائے گا ۔ الف ۔ با ۔ تا ثا ۔جیم ۔دال وغیرہ ۔ جیسے مُدْفَ اُبابُمۡ ۔وغیرہ ۔ ہمارے علاقے کے بعض نئے نئے قاریوں نے ۔بچوں کو پڑھانے والے قاعدوں سیپاروں میں ۔اس طرح لکھنا شروع کر دیا ۔ ابا تا ثا جا دا وغیرہ ۔یہ سب غلط ہے ۔اور لکھنے والے کی حماقت ہے ۔اُس کو حرف اور اسم کا فرق معلوم نہیں صرف اسم کے لیے کم از کم دو حرف ضروری ہیں ۔اس لیے وہاں با لکھا جائے گا ۔ واللّٰہ اعلم بالصواب لَمَّا حرف ظرفیہ وقتیہ شرطیہ رَجَعُوْا ۔فعل ماضی بصیغہ جمع غائب مراد وحش بھائی ہیں اِلٰی حرف جار اَبِیْ بمعانات جر اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے ہم مجرور بوجہ اضافت ۔قَالُوْا نیا جملہ ہے ۔اپنے مقولے سے مل کر جزا ہوگی رَجَعُوْا الجملۃ شرط کی ۔ یا حرف ندا اَبَانَا مرکب اضافی منادیٰ منصوب ہے ۔ مُنِعَ فعل مجہول ماضی ۔ مَنۡعٌ سے مشتق ہے بمعنی روکنا ۔منع کرنا ۔ متعدی بیک مفعول ہے ۔مِنَّا ۔جار مجرور متعلق ہے مُنِعَ فعل مجہول کا اَلْكَيْلُ اسم جلد ہے مراد ناپی ہوئی چیز یعنی غلہ ۔فَ سببیہ بمعنی للہذا ۔اَرْسِلْ فعل امر رُسُلٌ کا باب افعال ہے متعدی بدو مفعول ہو کر بمعنی بھیجنا ہوا مَعَنَا مرکب اضافی مع اسم ظرف مکانی مضاف ہے ۔مفعول معہٗ ہے اَخَانَا بھی مرکب اضافی مفعول بہ ہے ۔نَكْتَلْ ۔فعل مضارع مستقبل باب افتعال سے بصیغہ جمع متکلم ایک مشہور قرأت يَكْتَلْ بصیغہ واحد غائب ہے اور فاعل اَخَانَا ہے ۔نَكْتَلْ دراصل نَكْتَيِلُ تھا ۔بروزن نَفْتَعِلُ حرف ی عین کلمہ متحرک ماقبل مفتوح لہٰذا الف سے بدلہ ۔دو ساکن جمع ہوئے تو الف کو گرا دیا ۔نَكْتَلْ ہو گیا یہ اَرْسِلْ امر کا جواب ہے اس لیے یہ بھی مجزوم ہے ۔کَیۡلٌ سے مشتق ہے بمعنی مفعولیت ہو کر ناپی ہوئی چیز یعنی غلہ مراد ہے ۔وَاِنَّا وحالیہ اِنَّا ۔ دراصل اِنَّ نَا تھا ۔نا ضمیر جمع متکلم اسم اِنَّ ہے لَهٗ جار مجرور متعلق مقدم ہے ۔لَحَافِظُوْنَ کا لام تاکید بمعنی یقیناً حَافِظُوْنَ اسم فاعل جمع کا صیغہ حفظ سے بنا ہے ۔ اس کے لغوی معنی تین ہیں ۔

۱ ۔حفاظت کرنا یعنی ظاہر باطن ہر طرح ہر وقت ہر ایک سے بچانا ۔اس معنی میں سوائے رب تعالیٰ کے کوئی حفاظت نہیں کر سکتا ۔

۲۔ دماغ میں یاد کرنا۔ یاد رکھنا۔ یہ صرف بندے کی صفت ہے۔
۳۔ نگرانی کرنا۔ یعنی صرف ظاہری دیکھ بھال۔ یہاں یہی معنیٰ ہوتا ہے۔ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔ قَالَ کا فاعل حضرت یعقوب علیہ السلام یہ جوابی جملہ ہے۔ ہَلْ حرفِ استفہام بمعنیٰ مانافیہ یعنی نہیں ایمان لانا چاہیے۔ اٰمَنُ فعل مضارع بصیغہ واحد متکلم باب سَمِعَ سے ہے بمعنیٰ اَمَن اطمینان۔ مادہ اشتقاق اَمْنٌ ہے جب یہ باب افعال میں ہوگا تو معنیٰ ہوگا ایمان لانا۔ کُمْ ضمیر جمع حاضر مفعول بہ ہے مگر اردو کے محاورے میں یہاں۔ پر مستعمل ہے۔ یعنی تم پر مطمئن ہو جاؤں عربی میں کُل گیارہ مصدر ہیں جن کو اردو میں لفظِ پر سے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً رَحْمٌ اَمْنٌ کَرَمٌ غفرانٌ رأس پر غشٌ فضلٌ۔ وغیرہ۔ علیٰ حرف جر بمعنیٰ پر ہے ہ ضمیر واحد مذکر مجرور متصل یعنی اس کے بارے میں۔ اِلَّا اصلاً حرفِ استثناء ہے۔ غیر مفرّغ ہے۔ اس کے تین طرح استعمال ہیں۔ ۱۔ بمعنیٰ صفت جیسے لفظ غیر ۲۔ بمعنیٰ واؤ عاطفہ ۳۔ جزا بن کر۔ کَمَا مستثنیٰ ہے اس کے ماقبل مصدر مفعول مطلق پوشیدہ ہے اِئْتِمَانًا۔ یہ جملہ یا اس کا حال ہے یا صفت ہے اس لیے بحالت فتح ہے۔ اَمِنْتُ فعل ماضی بصیغہ واحد متکلم باب سَمِعَ کُمْ مفعول بہ علیٰ بمعنیٰ فی یعنی بارے اَخِیْ اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے بحالت جر۔ مِنْ حرف جار۔ قَبْلُ اسماء ظرف مکانی و زمانی دونوں کے لیے مستعمل ہے یہاں ظرفِ زمانی ہے کیونکہ یہی اصل ہے۔ مکان کے لیے شاذ ہے۔ فَاللّٰهُ۔ فَ۔ سببیہ بمعنیٰ لہٰذا۔ یعنی اس لیے اللّٰہ۔ اسم ذاتی ہے۔ نام ہے خالق کائنات کا خیال رہے کہ عربی زبان میں سوائے لفظ اللّٰہ یا لفظ اِلٰہ کے کوئی بھی لفظ اسم جامد نہیں اگرچہ جامد کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں بلکہ ہوتے ہیں۔ جیسے ابن۔ ولد وغیرہ۔ سب اسم یا مصدر ہیں یا مادہ ہیں یا مشتق ہیں۔ بخلاف فارسی اردو اور دیگر زبانوں کے کہ اُن میں ہزاروں الفاظ جامد ہیں۔ یہ عربی کا کمالِ لغوی ہے۔ اور اُس کا نام پاک بھی لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ہے۔ یہ نام پاک کی شان ہے۔ خیرٌ کے بہت معنیٰ ہیں یہاں مراد اعلیٰ ہے حٰفِظًا۔ اسم فاعل ہے ایک قرأت میں حِفْظًا مصدر مبالغ کا صیغہ مبالغ کے صیغے عربی میں کل پندرہ شکل کے ہیں۔ دونوں صورتوں میں بوجہ تمیز لفظ اللّٰہ۔ بحالتِ نصب ہے وَ عاطفہ یا ہُوَ جملہ ہُوَ ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل کا مرجع ذاتِ باری تعالیٰ ہے اَرْحَمُ رِحْمٌ کا تفضیل ہے۔ مضاف ہے الرّٰحِمِیْنَ کا یہ جمع ہے رَاحِمٌ اسم فاعل کی بمعنیٰ محبت فرمانے والا۔

تفسیر عالمانہ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ اور حضرت یوسف نے اپنے کارندوں سے فرمایا کہ ان لوگوں کی قیمت میں دی ہوئی پونجی ڈال دو ان ہی کے سامان میں یا گندم کی بوریوں میں جس کو وہ سی رہے تھے

یا اُن کے کجاووں ۔ بستروں میں۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ کجاوے اور بستر بھائیوں کے قبضے میں تھے اور بوریاں ابھی کارندوں کے پاس تھیں اور قیمت حضرت یوسف کے پاس اگر بستروں یا کجاووں میں قیمت واپس رکھی جاتی تو یا اُسی وقت پتہ لگ جاتا یا راستے میں جب کبھی بستر کھولتے ۔جب کہ گندم کی بوریاں گھر ہی جاکر کھلنی تھیں۔اور منشاء یوسفی بھی یہی تھا۔بوریوں کو رحال فرمانا آئندہ کے لحاظ سے ہے کہ وہ رحال میں رکھی جانے والی ہیں یا رحال یعنی اونٹ پر لائیولا سامان بننے والی ہیں ۔یونہی قیمت میں تین قول ہیں ایک یہ کہ وہ درہم تھے اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہی چیز قیمت بن سکتی ہے پھر شاہی دربار میں تو یہی قبول کیا جاسکتا ہے اور درہم ہی چھپا کر واپس کئے بھی جاسکتے ہیں بعض مفسرین نے کہا کہ جوتے اور کھالیں تھیں مگر یہ غلط ہے اولاً اس لیے کہ بلاضرورت کوئی قبول نہیں کرتا۔ دوم اس لیے کہ اس کو چھپایا نہیں جاسکتا ۔سوم اس لیے کہ پرانے جوتے اور کھالیں تو لائی نہیں جاسکتیں یہ بیوقوفی ہے اور نئے جوتے اور کھالیں کہاں سے آگئیں جب کہ نہ ان کو جوتوں کی دکانیں تھیں نہ فالتو چیزیں رکھنے کا زیادہ سرمایہ تھا چہارم اس لیے کہ جوتے بغیر ناپ اور بغیر ضرورت قبول نہیں کئے جاتے ۔بعض بے سمجھ مفسرین نے فرمایا کہ وہ قیمت آٹھ بورے ستو تھے (نقلی) یہ قول تو بالکل ہی غلط ہے ۔بعض لوگوں کو مفسر بننے کا شوق ہوتا ہے اور بے عقلی سے یا جانتے بوجھتے ایسی بات کردیتے ہیں جو محض اختلاف اور غلط بیانی کے کچھ نہیں ہوتا ۔کتنی حماقت کی بات ہے کہ ملک میں قحط پڑا ہے کھانے کو ملتا کچھ نہیں اور برادران یوسف ستو لے کر آگئے کہ یہ بہترین پسا بنا ہوا کھانا لے لو اور گندم دیدو ۔اور پھر حضرت یوسف نے اُن آٹھ بوروں کو اُن کے سامان میں چھپوا دیا کہ گھر پہنچنے تک کسی کو خبر تک نہ ہوئی ۔ان ہی بے عقل مفسرین کی تفسیروں نے آج اسلام کو کھیل بنادیا اور کسی چیز میں اتفاق و اتحاد نہ بننے دیا۔حضرت یوسف نے یہ درہم دینار اس لیے واپس رکھوائے تاکہ وہ اپنے سکے کو پہچانیں کہ یہ ہمارے ہی دیئے ہوئے درہم ہیں کسی اور ملک کے نہیں ہیں اور غلطی سے نہیں آئے جان کر واپس کیے گئے ہیں اس لیے انکا استعمال اپنے لیے جائز سمجھیں ۔ اور ساتھ ہی عزیز مصر کی تکمیل احسان اور اتمام نوازشات کو پہچانیں اور اگر خدانخواستہ ان کے پاس بوجہ غربت مالی آئندہ آنے کی ہمت نہ ہو تو وہ پھر یہی قیمت لے کر واپس آجائیں یا اگر اُن کے والد محترم بنیامین کو ساتھ بھیجنے پر کسی بات سے بھی راضی نہ ہوں تو یہ قیمت کی واپسی عزیز مصر کی محبت کی دلیل حضرت یعقوب کے سامنے پیش کی جاسکے اور برادران یوسف اسی دلیل کے ایسے بنیامین کو ساتھ لے کر لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔شاید وہ سب لوٹیں۔اور ایسا ہی ہوا۔یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس سے خیال سے بھی لوٹیں کہ یہ واپس شدہ قیمت کیوں واپس آئی آیا غلطی سے ہے یا جان کر ۔اور استفسار کریں کہ یہ ہمارے لیے حلال بھی ہے یا نہیں ۔جیسا کہ متقیوں سے اُمید ہوتی ہے ۔یہ پونجی یا سب کی سب ایک ہی بوری میں رکھدی گئی تھی

یا ہر ایک بوری میں اس کی قیمت رکھی گئی لیکن اتنی چھپا کر کہ کسی بھائی کو پتہ نہ لگا۔ یہاں تک کہ۔ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ تو جب وہ نو بھائی مصر سے واپس اپنے شہر اور اپنے گھر لوٹے تو جاتے ہی گھر میں گھستے ہی سب کہنے لگے اے ہمارے ابا جان ہم آئندہ سال کے لیے غلہ لینے سے منع کر دیے گئے ہیں روایتوں میں ہے کہ ابھی سامان بھی نہیں کھولا تھا کہ یہ پیغام سنا دیا۔ یا اس لیے کہ دربار یوسفی کی گذری ہوئی چند گھڑیاں عزت افزائی۔ دلنشیں محبت بھری گفتگو اتنی یاد آرہی تھیں کہ جلد از جلد دوبارہ حاضری کے لیے دل بیقرار ہو رہے تھے اور محبت پھوٹی پڑ رہی تھی وفور جذبات سے مغلوب ہو کر سب کچھ بھول کر بس یہی یاد رکھا کہ مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ یا اس لیے کہ شمعون دسواں بھائی وہیں پر ضمانت دیانت کے طور پر مصر میں رکھ دیا گیا تھا اس کے غم میں۔ والد محترم نے پوچھا شمعون کہاں ہے تو سارا واقعہ سنا دیا کہ ہم نے جب حاضری دی تو اہل مصر اور وہاں کی انتظامیہ نے ہم پر جاسوسی کی تہمت لگا کر عزیز مصر کی عدالت میں پیش کر دیا انہوں نے جب چھان بین کی تو ہم نے بتا دیا کہ ہمارے ایک بھائی اور بھی ہے جو گھر میں ہی بوڑھے والد محترم کی خدمت کے لیے چھوڑ آئے ہیں عزیز مصر نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو اس کو لے کر آنا اور اس دفعہ ہم کو اسی بھائی کا حصہ اور آپ کا حصہ بھی دیا گیا ہے لیکن آئندہ سال جب تک بنیامین کو لے کر نہیں جائیں گے اس وقت بالکل گندم نہ ملے گی بلکہ ہو سکتا ہے کہ ہم کو جھوٹا سمجھا جائے اور دھوکہ دہی کے الزام میں قید ہی کر لیا جائے لہٰذا اے ابا جان فَاَرْسِلْ (الخ) تو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بنیامین کو بھیج دینا ضرور۔ ضرور۔ اور پہلی غلطی کو مدنظر مت رکھنا۔ اب ایسی غلطی نہ ہو گی بلکہ بیشک ہم اس کی خوب حفاظت کرنے والے ہوں گے۔ اگر یہ بھائی چلے تو ہم غلہ ناپ تول سے پا سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان لوگوں نے عزیز مصر کی مہربانیوں۔ میزبانیوں حسن سلوک۔ عزت افزائیوں اور محبت بھری باتوں کا سارا قصہ سنا دیا والد محترم سن سن کر خوش ہوتے رہے۔ اور فرمایا کہ اچھا اب جب تم جاؤ تو شاہ مصر کو میرا سلام کہنا اور اس حسن سلوک کا شکریہ ادا کرنا۔

(روح البیان۔ ضیاء القرآن۔ مظہری)

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓی اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

حضرت یعقوب نے جواباً فرمایا۔ اے بیٹو کیا اب پھر تم پر اعتماد کر لوں اس بنیامین کے بارے میں ویسا ہی جیسا کہ میں نے ایک دفعہ پہلے تم پر اعتبار کر لیا تھا اس کے بھائی یوسف کے بارے میں یہ توضیح ہوئی کہ اللہ اس کی حفاظت فرمانے والا ہے (کبیر) اور وہی اللہ سب ماں باپ دوست احباب رشتے داروں وغیرہ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو اب بھی اللہ ہی اچھا ہے حفاظت کرنے والا ہے۔ تو اب بھی اللہ ہی اچھا ہے حفاظت

فرمانے والا اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے۔ اب میں کبھی کسی بھی انسان پر اعتماد نہ کروں گا۔ بعد غور و فکر کے اگر میں نے بنیامین کو بھیجا بھی تو اسی اللہ کی حفاظت میں بھیجوں گا۔ وہ مجھ پر بھی رحم فرمائے گا میری اولاد کی حفاظت فرما کر اور تم پر بھی رحم فرمائے گا ہر مصیبت، تکلیف، پریشانی اور ندامت شرمندگی کو دور کر کے۔ (واللہ اعلم بالصواب) تفسیر معانی۔ بیان۔ کبیر۔ صاوی۔ خازن۔ مظہری۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ظاہری عہدے کے اعتبار سے تو حضرت یوسف صرف عزیز مصر یعنی ناظم الامور وزیر اعظم تھے اور بادشاہ کے ماتحت لیکن حقیقت میں صاحب اختیار بادشاہ وہی تھے اور بادشاہ کو اتنی عقیدت ہو گئی تھی کہ ہر کام میں پوچھ کر چلتا تھا۔ یہ فائدہ تاریخ و روایات کے علاوہ اِجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ کے قانونی اختیار سے حاصل ہوا اگر آپ صرف عزیز مصر ہی ہوتے تو اس کام کے لیے شاہ مصر کی اجازت لیتے اختیار کے علاوہ نبی کوئی کام نہیں کر سکتا۔ **دوسرا فائدہ۔** جس شخص یا جس کام سے ایک دفعہ دھوکہ ہو جائے اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے اور آئندہ احتیاط برتنا چاہیے اگر پھر کبھی اس سے معاملہ یا واسطہ پڑ جائے تو اپنی تمام احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازم ہے یہ فائدہ هَلْ اٰمَنُكُمْ کے فرمان سے حاصل ہوا حدیث پاک میں ہے کہ مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ بار بار دھوکہ کھانا کمزوری ایمان کی نشانی ہے ایمان سے عقل و خرد زیادہ ہو جاتی ہے۔ کفر کی عقل فریب دیتی ہے اور ایمان کی عقل فریب سے بچاتی ہے۔ **تیسرا فائدہ۔** انبیاء کرام کو اُن کی لغزشوں پر فوراً مطلع کر دیا جاتا ہے۔ دیکھو حضرت یعقوب نے یوسف کو بھیجنے وقت ذکر الٰہی نہ کیا جدائی ہو گئی مگر فوراً نادم ہوئے اور اب ہر کام میں اللہ کریم کو یاد رکھا تو برسوں کے بچھڑے مل گئے۔ لہٰذا مومن کو بھی انبیاء کرام کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے ہر دم ذکر الٰہی چاہیے۔

اَحکامُ القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ شریعتِ اسلامیہ میں ممنوعہ و غیرہ چیزیں چھ قسم کی ہیں۔

۱۔ یقینی حلال۔ یہ چیزیں مسلمان پر ہر حال میں حلال ہیں ۲۔ یقینی حرام۔ یہ ہر حال میں مسلمان کو حرام ہیں ۳۔ یقینی حلال مشکوک الحرام یہ بھی حلال ہیں ۴۔ مشکوک۔ ان سے پرہیز واجب ۵۔ گمانِ غالب حرام۔ یہ مکروہ تحریمی ہیں۔ ۶۔ گمانِ غالب حلال۔ یہ امام اعظم کے نزدیک حلال ہیں۔ دیگر دلائل کے علاوہ اس آیت میں اِجْعَلُوْا کہہ کر دو آگے رُدَّتْ اِلَیْنَا کہہ کر حضرت یعقوب کا اس واپس شدہ پونجی کے استعمال کرنے کی اجازت دے دینا اس مسئلہ کو مستنبط کرتا ہے۔ **دوسرا مسئلہ۔** کسی مسلمان کی عیب جوئی حرام ہے مگر راہ راست پر لانے کے لیے یا اپنے بچاؤ کے لیے کسی کے سابقہ گناہ، جرم اور عیب گننے اور مجرم کو یاد کرانے جائز ہیں یہ مسئلہ هَلْ اٰمَنُكُمْ الخ

سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ** ۔ حاکم اسلام یا بادشاہ ملک ملکی قانونی مفاد کی خاطر عوام کو اُن کے جائز حقوق سے بھی روک سکتا ہے۔ اسی طرح تعزیرات اسلامیہ کے ذریعے مجرم کے جائز حقوق بھی ضبط کئے جا سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ لیکن بغیر جرم یا بغیر قانون کے ضروریات زندگی روکنا حرام ہے اگر کوئی دکاندار کسی وجہ سے ضرورت مندگاہکوں کو غلہ فروخت نہ کرے تو شرعی مجرم ہے۔ اور حاکم اسلام جبراً اُس سے خرید کر عوام کو فروخت کر سکتا ہے۔ **چوتھا مسئلہ** ۔ حاکم وقت صاحب اختیار اپنے ملکی اور قانونی اختیار کے ذریعے اپنی مرضی سے شاہی خزانے کو خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور عوام میں سے کسی کو دے بھی سکتا ہے۔ ایسی قانون شکنی جائز ہے یہ مسئلہ اِجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ حالانکہ قانون یہ تھا کہ قیمتاً غلہ دیا جائے ہر ایک کو اور وہ قیمت خزانے میں جمع کرائی جائے

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ ملک کی تمام اشیا قومی امانت ہوتی ہیں جو ملکی خزانے میں جاتی ہیں۔ کسی شخص کو یہاں تک کہ بادشاہ وزیر کو بھی اپنی ذاتی منفعت کے لیے استعمال کرنے یا ردو بدل کرنے کی اجازت نہیں ہوتی نہ ہی شریعت میں بیت المال کسی سلطان کی ذاتی ملکیت ہے تو حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو رقم اور قیمت کیوں واپس کی یہ قومی نقصان ہے۔ جب کہ حضرت یوسف بادشاہ بھی نہ تھے صرف عزیز مصر یعنی ناظم الامور وزیر ہی تھے۔ یہ کام شان نبوت کے خلاف ہے۔

جواب: حضرت یوسف صرف عزیز اور ناظم ہی نہ تھے بلکہ اُس وقت مطلق الشان صاحب اختیار بادشاہ بھی تھے۔ اور یہ سات سالہ تجارت کسی قانون کے تحت نہ تھی بلکہ ہنگامی طور پر صرف عوام کی فلاح بہبود اور مشکل کشائی کے لیے تھی اسی لیے نہ قیمت مقرر تھی نہ بھاؤ نہ گندم کی ناپ تول ایک جیسی ہر ایک کے لیے بلکہ حاجتمندوں کے اعتبار سے سلوک ہوتا تھا کسی کو قیمت سے کسی کو مفت کسی کو درھم و دینار کے بدلے کسی کو کپڑے سامان کے بدلے پھر کبھی قیمت میں سونا چاندی لی گئی کبھی جانور کبھی زمینیں یہاں تک کہ آخری بار بچوں بڑوں کو بھی خرید و فروخت میں قیمت بنایا گیا اور پھر سب کچھ واپس بھی کر دیا گیا۔ نیز معترض کا یہ قانون غلط ہے کہ بادشاہ ملکی خزانے کو اپنی مرضی سے استعمال نہیں کر سکتا شریعت نے کہیں ممانعت نہ فرمائی بہت سے موقعوں پر بیت المال خرچ کیا جا سکتا ہے۔ بادشاہ اپنی مرضی سے انعامات بھی تقسیم کر سکتا ہے۔ اس لیے حضرت یوسف کا یہ قیمت واپس کرنا بالکل درست تھا۔

دوسرا اعتراض ۔ جب یہ سارا کچھ حاجتمندوں کے لیے ہی تھا تو حضرت یوسف نے صرف اپنے بھائی سے ملنے کی خاطر غلہ دینے سے کیوں ممانعت فرمائی وہ بھائی بطور خریدار حقدار تھے اور حقدار سے حق کو روکنا ظلم ہے۔

جواب۔ جب برادرانِ یوسف مصر آئے تو ان پر عوام اور پولیس کی طرف سے جاسوسی کا اتہام لگا جس کی پوچھ گچھ حضرت یوسف نے کی اس دوران جو ظاہر کیا اس کی صداقت اور اعتماد بحال کرنے اور بھائیوں کو بچانے کی غرض سے عوام کی تشفی کے لیے یہ تعزیری ممانعت اور ضمانتی رکاوٹ ضروری ہو گئی تھی دل میں اگرچہ بھائی کو ملنے کی خواہش ہو مگر ظاہراً قانونی چارہ جوئی تھی اس لیے یہ بندش کی دھمکی ظلم نہیں۔ اور پھر محض دھمکی تو کسی حال میں بھی ظلم نہیں ہوتی اگر کبھی بلا وجہ گندم نہ دی جاتی اور محروم پھیر دیا جاتا تب کچھ کہا جا سکتا تھا۔ اگرچہ اس میں بھی عین حکمت جواز ہی ہوتی۔ **تیسرا اعتراض**۔ بیٹوں نے عرض کیا ارسِل معنا۔ اور والد محترم نے آخر میں ارشاد فرمایا فاللہ خیرٌ حافظاً (۶۴) تو کیا یہ جملہ اور حمدِ الٰہی بھیجنے کی اجازت تھی۔

جواب۔ تفسیر کبیر نے اس کے جواب میں دو احتمال بیان فرمائے ہیں ایک یہ کہ اس حمد کا تعلق ھَلْ اٰمَنُکُمْ (۶۴) سے ہے۔ اور یہ گویا آئندہ کے لیے اجازت کی پیش رفت ہے اس لیے کہ حضرت یعقوب نے حالات زمانہ کے لحاظ سے اجازت کو ناگزیر سمجھ لیا تھا اس لیے کہ نہ تو بنیامین سے وہ حسد تھا جو یوسف سے تھا نہ ان کے چہروں سے سابقہ سوچی سکیم کا فریب ظاہر تھا نہ اب ان کے وعدے خلافی کی کوئی گنجائش جھلکتی تھی اور پھر غلہ لانا ضروری تھا۔ دوسرا احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ اس حمد و ذکرِ الٰہی کا تعلق من قبل سے ہو اور آپ بذریعہ غیبی وحی حالاتِ یوسف سے مکمل آگاہ ہوں۔ یہ احتمال زیادہ قوی اور مؤید من الآیات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تفسیر صوفیانہ وَقَالَ لِفِتْیٰنِہِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَھُمْ فِیْ رِحَالِھِمْ لَعَلَّھُمْ یَعْرِفُوْنَھَا اِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ بندۂ مخلص جب انتہائی اخلاص سے اپنے اعمال کی پونجی صدقات و خیرات و زکوٰۃ کا سرمایہ راہِ حق میں دیتا ہے تو مدبرات امر کو بارگاہِ قدس سے ندا آتی ہے کہ ہمارے محبوب بندے کی دی ہوئی کمائی پھر دس گنا کر کے اسی کے اعمال نامے میں واپس کر دو۔ تاکہ وہ بندہ ہمارے اس احسانِ عظیم سے معرفتِ الٰہیہ کی لذتیں حاصل کرے۔ اور اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے قول کو قانونِ الٰہی کے گزرنے کی دوبارہ یاد کرے اور چشمۂ معرفت کی طرف کھنچ دوڑے لوٹے یہ دنیا قیامت کہاں یہاں اخلاص پر نظر کرم فرمائی ہے۔ اس سے وہی رنگ تک جو بار بار دربارِ توحید مصطفےٰ میں حاضر ہو کر صحبت روحانیت کی غذائیں حاصل کرے۔ یہاں اعمال واپس پھیر دیے جاتے ہیں وہ اخلاص بلا صب ہو لیکن اس دربار میں توحید کے ساغر سے مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ اور محبت ایمانی کے پورے ناپ تول دیے جاتے ہیں فَلَمَّا رَجَعُوْا اِلٰی اَبِیْھِمْ قَالُوْا یٰاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْکَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَا اَخَانَا نَکْتَلْ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ صوفیاء کی اصطلاح میں۔ بنیامین گویا اخلاص ہے جو قلب کا سگا بھائی ہے اور نفس امارہ کا سوتیلا بھائی کتنے ہی اچھے اعمال و افعال، سجدے سجود ہوں بغیر اخلاص ان کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ دربار شریعت نے ازل سے ہی اعلان فرما دیا ہے کہ اگر اخلاص ساتھ نہ لائے تو حاضری دربار بیکار۔ خلوصِ نیت ایک بڑا نازک اور قیمتی موتی

ہے ۔ اس کو گویا کی وادی سے نمود کے سفر میں ۔ غرور و حسد کے کانٹوں پتھروں کی ہلاکت سے محفوظ رکھنا بھی ضروری ہے ۔ جب بندہ حفاظت کی یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے اور وعدہ صدق کرتا ہے تب مولا کُل کی طرف سے نعمت خلوص عطا ہوتا ہے ۔ تمام اعمال صالحہ سے پہلے بندہ عقل و دماغ کی یکجائی سے خلوص کی حفاظت کرے تو انعام الٰہیہ کی امید کر سکتا ہے ورنہ برکات و فضائل سے منع کر دیا گیا ہے ۔ قَالَ هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِن قَبْلُ ۖ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۔

بندۂ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ اسباب پر عمل کرتا ہے لیکن مسبب الاسباب پر نظر رکھتا ہے راہ معرفت کا پہلا سبق یہ ہے کہ اسباب فانی پر کبھی بھروسہ نہ کرے ۔ ایک دفعہ تو دھوکہ کھا سکتا ہے مگر مومن کامل اہل معرفت دوسری دفعہ دھوکہ نہیں کھا سکتا ۔ بندہ جب تک اپنے اسباب اپنی تدبیروں کو اہمیت دیتا ہے نقصان دھوکہ غم تکلیف مصیبتیں اٹھاتا رہتا ہے ۔ لیکن جب اپنی تدبیروں سے منہ موڑ لیتا ہے اور اپنے علم ۔ مشاہدات تجربے ۔ عقیدے عمل ۔ یقین ۔ عرفان سے سمجھ لیتا ہے کہ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ بس اللہ ہی اچھا حفاظت کرنے والا بچانے والا ہے اور وہی تمام آسمانوں زمینوں کے رحیموں سے زیادہ رحم والا ہے ۔ تو پھر اس کی ہمت ۔ قوت پر لاخوفٌ علیہم کا انعام نازل ہوتا ہے ۔ اور خوشنودی الٰہی کا آواز بلند ہوتا ہے کہ اے بندۂ متوکل مومن صابر مجھ کو اپنی عزت کی قسم کہ مجھ کو تیری نیکیاں بنا دوں گا ۔ اور غم فراق کے بدلے لذت وصل عطا فرماؤں گا ۔ واللہ ورسولہ اعلم

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ

اور جب کھولا انہوں نے سامان کو اپنے پائی انہوں نے اپنی قیمت جو

اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا اپنی پونجی پائی کہ ان کو

رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ

لوٹائی گئی تھی طرف اُن کے ۔ بولے اے والد ہمارے ۔ کیا چاہیں ہم ۔ یہ ہے

پھیر دی گئی ہے ۔ بولے اے ہمارے باپ اب ہم اور کیا چاہیں ۔ یہ ہے

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَ نَمِيْرُ اَهْلَنَا وَ

قیمت ہماری جو واپس دی گئی طرف ہمارے اور خوراک لائیں گے ہم اہل کے بیچ اپنے اور

ہماری پونجی کہ ہمیں واپس کر دی گئی اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور

نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ

حفاظت کریں گے ہم بھائی کی اپنے اور زیادہ پائیں گے ناپ ایک اونٹ کا وہ

اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا

كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ

وزن دینا آسان ہے فرمایا ہرگز نہیں بھیجوں گا میں اس کو ساتھ تمہارے

بوجھ اور زیادہ پائیں یہ دینا بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں۔ کہا میں ہرگز اسے تمہارے

حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ

یہاں تک کہ دو تم مجھ کو پکا وعدہ طرف سے اللہ کی البتہ ضرور لاؤ گے مجھے پاس کو اس

ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دیدو کہ ضرور اسے لے کر آؤ گے

اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ

مگر یہ کہ گھیرا جائے تم کو پس جب کہ دے دیا انہوں نے اس کو پختہ وعدہ اپنا

مگر یہ کہ تم گھر جاؤ۔ پھر جب انہوں نے یعقوب کو عہد دے دیا

قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝

فرمایا اللہ ہے پر اس جو ہم کہتے ہیں۔ وکیل۔

کہا اللہ کا ذمہ ہے ان باتوں پر جو ہم کہہ رہے ہیں۔

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیاتِ پاک میں اپنے والدِ محترم کی بارگاہ میں بنیامین کو مصر لے جانے کا ذکر بھائیوں نے کیا تھا مگر والد یعقوب علیہ السلام نے پچھلی کوتاہیوں کی یاد دہانی کرا کر مزید ایذاؤں اور غم تکلیف کا اندیشہ ظاہر فرمایا تھا۔ ان آیات میں تمام بھائی اپنے دلائل بیان کر رہے ہیں جن میں بنیامین کے لے جانے کے فوائد بیان کیئے گئے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں حضرت یعقوب کا بنیامین کے بارے توکل علی اللہ کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں بیٹوں سے مضبوط و عدہ اور حفاظت و امانت کی قسم لینے کا ذکر ہے جس سے توکل علی اللہ کا اصل طریقہ معلوم ہوا اور ثابت ہوا کہ یہی توکل طریقۂ انبیاء کرام اور شریعت کے مطابق ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں رب تعالیٰ کی حفاظت تامہ کا ذکر ہوا جس سے اہل شریعت کا توکل ثابت ہو رہا ہے۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی وکالت تامہ اور سپرداری کا تذکرہ ہے جس سے اہل معرفت کا توکل بیان ہوا۔

تفسیر نحوی وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا۔ وَ حرف عطف یا ابتدائیہ لَمَّا ظرفیہ زمانیہ بیان تفسیری بھی ہو سکتا ہے۔ فَتَحُوْا فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب۔ نحو کا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر اسم یا فعل اعراب سے پُر ہو گا خواہ وہ مبنی اعراب سے مجمد ہو یا معرب اعراب سے متحرک ہو یا جزم سے بند ہو۔ پس مفرد اور واحد زبر زیر سے پُر ہوتا ہے جمع مذکر مؤنث مضارع میں نون سے پُر ہو جائے مگر چار صیغے جمع کے آخر کے الف سے بھرے جاتے ہیں۔ ۱۔ جمع مذکر غائب ماضی۔ ۲۔ امر حاضر جمع۔ ۳۔ نہی مذکر حاضر۔ ۴۔ نہی مذکر غائب۔ ان کے آخر میں الف اسی لیے لگایا جاتا ہے تاکہ یہ بھی مثل اعراب پُر ہو جائیں۔ اور اگر ان کے آخر میں کوئی معمول متصل آجائے تو پھر یہ الف گر جاوے گا۔ یہاں فَتَحُوْا کا آخری الف اسی طرز کیلئے ہے۔ مَتَاعٌ مصدر ہے بروزن فَعَالٌ اس کا مادہ اشتقاق مَتْعٌ ہے جیسے نفع لینے والی چیز یہاں مراد ہے گندم کی بوریاں۔ وَجَدُوْا فعل ماضی بصیغہ جمع غائب وَجْدٌ سے بنا ہے بمعنی ظاہری پانا اسی جگہ ہے۔ وجدان بروزن فعلان۔ بمعنی باطنی پانا ہے۔ متعدی بہ مفعول ہوتا ہے۔ یہاں متعدی بیک مفعول ہے۔ بضاعتہم۔ مرکب اضافی وجدوا کا مفعول بہ ہے اور ما بعد کا موصوف ہے۔ رُدَّتْ فعل ماضی مجہول یہ جملہ فعلیہ صفت ہے بِضَاعَتَهُمْ کی اِلیٰ جارہ میں ظرفیت مکانی ہے ھم کی ضمیر کا مرجع برادرانِ یوسف یا سارے اہل خانہ۔ قَالُوْا کا فاعل برادران یوسف ہیں جو سب بول پڑے تھے۔ یا حرف ندا اَبَا اس کا منادیٰ بحالتِ زبر ہے کیونکہ منادیٰ مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ نا۔ سوالیہ اسم ہے یا حرف ہے نَبْغِیْ۔ فعل مضارع جمع متکلم ایک قرأت میں تَبْغِیْ بصیغہ واحد حاضر ہے بَغْیٌ سے بنا ہے۔ بمعنی صرف اپنی پسند چاہنا۔ دوسرے کو غلط سمجھنا اسی سے لیے بغاوت۔

یہاں مراد ہے مراد ومنشا سے زیادہ چاہنا۔ هٰذِهٖ اسم اشارہ۔ یہ جملہ علیحدہ ہے۔ اپنے مشار الیہ سے مل کر موجود پوشیدہ کا نائب فاعل ہوا بِضَاعَتُنَا مُرَكَّب اضافی مبتدا ہے۔ رُدَّتْ فعل مجہول جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی۔ وَ نَمِيْرُ اَهْلَنَا وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ دوسرا جملہ نَمِيْرُ فعل مضارع مجہول مَيْرٌ سے مشتق ہے باب سمع سے اجوف یائی مادہ ہے۔ میر کے معنیٰ دوسرے ملک یا شہر سے سامان درآمد کرنا جس کو فارسی میں رسد کہا جاتا ہے۔ یعنی دوسرے علاقے سے مال لانا۔ یہ لفظ نمیر اظہار تشکر اور انتہائی خوشی کی وجہ سے پہلے اُن کے منہ سے نکلا۔ ورنہ اصل عبارت اس طرح ہونی چاہیئے وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَمِيْرُ۔ کیونکہ یہ تسلسل کے مطابق ہے۔ اَهْلَنَا۔ اَهْلُ یعنی گھر والے مفعول لہٗ ہے وَ عاطفہ نَحْفَظُ جمع متکلم بمعنیٰ نگرانی۔ متعدی بیک مفعول اَخَانَا مرکب اضافی مفعول بہٖ۔ واؤ عاطفہ نَزْدَادُ فعل مضارع بصیغہ جمع متکلم باب افتعال ہے مادہ اشتقاق زَيْدٌ۔ بروزن بَيْعٌ اجوف یائی ہے۔ دراصل تھا نَزْتَيِدُ۔ یَ عین کلمہ متحرک مکسور اس کا ماقبل مفتوح۔ یَ کو الف بنا دیا۔ نَزْتَادُ ہوگیا۔ ت حروف نطعیہ میں سے ہونے کی وجہ سے ہم مخرج ہے دال کا لہٰذا بوجہ ثقالت تَ کو دال بنا دیا نَزْدَادُ ہوگیا۔ خیال رہے کہ حروفِ نطعیہ تین ہیں تَ د ط۔ یہ ہم مخرج ہیں نطع یعنی تالو کے اگلے کنارے سے ادا ہوتے ہیں اس لیے تَ کبھی ط بن جاتی ہے جیسے مصطفیٰ۔ اور کبھی دال جیسے یہاں نزداد۔ كَيْلَ بمعنیٰ مَكِيْلٌ یعنی مصدر بمعنیٰ مفعول ہے۔ مضاف ہے طرف بعیر کے عربی میں جوان نر اونٹ کو بعیر کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ اسم جنس ہے جیسے انسان مذکر و مونث دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ بَعْرٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ مینگنی کرنے والا جانور بعیر بروزن فعیل بہت مینگنی کرنیوالا۔ اپنے جسم اور خوراک سے بھی زیادہ مینگنی کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ہضم کچھ نہیں کیا سب نکال دیا بعض بزرگوں کا قول ہے کہ سب سے پہلے دنیا میں اونٹ پیدا کیا گیا اس لیے اس کو بعیر کہتے ہیں بعض نے کہا نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے کشتی میں اونٹ کو چڑھایا سب سے آخر میں گدھے کو اس نے جاتے ہی مینگنیاں کر دیں تو آپ نے اُس کو بعیر کا نام دیا چار سال پورے کرلے کے بعد اس کا نام بعیر ہوتا ہے۔ بعیر کی ہی قربانی جائز ہے۔ ذٰلِكَ۔ اسم اشارہ بعید کے لیے ہے مراد وہ گندم جو ابھی مصر میں پڑی ہے۔ كَيْلٌ۔ مصدر بمعنے مفعول ہے مراد ایک اونٹ کی ایک بوری گندم۔ يَسِيْرٌ۔ بروزن فعیل۔ مبالغے کا صیغہ ہے مبالغ کے اوزان کُل پندرہ عدد ہے۔ ۱ فَعَّالٌ ۲ فَعَّالَةٌ ۳ مِفْعَالٌ ۴ فِعِّيْلٌ ۵ فُعَلَةٌ ۶ فَعِلٌ ۷ فَعُوْلٌ ۸ مِفْعِيْلٌ ۹ فَاعِلَةٌ ۱۰ فَعِلٌ ۱۱ فَعُوْلَةٌ ۱۲ مِفْعَلٌ ۱۳ فَاعُوْلٌ ۱۴ فُعَّالٌ ۱۵ فِعِّيْلٌ یہاں یہ بھی آخری صیغہ ہے۔ يُسْرٌ سے بنا ہے۔ معنیٰ۔ نرمی۔ محبت۔ فراخی۔ آسانی۔ یہی معنیٰ یہاں مراد ہیں۔ اس کا مقابل ہوتا ہے عُسْرٌ اس کے بھی اس کے مقابل چار معنیٰ مستعمل ہوتے ہیں۔

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ۔ قال فعل ماضی حضرت یعقوب کی جوابی گفتگو ہے۔

لن ارسل فعل نفی تاکید بلن مضارع بمعنی مستقبل مقولہ ہے قول کا ہ ضمیر واحد غائب متصل منصوب مفعول بہ ہے۔ ارسل واحد متکلم کا صیغہ باب افعال سے ہے معکم مرکب اضافی اسم ظرف مفعول معہ حتی حالمقرہ ہے پہلا جملہ معطوف علیہ ہے مابعد کا جملہ معطوف ہے تُؤْتُوْنِ۔ فعل مضارع بمعنی مستقبل دراصل تھا تُؤْتُوْنَنِیْ اِیْتَاء سے ہے باب افعال اس کی جمع مذکر تُؤْتِیُوْنَ۔ ی پر ضمہ بعد کسرہ کے ثقیل ہوا ضمہ ماقبل ت کو دے دیا دو ساکنوں کی وجہ سے ی گر گئی تُؤْتُوْنَ ہوا حتی میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ جس کے نصب نے نون اعرابی کو گرا دیا۔ تُؤْتُوْنِیْ سے تُؤْتُوْنِ رہا۔ ی متکلم مفعول بہ خفت کے لیے گر گئی باقی تُؤْتُوْنِ رہ گیا موثقا بحالت نصب مفعول بہ ہے تُؤْتُوْنِ کا وثق مصدر میمی ہے اسی سے ثقۃ ہے بمعنی قابل اعتماد وعدہ من اللہ دراصل تھا من حلف اللہ یعنی اللہ کی قسم بول کر مجھے وعدہ دو لتاتننی بہ فعل پورا جملہ فعلیہ بن کر جواب قسم ہے سابقہ پوشیدہ قسم کی جس کا دال موثقا تھا لام تاکید جواب قسم کے لیے ہے بحث لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ جمع مذکر نون وقایہ ی متکلم مفعول بہ بمعنی ظرف مکان یعنی میرے پاس بہ یعنی اس کو۔ الا حرف استثنا۔ اس میں تین قول ہیں۔ کہ کونسا استثنا ہے۔ پہلا قول مفسر واحدی کا کہ یہ متصل ہے دوسرا قول مفصل یہ منقطع ہے یہ نحات کوفہ نے کہا تیسرا قول نحات بصرہ کا کہ یہ مفرغ ہے یا غیر جنس ہے۔ اَن حرف ناصبہ یحاط بحالت زبر فعل مضارع مجہول بصیغہ واحد مذکر پورا جملہ فعلیہ مستثنا ہے۔ بکم ب جارہ زائدہ کم ضمیر مجرور متصل کا مرجع برادران یوسف ہیں۔ فلما ف تعقیبیہ بمعنی ثم لما حرف ظرفیہ اتو فعل ماضی مطلق بصیغہ جمع غائب اس کا فاعل یہی بھائی ہیں ہ ضمیر کا مرجع موثقا ہے۔ قال کا فاعل حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں۔ اللہ مبتدا پورا جملہ اسمیہ بن کر مقولہ ہوا قال علی حرف جر ما موصولہ مراد یہ سب وعدہ لینا دینا۔ جار مجرور متعلق مقدم ہے وکیل کا نقول کا صلہ فعل مضارع بصیغہ جمع متکلم مراد سب گھر والے حضور مع باپ بیٹے۔ وکیل صفت مشبہ مبالغہ کے لیے بروزن فعیل خبر ہے مبتدا کی وکل سے مشتق ہے بمعنی ہر چیز کو قبضے میں لینے والا محافظ۔

تفسیر عالمانہ

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ ۭ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا گفت و شنید کے بعد اپنے سامان کی طرف متوجہ ہوئے یا خود والد محترم نے ان سے فرمایا کہ اچھا سامان کھولو تاکہ گھر میں آنے سے پہلے برکت کی دعا کی جائے سامان ابھی تک باہر اونٹوں پر ہی لدا ہوا تھا وہاں سے اٹھا کر لائے اور جب بوریوں کو کھولا ہر بوری میں اس کی دی ہوئی قیمت

اوپر ہی رکھی تھی ۔ مَتَاعَ سے مراد صرف بوریں ہیں اس لیے کہ نفع والا سامان صرف غلے کی بوریں ہی تھا
انہوں اپنی اپنی بوری میں اپنی اسی رقم کو پالیا جو عزیز مصر کو انہوں نے قیمتاً دی تھی ۔ یہ دیکھ کر حیرت آمیز
خوشی سے بولے ہمارے ابا جان اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل یا کونسی حجت یا کیا چیز ہمیں چاہیئے کہ دیکھو
یہ ہماری وہ ہی پونجی دولت اور قیمت ہے جو واپس کردی گئی ہے ہماری طرف اور بھول کر نہیں ہے
اگر بھول کر ہوتی تو ایک بوری میں ہوتی ہر بوری میں اس کی ہی قیمت کے برابر درہم ہونا اور وہی درہم
جو ہم نے دیئے تھے اس بات کی دلیل ہے کہ ہم پر مزید احسان کرتے ہوئے واپس کی گئی ہے ۔ بعض مفسرین
نے لکھا ہے کہ سب درہم ایک ہی بوری میں تھے مگر یہ اس لیے درست نہیں کہ آیت کریمہ میں فی رحالہم فرمایا
گیا جو جمع ہے اور مراد بوریاں ہیں ۔ اور یہاں بھی وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ جمع ہے ۔ برادران یوسف نے اس گفتگو کو
دلیل بنالیا اس بات کی کہ اب ہمیں ضرور بنیامین کو لیجانا چاہیئے وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا ۔ اور اپنے اہل وعیال کے لیے سال
بھر کے لیے غلہ برآمد کرنا چاہیئے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ وَنَحْفَظُ اَخَانَا پوری دیکھ بھال اور حفاظت کریں
گے ہم اپنے بھائی بنیامین کی اور اس کے ساتھ جانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ
اور زیادہ حاصل کر سکیں گے ہم ایک اونٹ کا نپا تلا غلہ ۔ اگرچہ پہلے بھی بنیامین کا حصہ عزیز مصر نے ہم
پر اعتماد کرتے ہوئے ویسے ہی دیا تھا مگر وہ مہربانی کا حصول تھا اور اب ہم اپنی حقداری سے خرید سکیں گے
اس لیے ۔ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ وہ نپا تلا غلہ حاصل کرنا ہر شخص پر ہر اعتبار سے آسان ہے ۔ ہم پر اس
لیے کہ ہم خریدار بن کر لیں گے ۔ بھاؤ بنا کر لڑ جھگڑ کر سودا طے کر سکیں گے مروت یا احسان مندی کے بوجھ تلے دبے
نہ ہوں گے نہ ہم کو قسمیں کھانے کی ضرورت ہوگی نہ سچائی پیش کرنے کیلئے عاجزانہ گڑگڑانا پڑے گا ۔ کیونکہ جائز خرید
ہی خریداری میں دلیر ہوتا ہے حالانکہ اس پہلی دفعہ بنیامین کے ثبوت کے لیے ہم کو بہت وعدے اور قسمیں
دینی پڑیں جو آئندہ نہ لے جانے کی صورت میں سخت شرمندگی اور محرومی سے خالی ہاتھ واپس آنے کا
سبب ہو سکتی ہیں ۔ یہ مزید غلہ دینا عزیز مصر پر بھی آسان ہوگا کیونکہ قانونی طور پر ہر شخص کو کچھ مجبوریاں ہوتی
ہیں اگرچہ وہ قانون اس کا اپنا ہی بنایا ہوا ہو ۔ پہلی دفعہ تو اس نے قانون شکنی کرتے ہوئے محبت اور اعتماد
میں دیدیا مگر ہر دفعہ تو ایسا نہیں ہو سکتا ۔ اور چونکہ ہمیں جانا ضروری ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ غلہ لانا ہے
جس کے بغیر گزارہ نہیں دوسرے یہ کہ اپنے بھائی شمعون کو چھڑانا ہے ۔ لہٰذا ان دلائل اور ضروریات کے تحت
بنیامین کا لیجانا نہایت اہم ہے ۔ ان باتوں کو سن کر حضرت یعقوب کچھ نرم تو پڑے مگر ان کی سابقہ سرکشیوں کی
وجہ سے کلی اعتماد نہ رہا تھا اس لیے قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ
فرمایا حضرت یعقوب نے کہ تمہاری فقط ان دلیلوں اور باتوں سے میں ایک دو ہی گندم کے لیے اپنے لاڈلے بیٹے

اور نشانی یوسف سے ماں کے بچے کو ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیج سکتا۔ ہاں البتہ تم سب مل کر اللہ کی قسم اور اللہ کی ضمانت کی صورت میں انتہائی مضبوط وعدہ دو کہ البتہ ضرور لے آؤ گے تم اس کو میرے پاس مگر یہ کہ احاطہ کرلیا جائے گھیر لیا جائے بنیامین کسی سازش یا جرم یا مصیبت میں تم سے اور تم لا نہ سکو تم چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤ تو معذوری ہے۔ خیال رہے کہ یہ حضرت یعقوب کا خداداد علم غیب ہے اور آپ کو غیبی شعور سے بہت کچھ نظر آ رہا تھا اسی طرح حضرت یوسف کو بھیجتے وقت بھی آپ نے آنے والے تمام حالات و اقوال کی اشارۃً ان لفظوں میں خبر دے دی تھی کہ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ (الخ) اور حقیقت بھی یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کائنات عالم کی کسی چیز سے بے خبر نہیں ہوتا مگر اظہار نہ کرنا مصلحتِ شرعیہ اور حکمت الہیہ کی بنا پر ہوتا ہے۔ کچھ مفسرین نے فرمایا کہ یُحَاطَ کا معنیٰ ہے کہ تم سب ہلاک کردیے جاؤ مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ اس سے دامن نبوت بے مروتی سے داغدار ہوتا ہے گویا کہ حضرت یعقوب کو باقی بیٹوں کی ہلاکت کی پرواہ نہیں تھی وہ بہر حال بنیامین کی واپسی کے ہی خواہش مند تھے اگرچہ ایک ہی ان کے سے زندہ رہے۔ ترجمہ اعلیٰ حضرت سے جو تفسیری پہلو نکلتا ہے وہی درست ہے پیر کرم شاہ صاحب نے بھی بہت کمال ترجمہ فرمایا ہے کہ تمہیں بے بس کر دیا جائے۔ یعنی کوئی ایسی بات ہو جائے کہ تم کو مجبوراً کی تو تمہاری معذرت ہے۔ اُن یحاط کا تعلق صرف بنیامین سے ہے یعنی وہ گھیر لیا جائے تم سے علیحدہ کر دیا جائے فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ والد محترم کی یہ بات سن کر سب نے بڑے زور دار اور پر خلوص جذبات کے ساتھ قسمیں کھائیں تفسیر مظہری میں ہے کہ انہوں نے آخر میں کہا کہ ہم کو رب محمد کی قسم (صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ) تب حضرت یعقوب نے ان کا قلبی خلوص اور جذبہ محبت محسوس فرمایا یہ جذبہ اور خلوص اس وقت نہ تھا جب کہ واقعۂ یوسف پیش آیا تھا۔ خلوصِ قلبی کی شان ہی جدا گانہ ہے۔ خلوص ہو تو اشاروں کنایوں سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی خلوص کو دیکھ کر حضرت یعقوب نے اپنی باتوں کو بیٹوں کی باتوں کے ساتھ شامل فرما کر ایک درجہ دیتے ہوئے فرمایا۔ قَالَ۔ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالیٰ اُن تمام باتوں وعدوں قسموں سوال و جواب اور حاضر و غائب کے تمام حالات پر گواہ ہے مشاہدہ فرمانے والا ہے۔ وکیل کا معنیٰ گواہ بھی ہوتے ہیں (تفسیر کبیر) یا اللہ ہی ذمہ دار اُسی کے سپرد ہماری سب گفتگو ہے۔ وکیل بمعنیٰ موکول ہے یعنی سپرد کیا ہوا۔ یا اللہ تعالیٰ نگہبان ہے اگرچہ تم نے قسمیں کھائیں میں بحفاظت لانے کی مگر اصل میرا تمہارا اور سب کا محافظ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یا اللہ تعالیٰ تمہارے قلبی ارادے کو بخوبی جانتا ہے اگر خلوص ہے تو اچھی جزا دینے والا وہی ہے اگر اب بھی فریب ہی ہے تو اگلی پہلی سزا دینے والا بھی وہی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا فرمایا تھا تو رب تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے

پیارے یعقوب تم نے توکل کیا ہے تو مجھ کو بھی اپنی عزت کی قسم میں تمہارے سارے بیٹوں کو بڑی شان سے ملاؤں گا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ جس طرح کہ فریب کار کی فریب کاری چہرے سے عیاں ہو جاتی ہے اسی طرح مخلص کا اخلاص بھی چہرے سے عیاں ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا مخلص کے خلوص پر خواہ مخواہ اور بلا وجہ شک نہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ شک وہم کی بیماری نہ پیدا ہو۔ یہ فائدہ نحفظ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ انبیاء کرام اگلے پچھلے واقعات کا علم غیب رکھتے ہیں یہ فائدہ اِلاَّ اَن یُّحَاطَ کی پیشگوئی فرمانے سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ توکل علی اللہ بہت اعلیٰ اور سب سے بڑی قلبی وروحانی عبادت ہے۔ ہر انسان مومن پر فرض ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصی شان ہے۔ مگر توکل کی صحیح اور جامع مانع تعریف یہ ہے کہ اسباب وعلل پر عمل کرے لیکن نظر اور توجہ الی اللہ ہو۔

احکامُ القرآن ان آیت کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ جس چیز کے حلال ہونے میں غالب گمان ہو اس کا استعمال کر لینا جائز ہے۔ برادرانِ یوسف نے جب اپنی اپنی بوریوں سے اپنی پونجی نکالی تو غور کیا کہ یہ بھول کر رکھ دی گئی ہے یا جان کر۔ تو غالب گمان یہ ہی ہوا کہ جان کر واپس کی گئی ہے اگر بھول کر ہوتی تو ایک بوری میں ہوتی۔ باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر فرما کر تا قیامت مسلمانوں کے لیے ایسا مال کھا لینا جائز فرما دیا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ زیادہ قسمیں کھانا اگرچہ شریعت میں برا ہے لیکن اپنی احتیاط کے لیے قسمیں کھلوانا اور قسمیں کھانا جائز ہے۔ **تیسرا مسئلہ**۔ بندوں کو کسی چیز کا محافظ سمجھنا گناہ یا شرک نہیں ہے اسی طرح حاجت روا مشکل کشا بھی بندہ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ حقیقی محافظ اور وکیل اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ مسئلہ نحفظ اخانا سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے قیمت واپس اس لیے رکھ دی تھی کہ یہ نبی زادے ہیں کبھی بھی یہ دولت استعمال نہیں کریں گے اور اسی بہانے دینے کے لیے واپس آئیں گے۔ مگر برادرانِ یوسف نے وہ رقم بغیر تفتیش استعمال کر لی حضرت یعقوب نے بھی منع نہیں فرمایا نہ واپس کرنے کو کہا۔ جس سے نبی اور نبی زادگی پر بھی داغ آیا اور اعتماد یوسف کو بھی ٹھیس پہنچی۔

جواب۔ اگرچہ بعض مفسرین نے یہ احتمال نکالا ہے اور ہم نے بھی اس کا ذکر تفسیر میں کیا ہے مگر یہ تفسیری

احتمال غلط ہے۔ اولاً اس لیے کہ حضرت یوسف نے اس لیے قیمت واپس نہیں رکھی کہ یہ دینے کے بدلے واپس آئیں کیونکہ اس طرح واپس آنے میں وہ مقصد حاصل نہ ہوتا جو حضرت یوسف چاہتے تھے۔ یوسف تو چاہتے تھے کہ سب آئیں اور بنیامین کو بھی لائیں۔ اور قیمت واپس تو اسی دن ایک آدمی بھی آکر واپس دے جاتا یا تفتیش کر جاتا۔ دوم اس لیے کہ اگر یہ تقوے کا امتحان کرنے اور واپس لانے کے لیے رکھی تھی تو رکھنے میں ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا جو بھول لینے کو ثابت کرتا مثلاً ایک ہی بوری میں رکھ دی جاتی مگر ایسا نہ ہوا بلکہ ایسا طریقہ کیا گیا کہ دیکھنے والے کو دیکھتے ہی پتہ لگ جائے کہ بھول نہیں ہے بلکہ جان کر عطیہ کیا گیا ہے اس لیے قرآن مجید نے رحال جمع فرمایا نہ کہ رحل واحد۔ **دوسرا اعتراض**۔ آپنے تفسیر میں لکھا ہے حضرت یعقوب اپنے نبیی علم کے ذریعے حالات یوسف سے بالکل باخبر تھے اور سب کچھ جانتے تھے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو آپ نے اب کیوں بیٹوں پر اعتماد نہ فرمایا اور سابقہ واقع کو کیوں یاد دلایا اور پھر غم کیوں کیا اور نے کیوں رہے یہ سب باتیں ثابت کر رہی ہیں کہ آپ بالکل بے خبر تھے اور نبی کو کوئی غیب کا علم نہیں ہوتا۔ (نجدی۔ دیوبندی۔ وہابی)

جواب۔ یاد دلانا بدعہدی کا ہے اس سے غیب کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح جدائی کا رونا ہے نہ کہ بے خبری کا کسی کا دینا۔ رشتے دار۔ دوست۔ محبوب۔ جیل میں چلا جائے تو باپ وغیرہ روتے ہیں حالانکہ باخبر ہیں ملاقات بھی کرتے ہیں۔ نیز حضرت یعقوب کا علم غیب اور حالات یوسفی سے مکمل باخبر ہونے کا ثبوت صرف تفسیر روایات سے ہی نہیں بلکہ اسی سورۂ یوسف کی گیارہ آیتوں سے ایسی وضاحت سے علم غیب اور باخبری ثابت ہے کہ توڑ موڑ کی گنجائش ہی نہیں چنانچہ آیت ۵ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰٓی اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا (۱) آیت ۱۳ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ (۲) آیت ۱۸ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ (۳) آیت ۶۶ اِلَّآ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ (۴) آیت ۶۷ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ (۵) آیت ۶۸ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ (۶) آیت ۸۳ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا (۷) آیت ۸۶ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۸) آیت ۸۷ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ (۹) آیت ۹۴ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ (۱۰) آیت ۹۶ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ان آیت میں بہت شاندار وضاحت سے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب اور حضرت یوسف کے ہر حال سے باخبر ہونے کا ذکر ہے۔ اب کوئی گستاخانہ ہٹ دھرمی سے انکار کرتا ہے تو اس کا علاج نہیں ورنہ علم غیب نبی پر انکار کی کوئی علمی دلیل کسی منکر کے پاس نہیں ہے وللہ الحمد علیٰ ذٰلک۔

تفسیر صوفیانہ

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ

اس آیت کے اشارات میں عارفین صوفیا اپنے تجربات و مشاہدات سے فرماتے ہیں کہ بدن انسانی بھی کارخانۂ قدرت کا عجیب شاہکار ہے یہاں بھی اسد سے کبھی کشادہ ہے مگر تعین وقتی کسی میں نہیں۔ اگر آج قبض و بسط ہے تو کل فتح و کشادہ ہے۔ حیاتِ دنیا بست ہے حیاتِ اُخروی کشادہ شریعت اعمال کا سامان باندھتا ہے اور طریقت جزا کی رسی کھولتی ہے۔ اہل شریعت کے رحال ظاہری میں عبادات و معاملات کی غذائیں باندھی چھپائی جا رہی ہیں۔ ابھی کچھ پتہ نہیں کہ دستِ باطنی اسرارِ معرفت کی کونسی یونہی چھپا رہا ہے ظاہرا تو نمازوں سجدوں کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔ لیکن جب مردِ خدا منزلِ شوق پر پہنچ کر کثافت نفسی کی گانٹھیں کھولتا ہے اور چشم و دماغ کو مقام فنا سے موڑ کر دارِ بقا کی طرف پھیر کر متاعِ عطا میں جھانکتا ہے تب اپنے ہی اعمال کو نورِ حقیقت میں بدلا ہوا پاتا ہے۔ بندہ جب اس انعام سے سرفراز ہوتا ہے تو دنیا و آخرت سے ہاتھ جھاڑ لیتا ہے۔ اور ماسوا اللہ کی محبت سے خالی ہو جاتا ہے اُس وقت اس کو خلوص کی قدر و منزلت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جب تک آنکھیں کھلی ہیں سینہ بند رہتا ہے۔ کان کھلے ہیں تو شعور بہرہ ہے زبان کھلی ہے تو ضمیر خاموش ہے جب تک ہوش و حواس قائم ہیں۔ بیہوشی و مدہوشی کی لذت کہاں۔ خردمند غذا و ناسوت کی حفاظت کرتا ہے لیکن صاحبِ جنون اخلاص کی طلب میں گڑگڑاتا فریاد کرتا ہے۔ جب تک کوئی اپنے متاعِ جسدی میں جھانک کر نہ دیکھے اسے تنہائی کی لذت سے کیا آشنائی۔ ہاں جب خدا کرے پردہ اُٹھ جائے پھر کوشش و چاہت ہوتی ہے کہ نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ہم کو اور عطا ہو مردِ عارف نے جب تک راہِ عشق میں قدم نہ رکھا ہو۔ اور اُس کے متاعِ قلبی میں امانتِ عشق نہ چھپی ہو اُس وقت تک معرفت کی وادیاں خاردار اور کٹھن معلوم ہوتی ہیں اسی لیے دنیا پرست اہل معرفت سے بھاگتا ہے اُن کو دیوانہ کہتا ہے۔ مگر جب عشقِ الٰہی کی چنگاری سلگتی چمکتی نظر آجاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ۔ یہ بیابان تو گلستان ہے یہ خاردار تو اصل باردار ہے۔ یہ کانٹے تو پھول ہیں۔ ان کو پانا تو بڑا آسان ہے۔ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ مگر اخلاص کا ملنا بہت مشکل ہوتا ہے خوش بخت ہے وہ بندہ جس کو خلوص اور خشیتِ الٰہی کی نعمت مل جائے۔ خلوص والے کی ذرا سی محنت بے خلوص کی کثرتِ ریاضت سے زیادہ قیمتی ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں۔ خلوص چار چیزوں سے ملتا ہے

۱۔ عجز سے بندہ ہر حال میں سمجھے کہ میں کچھ بھی نہیں۔

ف۲: ہر وقت اپنے سامنے ذاتِ باری کو اپنے پیچھے ملک الموت کو اپنے دائیں شریعت کے وعدوں کو اور اُس پر پابندی کہ ہم نے یہ قرض پورا کرنا ہے ہم عبدِ ناکارہ ہیں ملازم ہم کو ہی اس کا فائدہ ہے اپنی بائیں رب کی نعمتوں کو جانیں کہ ہم اُس کی کتنی نعمتیں کھا جاتے۔

ف۳: اپنے اعمال صالحہ کو اُس کا کرم اور توفیق جانے۔

ف۴: ہر عبادت ظاہری مراقبہ میں جا کر پڑھے۔ سجدہ رکوع کی حالت میں بھی مراقبہ قائم رہے۔ ایسے بندے پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا راہِ سلوک کے بادیہ پیما کو یہ مضبوط وعدے کرنے پڑتے ہیں اُس کا اپنا ارادہ مضبوط ہو تو اگر کسی موقعے پر شیطان اُس کا راہ مار بھی دے اور اُس کا خلوص کسی عارضے کی وجہ سے کبھی چھن بھی جائے تو بگڑ نہیں ہوتی۔ اسی لیے مومن اپنی ہمت۔ محنت۔ وعدے اراثے۔ تصور مراقبے کے باوجود اپنی کسی چیز پر بھروسہ نہ کرے بلکہ ہر کام رب تعالیٰ کے سپرد کر دے اسی کو اپنا محافظِ حقیقی اور وکیل دائمی سمجھے۔ دل دماغ۔ عقل شعور۔ اعضاء ظاہری اور باطنی سب کمزور ان کے وعدے کمزور۔ لیکن ان کو راہ راست پر رکھنے کے لیے ان سے کام لینا فرض ہے۔ اور ان کا بھروسہ توکل علی اللہ کے خلاف نہیں بلکہ اصل توکل اور صبر جمیل یہی ہے کہ ان سے وعدے لو اور سپرداری اللہ کی مانگو۔

وَقَالَ يٰبَنِىَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ

اور فرمایا اے میرے بیٹو نہ داخل ہونا تم سے دروازے ایک۔ اور

اور کہا اے میرے بیٹو ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور

ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِىْ

داخل ہونا تم سے دروازوں مختلف اور نہیں بے پرواہ کر سکتا میں

جُدا جُدا دروازوں سے جانا میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا

عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا

کو تم سے اللہ سے کسی چیز۔ نہیں ہے فیصلہ مگر واسطے

حکم تو سب اللہ ہی کا ہے

لِلّٰهِؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُۚ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ

اللہ ہی پر اُس بھروسہ کیا میں نے اور ہی پر اُسی پس چاہیئے

میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو

الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ

بھروسہ کریں تمام بھروسہ کرنیوالے اور جب داخل ہوگئے وہ سب سے اُسی طرح

اسی پر بھروسہ چاہیئے ۔ اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے

اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ

جس طرح حکم دیا اُن کو باپ نے اُن کے نہ بے پرواہ کرسکے وہ کو اُن سے

اُن کے باپ نے حکم دیا تھا وہ کچھ انہیں اللہ سے بچا نہ سکا

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ

اللہ سے کسی چیز مگر ایک تمنا ۔ میں خیال

ہاں یعقوب کے جی کی ایک خواہش تھی

یَعْقُوْبَ قَضٰىهَاؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا

یعقوب سے پورا کیا جس کو اور یقینًا وہ یعقوب علم والے ہیں اس لیے کہ

اُس نے پوری کرلی ۔ اور بیشک وہ صاحبِ علم ہے ہمارے

ع ۸ ۱۱ ۲ عَلَّمْنٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۠ ﴿۶۸﴾

سکھایا ہم نے اُن کو اور لیکن بہت لوگ نہیں جانتے ۔

سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں بنیامین کو بھیجنے اور لے جانے کا تذکرہ اور تسلی بخش سوال و جواب کا ذکر ہوا ان آیات میں حضرت یعقوب کا بیٹوں کو آداب سفر بتانے کا طریقہ مذکور ہوا اور شہر داخل ہونے کا طریقہ کیا ہونا چاہیئے۔ جس سے ثابت ہوا کہ ظاہری طور طریقے اور اسباب کو اپنانا تصوف اور توکل کے خلاف نہیں۔ **دوسرا تعلق۔** پچھلی آیات میں ظاہرًا بنیامین کی جدائی اور فراق کا ذکر تھا جس کے ضمن میں فراق یوسفی کا بھی اشارہ ہوا مگر ان آیات میں دقیق اشاروں سے حضرت یعقوب نے اپنے عمل۔ کردار اور اقوال سے ہر طرح اپنی لاعلمی اور محتاجی کمزوری ظاہر کی۔ لیکن ان آیات میں رب کریم نے حضرت یعقوب کی انتہائی شان اور رضا اور علم ظاہر فرمایا یہی حال تمام انبیاء کرام کی قولی سنت ہے۔ اسی طرح تمام بندوں کو طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔

تفسیر نحوی وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ واؤ سر جملہ استینافیہ قَالَ فعل ماضی کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع حضرت یعقوب ہیں۔ یا حرف ندا بُنَيَّ۔ جمع ہے بَنِيْنَ تھا۔ بوجہ اضافت نون جمع مذکر گر گئی۔ یاء متکلم مضاف الیہ ہے یاء جمع سالم اور یاء متکلم میں تشدید ہوئی۔ یہ ساری اگلی عبارت مفعول ہے قَالَ کا۔ بُنَيَّ منادیٰ ہے اور لَا تَدْخُلُوْا فعل نہی بصیغہ جمع مذکر حاضر ہوا جملہ فعلیہ حرف ندا کا بیان ہے۔ مِنْ جارہ ابتدائیہ بابٍ واحدٍ مرکب توصیفی واؤ عاطفہ بمعنی بل اُدْخُلُوْا فعل امر جمع ہے اس کا فاعل بُنَيَّ کی ضمیر حاضر کُم ہے۔ مِنْ ابتدائیہ اَبْوَاب جمع قلت ہے باب جمع قلت میں شرط ہے کہ کم از کم اس کے حروف چار ہوں۔ جمع کثرت میں یہ شرط نہیں اس کے تین حرف بھی ہوتے ہیں جیسے رُسُلُ۔ کتب وغیرہ۔ یہ موصوف ہے اس کی صفت مُتَفَرِّقَةٍ۔ باب تفعّل کا اسم فاعل بصیغہ واحد مؤنث۔ فرقٌ سے بنا ہے بمعنی علیحدہ علیحدہ۔ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ واؤ سر جملہ مانافیہ علیحدہ ہے۔ بعض نے فرمایا مضارع متکلم منفی ہے مانافیہ سے۔ اُغْنِيْ فعل مضارع مثبت ہے اس کی نفی مانافیہ نے ظاہر کی غِنٰی سے مشتق ہے۔ بمعنی ۱ بچانا ۲ محفوظ ہونا ۳ امیر ہونا۔ ۴ دولت مند ہونا۔ ۵ بے فکر ہونا۔ ۶ بے پرواہ ہونا۔ آخری معنیٰ اللہ کی صفت خصوصی ہے یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں باب افعال میں آکر متعدی بسہ مفعول ہوا۔ یعنی بچا سکنا۔ عنکم جار و مجرور مل کر متعلق اول۔ مِنَ اللہ متعلق دوم۔ مِنْ شَيْءٍ متعلق سوم۔ یہ تینوں تین مفعول کے درجے میں ہیں مِنَ اللّٰهِ دراصل تھا مِنْ قَضَاءِ اللّٰهِ۔ مِنْ بیانیہ ہے یعنی اللہ کے فیصلہ تقدیر مُبْرَم سے۔ مِنْ شَيْءٍ میں مِنْ تبعیضیہ

ہے۔ یعنی کچھ تھوڑا سا بھی نہیں۔ بعض نے کہا مِنْ زائدہ ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ شَیْءٍ کی تنوین تنکیر ہے۔ جس سے مقصدِ کلام حاصل نہیں ہوتا۔ اُغْنِیْ دراصل تھا اُغْنِیُ بروزن اُکْرِمُ۔ ی پر ضمہ ثقیل تھا اس لیے سکون دیا گیا۔ اِنْ حرف شرط بمعنے نفی بوجہ اِلَّا ہے۔ اِلَّا حرف استثنا برائے اتصال۔ بامعنی ہوا ہے۔ لِلّٰهِ۔ لام ملکیت کا۔ ملکیت کی پندرہ قسمیں ہیں۔ ۱ ذاتی۔ ۲ صفاتی۔ ۳ دائمی ۴ عارضی ۵ کلی ۶ جزئی ۷ اتصالی ۸ انفصالی۔ ۹ استحقاقی۔ ۱۰ انعامی۔ ۱۱ نابالغیت ۱۲ غالبیت ۱۳ سکونت۔ ۱۴ عاریت ۱۵ موہومیت۔ یہاں مراد غالبیت ہے۔ یعنی غالب کا حکم ہے۔ علیہ۔ جار مجرور متعلق مقدم ہے تَوَکَّلْتُ واحد متکلم ماضی مطلق حروف کا پہلے ہونے سے حصر کا فائدہ ہوا۔ واؤ حالیہ علیہ متعلق مقدم سے بھی حصر یعنی ہی کا فائدہ ہوا۔ فَلْیَتَوَکَّلِ۔ ف بیانیہ۔ لِیَتَوَکَّلْ امر غائب معروف واحد کا صیغہ ہے۔ کیونکہ فاعل جمع اَلْمُتَوَکِّلُوْنَ اسم ظاہر ہے۔ الف لام استغراقی جمع کثرت نادوا۔ مُتَوَکِّلُوْنَ۔ تَوَکَّلْتُ اور لِیَتَوَکَّلِ یہ سب وَکْلٌ ثلاثی سے بنے ہیں بمعنی سپرد کرنا۔ بغیر کسی پریشانی اور دغدغے کے اپنی ہر چیز کسی کو دے دینا۔ اسی کو بھروسہ کہتے ہیں۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا واؤ عاطفہ بمعنی ثُمَّ۔ لَمَّا ظرفیہ شرطیہ زمانیہ۔ اس کی جزا جوابی اگلا جملہ مَا كَانَ یُغْنِیْ الخ ہے۔ کچھ نحویوں نے کہا یہ لَمَّا حرف ہے نہ کہ اسم ظرف زمانی۔ کیونکہ ظرفیہ کا جواب اشد ضروری ہوتا ہے مگر اس کا جواب کوئی نہیں۔ اور مَا كَانَ یُغْنِیْ الخ اس کا جواب نہیں بن سکتا اس لیے کہ نفی کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کر سکتا۔ مگر یہ قاعدہ غلط ہے۔ بعض نحات نے اس اعتراض کو صحیح مانتے ہوئے یہ جواب دیا کہ اس لَمَّا کا جواب اور اگلے لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ الخ دونوں کا جواب اٰوٰۤى اِلَیْهِ ہے دَخَلُوْا فعل ماضی۔ دَخْلٌ سے مشتق ہے۔ لازم ہے۔ اس کا فاعل برادران یوسف مع بن یامین۔ مِنْ حَیْثُ۔ جار مجرور متعلق ہے دَخَلُوْا کا۔ حَیْثُ ظرف عمومی ہے ہر معنیٰ میں مستعمل ہے۔ یہاں بمعنی مقدار اور طریقہ مراد ہے مفرد بنی ہے ضمہ پر ایک صحیح قول میں حَیْثُ مضاف ہے۔ اَمَرَ۔ فعل ماضی معروف کی طرف۔ اَمَرَ جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ ہے مگر میرے نزدیک حَیْثُ موصوف بمعنی مفرد مفہوم ہے۔ اگلا جملہ صفت ہے۔ هُمْ ضمیر راجع برادران یوسف ہیں منصوب منفصل ہے بوجہ اَمَرَ کی مفعولیت کے اَبُوْهُمْ۔ مرکب اضافی بحالت رفع فاعل ہے اَمَرَ کا مراد یعقوب علیہ السلام مَا كَانَ۔ فعل ماضی مطلق منفی بصیغہ واحد مذکر غائب یہ جملہ جواب لَمَّا ہے۔ ایک قول میں مَا كَانَ یُغْنِیْ فعل ماضی استمراری منفی ہے۔ متعدی بسہ مفعول۔ مفعول اول عَنْهُمْ ہے عَنْ زائدہ ہے۔ ظاہرًا متعلق ہے۔ مفعول دوم مِنَ اللّٰهِ بھی اس ترکیب میں ہے۔ یہاں بھی لفظ قضا پوشیدہ۔ مفعول سوم۔ مِنْ شَیْءٍ

ہے ۔ مِنْ زائدہ ۔ ظاہری ترکیب میں متعلق ہیں ۔ حقیقتاً مفعول ہیں ۔ شَیْءٍ میں دو قول ہیں ۔
ملہ بحالت زیر بوجہ مفعولیت یعنی شیئاً ۔ جیسے مَارَاَیْتُ مِنْ اَحَدٍ دراصل مارأیتُ احداً تھا ۔ یعنی میں نے کسی کو نہ دیکھا ۔ اسی طرح مِن شَیْءٍ ۔ دراصل شیئاً تھا ۔ تب اس صورت میں مَا کَانَ یُغْنِیْ کا فاعل دخول ہوگا ۔
ملہ ۔ مِنْ شَیْءٍ بحالت رفع ہے ۔ تب دراصل تھا شَیْءٌ اور یہی یُغْنِیْ کا معنوی فاعل ہوگا ۔ اِلَّا بمعنی لٰکِنْ ہے اس طرح یہ استثنا منقطع ہوا ۔ اِس کا مستثنیٰ منہ وہ شَی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور ارادے میں تھی اور مستثنیٰ غیر ارادۂ الٰہی والی شَی ہے ۔ حَاجَۃً بحالتِ زبر مستثنیٰ ہے اِس کے معنیٰ ہیں خواہش ظاہری ۔ یعنی کسی چیز کی خواہش نہ تھی اس طرح متفرق داخل ہونے سے نہ یہ حیلہ تقدیر الٰہی کو توڑ سکتا تھا بجز اس کے کہ ظاہری خواہش ہوتی حرفِ جار ظرفیۃ کے لیے ہے نَفْس بمعنیٰ دلی خیال لفظ یعقوب مضاف الیہ ہے عقبٌ سے بنا ہے ۔ یہ سب مرکب اضافی اور جار مجرور متعلق ہے ثابتٌ پوشیدہ کا یا متعلق مقدم ہے قَضٰی کا فعل ماضی بمعنیٰ اَظْہَرَ قَضٰی سے بنا ہے ۔ اِس کے تین معنیٰ ہیں ۔
ملہ فیصلہ کرنا ۔ ملہ ظاہر کرنا ملہ وقت کے بعد پورا کرنا ۔ یہاں حق یہ ہے کہ پورا کرنا مراد ہے ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع حَاجَۃً ہے یہ جملہ صفت ہے ۔ حاجۃً سب سے مل کر موصوف ہے ۔ وَاِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰہُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ واؤ سے جملہ اِنَّ حرف تحقیق بکسر ہمزہ صرف شروع کلام میں ہوجاتا ہے ۔ قول کے بعد بھی اس لیے اِنَّ آتا ہے کہ مقولہ درحقیقت نیا جملہ ہوتا ہے ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر منصوب متصل کا مرجع حضرت یعقوب ہیں ۔ لام کہ ذُوْ علم خبرِ اِنَّ ہے ۔ لِمَا ۔ لام جارہ ما موصولہ ۔ ایک قول میں ما مصدریہ ہے ۔ عَلَّمْنَا ۔ فعل ماضی باب تفعیل سے متعدی بدو مفعول ۔ باب افعال اور باب تفعیل میں ہمیشہ تعدی ہوتی ہے ان میں لزوم نہیں ہوتا جو لوگ اپنی گفتگو میں ۔ اِفہام و تفہیم کے الفاظ بول دیتے وہ ان کی کم علمی ہے ۔ نَا ضمیر جمع متکلم سے مراد ۔ ذات باری تعالیٰ ہے ۔ ہٗ کا مرجع یعقوب ہیں ۔ واؤ عاطفہ یا حالیہ ہے ۔ لٰکِنَّ حرفِ تحقیق اَکْثَرَ اسم تفضیل بمعنیٰ بہت زیادہ لوگ کُثْرٌ سے بنا ہے ۔ النَّاس ۔ الف لام عہد ذہنی ۔ ناس جمع ہے اِنْس کی مراد کافر ہیں ۔ یا ہر گستاخ منکر شانِ نبی ۔ مرکب اضافی اسم لٰکِنَّ ہے ۔ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ فعل مضارع منفی بصیغہ جمع مذکر ھُمْ ضمیر پوشیدہ کا مرجع اَکْثَرَ النَّاس ہے یہ جملہ فعلیہ خبر لٰکِنَّ ہے ۔

تفسیر عالمانہ وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَۃٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ ۚ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ

وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ غلہ ختم ہونے کے قریب آیا تو وہ سب بھائی جو محبت اور حسن سلوک عزیز مصر سے سرشار تھے اور گن گن کر وقت گزار رہے تھے والدِ محترم سے جانے کی اجازت لینے لگے تو والدِ محترم نے اجازت کے ساتھ ساتھ نصیحتیں فرمائیں۔ جن میں سے ایک یہ تھی کہ اور فرمایا اے میرے بیٹو ایک دروازے سے سب کے سب مصر میں داخل مت ہونا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے یا متفرق ہو کر مصر شہر کے سب دروازوں سے اندر شہر میں داخل ہونا اور یہ بات بھی خوب ذہن نشین کر لو کہ میں تم کو کبھی بھی اللہ سے بے پرواہ ہونے کا نہیں کہہ سکتا متفرق ہو یا جماعت کی قوت کے ساتھ ہو بہر حال اپنے ذکر فکر میں التجاؤں دعاؤں میں وہی فریاد رس حاجت روا مشکل کشا ہے سارے کائنات میں نہیں ہے حکم مگر اسی اللہ جبار و جواد قہار کا۔ یا اے بیٹو تم جدا جدا ہو یا اکٹھے میں تم کو کسی ایسی چیز (مصیبت یا راحت) سے نہیں بچا سکتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہو کیونکہ حکم ہر جگہ ہر وقت ہر شخص کے لیے اللہ جل جلالہٗ کا ہی جاری ہے۔ نہ پہلے بچا سکا جیسا کہ تم نے یوسف کے بارے میں دیکھ ہی لیا کہ یوسف پر تمہارے ذریعے جو تکلیف آنے والی تھی وہ آکر رہی حالانکہ میں نہ چاہتا تھا۔ میں نے تو خود اسی اللہ پر ہر ظاہر باطن حال میں بھروسہ کیا۔ اور تا قیامت جو بھی متوکل بننا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ اسی ذاتِ پاک جلّ مجدہٗ پر بھروسہ کرے۔ مصر آج تو ایک ملک کا نام ہے لیکن یہی مصر اسی جگہ اس وقت فقط ایک قلعہ نما شہر تھا۔ اور اس کے چار دروازے تھے جو بالکل ہی جدا جدا مشرق مغرب شمالاً جنوباً تھے اور چار ستوں کے لوگ اپنے اپنے دروازوں سے آیا کرتے کنعان جانب جنوب کے راستے پر تھا۔ آج کا مصر نہر سویز تک پھیلا ہوا ہے مگر اس وقت مصر دریائے نیل کے کنارے تھا۔ یہ بہت بڑا اور قدیم قلعہ تھا اس کے جانب مشرق ایک بہت بڑا محلہ ممفس تھا۔ آج کل اسی جگہ ایک بستی آباد ہے جس کا نام منف ہے یہ ممفس اس وقت دارالخلافہ تھا یہاں ہی بادشاہ کا محل اور عدالت و دربار تھا اس جگہ سب شاہی عملے کے مکانات تھے اس کی جیل بالکل مغربی جانب شہر کے دوسرے کنارے پر تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کبھی مصر نہ دیکھا تھا مگر اپنے نبی علم سے جان لیا کہ اس کے دروازے زیادہ ہیں۔ نیز مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہونے کا حکم دینا اس کی اصل حکمت اور وجہ تو یعقوب علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر مفسرین نے تین وجہیں بیان کی ہیں۔

۱۔ یا اس لیے کہ یہ اس وقت مع بنیامین دس بھائی ہیں جب یہ چار دروازوں سے مختلف ہو کر تین تین جائیں گے تو یقیناً بنیامین اکیلا ایک دروازے سے جائے گا۔ جو محل سرا کے قریبی دروازہ ہے اور یوسف کے پاس جلدی خلوت میں پہنچ جائے گا کیونکہ کنعانی دروازہ محل کے قریب تھا یہ قول تفسیر خازن اور تفسیر کبیر نے بیان کیا اس توجیہ سے علم غیب کا ثبوت ملتا ہے۔

۲۔ دوسری وجہ تھی کہ حضرت یعقوب کے سب بیٹے نہایت وجیہہ خوبصورت دراز قد تھے تو آپ نے اکٹھے ایک والد کی اولاد ہونے کی وجہ سے نظر بد سے بچنے کے لیے یہ حکم فرمایا۔ اس لیے کہ نظر لگ جانا حق ہے اس کا ثبوت قرآن مجید سورۂ نون والقلم میں اس آیت سے ہے لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ اور احادیث متعددہ سے بھی ہے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن و حسین کے لیے یہ دعا پڑھ کر پھونکتے تھے اُعِیْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَیْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَیْنٍ لَامَّةٍ۔ اسی طرح نظر لگ جانے کے بعد نظر اتارنے کے لیے عملیات کی کتابوں میں بہت طریقے اور تعویزات ہیں جس سے واقعی فائدہ ہوتا ہے۔ مشہور ہے کہ چار شخصوں کی نظر بہت لگتی ہے ۱۔ جو الٹا پیدا ہو۔ ۲۔ جس کی زبان کالی ہو۔ ۳۔ بھینگا آدمی ۴۔ دوپہر کے دن کا ہوا آدمی۔ شریعت نے چار چیزوں کو برحق فرمایا۔ ۱۔ نظر ۲۔ جادو ۳۔ شگون لینا ۴۔ نورانی تعویزات۔ حضرت یعقوب نے پہلے اس لیے یہ پابندی نہ لگائی کہ پہلے ان سے کوئی واقف نہ تھا اور ان کے جتھے پر جاسوسی کا الزام لگ گیا تھا اس لیے یہ پکڑے ہوئے دربار شاہی میں لائے گئے تھے کسی کی نظر ان کے حسن وجاہت پر نہ گیا تھا۔ اور نظر لگنے کے لیے یہ قانون ہے کہ کسی عیب میں ملوث نہ ہو۔ مجرم کو نظر نہیں لگتی کیونکہ دیکھنے والوں کا دھیان اس کے عیب کی طرف ہوتا ہے۔ مگر تفسیری توجیہہ زیادہ مضبوط نہیں اگرچہ یہ مفسرین مَا اُغْنِیْ سے دلیل لیتے ہیں مگر مَا کَانَ یُغْنِیْ سے ان کی دلیل ٹوٹ جاتی تیسری وجہ یہ بیان کرتے ہیں تاکہ سابقہ عزت افزائی کی بناپر کوئی حسد نہ کرے اور عزیز مصر کے سامنے ان کو آتا دیکھ کر کوئی جھوٹے الزامات اتہامات کی پہلے جعل سازی نہ کردے جس سے عزیز کی نظر میں یہ لوگ بے عزت نہ ہوں جیساکہ پہلے ہوتے ہوتے بچا تھا جب یہ متفرق ہوں گے تو کسی کو ان کے آنے کا پتہ نہ چلے گا۔ مگر یہ بھی اتنی مضبوط توجیہہ نہیں کیونکہ مَا یُغْنِیْ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہوگیا جس کو حضرت یعقوب ظاہراً نہ چاہتے تھے۔ یعنی بنیامین کا باعزت واپس آجانا چاہتے تھے رد کا جانا نہ چاہتے تھے۔ لہٰذا پہلی توجیہہ مضبوط ہے۔ دوسری وجہیں اس لیے نادرست ہیں کہ نہ کسی کو نظر لگی نہ حسد ہوا۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰهَا وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ رب نے ارشاد فرمایا کہ اور جب وہ سب لوگ شہر میں اسی طرح تین تین (ایک قول میں) یا دو دو ہو کر داخل ہوئے جس طرح اُن کے والد محترم نے حکم دیا تھا تو واقعی یہ تفریق اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کسی مقدر چیز سے تو نہ بچا سکی کچھ بھی لیکن اس تفریق سے جو اصل باطنی خواہش تھی یعقوب علیہ السلام کے دل میں اور جس کے لیے یہ متفرق داخلے کا حکم دیا تھا وہ البتہ رب نے پورا کردیا۔ اور بیشک وہ یعقوب علیہ السلام کائنات کی اُن تمام چیزوں کو جاننے والے تھے جو ظاہری باطنی شاہدی غیبی

ہم نے اُن کو سکھا ہیں۔ اور لیکن اکثر بے عقل۔ بدبخت۔ فاسق فاجر۔ گستاخ مشرکین لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ ہم نے اپنے انبیاء کو کیا کچھ سکھایا۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ احادیث سے ثابت ہے کہ کچھ چیزیں قابل اثر اور حق ہیں جن کا اثر دوسرے پر ہوجاتا ہے یہاں تک کہ انبیاء اولیا پر بھی۔ ۱ سر کی آواز ۲ جادو ۳ پھونک اور دم کرنا ۴ تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنا ۵ تعویذ پلانا ۶ نظر بد۔ روایت ہے حضرت ابراہیم نظر بد سے بچنے والی دعائیں پڑھ کر حضرت اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام پر دم کرتے تھے۔

دوسرا فائدہ۔ کسی برائی سے بچنے یا بچانے کی تدبیر کرنا سنت انبیاء ہے۔ یہ دونوں فائدے لَا تَدْخُلُوْا اور لَمَّا دَخَلُوْا سے حاصل ہوئے۔

تیسرا فائدہ۔ کسی کی تدبیر سے کوئی بھی تقدیر نہیں بدل سکتی یہ فائدہ مَا اُغْنِیْ اور مَا کَانَ یُغْنِیْ سے حاصل ہوا۔ ہاں البتہ دعاؤں التجاؤں فریادوں سے تقدیر معلق بدل جاتی۔ لیکن انبیاء کرام کی دعا سے تقدیر مبرم بھی بدل جاتی ہے مگر انبیاء کرام ایسی دعا سے اجتناب فرماتے ہیں۔ اس کا ثبوت بہت سی آیات و احادیث میں موجود ہیں۔

چوتھا فائدہ۔ ماں باپ کی فرماں برداری رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت پیاری و پسندیدہ ہے۔ یہ فائدہ مَآ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ کے فرمانِ الٰہی سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ نظر بد لگ جانا حق ہے اور اس سے بچنے کی تدبیر کرنا جائز ہے۔ اور لگی ہوئی نظر کو اتارنے کے لیے یا نہ لگنے کے لیے دم کرنا تعویذ لکھنا یا کوئی عمل اختیار کرنا شرعاً بالکل جائز ہے۔ یہ مسئلہ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ سے مستنبط ہوا۔ نیز بہت سی احادیث سے بھی تعویذ اور پھونک مار کر دم کرنے کا ثبوت موجود ہے۔ گلے میں تعویذ ڈالنا اللہ رسول کا نام لکھ کر بالکل جائز ہے وہابی اس کے منکر ہیں یہ اُن کی جہالت ہے دوسرا مسئلہ۔ شریعت اسلامیہ میں والدین کا حکم اور فرمان امر کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کو ماننا مسلمان اولاد پر فرض ہے۔ یہ مسئلہ اَمَرَهُمْ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

تیسرا مسئلہ۔ علم انبیاء اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتا ہے اس کو ماننا ہر مسلمان پر لازم ہے یہ مسئلہ عَلَّمْنٰهُ کے اشارۃ النص سے مستنبط ہوا۔ علم نبوت کے منکر مشرک ہوتے ہیں جیسا کہ اکثر النّاس کی تفسیر میں مفسرین نے فرمایا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا مَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ (۶) یعنی جو کچھ اللہ کو منظور ہے وہی ہوگا میں کچھ نفع نہیں دے سکتا تو پھر حضرت یعقوب نے پہلے کیوں فرمایا کہ ایک دروازے سے داخل ہونا۔ یہ تو نظر بد یا حسدِ حاسد کے شر و فساد سے بچانے کا طریقہ تھا۔ یہ دونوں قول متضاد ہو گئے ان کی مطابقت کیونکر ممکن ہے پہلے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ تدبیر سے کچھ ہو سکتا ہے اور دوسرے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ تدبیر بیکار ہے تدبیر سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ یہ اعتراض دو وجہ سے درست نہیں۔ اوّلاً تو اس لیے کہ متفرق دروازوں سے داخلے کا حکم تدبیر نہیں بلکہ اور دوسری حکمت ہے اگرچہ ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا نظر بد کی تدبیر ہے مگر یہ حتمی بات نہیں اور آیت کے بھی خلاف ہے۔ دیگر تفاسیر کے مطابق یہ اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا۔ دوم اس لیے کہ اگر انہی تفاسیر کو مان لیا جائے کہ یہ داخلہ واقعی تدبیر تھی تب بھی یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ پھر یہ مسئلۂ تقدیر کی صورت بن جائے گی اور معنی یہ ہوگا کہ یہ تدبیر بھی مِنَ اللّٰہ ہی ہے اسی طرح جتنی بھی احتیاطیں دعائیں دوائیں حیلے۔ اور بچاؤ کے کام ہیں وہ سب اگر مفید ہو جائیں تو مِنَ اللّٰہ ہی ہوتے ہیں۔ یعنی اے بیٹو جو کچھ میں نے تم کو حکم دیا ہے وہ میرا حکم نہیں بلکہ اللہ کی ہی طرف سے جانو اور اس کام سے جو تم کو فائدہ پہنچے گا اس کو بھی عند اللہ جاننا اب کوئی تضاد نہ رہا۔ **دوسرا اعتراض**۔ ارشادِ باری ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ سب حکم اللہ ہی کا ہے۔ تو پھر اور کسی کو حاکم ماننا شرک ہوا۔

جواب۔ حکم۔ لفظ مشترک ہے اس کے پانچ ترجمے ہیں۔ ۱ فرمان۔ ۲ فیصلہ ۳ قانون ۴ اٹل بات ۵ تقدیر الٰہی۔ یہاں لفظ حکم اپنے آخری معنیٰ میں ہے۔ نیز جب حکم کی نسبت بندوں کی طرف ہو تو مراد ہوتا ہے فرمان دینا یا کسی جھگڑے کا فیصلہ کرنا۔ اور جب حکم کی نسبت اللہ تعالیٰ جَلَّ مجدہٗ کی طرف ہو تو معنیٰ ہوتے ہیں۔ اٹل بات حتمی اور تقدیری قانون قرآن مجید میں دونوں طرح یہ لفظ مستعمل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی۔ جیسے حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ عام بندوں کے لیے بھی جیسے۔ حَکَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (الخ) اور اللہ تعالیٰ کے لیے بھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ یہ حاکم ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مگر غیر خصوصی۔ صرف یہی نہیں بلکہ قرآن مجید نے اور احادیث نے چوبیس عدد اللہ تعالیٰ کی صفات نبی کریم و قرآن پاک کو عطا فرمائیں۔ مثلاً۔ کریمٌ۔ مجیدٌ۔ رؤفٌ۔ رحیمٌ وغیرہ اسی طرح حاکمٌ بھی دوسروں کی صفت ہو سکتی ہے۔ ہاں خصوصی صفاتِ الٰہی کی نسبت کسی اور کی طرف کرنا شرک ہے مثلاً خالق رازق معبود۔ رحمٰن وغیرہ۔

گیارہواں اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا ہے عَلَّمۡنٰہُ ہم نے اُس کو علم دیا۔ یہاں غیب کا تو کوئی ذکر نہیں تم سُنی لوگ غیب کا علم کہاں سے نکال لاتے ہو۔ (بخاری)

جواب۔ رب کی طرف علم دینے اور سکھانے کی نسبت سے ہی علم غیب ہونا ثابت ہو رہا ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے تمام علوم بندوں سے غائب ہیں۔ تو اُس کا کسی کو کوئی علم سکھانا غیب ہی سکھانا ہے۔ جب اُس کی ذات غیب اُس کا مدرسہ والا العلوم غیب تو اُس کا علم غیب ہے۔ اور پھر عَلَّمۡنٰہُ میں نہ کسی علم کا ذکر ہے نہ علم کی حد بندی ہے۔ نیز جس نعمت میں عَلَّمۡنٰہُ کا ذکر فرمایا گیا وہ غیبی چیزوں پر ہی مشتمل ہے اس لیے عَلَّمۡنٰہُ کی تفسیر خود بخود علم غیب ہی کی طرف راجع ہے دیکھا اگر ہماری تفسیر پسند نہیں آتی تو تم بتا دو کونسا علم سکھایا۔ ہم بھی دیکھیں کہ کہاں سے ڈھونڈ کر لائے ہو اور کس دلیل سے لائے ہو۔ چارو ناچار ماننا پڑے گا کہ علم غیب ہی سکھانا مراد ہے۔ اور وہی علم اتنا وسیع ہے کہ جس کے سیکھنے والے کو کائنات کا علم آجاتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغۡنِىۡ عَنۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ ۚ وَعَلَيۡهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ

معرفتِ الٰہیہ کے متلاشی بندے مثل شاہی غلاموں کے ہیں۔ کہ القاب غلامیت سب کا ایک ہے مگر سفرِ حضر اعمال و افعال سب کے مختلف۔ کسی کو عبادت و ریاضت کی محنت کے دروازے سے بلایا گیا۔ کسی کو انتظار گاہِ وصل کے آستانے پر بھیجا گیا۔ اور کسی کو قرب کی حاضری میں رکھا گیا ہے منزل سب کی ایک ہے مگر دروازے متفرق ہیں۔ مرشدِ راہ شوق کا فرمان ہے کہ ایک دروازے سے مت جانا۔ بلکہ اپنے مزاجوں اور طبیعتوں کے اعتبار سے مجاہدے اور شفقت کے علیحدہ علیحدہ دروازے کی طرف چلنا ہے۔ کیونکہ قربِ خاص کے لیے ایک ہی کو چنا گیا ہے۔ وہاں کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں کوئی کسی کو اپنی مرضی سے منتخب نہیں کر سکتا۔ نہ منتخب شدہ کا انکار کر سکتا ہے۔ مرشد طریقت کا کام صرف چلانا ہے اور مرید باصفا کا کام بلا چون و چرا دم سادھے وادیٔ حیرت میں چلنا ہے باقی سارا فیصلہ رب ذوالجلال کا ہے۔ یہاں تو ہزاروں کے اسباب کے باوجود عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ کا نعرہ مارنا پڑتا ہے اِس کے بغیر کامیابی نہیں۔ اللہ جلّ مجدہٗ کا سہارا ہی اصل توکل ہے۔ ابتداءِ روحانیت سے روح و جسم کو بچانے والے اسی محافظ کائنات کو اپنا وکیل بناتے ہیں۔ اور وہی ذاتِ واحد بھروسے کے لائق ہے۔ اہلِ ظاہر اہلِ باطن کو چاہیئے کہ اسی پر پورا بھروسہ کریں۔ یہ اخلاص کا پہلا سبق ہے۔ جس طرح جسمِ انسانی کے چار دشمن ہیں۔

۱ نظرِ بد ۲ حسد ۳ عناد ۴ منافقت یہ جسم کو بیمار یا ہلاک کر دیتے ہیں اِن سے بچنے کے لیے توکل کے چار ہی دروازے ہیں پہلا دروازہ سادگی مسکینیت کا دوسرا دروازہ خلوت اور پوشیدگی کا۔ تیسرا دروازہ عقل کی محبت و

الفت کا ۔ چوتھا دروازہ فہم و فراست کا ۔ اہلِ دنیا کو ان چار دروازوں سے گزرنا پڑتا ہے ۔ اسی طرح روحِ انسانی کے بھی چار دشمن ہیں ۔ جو روح کو ہلاک یا بیمار ۔ کمزور کر دیتے ہیں ۱ شیطان جس کے وسوسے مخل نظر ہوئیں ۔ ۲ نفس امارہ روحانی حاسد ہے ۳ صحبتِ بد ۔ زہرِ عذاب ہے ۴ بُرا ساتھی منافقِ باطنی ہے ۔ ان سے بچنے کے لیے شہرِ معرفت کے چار دروازے ہیں ۔
۱ گوشہ نشینی ۲ بابِ صبر ۳ بابِ توکل ۴ بابِ قربت ۔ ہمہ وقت بارگاہِ الٰہی کی حاضری اسی مراقبے کے ذریعہ مکاشفہ مقصود کی امید ہے ۔ یہاں جلد بازی نہیں توکل کامل کی ضرورت ہے مصرِ معرفت کے دروازے قادری ۔ چشتی ۔ نقشبندی ۔ سہروردی ہیں ۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ صوفیا فرماتے ہیں کہ برادرانِ یوسف سے اشارہ ہے مریدانِ باصفا طالبانِ حق جب بیابانِ شوق سے گزرتے ہوئے طریقت کے چاروں سلسلوں کے مختلف دروازوں سے مرشد کے حکم کے مطابق بارگاہِ قدس میں داخل ہو گئے تو اب مرشد کا کام پورا ہو گیا اور قلبی حاجت جس کی طلب تھی بر آئی ۔ اب منشاءِ قدرت ہے تقدیرِ ازلی کا فیصلہ برقرار ہے جس کو چاہے جس مقام پر سرفراز فرمائے بحکمِ کاتبِ تقدیر ذاتِ معظم جل مجدہٗ کے کوئی شخص کسی کو خزانۂ معرفت کی عطا سے خفی نہیں کر سکتا ۔ فیصلۂ الٰہی سے بچا سکتا ۔ وہی جانتا ہے کہ کس کو کیا دینا ہے ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ہمارے سکھانے سے ہی وہ علم والا بنتا ہے ۔ طالبِ صادق اور سالکِ طریقت جب مقامِ ارشاد کے لائق ہوتا ہے تو اُس کو بارگاہِ قدس سے بیس علم پڑھائے سکھائے اور عطا کئے جاتے ہیں ۱ ظاہر الغیب ۲ علم حقائق ۳ معاملات ۴ علم مقامات ۵ علم حالات ۶ علم کرامات ۷ علم فراست ۸ باطن الغیب ۹ علم معرفت ۱۰ حکمت ۱۱ معرفتِ خاصہ ۱۲ علم ذات ۱۳ علم توحید ۱۴ علم تفرید ۱۵ علم تجرید ۱۶ علم اسرار ۱۷ علم فنا ۱۸ علم بقا ۱۹ علم ارواح ۲۰ علم انوار ۔ مگر یہ سب علوم محبوب کی ذات میں اس طرح جذب ہو جاتے ہیں کہ اکثر خواص بھی نہیں جانتے ۔ کہ دینے والے نے کیا دیا اور لینے والے نے کیا لیا ۔ عارفین فرماتے ہیں کہ اگر مجذوب کا ایک علم بھی دنیا پر ظاہر ہو جائے تو نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے یہی وہ امانت ہے کہ جس کو انسانِ کامل کے سوا کسی نے لینا برداشت نہ کیا ۔ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مِنْهُ ۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ

اور جب وہ سب داخل ہوئے پر یوسف قریب کیا طرف اپنی بھائی کو اپنے

اور جب وہ یوسف کے پاس گئے اُس نے اپنے بھائی کو اپنے

قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا

فرمایا بیشک میں ہی بھائی ہوں تیرا تو نہ غم کرے اُس جو وہ

پاس جگہ دی کہا یقین جان میں ہی تیرا بھائی ہوں تو یہ جو کچھ کرتے ہیں

يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ

کرتے رہے ۔ پھر جب سامان بنا دیا ان کو ان سامان اُن کے ڈال دیا

اُس کا غم نہ کھا ۔ پھر جب اُن کا سامان مہیا کر دیا

السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ

پیمانہ میں بوری بھائی اپنے کی پھر اعلان کیا کسی اعلان کرنیوالے نے

پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کی

اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا

اے قافلے والو بیشک تم البتہ چور ہو ۔ بولے وہ اور سامنے آئے

اے قافلے والو بیشک تم چور ہو ۔ بولے اور ان کی طرف متوجہ ہوئے

عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿٧١﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ

اُن گھر والوں کے کیا ہے وہ جو گم پاتے ہو تم بولے وہ ہم گم پاتے ہیں ناپکا پیمانہ

تم کیا نہیں پاتے ۔ بولے بادشاہ کا پیمانہ نہیں ملتا

الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا

بادشاہ کا اور کو اس شخص جو لائے اُس کو انعام ہے بوجھ ایک اونٹ کا اور میں

اور جو اُسے لائے گا اُس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں

بِهٖ زَعِيْمٌ (۷۲)

کا اس ضامن ہوں

اُس کا ضامن ہوں

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**۔ پچھلی آیات کریمہ میں بھائیوں کو بھیجنے اور دخول مصر کے آداب سکھانے کا طریقہ ذکر تھا اب یہاں بھائیوں کے پہنچنے اور ملاقات کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں بنیامین سے حضرت یعقوب کی محبت کا تذکرہ تھا ان آیت میں بنیامین سے حضرت یوسف کی محبت کا ذکر ہے۔ گویا کہ حضرت بنیامین دونبیوں کے محبوب تھے یہ کمال خوشی بختی ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں اُس شرعی حیلے کا ذکر تھا جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو سمجھایا جس کے ذریعے حضرت یوسف اور بنیامین کا قرب حضوری حاصل ہوا ان آیت میں اُس شرعی حیلے کا ذکر ہے جس کے ذریعے حضرت یوسف یعقوب علیہ السلام کی بغیر مرضی واجازت بنیامین کو روکنے کے حقدار ہو گئے۔ ایک باطنی حیلہ تھا اور ایک ظاہری اور دونوں شرعاً جائز ہیں۔

تفسیر نحوی

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

واؤ سر جملہ ابتداء کلام کے لیے لَمَّا حرف ظرفیہ شرطیہ زمانیہ یعنی جس وقت دَخَلُوْا فعل ماضی معروف لازم بصیغہ جمع مذکر غائب ھم ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل عَلٰی حرف جر بمعنی عِنْدَ ظرفیہ۔ یعنی پاس یا سامنے یُوْسُفَ بحالت جر ہے بوجہ غیر منصرف زبر آیا۔ اٰوٰی۔ فعل ماضی واحد۔ اِیْوَاءٌ سے مشتق ہے۔ مہموز الفا اور لفیف مقرون بمعنی قریب کرنا۔ ٹھکانا دینا۔ نزدیک بٹھانا۔ یہاں تینوں معنی بن سکتے ہیں۔ یہ سب جملہ فعلیہ جواب ہے لَمَّا کا اِلَیْہِ اِلٰی جارہ ہ ضمیر واحد مجرور متصل کا مرجع یوسف ہیں اَخَاہُ اسمائے ستہ مکبرہ سے ہے بحالت زبر۔ مفعول بہ ہے اٰوٰی فعل کا۔ قَالَ فعل کا فاعل ہُوَ ضمیر۔ مراد یوسف ہیں۔ اِنِّیْ۔ اِنَّ حرف تحقیق متصل ہے اپنے اسم یاء متکلم سے بکسر ہمزہ ہے بوجہ مقولہ ہونے کے۔ اَنَا ضمیر منفصل متکلم واحد صرف تاکید یاء متکلم کے لیئے

اَخُوکَ بحالتِ رفع ہے بوجہ خبرِ اِنَّ کے۔ کَ ضمیر واحد حاضر کا مرجع بنیامین ہے۔ فَلَا تَبْتَئِسْ۔ فَ
تعقیبیہ۔ لَا تَبْتَئِسْ فعل نہی واحد مذکر حاضر کا صیغہ۔ بُؤْسٌ سے بنا ہے۔ مہموز العین افعال ذم سے ہے
باب افتعال سے ہے۔ بمعنیٰ غم کرنا۔ برا سمجھنا۔ پریشان ہونا۔ یہاں پہلے معنیٰ مناسب ہیں۔ بِمَا بَ جارّہ بمعنیٰ
سبب مَا موصولہ اگلا کلام اُس کا صلہ ہے۔ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ماضی استمراری بصیغہ جمع مذکر غائب۔ اس
کا فاعل ضمیر جمع غائب ھُمْ پوشیدہ کا مرجع برادران یوسف ہیں۔ ملاوہ بنیامین کے فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ
السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ فَ تعقیبیہ بمعنیٰ ثُمَّ لَمَّا ظرفیہ زمانیہ
جَهَّزَ فعل مضارع معروف بصیغہ واحد غائب باب تفعیل سے ہے اس کا فاعل حضرت یوسف یعنی اُن کے حکم سے
ھُمْ ضمیر کا مرجع سب برادران یوسف بِجَهَازِهِمْ بَ جارّہ برائے مفعولیت جَهَاز بمعنیٰ متعلق سامان یہاں مراد ہے
ھِمْ کا مرجع سب بھائی۔ جَعَلَ فعل ماضی ظاہراً فاعل یوسف ہیں کہ اُن کے مشورے یا حکم سے ڈالا گیا۔ جَعْلٌ کا معنیٰ
ہے بنانا۔ رکھنا۔ ڈالنا۔ یہاں دوسرے دونوں معنیٰ درست ہیں۔ اَلسِّقَايَةَ مصدر ہے بروزن فِعَالَةٌ جیسے
اِفَادَۃٌ۔ اِشَارَہ وغیرہ۔ یہاں بمعنیٰ اسم آلہ ہے یعنی پانی پینے کا پیالہ۔ الف لام عہد ذہنی جس سے ثابت ہوا کہ پہلے
کبھی پانی پینے کا برتن رہا ہوگا یا پینے والے برتن کی ہمشکل ہونے کی وجہ سے اس کو سقایہ کہا گیا۔ فِیْ ظرفیہ حرف جر
اپنے ہی معنیٰ میں مستعمل ہے رَحْل سفری سامان۔ رَحْلٌ سے بنا ہے لغوی معنیٰ سفر کرنا اسی لیے مرنے کو رحلت کہا
کہتے ہیں۔ رحل ر کے زبر سے اصل معنیٰ لکڑی کا وہ پالان جو اونٹ پر رکھا جاتا ہے سفر پر جاتے وقت اسی معنیٰ میں
قرآن پاک رکھنے والی لکڑی کی ڈھولی کو رحل کہہ دیتے ہیں بوجہ ہمشکل ہونے کے۔ مجازی معنیٰ میں سامان سفر کو
کہہ دیا جاتا ہے رَحْلٌ سے یہاں یہ ہی مراد ہے۔ اَخِیْهِ بحالت جر مضاف الیہ ہے ہٖ کا مرجع یوسف ہیں۔ ثُمَّ حرف
عطف برائے تراخی یعنی کافی دیر بعد اَذَّنَ۔ اَذَانٌ سے فعل ماضی باب تفعیل کا۔ اس کا چار معنیٰ۔ اذان دینا۔ اعلان
کرنا۔ شور مچانا۔ پکارنا۔ یہاں یہ ہی معنیٰ مراد ہیں۔ اس کا فاعل مُؤَذِّنٌ تَاذِیْنٌ کا اسم فاعل ہے
اَیَّتُهَا۔ اَیُّ حرف ندا کا مؤنث ہے ھَا حرف تنبیہ ہے جو لگے اسم معرف باللام کے ساتھ ملانے کے لیے آیا۔
اَلْعِیْرُ الف لام عہد خارجی عیر چھوٹا قافلہ ایک گھر یا ایک شہر یا ایک خاندان کے چند مسافر جانوروں پر سفر کرنے والے
مسافروں کو عیر کہتے ہیں۔ مثلاً گدھوں۔ گھوڑوں خچروں اونٹوں پر۔ لیکن لفظ قافلہ ہر طرح کے باہمی مسافروں کو کہہ
دیتے ہیں بحری۔ بری۔ ہوائی۔ اِنَّ حرف تحقیق مُشَبَّہ بِالْفِعْلِ یہ جملہ علیحدہ ہے یعنی شروع کلام میں ہے
کُمْ ضمیر اسم اِنَّ مراد سب بھائی ہیں۔ لَسَارِقُوْنَ لام تحقیق کا ہے۔ سَارِقُوْنَ جمع سَارِقٌ کی ہے۔ سَرِقٌ
کا اسم فاعل ہے باب ضَرَبَ سے ہے۔ سَرِقٌ بمعنیٰ محفوظ قیمتی مال چھپا لینا بلا اجازت مالک اسی کو اردو میں
چوری کہتے ہیں قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُوْنَ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَ

قَالُوْا ۔ فعل ماضی جمع غائب کا صیغہ قولی جواب ہے برادران یوسف کا ۔ وَ حالیہ اَقْبَلُوْا ۔ فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب قُبُلٌ سے مشتق ہے باب افعال سے ہے متعدی بیک مفعول ۔ بمعنیٰ سامنے لانا یہاں مراد ہے خود کو سامنے لانے عَلٰی مقابلے کے لیے ہِمْ ضمیر مجرور جمع کا مرجع وہ درباری خدام جو غلہ ناپ کر دیتے تھے ۔ مَاذَا یہ سب جملہ مقولہ ہے قَالُوْا کا ۔ مَا استفہامیہ (سوالیہ) مبتدا ہے اور ذَا اسم موصولہ اپنے صلہ کے ساتھ خبر ہے اس مبتدا کی ۔ تَفْقِدُوْنَ فعل مضارع بصیغہ جمع مذکر ۔ اس کا فاعل وہی خدام جو منادی اور متکلم ہیں ۔ فَقْدٌ کے لغوی معنیٰ ہے کسی چیز کا اس طرح غائب ہونا کہ نہ کوئی محسوس کر سکے نہ جگہ کا پتہ لگ سکے ۔ قَالُوْا جوابی جملہ قول ہے خدام کا ۔ نَفْقِدُ مقولہ ہے ۔ فعل مضارع معروف بصیغہ جمع متکلم باب ضرب سے ہے متعدی صُوَاعٌ بمعنیٰ پیمانہ ناپنے کا ۔ مصدر ہے بمعنیٰ ظرف مکان ۔ حرف و حرکات کے اعتبار سے اس کو چھ طرح پڑھا گیا ہے ۔ صُوَعٌ ۔ صُوَاعٌ ۔ صِوَاعٌ ۔ صَاعٌ ۔ صَوْعٌ ۔ صُوْعٌ ۔ مگر صُوَاعٌ مشہور قرأت ہے مضاف اَلْمَلِكِ ۔ مراد شاہ مصر جس کی یہ ملکیت تھا ۔ واؤ قسمیہ یا عاطفہ ۔ پہلی صورت میں لفظ اللہ پوشیدہ اور دوسری صورت میں واؤ کے بعد ۔ وَجَبَ یا لَزِمَ یا ثَبَتَ یا وعدہ پوشیدہ ہے لِمَنْ لام جارہ متعلق ہے پوشیدہ فعل کے مَنْ اسم موصول واحد ذوی العقول کے لیے آتا ہے اس کا صلہ جَاءَ ، جملہ ہے جَاءَ فعل ماضی بمعنیٰ مستقبل ہے ۔ مَنْ موصول کی وجہ سے مَجِیْءٌ یا جَیْءٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنیٰ حقیقۃً آنا ۔ نہ کہ فقط حکماً آنا ۔ یا ارادۃً آنا اس کے لیے اِتْیَانٌ مستعمل ہے ۔ جب جَاءَ کے بعد اسی کے متعلق ہو کر بِ جارہ آ جائے تو یہ متعدی ہو جاتا ہے بمعنیٰ لانا ۔ یہاں اسی طرح ہے ۔ بِهٖ ۔ بِ مفعولیت کی بیانیہ ہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع پیالہ حِمْلُ مضاف ہے بمعنیٰ بوجھ مراد ہے بوری گندم جو ایک اونٹ اٹھا سکے ۔ فاعل ہے بَعِیْرٍ پوشیدہ کا بَعِیْرٍ ۔ بَعْرٌ سے مشتق ہے بروزن فعیل جوان طاقت اور تندرستی والے اونٹ کو کہتے ہیں وَ حالیہ یا قسمیہ ۔ دوسری صورت میں لفظ اللہ پوشیدہ ہے ۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم مرفوع منفصل مبتدا ہے بِهٖ بِ جارہ متعلق مقدم ہے زَعِیْمٌ کے ہ ضمیر سے مراد حِمْلٌ ہے ۔ زَعِیْمٌ ۔ زَعْمٌ سے مشتق مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ بروزن فَعِیْلٌ ۔ بمعنیٰ زور سے بول کر کسی چیز کا دعویٰ کرنے والا ۔ یا زَعَامَةٌ مصدر بروزن کَفَالَۃٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنیٰ کفالت یا ذمہ داری لینے والا ۔ یہاں دونوں معنیٰ بن سکتے ہیں ۔

تفسیر عالمانہ

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ جب یہ دس بھائی بنیامین وغیرہ بازاروں سڑکوں سے گزرتے ہوئے دربار یوسفی میں پہنچے اور دربانوں نے پوچھ تاچھ کر کے کون ہو کہاں سے آئے ہو ۔ حضرت یوسف کو مطلع کیا اور حضرت یوسف نے ان کو اپنے پاس بلایا تو پہلے ان کو رہائش کے لیے کمرے عطا کیے اور حکم دیا

کہ ایک لڑنے میں فلاں شخص رہیں۔ اور خود حضرت یوسف نے ہی چناؤ کیا ایک قول ہے کہ بھائیوں نے بن میں شمعون بھی شامل ہو گئے تھے خود ہی اپنے آپ کو کمروں کے لیے چنا تو بنیامین اکیلے رہ گئے اور رونے لگ گئے حضرت یوسف نے پوچھا کیوں روتے ہو تو عرض کیا کہ ہم بھی دو بھائی تھے ایک میرا بہت ہی پیارا حسین و جمیل نیک طیب طاہر بھولا بھالا بھائی تھا جن کو یہ بھائی جنگل میں لے گئے تھے اور شام کو خون آلود کرتہ لا کر کہا تھا کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا اگر آج وہ ہوتا تو میں بھی اکیلا نہ ہوتا مجھے میرا بھائی ہر وقت یاد آتا ہے حضرت بنیامین اتنا روئے کہ بیہوش ہو گئے گلاب چھڑک کر ہوش میں لایا گیا تو حضرت یوسف نے فرمایا اچھا تم میرے ساتھ رہو گے پھر خلوت میں کچھ باتیں ہوئیں یہی مطلب ہے فرمان مقدس کا کہ اور جب سب داخل ہوئے یوسف کے دربار میں تو یوسف نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس جگہ دی۔ مصری اکرتین دفعہ حضرت بنیامین بہت روئے۔ پہلی بار جب دروازہ مصر میں داخل ہونے لگے تو شام کا وقت تھا اور باقی دوسرے بھائی تین تین ہو کر دوسرے دروازوں کی طرف چل پڑے بنیامین اکیلے اجنبی شام کا اداس وقت تن تنہا اس وقت بھائی یوسف کو یاد کر کے روئے کہ اگر میرا بھائی یوسف ہوتا تو مجھ کو اس طرح اکیلا نہ چھوڑتا مفسرین فرماتے ہیں کہ یہیں حضرت یوسف کی ملاقات تنہائی میں ہو گئی تھی کیونکہ یہ دروازہ محل شاہی کے قریب تھا اور حضرت یوسف اس طرف آئے ہوئے تھے کہ اتفاقی ملاقات ہوئی جس کی غیبی خبر کا اشارہ حضرت یعقوب پہلے فرما چکے تھے۔ اسی مقصد یعقوبی کا ذکر رب تعالیٰ نے اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ (الخ) اور لَذُوْ عِلْمٍ کہہ کر فرمایا۔ دوسری بار یہ کمروں کی تقسیم کے وقت۔ اس وقت حضرت یوسف نے یہ بھی پوچھا کہ اے بنیامین تمہاری شادی ہو چکی ہے عرض کیا ہاں اور تین لڑکے سات لڑکیاں ہیں۔ انہیں نے اپنے بیٹوں کے نام اپنے بھائی کے واقعے کے مطابق رکھے ہیں۔ ایک کا لقب ذئب رکھا ہے۔ کیونکہ کہا گیا تھا ذئب نے کھایا ہے ایک کا لقب دم رکھا ہے کیونکہ دم یعنی خون ہی قمیص لگا کر لائے تھے تیسرے کا نام یوسف ہے۔ یہ سن کر حضرت یوسف بھی رونے لگ گئے اور دل میں سوچنے لگے کہ جب بھائی کو اتنا غم ہے تو والد محترم کو کتنا غم ہوگا۔ تیسری بار۔ پہلی دفعہ سب بھائی کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک ایک پلیٹ میں دو۔ دو آدمی کھانے کا اہتمام تھا یہ دس بھائی دو دو ہو گئے اور یہاں بھی بنیامین اکیلے رہ گئے تو رو پڑے حضرت یوسف نے کہا اے بنیامین کیوں روتے ہو عرض کیا کاش آج یوسف ہوتے تو میں اکیلا نہ رہتا۔ حضرت یوسف پاس آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا مجھے تیرا بار بار غمزدہ ہونا اور رونا نہیں دیکھا جاتا اگر میں تیرا بھائی بن جاؤں تو کیسا ہے۔ عرض کیا آپ کے بھائی بننے پر کس کو ناز نہ ہوگا مگر یعقوب کی ولدیت اور راحیل کا لخت جگر ہونا تو آپ کو میسر نہیں اس کے بعد حضرت یوسف نے ساتھ کھانا شروع کیا یہ وقت تھا جب حضرت یوسف بنیامین کے بہت قریب ہوئے۔ اب بنیامین نے جب غور سے دیکھا تو دیکھتے ہی چلے گئے حضرت یوسف نے فرمایا اے بنیامین کھانا کھاؤ مجھ کو کیا دیکھے جا رہے

ہو۔ عرض کیا اے عزیز مصر اے بادشاہ۔ اے محسن مجھے آپ کا چہرہ اپنے بھائی یوسف سے کچھ ملتا جلتا نظر آتا ہے اس لیے جی بھر کے یہ چہرہ دیکھ لینے دیجئے۔ حضرت یوسف تڑپ گئے مگر ضبط کیا اور فرمایا اے بنیامین کھانا کھاؤ۔ کھانے کے بعد آپ نے نہایت آہستہ سے دعا مانگی کہ الٰہی ان دکھوں اور غموں والی جدائیوں کو ختم فرما دے۔ روایت ہے کہ پھر ربی القا ہوا کہ اے یوسف صابروں کے سردار تمہاری دعا قبول ہے جدائی ختم اب اپنا آپ صرف اپنے بھائی پر ظاہر کرو اور کسی کو ابھی نہ بتانا۔ تب آپ نے فرمایا۔ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْكَ (الخ) اے بنیامین اب غمزدہ مت ہونا دیکھ میں ہی تیرا بھائی یوسف ہوں۔ بھائیوں نے جو ظلم کیے اس کا غم نہ کرنا۔ اللہ اکبر کبیرا۔ کیا وہ وقت ہوگا اور اس خبر عظیم سے بنیامین کے دل پر کیسی شادمانی چھائی ہوگی اس کو قلم لکھنے سے عاجز ہے صاحب درد ہی جانتا ہے کہ جب درد کا درماں ہو جائے اور مشکل کا مشکل کشا آجائے ہجر کے بعد وصل مل جائے تو پھر کیفیت کیا ہوتی ہے بس اس اچانک خوشخبری سے بنیامین پر نیم غشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو بنیامین نے عرض کیا اب تو میں تم سے جدا نہ ہوں گا۔ کیونکہ مجھے ان سے یہ خطرہ ہے کہ جب آپ سے والد محترم نے محبت کی تو انہوں نے آپ کو نقصان پہنچایا اب آپ نے کل سے مجھ پر مہربانی فرمائی ہے جس کو یہ بھائی دیکھ رہے ہیں ہو سکتا ہے ان کو پھر حسد لگ جائے اور یہ مجھ پر بھی راستے میں ظلم کریں (کبیر) مگر آپ نے فرمایا اے بنیامین تم اس کا غم نہ کرو جو یہ پہلے کرتے رہے اور ابھی اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کرنا اس کا ابھی وقت نہیں آیا میں تم کو ابھی روک نہیں سکتا ورنہ کوئی وجہ بتانی پڑے گی اور راز فاش ہونے کا اندیشہ ہے۔ ہاں اللہ رب العزت مسبب الاسباب ہے۔ اس وقت حضرت یوسف کی عمر اکتالیس ۴۱ سال تھی بنیامین کی تقریباً ۳۷ سال آپ چار سال تقریباً چھوٹے تھے جدائی کے وقت حضرت یوسف گیارہ سال بنیامین سات سال کے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ

حسب قانون دو یا تین دن رکھ کر پھر جب سامان (غلہ کی بوریاں) ان کے لیے تیار کیا گیا تو ڈال دیا قدرت الٰہیہ نے یا ڈال دیا بھولے سے ناپنے والے ملازم نے یا ڈال دیا خود حضرت یوسف نے بنیامین سے طے شدہ پروگرام کے مطابق یا ڈال دیا بنیامین نے ہی اسی پروگرام کے مطابق آخری بوری یوسف کے بھائی کے غلہ میں۔ بادشاہی گلاس جو اسی ناپنے کے لیے بہت بڑا مضبوط اور قیمتی خوبصورت جڑوایا گیا تھا اس پر شاہی مہر بھی لگی ہوئی تھی ایک صاع گندم اس میں آتی تھی یعنی ساڑھے چار سیر آج کل کے تقریباً چار کلوگرام۔ پینے والے گلاس کی شکل کا تھا اس لیے اس کو سقایہ کہا جاتا تھا اس میں اور بھی قول ہیں مگر یہ ہی معتبر ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے پہلے بادشاہ پانی پیا کرتا تھا پھر ان قحط کے ہنگامی دنوں میں ادھر استعمال ہونے لگا مگر یہ اس لیے نہیں جچتا غلط ہے اتنا بڑا گلاس انسانی پینے کے لیے نہیں یہ تو پوری بالٹی برابر تھا بالٹی سے کون پیتا ہے۔ بعض نے کہا یہ جانوروں کو پلانے کے لیے تھا پھر ناپنے کے لیے

استعمال ہونے لگا۔ مگر یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ جانوروں کا برتن خوبصورت اور قیمتی نہیں ہوتا اور پھر گم ہونے پر اتنا ڈھونڈھا بھی نہ جاتا نہ عملے کو پریشانی ہوتی۔ لیکن یہ پیالہ رکھا کس نے اس میں مفسرین کے مندرجہ بالا چار قول ہیں لیکن بہرحال کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور برادرانِ یوسف کا قافلہ مع دیگر لوگ اس ملنے کے اہل قافلہ کے ساتھ چل پڑا۔ اور کارندے دوسرے خریداروں سے بات چیت لین دین میں مشغول ہوگئے جب دوسروں کو ناپ کر دینے کا وقت آیا تو وہ گلاس پیالہ ڈھونڈے سے نہ ملا تب اس شاہی پیمانے اور عزیز مصر کے خوف سے کارندے دوڑ پڑے کہ ہو نہ ہو یہی لوگ خوبصورت اور قیمتی ہیروں یا موتیوں جڑا گلاس چرا کر چھپا کرلے گئے پھر قریب پہنچ کر آواز دی ایک آواز دینے والے نے جو اُس عملے کا ذمہ دار افسر تھا۔ اے اونٹوں کے قافلے والو بیشک تم ہی چور ہو۔ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۔ بولے وہ سب قافلے والے اور پہلے متوجہ ہوئے سب قافلے والے اُن اعلان اور آواز دینے والے شخص اور اُس کے ساتھیوں کی طرف۔ بولے یہ کہ کیا گم پاتے ہو تم۔ یا کو یہ قول سب قافلے والوں کا ہے یا صرف برادران یوسف کا ہے کیونکہ آخری غلہ انہی کا ناپا گیا تھا اور کارندے انہی کی طرف قریب بھی تھے اور انہی کی طرف توجہ اور مخاطب تھے۔ صحیح یہ ہے کہ پہلے متوجہ ہوئے پھر بولے۔ اور متوجہ تو سب ہوئے مگر بولے صرف بھائی۔ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۔ وہ سب کارندے جو پیالہ گم ہو جانے کی وجہ سے عزیز مصر کے خوف سے انتہائی پریشان تھے بولے ہم بادشاہ کا صاع گم پاتے ہیں اب ہم کس سے ناپ کر دیں گے اور قیمتی بھی بہت زیادہ ہے تم ہی لوگ آخر میں آئے ہو مہربانوں دوستو اگر تم میں سے کوئی وہ گلاس ہم کو خود بخود دیدے تو انعام میں ایک غلہ اونٹ اس کو دیا جائے گا۔ اور پہلا اعلان کرنے والا افسر بولا یہ انعام دلوانا میری ذمے داری ہے خواہ مجھ کو اپنے پاس سے خرید کر دینا پڑے میں معتبر اور ذمہ دار افسر ہوں۔

ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

فائدے

پہلا فائدہ۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ اپنی نیکی دوسرے کا گناہ بھول جانا چاہیئے وہ سبق اور فائدہ آیت میں فلا تبتئس دو۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ کسی گروہ یا جماعت میں سے کسی ایسے شخص کو جس میں کچھ خصوصی صفات ہوں اہمیت دینا چاہیئے اور اُس لائق قدر اور قابل عزت شخص کو خصوصی مراعات سے نوازنا بہتر ہے اسی طرح کسی کو مہمان خصوصی بنانا بھی جائز ہے اس میں کسی شخص کی حق تلفی نہیں ہوتی۔ یہ فائدہ آوی الیہ سے حاصل ہوا کہ حضرت یوسف نے شاندار میزبانی تو سب کی کی مگر بنیامین کو خاص اپنے پاس جگہ دینا بہت سی ظاہر و باطنی وجود کی بنا پر تھا اس خصوصی عزت افزائی کا حکم احادیث پاک میں بھی آیا ہے دیکھو ہماری کتاب محفل میلاد۔ وہ جو حدیث پاک میں آتا ہے لوگوں میں سے کسی

کو خاص اہمیت مت دو یا مین وہ سلوں ساتھیوں میں سے علیحدہ ہو کر کوئی خفیہ گفتگو نہ کریں۔ یا قاضی مقدمے والوں میں سے کسی سے علیحدہ بات نہ کرے وہ اس کے خلاف نہیں لہٰذا علما یا مشائخ کی خصوصی عزت کرنا چاہیے۔ گروہ کے دوسرے ساتھیوں کو حسد یا ناراضگی نہیں کرنی چاہیے۔ **تیسرا فائدہ۔** اگر کسی نیک انسان کو تہمت لگ جائے یا لگنے والی ہو تو اُس کو نہایت تحمل بردباری اور غور و فکر سے اُس کے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ایسے موقع پر جوش و جذبہ یا غصہ کرنا نقصان دہ ہے یہ فائدہ قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت سے فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ۔** کسی شخص کے ذاتی فائدے کے لیے اُس کی اجازت سے اُس پر کسی جرم کی بناوٹی تہمت لگانا شرعاً جائز ہے۔ یہ مسئلہ جمل کی مشہور تفسیر سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ کسی جرم کے ظاہر ہونے پر شک کی بنا پر مشکوک آدمی کو مجرم کہہ دینا شریعت اسلامیہ میں جائز ہے یہ مسئلہ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ سے مستنبط ہوا۔ ورنہ حضرت یوسف اِن کہنے والے کو سزا دیتے کیونکہ سب تو چور ثابت نہ ہو سکے تھے۔ **تیسرا مسئلہ۔** کسی چیز کے لینے کے لیے انعام کی شرط لگانا۔ اور انعام کا ضامن ذمہ دار بننا جائز ہے اور فقط زعیم یا ذمہ دار یا ضامن ہوں کہہ دینا شرعاً ذمہ دار بنا دیتا ہے اور اس پر ذمہ داری واجب ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ سے مستنبط ہوا۔ ضمانت اور شرط کے پورے مسائل ہدایہ اور دیگر کتب فقہ میں دیکھو۔ اسی طرح جنگ جہاد کے موقع پر انعامات یا تمغوں کا اعلان کا جواز بھی اسی آیت سے مستنبط ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض۔** تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت یوسف نے پیالہ چھپایا یہ کام فریب ہے جو شان نبوت کے خلاف ہے۔

جواب۔ جمل کی چند تفسیریں ہیں ایک یہ بھی ہے جو معترض نے بیان کی اگر اس تفسیر کو تسلیم کیا جائے تب یہ اعتراض پڑتا ہے اور جواب یہ ہے کہ فریب وہ ہوتا ہے جس کا خاص کر فریب خوردہ کو پتہ نہ ہو۔ مگر یہاں جس کو اس کام کا نقصان ہونا ہے اس کو پتہ ہے اُس کی مرضی سے ہو رہا ہے لہٰذا جائز ہے

دوسرا اعتراض۔ تفاسیر میں ہے کہ حضرت یوسف کے حکم سے افسر نے آواز دی کہ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ۔ تم چور ہو۔ یہ جھوٹا بہتان۔ تہمت اور بیگناہوں کو ستانا ہے جو سراسر ظلم ہے۔

جواب۔ امام ابن ابی بکر رازی نے اس کے تین جواب دیے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ سب کام حیلہ شرعی ہے اور جائز ہے۔ جیسے ایوب علیہ السلام کے لیے ان کی بیوی کے سو کوڑوں کی قسم پوری کرنے کے لیے رب تعالیٰ نے جھاڑو مار دینے کا حکم دیا۔ اور حضرت ابراہیم کا اپنی بیوی کو بہن کہہ دینا۔ اسی طرح شریعت اسلامیہ میں کسی کو بچانے کے لیے

یا خود بچے کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے دوسرا جواب یہ کہ یہ کام اعلانچی نے خود کیا حضرت یوسف نے اس کا حکم نہ دیا تھا تیسرا جواب یہ کہ حضرت یوسف نے اُن کے سابقہ ظلموں کی مشابہت دیتے ہوئے یہ لَسٰرِقُوْنَ کا لفظ توریہ کہلوایا۔ یعنی تمہارے تمام کام چوروں جیسے ظالمانہ ہیں۔ ہم نے اپنی تفسیر میں اس جملے کو سوالیہ انشائیہ بنایا ہے تب کوئی اعتراض نہیں پڑتا تیسرا اعتراض۔ جب پہلے کہہ دیا گیا تم چور ہو پھر انعام دینے کی ضمانت دینا کیا حیثیت رکھتا ہے چور کو انعام دینا درست نہیں ہے۔ جواب۔ قانونِ شریعت کے مطابق جب تک مقدمہ عدالت میں نہ جائے مجرم کو بچانا اس سے مال نکلوانا یا اقرارِ جرم کے لیے کوئی لالچ دینا جائز ہے اور چھوڑ دینا جائز ہے۔ نیز کارندوں کو ابھی تو معلوم تھا نہیں کہ یہ چور ہیں یا نہیں ان کا مقصد مال برآمد کرنا اور جلدی ملنا تھا اس لیے فوراً یہ کہا گیا کہ دیکھو اگر ہماری تفتیش کے بغیر ہی تم دیدہ و پتہ بتا دو تو ہمارا بھی وقت بچے گا پریشانی دور ہوگی اور تمہاری بھی عزت رہے گی اس کے لیے تم کو انعام بھی دیں گے۔ گویا وہ ہماری نظروں میں چور ہی نہ ہوگا۔ آج بھی مجرموں میں سے کچھ کو وعدہ معاف گواہ بنالیا جاتا ہے اس کی شرعی اصل یہی آیت ہے اس سے مجرم کا آسانی اور جلدی سے پتہ لگ جاتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّىْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

ہزاروں محنتوں مشقتوں ریاضتوں مجاہدوں کے بعد پھر کبھی مردانِ راہِ خدا پر وہ وقت آتا ہے کہ حجابِ ازلی ٹوٹتا ہے اور پردۂ فراق اٹھتا ہے۔ غربتِ فراق کے بعد جب بارگاہِ وصل میں داخلہ نصیب ہوتا ہے تو خوش نصیب کو پہلی دفعہ ہی باریابی نصیب ہو جاتی ہے۔ آسرا و ذات کا یہی اشارہ ہے۔ دنیا میں بھائی بنانے والا باپ ہوتا ہے اور بھائی بننے والے اولاد ہوتے ہیں مگر راہِ سلوک میں بھائی بنانے والا مرشدِ کامل اور بھائی بننے والے مریدین اور طالبانِ حق ہیں۔ دنیا کی برادری نسب سے ہے عقبیٰ کی برادری حسب سے ہے علماءِ شریعت فرماتے ہیں کہ ایک نطفے کی اولاد بھائی ہے۔ صوفیا فرماتے ایک مشرب کی مخلوق بھائی ہے۔ محافلِ دنیا میں نسبی بھائی کو متاعِ شرافت دیا جاتا ہے مگر مجلسِ طریقت و حقیقت میں دروازۂ معرفت والے کو بھائی بنایا اور اپنے قربِ خاص میں جگہ دی جاتی۔ عالمِ ناسوت کی جان پہچان تو میت اور رنگ ڈھنگ تشکل و شباہت ہے مگر عالمِ لاہوت کی جان پہچان عشق و جذباتِ الفتِ ایمان۔ محبتِ عبادات و مجاہدات سے ہے وہاں تو تعلقِ الٰہی دیکھا جاتا ہے۔ خلوصِ نیت کو اَنَا اَخُوْكَ کا تمغہ اور لقب دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اے مردانِ راہِ خدا دنیوی رشتوں کے جڑنے ٹوٹنے کی پرواہ نہ کرو اُس رشتۂ قدسی کی فکر کرو جو ابدی ہے جس کو فَلَا تَبْتَئِسْ کی قوت ہے۔ جس کو کبھی فنا کا غم نہیں۔ جس کو قلبِ رحمانی عرشِ یزدانی کا رشتۂ اخوت مل گیا پھر اُس کو اہلِ دنیا کی طرف سے مصائب و تکلیف حسد و بغض کا خیال تک نہیں رہتا۔ گہوارۂ محبوب کی ایسی میٹھی نیند ہے کہ سامنے

فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا

میں زمین اور نہیں تھے ہم کبھی چور۔ بولے درباری تو کیا ہو

آئے اور نہ ہم چور۔ بولے پھر کیا

جَزَآؤُهٗ إِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ

بدلہ اس کا اگر ہو تم جھوٹے۔ بولے بھائی بدلہ اس کا

سزا ہے اُس کی اگر تم جھوٹے ہو۔ بولے اس کی سزا یہ ہے

مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۭ كَذٰلِكَ

وہی شخص ہے پایا جائے سامان میں بوری جس کی تو وہ بدلہ ہے اُس کا۔ اسی طرح

کہ جس کے اسباب میں ملے وہی اُس کے بدلے میں غلام بنے ہمارے

نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ

بدلہ دیتے ہیں ہم ظالموں کو۔ تو درباری لے تلاشی کیا تھیلا سامان اُن کے

یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔ تو اول اُن کی خورجیوں سے

قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ

پہلے سامان بھائی اُس کے پھر نکال لیا اُس کو سے

تلاشی شروع کی اپنے بھائی کی خورجی سے

وِّعَآءِ اَخِيْهِ ۭ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ مَا كَانَ

سامان بھائی اُس کے اسی طرح تدبیر بنائی ہم نے کیلئے یوسف کے نہیں تھے

پہلے پھر اُسے اپنے بھائی کی خورجی سے نکال لیا ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی بادشاہی

لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِىْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ

کر لے بھتے بھائی کو اپنے میں دین بادشاہ مگر یہ کہ چاہتا ہو

قانون میں اسے نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ

اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ

اللہ ۔ بلند کرتے ہیں ہم بہت درجے جس کو چاہیں ہم اور اوپر ہر

خدا چاہے ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر

ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝۷۶

والے علم کے ایک بے حد علم والا ہے

علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے **پہلا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں جس طریقے کا ابتدائی ذکر ہوا تھا ان آیات میں اسی کے نتیجے کا ذکر ہے. **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں ذکر تھا کہ بنیامین کو بھیجتے وقت حضرت یعقوب نے ان ہی اپنے بیٹوں سے پکا وعدہ واپس لانے کا لیا تھا جس کی بنا پر وہ بنیامین کو واپس لانے پر شرعی طور پر مجبور تھے اب ان آیت میں حضرت یوسف کی اس قانونی اور شرعی گفتگو کا ذکر ہے جس میں حضرت یوسف نے ان بھائیوں سے پوچھا جس کی بنا پر وہ بھائی بنیامین کو چھوڑنے پر شرعاً مجبور تھے

تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیات میں حضرت یوسف کے بنیامین کو روکنے کا ایک انوکھا طریقہ مذکور تھا پتہ لگتا تھا کہ یہ طریقہ خود حضرت یوسف کی سوچ بچار کا نتیجہ ہے ۔ مگر ان آیات میں بتایا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعے بتایا گیا: **تفسیر نحوی** وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّىْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ **قالوا فعل** ماضی بصیغہ مذکر غائب قول ہے برادرانِ یوسف کا اس کا فاعل ھُمْ ضمیر مستتر الف آخری تعظیم کے لیے ہے باب نصر سے ہے تاللہ ۔ تَ یہ نحاتِ بصرہ کے نزدیک اصل حرفِ قسم مرف واو ہے ۔ بَ اور تَ اس کے

بدلے ہوئے ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ تینوں حرف اپنی جگہ مستقل حروفِ قسم ہیں یہ قسم تعجب کیلئے ہے تمام حروفِ
قسم جارہ ہوتے ہیں۔ لفظِ اللہ اس کا مجرور ہے لَقَدْ عَلِمْتُمْ لام تاکید قسم کے لیے ہے قَدْ عَلِمْتُمْ ماضی
قریب ہے۔ یعنی اے درباریو تم نے ہماری آمد و رفت سے ابھی ابھی جان ہی لیا ہے۔ مَا جِئْنَا۔ فعل ماضی مطلق
منفی بصیغہ جمع متکلم فاعل برادران یوسف یہ سب عبارت جواب قسم ہو کر مقولہ ہے قَالُوْا کا عَلِمْتُمْ کا
مفعول بہ ہے لِنُفْسِدَ لام بیعہ۔ فی ظرفیہ بمعنی علی الْاَرْضِ بمعنی تمام روئے زمین اپنے اصل معنے میں ہے
الف لام جنسی ہے۔ وَمَا كُنَّا۔ واؤ عاطفہ كُنَّا فعل ناقص اس کا اسم نا ضمیر متکلم مرفوع مستتر یہ فعل ماضی مطلق اور نُفْسِدَ
معطوف علیہ بمعنی مستقبل۔ فَسَدٌ سے بنا ہے۔ بمعنی بگاڑنا۔ پریشان کرنا۔ کسی کو اس کی مفید جگہ سے اٹھانا۔
دکھ دینا۔ یہاں آخری معنی مناسب ہیں۔ سَارِقِيْنَ۔ جمع ہے سارق کی۔ سَرَقٌ سے بنا ہے۔ بمعنی چوری کرنا۔
غافل کرنا۔ کمزور ہونا چھپنا (المنجد بیطل) یہاں پہلے معنی مراد ہیں اور وہی زیادہ مشہور و مستعمل ہیں۔ شریعت میں کسی کا
کی مزری یا قیمتی چیز کو حفاظت کے اندر سے بغیر رضا مالک لے جانا سرق ہے۔ یہ اسم فاعل ہے بصیغہ جمع
نسبت تمام برادران یوسف کی طرف۔ ترکیب میں خبر ہے كُنَّا فعل کی بحالت زبر ہے۔ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ
كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ قَالُوْا کا فاعل اہل دربار خدام ہیں یہ گفتگو جاتا ہے۔ فَمَا: ف تعقیبیہ ما سوالیہ یہاں ایک فعل
يُجْزٰى يا يُبْدَلُ يا يَكُوْنُ تامہ پوشیدہ ہے۔ جَزَآؤُهٗ اس کا فاعل ہے۔ ہ ضمیر غائب مجرور متصل کا
مرجع سارق یا یہ تم لوگوں کا مجرم۔ یہ عبارت جزاء مقدم ہے اِنْ حرفِ شرط كُنْتُمْ۔ فعل ناقص۔ ضمیر جمع پوشیدہ
اَنْتُمْ اس کا اسم كٰذِبِيْنَ جمع ہے كَاذِبٌ کی بحالت زبر ہے کیونکہ خبر ہے فعل ناقص کی قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ
فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ۔ قَالُوْا۔ یہ فعل قول ہے جواب الجواب برادران کا۔
جَزَآؤُهٗ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ مَنْ موصول اپنے پورے صلے سے مل کر خبر ہے مبتدا کی وُجِدَ فعل ماضی مجہول۔
هُوَ ضمیر مستتر نائب فاعل کا مرجع مَنْ ہے فی ظرفیہ اپنے معنی میں ہے۔ فَ سببیہ یعنی اس وجہ سے هُوَ کا مرجع
وہی مَنْ یعنی چور مبتدا ہے جَزَآؤُهٗ اس کی خبر ہے یہ دوسرا جملہ خبریہ شدت کلام کے لیے ہے۔ یعنی بس یہی
اس کی جزا ہے۔ دراصل یہ عبارت تھی فَهُوَ هُوَ۔ یعنی وہ چور خود ہی اپنی جزا ہے۔ یہاں جزا بمعنی سزا ہے۔ اور یہ
الفاظ شدت اور تکرار کی وجہ سے تمہ و کلام سوال و جواب ہو گیا۔ كَذٰلِكَ میں ک حرف تشبیہ ہے مشبہ بہ جزا ہے اسی دلیل سے
بعض نحویوں نے فرمایا کہ پہلا جَزَآؤُهٗ برادران یوسف کا قول ہے اور فَهُوَ جَزَآؤُهٗ خدام کا کلام تائیدی طور پر۔ یعنی
جب بھائیوں نے کہا کہ وہی چور اس چوری کا بدلہ ہے تو خدام دربار نے کہا ہاں واقعی یہی جزا ہے۔ یا گلی سب
عبارت بھی خدام دربار کا مقولہ ہے۔ یہاں قَالُوْا یا قال محذوف پوشیدہ ہے نَجْزِیْ۔ فعل مضارع بصیغہ جمع
متکلم بمعنی ماضی یا بمعنی مستقبل ہے۔ یعنی شرعاً سے دیتے رہتے ہیں یہ سزا اس کو دیں گے یا آئندہ سب ظالمین

کہ یہ ہی سزا دیا کریں گے الظّٰلمین۔ الف لام استغراقی ہے۔ جمع ہے ظالم کی۔ ظلم سے مشتق ہے بمعنی نقصان کرنا
اپنا یا کسی کا فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِیْهِ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ۔ تحقیقیہ بَدَاَ
فعل ماضی بَدَاَ مہموز اللام سے ہے باب فَتَحَ سے بمعنی ظاہر ہونا۔ شروع کرنا۔ تلاش کرنا۔ یہاں تلاش کرنا
مراد ہے۔ فعل اَمَرَ کے یہ بھی دو معنی ہیں آ جاتا ہے یعنی ابتدائی تلاش۔ جیسے کہ اَمُرات کی سیر۔ اَوْعِیَة جمع
ہے وِعَاء کی بمعنی بڑا تھیلا جس میں مسافر کا سارا سامان آ جائے۔ بستر بند کو بھی آج کل کہہ دیتے ہیں۔ یہاں مراد
گندم کی بوریاں ہیں ہم ضمیر کا مرجع سگے بھائی بن یامین کے۔ قَبْلَ ظرف ہے بَدَاَ کا وِعَاءِ اَخِیْهِ پورا
مرکب اضافی مضاف الیہ ہے قَبْلَ کا۔ اَخ اسماء ستہ میں سے ایک ہے بحالتِ جر بوجہ اضافت۔ ہ ضمیر کا مرجع
یوسف ہیں۔ ثُمَّ برائے تراخی یعنی دیر کے بعد۔ اِسْتَخْرَجَ فعل ماضی مطلق باب استفعال متعدی ہے یک
مفعول۔ ھَا ضمیر مونث غائب اس کا مفعول بہ ہے مراد گمشدہ پیالہ ہے کیونکہ صواع مذکر مونث دونوں طرح ہے
بعض نے کہا ھا سے سرقہ ہے۔ مِنْ جارہ ظرفیہ بمعنی فی۔ وِعَاءِ بحالتِ زیر بوجہ مِنْ۔ ایک قرأت میں
اِعَاء ہے۔ مگر اصلیت وِعَاء ہے واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا کیونکہ واؤ پر کسرہ ثقیل ہوتا ہے۔ بعض نحوی اس کو
ضمہ سے وُعَاء پڑھتے ہیں (تفسیر روح البیان)۔ كَذٰلِكَ حرف تشبیہ بمعنی اسی طرح اس کا مشبہ بہ سابقہ کلام
ہے یعنی ارشادِ باری کی کمائی ہے۔ کِدْنَا۔ فعل ماضی مطلق باب ضَرَبَ سے ہے۔ کَیْد اجوف یائی سے بنا ہے۔ معنی دھوکہ
حیلہ۔ تدبیر۔ کوشش۔ مقصد پانا۔ برائی سے بچنے کا طریقہ چلانا۔ کامیابی کی خفیہ تدبیر بتانا۔ یہاں یہ آخری معنی
ہی مراد ہیں۔ اس کا فاعل ضمیر متکلم کا مرجع ذاتِ باری ہے۔ لِیُوْسُفَ۔ لام حرف جر بمعنی مفعولیت یوسف بحالتِ
جر ہے بوجہ لام مگر ظاہراً زبر ہے بوجہ غیر منصرف کیونکہ عجمی علم ہے مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ
اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ تا آخر۔ یہ سب عبارت کِدْنَا کا بیان
ہے۔ کَانَ اسم ہے۔ جب مضارع کے ساتھ آتا ہے تو علامتِ استمراری ہو جاتا ہے اور جب ماضی مطلق کے
ساتھ لگتا ہے تو اس کو بعید بنا دیتا ہے۔ گویا کہ کَانَ اپنی پوری گردان کے ساتھ اسم ہو کر ماضی میں علامت بعید
ہے مضارع میں علامت ماضی استمرار ہے اور علیحدہ اکثر فعل ناقصہ ہے کبھی کبھی فعل تامہ ہے۔ لِیَاْخُذَ۔ لام
کَے ناصب مضارع نے یَاْخُذَ فعل مضارع کو نصب دیا۔ یہ پورا فقرہ دراصل اسی طرح تھا۔ نَہ کَانَ یَاْخُذُ
ماضی استمراری معروف منفی اور لام کَے برائے وضاحت۔ یعنی البتہ نہیں لے سکتا تھا یوسف اپنے بھائی کو۔
مگر اس طرح توڑ کر بیان فرمانے میں مزید شدت سے وضاحت مقصود ہے۔ اَخَاهُ۔ مفعول بہ ہے یَاْخُذَ کا۔ فی
حرف جر ظرفیہ ہے۔ دِیْن۔ سے مراد مذہب اور قانون یا صرف قانون۔ مَلِك۔ بمعنی بادشاہ۔ اِلَّا حرف استثنا ہے
یہاں استثنا منقطع ہے۔ کیونکہ یہ مطلب نہیں اگر اللہ چاہتا تو دینِ ملک سے اخذ ہو جاتا۔ اَنْ۔ حرف ناصب

مضارع ہے اس نے یَشَآءُ فعل مضارع کو زبر دیا شَیْءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مشیت یہاں مضارع بمعنیٰ حال ہے۔ اس کا فاعل ظاہر لفظ اللہ ہے۔ نَرْفَعُ فعل مضارع کلام باری تعالیٰ ہے رَفْعٌ بمعنیٰ بلندی سے مشتق ہے۔ دَرَجٰتٍ۔ جمع ہے درجہ کی بمعنیٰ مرتبہ۔ عزت۔ شان۔ جمع مؤنث سالم ہے۔ بحالت زبر ہے بوجہ مفعول بہٖ۔ نَرْفَعُ متعدی بدو مفعول ہے اس کا مفعول اول دَرَجٰتٍ ہے اور مفعول دوم مَنْ نَّشَآءُ ہے۔ ایک قرأت میں دَرَجٰتِ مضاف ہے مَنْ موصول کا بغیر تنوین کے نَشَآءُ فعل مضارع بصیغہ جمع متکلم مرجع فاعل ذات باری تعالیٰ۔ واؤ عاطفہ یا سببیہ بمعنیٰ اس لیے یا کیونکہ۔ فَوْقَ اسم ظرف بحالت مبنی بر فتح مضاف کُلِّ مضاف الیہ۔ ذِیْ بحالت زیر کُلِّ کا مضاف الیہ۔ اسماء ستہ مکبرہ سے ہے اکیلا نہیں آسکتا اس لیے عِلْمٍ مضاف الیہ سے جڑ کر آیا۔ ایک قرأت میں یہ لفظ عالم ہے اور ذِیْ زائد ہے۔ یہ پوری عبارت خبر مقدم ہے اور عَلِیْمٌ بروزن فَعِیْلٌ کریم رحیم مبالغے کا صیغہ ہے۔ مبتدا مؤخر ہے۔

تفسیر عالمانہ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ۔ یہ سوالیہ تہمت سن کر وہ برادران یوسف بولے اللہ کی قسم کتنا تعجب ہے کہ تم لوگ البتہ بیشک ابھی تک کے ہمارے تمام ظاہری حالات کو جان لیا ہے کہ کسی دفعہ بھی نہیں آئے ہم کہ فساد پھیلاتے ہم زمین میں یہ تو ہماری ظاہری عادتیں اور خصلتیں تم نے آج تک مشاہدہ کیں کہ ہم نے اپنے اونٹوں کے منہ تک باندھ دیئے تھے جب کبھی شہر بستی باغات وغیرہ سے گذرتے ہیں تاکہ ہمارے جانور بھی کسی دکان یا باغ یا کسی کی چھوٹی موٹی کھیتی میں منہ نہ ماریں اور ہماری باطنی حالت یہ ہے کہ ہم کبھی بھی نہ چور ہوئے نہ ہیں نہ ہوں گے۔ تاریخوں میں آیا ہے کہ برادران یوسف نبی زادہ ہونے کی وجہ سے بہت ہی نیک متقی اور عبادت گزار تھے۔ اگرچہ قحط سالی کی وجہ سے عام کھیت ہوتے مگر اونٹ عموماً درختوں پر منہ مارتے ہیں اس لیے انہوں نے تمام اونٹوں کے منہ باندھ دیئے تھے۔ یہ اُن کا انتہائی زہد تھا بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ اسی چکر میں برادران یوسف وہ ساری رقم واپس لے آئے تھے جو پہلے اُن کی بوریوں میں نکلی تھی اسی لیے کہہ رہے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ ہم نہ فسادی ہیں نہ چور ہم نے تمہاری رکھی ہوئی رقم بھی تم کو لاکر واپس کر دی اب بھی تم پر تعجب ہے کہ تم ہم کو چور سمجھ رہے ہو اتنی باتیں بھانپنے کے باوجود قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ۔ بولے۔ ہم نے تمہاری باتیں تو سب سن لیں لیکن یہ بتاؤ کہ اگر تم جھوٹے ثابت ہو گئے اور ہماری تلاشی لینے کے بعد تمہارے سامان میں سے وہ پیالہ نکل آیا تو اس چور کی سزا کیا ہے۔ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ بولے اس چوری کا بدلہ وہی شخص ہے پائی جائے وہ چوری شدہ چیز جس کے سامان میں سے تو وہ چور ہی اس چوری کے جرم کا بدلہ ہے ہم تو اپنے قانون اپنی شریعت میں اسی طرح ظالموں کو مجرموں اور چوروں کو سزا دیتے

ہیں۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام صاحب شریعت رسول مکرم تھے اور آپ کی شریعت میں چور کی سزا چور کو غلام بنانا تھا یعنی جس کی چوری کی ہے عدالت کا فیصلہ یہ ہوتا تھا کہ چور اسی کی غلامی میں ساری زندگی گزارے اور اس کو بیچا بھی جا سکتا تھا گویا کہ غلامیت پورے حقوق کے ساتھ ہوتی تھی روح البیان نے فرمایا کہ ایک سال کی غلامیت ہوتی تھی مگر یہ غلط ہے کیونکہ غلامیت نام ہے ملکیت تامہ کا اور ملکیت متقاضی ہے پورے حقوق کی جس میں بیچنا بھی شامل ہے ایک سال کی غلامیت میں بیچا نہیں جا سکتا اور پھر جس کا مال چوری گیا اس کو کیا فائدہ ہوا الٹا اس کو ایک سال تک کھلانا پلانا رہائش لباس کا خرچہ پڑ گیا مکمل غلامیت میں کم از کم اس کو بیچ کر اپنا نقصان تو پورا کر سکتا ہے۔ یا اس سے کاروبار کرا کر اپنا مال نکلوا سکتا ہے بعض نے فرمایا کہ ایسے غلام بیچنا منع تھا صرف خدمت لے سکتا تھا یہ سب شریعت یعقوبی کے قانون تھے مگر آج شریعت اسلامیہ میں ہاتھ کاٹنا سزا ہے۔ اور اس وقت مصر کا قانون بھی کچھ سزا مار پیٹ اور ملک بدر کرنا تھا۔ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ۔ کارندوں نے یہ بات تسلیم کر لی اور سب کو واپس لے آئے برادران یوسف کے علاوہ لوگوں کو بھی اور دربار یوسفی پہنچ کر خود ہی تلاشی لی ابھی حضرت یوسف کو پتہ نہیں کہ باہر کیا ہو رہا ہے بڑے بھائی کا سامان اور بوری دیکھ کر نمبر وار سب کی بوری اور دیگر سامان دیکھا یہاں تک کہ آخر میں یا درمیان میں ہی بنیامین کا سامان دیکھا تو اسی افسر نے جو پریشانی کی وجہ سے خود ہی تلاشی لے رہا تھا یوسف کے بھائی بنیامین کی بوری میں سے وہ گلاس برآمد کر لیا۔ اب تو ان کے ہوش اڑ گئے اور شرمندگی سے ان کے سر جھک گئے کسی کو اتنا ہوش نہ رہا کہ اب اپنے بھائی کی بیگناہی ثابت کرتے ہوئے یہ کہدیں کہ جناب بوریوں کو تو ہم نے ہاتھ بھی نہ لگایا تھا آپ نے خود ہی بھر کر ہم کو دی تھیں تم نے خود ہی بھول کر یا جان کر یہ گلاس رکھا ہوگا۔ بس بنیامین کو برا بھلا کہنے لگے اور خوب بیغیرتی کی کارندوں نے سارا مقدمہ یوسف علیہ السلام کو سنایا اور بتا دیا کہ انہی لوگوں نے خود ہی یہ سزا چور کے لیے بتائی ہے کہ ہمارے قانون میں چور کو یہ سزا دی جاتی ہے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے رب کریم کی کہ جب جدائی و فراق کی گھڑیاں تھیں تو کس طرح جدائیاں ہوتی چلی گئیں ہر اور نہ چاہنے پر بھی اور اب جب کہ وصل محبوبین کا وقت بہار قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے تو ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے۔ سنوارے کائنات عالم کَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ اسی طرح ہم نے طریقہ تدبیر اور ارادہ اختیار فرمایا اپنے صابر۔ صدیق۔ نبی یوسف کے لیے۔ یا یہ تدبیر کہ پیالہ ہی ہماری قدرت سے رکھا گیا یا کہ قافلہ دور یا گھر پہنچنے سے پہلے ہی پکڑا گیا یا یہ کہ وہ برادران خود سزا تجویز نہ کرتے اور یوسف علیہ السلام کو خود اپنے ملک کی سزا دینی پڑتی یا معاف کرتے یا یہ کہ وہ معافی معذرت مانگ لیتے یا یہ

کہ پہلے ہی بنیامین کا سامان دیکھ لیا جاتا اور قافلے والوں کو شک گزر جاتا کہ کوئی سوچی بھی سکیم ہے۔ یا یہ کہ بھائی کہہ دیتے کہ بوری میں سے پیالہ نکلا ہمارا کام نہیں یا یہ کارندے پریشان ہوکر نہ دوڑتے اور خود ان سے سزا جزا کے متعلق نہ پوچھتے۔ اگر یک لخت یہ ساری تدابیر حسنہ جمع نہ ہو جاتیں یک بات بھی رہ جاتی تو البتہ یوسف اپنے بھائی کو ہرگز نہ لے سکتے بادشاہی دین کے قانون میں مگر یہ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ بلند فرمائیں ہم مرتبے اپنے جس بندے کے چاہیں ہر لحاظ سے اور دنیا جان گئی کہ ان تمام علم عقل تدبیر کرنے والوں سے اوپر زیادہ علم والا ہی ہے یعنی جس کو اللہ نے علیم بنایا وہ اپنی ہر شان میں ہر وقت بلند ہی رہا۔ یا یہ کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں صاحب علم ہوں کیونکہ اس سے بھی زیادہ علم والے موجود ہیں۔ یا یہ کہ علیم علیہ رب تعالیٰ ہے اور دنیا میں یہ تسلسل عطاء الٰہیہ یہ تسلسل مخلوق میں آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتا ہے اور موجودات میں رب تعالیٰ پر۔ یعنی ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے خواہ کسی نوعیت کا علم ہو یا ہر شخص ایک دوسرے سے کسی علم میں نیچا ہے کسی میں اونچا۔ اور انتہا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مخلوق کسی علم میں فوق نہیں ہے نبی کریم سے اونچا علم والا بس اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یا یہ معنیٰ ہے کہ تمام علم والوں سے اونچا فقط ایک ہی علیم ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ذی علم اور علیم میں گیارہ طرح فرق ہے۔

۱۔ ذی علم۔ پڑھ کر یا کسی وسیلے سے علم لینے والا۔ علیم وہ جو بن پڑھے عالم ہو۔ ۲۔ ذی علم وہ جو ظاہری علم رکھے۔ علیم وہ جو ظاہری باطنی اشیا کو جانے ۳۔ ذی علم وہ جو عطا سے علم پائے۔ علیم وہ جو ذاتی علم کا مالک ہو اس معنیٰ میں علیم رب تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے۔ ۴۔ ذی علم وہ جو معلومات سے علم پائے۔ علیم وہ جو صفات سے علم پائے ۵۔ ذی علم وہ جو علم لے سکے علیم وہ جو علم دے سکے ۶۔ ذی علم وہ جو عالم ہو علیم وہ جو معلم ہو۔ ۷۔ ذی علم وہ جس کی محنت علم ہو علیم جس کی صفت علم ہو ۸۔ ذی علم وہ جو مخلوق سے علم لے علیم وہ جو خالق سے علم لے۔ ۹۔ ذی علم وہ جو بلوغت کے بعد علم حاصل کرے علیم وہ جو بطن مادر میں علم پالے ۱۰۔ ذی علم وہ جس کے علم کو فنا ہو جائے علیم وہ جس کے علم کو فنا نہ ہو بقا ہی بقا ہو ۱۱۔ ذی وہ جس کے علم کی کوئی حد ہو علیم وہ جس کے علم کی حد نہ ہو۔

فائدے اِن آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ زمین میں سب سے بڑا فساد گناہ کرنا ہے کیونکہ اس سے ظاہری اور باطنی گندگی ہے۔ بزرگوں کا فرمان ہے کہ گناہ سے زمین لرز جاتی ہے۔ عوام سمجھتے ہیں کہ شاید سیاسی تخریب کار ہی فسادی ہے حالانکہ اصل فسادی فاسق فاجر اور اللہ رسول کا نافرمان شخص ہے۔ یہ فائدہ ما جئنا سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ دنیوی مصیبت سے بچنے کے لیے بندوں کے سامنے اپنی نیکی کا اظہار گناہ یا ریاکاری نہیں بیہ

فائدہ لَقَدْ عَلِمْتُمْ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ جو فرضی واجبی عبادت ظاہر نہ ہو وہ برباد اور جو نفلی عبادت ظاہر کر دی جائے وہ برباد یہ عام حالات اور ریاکاری کی نیت سے ظاہر کرنے کا ذکر ہے اسی لیے حکم ہے نفل چھپاؤ اور فرضی نماز زکواۃ کو خوب مشہور کرو۔ تیسرا فائدہ۔ شرعی قانون کے ہوتے ہوئے دوسرے دنیوی بنے ہوئے قانون پر عمل کرنا منع ہے اُن لوگوں کو جن کے لیے وہ شریعت الٰہیہ نازل ہوئی ہو۔ یہ فائدہ فَمَا جَزَآؤُهٗ (الخ) کی پوری آیت کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ لہٰذا مسلمانوں کو اسلامی قانون پر ہی عمل کرنا فرض ہے۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ مجرم کی سزا کے متعلق خود مجرم یا اُس کے لواحقین سے پوچھنا جائز ہے یہ فَمَا جَزَآؤُهٗ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ۔** جرم کی سزا صرف حاکم عدالت یا حکومت کے اراکین دے سکتے ہیں جن کو بادشاہ یا کسی بھی سربراہ مملکت نے عدالت کا اختیار دیا ہو۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص قانونی سزا نہیں دے سکتا ہاں دلا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ شخص حکومت کا ملازم ہو یہ مسئلہ کِدْنَا لِيُوسُفَ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ۔** مجرم کو اُس کے دین کے مطابق سزا دینا جائز ہے اگرچہ اپنے دین یا اپنے قانون کے علاوہ ہو۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ ایک موقعہ پر آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے رجم کے متعلق خود اُن سے پوچھا تھا اور توریت دیکھ کر رجم کیا تھا۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ شریعت یعقوبی میں چوری صرف حق العبد تھی واللہ اعلم۔ **چوتھا مسئلہ۔** حق العبد والے جرم میں تعزیر ہوتی ہے اور حق اللہ والے جرم میں حد ہوتی ہے اور تعزیر کرنا شرعًا جائز ہے تعزیری سزا میں مشورہ جائز ہے نیز بندے کے نقصان والا جرم عدالت میں آنے سے پہلے صرف حق العبد ہے لہٰذا تجویز سزا کا مشورہ جائز۔ یہ مسئلہ بھی فَمَا جَزَآؤُهٗ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ لیکن حاکم کا فرض ہے کہ غیر شرعی یا شریعت کے خلاف سزا نہ دے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ دو بار جَزَآؤُهٗ دو دفعہ کیوں فرمایا گیا جب کہ دوسری دفعہ اِسْتَخْرَجَهَا مِنْهُ کہنا کافی تھا۔ خواہ مخواہ الفاظ کی زیادتی فصاحت کلام کے خلاف ہے۔

جواب۔ خواہ مخواہ نہیں بلکہ بہت ضروری تھا کیونکہ تفتیش جرم کا مرحلہ تھا اور کسی کو مجرم بنانا بہت نازک کیفیت ہوتی ہے اس لیے اگر وضاحت کلام اور صفائی معاملات کے پیش نظر ایک بات کو دس دفعہ بھی دہرانی پڑے تو عین درست ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام بیان شہادت میں فرماتے ہیں کہ گواہ کو اپنے بیان میں ضمیریں استعمال کرنا منع ہیں بلکہ بار بار جب موقعہ آئے تو مدعی اور مدعیٰ علیہ کا صاف صاف نام یا رشتہ ذکر کرے نیز

یہ تکرار لفظی فصاحت کے خلاف نہیں۔ فصاحت کے خلاف ہونا تین قسم کا ہے ۱ نحوی قواعد کے خلاف ہونا۔ ۲ صرفی اشتقاق کے خلاف ہونا۔ ۳ کلام میں ستم رکاوٹ یا ثقل پیدا ہونا۔ نیز یہاں اس لیے بھی ضروری ہے کہ پہلے دعاء میں صرف تثلیت کا ذکر ہے۔ تلاش کا نہیں ہے اور یہاں تلاش کرنے اور جرم ثابت کرنے کا ذکر ہے **دوسرا اعتراض**۔ کِدْنَا۔ کا معنی ہے مکر کیا ہم نے اس کی نسبت رب کی طرف کرنا گستاخی ہے۔

جواب۔ غلط ہے۔ کِدْنَا۔ کَیْدٌ سے بنا ہے جس کا ترجمہ تشریح تفسیر نحوی اور عالمانہ میں کر دی گئی ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے تدبیر کرنا۔ یا ارادہ کرنا۔ اور ان دونوں معنی کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف معیوب اور گستاخی نہیں۔ ہاں نیت خیر کی تدابیر اچھی ہوتی ہے اور نیت بد کی بری۔ جب کسی کا نقصان ہو تو ایسی نقصان دہ تدبیر بری۔ یہاں کسی کا نقصان نہ تھا بلکہ انہی کی مرضی سے ہوا لہٰذا تدبیر اچھی فائدہ مند تھی۔ کَیْدٌ۔ مشترک ہے چار معنے ہیں۔ تدبیر کرنا۔ ارادہ کرنا۔ صحیح بات دل میں ڈالنا۔ سیدھی راہ چلانا۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں مجرم کی سزا کے متعلق خود مجرموں سے کیوں پوچھا گیا۔ یہ تو عدالت کی توہین اور قانون کی کمزوری ہے۔ جواب۔ اس کا جواب تفسیر عالمانہ میں دے دیا گیا کہ سزا نہیں پوچھی تھی بلکہ ان کے دین کا قانون پوچھا تھا۔ نیز پوچھنے والی عدالت نہ تھی بلکہ پکڑنے والا عملہ تھا۔ جیسے پولیس کسی مجرم سے پوچھ لے کہ بتا اگر جرم ثابت ہو گیا تو تجھے کیا سزا یا استاد اپنے شاگرد سے پوچھے کہ بتا اگر تجھ کو سبق یاد نہ ہوا تو تجھے کیا سزا۔ ان تفتیشی کارندوں کے اختیار میں نہ سزا تھی نہ عدالت کا قانون ان کے پوچھ لینے سے نہ عدالت کی توہین ہے نہ قانون کی کمزوری۔ حضرت یوسف نے نہیں پوچھا تھا ہاں البتہ انہوں نے اس سزا پر عمل درآمد اس لیے کر لیا کہ وہ شریعت الٰہیہ کی قانونی سزا تھی نہ کہ ان کے کہنے کی بنا پر اگر یہ سزا شرعی نہ ہوتی تو کبھی اس پر عمل نہ ہوتا بعد میں بھائی کہتے ہیں سزا کو اس طرح بدل دو کہ ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ رکھ لو مگر یہ بات غیر شرعی تھی اس لیے نہ مانی گئی۔

تفسیر صوفیانہ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ۔ شریعت ظاہر ہے اور اس کی نافرمانی فساد زمین ہے طریقت پوشیدہ ہے اور اس کی نافرمانی چوری ہے۔ بندہ کامل بننے کے لیے شریعت کا لبادہ اوڑھ طریقت کا زیور پہننا ضروری ہے اعمال شرعی کا اظہار ضروری ہے اور راہ معرفت کی گلیوں سے خاموشی سے گزرنا لازم ہے۔ جو بھی اس راہ کا مجرم ہو گا وہ جھوٹا دعویدار ہے اس کو ہجران کی سزا ہے اور یہ سزا اس کے اپنے ہی ضمیر کی آواز کے مطابق ہو گی۔ کاملین فرماتے ہیں کہ راہ سلوک بہت نازک ہے طالب کی ذرا سی بھول اس کی پچھلی ساری محنت کو برباد کر دیتی ہے سب سے زیادہ نقصان صحبت اغیار سے ہے۔ اس راہ میں زبان کی نفاقی کام

نہیں دیتی۔ چرب زبانی اور خودستائی نہیں مانی جاتی یہاں تو باطن ٹٹولا جاتا ہے اور دیکھنے والے خود جان جاتے ہیں کہ طالب مولیٰ کا خلوص کس درجے کا ہے۔ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ اہل ظاہر سمجھتے ہیں کہ دنیوی آفات ومصائب کسی جرم کی پاداش میں ہی ہوتے ہیں۔ اور فقیری غریبی۔ بیماری لاچاری۔ تنگ ترشی گرد وغبار یہ سب مجرمانہ بدنصیبی کے نشان ہیں مگر یہ راہِ حقیقت کے خلاف ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ یہاں کا امیر آخرت میں مقہور ہے اور یہاں کا لاچار آخرت میں محمود ہے۔ یہاں ظاہر میں مجرم بنایا جاتا ہے باطن میں محرم بنایا جاتا ہے۔ ظاہر کی قید باطن کی آزادی ہے ظاہر کی ملامت اصل زینت ہے۔ خوش بخت وہ ہے جو اُس کا قیدی ہو گیا۔ اُس کے جمال کی قدرت میں تو کروڑوں شکار صحرائے فراق میں سرگرداں ہیں جنہوں نے سر الفت سے منہ موڑا اور سب سے رشتہ توڑا۔ ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ برکف بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد شکار اپنے شکاری سے بھاگتا ہے مگر عشق کی ریت نرالی ہے یہاں صحرائے عشق ومستی کے مستان ومجذوب خود طوقِ محبت پہننے کے شوق میں اپنے سر ہتھیلی پر رکھے پھر رہے ہیں کہ کاش کبھی صیاد محبوب کا اس جنگل سے گذر ہو۔

جس کے کجاوۂ دل میں اُس کا پیمانۂ عشق نکل آئے وہی خوش نصیب اُس کا بدلہ ہے۔ اے ظاہر بینو تم نے مجذوب کو معتوب فقیر کو حقیر سمجھا۔ مگر کبھی مجذوبِ الٰہی اور فقیرِ مصطفائی سے تو پوچھو وہ تو اس بات پر کیسے شاداں وفرحاں ہیں کہ اُس نے اپنے ہاتھ سے پیمانۂ عشق رکھا اور اغیار سے ملعون کرایا اور غیروں کی تفتیش میں ڈال دیا۔ خود ہی عشق کا بھانڈا پھوڑا اور پھر کمال راز داری سے اپنا بنا لیا۔ غیروں کی تلاشی اور ان سے لگاؤ تو سار صحنی دکھلاوا تھا یہ تو دنیا کی چند روزہ شان تھی ابدی محبت تو اُس کو ملی جس کو عشق ومحبت کا چور بنا ڈالا۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ یہ اشارہ ربانی ہے عابدین زاہدین طالبین کے لیے کہ سب توفیق وتدبیر ہماری طرف سے ہے۔ ہم نے ہی یوسفِ قلب کو تدبیرِ اخلاص بتائی ورنہ عقل انسانی کے دل سے خلوص کی ریاضت ومجاہدے حاصل نہیں ہو سکتے وادیٔ عشق میں فقط مشیتِ ایزدی ہی مختارِ کل ہے یہاں سب کے قانون ٹوٹ جاتے ہیں۔ اے مجاہدے کرنے والو قدم تمہارے اُٹھتے ہیں توفیق ہماری ہوتی ہے عمل تمہارے ہوتے ہیں تدبیر ہماری ہوتی ہے ہم اپنے قربِ خاص میں جس کو چاہتے ہیں درجوں بلندی عطا فرما دیتے ہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ شہرِ معرفت میں آٹھ درجے ہیں اور ہر درجہ ایک علم ہے۔ منزل پر پہنچنے والا ذی علم ہے اور سب مدارج کو طے کر کے قربِ خاص کے تاج وتخت اور سیاہ سفید کے مالک علیم ہے اس سے اوپر کوئی درجہ نہیں۔ یہاں پہنچ کر بندہ کامل ہو جاتا ہے اور عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اے مخلصو اس علم کے

حصول میں کوشش کرو۔ یہی حیاتِ دنیا کا مقصدِ اوّل ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ

بولے وہ اگر یہ چوری کرتا ہے تو بیشک چوری کی تھی بھائی نے اِس کے سے

بھائی بولے اگر یہ چوری کرے تو بیشک اس کا بھائی اس سے پہلے چوری

قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ

پہلے۔ تو محسوس کی یوسف نے یہ بات میں دل اپنے حالانکہ نہ

کر چکا ہے تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر

یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ

ظاہر کیا اس احساس کو لیے اُن کے دل میں کہا تم شرارتی جگہ ہو اور اللہ

ظاہر نہ کی جی میں کہا تم بدتر جگہ ہو اور اللہ

اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ

بہت جانتا ہے اُس کو جو تم بناتے ہو بولے اے عزیز

خوب جانتا ہے جو تم باتیں بناتے ہو۔ بولے اے عزیز

اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ

بیشک اس کے والد بوڑھے ہیں بہت۔ تو لے لو کسی کو ہم میں سے جگہ اس کی

اس کے باپ ہیں بوڑھے بڑے تو ہم میں سے اس کی جگہ کسی کو

إِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ

بیشک ہم دیکھتے ہیں تم کو سے احسان والوں فرمایا اللہ کی

لے لو بیشک . ہم تمہارے احسان دیکھ رہے ہیں . کہا خدا کی

اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا

پناہ اس سے کہ لیں ہم مگر اسی کو پایا ہم نے سامان اپنا

پناہ کہ ہم لیں مگر اسی کو جس کے پاس

۹ ع ۱۲ عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع

پاس جس کے بیشک ہم تب تو البتہ ظالم ہوں گے

ہمارا مال ملا جب تو ہم ظالم ہوں گے

تعلق ان آیات کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت یوسف کی محبت اخلاق اور شفقت کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے۔ جو پیدائشی حسن اخلاق کا مظہر ہے۔ اس آیت میں سوتیلے بھائیوں کی گستاخانہ جبلی عادات کا ذکر ہے کہ وہ اب بھی کس طرح اپنے گم شدہ بھائی کے حق میں نازیبا خیالات رکھتے ہیں **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں شریعت یعقوب علیہ السلام کے ایک مسئلے کا ذکر ہوا اب اس آیت میں اس مسئلے پر عمل کرنے کا ذکر ہے جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ یوسف علیہ السلام اگرچہ بچپن میں ہی اپنے وطن سے جدا کر دیے گئے تھے مگر اپنے علم لدنی کے ذریعے تمام شریعتوں سے واقف تھے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ حضرت یوسف بارگاہ رب العزت میں نہایت بلند شان والے ہیں اور کثیر علم کے وارث ہیں۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ آپ نہایت خلیق اور محسنین میں شامل ہیں۔

تفسیر نحوی قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ۔

قَالُوْا فعل ماضی مطلق بصیغہ جمع غائب اس کا فاعل برادران بنیامین۔ ان حرف شرط یہ پوری عبارت قبل تک

مقولہ ہے قول کا۔ یَسْرِقْ فعل مضارع بمعنیٰ ماضی قریب اِنْ شرطیہ کی حرفِ جازم کی وجہ سے ماضی کا معنیٰ پیدا ہوا
یہ جملہ فعلیہ بن کر شرط ہوا اس کی جزا اَفَلَا تَعْجَبُ پوشیدہ۔ فَقَدْ۔ ف سببیہ۔ قَدْ سَرَقَ فعل ماضی قریب ہے
مگر بعید مراد ہے ف بمعنیٰ کیونکہ ہے اَخٌ اسم نکرہ بحالتِ رفع بوجہ فاعلیت لَهٗ۔ لام اضافت لے حصر کا
فائدہ دیا۔ یعنی اس کے بھائی نے پہلے چوری کی تھی۔ ہٗ کا مرجع یوسف ہے مِنْ جارّہ زائدہ قَبْلُ مضاف ہے
بحالتِ ضمہ کیونکہ مضاف الیہ محذوف منوی ہے دراصل تھا مِنْ قَبْلِہٖ۔ ف تعقیبیہ بمعنیٰ ثُمَّ بلاتراخی اَسَرَّ۔ فعل
ماضی سِتْرٌ سے مشتق ہے باب افعال مضاعف ثلاثی بمعنیٰ محسوس کرنا یعنی کسی بات کو دل میں رکھنا ھَا ضمیر
واحد مؤنث غائب اس تمام عبارت میں بہت سی ترکیبی گفتگو ہے۔ ایک قول میں یہ عبارت تقدم و تاخر
ہے اس طرح تھی قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا فَاَسَرَّهَا دوسرے قول میں ھَا ضمیر کا مرجع اَنْتُمْ شَرٌّ کا جملہ
ہے۔ اور لَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ میں ھَا کا مرجع بھی یہی اَنْتُمْ کا جملہ ہے۔ مگر آسان اور زیادہ صحیح ترکیب نحوی
اس طرح ہے کہ ھَا ضمیر کا مرجع سابقہ جملہ فَقَدْ سَرَقَ (الخ) ہے اور چونکہ لفظ جملہ مؤنث ہے اس لیے
ھَا ضمیر مؤنث آئی۔ عبداللہ ابن مسعودؓ کی قرأت میں اَسَرَّهٗ ہے وہ ہٗ ضمیر مذکر کا مرجع قول یا کلمہ
کو بناتے ہیں اور وہ مذکر تو ضمیر مذکر (تفسیر کبیر) یُوْسُفُ فاعل ہے اَسَرَّ کا یعنی ظرفیہ نفس کے جو معنیٰ یہاں
مراد دل ہے۔ ہٗ۔ عاطفہ۔ لَمْ يُبْدِ فعل مضارع نفی بلم بمعنیٰ ماضی قریب۔ بَدْءٌ مہموز اللام یا بُدُوٌّ ناقص
یائی سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ ظاہر کرنا بحالتِ جزم ہے اس لیے لام کلمہ گر گیا۔ ھَا ضمیر مؤنث واحد کا مرجع اَسَرَّ
کا حاصل مصدر ہے۔ یعنی اپنے احساس کو بالکل ظاہر نہ ہونے دیا۔ لَهُمْ لام جارّہ بمعنیٰ عِنْدَ ھُمْ ضمیر مجرور متصل کا
کا مرجع برادرانِ بنیامین ہیں۔ قَالَ فعل ماضی کا فاعل یوسف ہیں اور ذاکر رب تعالیٰ ہے۔ قول سے مراد بہت
آہستہ زبانی کلمات ہیں۔ بعض کے نزدیک قلبی قول مراد ہے۔ جس میں زبان بالکل نہیں ملتی۔ اس لیے کہ
قول عام ہے لسانی۔ قلبی۔ سری۔ خفی۔ جہری باتوں کو۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل مبتدا ہے
شَرٌّ خبر مَكَانًا تمیز ہے۔ جملہ اسمیہ ہو کر قال کا معنوی مقولہ ہے کیونکہ یہ کلمات ایک قول میں زبان سے ادا
نہ ہوئے۔ لفظ شَرٌّ مصدر بمعنیٰ شریر مبالغہ کے لیے ہے۔ تنوین تعظیم کے لیے ہے واحد اور جمع ہر دو کے
لیے مستعمل ہے۔ جیسے زَیْدٌ عَدْلٌ۔ مَكَانًا بمعنیٰ منزل یا درجہ اسم ظرف ہے دراصل تھا مَكْوَنٌ۔ بروزنِ مَنْصَرٌ واو پر
فتح ثقیل تھا لہٰذا واو کو الف سے بدل دیا اور فتح ماقبل کو دیا وَاللّٰهُ۔ واو عاطفہ مابعد کا جملہ معطوف ہے یہ
بھی مثلِ معطوف علیہ کلام خفی یا سری قلبی ہے۔ لفظِ اللہ مبتدا اسم ذاتی ہے جامد ہے۔ اَعْلَمُ۔ اسم تفضیل مذکر
عِلْمٌ سے مشتق باب سمع سے ہے۔ بِمَا۔ بٖ جارّہ ما موصولہ۔ جار مجرور متعلق ہے اَعْلَمُ کے۔ تَصِفُوْنَ۔ فعل
مضارع بصیغہ جمع مذکر حاضر اس کا فاعل برادرانِ بنیامین باب ضَرَبَ سے ہے۔ وَصْفٌ مثال واوی سے مشتق

ہے ۔ بمعنیٰ حالت بیان کرنا ۔ تعریف کرنا ۔ تہمت لگانا ۔ کسی بات کو ظاہر کرنا ۔ جھوٹ گھڑنا ۔ کچھ بتانا ۔ یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہیں ۔ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ قَالُوْا ۔ فعل ماضی ۔ بصیغۂ جمع مقولہ ہے برادران بنیامین ھم ضمیر مستتر فاعل ہے اس کا مرجع یہی برادران ہیں ۔ یٰۤاَیُّهَا ۔ یا حرف ندا مطلق ہے ۔ اَیُّهَا حرف استفہام ہے ۔ یہ عبارت ندامع سوال ہے ۔ ایک قول میں لفظ اَیُّهَا فقط فصل وتنابہ کے لیے ہے تاکہ یا کی حالت برقرار ہے ۔ اَلْعَزِیْزُ منادیٰ معرف باللام ہے ۔ اس زمانے میں مصر کے وزیر اعظم کا لقب قانونی ہوتا تھا ۔ بمعنیٰ غالب عزٌّ مضاف ثلاثی سے مشتق ہے ۔ بروزن فعیل ہے ۔ اِنَّ ۔ حرف مشبہ بالفعل برائے یقین دھانی ۔ ندا اور منادیٰ پر اختتام ہوا تھا یہ نیا جملہ ہے اس لیے اِنَّ مکسور ہوا ۔ لَهٗ ۔ لام اضافت کا ہے ۔ ہ ضمیر مجرور متصل واحد مذکر غائب کا مرجع بنیامین ہے جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ خبر اِنَّ مقدم کا ۔ اَبًا اسم مکبرہ ہے اسم مؤخر ہے اِنَّ کا یہ لفظ اَبٌ مشترک ہے سات معنیٰ میں ۱ شفقت والا ۲ حکیت والا ۳ قابل فخر ۴ پرورش کرنے والا ۵ ہی معنی سے ساز کو ابرہ کہا گیا ۔ ۶ اصلیت ۷ صاحب نسب ۸ والد میں یہ سارے معنیٰ جمع ہیں اس لیے یہ لفظ اَب والد کے لیے منقول اصطلاحی ہوگیا ۔ یہاں یہی مراد ہے خبر اِنَّ کے تقدم میں حصر کا فائدہ ہوا دو طرح سے ۔

۱ ۔ اس کا صرف والد یہی ہے والدہ نہیں ۔ دوم ۔ اسی ہی سے محبت فرمانے والا ہے ۔ اور ہے بھی شَیْخًا ۔ بہت بوڑھا ۔ اور جو بوڑھا ہو وہ مثل بچوں کے زیادہ پریشان ہوتا ہے ۔ صفت اول ہے اَبًا کی كَبِیْرًا صفت دوم ہے اَبًا کی لفظ کبیر عام ہے درجہ اور عمر کی بڑائی کو ۔ ایک قول میں شَیْخًا صفت ہے اَبًا کی اور كَبِیْرًا صفت ہے شَیْخًا کی تب كَبِیْرًا سے صرف عمر کی بڑائی مراد ہوگی ۔ فَخُذْ ۔ فَ تعلیلیہ بمعنیٰ لهٰذا خُذْ ۔ فعل امر بصیغۂ واحد مذکر حاضر باب نَصَرَ اَخْذٌ مہموز الفا سے مشتق ہے ۔ دراصل تھا اُؤْخُذْ بروزن اُنْصُرْ ۔ دو ہمزہ ایک جنس کی جمع ہو گئیں اور یہ اجتماع بوجہ ثقل منع تھا اس لیے پہلی ہمزہ بوجہ وصل گر گئی پھر دوسری ہمزہ بوجہ سکون گر گئی ۔ رہ گیا خُذْ ۔ بمعنیٰ پکڑنا ۔ یہاں لینا مراد ہے ۔ متعدی بدو مفعول ہے ۔ مفعول اول اَحَدَنَا ہے ۔ اَحَدٌ اسماء اعداد سے ہے مگر یہاں تنکیری ہے بمعنی کوئی کسی ۔ مضاف بسوئے جمع ضمیر متکلم ۔ مَكَانَهٗ ۔ مرکب اضافی ۔ لفظ مکان چھ معنیٰ میں مشترک ہے ۱ ظرفیہ ۔ ۲ منزل ۳ درجہ ۴ گھر ۵ جگہ ۶ بدلہ ۔ یہاں یہی آخری معنیٰ میں ہے ۔ ہ ضمیر کا مرجع بنیامین ہے ۔ اِنَّا ۔ دو لفظ ہیں ۔ اِنَّ حرف تحقیق اور نَا ضمیر جمع متکلم ۔ نَرٰى ۔ فعل مضارع معروف بمعنی حال ۔ رُؤْیَۃٌ سے مشتق ہے ۔ مہموز العین اور ناقص یائی ۔ عام ہے آنکھ ۔ دل ۔ دماغ سے دیکھنے جاننے ۔ سمجھنے کو باب ضَرَبَ سے ہے ۔ دراصل تھا نَرْءَیُ ۔ یٰ پر ضمہ ثقیل تھا ۔ یٰ گر گئی ہمزہ کو برائے تخفیف الف سے بدل دیا نَرٰی ہو گیا ۔ کَ ضمیر منصوب متصل اس کا مرجع عزیز مصر مخاطب ۔

مفعول بہ ہے مِنْ جارہ تبعیضیہ۔ المُحْسِنِیْن جمع ہے مُحْسِنٌ کی اسم فاعل ہے باب افعال کا حُسْنٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ۔ احسان کرنا۔ بھلائی کرنا۔ بلا استحقاق دینا۔ ہر ایک سے نیکی کرنا۔ رب تعالیٰ کی انتہائی خشیت والا۔ قرب حضوری والا ہونا۔ بہت عبادت کرنا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ۔ قَالَ فعل ماضی معروف بصیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل عزیز مصر مخاطب کلام ظاہری جھری مراد ہے مَعَاذَ مصدر میمی ہے عَوْذٌ اجوف وادی سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ پناہ پکڑنا۔ کسی سے بچنے ہٹنے کے لیے کسی دوسرے کی حفاظت میں آنا۔ یہاں مراد ہے کسی سے ہٹ کر کسی کی پناہ میں آنا بحالت زبر ہے کیونکہ مفعول مطلق ہے نَعُوْذُ فعل پوشیدہ کا مضاف لفظ اللّٰہ اسم پاک ذاتی اس کا مضاف الیہ ہے۔ ایک قرأت میں مَعَاذُ اللّٰہِ ہے۔ تب اس صورت میں بِاللّٰہِ جار و مجرور بھی متعلق ہے پوشیدہ فعل نعوذ کا یا متعلق ہے اس مصدر میمی کا اور یہ مصدر عامل بھی ہے معمول بھی۔ اَنْ حرف ناصب اس سے پہلے من جارہ زائدہ یا بیانیہ پوشیدہ ہے اور یہ پورا اَنْ نَّاْخُذَ جملہ بھی نعوذ یا مَعَاذَ کے متعلق ہے۔ نَاْخُذُ فعل مضارع صیغہ جمع متکلم۔ نون متکلم یا تعظیم کیلئے ہے۔ جیسے اللہ کے لیے جمع متکلم تب نسب میں فقط فاعل عزیز مصر۔ یا مراد جمعیت ہے تب فاعل اہل دربار میں۔ یہ جملہ ظاہرًا مثبت ہے حکمًا منفی ہے۔ یعنی ہم نہیں پکڑ سکتے۔ اِلَّا۔ بمعنیٰ مگر حرف استثنا متصل کے لیے ہے۔ مَنْ موصولہ بحالت زبر ہے بوجہ مفعول بہ ہونے کے فعل پوشیدہ نَاْخُذُ کے۔ خیال رہے کہ پوشیدہ رکھنا کسی فعل یا حرف یا اسم کا تب جائز ہے جب تام مقام یا قرینہ موجود ہو اور تخفیف کی ضرورت ہو۔ یہاں بھی یہ علت موجود ہے وَجَدْنَا فعل ماضی بصیغہ جمع متکلم اس کا فاعل وہی ہے جو نَاْخُذُ کا ہے۔ وُجُوْدٌ سے بنا ہے۔ دو متعدی بہ دو مفعول ہے۔ مفعول اول مَتَاعَنَا ہے۔ مَتَاعٌ مَتْعٌ کا مصدر ہے بروزن فَعَالٌ بمعنیٰ نفع والی چیز۔ عِنْدَهٗ یا ثانی مفعول فیہ ظرفیہ ہے وَجَدْنَا کا ظرف مکانی کے لیے ہے۔ اِنَّا دراصل تھا اِنَّ نَا۔ اِذًا حرف جزا ہے۔ اس سے پہلے ایک جملہ شرطیہ پوشیدہ ہے دراصل تھا اِنَّاۤ اِنْ اَخَذْنَا غَیْرَهٗ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ۔ لام تاکید۔ شدت کلام کے لیے ہے۔ ظالمون بحالت رفع جمع ہے ظَالِمٌ کی ظُلْمٌ کا اسم فاعل ہے۔ سب عبارت شرط و جزا خبر ہے اِنَّ کی۔ ظلم کے پانچ معنیٰ ہیں۔ یہاں مراد نقصان کرنا اپنا یا قانون کا۔

تفسیر عالمانہ

قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ۔

برادرانِ یوسف سے لے انتہا سے زیادہ بنیامین کو سب و شتم اور برا بھلا کہنے کے بعد جب عدالتِ یوسفی میں حاضری دی اور یوسف علیہ السلام نے دو طرفہ بیان سننے کے بعد ان کی ہی تجویز کردہ سزا سنائی تو بجائے اس کے

کو اور زیادہ ندامت اور شرمندگی ہوئی اور بنیامین پر غصہ آیا اسی انتہائی غصہ میں انہوں نے پاکدامن گم شدہ یوسف بھائی کو بھی نہ بخشا اور بولے کہ اولاً تو اس نے چوری نہیں کی غالباً غلطی سے اس کی بوری میں گلاس گر گیا ہو گا اور اگر اس نے چوری کی ہے تو کیا حیرانی بیشک اس کے سگے گم شدہ بھائی نے بھی چوری کی تھی اس سے پہلے۔ تو حضرت یوسف حلم کے پہاڑ بردبار صابر و شاکر نبی مکرم نے کمال متانت سے اس بات کو دل میں اگرچہ محسوس کیا مگر پی لیا اور کسی بھی ظاہری باطنی طریقہ سے اُن پر ظاہر نہ ہونے دیا نہ رویہ بدلا نہ چہرے پر شکن آنے دی بس دل میں کہا کہ تم اب بھی شر پسند ہو۔ رہی تمہاری بات کی حقیقت تو اس وقت اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ اُن تمام باتوں کو خوب جانتا ہے جو تم حسد و بغض کے جذبے سے کہتے ہو۔ برادرانِ یوسف کے متعلق یہودیوں نے اپنی اسرائیلیات میں بہت کچھ لکھا ہے۔ لکھا ہے کہ برادران کو جب غصہ آتا تو اتنی زور سے چیخیں مارتے کہ دہشت سے حاملہ کا حمل گر جاتا۔ جب بنیامین کو یوسف علیہ السلام نے بطور سزا رکھ لیا تو بھائیوں نے دھمکی دی کہ بنیامین کو چھوڑ دیا جائے ورنہ ہم چیخیں ماریں گے اور مصریوں کو قتل کریں گے۔ حضرت یوسف نے دھمکی سنی پھر یوسف نے روبیل کو ٹھوکر ماری روبیل اور بھائی لڑنے پر آمادہ ہوئے تو یوسف نے روبیل کا گریبان پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا جس سے باقی بھائی بھی ڈر گئے۔ اسرائیلیات میں یہ بھی ہے کہ اولادِ یعقوب کو جب غصہ آتا تھا تو کوئی اُس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور جب تک اولادِ یعقوب میں سے ہی کوئی اس کو ہاتھ نہ لگاتا غصہ ٹھنڈا نہ ہوتا تھا جب کوئی ولدِ یعقوبی کا فرد ہاتھ لگا دیتا تو نہ غصہ باقی رہتا تھا نہ جوش و قوت۔ حضرت یوسف کو بھی یہ بات معلوم تھی جب شمعون کو غصہ آیا تو حضرت یوسف نے اپنے بڑے بیٹے افرائیم سے کہا کہ پیچھے جا کر اُس کو ہاتھ لگا کر آجا۔ جب اُس نے ایسا کیا تو اُس کا غصہ یکدم ختم ہو گیا اور پھر نہ آسکا سب بھائیوں نے آپس میں کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی اولادِ یعقوب میں سے ہے۔ کیونکہ اس کے سوا غصہ ختم نہ ہوتا تھا۔ مگر حیران ہو کر خاموش رہے۔ ہمارے مفسرین نے بھی بلا سوچے سمجھے اس طرح کی باتیں لکھ ڈالی ہیں مگر یہ سب باتیں غلط ہیں۔ روایتوں سے کہیں ثابت نہیں۔

اسرائیلیات میں حضرت یوسف کی طرف بچپن کی تین چوریاں منسوب ہیں پہلی یہ کہ یوسف کا نانا لابان کافر تھا ایک گھریلو بت کو پوجتا تھا حضرت یوسف نے اس کو چھپ کر اٹھا لیا اور توڑ کر راستے میں پھینک دیا خود اپنی مرضی سے یا اپنی والدہ راحیل کے کہنے سے اور مشہور ہو گیا کہ یوسف نے بت چرایا اور توڑ دیا۔ دوسری یہ کہ آپ کو بھوکوں فقیروں سے بہت محبت تھی جب کوئی دروازے پر بھوکا آتا تو آپ بغیر پوچھے اور بتائے دکھلائے تھوڑا سا کھانا بھوکے کو کھلا دیا کرتے تھے۔ اس کو بھی چوری سمجھا گیا۔ تیسری یہ کہ حضرت یوسف کو یعقوب بھی پیار کرتے تھے اور آپ کی پھوپھی یعنی یعقوب علیہ السلام کی بہن۔ دونوں چاہتے تھے کہ یوسف

ہر وقت میرے پاس رہے تو پھوپھی نے قانونی طور پر اپنے پاس رکھنے کے لیے یہ چال چلی کہ اپنا ایک موٹی قیمتی پٹکا یوسف علیہ السلام کی کمر سے لپیٹ دیا اور سے باقی کپڑے پہنا دیے اور اُس کی ڈھونڈھاں شروع کر دی بہت تلاش کرنے لگے تو کسی نے یوسف کے کپڑوں کے نیچے دیکھ لیا۔ اس طرح چار سالہ یوسف چور بن گیا اور چور کا بدلہ خود چور کے قانون سے پھوپھی نے اس کو غلام بنالیا۔ لہٰذا یہ بھائی اسی چوری کا طعنہ دے رہے ہیں۔ مگر پہلا قول صحیح ہے روایت میں بھی آیا ہے۔ لیکن دوسرے اقوال یہودی سازش ہے انجیل پیدائش میں تو یوسف علیہ السلام کو معاذاللہ چغل خور بھی کہا گیا ہے۔ بنیامین نے بھائیوں کی سب بری بھلی باتیں برداشت کیں لیکن کچھ نہ بولے اس لیے کہ ان کو بھائی ملجانے اور قریب رہنے کی جو خوشی تھی اس کے سامنے یہ کڑوی باتیں ہیچ تھیں فقط آخر میں جب انہوں نے بھائی کو بھی تہمت اور چوری میں شامل کیا تو بنیامین نے کہا کہ اگر میں چور ہوں اور میرا بھائی چور تھا تو تم بھی بڑے چور ہو تم سب نے پہلی دفعہ درہم چرا کر اپنی اپنی بوری میں چھپائے تھے۔ تب وہ بھائی خاموش ہوئے اور اگلی باتیں سوچ کر عزیز مصر کے دربار میں نہایت عاجزی سے عرض کیا قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ پہلے تعارف کرایا کہ ہم سب ایک ماں کی اولاد ہیں اور نیک چال چلن پاکدامن ہیں۔ یہ بنیامین دو بھائی دوسری ماں سے تھے ہم اور یہ والد میں سگے ہیں والدہ میں سوتیلے۔ ہماری والدہ زندہ ہیں اس کی والدہ اس کی ولادت کے وقت فوت ہو گئی تھی اس لیے والد کو اُن سے بہت پیار ہے۔ اور سب بولے کہ اے عزیز بیشک اس کا والد بوڑھا عمر رسیدہ ہے یہ اُس کی زندگی کا پیارا سہارا ہے اُس کو نہ پکڑو بلکہ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو چوری کی سزا میں پکڑ لیجئے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ دردمندانہ التجا قبول ہو گی بیشک ہم نے شروع سے آپ کو بہت احسان کرنے والوں میں سے پایا۔ کہ آپ نے ہم مسکینوں غریبوں بھوکوں پیاسوں مسافروں کی ایسی عزت مہمان نوازی کی جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی لہٰذا اب بھی یہ کرم نوازی فرمائیے یا یہ کہ آپ بنیامین کو چھوڑ کر ہم میں سے کسی کو لے لیں تب ہم آپ کو محسنین میں سے جانیں گے قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ فرمایا یوسف علیہ السلام نے کہ یہ ٹھیک ہے کہ میں نے تمہاری عزت خاطر تواضع سب سے زیادہ کی مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب تمہارے کہنے پر اللہ تعالٰے کے شرعی قانون کی خلاف ورزی کر کے اُس کو گرفتار کر لوں اور غلام بنالوں جس کے پاس سے جرم ثابت نہیں ہوا اور وہ بیگناہ ہے توبہ نعوذ باللہ۔ میں ایسا گناہ نہیں کر سکتا کہ ہم اُس کے سوا کو پکڑ لیں جس کے پاس سے ہم نے اپنا سامان پایا ہے اگر خدا نہ کرے ہم ایسا غلط کام کر بیٹھے تو ہم یقیناً البتہ ظالم ہوں گے۔ ہرگز ایسا مشورہ نہ دو۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ قلبی حسد بغض اور کدورت بہت بری بلا ہے کہ دیانت داری کے ساتھ ساتھ عقل و فہم بھی تباہ کر دیتی ہے۔ اور جو بھی خوبی ہو وہ حاسد کو عیب نظر آتا ہے نانا کا بت توڑنا یا مسکین بھوکے کو کھانا کھلانا حضرت یوسف کا ایمانی کمال تھا مگر برادرانِ یوسف نے اس خوبی کو بھی گناہ عیب اور طعنہ زنی کا ذریعہ بنایا۔ یہ فائدہ اور سبق فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ (الخ) سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ بزرگوں نیک لوگوں کا طریقہ ہمیشہ جہلا اور نادانوں کی ایذا رسانی پر صبر و تحمل اور بردباری کا مظاہرہ ہوتا ہے اسی میں اللہ کی خوشنودی اور رضا ہے۔ یہی چیز درجوں کو بڑھاتی ہے۔ یہ فائدہ وَلَمْ یُبْدِھَا سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ۔** مسلمان کو چاہیئے کہ ہر حال میں نیکی کرے پُر خلوص طریقہ کی نیکی غیروں کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے اور اغیار بھی تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں یہ فائدہ اِنَّا نَرٰىكَ (الخ) سے حاصل ہوا۔ اچھا تذکرہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور انعام ہے۔ **چوتھا فائدہ۔** بزرگوں کا یہ بھی طریقہ ہے کہ جب کوئی شرعی ناپسندیدہ بات ہو جائے تو معاذ اللہ۔ نعوذ باللہ۔ العیاذ باللہ وغیرہ الفاظ ادا کرتے ہیں جس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ اللہ کے حکم کے خلاف بات ہے ہر مسلمان کو ایسا ہی کرنا چاہیئے یہ فائدہ قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیات سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ عدالت میں آنے سے پہلے مجرم اپنے حق العبد والے جرم کی سفارش یا معافی صاحب جرم (جس کا جرم کیا ہے) سے مانگ سکتا ہے اگرچہ وہ صاحب جرم خود حاکم یا جج ہی کیوں نہ ہو یہ مسئلہ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ۔** صاحب حق اپنے جرم کو معاف کر سکتا ہے اگرچہ وہ حاکم ہو۔ اور عدالت میں ہو بشرطیکہ اس جرم میں کوئی اور دوسرا فرد صاحب حق نہ بنتا ہو۔ یہ مسئلہ فَاَسَرَّھَا سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ۔** عدالت کے فیصلے کے بعد رحم کی درخواست دینا منع ہے۔ بشرطیکہ فیصلہ قانونی ملکی اعتبار سے درست ہونے کے علاوہ شرعاً بھی درست ہو یہ مسئلہ قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ (الخ) سے مستنبط ہو۔ لہٰذا سربراہ مملکت اور بادشاہ حق العبد اور حق اللہ میں سزا یافتہ مجرم کی رحم کی درخواست قبول کر کے سزا معاف کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ ورنہ بادشاہ خود شرعی اسلامی مجرم بن جائے گا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراضات پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ جب پہلی دفعہ ہی حضرت یوسف کو پتہ لگ گیا تھا کہ میری گم شدگی

کے بعد سے اب تک میرے غم میں والدِ محترم غم تکلیف فراق میں نڈھال ۔ بیتاب پریشان ہیں آپ نے اسی وقت کیوں اطلاع نہ بھیج دی یہ مزید دیری سے مزید آتی تکلیف حضرت یوسف کی جانب سے ہوئی تو پہلے اتنے عرصے بیٹوں نے رلایا اب نہ بتا کر حضرت یوسف نے اپنے باپ کو رلایا جرم برابر ہو گیا ۔ یا جب آپ تخت نشین ہوئے تھے تو آپ کو گھر والے بھی یاد تھے اور کنعان کا راستہ بھی معلوم تھا کسی کو بھیج دیتے ۔ گھر والے تڑپ رہے ہیں اور آپ اپنا تخت تاج سنبھالے شادی بیاہ رچائے بال بچوں میں خوش و خرم بیٹھے ہیں یہ تو نہایت سرد مہری ہے ۔

جواب ۔ اولاً تو اللہ کا حکم نہ تھا کہ خود اس کو جلد ہی ظاہر کر دیں ۔ نیز آپ انتہائی مصروفیات میں تھے قحط کی مصیبتوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے دن رات کی انتھک محنتوں میں مشغول تھے اور تخت و تاج سے آپ کو عیش نہیں ملا بلکہ بھوک کاٹتے روزے ۔ بھوکوں کی پریشانیوں کا غم کہ گھر والوں کو فقط یوسف کا اور یوسف کو سارے جہان کا غم دوم یہ کہ حکمتِ الٰہیہ یہ تھی کہ یہی بھائی اور دنیا، مصر کے لوگ جنہوں نے یوسف کو غلام بنایا اور سمجھا سب ان کے حضور پہلے غلام بن جائیں پھر ظاہر کیا جائے کہ تم سب ہمارے یوسف کے غلام ہو ۔ **دوسرا اعتراض** ۔ بھائیوں نے والدِ محترم سے یوسف کو جدا کیا وہ ظالم کہلائے اور یوسف نے والدِ محترم سے بنیامین کو جدا کیا تو وہ بھی ظالم ہوئے ۔ (معاذ اللہ) ۔

جواب ۔ یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو روکنا ظلم نہیں نہ ہی والدِ محترم کی ایذا رسانی ہے اس لیے کہ والدِ محترم کے نزدیک فراقِ بنیامین چار طرح فرق ہے پہلا یہ کہ یوسف علیہ السلام ماں کے غمزدہ تھے باپ کے پیار کی بہت ضرورت تھی اس لیے ان سے والد کو قدرتی بہت پیار تھا ۔ بنیامین نے والدہ کو دیکھا ہی نہ تھا وہ ماماتا کو جانتے ہی نہ تھے اس لیے ان سے اتنا دو طرفہ کا پیار نہ تھا ۔ دوم یہ کہ یوسف علیہ السلام کو لاپتہ کیا گیا تھا جس کا غم بہت ہوتا ہے نظروں کے سامنے مر کے فوت ہو جانے کا اتنا غم نہیں ہوتا جتنا گم ہونے کا اور بیٹوں کی خبر کا اس لیے اعتبار نہ ہوا کہ یوسف کا کرتہ خون آلود تو تھا مگر پھٹا ہوا نہ تھا ۔ بنیامین اگرچہ جدا تو ہوا مگر گم نہ ہوا پتہ ہے کہ مصر میں بہت آرام سے شاہی دستر خوان پر ہے ۔ اس لیے جب آپ نے بنیامین کی خبر سنی تب بھی یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ کہہ کر یوسف کو یاد کیا نہ کہ بنیامین کو سوم یہ کہ بنیامین کی جدائی خود اس کے اپنے کردار کی وجہ سے ہوئی نہ کہ بھائیوں کے ظلم کی وجہ سے ۔ چہارم یہ کہ بنیامین کی جدائی شرعی قانون کے تحت ہوئی اس لیے والد کو یا تو بالکل غم نہ ہوا یا کم از کم یوسف کے غم جیسا بلکہ اس کے عشر عشیر تک نہ ہوا ۔ للہٰذا یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو روک لینا نہ تنگ دلی ہے نہ قطع رحمی نہ حقوقِ والدین ۔ مفسرین نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ یوسف علیہ السلام بھائیوں کی حسد سے اب بھی خوف زدہ تھے کہ کہیں میں یہ کہہ دوں کہ

میں یوسف ہوں جاؤ والد کو بتادو تو وہ میری شان و شوکت دیکھ کر حسد میں والد کو صحیح بات نہ بتائیں بلکہ لوٹ کر ہی نہ آئیں۔ مگر یہ جواب کمزور ہے۔

تیسرا اعتراض۔ یوسف علیہ السلام نے معاذ اللہ کیوں فرمایا کیا بھائیوں کی درخواست گناہ تھی۔

جواب۔ ہاں گناہ تھی تین وجہ سے ایک یہ کہ پابندئ قانون شرعی حکم ہے لہٰذا سب پر لازم مجرم کو چھوڑ کر دوسرے کو پکڑنے کا کوئی جواز نہیں دوم یہ کہ ظاہراً بنیامین کو پکڑنا ظلم نہ تھا کیونکہ اس کی رضا شامل تھی دوسرے بھائی کو پکڑنا ظلم تھا کہ وہ لاعلم تھا اصل حقیقت سے سوم یہ کہ منشاء مواخذہ حاصل نہ ہوتا حالانکہ بنیامین کو پکڑنا عین حکمتِ باری تھی اس کی مخالفت سراسر گناہ اور ظلم اس لیے فرمایا معاذ اللہ۔

تفسیر صوفیانہ

قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ دنیا امتحان گاہ صبر و رضا ہے۔ طالب مولیٰ کا پہلا جز یہ ہے کہ اشرار و اغیار کی اذیت برداشت کریں۔ دل کو ٹھیس پہنچے مگر لب جنبش نہ کریں۔ آج اگر خلوصِ الفت لے محبوب کی رضاء پوشیدہ سے محبت کے پیالے چڑھا لیے تو اس کی قیمت ہے۔ قلب مومن بھی انوار کے جوہر چھپاتا رہا ہے۔ محبت کے حاسد سمجھتے ہیں کہ خلوت نفسی عیب ہے حالانکہ یہی عمل محبوب بارگاہ ہے۔ ظاہر بین جس کو چوری سمجھتے ہیں اس کی حقیقت کو اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ جس کو تم چوری سے موصوف کرتے ہو وہ تو امانت الٰہیہ کی ودیعت ہے اور یہ ہی اسرار قرب کا ذریعہ ہے قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ عالم دنیا میں اہل دنیا پر تین کیفیات گزرتی ہیں۔ ۱۔ وقتِ شباب یہ دنیا پرستی کے لمحات ضعیفہ ہیں۔ عزت و آبرو جاہ و جلال کی تمنائیں جوان ہوتی ہیں درویشی میں بھی عیاری چاہتا ہے دین کو بھی دنیا کی ترازو میں تولتا ہے۔

۲۔ وقتِ خواب۔ جب آسیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ منصوبے برباد اور امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں۔ یہ وقت بندے کے لیے انتہائی بے بسی کا ہوتا ہے۔

۳۔ وقتِ ضعیف جب التجاؤں فریادوں کا سہارا لیتا ہے اور چاہتا ہے کہ بے خلوص عمل قبول ہو جائیں ناجائز دعائیں منظور ہو جائیں۔ سینہ پُر کینہ ہے سر سے پیر تک حرام سے لتھڑا ہوا ہے مگر چاہتا ہے کہ قربِ الٰہی نصیب ہو جائے۔ کیا عجیب تمنا ہے کہ تکبر۔ حسد۔ نفرت۔ حرام تجارت۔ ناجائز خوراک۔ سراسر شریعت کی نافرمانی۔ عبادت میں سستی۔ ریاضت سے دور۔ محبت دنیا میں پھنسا ہوا۔ الفتِ الٰہی سے بے خبر پھر کہتا ہے فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ۔ اس پاکباز شریف مخلص کے بجائے ہم میں سے کسی کو قبول فرمائے۔ اور بغیر پیمانۂ عشق و معرفت کے ہم کو قربِ محبوب میسر آجائے۔ بیشک ہم نے مہمان خانہ

دنیا میں تجھ کو بہت سخی پایا کہ سب کو دنیاوہ دلی سے نواز دیا۔ ہماری بوڑھی اُمیدوں کو اب بھی سہارا عطا فرما۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ جب دنیا پرست لبادۂ درویشی پہن کر دنیا طلبی کی غرض سے راہ معرفت میں قدم رکھتا ہے تو ہاتف غیبی سے آواز آتی ہے۔ اللہ کی پناہ! اس بات سے کہ اغیار و اغیار جمال قرب میں لیے جائیں۔ اے طالب دنیا تمہاری نگاہیں جمالِ یار کی طرف نہ تھیں بلکہ یار کی عطا رلذات دنیا کی طرف تھی تم نے محبوب کی معرفت نہ پائی صرف اُس کی محفل میں دنیا کو دیکھ کر اُس کو مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ کہہ دیا۔ یہاں تو اُسی کو پکڑا اور قبول کیا جاتا ہے جس کے پاس عشق الٰہی کا پیالہ برآمد ہو۔ قرب یار اُسی کو نصیب ہوتا ہے جس میں معرفت کی استعداد و شوق وصال اور کشفِ جمال کی تاب ہو۔ اغیار کو محفل اسرار میں داخل کرنا تو ظلم ہے۔ کیونکہ شریعت الٰہیہ کے خلاف عمل کرنا ظلم ہے۔ شریعت کا نافرمان خائن ہے۔ اور خائن کی محفل میں جانا ظلم ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ صحبت بد زہرِ قاتل ہے اور صاحب اسرار کو اُن غیر ذکی محفلوں میں جانا ظلم ہے۔ بلکہ اغیار سے رُخ ملانا بھی ظلم ہے۔ محبوب الٰہی کا ادنیٰ تصور بھی ظلم ہوتا ہے۔ اور طالب مولیٰ خطا قلیل کو ظلم سمجھتا ہے۔ لیکن بندۂ مغضوب بڑے گناہ کو بھی چھوٹا سمجھتا ہے۔

فَلَمَّا اسْتَايْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ

تو جب سخت مایوس ہوگئے وہ بھائی سے اُس چھوٹے بھائی علیحدہ ہوئے سرگوشی کرنے کیلئے کہا

پھر جب اُس سے نا امید ہوئے الگ جاکر سرگوشی کرنے لگے ۔ اُن کا

كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ

بڑے نے اُن کے کیا نہیں جانا تم نے بیشک باپ نے تمہارے لیا ہے

بڑا بھائی بولا کیا تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے باپ نے

عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا

پر تم سخت وعدہ طرف سے اللہ کی حالانکہ سے پہلے کتنی

تم سے اللہ کا عہد لیا تھا اور اس سے پہلے یوسف کے حق میں تم نے کیسی

فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ

زیادتی کرچکے ہو تم بارے میں یوسف کے تو ہرگز نہ ہٹوں گا میں اِس علاقے سے

تقصیر کی تو میں یہاں سے نہ ٹلوں گا یہاں

حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ ۚ وَهُوَ

یہاں تک کہ اجازت دیں مجھ کو والد میرے یا فیصلہ اللہ کرے بیچ میرے اور وہ

یہاں تک کہ میرے باپ اجازت دیں یا اللہ مجھے حکم فرمائے اور اُس کا

خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤی اَبِیْكُمْ

اچھا ہے سب فیصلے والوں سے۔ تم لوٹ جاؤ طرف باپ اپنے کے

حکم سب سے بہتر اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ۔

فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ

پھر کہو تم اے آبا جان بیشک تمہارے بیٹے نے چوری کی تھی اور نہیں شاہد کیا ہم نے

پھر عرض کرو کہ اے ہمارے باپ بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے

اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾

مگر اسی کا جو جانا ہم نے اور نہیں تھے ہم غیب کی حفاظت والے

جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے

وَسْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا وَالْعِیْرَ

اور پوچھ لو بستی سے جس میں تھے ہم اور قافلے سے

اور اس بستی سے پوچھ دیکھئے جس میں ہم تھے اور قافلے سے

الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

وہ کر آئے ہم میں جس اور بیشک ہم البتہ سچ بولنے والے ہیں۔

جس میں ہم آئے اور ہم بیشک سچے ہیں۔

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں حضرت یوسف اور اُن کے بھائیوں کا آپس میں کچھ مکالمہ مذکور ہوا اب ان آیت میں بتایا جارہا ہے کہ حضرت یوسف کے دلائل قانونیہ کے سامنے وہ سب لاجواب ہوکر بنیامین کے بچانے میں ناکام ہوگئے جب انتہائی مایوس ہوئے تو اُن کے آپس کے مکالمے کا یہاں ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں شریعت کے مضبوط قانون پر مکالمہ ہوا تھا۔ اب ان آیت میں کئے ہوئے مضبوط وعدے پر مکالمہ ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں اُن باتوں کا ذکر ہوا جو یوسف علیہ السلام سے ہوئیں اب اُن باتوں کا ذکر ہے جو یعقوب علیہ السلام سے ہوئیں۔

تفسیر نحوی

فَلَمَّا اسْتَایْـٴَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ف تعقیبیہ بمعنی ثُمَّ لَمَّا اسم ظرف زمانی بمعنی جب اسْتَایْـٴَسُوْا فعل ماضی باب استفعال یَأْسٌ سے مشتق ہے بمعنی بالکل مایوس ہونا کیونکہ باب استفعال میں آکر فعل کی زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثال یائی و مہموز العین۔ اس کی تعلیل نحوی میں بہت قول ہیں مگر فضول۔ مِنْ جارہ ابتدائیہ ہ ضمیر مذکر کا مرجع بنیامین خَلَصُوْا فعل ماضی بصیغہ جمع غائب باب نَصَرَ۔ مادہ صحیح تمام حروف اصلیہ ہیں نحوی واؤ جمع کے لیے اور الف آخری تجمہ کے لیے خَلُوْصٌ سے بنا ہے بمعنی خالص ہونا چھٹکارا پانا۔ علیحدہ ہونا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں اس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع غائب پوشیدہ ہے نَجِیًّا حال ہے ھُمْ ضمیر جمع کا جو فاعل ہے خَلَصُوْا کا۔ نَجِیًّا کے واحد ہونے کی تین وجوہ۔

۱۔ نَجِیٌّ بمعنی ناجیًا ہے یا مُنَاجِیًا۔ فاعل کے ہم معنی جیسے عَشِیْر و خَلِیْط بمعنی معاشر و مخالط۔ اور فاعل واحد آتا ہے ضمیر جمع کے لیے بھی اسی طرح یہ بھی۔ ۲۔ یا نَجِیٌّ صفۃ مشبہ ہے بروزن فعیل اور صفۃ میں مبالغہ ہوتا ہے اس لیے واحد ہی آتا ہے بوجہ مشابہ مصدر کے جیسے زیدٌ عدلٌ اور رجالٌ کرمٌ۔ ۳۔ یہ نَجِیًّا مصدر ہے اور مصدر جمع تثنیہ نہیں ہو سکتا قَالَ فعل ماضی بصیغہ واحد مذکر غائب اس کا نام کَبِیْرُهُمْ۔ کَبِیْر صفۃ مشبہ بروزن فعیل بمعنی اسم تفضیل اکبر یعنی سب میں بڑا۔ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا۔ ہمزہ سوالیہ بمعنی کیا لَمْ تَعْلَمُوْا نفی جحد بلم مضارع بمعنی ماضی

ترکیب یہ اگلا سارا جملہ مقولہ ہے قال کا۔ عَلِمَ سے بنا ہے بمعنی حفظ یعنی یاد رکھنا۔ یہاں متعدی بیک مفعول ہے۔ اگلی عبارت تمام اس کی مفعول بہٖ ہے۔ اَنَّ حرف تحقیق بوجہ مفعول بہٖ درمیان کلام میں ہے اس لیے اَنَّ زبر سے ہوا۔ اَبَا۔ بحالت زبر اسم اَنَّ مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع حاضر مجرور متصل کا ئد اَخَذَ۔ فعل ماضی ترکیب بصیغہ واحد غائب ہُوَ ضمیر واحد غائب مستتر کا مرجع اَبَا ہے۔ اَخْذٌ سے بنا ہے بمعنی لینا۔ عَلَیْکُمْ۔ عَلٰی جارہ بمعنیٰ مِنْ۔ مگر اظہارِ شدت کے لیے بجائے مِنْ عَلٰی فرمایا گیا۔ کُمْ ضمیر جمع حاضر سے مراد باقی بھائی ہیں۔ مَوْثِقًا بروزن مَوْرِدًا مصدر میمی ہے وَثْقٌ مثال واوی سے بنا بمعنی مضبوط کرو۔ پکا وعدہ حلفیہ بیان۔ اسی سے ہے میثاق۔ مِنْ جارہ بیانیہ بمعنی بِ قسمیہ۔ تب یہاں لفظ قسم پوشیدہ ہے بمعنی مِنْ قسم اللہ۔ وَ عاطفہ قَبْلُ اسم ظرف مضاف ہے منوی مضاف الیہ ذٰالِکَ کا اس لیے مبنی ہے ضمہ پر مَا۔ اس میں تین قول۔

ملہ زائدہ ہے اور مِن قَبْلُ متعلق مقدم ہے فَرَّطْتُم فعل ماضی بصیغہ جمع مذکر حاضر کا یہ تَفْرِیْطٌ باب تفعیلٌ سے ہے۔ بمعنی غلطی کرنا۔ حد سے گزرنا۔ بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔ اندھی عقیدت رکھنا بہت زیادہ سستانا۔ یہاں یہ ہی آخری معنی مراد ہیں (منجد عربی معجم بسط)

ملہ بر مَا مصدریہ ہے۔ اور مبتدا ہے اس کی خبر مقدم مِنْ قَبْلُ ہے۔ مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ خبر مبتدا میں کامل ہونا شرط لیکن اسماءِ ظروف بغیر اضافت کے ظاہری ناقص ہوتے ہیں۔

ملہ بر مَا مصدریہ ہے اور منصوب ہے بوجہ عطف ہونیکے فعل تَعْلَمُوْا کے اَنَّ مفعول بہ پر۔ یا منصوب ہے بوجہ عطف ہونے کے اَنَّ کے اسم اَبَا کے پورے پورے جملے پر۔ فِیْ حرف جر ظرفیت کے لیے ہے بیان کیفیت میں یعنی بارے میں یُوْسُفَ غیر منصرف مجرور ہے۔ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ اَوْ یَحْکُمَ اللّٰہُ لِیْ وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ فَ تعقیبیہ بمعنی ثُمَّ۔ لَنْ اَبْرَحَ۔ فعل مضارع منفی تاکید بِلَنْ بمعنی مستقبل بحالت زبر بوجہ حرف ناصب بَرَحٌ سے مشتق بمعنی ہٹنا۔ رکنا۔ زائل ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں فعل تامہ بھی ہوتا ہے ناقصہ بھی مگر یہاں تامہ ہے اس لیے کہ ناقصہ کے لیے شرط ہے ظرفیت فِیْ جارہ کے ساتھ ہونا یہاں ظرفیت بغیر فِیْ بھی نہیں اگر فِی الْاَرْضِ ہوتا تو یہ ناقصہ ہوتا اَلْاَرْضَ الف لام عہد خارجی مراد علاقہ مصر ارض بحالت زبر مفعول بہٖ ہے۔ حَتّٰی حرف جر بھی ہوتا ہے حرف عطف بھی۔ یہاں عاطفہ ہے اسی حتّٰی میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے انتہاء فعل کو بیان کرتا ہے یَاْذَنَ۔ فعل مضارع معروف بصیغہ واحد مذکر غائب بمعنی مستقبل اِذْنٌ مہموز الفاء سے مشتق ہے لِیْ لام جارہ یْ ضمیر متکلم واحد کے لیے اَبِیْ مرکب اضافی ظاہر فاعل ہے یَاْذَنَ کا اَوْ حرف عطف پہلے کلام کو ختم کرنے کے لیے۔ یَحْکُمَ۔ مضارع بمعنی مستقبل حتّٰی کے

پوشیدہ اُن نے اس کو نصب دیا اس سے پہلے اَوْ عاطفہ نے اس کو عطف کیا۔ حُکْم سے مشتق ہے بمعنی فیصلہ کرنا۔ حکم دینا۔ یہاں دونوں درست ہیں اس کا فاعل اسم ظاہر لفظ اللہ ہے۔ وَ عاطفہ بمعنیٰ وجہ علت ھُوَ ضمیر مبتدا اس کی خبر خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ لفظ خیر مضاف ہے طرف حاکمین کے بمعنی اچھائی بھلائی۔ ہر طرح مفید۔ سب سے زیادہ صحیح یہاں یہ ہی آخری معنی مناسب ہیں۔ اَلْحٰکِمِیْنَ۔ الف لام استغراقی ہے۔ جمع ہے حاکم اسم فاعل کا باب نَصَرَ سے جمع کثرت ہے۔ الف لام بمعنی اَلَّذِیْنَ کی وجہ سے۔ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْکُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۔ فعل امر حاضر بصیغہ جمع مذکر خطاب وجوبی ہے دیگر بھائیوں کو رَجْعٌ سے بنا ہے بمعنی واپس جانا اگر بعد میں اِلیٰ جارہ آئے۔ یہی معنی ہیں کیونکہ یہاں بھی بعد میں اِلیٰ ہے۔ اگر بعد میں عَنْ جارہ ہو تو بمعنی واپس آنا۔ اگر بعد میں فی جارہ ہو تو واپس لینا۔ اَبِی بحالت جر ہے بوجہ اِلیٰ جارہ کُمْ سے مراد باقی ۹ نو عدد بھائی ہیں۔ فَقُوْلُوْا فَ تعقیبیہ بمعنی ثُمَّ مع تراخی قُوْلُوْا فعل امر بصیغہ جمع مذکر حاضر مخاطب فاعل باقی واپسی والے بھائی یا حرف ندا پورا جملہ مقولہ متراخرہ ہے اَبَا منادیٰ مضاف ہے نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ہے۔ اس لیے اَبَا زبر والا ہے۔ اِنَّ۔ حرف تحقیق اِبْنَکَ اُس کا اسم بحالت زبر ابن سے مراد بنیامین اور کَ ضمیر واحد سے مراد والد یعقوب علیہ السلام ہیں۔ سَرَقَ۔ فعل ماضی معروف باب ضَرَبَ سے ہے۔ اس کا فاعل ضمیر ھُوَ کا مرجع ابن ہے تقدم سے حصر اضافی کا فائدہ ہوا جس سے کلام میں خبریت کے ساتھ طعن بھی پیدا ہوا یہ خبر اِنَّ ہے ایک قرأت سُرِّقَ فعل ماضی مجہول باب تفعیل سے ہے۔ جس میں حقیقت سے لاعلمی کا اظہار ہے۔ و حالیہ مَا شَهِدْنَا فعل ماضی معروف منفی بصیغہ جمع متکلم۔ شُهُوْدٌ سے بنا ہے بمعنی حاضر ہونا۔ مشاہدہ کرنا۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی ہم نے اس چوری کو کچھ نہ دیکھا۔ اِلَّا حرف استثناء سے مستثنیٰ متصل ہے کیونکہ علم و مشاہدہ ہم معنی بھی ہوتا ہے۔ اور اگر ہر دو کو علیحدہ رکھا جائے تو مستثنیٰ منقطع ہے۔ اس اِلَّا نے مشاہدے کی نفی کو توڑ دیا۔ بِ باب بعضیت کی مَا موصولہ۔ مَا نافیہ پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ خود حرف ہے۔ مَا موصولہ اسم ہے۔ اصلاً غیر عقل والوں کے لیے مگر عقلاء کے لیے بھی مستعمل ہے۔ بخلاف مَنْ موصولہ کے کہ وہ صرف عقلاء کے لیے ہے عَلِمْنَا۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ صلہ ہے۔ وَ عاطفہ مَا شَهِدْنَا پر عطف ہے یہ سب عبارت سَرَقَ کا حال ہے۔ مَا كُنَّا۔ فعل ماضی قریب ناقصہ بصیغہ جمع متکلم۔ نَا ضمیر اس کا اسم لِلْغَيْبِ لام اول حرف جر۔ لام دوم معرفہ کا۔ استغراقی یعنی کوئی بھی غیب یا عہد خارجی۔ یعنی اُس واقعہ کا غیب تب ماضی بعید ہے الغیب مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی غائب شدہ غیب کا لغوی ترجمہ وہ چیز جس کی طرف توجہ نہ ہو۔ غیب کا منقول شرعی معنی۔ جو چیز حواس

خسر سے نہ بچائی جا سکے۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے حٰفظین کا۔ یہ جمع ہے حافظٌ اسم فاعل کا۔ حفظٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی یاد رکھنا۔ حفاظت کرنا۔ جمع رکھنا۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ وَ سرِ جملہ ابتداءِ کلام کے لیے۔ اِسْئَلْ۔ فعل امر حاضر واحد مذکر۔ سَئَلٌ سے مشتق ہے باب فتح سے ہے اباحت کے لیے ہے۔ یعنی ہماری طرف سے آپ کو بالکل پوچھنے کا اختیار ہے۔ قَرْیَۃَ۔ اسم جامد ہے بحالت نصب مفعول بہ ہے۔ بمعنی چھوٹا شہر۔ بستی۔ مراد شہر مصر۔ کُنَّا۔ فعل ناقص ماضی بعید ہے نا ضمیر جمع متکلم اس کا اسم فِیْہَا جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ موجُودِیْن اسم مفعول کے جو خبر ہے کُنَّا کی۔ وَ عاطفہ۔ العِیْر۔ الف لام عہد خارجی۔ عیر بحالت زبر عطف ہے قَرْیَۃَ پر۔ قریۃ ہر حال میں لفظی مؤنث ظاہرا تھا اس لیے اَلَّتِیْ موصول مؤنث آیا۔ مگر عیر کے بعد عطف کی وجہ سے اَلَّتِیْ موصول مؤنث آیا۔ عیرٌ کا لغوی ترجمہ بہت بھرنے والا۔ دراصل تھا عییرٌ بروزن فعیلٌ مبالغے کا صیغہ ہے۔ اصطلاحی ترجمہ ہے اونٹوں کا قافلہ۔ اَلَّتِیْ اسم موصول مؤنث اَقْبَلْنَا۔ فعل ماضی بصیغہ جمع متکلم۔ قَبْلٌ سے مشتق ہے بمعنی آگے ہونا شامل ہونا۔ قبول کرنا۔ ظاہر ہونا۔ واپس آنا۔ یہاں یہ ہی آخری معنی مراد ہیں۔ فِیْ ظرفیہ جارہ متعلق ہے اَقْبَلْنَا کے ھَا کا مرجع عیر ہے۔ لفظ عیر غیر ذوی العقول ہے اس لیے ھَا ضمیر واحد مؤنث آئی۔ وَ۔ حالیہ یا عاطفہ۔ یا قسمیہ ہے تب لفظ اللہ پوشیدہ ہے۔ اِنَّا۔ دراصل ہے اِنَّ نَا۔ حرف تحقیق اور نا ضمیر اس کا اسم۔ خیال رہے کہ اِنَّ ہمزہ مکسورہ تب ہوگا جب کسی عامل کا معمول بن کر نہ آئے۔ اسی کو شروع کلام کہا جاتا ہے۔ اَنَّ اس کے برعکس ہے
لام کے تحقیق کے لیے ہے۔ صٰدِقُوْنَ بحالت پیش ہے کیونکہ خبر اِنَّ ہے۔ جمع ہے صَادِقٌ اسم فاعل کی باب نصر سے ہے۔ صدقٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی۔ سچا ہونا۔ سچا بننا۔ سچا سمجھا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہے دوسرے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ

فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ۔

پھر جب کافی بحث مباحثہ حالات و دلائل بیان کرنے کے بعد بالکل ہی عزیز مصر کے فیصلہ بدلنے سے یا رحم کی درخواست قبول ہونے سے بنیامین کے واپس ملنے سے مایوس ہو گئے یعنی برادران یوسف نے دربار یوسفی میں ہر طرح کی چارہ جوئی کر لی مگر یوسف علیہ السلام نے شریعت کے فیصلہ میں بالکل لچک نہ پیدا ہونے دی اور قرآن مجید نے حضرت یوسف کی یہ استقامت بیان فرما کر قیامت تک مجرم کی سفارش کا دروازہ بند کر دیا۔ اور ہر شخص پر شرعی قانون کی بالادستی کر دی۔ کہ دنیا کے بادشاہی قانون بھی قانونِ شریعت الٰہیہ کے سامنے ٹھکرائے جا سکتے ہیں۔ اور بھائیوں نے بھی سمجھ لیا کہ یہ ہمارا ہی بیان کردہ شرعی قانون ہے

اس کی اہمیت کا حال مسلّم ہے اس لیے رد و بدل کی گنجائش نہیں دی جا سکتی لہٰذا وہ سب دربارِ شاہی کی عدالت سے نکل کر کسی جگہ ایک کونے میں علیحدہ جا بیٹھے سب سے دور ہو کر اور بہت آہستہ آپس میں صلاح مشورہ بات چیت کرنے لگے۔ اُدھر اُن کی آنکھوں کے سامنے ہی ظاہری جرم کی بنا پر مصری پولیس کے دو سپاہی بنیامین کو غلاموں کی طرح ہاتھوں کو اور گردن کو پکڑ کر دربار کے اندر کسی کمرے میں یا کسی طرف لے گئے جس کو دیکھ کر یہ سب آبدیدہ ہو گئے اور انتہائی پریشانی۔ غم۔ فکر میں اُس جگہ سے ہٹنے اور کہنے لگے کہ جتنی پریشانی ہم کو آج پہنچی ہے ساری عمر کبھی نہیں تاریخوں میں ہے کہ ایک بھائی نے کہا ہم نے بھی ہمیشہ اپنے بڑوں کو ستایا ہی ہے جس کا بدلہ کچھ مل رہا ہے ایک نے کہا کہ آج پتہ لگا کہ کسی کے دل کا غم کیا ہوتا ہے یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اُن کے بڑے بھائی نے اِدھر اُدھر کی باتوں کا رخ موڑتے ہوئے آئندہ کے پروگرام کے متعلق کہا۔ وہ بڑا بھائی یاروبیل تھا کیونکہ وہ عمر میں بڑا تھا یا یہودا تھا کہ وہ عقل و علم میں باقی نو سے زیادہ تھا اور اُس کی بات مانی جاتی تھی یا شمعون تھا کہ وہ امیرِ قافلہ تھا۔ سب قافلہ والوں نے آج اس کو سردار بنایا ہوا تھا۔ کیونکہ سب میں اونچا ڈیل ڈول اور طاقتور تھا۔ بولا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم سے تمہارے والد نے قسمیں لی ہوئی ہیں جیسا کہ تم نے اگر مجھ کو بتایا ہے اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں جو ظلم زیادتیاں کر چکے ہو وہ بھی یاد ہیں۔ سب نے کہا واقعی اب ہم کس منہ سے جائیں گے اس لیے ہم کوئی نہیں جائیں گے۔ سب کے سب یہیں کہیں منہ چھپا کر پڑے رہو پھر کسی نے کہا کہ اس سے تو اور زیادہ خرابی پڑے گی ایک یہ کہ وہاں گندم کا انتظار ہو رہا ہے گھر والے بھوکے ہیں۔ دوئم یہ کہ والد محترم سمجھیں گے شاید سب ہلاک ہو گئے تو انتہائی سخت غمزدہ ہو جائیں گے ایسا نہ ہو کہ غم سے فوت ہو جائیں۔ سوم یہ کہ گھر میں ہمارے علاوہ جوان مرد اور کوئی نہیں والد بوڑھے کمزور اور بیمار غمزدہ ہیں ہم نہ جائیں تو کاروبار دکانیں کون چلائے گا اور گھر کی دیگر ضروریات کون پوری کرے گا۔ اس لیے چلنا ضرور چاہیئے۔ تیرے نے کہا ٹھیک ہے تم سب جاؤ مگر میں اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک والد محترم مجھ کو خود اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے یا والد محترم پر وحی بھیج کر میرے لیے کوئی فیصلہ نہ فرمائے یا راہ ہموار نہ ہو جائے بنیامین کے نکالنے کی اور وہی اللہ تعالیٰ حاکموں میں سب سے اچھا حاکم ہے کہ اُس کا فیصلہ ہمیشہ حق مضبوط عدل و شاندار ہوتا ہے۔ اور اب تم اپنی بھائی مجھے خدا پر چھوڑ کر جلد از جلد۔ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۔ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۔ لوٹ جاؤ سب ایک ساتھ اپنے والد کی خدمت میں اور تم سے میرے اور بنیامین کے بارے پوچھیں اور بنیامین کے بارے تو یقیناً پوچھیں گے۔ یا تم خود ہی پہل کر کے کہہ دینا صاف صاف کہ اے ہمارے والد محترم بیشک تمہارے لاڈلے

چھپتے بیائے بیٹے بنیامین نے چوری کی ہے کہ کسی کو پتہ تک نہ چلا اور شاہی پیمانہ اُس کے سامان میں پہنچ گیا خبر نہیں کس وقت کس مہارت سے اُس نے ڈال لیا۔ لیکن ہم نے یہ بات صرف اپنی ظاہری معلومات کی بنا پر کی ہے یہ ہماری شہادت نہیں ہے کیونکہ گواہی تو واقعہ کے مشاہدے سے ہوتی ہے ہم نے چوری کا مشاہدہ نہیں کیا نہ اقرار جرم سنا۔ ہم تو وہ خبر آپ کو دے رہے ہیں جو ہم نے وہاں جانی کہ جب ہم بستی مصر سے نکل کر ایک قریبی گاؤں کے اندر سے گزر رہے تھے اور کنعان کے دیگر لوگوں کا قافلہ بھی ہمارے ساتھ تھا تو شاہی کارندوں نے چوری کا اعلان کر کے ہم سب کو گرفتار کر لیا واپس لیجا کر تلاشی لی تو سب سے آخر میں بنیامین کی گندم میں سے پیالہ گلاس نکل آیا پھر عزیز مصر کی عدالت میں پیشی ہوئی تو بھی بنیامین نے اپنی صفائی میں اپنے جرم کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی ہم نے برا بھلا کہا سپاہیوں نے گلے سے پکڑ کر گرفتار کیا ہم نے تو بہت کچھ شور واویلا کیا مگر بنیامین کچھ نہ بولا جس سے ہم نے اس خاموشی سے اقرار جرم کا اندازہ لگا لیا۔ ہم نے اس کی حفاظت کا وعدہ واقعی آپ سے کیا تھا مگر اس کی غائبانہ حرکتوں پر کیسے نظر رکھی جاتی۔ یا ہو سکتا ہے پہلے بھی وہ گھر بازار میں چھوٹی موٹی چوری کر لیتا ہو ہم تو غیب کے محافظ نہیں ہیں۔ یا یہ سب کچھ جو ہم کو معلوم ہوا ہے وہ تو ظاہری حالات کی وجہ سے ہے حقیقت میں ہو سکتا ہے وہ چور نہ ہو اور اُس کی خاموشی ناگہانی آفت کے غم شدید کی بنا پر ہو۔ لیکن ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اسی طرح ہے۔ بیشک اگر آپ کو ہم پر یقین نہیں آتا تو اُس بستی محلے والوں سے پوچھ لیا جائے جس میں سے ہم کو واپس لے جایا گیا اور سب بازار والوں گلی محلے والوں نے یہ نظارہ کیا یا مصر کی بستی سے پوچھئے بھجوائیے اور نہیں تو اپنے محلے کے اُن کنعانیوں سے پوچھ لیجئے جو قافلے میں ہمارے ساتھ تھے۔ وہ بھی بتا دیں گے کہ ہم بیشک آپ سے سچ کہہ رہے ہیں اور ہم سچے ہیں ظاہری بھی سچے باطنی بھی۔ آپ واقعاتِ یوسف کو مدنظر رکھ کر ہم کو اب بھی جھوٹا خیال نہ فرمائیں آج تو ہمارے پاس اپنی سچائی پر بہت گواہ ہیں۔ وہ قافلے والے۔ بستی والے۔ کارندے۔ پولیس والے اور مصر کے بہت سے دیکھنے والے لوگ بلکہ خود عزیز مصر ہماری اس بیان کردہ سچائی پر گواہ ہیں۔ آپ کسی کو بھیج کر پتہ لگا لیں۔ غرض کہ انہوں نے خوب ہی مرچ مصالحے لگا کر بڑھا چڑھا کر اس واقعے کو بیان کیا تاکہ بنیامین والد کی نظروں سے گر جائے ہم قابلِ عزت بن جائیں اور والد محترم کا نیا غم پیدا نہ ہو۔

فائدے ان آیتِ کریمہ سے مسلمانوں کو چند سبق اور فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

پہلا فائدہ۔ مسلمانوں کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کو غیب کا علم عطا فرمایا جو اس عقیدے کے خلاف ہو وہ مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں۔ اس لیے کہ غیب نبی کا ثبوت قرآن مجید کی صریحی آیتوں سے ہو رہا ہے یہ فائدہ فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا (الخ) سے حاصل ہو رہا ہے اس حادثے

کا ذکر حضرت یعقوب نے اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ کہہ کر پہلے ہی غیبی خبر اور اشارے سے فرمادیا تھا۔
دوسرا فائدہ۔ برادرانِ یوسف کو اب ظالم کہنا یا لکھنا گناہ اور ظلم ہے کیونکہ انہوں نے نادم اور شرمندہ ہوکر اپنے تمام افعال کو شرعی اور اخلاقی جرم سمجھ لیا۔ جرم کو جرم سمجھ لینا اور اس پر نادم ہونا ہی توبہ کی اصلیت ہے صرف توبہ زبان سے کہنا توبہ نہیں اصل توبہ تو دل میں شرمندہ ہونا اور آئندہ باز رہنے بچنے کا ارادہ قلبی کی توبہ ہے۔ یہ فائدہ قَالَ كَبِيْرُهُمْ (الخ) سے حاصل ہوا **تیسرا فائدہ۔** مسلمان کو چاہیئے اپنے وقار عزت اعتبار کو قائم رکھنے کے لیے ہمیشہ سچ بولے سچ سے دین بھی بچتا ہے اور دنیا بھی۔ دیکھو برادرانِ یوسف نے پہلے ایک دفعہ جھوٹ بولا تو اب ان کو خود محسوس ہوا کہ ہمارا اعتبار نہ ہوگا خواہ اب کتنے ہی سچے کیوں نہ ہوں۔ یہ فائدہ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں
پہلا مسئلہ۔ جب تک جرم پورا ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک مجرم کے خلاف نہ گواہی جائز ہے نہ جرم کی سزا ہو سکتی ہے صرف مال برآمد ہو جانا چوری کا ثبوت نہیں اس لیے برادران یوسف نے عرض کیا مَا شَهِدْنَآ۔ ہم بنیامین کے چور ہونے کی گواہی نہیں دیتے۔ حضرت یوسف نے بنیامین کو روکا یہ چوری کی سزا نہ تھی صرف مال برآمد ہونے کا عوض تھا اور وہ بھی بھائیوں کے اس کہنے کے بنا پر کہ جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ (الخ) اگر یہ چوری کی سزا ہوتی تو کہا جاتا جَزَآءُهٗ مَنْ سَرَقَ۔
دوسرا مسئلہ۔ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ غیر مقلد وہابی لوگ چھوٹے سے گاؤں میں بھی جائز مانتے ہیں اور دلیل لاتے اس حدیث سے جس میں جمعہ کے لیے قریہ فرمایا گیا ہے۔ وہاں مراد قریہ سے شہر ہے اور شہر کے لیے قریہ کا استعمال ہوتا ہے جیسے کہ یہاں قریہ مصر جیسے بڑے شہر کو کہا گیا۔ یہ مسئلہ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ کی ایک صحیح مشہور معتبر تفسیر سے مستنبط ہوا۔ بعض جہلا نے اپنے مسلک کو بچانے کے لیے یہاں قریہ کا ترجمہ گاؤں ہی کیا ہے اور کہا کہ دور کسی گاؤں میں پہنچ جانے کے بعد پکڑے گئے تھے اور والد کے سامنے اس گاؤں کا ذکر کیا تھا مگر یہ سب باتیں فضول ہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات پڑ سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فَلَمَّا اسْتَايْئَسُوْا۔ جب وہ مایوس ہوگئے ایک اور آیت میں ہے اِذَا اسْتَايْئَسَ الرُّسُلُ جب رسول مایوس ہوگئے۔ یہاں اگلی آیت میں ہے کہ مایوس ہونا کافروں ناشکروں بدعقیدوں کا کام ہے۔
جواب۔ برادرانِ یوسف کا یہ مایوس ہونا عزیزِ مصر کی طرف سے ہے اور اللہ کے رسولوں کا مایوس ہونا کفار

سے ہے ۔ یہ بالکل ٹھیک ہے بلکہ اہل ایمان کا دنیا اور اہل دنیا کے نفع سے مایوس ہونا تو عین ایمان ہے جس مایوسی کو کفر اور ناشکری بدعقیدگی کہا گیا ہے وہ اللہ سے مایوس ہونا ہے اس کے فضل و کرم اور رحمت و نعمت سے مایوس ہونا ہے وہ واقعی کفر ہے کافروں کا کام ہے ۔ **دوسرا اعتراض** ۔ بھائیوں نے والد کے سامنے بنیامین کو چور کہا ۔ اِنَّ ابۡنَكَ سَرَقَ ۔ حالانکہ چوری کرتے کسی نے دیکھا نہ تھا نیز معترین کے قول کے مطابق بنیامین نے خود بھی ملامت سن کر کہا تھا کہ میری بوری میں گلاس اسی نے رکھا ہے جس نے تمہاری بوریوں میں قیمت رکھی تھی ۔ لہٰذا یہ اتہام ہے اور یہ مزید جرم ہے اس کی معافی بھی نہ منگوائی گئی ۔

جواب ۔ تفسیر کبیر نے اُس کے پانچ جواب دیے ہیں ۔ ایک یہ کہ بنیامین کی ان لفظوں میں اپنی صفائی پیش کرنی کمزور ہے ۔ بھائیوں نے سوچا کہ اگر قیمت جس نے رکھی تھی اسی نے پیالہ رکھا تو پھر تلاش و تفتیش کیوں ہے قیمت کی تلاش کیوں نہ ہوئی اب تک نیز ہم سے تو بنیامین یہ کہہ رہا ہے مگر عدالت کے سامنے خاموش ہے ۔ اور ظاہراً چوری ثابت ہے **دوسرا جواب** یہ کہ ۔ بھائیوں کا ادھورا کلام مذکور ہوا پوری بات یہ ہے کہ مصر کی انتظامیہ ۔ عدالت اور اہل تفتیش کے قول کے مطابق اور ظاہری حالات میں اِنَّ ابۡنَكَ سَرَقَ تمہارے بیٹے نے چوری کی ہم گواہی نہیں دیتے ۔ یہ جواب زیادہ درست ہے اگلی آیت کے مطابق ہے ۔

تیسرا جواب یہ کہ ۔ ہمیں ایسا لگتا ہے جیسے واقعی تمہارے بیٹے نے چوری کی ہے ۔ اس جواب میں قد سَرَقَ ماضی احتمالی کے معنیٰ میں ہے **چوتھا جواب** یہ کہ واقعی بیٹوں نے صاف کہا تھا کہ بنیامین نے چوری کی ہے ۔ مگر یہ کہنا گناہ نہیں کیونکہ تہمت نہیں ۔ جب کہ حالات بھی یہ ہی کہہ رہے ہیں اور عدالت کا فیصلہ و سزا بھی اسی پہ ہے بنیامین کا جرم نہ کیا نہ بھائیوں سے معافی منگوائی گئی ۔ **پانچواں جواب** یہ کہ ابن عباس کی قرأت ہے اِنَّ ابۡنَكَ سُرِّقَ تمہارے بیٹے کی طرف چوری منسوب کی گئی ہے ۔ اس قرأت میں اعتراض ہی باقی نہ رہا ۔

تفسیر صوفیانہ	فَلَمَّا اسۡتَايۡـَٔسُوۡا مِنۡهُ خَلَصُوۡا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيۡرُهُمۡ اَلَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اَبَاكُمۡ قَدۡ اَخَذَ عَلَيۡكُمۡ مَّوۡثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنۡ قَبۡلُ مَا فَرَّطْتُّمۡ فِىۡ يُوۡسُفَ ۚ فَلَنۡ اَبۡرَحَ الۡاَرۡضَ حَتّٰى يَاۡذَنَ لِىۡۤ اَبِىۡۤ اَوۡ يَحۡكُمَ اللّٰهُ لِىۡ ۚ وَهُوَ خَيۡرُ الۡحٰكِمِيۡنَ

صوفیا فرماتے ہیں کہ اہل دنیا جلدی مایوس ہو جاتے ہیں اور آستانہ قدس سے ہٹ جاتے ہیں ۔ دعاؤں التجاؤں کو ترک کر کے اپنی دنیا اور تدبیر دنیا میں مشغول ہو جاتے ہیں یہی اُن کی ازلی محرومی کا سبب بن جاتی ہے ۔ انسان کی جلد بازی نے اُس کو ظلوم و جہول کا لقب دیا ۔ بحالت جسدی یہ عمر کے اعتبار سے روح بڑی ہے مشورے کے اعتبار سے عقل بڑی ہے ۔ اور اختیار پسندی کے لحاظ سے نفس امارہ ہے جو اعضا کو اپنے اختیار میں رکھنا چاہتا ہے لیکن حقیقت میں ضمیر انسانی سب سے اعلیٰ رئیس و کبیر جو ہر موقع پر صحیح مشورے دیتا ہے ۔

گناہوں پر ملامت لغزشوں خطاؤں پر بھی رہنمائی کرتا ہے صالحین اسی کے فرمان پر چلتے ہیں اس کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ یہی بار بار طبیعت انسانی کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر آگاہ اور خبردار یا ملامت کرتی ہے کہ اے عالم ناسوت میں اگر غفلت کی ساعتیں گزارنے والو کیا تم کو کچھ یاد ہے کہ عالم ارواح میں محبوب قدیم سے کیا وعدہ کر کے آئے تھے۔ یہ حیاتِ دنیا اس طرح حصولِ دنیا میں برباد کرنے کے لیے تو نہیں ملی۔ سابقہ زندگی کی ناکامیاں کیا کم ہیں جو اب مزید بڑھاتے جا رہے ہو آنکھیں کھولو ہوش سنبھالو۔ قلب حزین کو تمہارے ہی قتل اور ارادے۔ غیبت اور تکبر کے ظلم نے برباد کیا۔ گناہ تم نے کیے سیاہی غم دل پر آئی۔ فریب تم نے کیے مصیبت دل کو پہنچی تمہاری سیاہ کاریوں نے روح کو تڑپایا۔ روایت میں ہے کہ سب اعضا زبان سے پناہ مانگتے کہ یا اللہ اس کے شر سے ہم کو بچا۔ سب اعضا گناہوں میں نفس امارہ کا ساتھ دیتے ہیں مگر ضمیر ساتھ نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میں تو مزید یہ ہمت نہیں پاتا کہ اپنی کوتاہیوں لغزشوں زبان درازیوں سے روح کو مزید غمزدہ کروں نہ تمہارے ساتھ کسی مزید چرب زبانی حیلہ بازی میں شریک ہو سکتا ہوں اس دنیا میں انسان کیا کچھ خرمستیاں نہیں کرتا یہاں عبرت کی آنکھ بند رہتی ہے لیکن جب موت کے سپاہی گرفتار کر کے لے جاتے ہیں اور عدالتِ قہاری کے فیصلے سے متاعِ عمل اور دنیوی جاہ و جلال جس کی حفاظت کے لیے اور بچانے کے بڑے بڑے حیلے وعدے جتن کئے ہوئے تھے یکدم چھین لیے جاتے ہیں تب شرم کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور پچھلے اعمال نامے پڑھنا دا ہوتا ہے اب ضمیر کی آواز اور اللہ کے فیصلے کا منتظر ہوتا ہے صوفیا فرماتے ہیں اے غافل بندے یہ آیتیں اس بات کا اشارہ فرما رہی ہیں کہ ہر بندے پر یہ شرمندگی کی ساعتیں آنے والی ہیں پہلے دنیا میں کنعانی کا شیوہ اختیار کر لو۔ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ اے حضوری بارگاہ سے محروم اور معرفت محبوب سے محجوب طالبو جاؤ ابھی تم مکاشفۂ انوار کے لائق نہیں لوٹ جاؤ مرشد ایمانی کی طرف اور کہہ دو کہ ہم اسرار غیب سے ناواقف ہی رہے نفس سلطانی کو نہ پہچان سکے مگر مرید باصفا نے ایک ہی ساعت پہلے نظارے میں قربِ کمال کے سارے درجے طے کر لیے اور پیمانۂ عشق کی چوری سے گرفتارِ حسن یار کر لیا گیا ہے۔ ہمارے پاس وہ تزکیہ نفس نہ تھا جس سے باطنی حقیقت کا پتہ لگاتے ہم کو تو عالم ناسوت کا صرف ظاہری مشاہدہ ہی تھا ہم تو اسی مشاہدۂ ظاہری کو معراجِ معرفت سمجھ رہے تھے ہم اپنی کیفیاتِ واردات اور محرومی حالات میں سچے ہیں۔ اے مرشد و راہنما ہمارے قریۂ خلوت قافلۂ جلوت کو ملاحظہ کیجیے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جس طرح بیماری کے بعد تندرستی کی تمیز اور قدر ہوتی ہے غریبی سے امیری کی قدر۔ مصروفیات میں فراغت اور بدحالی میں خوشحالی کی شان کا پتہ چلتا ہے اسی طرح طالب سلوک

کو محرومی سے محبوبی کی قدر آتی ہے خوش بخت ہے وہ جس نے جوانی اور فراغت میں محبوب کو پا لیا منا لیا۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ

فرمایا بلکہ الجھا دیا تم کو نفسوں نے تمہارے اس بارے میں

کہا تمہارے نفس نے تمہیں کچھ حیلہ بنا دیا

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ

پس اب صبر ہی اچھا ہے عنقریب اللہ یہ کہ لائے گا میرے پاس

تو اچھا صبر ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے

بِهِمْ جَمِيعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَ

ان کو اکٹھا بیشک وہ ہی بہت علم بہت حکمت والا ہے۔ اور

بیشک وہی علم و حکمت والا ہے۔ اور

تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَ

ہٹ گئے پاس سے ان کے اور فرمایا ہائے افسوس پر یوسف اور

ان سے منہ پھیرا اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر

ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾

سفید پڑ چکی تھیں آنکھیں ان کی سے غم پس وہ شروع سے غصہ پینے والے تھے

اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں تو وہ غصہ کھاتا رہا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى

گھر والے بولے قسم اللہ کی آپ ہمیشہ ذکر کرتے ہی رہو گے یوسف کا یہاں تک کہ

بولے خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کی یاد کرتے رہیں گے یہاں تک

تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾

ہو جاؤ تم انتہائی کمزور یا ہو جاؤ تم سے ہلاکت والوں۔

کہ گور کنارے جا لگیں یا جان سے گزر جائیں۔

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ

فرمایا فقط شکایت کرتا ہوں میں پریشانی اور غم اپنے کا طرف اللہ کے اور

کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور

اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

میں جانتا ہوں طرف سے اللہ کے وہ جو تم نہیں جانتے۔

مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت یوسف اور بھائیوں کی تفصیلی گفتگو کا تذکرہ تھا اب سب بھائیوں کے مصر آنے کے بعد یعقوب علیہ السلام کی گفتگو مذکور ہوئی۔

دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت سے پتہ چلتا تھا کہ شاید یوسف علیہ السلام کے متعلق والد محترم حضرت یعقوب کو کچھ پتہ نہیں۔ مگر ان آیات کے طرزِ کلام سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت یعقوب کو یوسف علیہ السلام کا پورا پورا علم تھا۔

تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں حضرت یعقوب کے ان بیٹوں نے اپنے علم غیب کا انکار کیا اور یہی حقیقت تھی اب ان آیات میں حضرت یعقوب اپنے بارے میں صاف صاف خدا داد علم غیب کا اظہار فرما رہے ہیں

ہیں اور یہی حقیقت تھی۔

تفسیر نحوی

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا۔ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ قال فعل ماضی کا فاعل حضرت یعقوب ہیں۔ اگلی عبارت قال کا مقولہ ہے۔ حرف بل استدراک کے لیے ہے اس لیے اس سے پہلے ایک جملہ پوشیدہ ہے دراصل تھا۔ لَيْسَ الْحَقِيقَةُ كَذَا ذَكَرْتُمْ یعنی حقیقت میں ایسا نہیں جیسا تم نے بیان کیا یا جیسا تم نے سنا بلکہ سَوَّلَتْ فعل ماضی باب تفعیل تسویلٌ سَوْلٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ۔ حقیقت کو چھپانا۔ برے کو اچھا بتانا برائے کو خوبصورت بتانا۔ دھوکہ دینا۔ دھوکہ کھانا۔ یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہے۔ لَكُمْ۔ لام جارہ بمعنے مفعولیت۔ کُمْ ضمیر سے مراد یہی نو بھائی ہیں۔ أَنْفُسُكُمْ مرکب اضافی فاعل ہے سولت کا جمع ہے نَفْسٌ کی بمعنیٰ اپنے۔ یا بمعنی دل یا نفس امارہ یا ذہن۔ یہاں سب معنیٰ بن سکتے ہیں۔ أَمْرًا بحالت زبر۔ مفعول فیہ ہے یا مفعول بہ بمعنیٰ معاملہ۔ کہ ار۔ یعنی معاملے میں دھوکہ کھلایا تم کو تمہارے اپنوں نے یا تمہارے نفسوں نے یا معاملے کا۔ فَصَبْرٌ ف تعقیبیہ صَبْرٌ مصدر ہے مبتدا ہے بمعنیٰ بہادر بننا۔ مقابلہ کرنا۔ پابندی کرنا۔ برداشت کرنا یہاں آخری معنیٰ میں ہے۔ جَمِيلٌ جَمَالٌ سے مشتق ہے مبالغے کا صیغہ ہے بروزن فعیل بحالت رفع ہے کیونکہ خبر ہے مبتدا کی بمعنیٰ۔ خوبصورتی۔ خوش اخلاقی۔ خاموشی۔ بہتر یہاں آخری دو معنیٰ مراد ہیں۔ عَسَى فعل مقاربہ ماضی بمعنیٰ مستقبل بعض نحات کے نزدیک عرب فعل ماضی کے مشابہ اس کی پوری گردان ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک نہیں ہوتی بس یہ ایک ہی صیغہ ہوتا ہے۔ اللّٰہ بحالت رفع فاعل ہے عسی کا اسم۔ اَنْ حرف ناصب یہ پورا جملہ خبر ہے عسیٰ کی۔ يَأْتِيَ فعل مضارع بحالت نصب۔ اَتْیٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ لانا۔ نون وقایہ ی ضمیر متکلم واحد منصوب متصل بحالت زبر بوجہ مفعول بہ۔ بِهِمْ ب جارہ معنیٰ ساتھ یا بمعنیٰ عن۔ ہم ضمیر جمع مذکر مراد کم از کم تین فرد ہوتے ہیں جَمِيعًا صفت مشبہ کا صیغہ مبالغے کے لیے جمعٌ سے بنا ہے بحالت زبر ہے حال ہے بمعنیٰ مل کر ایک وقت میں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل عمل یہ ہ اس کا اسم منصوب هُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا برائے حصر۔ الْعَلِيمُ مبالغہ کا صیغہ بمعنیٰ بہت ہی ہر وقت جاننے والا علمٌ سے مشتق ہے الْحَكِيمُ حِكْمٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ حکمت یعنی اچھے طریقے والا۔ دونوں لفظ خبر ہیں هو مبتدا کی اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفٰى عَلٰى يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ۔ و نیا جملہ ہے یا حالیہ۔ زیادہ مناسب نیا جملہ ہے۔ کیونکہ سابقہ کلام پھرنے کی حالت میں نہ تھا بلکہ پھرنا بعد میں تھا اور یہ جملہ ابتدائیہ ہے۔ تَوَلّٰى۔ فعل ماضی معروف واحد غائب باب تفعّل سے ہے وَلْیٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ ہٹنا۔ پھرنا۔ یہاں دونوں معنیٰ مراد ہو سکتے ہیں ہو سکتا ہے کو ولی بھی اس

اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ہر چیز سے ہٹ کر دوستی میں مشغول ہوتا ہے عَنْهُمْ۔ عن جارہ استبعاد کے لیے ہے یعنی دوری مکانی۔ ھُمْ کا مرجع وہ بیٹے یا سب گھر والے۔ وَقَالَ۔ وَحالیہ۔ قَالَ۔ فعل ماضی مطلق یا اپنے معنیٰ میں یا ماضی استمراری کے لیے یَا اَسَفٰی حرف یا اپنے منادیٰ مضاف کے ساتھ دراصل تھا۔ اَسَفِیْ۔ آخری یٔ متکلم۔ مضاف الیہ کو بوجہ ثقل الف سے بدل دیا اسی لیے بعض نحویوں نے کہا کہ یہ الف اسم ہے کہ بدلے اسم ضمیر کے ہے اَسَف۔ مصدر مشہور الغاب ہے اسی سے ہے تَاَسُّف۔ یعنی غم زدہ افسوس۔ عَلٰی جارہ بمعنیٰ فی ظرفیہ۔ یہاں لفظ امر پوشیدہ ہے یعنی فِیْ اَمْرِ یُوْسُفَ۔ وَسَیرِ جملہ اِبْیَضَّتْ فعل ماضی بصیغہ واحد مؤنث۔ باب اِفْعِلَالٌ اس کا مصدر اِبْیِضَاضٌ۔ ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق برباعی با ہمزۂ وصل کا چوتھا باب ہے لازم ہے۔ بَیَضٌ اجوف یائی سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ سفید ہونا۔ عَیْنَا۔ تثنیہ ہے عَیْنٌ کا لفظ مشترک ہے یہاں بمعنیٰ آنکھ ہے اِبْیَضَّتْ اور مِنَ الْحُزْنِ کے قرینے سے عَیْنَان نونِ تثنیہ بوجہ اضافت گر گئی۔ بحالت رفع (پیش) فاعل ہے اِبْیَضَّتْ کا مِنْ جارہ سببیہ اَلْحُزْنِ الف لام عہد خارجی حُزْن۔ دل میں بیٹھ جانے والا غم۔ فَهُوَ۔ ف تعقیبیہ ھُوَ ضمیر کا مرجع حضرتِ یعقوب مبتدا ہے۔ کَظِیْمٌ خبر ہے مبتدا کی صفت مشبہ مبالغے کے لیے ہے باب ضَرَبَ ایک قول میں بروزنِ ضریب بمعنیٰ کَتْمٌ مگر صحیح تر باب کَرُمَ ہے۔ کَظْمٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ غصہ پینے والا۔ دل میں گھٹنے والا۔ یہاں دونوں معنیٰ مناسب ہیں قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ سب گھر والے مراد ہیں یعنی بیوی بچوں نے یہ کہا۔ تَاللّٰهِ۔ تَ جارہ قسمیہ ہے۔ لفظِ اللہ مقسم۔ تَفْتَؤُا۔ فعل ناقصہ مضارع بمعنیٰ مستقبل بحالت جزم ہے جواب قسم ہے ترجمہ ہے زائل ہونا فَتْوٌ یا فَتِیٌّ سے مشتق ہے۔ کافتیٰ بھی آتا ہے۔ باب فَتَحَ سے تَفْتَحُ کے وزن پر ہے۔ اس کا اسم اَنْتَ ضمیر مستتر واحد مذکر حاضر کا مرجع یعقوب علیہ السلام۔ تَذْكُرُ پورا جملہ اس کی خبر ہے۔ اس لیے پورا جملہ بحالت نصب ہے۔ نہ کہ فقط تذکر۔ جیسا کہ بعض نحویوں کو دھوکا لگا۔ چونکہ تَفْتَؤُا کا جملہ جواب قسم ہے اور قسم دو قسم کی ہوتی ہے۔ مُثبت۔ منفی مثبت کی نشانی ہے کہ جواب قسم میں لام تاکید یا نون تاکید یا دونوں آئیں یہاں کوئی نہیں اس لیے یہ قسم منفی ہے۔ لا پوشیدہ ہے دراصل تھا لَا تَفْتَؤُا۔ حکیم الامت اور اعلیٰ حضرت علیہما الرحمۃ دونوں کی ترجیح اسی طرف ہے۔ یعنی نہ رکو گے قسم ذکر کرنے سے یُوْسُفَ مفعول بہ ہے اس لیے بحالت زبر ہے۔ حَتّٰی حرف عطف انتہا کے لیے اس میں اَنْ ناصب مضارع پوشیدہ ہے تا ہمیشہ۔ تَكُوْنَ فعل ناقصہ مضارع مثبت بمعنیٰ مستقبل بصیغہ واحد حاضر اسم اَنْتَ پوشیدہ کا مرجع حضرت یعقوب ہیں حَرَضًا خبر تَكُوْنَ ہے۔ مصدر مبالغہ کے لیے ہے۔ اس لیے اس میں واحد تثنیہ جمع مذکر۔ مؤنث یکساں ہے۔ اس کا معنیٰ ہے نقصان۔ اَوْ حرفِ عطف سابقہ کی مشکوک

نفی کے لیے یہ تَکُوْنَ معطوف ہے پہلے تَکُوْنَ پر اس لیے بحالت زبر ہے۔ مِنْ جارہ بعضیت کا الھالکین۔ الف لام استغراقی ہے ھالکین جمع کثرت ہے ھالکٌ کی لازم ہے۔ بمعنیٰ فنا ہونا ہلاک ہونا یعنی مرجانا۔

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ قَالَ ۔ فعل ماضی صیغہ واحد غائب کا فاعل یعقوب ہیں ۔ اِنَّمَا ۔ اِنَّ حرف تحقیق مَا کافہ نافیہ نے عمل اِنَّ کو لغو کرکے کلمہ حصر بنادیا۔ یعنی فقط یا بس ۔ اَشْکُوْ فعل مضارع صیغہ واحد متکلم بمعنی مستقبل یا حال ۔ اعلیٰحضرت نے اور ان کی تبتع میں ہم نے بھی بمعنیٰ حال مراد لیا ہے۔ اس لیے کہ کیفیت سے اور شان نبوت سے یہی لائق ای کو صبر جمیل کہتے ہیں ۔ شکوٌ سے بنا ہے باب نصر سے ہے ۔ شکوٌ ۔ ناقص واوی سے مشتق ہے ۔ لغتاً بمعنیٰ کھولنا ۔ اصطلاحاً بمعنیٰ چھوٹے مشکیزے کا پانی نکالنا استعارۃً بمعنیٰ شکوہ شکایت کرنا ۔ دکھڑے سنانا ۔ فریادیں کرنا ۔ یہاں بمعنیٰ دکھڑے سنانا ہے بَثِّیْ ۔ مرکب اضافی مضاف الیہ یاءِ متکلم ۔ بَثٌّ مصدر ہے مضاعف ثلاثی کا بمعنیٰ ملبوث ۔ ھَمٌّ حزنٌ ۔ بثٌّ تینوں کے معنیٰ ہیں غم ۔ مگر جو دل ہی میں رہے ابھی کسی طرح ظاہر نہ ہو وہ حزن ہے ۔ جو علامات سے چہرے وغیرہ ظاہر ہوں ھَمٌّ ہے یہ غم کی زیادتی سے اور عروج سے ہوتا ہے ۔ اور جب اس سے عروج ہو جس کی بیقراری سنبھالی نہ جائے تو بَثٌّ ہے ۔ لغوی ترجمہ ۔ نشانات اشیا ۔ اور بکھیرنا بھی ہیں ۔ یہاں مراد وہ انتہائی غم ہے جس کا تذکرہ رو کے نہ رکے ۔ و عاطفہ ۔ حُزْنِیْ مرکب اضافی بیاءِ متکلم ۔ یہ عطف ہوا بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے اَشْکُوْا کا ۔ اِلَی اللّٰہِ جار و مجرور متعلق ہے اَشکُوا کا ۔ اِلیٰ جارہ انتہاء غایت کے لیے۔ وَاَعْلَمُ ۔ واؤ یہ جملہ ابتدائیہ کلام کے لیے ۔ اَعْلَمُ اسم تفضیل علمٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنیٰ زیادہ جاننے والا بمعنی ماضی مِنْ جارہ کا معنی ہے طرف سے اس کے بتانے سے لفظ اللّٰہ مجرور متعلق ہے اَعْلَمُ کے ۔ مَا ۔ موصولہ بحالت زبر مفعول بہ ہے اَعلَمُ کا ۔ لَا تَعْلَمُوْنَ منفی فعل مضارع معروف بصیغہ جمع حاضر ۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر کا مرجع اہل خانہ ۔

تفسیر عالمانہ

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۔ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۔

فرمایا ۔ اے میرے بیٹو تمہاری لگی لپٹی باتوں سے مجھ کو کچھ سمجھ آرہی ہے کہ حقیقۃً بات وہ نہیں جو تم یقین دلانا چاہتے ہو کہ تمہاری جلد باز طبیعتوں نے دھوکہ کھلوا دیا ان معاملات اور درپیش حالات میں اگر ذرا سوچ بچار فکر و تدبر سے اور تحمل سے غور کرنے ایک دم پریشان نہ ہو جاتے تو کبھی بھی بنیامین پر چوری ثابت نہ ہو سکتی ۔ ذرا اس پر ہی غور کر لیتے کہ جب بھی تم وہاں سے آئے تمہاری بوریوں میں کچھ نکل آتا ہے ۔ بس اس پریشانی اور پہلی حسد و رقابت کی وجہ سے تم کو تمہارے نفسوں نے اپنی پاکدامنی اور بچاؤ پر ورغلا

و بنیامین کی ساری نیکیاں حسن سلوک کو یکدم تم نے فراموش کر دیا اس لیے تمہارے نفسوں نے حقیقت حال کو جان کر چھپایا۔ تو اب بہر حال میرے لیے صبر ہی جمیل مفید سہارا ہے یا میرے لیے صبر جمیل ہی سہارا ہے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ صبر جمیل وہ ہے جس میں مخلوق کے سامنے اظہار شکوہ شکایت نہ ہو یا غم کی حالت میں اپنا کسی کا نقصان نہ کیا جائے۔ صبر جمیل کی نو شرطیں ہیں۔

۱۔ شور نہ ہو۔ ۲۔ پیٹنا کوٹنا ماتم کرنا نہ ہو۔ ۳۔ اللہ کی شکایت نہ ہو۔ ۴۔ مخلوق کے سامنے اظہار مصیبت نہ ہو۔ ۵۔ زمانہ یا موسم کو برا بھلا کہنا نہ ہو۔ ۶۔ جس کی طرف سے غم پہنچے اس کو گالی گلوچ نہ ہو۔ ۷۔ عبادات میں کمی نہ ہو۔ ۸۔ اپنا نقصان یعنی گریبان پھاڑنا بال نوچنا وغیرہ نہ ہو۔ ۹۔ بالکل ہی غم کو چھپا لیا جائے یا اس طرح کہ گوشۂ تنہائی میں روپوش ہو جائے یا اس طرح کہ جب یاد تیری آ جاتی ہے ہم چھپ چھپ کر رو لیتے ہیں۔ حضرت یعقوب کا صبر اسی آخری درجہ کا تھا۔ یہ تو قلم و علم کی تحریریں ہیں ورنہ حقیقتِ صبر کا بیان ناممکن ہے صبر جمیل تو اس سے بھی بلند کیفیت ہے۔ تلخی صبر اور سختی غم وہی جانتا ہے جو اس میں مبتلا ہو۔ حضرت یعقوب نے دل میں کہا یا زبان سے کہا مگر بہت آہستہ یا بیٹوں سے ہی مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ تم نے مجھ کو وہ بتایا جو تمہارے نفسوں نے تم کو سجھایا مگر میرا ضمیر۔ فہم۔ اور اندازہ یہ کہتا ہے کہ بہت ہی جلدی عنقریب اللہ تعالیٰ ان تمام کو اکٹھا ایک دم میرے پاس لے آئے گا۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر وقت ہر چیز کو ہر طرح جاننے والا ہے اور کیا چیز کس وقت ہونا مناسب ہے اس کی حکمت جاننے والا بھی وہ ہی ہے۔ بندوں کو علم۔ فہم۔ شعور۔ ضمیر۔ اور اندازے سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ اسی کے بتانے سے ہوتا ہے۔ اسی لیے عالم الغیب صرف رب کی ذات ہے۔ اس کے بندے مُعلَّمُ الغیب مُظہَرُ الغیب مُطلَعُ الغیب ہو سکتے ہیں یہ کہا اللہ کی حمد و ثنا کی اور ان سے بالکل دور علیحدہ گوشۂ خلوت میں چلے گئے پھر نہ کسی کی سُنی نہ کسی سے کہی۔ اور جاتے جاتے بس اتنا کہا۔ یا اللہ یوسف پر غم ہے۔ جو میرے اختیار سے باہر ہے یا۔ ہائے میرے غم یوسف پر۔ یا۔ اے میرے ہجر یوسف کی ساتھی غم۔ یا۔ ہائے افسوس یوسف پر۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت یعقوب کو تقریباً تیس سال غم یوسف کا ابتلاء رہا اور اسی غم میں اتنا روئے کہ آنسوؤں کی گرمی اور مسلسل روانی سے آنکھوں پر سفیدی چھا گئی اور کالی پتلی بالکل سفیدی کے پردے میں چھپ گئی جس کو آج کل سفید موتیا کہا جاتا ہے۔ اسی کا ذکر یہاں ہے کہ ابیضت عیناہ ان کی دونوں آنکھیں سفید پڑ گئیں غم کی وجہ سے اور بالکل ہی نابینا ہو گئے۔ جب یہ بیٹے بنیامین کی خبر لائے تو اس وقت چھ سال بیت چکے تھے نابینا ہوئے۔ اب یہ مزید دھچکا لگا تو سابقہ غم دوبالا ہو کر ابھرا اور بے اختیار

دبی ہوئی آہیں نکل پڑیں۔ پھر بھی وہ ہمارے رسول مکرم کمال تحمل سے اندر ہی اندر غصہ پینے والے۔ غم کھانے والے۔ دل میں درد گھونٹنے دبانے والے تھے بلکہ برداشت کے پہاڑ تھے۔ یہ افسوسناک سرد آہیں اور گھٹی گھٹی غم کی باتیں سن کر۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یہ غمزدہ اور افسوسناک اور آہ اتنے عرصے کے بعد پھر دردِ فراق یوسف کی آہیں سن کر وہ بیٹے یا دیگر گھر والے یا سب بولے اے والدِ محترم اللہ کی قسم ابھی تک آپ یوسف کو بھولے نہیں حالانکہ پچیس سال عمر کا ایک بڑا حصہ گزر گیا یوسف کی ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں گی مگر آپ ہیں کہ نہیں چھوڑتے ہو یوسف کا تذکرہ ذکر کرتے ہی رہتے ہو یا کرتے ہی رہو گے یہاں تک نڈھال ہو جاؤ گے یا ہو جاؤ گے تم ہلاک ہونے والوں میں سے۔ یہ کلام انہوں نے بھی ترس کھاتے ہوئے فکرمندی اور افسوس میں کہا تھا اس خیال سے کہ شاید اپنی حالت بیماری بڑھاپے اور کمزوری اور دن بدن گرتی حالت کی طرف کچھ دھیان دیں۔ آج بیٹے اس بات کا غم کر رہے ہیں کہ کاش ہم کو معلوم ہوتا کہ محبتِ یوسف اور عشقِ محبوب کے اتنے گہرے نقوش ہوتے ہیں تو ہم کبھی بھی یوسف کو جدا نہ کرتے ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ دو چار دن غم ہوگا پھر ہم سے ہی یکتا محبت پیدا ہوگی اب گویا مختلف قسم کے غموں میں سب گھر ہی مبتلا ہو گیا۔ حضرت یعقوب نے یہ تسلی آمیز گفتگو سن کر فرمایا کہ اے میرے گھر والو مجھ کو کسی سے کوئی شکوہ شکایت نہیں نہ میں اپنے درد کو ظاہر کر سکتا ہوں نہ دردِ فراق اور جریانِ نصیبی کو لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ میں اپنے اللہ کی طرف ہی اپنے ملال اور اپنے غم کی شکایت کرتا ہوں جس نے میرے دل کو پژمردہ اور کمر کو ٹیڑھا کر دیا ہے کیونکہ اس سے دنیا کی شکایت عین صبر ہے اور اس کی شکایت دنیا سے بے صبری ہے۔ خیال رہے کہ شکایت چار قسم کی ہے۔

۱۔ دنیا کی دنیا سے شکایت ۲۔ اللہ کی اللہ سے شکایت ۳۔ اللہ کی دنیا سے شکایت ۴۔ دنیا کی اللہ سے شکایت عوام کو پہلی تین جائز ہے مگر خواص کو صرف آخری جائز۔ لیکن خاص الخاص کو زبان سے کوئی شکوہ شکایت بھی جائز نہیں حضرت یعقوب کا فرمانا اَشْكُوْا۔ یہاں قلبی کیفیت آنکھوں کے آنسو چہرے کی سرخاہٹ سرد آہیں خلوت کی دعائیں مراد ہیں نہ کہ زبان کی فریادیں یا شکایتی الفاظ۔ اہلِ لغت اور محققین عارفین کے نزدیک بَثٌّ اور حُزْنٌ میں چھ طرح فرق ہے۔ بَثٌّ قلب کی گہرائی میں اتر جانیوالا غم۔ حزن عقل و دماغ پر چھا جانے والا غم ۲۔ بَثٌّ عشق کا غم حُزْنٌ محبت کا غم ۳۔ بَثٌّ باطنی غم حُزْنٌ ظاہری غم ۴۔ بَثٌّ روحانی غم حزن جسمانی غم ۵۔ بَثٌّ نہ ختم ہونے والا غم حُزْنٌ تغیرِ حالات سے ختم ہو جانے والا غم ۶۔ بَثٌّ وہ روحانی غم جو جسمانیت کو گھلا دے۔ حُزْنٌ وہ جسمانی درد جو روح کو متاثر کر دے۔ اسرائیلیات کی کتاب

تالمود وغیرہ میں حزن یعقوبی کے بارے میں بڑے بڑے قصے بیان کئے ہیں ہمارے مفسرین متقدمین نے بھی ان کو نقل کر دیا ہے مگر حقیقتاً وہ سب غلط اور گستاخی ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت یعقوب نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اُس کی ماں تڑپتی رہی اُس کی بد دعا سے یوسف و یعقوب کی جدائی ہوئی۔ نیز لکھا ہے کہ ایک لونڈی خریدی اُس کا شیر خوار بچہ نہ خریدا اس کی بد دعا لگی۔ کہیں لکھا ہے یعقوب علیہ السلام نے ایک بکری ذبح کی اور پکا کر خود ہی کھالی پڑوسی بھوکا تھا اس کو نہ پوچھا۔ اُس کی سزا رب تعالیٰ نے فراق یوسفی کی شکل میں دی۔ (العیاذ باللہ) وغیرہ وغیرہ یہ سب بکواسیات ہیں۔ ہم کو یہود و نصاریٰ سے شکایت نہیں وہ تو ہم کے بیہودہ ہیں ہم کو تو اپنے مفسرین سے شکایت ہے جن کی ان ہی بھرمار نے تاریخ اسلامی اور شان نبوت کو کھیل بنا دیا۔ اللہ کے نبی نہ کسی جانور کو ستا کے بد دعا لیتے ہیں نہ انسان کو نہ اُس پڑوس سے غافل۔ حضرت یعقوب نے فرمایا۔ اے میرے گھر والو میں اللہ کی طرف سے وہ وہ غیب۔ اسرار۔ اور حکمتیں۔ رمزیں۔ رحمتیں۔ برکتیں جانتا ہوں جو تم عام لوگ نہیں جانتے۔ اس لیے میرا یوسف کو ابھی تک یاد کرنا۔ یاد رکھنا کسی علم لدنی کی بنا پر ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ نبی کی غیب داں آنکھ جو دیکھ لیتی ہے وہ کسی کی آنکھ میں طاقت نہیں عام تو درکنار غوث و قطب بلکہ صحابی پاک کو بھی وہ علم نصیب نہیں جو نبوت کو عطاء ربانی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ کوئی نبی پیدائشی نابینا نہیں ہوئے ہاں درد و فراق اور خشیت الٰہی یا شوق وصل الٰہی میں تڑپ اور آہ و زاری سے آنکھوں کی بینائی جاتی رہتی یا بے پردہ ہو جاتی ثابت ہے جیسے کہ یہاں یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہوا اور جیسے حضرت شعیب علیہ السلام خشیت الٰہی میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے۔ بجز ان پیغمبران کرام کے کوئی نابینا نہ ہوا۔ یہ فائدہ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے علم غیب کے ذریعہ حضرت یوسف کے تمام حالات سے خبردار تھے۔ یہ فائدہ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا (الخ) سے حاصل ہوا۔ اس لیے کہ وہاں تو صرف شمعون اور بنیامین ہی رہ گئے تھے مگر آپ نے فرمایا بھم۔ ھم ضمیر جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے یہ تیسرا کون تھا۔ یوسف ہی تو تھے۔ **تیسرا فائدہ**۔ کسی بھی مصیبت کے وقت کوئی بھی مسلمان اگر رب تعالیٰ سے فریاد یا مناجات یا شکوہ شکایت کرے تو وہ بے صبری نہیں ہے۔ ہاں بندوں سے شکوے کرنا بے صبری ہے حضرت یعقوب چالیس سال یا اسی سال ایک قول کے مطابق۔ زندہ ہے مگر کسی بندے سے کوئی شکوہ کبھی بھی نہ کیا۔ یہ فائدہ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (الخ) سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند مسئلے حاصل ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ پیاروں کے فراق اور غم میں رونا جائز ہے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری فرزند پاک ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غم میں آنسوؤں سے روئے۔ یہ مسئلہ وابیضت سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ کسی بھی غم میں افسوس کے کلمات کہنے جائز ہیں۔ یہ مسئلہ حضرت یعقوب کا یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ فرمانے سے مستنبط ہوا ہاں البتہ نوحہ کرنا کفریہ الفاظ بولنے پیٹنا کوٹنا حرام ہے جس کی حرمت آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ **تیسرا مسئلہ**۔ کسی بزرگ کو کچھ سمجھانے کے لیے یا بچانے کے لیے ادب کے دائرے میں کچھ سخت لفظ کہنے گناہ یا بے ادبی نہیں جب کہ نیت فائدے اور خیر خواہی کی ہو۔ یہ مسئلہ تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا اور مِنَ الْهٰلِكِيْنَ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑسکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ جب کہ برادران یوسف نے ایک حقیقی اور سچا واقعہ بیان کیا ہے کہ بنیامین چوری میں پکڑا گیا اور دور نزدیک کی گواہیاں بھی پیش کیں کہ ہم سچے ہیں تو حضرت یعقوب نے بجائے اہل قافلہ سے پوچھنے کے یہ کیوں فرمایا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ یہی بات اس وقت کی تھی جب یوسف گم ہوئے تھے۔ حالانکہ دونوں کے ظاہری بیان میں اور حقیقت میں کافی فرق موجود ہے۔ **جواب**۔ اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت یعقوب نے دراصل یہ اشارہ یوسف کی طرف کیا ہے اے بیٹو پہلے تم نے یوسف کو جدا کرنے کا ایک حیلہ بنایا تھا اور اب یوسف نے بنیامین کے روکنے کا ایک حیلہ بنالیا۔ کام وہ بھی میرے بیٹوں کا تھا کام یہ بھی میرے ہی بیٹے کا ہے۔ لہٰذا یہ ایک غیبی اشارہ ہے۔ دوسرے یہ کہ سَوَّلَتْ۔ یہاں بمعنیٰ اَلْقَيَتْ ہے۔ یعنی تم سب کو تمہارے نفسوں نے اس خیال و وہم میں ڈالدیا کہ بنیامین نے چوری کی ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ پہلے سولت کا یہ معنی نہیں۔

دوسرا اعتراض۔ حضرت یعقوب نے بنیامین کا سن کر یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ کیوں فرمایا۔ علیٰ بنیامین کہنا چاہئے تھا کہ یہ نیا غم نئی مصیبت تھی۔ اور نیا غم زیادہ سخت ہوتا ہے۔

جواب۔ اس لیے کہ فراق بنیامین نے غم یوسفی کو تازہ کردیا۔ نیز فراق یوسفی فراق بنیامین سے زیادہ سخت تھی اور بہت طرح ان میں فرق ہے۔ یہ فرق تفسیر عالمانہ میں بیان کردیئے گئے۔ نیا غم تب سخت لگتا ہے جب پہلے غم کے برابر ہو یا زیادہ ہو۔ اگر نیا غم کم ہو تو اس کو محسوس لگنا کہتے ہیں جس سے پہلا غم شدید ہو جاتا ہے

تیسرا اعتراض۔ جب گھر والوں کو نہ تو یعقوب علیہ السلام کی طرح نبی علم والہام تھا نہ حقیقت حال کا پتہ تھا تو تاللہ کہہ کر قسم کیوں بولدی جھوٹی قسم تو گناہ ہوتی ہے۔ جواب۔ یہ یمین لغو ہے جس کو کہ

کلام کے طور پر بولا جاتا ہے۔ وہ گناہ نہیں۔ یا یہ ظاہری حالات کی بنا پر ہے کہ ان حالات کے پیش نظر ایسا ہونا یقینی ہے۔ یہ قسم کلام کی تاکید کے لیے بولی جاتی۔ یہ بھی گناہ نہیں۔

چوتھا اعتراض۔ آج فرماتے ہیں۔ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ یعنی میری کسی سے کوئی شکایت نہیں میں نے اپنا شکوہ غم اللہ کے حضور پیش کیا ہے مگر پہلے فرمایا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ (الخ) پھر فرمایا یٰٓاَسَفٰى (الخ) یہ بھی تو لوگوں کے سامنے شکوہ شکایت ہی ہے۔ **جواب** یہ شکوہ نہیں بلکہ سَوَّلَتْ۔ کہنے کا مقصد یہ ہے تم اپنے حیلوں سے مجھ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ مجرم کو یہ پتہ دینا کہ تیری چالیں ناکام ہیں یہ عین عقل مندی ہے اور اس کے بہت فائدے ہوتے ہیں۔ اور یٰٓاَسَفٰى فرمانا۔ یا تو غیر اختیاری ہے اور یا یہ بھی اللہ سے فریاد ہے۔ جیسا کہ تفسیر عالمانہ میں واضح کر دیا گیا۔ لہٰذا بے صبری وغیرہ کا کوئی اعتراض نہیں۔ حضرت یعقوب نے تو اپنے پڑوسیوں کو بھی کبھی دادِ غم کا خط سنایا تھا۔ **پانچواں اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا ہے کہ حضرت یعقوب کی آنکھیں غم سے نابینا ہو گئی تھیں حالانکہ غم سے آنکھیں نابینا نہیں ہوتیں غم تو دل میں ہوتا ہے **جواب**۔ غم دل میں ہوتا ہے غم سے رونا آتا ہے اور رونے سے آنکھیں خراب اور نابینا ہو جاتی ہیں۔ یہاں بات مختصر کرنے کے لیے اصل وجہ بیان کر دی گئی۔ **چھٹا اعتراض**۔ حضرت یعقوب نے بنیامین کی خبر سن کر یٰٓاَسَفٰى فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ پڑھنا چاہیے۔ **جواب**۔ یا اس لیے کہ اِنَّا لِلّٰهِ صرف مسلمانوں کو ملی ہے پہلے یہ کلمات مشہور تھے نہ اس کا شرعی حکم تھا۔ یا اس لیے کہ یٰٓاَسَفٰى دعا ہے اور ایسی حالت میں دعا زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

تفسیر صوفیانہ

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ

فناءِ قلب کے بعد عارف کا دل ماسوا اللہ کی محبت سے کٹ جاتا ہے اس میں محبت مخلوق کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ عارف کامل کو سارا عالم جلوہ گاہ الوہیت معلوم ہوتا ہے۔ اور چہرۂ یوسف آئینۂ ذات جمال ہے۔ اس کے رخ کو دیکھنا ہی ذاتِ جمال کا مشاہدہ کرنا ہے۔ رخِ یوسفی کے ماسوا کو دیکھ کر وصال یار کی امید کرنا۔ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ ہے۔ نفسانی دھوکہ ہے۔ کیونکہ سورج کی دھوپ اگرچہ سارے عالم پر جلوہ ریز ہے مگر ذاتِ سورج کو دیکھنے کے مشتاق رخِ آئینہ کو دیکھتے ہیں۔ اشیاءِ عالم سورج کی صفت کا مظہر ہیں یعنی دھوپ کا جس نے اشیا کو دیکھا صفاتِ آفتاب کو دیکھا لیکن آبگینہ ذاتِ سورج کا مظہر ہے جس نے آئینہ (آبگینہ) کو دیکھا سورج کی ذات کو دیکھا۔ برادرانِ یوسف اور تمام مخلوق صفاتِ ذات کو دیکھ سکتے ہیں مگر انبیاءِ کرام خود ذات کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ آئینہ کو دیکھنے کا مقصد آئینہ نہیں ہوتا۔ بلکہ منظرِ آئینہ ہوتا ہے پر چہرۂ یوسف

دیکھنے کا مقصد یوسف نہ تھا بلکہ حضرت یعقوب کو چہرۂ یوسف میں جلوۂ یار نظر آتا تھا۔ ذات جل مجدہٗ کے انوار مشاہدہ ہوتے تھے۔ عشق یوسف کا نہ تھا جلوۂ کبریائی کا تھا۔ رونا یوسف کے لیے نہ تھا۔ یوسف تو ظلِ ذات تھا۔ اشیاءِ عالم دو قسم کی ہیں۔ ۱ تعلق دنیا والی۔ ۲ تعلق آخرت والی۔ متعلقاتِ دنیا مظہرِ صفاتِ الٰہیہ ہیں مگر عارفِ کامل طالبِ ذات ہے۔ متعلقاتِ آخرت مظہرِ ذات ہیں عارفین اسی کے متلاشی ہیں۔ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ مظہرِ ذات کے ماسوا سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اور غیر کو دیکھنے سے اُن کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ سورج کو مسلسل دیکھنے والا جب اپنی نگاہ سورج سے پھیرے تو سب چیزیں اُس کو سیاہ ہی نظر آتی ہیں۔ آنکھیں بیکار ہو جاتی ہیں ذاتِ جلال کو دیکھ کر پھر کس کو دیکھا جا سکتا ہے۔ کون نظروں میں بچے دیکھ کے تلوا تیرا۔ فَهُوَ كَظِيْمٌ مسافرِ معرفت طالبِ ذات ہے باقی اشیا سے متنفر ہے۔ جب لذتِ مشاہدۂ ذات چھپا دیا گیا تو صبرِ جمیل ہی عاشقِ ذات کا آخری سہارا ہے قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ اہلِ ظاہر عاشقینِ ذات کے دردِ فراق کو نہیں سمجھ پاتے۔ وہ یوسف تجلی کو صرف ایک عضو ہی سمجھتے ہیں جس کو فنا ہے۔ اسی لیے اُس کی یاد کو فناءِ روحانی اور ہلاکتِ جسمانی جانتے ہیں بجائے اس کے کہ خود بھی اُس کی یاد سے لذت در پائیں۔ عاشقِ صادق کو بھی روکتے اور ملعون کرتے ہیں۔ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ مردانِ راہِ خدا جانتے ہیں کہ اہلِ دنیا جمالِ ذات سے ہیں اُن کے طعنے اُن کی جہالت کا پرتو ہے اُن کی نگاہیں ممکنات دھریں لگی ہوئی۔ اس لیے وہ اپنا دردِ صرف اپنے محرمِ راز اللہ ربُّ العزت کو ہی سناتا بتاتا دکھاتا ہے۔ وہ اسمِ الٰہی ذاکر کتابِ معرفت کے وہ علم جانتا ہے جو اے جہان والو تم نہیں جانتے۔ دنیوی۔ اُخروی اشیا کا فرق اس کو معلوم ہے کہ کس کی محبت حرام و ناجائز ہے اور کس کی محبت واجب ہے۔ یہ معرفت کی وہ چوٹی ہے۔ جہاں صرف انبیاء کی رسائی ہے۔ ہزاروں رابعہ بصریہ اس کی رفعت سے بھی ناآشنا ہیں۔ کسی غوث و قطب کو معرفت کا یہ مقام حاصل نہیں اس دریاءِ معرفت اور بحرِ مشاہدات کے کنارے پر ہی سب رک جاتے ہیں۔ یہاں پر پہنچ سب کی انتہا ہے لیکن انبیاءِ کرام ہی بندگانِ کاملین ہیں۔ باقی تمام اولیا غوث و قطب ان کے در کے بھکاری۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ

اے بیٹو میرے جاؤ پس اچھی طرح تلاش کرو کو یوسف اور

اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ

اَخِيۡهِ وَلَا تَايۡـَٔسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّهٗ لَا

بھائی ان کے اور نہ مایوس ہو تم سے رحمت اللہ کی بیشک نہیں

اور اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ بیشک اللہ کی

يَايۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡـكٰفِرُوۡنَ ۸۷

مایوس ہوتی ہے رحمت اللہ کی مگر قوم کا کافروں کی

رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ

فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلَيۡهِ قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الۡعَزِيۡزُ مَسَّنَا

پھر جب کبھی داخل ہوئے وہ بھائی پر اس بولے اے عزیز پہنچی ہم کو

پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے بولے اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو

وَاَهۡلَنَا الضُّرُّ وَجِئۡنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزۡجٰٮةٍ

اور گھر والوں کو ہمارے تنگدستی اور اس دفعہ لائے ہیں ہم قیمت معمولی

مصیبت پہنچی اور ہم بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں

فَاَوۡفِ لَنَا الۡكَيۡلَ وَتَصَدَّقۡ عَلَيۡنَا‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

لیکن پورا دینا ہم کو ناپ کا غلہ اور صدقہ سمجھ لینا ہم پر بیشک اللہ تعالیٰ

تو آپ ہمیں ناپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے بیشک اللہ

يَجۡزِى الۡمُتَصَدِّقِيۡنَ‏ ۸۸ قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ

بدلہ دیتا ہے صدقہ کرنے والوں کو۔ فرمایا کیا تم نے کبھی غور کیا کہ

خیرات والوں کو صلہ دیتا ہے۔ بولے کچھ خبر ہے تم نے یوسف اور

مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ

لیا کیا تم نے ساتھ یوسف کے اور بھائی اس کے اُسوقت جب تم

اُس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم

جَاهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

نادان تھے

نادان تھے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں یہ ذکر تھا کہ حضرت یعقوب بیٹوں کی باتیں سن کر غمزدہ ہو کر اُن کے پاس سے دور چلے گئے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ بیٹوں اور گھر والوں کی طرح آپ بھی لاعلم اور مایوس ہو گئے۔ اب ان آیت میں اس خیال کی تردید فرمائی جارہی ہے کہ نہیں بلکہ حضرت یعقوب شان مومن بتانا چاہتے ہیں۔ کہ کسی حال میں بندے کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں ان تمام بیٹوں کے متعلق یہ خیال گزرتا تھا کہ ان کی سابقہ ایذار سانیوں کی بنا پر شاید حضرت یعقوب ان سے متنفر ہوں اور نبی کا کسی سے متنفر ہونا باعث کفر ہے تو یہ سب بیٹے کفر میں ہو چکے ہوں مگر ان آیات میں حضرت یعقوب کی ایسی گفتگو ارشاد ہوئی جس سے ان بیٹوں کے مومن ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں ان بھائیوں کے دو دفعہ مصر میں جانے کا ذکر ہوا اب ان آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت یوسف کی بارگاہ میں بھائیوں کی یہ تیسری اور آخری وہ حاضری ہے جو قحط کے سات سالوں میں غلہ لینے کی غرض سے ہوئی۔ اور تمام علاقوں کے لوگ انتہائی مفلسی غریبی اور غلہ مانگنے کی حیثیت سے حاضر ہوئے۔

تفسیر نحوی يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ یا ندائیہ۔ بَنِیَّ اسم مصغر اسم جلد ہے ابن تھا واحد ہے مگر مراد جمع مضاف یاء متکلم کی طرف۔ اذْهَبُوْا فعل امر بصیغہ جمع مذکر حاضر ذَهَبٌ سے مشتق ہے بمعنی جانا۔ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر مفعول لہٗ ہے یا کے قائم مقام اذْهَبُوْا فعل پوشیدہ کا ف حرف تحقیق

بمعنی تَیْئَسُوْا تَحَسَّسُوْا فعل امر جمع حاضر حِسٌّ سے مشتق ہے باب تفعُّل سے ہے۔ یعنی تَحَسُّسٌ ایک قول میں تَحَسُّسٌ اور تَجَسُّسٌ ہم معنیٰ ہیں (مرادف)، مگر صحیح یہ ہے کہ اچھی مخبری کرنا تَحَسُّسٌ اور بری مخبری تَجَسُّسٌ ہے اسی سے ہے جاسوسی۔ مِنْ حرفِ جر ہے بمعنیٰ عَنْ۔ اس لیے کہ تَحَسُّسٌ کے بعد عَنْ ہی آتا ہے اور تَجَسُّسٌ کے بعد مِن۔ اسی بنا پر پہلے قول میں دونوں کو مرادف مانا گیا۔ یُوْسُفَ بحالت جرّ زبر آیا بوجہ غیر منصرف عَلَم و عجمی ہونے کی بنا پر۔ وَ اَخِیْهِ اَخٌ اسم مکبّرہ ہے مضاف ہے ہٖ ضمیر کی طرف۔ وَ لَا تَایْئَسُوْا فعل نہی عطف ہے اِذْهَبُوْا پر۔ مِنْ جارّہ رَوْحِ رَ کے زبر سے یا رفع سے بمعنیٰ رحمت۔ مصدری مادّہ ہے مضاف ہے بسوئے لفظ اللّٰہ۔ اِنَّ حرفِ مشبہ بفعل ہٗ ضمیر شان اس کا اسم۔ لَا یَایْئَسُ فعل مضارع منفی بلا بمعنیٰ حال بیانِ حقیقت کے لیے مِنْ جارّہ رَوْحِ بمعنیٰ رحمت مرکب اضافی حسب سابق مجرور ہے اِلَّا حرفِ استثنا مفرّغ کیونکہ مستثنیٰ منہ پوشیدہ ہے اَلْقَوْمُ بمعنیٰ مکمل گروہ موصوف اَلْکٰفِرُوْنَ صفت ہے۔ دونوں مل کر مستثنا ہوئے یا یہ اِلَّا بمعنیٰ بجز ہے یا غیر ہے تب استثنا لغو ہوگا۔ بہرحال انفصال نہیں اتصال ہے۔ قوم معنوی حکمی جمع ہے اس لیے اس کی صفت لفظی جمع ہے فَلَمَّا دَخَلُوْا

عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَا اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ

ف تعقیبیہ یہاں عبارت پوشیدہ ہے یعنی والد مکرم کی نئی نصیحت سن کر اس پر عمل کرنے کے لیے وہاں سے حث کر چلے۔ لَمَّا حرفِ شرط ہے دَخَلُوْا فعل ماضی اپنے ہی معنیٰ میں ہے اس کا فاعل تو بھائی عَلٰی حرفِ جر ہٖ ضمیر مجرور کا مرجع یوسف ہیں عَلٰی بمعنیٰ عند ہے ظرفیت مکانی کے لیے۔ قَالُوْا فعل ماضی پورا جملہ فعلیہ جزا ہے ف جزائیہ لَمَّا کی وجہ سے نہیں آئی اس کا فاعل وہی بھائی ہیں۔ یٰۤاَیُّهَا یا حرفِ ندا اس کا منادیٰ اَلْعَزِیْزُ چونکہ معرّف باللام ہے اس لیے بلا ضرورت دو معرفہ کرنے والی چیزوں کے اجتماع سے بچنے کے لیے درمیان میں اسم موصول اَیُّ اور حرف تنبیہ ھَا لگایا اس کا صلہ بوجہ تخفیف محذوف ہے اس لیے اَیُّ بلفظی رفع سے ہے۔ مَسَّ فعل ماضی باب نَصَرَ بموزن دَبَّ مَسٌّ سے مشتق متعدی بیک مفعول ہے۔ بمعنیٰ چھو جانا۔ لگنا۔ پہنچنا۔ یہاں سب معنیٰ بن سکتے ہیں۔ نَا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل اپنے معطوف اَهْلَنَا سے مل کر مفعول بہ ہوگا مَسَّ کا واؤ حرفِ عطف ہے۔ اهل بالکل گھر والے افراد وَ جِئْنَا فعل ماضی بصیغۂ جمع متکلم کا عطف ہے مَسَّنَا پر۔ یہ سب عبارت مفعول لہٗ ہے تدعُوا پوشیدہ کے۔ مَجِیْئٌ سے مشتق ہے باب ضَرَبَ بمعنیٰ آنا بِبِضَاعَةٍ بِ جارّہ بمعنیٰ مَعْ۔ بِضَاعَةٍ بِضْعٌ سے بنا ہے بروزن جَعَالَةٌ رِدَاعَةٌ تِجَارَةٌ ثلاثی کا مصدر ہے بمعنیٰ وہ سامان جو سفر کے لیے علیحدہ کر کے رکھا جائے۔ گوشت کے

کٹے ہوئے ٹکڑوں کو بِضْعٌ کہا جاتا ہے ب کے زیر سے بمعنی چند چیزیں۔ یہ موصوف ہے اس کی صفت ہے مزجات دراصل تھا مُزْجَيَةٍ یا مَزْجُوَةٍ بوجہ زبر ی یا و الف سے بدل گئی زُجْيُ سے مشتق ہے بمعنی حقیر شی ف سببیہ اَوْفِ فعل امر حاضر بصیغہ واحد مذکر وفی سے بنا ہے بمعنی پورا کرنا لَنَا جار و مجرور متعلق ہے اوف باب افعال کے امر کا اَلْكَيْل بحالت زبر مفعول بہ اوف کا مراد ہے گندم کا قانونی مقرر شدہ ہر فرد کے لیے سال بھر کا حصہ۔ کَیْل کے لغوی معنی ہیں ناپنا۔ یہاں بمعنی مفعول یعنی مکیل گندم ہے۔ و۔ مرحلہ تَصَدَّقْ فعل امر حاضر واحد مذکر باب تَفَعُّلْ سے ہے۔ بمعنی بلا معاوضہ و بلا استحقاق کوئی چیز مانگنی یا دینی صِدْقٌ سے بنا ہے بمعنی سچی یا حلال چیز علی حرف جر اپنے ہی معنی میں ہے نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل کا مرجع یہی تمام موجودہ غیر موجود اہل خانہ ہیں۔ اِنَّ حرف تنبیہ و تحقیق لفظ اللہ اس کا اسم ہے لہٰذا منصوب ہے یجزی فعل مضارع بمعنی مستقبل یا بمعنی حال جزی سے بنا ہے بمعنی بدلہ دینا۔ باب ضرب سے ہے متعدی بیک مفعول بھی ہوتا ہے بدو مفعول بھی۔ جیسے جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا۔ اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ جمع کثرت ہے مُتَصَدِّقٌ کا بوجہ الف لام بمعنی اَلَّذِيْنَ بحث اسم فاعل ہے ترکیب میں مفعول بہ ہے یجزی کا۔ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ قال فعل ماضی اس کا فاعل حضرت یوسف اگلی عبارت اس کا مقولہ ہے هل حرف استفہام اقراری ہے لیے کلام کی اہمیت بنانے کے لیے عَلِمْتُمْ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر متعدی بدو مفعول ہے بیک مفعول بھی ہو سکتا ہے مَا اسم موصول ہے صلہ سے مل کر مفعول بہ ہے علمتم کا فَعَلْتُمْ فعل ماضی کا فاعل ضمیر جمع حاضر ان سب کا مرجع برادران یوسف ہیں بِيُوْسُفَ ب کے معنی یہاں ساتھ ہیں یُوْسُفَ بحالت جر۔ و حرف عاطفہ اَخِيْ اسم مکبرہ بحالت زیر عطف ہے یُوْسُفَ پر ہ ضمیر کا مرجع یُوْسُفَ ہے۔ اِذْ مفاجاتیہ ہے بمعنی اچانک۔ یا اِذْ ظرفیہ ہے بمعنی اب تم۔ جٰهِلُوْنَ۔ اسم فاعل بصیغہ جمع مذکر۔ اس کا واحد جاہل ہے جَهْلٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی لاعلم یا ناواقف یا بھول جانے والا۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ یہ کلام بطور طعن ہے یا بطور خبر۔

تفسیر عالمانہ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ کافی دن خلوت میں مناجات کرنے بعد باہر تشریف لائے اور سب بیٹوں کو جمع کیا پھر فرمایا اے میرے بیٹو جاؤ اللہ کا نام لے کر پھر اپنی عقل و شعور کے حواس سے پتہ لگاؤ یوسف کا اور اس کے بھائی کا۔ ایک شاذ قرأت میں فَتَجَسَّسُوْا ہے۔ یعنی جاسوسی کرو تم۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ تحسُّس اور تجسُّس میں دو طرح فرق ہے ۱ تحسّس خیر کی تلاش تجسّس شر کی تلاش۔ ۲ تحسّس کسی کی نیکیاں بھلائیاں تلاش کرنا تجسّس کسی کی برائیاں نقائص عیب تلاش کرنا۔ لہٰذا تجسّس

دشمن کرتا ہے تحسس دوست اور خیر خواہ کرتا ہے۔ اس لیے یہاں فتحسسوا فرمایا نہ کہ تجسسوا۔ یوسف اور بھائی کا ذکر فرما کر اپنی غیب دانی کی طرف اشارہ فرما دیا کہ جہاں بھائی ہے وہیں یوسف ہے۔ اور تحسس صرف یوسف کا ہی ہے کیونکہ بنیامین کی خبر تو سب کو ہے۔ تیسرے بھائی کا نام نہ لیا حالانکہ بقول مفسرین بھائیوں کو واپس بھیج کر وہ بڑا بھائی بھی عزیز مصر کے پاس ہی چلا گیا تھا اور انہی کے مہمان خانے میں بصد عزت لطف اندوز تھا۔ بعض کے قول میں مصر میں ہی کہیں مزدوری کرنے لگ گیا تھا۔ بہرکیف مصر میں تھا۔ حضرت یعقوب سے وہ بھی جدا تھا مگر تلاش اور سراغ لگانے میں اس کا نام شامل نہ فرمایا کیونکہ وہ اپنے اختیار سے جدا ہوا تھا پھر وہ بڑا تھا سمجھدار اور جہاندیدہ تھا جب چاہتا آسکتا تھا۔ بیٹوں نے عرض کیا جیسا کہ روایتوں میں آتا ہے کہ ہم یوسف کو کہاں ڈھونڈیں نہ جانے کبھی کا مر گیا اس کو تو بھیڑیا کھا گیا تھا اور بنیامین کا پتہ ہی ہے کہ کہاں ہے۔ جس کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا یقیناً اس نے کھا ہی لیا ہوگا ایسے فوت شدہ کو ہم کیا ڈھونڈیں تو حضرت یعقوب نے فرمایا۔ کہ اے بیٹو نہ مایوس ہو تم اللہ کی رحمت سے اللہ کی دی ہوئی زندگی سے۔ اس کی عجیب حکمت سے۔ اللہ کی فرحت کشادگی اور دی ہوئی خوشیوں سے۔ یا نہ مایوس ہو تم اس کی قدرت کاملہ صنعت غریبہ اور اسباب عجیبہ سے تم اپنے حواس کو درست کرکے نکلو تو پھر دیکھنا اس کا فضل کیا کرم کرتا ہے۔ بیشک نہیں مایوس ہوتے اللہ کی رحمت و فضل و قدرت سے مگر کافر لوگ ناشکرے اور بد عقیدہ انسان۔ کیونکہ کافر کا عقیدہ ہے کہ اللہ کمال پر قادر نہیں کل معلومات پر عالم نہیں۔ وہ کریم نہیں بخیل ہے معاذ اللہ۔ اور جس کے یہ عقائد ہوں وہ ہی کافر ہے مایوس ہے اسی لیے کافر آرام میں مغرور ہے۔ سہولت میں مغرور ہے۔ دولت میں مسرور ہے۔ غریبی میں مجبور ہے۔ مصیبت میں مایوس ہے۔ اور آخرت میں مقہور ہے نہ کبھی صابر نہ کبھی شاکر۔ مگر مومن کی شان ہی نرالی ہے وہ امیری میں شاکر عیش میں حامد۔ سہولت میں ساجد۔ مصیبت میں صابر۔ تکلیف میں ذاکر خلوت میں ناجی جلوت میں راجی ہے۔ وہ نہ کبھی یاس میں ہے نہ کبھی قنط میں۔ ہر حال میں اپنے کریم اللہ سے پر امید ہے۔ خیال رہے کہ یاس اور قنط میں چار طرح فرق ہے۔

۱۔ یاس وہ مایوسی ہے جو اسباب کے دیکھے بغیر ہو۔ قنط وہ مایوسی جس میں مصیبت ٹلنے کے کچھ اسباب نظر آتے ہوں۔ ۲۔ یاس وہ مایوسی جس میں مصیبت قریب ہو۔ قنط وہ مایوسی جس میں مصیبت ابھی دور ہو۔ ۳۔ یاس وہ مایوسی جس میں بچ نکلنے کا مادی یا عقلی تدبیر بھی سمجھ نہ آئے۔ قنط وہ مایوسی جس میں تدبیر ہی کوئی نظر آتی ہو۔ ۴۔ یاس وہ مایوسی جس کی مصیبت میں دنیوی سارے ساتھ ٹوٹ جائیں صرف اللہ ہی کا ایک آسرا ہو۔ قنط وہ مایوسی جس کی مصیبت میں مبتلا انسان کو دنیوی سہارے مل رہے ہوں۔ حضرت یعقوب

نے لَا تَقْنَطُوْا نہ فرمایا لَا تَیْئَسُوْا فرمایا۔ اس لیے کہ یہ مصیبت اور اس کا حل اللہ کی ذات کے سوا اور کسی کے پاس نہ تھا۔ سب آسرے جاتے ٹوٹ چکے تھے۔ ان جیسی مصیبتوں میں مایوس نہ ہونا مومن کی ہی شان ہے۔ حضرت یعقوب کے بھالے بھاسنے یا دیسے ہی گندم کے لیے گھر سے مصر کی طرف نکل پڑے تفسیر کبیر وغیرہ نے لکھا کہ حضرت یعقوب نے ایک رقعہ بھی ساتھ لکھ کر دیا جس میں عزیز مصر کا سابقہ سلوک پر شکریہ ادا کیا اور اپنا تعارف کرایا اور بنیا مین کو چھوڑنے بری کرنے کا لکھا مگر یہ غلط ہے اور یہودیوں کی من گھڑت ہے صرف اس لیے کہ اس میں یعقوب علیہ السلام کے رقعے میں یہ غلط بات شائع ہو جائے کہ یعقوب نے لکھا کہ میں اسحاق ذبیح اللہ کا بیٹا ہوں ابراہیم صابر ہوئے آگ میں جاکر اور خلیل ہوئے آگ گلزار بنا کر اسحٰق صابر رہے چھری کے نیچے آکر اور ذبیح اللہ ہوئے فدیہ لے کر۔ حالانکہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہیں اس کا پورا بیان ہمارے فتاویٰ سوم میں دیکھو فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ پس جب داخل ہوئے دربار یوسفی میں تو بولے اے عزیز۔ اس دفعہ تو ہم بہت برے حالوں آئے ہم کو بھی اور گھر میں باقی ماندہ اہل خانہ کو بہت تکلیف اور غربت پہنچی بڑا بھائی جو کاروباری تھا وہ شرم کے مارے گھر رہ گیا۔ کاروبار بند تھا قحط سالی زوروں پر نہ کچھ کمانے کو نہ کھانے کو جو تھوڑی بہت دولت درہم دینار کی شکل میں تھا وہ لے آئے ہیں۔ مگر وہ ایک تو تھوڑی ہے گندم کے بھاؤ سے پوری نہیں دوسرے یہ کہ پرانا سکہ ہے جو آج کل کسی بازار میں چلتا نہیں کبھی کا گھر میں پڑا ہوا تھا آج انتہائی ضرورت کے پیش نظر اس کو نکالا مگر اس کو لیتا نہیں ہر جگہ ہر دکان سے مزجٰت یعنی واپس پھرا ہوا ہے۔ آپ کا ہی آستانہ ہے جس پر اس لیے کر آگئے ہیں تفاسیر میں ہے کہ یہ وہی درہم تھے جو برادرانِ یوسف نے یوسف کو بیچ کر حاصل کئے تھے اور کچھ چھوڑے تھے ایک قول ہے کہ گھر کا ادھر ادھر کا سامان تھا بستر کمبل چمڑہ دری چٹائی۔ ایک قول ہے کہ وہ علاقہ کنعان کا سکہ تھا مصر میں نہ چلتا تھا اس لیے یہاں کھوٹا اور مزجٰۃ تھا مگر یہ قول صحیح نہیں۔ کیونکہ ہر علاقہ کے سکے آرہے تھے لیے جارہے تھے تو اس میں کیا قباحت ہو سکتی ہے اور پھر پہلی دو مرتبہ لے لیا گیا تو اب کیا مواخذہ۔ نیز پہلے زمانوں میں کاغذ یا لوہے پیتل کے سکے نہ ہوتے تھے بلکہ خالص چاندی کے سکے جس کو درہم اور خالص سونے کے سکے جس کو دینار کہا جاتا تھا اور اسی رواج کی بنا پر آج تک سونا چاندی ہی اصل قیمت اور ثمن قرار پائی گئی ہے۔ اور وہ کبھی مزجٰۃ یعنی کھوٹا نہیں ہو سکتا نہ پہلے کبھی نہ اب۔ تفسیر معانی کبیر نے لکھا کہ اس وقت مصر کے سکے پر یوسف علیہ السلام کی تصویر ہوتی تھی۔ مگر یہ اسرائیلی خرافات ہے جاندار کی تصویر ہر شریعت میں شروع سے حرام رہی آج کل کے فیشن پرست مسلمان مولوی اور پیران ہی

تفسیر لایعنی اور غلط اقوال کے سہارے ہر طرح کی بیہودہ من پسند عقیدے بناتے چلے جاتے ہیں خدا ہم کو ہدایت دے (آمین)، قول پہلا ہی درست ہے کہ اے عزیز مصر ہم سے کھوٹے سکے پرانے درہم ہی قبول کرلو اُس کے بدلے حسب سابق ہم کو ہمارے حصہ کا غلہ پورا ناپ کر دے دیجئے اور ہماری قیمت نہ دیکھیے اپنے کرم حُسنِ خلق اور فضل ورحمت کا صدقہ ہم پر کیجئے کیونکہ ہم اِس وقت بے بس بیکس غریب مُصیبت زدہ غمناک اور افسردہ ہیں۔ اور آپ صاحب ثروت۔ مالک دولت۔ حامل مروت۔ وارث اخلاق حمیدہ ہیں۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ ہر طرح کا صدقہ کرنے والوں کو ضرور بدلہ عطا فرمائے گا۔ یا یہ دعائیہ جملہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے۔ روایتوں میں ہے کہ یہ قحط کا چوتھا سال تھا تمام وہ بھائی جنہوں نے کبھی یوسف علیہ السّلام کو ذلیل وخوار کرکے غلام بناکر بیچ دیا تھا آج منشاءِ قدرت سے اسی یوسف کے سامنے انتہائی ذلیل وخوار ہو رہے ہیں گویا کہ غلام بن کر صدقہ وخیرات کی بھیک مانگ رہے ہیں یہی نہیں بلکہ علاقہ کے سارے لوگ پہلے سال دولت درہم دینار۔ دوسرے سال گھر کے زیورات تیسرے سال گھر کا تمام سامان چوتھے سال جانور غلام وغیرہ۔ پانچویں سال اپنے بیوی بچوں کو بیچ کر غلام بناکر غلہ لے کر گئے۔ چھٹے سال سب نے خود کو حضرت یوسف کی غلامی میں بیچا۔ ساتویں سال سارا غلہ بھی ختم ہوگیا تو حضرت یوسف نے اپنا جمال دکھاکر لوگوں کی بھوک پیاس مٹائی اللہ اکبر۔ ایسا حسن تھا کہ جو دیکھتا اُس کی بھوک پیاس مٹ جاتی یہ تو شانِ حسن یوسف تھی مگر ہمارے آقا کے نام اور درود شریف کی شان یہ ہے بعض درود شریف بینائی بخشتے ہیں بعض درود شریف ٹھنڈک بخشتے ہیں۔ بعض نور۔ بعض سرور۔ یہاں تک کہ عارفین کا تجربہ ہے کہ درود ورحمت بھوک پیاس اور روزے کی شدت مٹا دیتا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجھ کو نہ سردی لگتی ہے نہ گرمی کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جلوہ دیکھا ہے جو شاید کسی نے نہ دیکھا ہو۔ تب سے سردی گرمی ختم ہوگئی۔ ساتویں سال جب سب غلامی میں آگئے اور نظارۂ حسن یوسفی کرلیا تب دریاء رحمت پروردگار جوش کرم پر آئی اور خوب بارش ہوئی بادشاہ مصر اپنی حکومت اور سب کچھ تاج وتخت شاہی آپ کے سپرد کرکے گوشہ نشین ہوگیا۔ بعض نے فرمایا کہ شاہ مصر چوتھے سال مومن بنا اور ساتویں سال فوت ہوگیا۔ واللہُ اعلم بالصواب۔ جب حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کی یہ فریادیں التجائیں سنیں اور غربت ومسکینی دیکھی تو نہایت افسردہ غمزدہ آبدیدہ ہوئے اور رہا نہ گیا کہ اب چھپایا جائے اور سمجھ گئے کہ اب یہ وقت منشاءِ الٰہی میں پردہ اٹھنے کا ہے۔ چنانچہ۔ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ فرمایا اے آج انتہائی عاجز ومسکین بننے والے بھائیو کیا تم کو وہ سلوک معلوم ہے جو تم نے کبھی کیا تھا یوسف اور اُس کے سگے بھائی بنیامین کے ساتھ ایک کو ستاکر ایک کو تڑپاکر یا ایک کو گم کرکے اور

ایک کو طرح طرح کی طعن و تشنیع اور برائی کی ایذائیں دے کر یا ایک کو جسمانی ایذائیں دے کر اور ایک کو قلبی ایذائیں یا ایک کو غلام بنا کر ایک کو چور بنا کر۔ اور یہ سب کام اس وقت اس وجہ سے کئے تھے کہ تم لڑکپن کی وجہ سے نادان تھے یا انجام سے بے خبر تھے۔ یا سوتیلے پن کے تعصب سے تم جاہل بنے ہوئے تھے۔ یا محبت پدری میں تم نے یوسف کو والد اور بھائی بہن سے جدا کیا۔ اور چاہا کہ ہم ہی صرف باپ کے پیارے بنے رہیں مگر یہ تمہاری جہالت تھی۔ یا یہ کہ تم ان تمام ظلم کے کاموں کی اخروی سزا سے ناواقف ہو۔ اور نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو کیا سزا اور صابروں کو کیا جزاء دنیا اور آخرت میں عطا فرماتا ہے۔ تاریخوں میں ہے کہ حضرت یوسف کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام زینب تھا فراق یوسفی کے وقت وہ موجود تھی مگر اب وہ فوت ہو چکی تھی اس لیے اُس کا ذکر نہ کیا گیا۔ یوسف علیہ السلام سے چھوٹی بنیامین سے بڑی تھی۔ عربی قصوں میں بھی اُس کا ذکر آتا ہے ایک قول میں وہ مصر آئی ہے اور اب تک زندہ تھی مگر مستورات کی وجہ سے اُس کا ذکر نہیں آیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ از تفسیر خازن۔ معانی۔ مظہری۔ بیان۔ کبیر۔ صاوی۔ مدارک۔ جمال۔ خزائن ضیاء القرآن نور العرفان وغیرہ۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ تلاش حق کے لیے سفر کرنا ضروری ہے اور سنتِ انبیاء کرام ہے دیکھو حضرت یعقوب نے یوسف علیہ السلام کی تلاش کے لیے سفر کرایا۔ تو رحمتہ الٰہیہ کی تلاش کے لیے بزرگوں۔ ولیوں غوثوں قطبوں اور نیک بندوں کے پاس سفر کیے جانا بھی باعث ثواب اور مفید ہے یہ فائدہ۔ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا (الخ) سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ اگر دعاؤں کی قبولیت میں دیر لگے تو دل تنگ یا مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ دیر تو دعاء نبوت کی قبولیت میں بھی ہو جاتی ہے۔ یہ فائدہ۔ لَا تَايْـئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ بندوں سے اپنی حاجات ضروریات مانگنا اللہ کی خوشنودی اور رضا کا سبب ہے۔ دیکھو نبی کے حکم سے نبی زادے غیر اللہ یعنی عزیز مصر کے سامنے فریاد کر رہے ہیں اور اپنی حاجتیں بیان کر رہے جب کہ ابھی انہیں پتہ بھی نہیں کہ یہ عزیز مصر مومن ہے یا نہیں تو اللہ کے ولی کے سامنے دعا مانگنا مشکلکشائی چاہنا بھی خوشنودی الٰہی ہے یہ فائدہ یٰاَیُّهَا الْعَزِیْزُ (الخ) سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک کھانے کی چیزیں ناپ کر بیچنا جائز ہے۔ جب کہ دیگر آئمہ فرماتے ہیں کہ تول کر بیچنی چاہیئے۔ امام اعظم کا مسلک فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ (الخ) سے مستنبط ہوا اور حنفی مسلک میں گنگر ناپ کر تول کر ہر طرح جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ صاحب مال

اپنا مال ہر طرح بیچ سکتا ہے۔ سستا۔ مہنگا۔ کسی کو سستا۔ کسی کو بھاؤ سے۔ اور جس کو چاہے مفت بھی دے سکتا ہے۔ نیز پہلے زمانے میں بادشاہ مال کے مالک ہوتے تھے آج جمہوریت کے دور میں ملک کا رہنما تنخواہ دار ہے اس لیے یہ مالک نہیں ہوتا۔ بلکہ گورنمنٹی چیزوں کی ملکیت کسی فرد واحد کی نہیں ہوتی۔ **تیسرا مسئلہ**۔ جب تک کسی کے ایمان یا مسلمان ہونے کا پورا علم نہ ہو جائے اس وقت تک اُس کو اُخروی دعا دینا منع ہے۔ اسی طرح ابتداءً سلام کرنا بھی منع ہے کیونکہ یہ بھی اُخروی دعا ہے۔ یہ مسئلہ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

اس آیتِ کریمہ پر چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ والدِ محترم نے تو بیٹوں کو یوسف و بنیامین کے تجسس۔ اور تلاش کے لیے بھیجا تھا یہ سب کچھ چھوڑ کر غلہ مانگنے اور اپنی غربت بھوک پیاس بتانے عزیزِ مصر کے پاس کیوں چلے گئے۔ **جواب**۔ اس لیے کہ یوسف کے متعلق تو ان کا خیال تھا کہ وہ تو کبھی کے فوت ہو گئے ہیں یا غلام بنتے بنتے نہ معلوم کہاں پہنچ گئے ہوں۔ اُن کو کہاں تلاش کریں یہ مہم تو انتہائی مشکل بلکہ ناممکن کی حد تک ہے البتہ بنیامین کو کسی نہ کسی طریقے سے چھڑانے کے لیے ایک مرتبہ پھر کچھ کر کے دیکھ لیتے ہیں اس لیے سیدھا عزیزِ مصر کے پاس آ گئے اور اُس کے دل کو نرم کرنے ترس کھلانے کی غرض سے نہایت عجز و مسکینیت کا اظہار کیا اور سوچا کہ جب یہاں اُس کا دل نرم ہو گیا تو شاید اگلا مرحلہ کچھ آسان ہو جائے اور ہم بنیامین کو چھڑا سکیں مگر یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور آ گیا جس کا ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ خیال رہے کہ برادرانِ یوسف نے دربارِ مصر میں کسی ملاقات کے دوران بھی اپنی اکڑ پکڑ والی جھگڑالو دکھلاوا طاقت کا مظاہرہ کیا۔ جیسا کہ بعض مفسرین اسرائیلیات کا سہارا لے کر اس طرح کی غلط بیانی لکھ گئے ہیں۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو آج یہ مسکینیت کہاں آتی۔ **دوسرا اعتراض**۔ بھائیوں نے اپنے اور گھر والوں کے لیے صدقہ کیوں مانگا اور وہ بھی اُس بادشاہ سے جس کے مومن ہونے کا بھی اُن کو پتہ نہیں۔ صدقہ مانگنا تو بہت معیوب کام ہے اور نبی اور نبی زادوں کے لیے تو حرام ہے۔

جواب۔ اس کے چار جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ یہاں صدقہ بمعنیٰ مہربانی اور لطف ہے نہ کہ خیرات اور اس لیے جائز ہے کہ کسی چیز کا بھاؤ کم کرانا کسی لہجے میں بھی ہو جائز ہے۔ دوئم یہ کہ نفلی صدقہ مانگنا جائز ہے معیوب نہیں۔ آج ختم شریف کی مٹھائی۔ قربانی کا گوشت منہ مانگ کر لیا جاتا ہے حالانکہ یہ سب نفلی صدقات ہیں۔ سوئم یہ کہ یہ صدقہ غلہ کا نہیں مانگا بلکہ دبے لفظوں میں بنیامین کو مانگا تھا اسی لیے وَتَصَدَّقْ (الخ) بعلیٰ الگ بولا۔ چہارم یہ کہ صدقہ فرضی صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی آل پر حرام ہے پہلے انبیاء کرام کے زمانوں

میں یا تو صدقہ فرض تھا ہی نہیں یا تھا تو کسی غریب پر حرام نہ تھا ہر غریب نبی غیر نبی لے سکتا تھا۔ مگر یہ جواب کمزور ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ حضرت یوسف نے وَاَخِیْہِ ساتھ کیوں فرمایا۔ یوسف علیہ السلام پر تو ظلم کیا تھا وہ ظاہر تھا بنیامین پر کیا ظلم کیا تھا۔ نہ قید کرایا چوری کا مشورہ دیا۔ **جواب**۔ یا پیالہ برآمد ہونے پر سن طعن مراد ہے یا جدائی کا غم ڈالنا مراد ہے جیسے کہ والد پر غم ڈالا تھا۔ **چوتھا اعتراض**۔ حضرت یوسف نے اپنے بڑے بھائیوں کو جاہل کہا یہ تو معاذ اللہ بداخلاقی ہے۔ بڑوں کا ادب اور توقیر کرنا چاہیئے۔ کسی کو جاہل کہنا تو گالی کے درجہ میں ہے۔ **جواب**۔ یہاں جاہل بمعنی لغوی ہے یعنی نادان ناواقف اور یہ ان کی تسلی اور خوف دور کرنے کے لیے ہے بطورِ مہربانی ہے یا حضرت یوسف عدالت کے قاضی ہیں اور عدالت میں بات کر رہے ہیں اور یہ بھائی بطورِ مجرم ہیں۔ قاضی وقت مجرم کو برا بھلا کہہ سکتا ہے۔ نیز برادرانِ یوسف صرف عمر میں بڑے ہیں درجہ عہدے یا شان میں بڑے نہیں اور اصل بزرگی شان سے ہوتی ہے اور پھر شانِ نبوت تو بہت اعلیٰ و برتر ہے نبی تو اپنے غیر نبی والد سے بھی افضل ہے۔ اور پھر انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ عدالت میں کسی رشتے داری یا بھائی برادری کی بڑائی کا لحاظ نہ رکھا جائے۔ مجرم کو مجرم ہی کہا اور سمجھا جائے۔ **پانچواں اعتراض**۔ آیت میں رحمت سے مایوسی کرنے والے کو کافر کہا گیا ہے حالانکہ بہت سے مسلمان مایوس ہوتے ہیں حدیث میں آتا ہے ایک شخص نے مرتے وقت بخشش سے مایوس ہو کر خود کو جلانے کا حکم دیا تھا جس کو بعد میں رب تعالیٰ نے زندہ کر کے بخش دیا تھا۔

جواب۔ اولاً تو یہاں ایک قول کے مطابق کافر سے ناشکرا مراد ہے۔ دوم یہ کہ مایوسی والا کافر نہیں ہو جاتا بلکہ مایوسی کو کفر کی نشانی فرمایا گیا ہے جیسے کوئی کہے کہ جوڑا لنگھا کڑا سکھوں کی نشانی ہے تو کوئی مسلمان یہ کام کر کے اسلام سے خارج نہ ہوگا۔ حدیث پاک میں جس کا ذکر ہے وہ مایوس نہ تھا بلکہ یہ وصیت ہیبتِ الٰہی سے کی تھی۔

تفسیر صوفیانہ

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ان آیات میں وادی معرفت کے ان نئے مسافرانِ طریقت کی سستی کاہلی کی طرف اشارہ ہے جو پہلے تو بخوشی جبہ و دستار پہن کر راہِ منزل کے شہسواروں میں شامل ہو جاتے ہیں مگر کچھ دور ہی چل کر جب ریاضت و مجاہدے کی گرمی میدانِ عشق کا لق و دق بیابان ناپیدا کنار نظر آتا ہے تو راہ میں بیٹھ رہتے ہیں مطلوب کی تلاش سے روگردانی کرتے ہیں اور معرفت محبوب اور لقاءِ حبیب سے مایوس ہو جاتے ہیں ان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ روحانی بیٹو مریدانِ نوساختہ و نوخاستہ۔ ابھی سے گھبرا گئے ابھی تو دو ملاقاتیں اور ایک ہی گرفت ہوئی ہے جاؤ اور اس قالب و سلیج کے اندر قلبِ منور

اور اُس کے اسرارِ قدرت کو تلاش کرو۔ یہ زندگی تلاشِ یار کے لیے بنی ہے نہ کہ میٹھی نیند کے لیے۔ ہر سہارے ہر بھروسے تمام اسباب سے منہ موڑ کر اب ذرا اللہ کی رحمت کے ساتھ لگ جاؤ پھر دیکھو کہ رحمتِ رب تعالیٰ کس طرح تمہاری فریادرسی فرماتی ہے۔ سب سے مایوس ہو کر اُس کی رحمت سے امیدیں لگالو۔ اس سے مایوس مت ہونا کیونکہ اُس سے مایوس وہی ہوتا ہے جو ملاوِ ایمان چلنے پُرا مومن نہیں ہے بلکہ منزلِ معرفت کا راہ مار کافر ہے۔ عشقِ الٰہی سے بدعقیدہ۔ کمالاتِ ذات سے ناواقف۔ انوارِ صفات کا منکر ہے۔ مایوس کی محنت برباد زندگی ناشاد آخرت تباہ روح فنا۔ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ یہی لگن والا طالب صادق مرید با صفا مرشدِ طریقت کی آواز پر لبیک کہتا ہوا آستانۂ قدس پر پھر حاضر ہو کر مناجات و فریاد میں مجاہدات اور تزکیۂ نفس میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور ایسی ریاضتیں بجالاتا ہے کہ ہر ہر عضو سے محتاجی و غربت ظاہر ہو جاتی ہے اعمال کا غرور۔ عبادات کی نمائش ختم ہو جاتی ہے۔ جب بندے کا یہ حال ہو کر اپنے اعمال صالحہ کو بِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ سمجھے اور ہر انعام کو معبود کا کرم اور فضل کا صدقہ سمجھے۔ اور مسبب الاسباب کے اسبابِ خیر کو اپنے لیے وسیلۂ عظمیٰ تب سمجھ لے کہ دیدارِ یار کی منزل قریب ہے جب تک طالبِ شوق کی یہ حالت نہ ہو اُس وقت تک سب وِرد و وظائف علم و عمل سجدہ و رکوع حجاب ہی حجاب ہیں۔ دنیا میں ہر کام آسان ہے مگر اپنی اکڑ طرور لوائی توڑ کر عاجزی پیدا کرنا بہت محال ہے قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ یہ قاعدۂ فطرت ہے کہ جس کو جس وقت تک دیدارِ انوار سے اور مشاہداتِ تجلیات سے محروم رکھنا ہو اُس کو ناز و نعم میں پالا جاتا ہے مگر جب اس کو نظارۂ جمال کے لائق بنانا ہو تو اس کو سختی تنگی عسرۃ اور ہجر کے کانٹوں میں گھسیٹا جاتا ہے۔ اہلِ خرد سختیٔ یار کو مکاشفۂ جمال سمجھتے ہیں اور اُس کے بلا بھلا جاہل گنوار بیوقوف کہنے کے وہ اُس کی معرفت کا زینہ سمجھتے ہیں یہی وہ سرد ہوائیں ہیں جو بہارِ معرفت کا پتہ دیتی ہیں۔ یہی وہ پھوار ناگوار ہے جو پھول کھلنے کا سماں باندھ رہی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ

بولے کیا بیشک تم ہی یوسف ہو فرمایا میں یوسف ہوں

بولے کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں۔ کہا میں یوسف ہوں

وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ

اور یہ میرا بھائی ہے یقیناً احسان فرمایا اللہ نے پر ہم۔ شان یہ ہے

اور یہ میرا بھائی بیشک جو اللہ نے ہم پر احسان کیا بیشک

يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ

کہ جو متقی بنے اور صبر کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ نہیں ضائع فرماتا بدلہ

پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیگ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ

نیکوں کا ۔ بولے بھائی قسم اللہ کی البتہ بیشک بہت مرتبہ دیا تم کو

ضائع نہیں کرتا ۔ بولے بیشک خدا کی قسم اللہ نے آپ کو ہمیشہ

اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا

اللہ نے اوپر ہم اور بیشک شان یہ ہے کہ ہم البتہ خطاکاروں سے تھے ۔ فرمایا نہیں ہے

فضیلت دی اور بیشک ہم خطاوار تھے ۔ کہا آج تم پر

تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ

جھڑک پر تم آج ۔ بخشے اللہ تعالیٰ کو تم

کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے

وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ

اور وہ زیادہ رحیم ہے رحیموں سے ۔ لے جاؤ کو قمیص میری

اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے میرا یہ کرتہ لے جاؤ ۔

هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ج

یہ پس ڈال دینا اس کو پر چہرے والد میرے کے آجائیگی آنکھوں کی روشنی

اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ع ﴿۹۳﴾

اور لے آؤ تم کو گھر بار اپنے سب میرے پاس۔

اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں حضرت یوسف کی طرف سے پہلی مرتبہ تعارفی کلمات کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیتوں میں بھائیوں کی انتہائی حیرانی اور طلبی آمیز تعجب کا ذکر ہے۔

دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں حضرت یوسف کے ظاہری اور دنیوی تصدق کا ذکر ہے۔ اب اِن آیات میں حضرت یوسف کے باطنی اور اُخروی تصدق کا ذکر ہے۔ کہ غلہ دے کر جسمانی مصیبتوں اور بھوک پیاس سے بچایا اور سابقہ تمام تکلیفوں کی ایک دم معافی دے کر اپنے بھائیوں کو اُخروی عذاب سے بچایا۔

تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیتوں میں اپنے بھائیوں کی نادانی ناواقفی اور جہالت کا ذکر فرما کر حضرت یوسف نے ان کی تمام سابقہ خطاؤں کی یاد دہانی کرادی تھی تاکہ نادم ہوں اب اِن آیات میں حضرت یوسف کے کریمانہ حکیمانہ مشفقانہ اور حسین سلوک کا ذکر ہے جس کا مظاہرہ صرف نبی کی ذات سے ہی ہوسکتا ہے تاکہ یہ بھائی شکر گزار بندے بن جائیں۔

تفسیر نحوی قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ قَالُوْا فعل ماضی بصیغہ جمع اِس کا فاعل ھُم ضمیر پوشیدہ کا مرجع برادرانِ یوسف ءَاِنَّكَ ۔ أ ہمزہ استفہام تعجب کے لیے ہے استفہام (سوال) کی چار قسمیں ہیں ۱۔ انکاری ۲۔ اقراری ۳۔ تعجب ۴۔ استفہامی۔ ءَاِنَّ دراصل تھا اَاِنَّ دو ہمزے کے اجتماع کی وجہ سے پہلی بشکل الف ہے دوسری اپنی شکل میں حرفِ تحقیق ہے کَ ضمیر واحد مذکر حاضر اِنَّ کا اِسم ہے اگلی عبارت اس کی خبر ءَاِنَّكَ میں پانچ قرأتیں ہیں مشہور قرأت یہی ہے۔ ۱۔ اَءِنَّكَ ہمزہ کو تی سے

قَالُوْٓا اَئِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ۔ یہ قَالُوْا اَنْتَ یُوْسُفُ ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک ہمزہ حرفِ سوال کی ضرورت نہیں ہے ۔ ءَ اِنَّكَ ۔ بدل کر۔ ءَ اِنَّكَ ۔ آئِنَّكَ انت یوسف مقصد سب کا ایک ہی ہے لَاَنْتَ ۔ لام ابتدائیہ۔ اَنْتَ مبتدا یُوسُفُ اس کی خبر ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ اَنْتَ ضمیر منفصل تاکید ہے لکَ ضمیر متصل کی مگر یہ غلط ہے کیونکہ تاکید پر لام ابتدا نہیں آسکتا۔ قَالَ فعل ماضی واحد مذکر اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع یوسف ہے۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم یہ سب جملہ مقولہ ہے قَالَ کا۔ اَنَا ضمیر منفصل مبتدا یوسف اس کی خبر ہے وَ ھٰذَآ اَخِیْ ھٰذَا اسم اشارہ قریب کے لیے اَخِیْ اسم مکبر مضاف بیاء متکلم پورا جملہ عاطفہ خبر مبتدا ہے قَدْ مَنَّ۔ فعل ماضی قریب بصیغہ واحد مذکر غائب مَنَّ مضاف ثلاثی ۔ اس کے تین معنی ہیں ۱ دبلا کرنا ۲ رسی کا ٹنا ۳ احسان کرنا۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ اللّٰہُ یہ فاعل ہے مَنَّ کا جارہ اپنے معنی میں ہے نَا ضمیر جمع متکلم متصل مجرور ہے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اِنَّہٗ۔ حرف تحقیق نیا کلام ہے اس لیے بوجہ ابتدا اِنَّ زیر سے آیا ہٗ ضمیر میں دو قول ہیں۔ ۱ ضمیر حال ہے اور اگلی عبارت ذوالحال ۲ ضمیر شان ہے۔ دونوں صورتوں میں اِنَّ لغو ہے۔ مَنْ دو قسم کا ہوتا ہے ۱ مَنْ جزائیہ یہ شرط وجزا کے لیے آتا ہے اور مضارع کو جزم دیتا ہے۔ دس کلمات مجاوزات میں سے ایک ہے۔ یہاں یہی ہے۔ ۲ مَنْ موصولہ یہ جزم نہیں دیتا۔ یَتَّقِ۔ فعل مضارع تَقْوٰی سے بنا ہے بمعنی بچنا ڈرنا رعب میں آنا۔ یہاں تینوں معنی بن سکتے ہیں جیساکہ تفسیر عالمانہ میں عرض کیا جائے گا۔ دراصل تھا یَتَّقِیْ۔ مَنْ جازمہ نے جزم دیا تو حرفِ علت لام کلمہ ی گر گیا۔ وَ عاطفہ یَصْبِرْ فعل مضارع بحالتِ جزم بوجہ عطف۔ صَبْرٌ سے بنا ہے بمعنی رکنا۔ شرعی معنی ہیں قوت گناہ میں گناہ سے رکنا بلاء میں بے عملی سے رکنا۔ مصیبت میں واویلا کرنے سے رکنا۔ یہ دونوں فعل مجزوم ہیں اور جملہ شرط ہے۔ جن علماء نے مَنْ موصولہ مانا ہے وہ پہلے کو یَتَّقِیْ اور دوسرے کو یَصْبِرُ پڑھتے ہیں فَاِنَّ فَ جزائیہ اِنَّ حرفِ مشبہ بفعل اللّٰہَ اس کا اسم اور لَا یُضِیْعُ فعل مضارع منفی بلا ضَیْعٌ سے مشتق ہے۔ تین معنی میں مستعمل ومشترک ہے۔ ۱ ہر پھیلانا ۔ ۲ بے فائدہ کر دینا ۳ برباد کرنا یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ اَجْرَ۔ مرکب اضافی ہیں مضاف ہے مفعول بہٖ ہے بمعنی پناہ دینا ۔ بدلہ دینا۔ یہاں مراد بدلہ (ثواب) ہے۔ اَلْمُحْسِنِیْنَ جمع کثرت بوجہ الف لام بمعنی اَلَّذِیْنَ کے اس کا واحد مُحْسِنٌ ہے اِحْسَانٌ بابُ افعال سے بنا دراصل تھا مُحْسِنِیْھِمْ ھِمْ ضمیر کو حذف کیا گیا اس کے بدلے ال لگایا شرط وجزا کے رابطے کے لیے متعدی بیک مفعول ہے بمعنی نیکی کرنا۔ قَالُوْا تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِیْنَ قَالُوْا فعل ماضی کلام جوابی ہے اگلی سب عبارت اس کا مقولہ ہے تَ قسمیہ لفظ اللّٰہ مجرور۔ فعل پوشیدہ نُقْسِمُ کے متعلق ۔ لَقَدْ اٰثَرَكَ لام تاکیدی یا تحقیقی قَدْ اٰثَرَ۔ فعل ماضی اَثَرٌ سے بنا ہے۔ نشان دینا۔ نقل کرنا اور فضیلت دینا۔ تینوں اس کے معنی

ہیں ۔ یہاں مراد فضیلت دینا ہے متعدی بیک مفعول ہے کَ مفعول بہ ہے اَللّٰہُ فاعل ہے علیٰ جارّہ نا ضمیر مجرور متصل ۔ وَ حالیہ یا عاطفہ بمعنیٰ اور ۔ اِن دراصل تھا اِنّا ۔ حرفِ تحقیق اور نا ضمیر جمع متکلم ۔ برائے تخفیف اِنَّ کو اِنْ کیا اور ضمیر کُنّا کے قرینے سے گر گئی ۔ کُنّا فعل ماضی جمع متکلم تامہ ہے لَخٰطِئِیْنَ ۔ لام کَے بمعنیٰ البتہ یقین اور اقرار کے لیے ہوتا ہے ۔ یہاں اقراری ہے خاطئین جمع قلت ہے اس کا واحد خاطِئٌ ہے خَطَأٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ جان کر غلط راہ چلنا یا گناہ کرنا ۔ باب افعال میں آکر اس کا اسم فاعل مُخْطِئٌ ہوتا ہے جس کا معنیٰ ہے دھوکے سے غلطی کرنا ۔ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَ ہُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اِذْہَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ہٰذَا فَاَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا وَ اْتُوْنِیْ بِاَہْلِکُمْ اَجْمَعِیْنَ قَالَ فعل ماضی اس کا فاعل حضرت یوسف ۔ لَا نفی جنس کے لیے تَثْرِیْبَ اس کا اسم ہے ثَرْبٌ سے مشتق ہے باب تفعیل کا مصدر ہے ۔ ثَرْبٌ تین معنیٰ میں مشترک ہے ۔ ۱ ملامت پریشانی ۲ بیمار کرنے والی ہوا ۔ ۳ آنتوں کی چربی پگھلا دینے والی بیماری یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں ۔ اسی سے ہے یثرب قوم عمالقہ کا ایک شخص جس کا نام یثرب پڑ گیا تھا کیونکہ وہ آنتوں کا دائمی مریض تھا جس کا اثر اس کے چہرے کی پیلاہٹ سے عیاں رہتا تھا ۔ اسی نے مدینہ منورہ کی سرزمین میں پہلا گھر بنا کر بستی کی بنیاد ڈالی ۔ یہاں کی آب و ہوا بہت بیماری والی تھی اس لیے اس بستی کا نام یثرب رکھا گیا یا بانی کے نام پر یا آب و ہوا کی بیماری کی بنا پر ۔ مسئلہ ۔ اب مدینہ منورہ کو یثرب کہنا حرام ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا جیسا کہ مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ ۲۳ جلد ششم اور تفسیر معانی پ ۲۱ سورہ احزاب صفحہ ۱۴۳ پر احادیث درج ہیں ۔ بدبخت ہے وہ مصنف وہ واعظ وہ شاعر جو اب بھی اپنے کلام میں جانتے بوجھتے مدینہ طیبہ کو یثرب لکھے (یعنی بیماریوں کا گھر) عَلَیْکُمْ جار مجرور متعلق ہے وَاقِعٌ اسم فاعل پوشیدہ اور یہ جملہ اسمیہ بن کر خبر لَا ہے ۔ جملہ اسمیہ نے استمرار کا فائدہ دیا یعنی اب کبھی تم پر ملامت و سزا نہ ہو گی ۔ اَلْیَوْمَ ۔ الف لام عہدِ خارجی اس معرفہ نے ۔ یوم عمومی کو زمانہ حال سے خاص کر دیا اور معنیٰ ہو گیا آج یا اب ۔ اس کے تعلق میں دو قول ہیں ۔

۱ یہ ظرف ہے تَثْرِیْبَ کا ۔ ۲ یہ ظرف ہے یَغْفِرُ کا ۔ یَغْفِرُ فعل مضارع غَفْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مٹانا ۔ بخشنا ۔ یہاں آخری معنیٰ مناسب ہیں ۔ یہ جملہ خبریہ استقبالیہ ہے تب اَلْیَوْمَ کا تعلق اس سے مناسب ہے یا یہ جملہ دعائیہ ہے تب اَلْیَوْمَ کا تعلق اس سے نہیں ہو سکتا ۔ اللّٰہُ فاعل ہے بدیں وجہ مرفوع ہے لَکُمْ ۔ لام جارہ بمعنیٰ مفعولیت کُمْ ضمیر جمع حاضر سے مراد سب برادران ہیں ۔ وَ حالیہ یا عاطفہ یا ابتدائیہ ھُوَ ضمیر کا مرجع ذاتِ باری تعالیٰ ہے اَرْحَمُ اسم تفضیل بصیغہ واحد مذکر مضاف ہے ۔ اَلرّٰحِمِیْنَ جمع ہے راحم کی مضاف الیہ ہے رَحْمٌ سے بنا ہے اِذْہَبُوْا یہ نیا جملہ ہے فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر ذَہَبٌ سے

مشتق ہے بمعنی جانا یا بھاگنا۔ یہاں دونوں معنی مناسب ہیں پہلے معنی کے لحاظ سے بقمیصی کی ب بمعنی مَعَ ہے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے یہاں متکم پوشیدہ ہے اور ب بمعنی مفعولیت ہے۔ یعنی اِذْهَبُوْا مَعَكُمْ بِقَمِيْصِيْ قمیص بروزن فعیل۔ تَقَمُّصٌ سے مشتق ہے اس کے تین معنی ہیں ملا حلیہ بدلنا ملا غلاف ڈالنا ملا کرتہ پہننا۔ بعض کفار پہلے معنی کے اعتبار سے تناسخ ارواح (آواگون) کو بھی لفظ تقمیص کہہ دیتے ہیں۔ ی متکلم کی ضمیر کا مرجع حضرت یوسف ہیں۔ هٰذَا اسم اشارہ قریبی مؤخر ہے مشارالیہ قمیص ہے۔ ترکیباً یہ هٰذَا یا صفت ہے یا بدل الکل ہے یا بیان ہے۔ ف تعقیبیہ اَلْقُوْا فعل امر حاضر صیغہ جمع مذکر لَقُوْا یا لُقِیٌّ سے مشتق ہے یہ بہت معنی میں مشترک ہے یہاں مراد ڈالنا ہے ہ ضمیر کا مرجع علیٰ جارّہ وجہ سے مراد چہرہ اَبِیْ اسم مکبرہ مضاف بیاء متکلم۔ یَاْتِ فعل مضارع بمعنی مستقبل دراصل تھا یاتی۔ یہ جملہ جزا ہے اور یہاں اِنْ معاجائیہ پوشیدہ ہے اس لیے بوجہ جزم ی گر گئی۔ اَتَیٌّ سے بنا ہے بمعنی لانا یا آنا۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ اس کا فاعل پہلے معنی کے اعتبار سے قمیص ہے اور دوسرے معنے کے اعتبار سے لفظ میں یا میتان پوشیدہ ہے بَصِیْرًا بروزن فعیل بَصَرٌ سے مشتق ہے حال ہے دوسرے معنی کے لحاظ سے پہلے معنی سے مفعول بہ ہے وَاْتُوْنِیْ۔ واؤ سرِ جملہ اْتُوا فعل امر بصیغہ جمع مذکر حاضر نون وقایہ ی ضمیر متکلم مفعول فیہ ظرف مکانی ب بیانیہ اَہْل مجرور سے مراد تقیۃً سب گھر والے کُمْ کا مرجع برادران یوسف اجمعین جمع ہے اَجْمَعَ کی یہ لفظ تاکید معنوی کے آٹھ لفظوں میں سے ایک ہے۔ بحالت کسرہ ہے کیونکہ تابع ہے بِاَهْلِكُمْ کا۔

تفسیر عالمانہ

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ حضرت یوسف نے اس انداز میں بات کی سارے بھائیوں کے دل و دماغ پر ایک دم ایک تصویر ابھری عزیز مصر کے چہرے میں جنم کے بچھڑے یوسف کی جھلک پائی اپنائیت کے خون نے جوش مارا سب عجب حیرانی سے چیخ پڑے ارے کیا تم بیشک یوسف ہو بعض نے کہا یہ قول جملہ خبریہ ہے اور معنی ہے کہ بولے ایک دم ارے بیشک تم تو یوسف ہو۔ بھائیوں نے آج اتنی ملاقاتوں کے بعد پہچانا۔ یا تو صرف عزیز مصر کے اس پوچھنے سے ہی کہ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ (الخ) یہ سوال اس انداز سے تھا کہ اس میں غم افسردگی اور جتانے کی لفاظی نمایاں تھی۔ بس سنتے ہی سب تہہ تک پہنچ گئے۔ یا اس طرح پہچانا کہ آج آپ نے تاج سر سے اتار کر گفتگو فرمائی۔ یا اس لیے پہچانا کہ حضرت یوسف یہ سوال کرکے مسکرا پڑے تو دانت دیکھ کر اور مسکرانے کی ادائے دلربا دیکھ کر اور ساتھ ہی یوسف کا نام سن کر اب تو سب بھائی خوشی اور فکر۔ ڈر کے ملے جلے جذبات سے دم بخود اور حیران ہیں۔ تو حضرت

یوسف نے فرمایا۔ ہاں واقعی میں یوسف ہی ہوں مزید تعارف یہ کہ یہ بنیامین میرا بھائی ہے جس کو تم نے مارا پیٹا کوئیں میں پھینکا کھوٹے درہموں سے بیچا غلام بنایا اور ڈھنگوڑا غلام ظاہر کیا میں وہی یوسف ہوں اور جس کے قلب غمگین کو تم نے اپنے طعن تشنیع گالی گلوچ کے خنجروں سے اتنے سال زخمی کیا اور جس کے لیے تم نے صرف نفرتوں حقارتوں کے بیج بوئے یہ وہی میرا بھائی ہے۔ تم نے تو یہ سلوک کیا لیکن اللہ تعالےٰ جل مجدہٗ نے ہم دونوں پر کیسا عظیم احسان کیا کہ ظلم کے بعد رحمت۔ کوئیں کے بعد ملک مصر غلامیت کے بعد آقائیت۔ قید کے بعد سلطنت۔ ابتلا کے بعد اخلاص جدائی کے بعد ملاپ ہمیشہ بہشت جم کے بعد خوشی عسر کے بعد یسر محض اپنے کرم سے عطا فرمایا۔ بندے کا کام صرف اتنا ہے ہے کہ ہر کام ہر وقت ہر لحظ اپنے رب سے ڈرتا ہے اس طرح کہ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچے حرام سے دور رہے۔ اللہ کے عذاب اور ناراضگی مولیٰ تعالیٰ سے خوف کھائے۔ اس لیے کہ بلاشک جو شخص بھی میں یا تم یا کوئی بھی ہر حال میں تقوےٰ اختیار کرے گا اور تقوے کی بنا پر اگرچہ تکلیفیں مصیبتیں بھی کبھی آجائیں اور صبر کرے۔ تو اللہ کریم ایسے نیک لوگوں کا اجر و ثواب ضائع نہیں فرماتا۔ تعارف کراتے کراتے۔ سبحان اللہ۔ کیا شاندار وعظ و نصیحت اور حمد باری تعالیٰ ہے گویا کہ آج صرف یوسف ہونے کا تعارف نہیں کرایا بلکہ یوسف ہونے بھائی ہونے مومن ہونے صابر ہونے متقی ہونے اور اللہ کا انعام یافتہ ہونے کا بھی تعارف کرا دیا۔ یہی مکمل تعارف ہے تفسیر کبیر نے فرمایا کہ بھائیوں کا پہلے یہ کہنا کہ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے اور یہ نہ کہنا کہ اللہ تم کو جزا دے گا اس لیے تھا کہ بھائی نہیں جانتے تھے کہ عزیز مصر مومن ہے یا کافر۔ اگرچہ یہ قول کمزور ہے مگر حضرت یوسف نے پورا تعارف کرا کر یہ اندیشہ دور کر دیا۔ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ برادران یوسف اس تقریر دل پذیر اور تعارف دلگیر سے اتنے متاثر اور خوش ہوئے کہ بے ساختہ پکار اٹھے خدا کی قسم۔ آپ بہت خوش قسمت ہو کر البتہ بیشک آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر ہر طرح کئی وجہ سے فضیلت دی کہ آپ کو سارے زمانے کا مختار کل بنایا۔ امیر۔ غنی۔ دولت مند۔ سخی۔ خلیق۔ مہمان نواز۔ خوش باش۔ صحت مند۔ خوبصورت۔ متقی۔ صابر۔ حاکم ملک۔ عالم۔ علیم۔ محسن۔ حلیم۔ مشکل کشا۔ حاجت روا۔ درد مند۔ غمگسار۔ بادشاہ بنایا۔ پھر اس کے باوجود شاہی نرم دل بنایا۔ اور ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرنے والا بنایا۔ اے پیارے یوسف آج ہمیں اعتراف ہے کہ شروع سے بیشک ہم ہی البتہ غلطیاں کرنے والے تھے اور ہر لمحہ ہم سے خطائیں سرزد ہوئی ہیں واقعی ہم نے ظلم و حسد میں کوئی وقت کوئی موقع خالی نہ جانے دیا بڑا بڑا تڑپایا رلایا

دکھ پہنچایا۔ اے یوسف اب ہم اقراری بن کر مجرمانہ حیثیت سے در پر حاضر ہیں بکڑے گئے ہیں ہم سے وہی سلوک فرمایئے جس کے ہم لائق ہیں اللہ اکبر۔ کیسی معافی ہے کیسی توبہ ہے کونسا دل ہوگا جو اُس وقت نہ پھٹ پڑا ہوگا کونسی آنکھ ہوگی جو اس رقت آمیز منظر پر نہ روئی ہوگی۔ اور کونسی عقل ہوگی جو اب فیصلہ یوسفی کی منتظر نہ ہوگی۔ زمانے کی تاریخ ساز ظالم حاضر ہیں بے مثل مظلوم کے دربار میں۔ مگر کائناتِ عالم نے مؤرخین دہر نے سوا دو موقعوں کے رحم دلی بخشش و کرم کے ایسے دلکش حیران کن نظارہ کہاں دیکھے تھے ایک یہی بارگاہِ نبوت کا عفو و کرم اور دوسرا فتح مکہ کے موقعہ پر اس سے بھی زیادہ روح پرور مظاہرہ کسی آنکھ نے بھلا کب دیکھا تھا آج بھائیوں نے جانا کہ جس کو ہم ہمیشہ صرف یوسف ہی سمجھتے رہے اور جس کو عقل حاسد نے کبھی سوتیلے بھائی سے آگے درجہ نہ دیا اور جس کی نازک اندامی بھولی صورت کو والد اور گھر والوں کے لیے ہمیشہ بیکار سمجھا اور اپنی جوانی صحت طاقت عقل فہم علم کاروبار تجارت کا چرچہ کرکے یوسف کو سب کی نظروں میں حقیر کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ وہ تو صبر و تحمل عفو و درگزر عفت و پاکدامنی خوف خداوندی خشیتِ الٰہی کا پیکرِ عظیم ہے۔ جسم سرد ہیں۔ نگاہیں ندامت سے نیچی ہیں۔ سارے دربار پر فرمان شاہی کے انتظار میں عجیب سناٹا طاری ہے کہ اچانک نہایت ہی پیاری دھیمی دھیمی مترنم محبت بھری شہد میں گھلی ہوئی آواز جمال کے ساتھ ابھرتی ہے اے بھائیو مت ڈرو نہ گھبراؤ۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تم پر کوئی قہر سزا بدلہ بلکہ ملامت تک نہیں اپنا سر ندامت سے نجات کرو بلکہ شکر الٰہی سے بلند کرو کہ تمہارا بھائی صرف بادشاہ ہی نہیں نبی اور رسول بھی ہے۔ اُس کی بارگاہ میں انتقام نہیں معافی ہے اُس کے پاس بدلہ نہیں کرم ہے۔ اور اے بھائیو صرف میری طرف سے معاف کرنا ہی نہیں بلکہ اپنے رحیم کریم رب جلیل سے بھی بخشش کے خزانے لے کر دوں گا وہ ضرور تم کو بخش دے گا اور وہی تو ساری کائنات سے سارے رحم والوں سے کہیں زیادہ رحم کرنے اور رحم کرانے والا ہے۔ اے میرے رحیم کریم آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیسا رذیل گندہ گلیوں کا کوڑا قدار بد ابوتی نعیمی۔ جس کو آپ نے آقا سے ایک ماہ پیشتر اچانک عمرے کے لیے بلایا اور انتہائی آرام سے مدینے پاک میں رکھا آج میرے ہاتھ کا قلم تو کرم یوسف کو لکھ رہا ہے مگر میرے خیالات میں فتح مکہ کی معافیاں ہیں اور میری عقل اپنے گناہوں کو ظلموں سرکشیوں کو گن رہی ہے اور جو شمار سے باہر ہیں اور آپ نرم دل رحیم آقا کی نافرمانی سے ندامت کے آنسو میری آنکھوں میں ہیں۔ مگر ڈھارس اور امید پر یقین ہے کہ مجھ کو تَثْرِيْبَ اور يَغْفِرُ اللّٰهُ کا مژدہ ضرور ملے گا۔ اے میرے نبی میری اس آس کو پورا فرما دیجئے اور سنہ ۱۹۸۵ء ۱۹ فروری آٹھ مارچ کے عمرے میں جن لوگوں نے مجھے امداد دی اُن کو بھی میرے ساتھ بخششوں رحمتوں میں شامل فرما لیجئے کتنی لذت ہے دربار نبوت کی اس کی حقیقت کو یا فتح مکہ کے دن اہل مکہ نے جانا یا آج برادرانِ یوسف نے

پہچانا۔ ابھی تو انہوں نے ذاتِ نبی کے کرم کو دیکھا ہے لیکن حضرت یوسف تو آج کچھ اور بھی سمجھانا چاہتے ہیں۔ اور قیامت تک کے منکرین شانِ رسالت کو بتانا چاہتے ہیں کہ نبی کا قوت و اختیار تو بے مثل ہے ہی نبی کے تو جسم سے جو چیز لگ جائے وہ بھی اللہ کی عطا سے حاجت روا مشکل کشا۔ اور شفا بخش ہو جاتی ہے اسی لیے فرمایا۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ لے جاؤ میری اس قمیص کو جو یہ پہنی ہوئی ہے پس اس کو اسی طرح میرے والد محترم کے چہرے پر ڈال دینا۔ فوراً ان کی بینائی آنکھوں کی روشنی بصارت واپس آ جائے گی۔ آپ نے اپنی اسی قمیص کی طرف اشارہ فرمایا جس کو اس وقت پہنا ہوا تھا اور وہ شاہی لباس کا کرتہ تھا۔ صرف جسم یوسفی سے لگنے کی وجہ سے وہ قمیص معجزہ بن گئی تھی اور اس کی یہ خاصیت ابھی ابھی پیدا ہوئی تھی جب یوسف علیہ السلام نے اس کو ہاتھ سے پکڑ کر یا صرف اشارہ کر کے فرمایا۔ گویا کہ جسم کے لمس نے اس کو معجزہ بنایا اور زبان کی ادا نے یہ شفا پیدا کر دی۔

اس قمیص کے بارے میں مفسرین کے اور بھی اقوال ہیں مگر استدلال قرآنی سے یہی بات درست ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ اور اکثر علما کا یہی قول ہے۔ کسی نے کہا یہ وہ قمیص تھی جو جبرئیل علیہ السلام نے کوئیں میں پہنائی تھی اور جنت سے آدم علیہ السلام لائے تھے یا جبرائیل جنت سے اس وقت لائے تھے جب نارِ نمرود میں حضرت ابراہیم گئے تھے تو جبرئیل نے خلیل علیہما السلام کو پہنائی تھی انہوں نے دی حضرت اسحاق کو انہوں نے یعقوب کو انہوں نے یوسف کو دی وہ تبرکاً جو ہوتے ہوئے حضرت یعقوب کو ملی اور آپ نے تعویذ بنا کر یوسف کے گلے میں ڈالی جبرئیل علیہ السلام نے کھول کر پہنائی۔ مگر یہ سب باتیں بلا ثبوت ہیں۔ نہ جنت سے کوئی قمیص آئی نہ حضرت آدم جنت میں قمیص پہنا کرتے تھے وہ جنتی لباس اور ہی تھا۔ تاریخوں سے تو یہی ثابت ہے کہ حضرت یوسف کوئیں سے بغیر قمیص نکالے گئے تھے۔ اور اس زمانے میں غلام کی یہ نشانی ہوتی تھی اسی لیے بھائیوں نے آپ کو ننگو ڈا غلام کہا اور قافلے والوں نے مان لیا۔ وہابی لوگ اس قول کو بہت مانتے ہیں صرف اس لیے کہ شانِ نبوت ثابت نہ ہو سکے مگر میں کہتا ہوں کہ ان کا دین تو پھر بھی ختم ہوگا کہ قمیص بہر حال غیر اللہ ہے اور شفا دے رہی ہے۔ حضرت یوسف نے تھوڑی دیر بعد اندر جا کر قمیص اتار کر بھائیوں کے حوالے کی اور فرمایا کہ اب غلہ نہیں ملے گا۔ بلکہ جاؤ اور سب کو یہیں میرے پاس لے آؤ ایک ساتھ۔

فائدے

ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ سب سے بڑا قرب اور حقیقی پہچان قلبی قرب اور دلی معرفت ہے۔ اور یہ چیز عجز و انکسار سے حاصل ہوتی ہے مغرور اور گستاخ اور حاسد انسان جسمانی قربت تو شاید حاصل کر لے مگر دلی قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور معرفت دلی قرب سے ملتی ہے نہ کہ جسمانی قرب سے۔ دیکھو برادرانِ یوسف

دو دفعہ پہلے آئے مگر یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے اب تیسری بار عجز و انکسار کے ساتھ آئے تو معرفت یوسفی حاصل ہو گئی یہی حال معرفت الٰہی اور قرب مصطفائی کا ہے۔ یہ فائدہ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ دنیوی نعمتیں آرام۔ آسائش دولت عزت۔ راحت۔ خوشی۔ تاج و تخت ملنا بھی اللہ کا احسان ہے اس لیے دنیوی چیزوں سے دین حاصل کرنا چاہیئے۔ اور دنیا کو ذریعۂ دین سمجھنا چاہیئے۔ اور حلال طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ دنیا کو دنیا کے لیے مت کھاؤ۔ یہ فائدہ۔ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ بزرگوں کے جسم سے جو چیز لگ جائے وہ بھی مشکل کشا دافع بلا ہو جاتی ہے یہ فائدہ۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا کی اضافت و نسبت سے حاصل ہوا جب جسم یوسف سے قمیص لگی تو شفا ہو گئی۔ قدم مصطفیٰ سے خاک مدینہ لگی تو شفا ہو گئی۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ نبی کی دشمنی کفر ہے اور مخالفت گناہ ہے کفر نہیں اور اختلاف رائے دنیوی کاموں میں جائز ہے۔ برادران یوسف نے نہ یعقوب علیہ السلام سے دشمنی کی نہ یوسف علیہ السلام سے بلکہ حضرت یعقوب سے اختلاف رائے کیا کہ ان کی محبت یوسفی کو غلط اور جانبداری قرار دیا۔ اور حضرت یوسف کی مخالفت کی کہ ان کو اتنی تکلیفیں محض جدائی کے لیے دیں۔ اگر یہ کفر ہوتا تو ان سے صرف توبہ نہ کرائی جاتی بلکہ تجدید ایمان کرایا جاتا۔ یہ مسئلہ وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ سے مستنبط ہوا ان کے یہ الفاظ ان کی توبہ ہیں نہ کہ تجدید ایمان اسی لیے سمجھو کہ صحابہ کرام کی جنگیں صرف اختلاف رائے کی بنا پر ہوئیں نہ کہ دشمنی کی بنا پر۔

دوسرا مسئلہ۔ برادران یوسف کا گناہ حق العبد بھی تھا حق اللہ بھی قانون شریعت کے مطابق پہلے حق العبد معاف ہونا چاہیئے پھر حق اللہ کی بخشش مانگنا جائز ہے۔ اس لیے آپ نے فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اپنا حق معاف کر دیا پھر فرمایا يَغْفِرُ اللّٰهُ (الخ) اب تا قیامت یہی قانون جاری ہے۔

تیسرا مسئلہ۔ تبرکات بزرگان سے نفع لینا دینا جائز ہے بلکہ ان کو سر آنکھوں پر رکھنا اور قبر میں رکھنا شرعاً جائز ہے یہ مسئلہ اِذْهَبُوْا (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کو متقی کہا یہ دکھلاوہ ہے اور دکھلاوہ یا ریا گناہ ہے اپنی نیکیوں کا اظہار جائز نہیں۔ جواب۔ یہ اعتراض جب پڑ سکتا تھا جب کہ یوسف علیہ السلام کہتے کہ میں متقی یا میں نیک۔ ایسا تو نہیں ہے۔ یہ تو آپ نے عام بات فرمائی کہ جو متقی اور صابر بنے

اُس کو اجر ملے گا۔ نیز تقویٰ بہت معنی میں ہے۔ اس کا معنی اللہ کا خوف بھی ہے اور یہ کہنا کہ میں اپنے اللہ سے ڈرتا ہوں ریا نہیں بلکہ اظہارِ عجز اور اپنی کمزوری ثابت کرنا ہے اور یہ بالکل درست و جائز ہے۔ اور پھر ہر عبادت کو ظاہر کرنا گناہ نہیں فرض عبادت کو ظاہر کرنا تو ضروری ہے ہم اذان نماز فرض۔ زکوٰۃ روزہ بہت دھوم دھام سے کرتے ہیں چھپ کر زکوٰۃ دینی یا فرض نماز گھر میں چھپ کر پڑھنی منع ہے۔ انبیاء کرام کی ہر عبادت امت کے لیے مشعلِ راہ ہے اس لیے اس کا ظاہر کرنا ضروری۔

دوسرا اعتراض۔ برادرانِ یوسف اپنے آپ کو خاطئین کیوں کہا مخطئین کہنا چاہئے تھا اس لیے کہ خاطئین لازم ہے ترجمہ ہے خطاوار ہونے والے۔ مخطئین باب افعال سے ہے متعدی ہے ترجمہ ہے خطا کرنے والے یہاں یہی مناسب ہے۔

جواب۔ نہیں بلکہ خاطئین ہی درست ہے اس لیے کہ مخطئین کا ترجمہ بھول کر خطا کرنے والے۔ اس لفظ سے خطا کار ہونا لازم نہیں آتا۔ خطا کر لینا جرم نہیں۔ خطا کار بننا۔ ہونا جرم ہے۔ اب وہ توبہ کر رہے ہیں اور توبہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ مجرم پہلے اپنے آپ کو مجرم ثابت کرے۔ مخطئین کا مطلب تو یہ ہوتا کہ ہم نے جو کچھ کیا وہ بھول کر کیا یا بلا اختیار ہو گیا۔ حالانکہ نہ یہ حقیقت ہے نہ اس طرح اُن کی توبہ ہوتی۔ انہوں نے جو کیا جان کر کیا۔

تیسرا اعتراض۔ بابت تعبیر کہتے وقت آپ نے انشاء اللہ کیوں نہ کہا۔

جواب۔ انشاء اللہ اپنے فعل پر کہا جاتا ہے یہ شفا من جانب اللہ تھی۔ نیز انشاء اللہ غیر یقینی فعل پر کہا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے تمام افعال یقینی۔ یہ تو کہا جاتا ہے کہ انشاء اللہ میں ایسا کروں گا مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ انشاء اللہ اللہ ایسا کرے گا۔ منشاء یوسف علیہ السلام یہ ہی تھا کہ اگرچہ قمیص میری ہے مگر شفا رب نے دینی ہے۔ ذریعہ اور وسیلہ قمیص ہے۔

تفسیر صوفیانہ

قَالُوٓا أَءِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَآ أَخِى ۖ قَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْنَآ ۖ إِنَّهُۥ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُحْسِنِينَ۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا بازار حسنِ یوسفی ہے یہاں حسنِ یوسف کے قصے چرچے اور نظارے ہیں یہ حسن ظاہری ہے یہاں کی معرفت کاملہ ظاہری ہے۔ مگر قبر و حشر بازار حسنِ محمدی ہے جو جمالِ جہاں آرا یہاں ایسا پردہ نشین ہے کہ نہ اپنوں نے پہچانا نہ برایوں نے یہاں کسی نے بشر سمجھا کسی نے نور۔ کسی نے فقط عبد اللہ کا بیٹا جانا کسی نے حلیمہ کی بکریوں والا۔ یہ بھید کسی پہ کھلا ہی نہیں۔ وہ جلوہ احمدی جب قبر میں آشکارا ہوگا تو بندۂ عارف پکار اُٹھے گا۔ کیا تو ہی وہ حسنِ دلربا محبوبِ خدا تھا جو ازل سے بارگاہِ قدس کے مقام محمود پر جلوہ افروز رہا۔ آج دنیا کے دل دماغ بصیرت و بصارت پرتوِ مصطفیٰ کے پہچاننے سے قاصر ہے۔ لیکن چشم بینندہ جانتی ہے کہ معرفت

مصطفیٰ تو میدانِ محشر میں ہوگی۔ وہاں انوارِ رحمت کی صدائیں بلند ہوں گی کہ ہم ہی شفیع المذنبین رحمتِ عالمین ہیں ہم پر ہی میدانِ محشر کے عطیاتِ ربانی کا احسان ہوا ہے یہ سب کچھ احساناتِ الٰہیہ اسی تقوے اور صبر کا اجرِ کریم ہے جس کا مظاہرہ طائف و مکہ بدر و حنین کے میدانوں میں ہوا تھا۔ دنیا میں اعلاءِ کلمۃ الحق کو کسی نے مانا کسی نے نہ مانا مگر آج یوم قیامت کے سب پردے اٹھ گئے اور آشکارا ہو گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر ضائع نہیں فرمایا۔ اخلاقِ محمدی گویا یوسف کنعانی ہے اور شفاعتِ محمدی بنیامین یعقوبی ہے صلی اللہ علیہ وسلم قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ انسان دنیا میں کتنی ہی ترقی کرتا چلا جائے وہ پانی کے بلبلے سے سمندر کے جھاگ اور گھاس کے خود رو تنکوں سے زیادہ نہیں ہے۔ اصل عظمت و بلندی عظمتِ مصطفیٰ اور رفعتِ شانِ محمدی ہے جو سدا بہار ہے یہی اٰثَرَكَ اللّٰهُ کا عطیۂ اتم ہے۔ اسی در سے جو سرفرازی ملے گی وہی [illegible] وہی اہلِ معرفت کا نصیبہ۔ اس درِ مصطفیٰ سے ہٹنے والے بدنصیب خاطئین ہیں۔ شان و قوتِ مصطفیٰ کو پہچاننا ہی معرفتِ تجلیات ہے۔ یہی مقصودِ اہل اللہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت عشقِ الٰہیہ کا دروازہ ہے مسافرانِ معرفت تجسسِ انوارِ الٰہیہ کی پہنچ یہاں تک ہی ہے۔ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ظاہراً تو یہ آیت صرف واقعاتِ یوسف علیہ السلام کا ہی تذکرہ فرما رہی ہیں مگر نگاہِ عارفین میں اخلاقِ یوسفی اور اخلاقِ محمدی کا تقابلی جائزہ بھی ہے کہ دنیا میں حسنِ یوسفی کا اظہار ہے قبر و حشر میں ظہورِ حسنِ محمدی ہے ذاتِ یوسفی علیہ السلام کی جلوہ گری دربارِ مصر میں ہوئی ذاتِ محمد مصطفیٰ کی جلوہ گری مقامِ محمود پر ہوگی۔ حضرت یوسف کو مصر کے خزانے عطا ہوئے احمدِ مجتبیٰ کو مَفَاتِيْحُ خَزَائِنِ الْاَرْضِ عطا ہوئیں۔ یوسف علیہ السلام کو اتنا غنی کیا گیا کہ علاقۂ مصر کی مشکل کشائی فرمائی آقائے کائنات کو وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى ساری کائنات کے لیے غنی کیا گیا۔ اور ساری مخلوق کو آپ کی زیرِ پرورش عیال بنا دیا۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ پیارے نبی نے تمام اہلِ مکہ سے فرمایا۔ لہٰذا یہ کرم کا دسترخوان بڑا ہو گیا۔ یوسف علیہ السلام کو صرف بھائیوں نے ایک دفعہ ایذا پہنچائی لیکن آقائے کل صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اہلِ مکہ نے تکلیفیں دیں۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو بخششِ الٰہی عطا کی نبی اکرم میدانِ محشر میں ساری امتوں کو بخششِ الٰہی دلوائیں گے۔ انشاء اللہ یوسف علیہ السلام نے فرمایا میری قمیص لے جاؤ نورِ بصارت دے گی پیارے نبی نے فرمایا میری شفاعت لے لو محشر کی عزت و کرامت بخشے گی یوسف علیہ السلام کا حسن معجزہ نبی کریم کا نام معجزہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم یوسف علیہ السلام نے صرف اپنے اہلِ خانہ کو اپنے دربار میں بلایا مگر نبی پاک نے سارے

گنہگاروں ظالموں سیاہ بختوں کو اپنے دامن میں بلا لیا۔ اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ یعقوب علیہ السلام کو جانِ یوسف کی فکر تھی مگر ہمارے نبی کو ایمان کائنات کی یعقوب علیہ السلام یوسف سے بے خبر نہ تھے محمد مصطفےٰ امت سے بے خبر نہیں ہیں۔

❋

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ

اور جب جدا ہوا قافلہ۔ فرمایا ان کے والد نے بیشک میں

جب قافلہ مصر سے جدا ہوا یہاں ان کے باپ نے کہا بیشک میں

لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾

البتہ پاتا ہوں خوشبو یوسف کی اگر نہ ہو یہ کہ بہکا ہوا سمجھو تم مجھ کو۔

یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھ گیا ہوں۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾

گھر والے بولے قسم ہے اللہ کی بیشک تم البتہ میں محبت پرانی۔

بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ

تو جب یہ کہ آیا خوشخبری والا ڈالدیا اُس کو برچہرے اُس کے

میں ہیں پھر جب خوشی سنانے والا آیا اُس لے وہ کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈالا

فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ

تو فوراً لوٹ آئی روشنی آنکھوں کی۔ فرمایا کیا نہیں کہا تھا میں نے کو تم

اُسی وقت اُس کی آنکھیں پھر آئیں۔ کہا میں نہ کہتا تھا

إِنِّيٓ أَعۡلَمُ مِنَ ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ۝٩٦ قَالُواْ

بیشک میں زیادہ جانتا ہوں طرف سے اللہ کے وہ جو تم نہیں جانتے۔ بیٹے بولے

کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔ بولے

يَٰٓأَبَانَا ٱسۡتَغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوبَنَآ إِنَّا كُنَّا

اے باپ ہمارے بخشش مانگئے لیے ہمارے گناہ ہماروں کی بیشک ہم تھے

اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بیشک ہم

خَٰطِـِٔينَ ۝٩٧ قَالَ سَوۡفَ أَسۡتَغۡفِرُ لَكُمۡ

خطا کار ۔ فرمایا عنقریب بخشش مانگوں گا میں لیے تمہارے

خطاوار ہیں کہا جلد میں تمہاری بخشش اپنے رب

رَبِّيٓۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلۡغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ۝٩٨

رب سے اپنے بیشک وہ ہی بخشنے والا رحم والا ہے

سے چاہوں گا بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیتوں میں حضرت یوسف کی پہچان کا ذکر ہوا تھا کہ اپنے ظاہری علامات و اسباب سے اپنے بھائیوں کو پہچانا ۔ان آیات میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہچان کا ذکر ہو رہا ہے کہ آپ نے باطنی علامات و اسباب سے کس طرح یوسف کے اِس قرب کو پہچانا ۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیتوں میں حضرت یوسف کے ایک معجزے کا ذکر ہوا جو جسم سے لگی ہوئی قمیص کے ذریعے ظاہر ہوا ۔ان آیتوں میں حضرتِ یعقوب کے ایک معجزے کا ذکر ہوا کہ آپ نے قوتِ خداداد سے حضرت یوسف کی خوشبو سونگھ لی یہ طاقتِ شمامت کسی بشر میں نہیں ہے اگرچہ بندہ قریب ہی کیوں نہ ہو۔

تیسرا تعلق۔ پہلی آیتوں میں حضرت یوسف کی خسروانہ بخششوں کا تذکرہ اور بھائیوں کو اپنی محبت اور رب تعالیٰ کی مغفرت یاد دلانے کا ذکر ہوا اب ان آیتوں میں اس طریقہ تبلیغ اور حسن سلوک کے اثر کا تذکرہ ہوا کہ بھائی کس طرح یہی توبہ کرتے ہوئے اپنے گناہوں کا اقرار کر رہے ہیں۔ اور یہی انبیاء کرام کا مقصود ہوتا ہے۔

تفسیر نحوی

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ۔ وَلَمَّا ظرفیہ زمانیہ شرط کے لیے ہے فَصَلَتْ فعل ماضی مؤنث کا صیغہ فَصْلٌ سے بنا ہے بمعنی جدا ہونا لازم ہے اَلْعِيرُ معنًا مؤنث ہے کیونکہ معنیٰ ہے قافلہ۔ یہ لفظ مؤنث ہے بحالتِ رفع فاعل ہے سابق فعل کا لغوی ترجمہ ہے اونٹوں کا قافلہ۔ قَالَ فعل ماضی جزاء ہے شرط سابق اس کا فاعل ہے اَبُوْهُمْ۔ مرکب اضافی ہے هُمْ کا مرجع سب اہل خانہ اِنِّیْ حرف تحقیق ی ضمیر متکلم اسم اِنَّ۔ لَاَجِدُ۔ لام [illegible] اَجِدُ فعل مضارع بصیغہ واحد متکلم پورا جملہ فعلیہ خبر اِنَّ ہے وَجْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اچھی طرح کسی کو قابو میں کرنا۔ یا محسوس کرنا یہاں دوسرے معنیٰ میں ہے رِيحَ۔ مفعول بہ ہے لغوی ترجمہ ہے ہوا۔ خوشبو۔ رحمت۔ سانس۔ قوت۔ مدد۔ یہاں مراد ہے خوشبو۔ يُوسُفَ مضاف الیہ بحالت جر غیر منصرف۔ لَوْلَا۔ یہ دو حرف ہیں ۱ لَوْ بمعنی اگر ۲ لَا نافیہ۔ اَنْ ناصبہ تُفَنِّدُوْنِ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر باب تفعیل فَنَدٌ سے بنا ہے بمعنی غم یا بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے عقل کی کمی ہو جانا۔ نون جمع اعرابی اَنْ ناصبہ کی وجہ سے گر گئی نِ۔ دراصل تھا نِیْ۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم مفعول بہ تخفیف کے لیے ی گر گئی اور کسرہ اس کے قائم مقام ہے۔ قَالُوا تَاللّٰهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ۔ قَالُوا فعل ماضی اس کا فاعل اہل خانہ ت جارہ قسمیہ لفظ اللہ مجرور ہر دو متعلق ہیں فعل پوشیدہ اُقْسِمُ کے۔ اِنَّ حرف تحقیق اپنی اسم و خبر سے مل کر جواب قسم ہے۔ لَفِیْ لام گئے یہ لام حرف اسم فعل ہر ایک پر آجاتا ہے۔ فِیْ جارہ ضَلَال بروزن فَعَال مصدر ثلاثی ہے۔ ضَلٌّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے۔ یہ آٹھ معنیٰ میں مشترک ہے۔

۱۔ انتہائی محبت جو دل پر اثر کر کے بہکا دے۔ ۲۔ راہ حق سے بھٹک جانا۔ ۳۔ ہلاک کرنا ۴۔ گمراہ ہونا دین سے ہٹ کر۔ ۵۔ بربادی ۶۔ آوارہ پھرنا ۷۔ دھوپ یا روشنی نہ ملنی۔ ۸۔ باطل۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہے۔ کَ ضمیر واحد حاضر مضاف الیہ اس کا مرجع حضرت یعقوب اَلْقَدِيْمِ الف لام عہد خارجی قَدِیْم بروزن فعیل قِدَمٌ سے بنا ہے بمعنی پرانا ہونا۔ بحالت جر صفت ہے ضَلَال کی۔ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ ف بمعنی ثُمَّ لَمَّا ظرفیہ شرطیہ۔ اَنْ زائدہ ہے لَمَّا کے بعد اَنْ زائدہ ہوتا ہے۔ جَاءَ فعل ماضی صیغہ واحد غائب اس کا فاعل ہے بَشِیْرٌ۔ بِشْرٌ سے بنا ہے

بمعنی خوشخبری لانے والا۔ اَلْقٰی اَلْقٰی سے بنا ہے باب افعال کا ماضی متعدی بیک مفعول بمعنی ڈالنا ہُ ضمیر کا مرجع قمیص عَلٰی جارہ اپنے ہی معنی میں ہے وَجْہِ بمعنی چہرہ مجرور ہے علی کی وجہ سے ہ کا مرجع یعقوب علیہ السلام۔ یہ جملہ کما جرایہ ہے فَ تعقیب بلا تراخی کے لیے اِرْتَدَّ باب افتعال کا ماضی مطلق ہے دراصل تھا اِرْتَدَدَ دونوں دال کا او غام (تشدید) کر دیا اس کا فاعل یا آنکھیں ہیں تو عبارت اس طرح تھی فَارْتَدَّ عَیْنَاہُ بَصِیْرًا اور یا اس کا فاعل یعقوب ہیں۔ تب فعل ناقصہ پوشیدہ اور عبارت اس طرح ہو سکتی ہے فَارْتَدَّ اَنْ صَیَّرَہُ اللّٰہُ بَصِیْرًا ارۡدٌ سے مشتق ہے بمعنی کیفیت کا بدلنا۔ بصیرًا میں بھی دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ یہ حال ہے فاعل عیناہ پوشیدہ کا دوسرا یہ کہ یہ خبر ہے صَیَّرَ فعل ناقصہ کی مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت روشنی والی بروزن فعیل قَالَ فعل ماضی کا فاعل یعقوب ہیں۔ اَ۔ ہمزہ استفہام یعنی سوالیہ ہے لَمْ اَقُلْ مضارع نفی جحد بلم۔ اَقُوْلُ تھا۔ وَ۔ گر گئی لَکُمْ جار و مجرور متعلق ہیں لم اقل کے۔ اِنِّی یہ سب جملہ لم اقل کا مقولہ اور پہلی عبارت قال کا مقولہ ہے۔ اِنَّ حرفِ تحقیق یٖ اسم اِنَّ۔ اَعْلَمُ یہ جملہ اسمیہ خبر اِنَّ ہے اسم تفضیل ہے علم سے مشتق ہے۔ بمعنی زیادہ جاننے والا مِنْ جارہ بمعنی طرف سے لفظ اللہ مجرور متعلق ہے اعلم اسم تفضیل کے مَا موصولہ بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے اَعْلَمُ کا لَا تَعْلَمُوْنَ مضارع منفی بلا بمعنی حال اس کا فاعل سب اہل خانہ علم سے مشتق ہے۔ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ۔ قالو فعل ماضی بصیغہ جمع اس کا فاعل صرف برادرانِ یوسف ہیں اگلی سب عبارت اس کا مقولہ ہے یا حرفِ ندا اَبَا منادیٰ مضاف لہٰذا زبر والا ہے الف فتح کا اعراب ہے۔ نا ضمیر جمع متکلم کا مرجع وہی برادران یوسف ہیں۔ اِسْتَغْفِرْ باب استفعال کا امر ہے طلب کے معنی میں ہے لَنَا لام نفع کا ہے نا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل سے مراد بھائی ذُنُوْب جمع ہے ذنب کی۔ یہ سات معنوں میں مشترک ہے۔

۱۔ پچھلا حصہ ۲۔ گندہ کیچڑ ۳۔ پگڑی کا شملہ ۴۔ بھڑ بچھو کا ڈنگ ۵۔ کوڑا ملے گناہ۔ خطا لغزش۔ ۷۔ مصیبت والا لمبا دن۔ بعض عجمیوں نے اس کا ترجمہ الزام یا اتہام کیا ہے مگر یہ لغوی نہیں خود ساختہ اصطلاح ہے۔ یہاں مراد گناہ اور ظلم ہے۔ اِنَّا۔ اِنَّ نَا تھا۔ حرف مشبہ اپنے اسم منصوب ضمیر کے ساتھ کُنَّا فعل ناقصہ بمعنی ماضی بعید یا ماضی قریب۔ اس کا اسم ضمیر جمع متکلم اس کے ساتھ ہے خٰطِئِیْنَ خبر ہے۔ جمع اسم فاعل خَطَاءٌ سے بنا ہے۔ بمعنی دھوکے سے گناہ کرنا۔ یا انجام سے بے خبر ہو کر برائی کرنا یا غلطی نہ سمجھ کر غلط کام کرنا۔ یا وہ برا کام جس کا احساس بعد میں ہو۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ قَالَ فعل ماضی اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع حضرت یعقوب ہیں اگلی عبارت مقولہ سَوْفَ حرفِ تخصیص ہے۔ جس طرح مضارع منفی کو حرف لَنْ بمعنی مستقبل کر دیتا ہے

مگر قرب و بعد کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اسی طرح مضارع مثبت کو بمعنی مستقبل کرنے کے لیے دو حرف ہیں سَ
تَی۔ یہ حرف مضارع کو مستقبل قریب کے معنیٰ میں کر دیتا ہے سَ سَوْفَ یہ حرف فعل مضارع مثبت کو مستقبل بعید کے معنیٰ میں کر دیتا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ فعل مضارع بمعنیٰ مستقبل بعید۔ صیغہ واحد متکلم فاعل حضرت یعقوب لَکُمْ لام نفع کا۔ کُمْ ضمیر مجرور متصل سے مراد برادران یوسف ہیں رَبِّیْ لفظ رب اللہ تعالیٰ کا اسم صفاتی ہے بحالت زبر ہے مفعول بہ اَسْتَغْفِرُ کا۔ وُجوہِ اعراب میں سے یہ ساتویں قسم ہے غیر جمع مذکر سالم مضاف بیاء متکلم۔ اِنَّ حرف تحقیق ہ ضمیر اسم اِنَّ ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا اَلْغَفُوْرُ بروزن فَعُوْلٌ مبالغے کا صیغہ ہے غَفْرٌ سے مشتق ہے الف لام عہدی یہ لفظ یا موصوف ہے یا خبر اول ہے مبتدا ھُوَ کی۔ اَلرَّحِیْمُ۔ الف لام عہدی ہے رحم سے بنا ہے صفت مشبہ ہے یہ بھی یا صفت ہے موصوف کی یا خبر دوم مبتدا کی۔ یہ جملہ اسمیہ خبر ہے اِنَّ کی۔

تفسیر عالمانہ

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ اَبُوهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُونِ قَالُوا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيمِ

حضرت یوسف نے اپنی قمیص بھائیوں کو دی تو یہودا نے عرض کیا اے محترم یوسف یہ قمیص مجھ کو دیجئے کیونکہ میں وہ ہوں جو آپ کی پہلی قمیص بھی خون آلود کر کے لے گیا اور میں نے ہی جھوٹی باتیں بنا کر وہ غم کی قمیص والد محترم کو دی تھی۔ میں ہی وہ ہوں جس نے والد کو رلایا بھائی کو ستایا تھا۔ میں ہی فراق ڈالنے والا تھا اس لیے میں ہی خوشی کی قمیص لے کر جاؤنگا۔ کیسی حیرت ہے کہ آج مجرم خود اپنے جرم کو عدالت میں بیان کر رہا ہے بات یہ ہے کہ عدالت کرم پر ہے۔ اسی لیے سب کی باچھیں کھلی ہوئی ہیں مسکراہٹیں پھوٹی پڑ رہی ہیں خوشیاں مچل رہی ہیں۔ اس سے کہیں بڑھ کر خوشی اُس وقت ہوگی جب میدان محشر میں عدالت الٰہیہ سے بخشش و کرم کا اعلان ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب گناہگار سیاہ کار کی بخشش کا مژدہ سنایا جائے گا تو خوشی سے مست ہو کر مچل مچل کر عرض کرے گا کہ یا اللہ میرے کریم میرے رحیم میں نے یہ بھی گناہ کیا تھا یہ بھی کیا تھا۔ کاش وہ خوش نصیب وقت مجھ کو بھی نصیب ہو۔ حضرت یوسف نے اُن کے چہچہانے اور مسکرانے کو دیکھا تو آپ بھی شکر الٰہی سے مسرور ہوئے اور وہ قمیص یہودا کو ہی دی ایک قول ہے کہ وہ شاہی جبہ تھا۔ اور اونٹ بھی تازہ دم دیے کہ ان خوبصورت اونٹوں پر جاؤ اس خوشی میں نہ کسی کو کھانے کا ہوش تھا نہ پینے کا فوراً چل پڑے یہ بھائیوں کا تیسرا چکر تھا اس دفعہ بھی دو دن دو رات ٹھیرے تھے اور آج ہی قمیص دی گئی پھر ایک منٹ نہیں ٹھیرے۔ ادھر ابھی وہ سب بھائی بستی مصر یا دربارِ مصر سے ذرا ہٹے ہی ہیں اور اونٹوں کا یہ عیر قافلہ چلا ہی ہے ذرا سا فاصلہ ہوا ہی ہے کہ اُدھر اسّی فرلانگ دور یعنی دو سو چالیس میل دور بپیدل آٹھ راتوں کا سفر اونٹوں پر تین دن تین رات کا

سفر تھا کہ فرمایا اُن کے والد محترم نے کہ اے گھر والو۔ بہو بیٹیو۔ پوتے پوتیو۔ اگر تم مجھ کو بوڑھا بیوقوف نہ سمجھو تو یا مجھ کو سٹھیایا ہوا۔ بہکی باتیں کرنے والا۔ پریشان خیالوں والا یا نفسیاتی بیمار نہ کہو تو میں تم سے کہوں کہ میں آج اپنے یوسف کی دل آویز خوشبو محسوس کر رہا ہوں میری قوتِ شامہ یوسف کی خوشبو سونگھ رہی ہے۔ مفسرین نے اِس بارے میں بہت باتیں بنائی ہیں کہ یہ خوشبو کس کی تھی کیسی تھی کیونکر آئی۔ کسی نے کہا کہ ہوا نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی یا اللہ میں چاہتی ہوں کہ اِس قافلے سے پہلے میں یوسف کی خوشبو غمزدہ والد کو پہنچا دوں اور یہ سعادت مجھ کو نصیب ہو۔ رب تعالیٰ نے اجازت عطا فرمائی تو ہوا کئی بار جسم یوسف سے مس ہو کر کنعان پہنچی اور سیدھا حضرت یعقوب کے بیت گریہ جھروکا حجرہ میں پہنچی اور وہیں روح بس گئی۔ اور یعقوب علیہ السّلام نے وہ سونگھی تو آپ دوسرے مکان کے حصے میں تشریف لائے اور یہ فرمایا۔ ایک قول ہے کہ وہ کرتہ چونکہ جنت کا تھا اس میں جنت کی خوشبو تھی اور کوئی چیز جنت کی دنیا میں تھی نہیں اس لیے آپ نے جنّت کی خوشبو پائی تو آپ کو کرتہ یاد آیا اور ساتھ ہی یوسف بھی یاد آ گئے سمجھ گئے کہ یوسف کہیں قریب ہی زندہ موجود ہے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ نبی کی قوّتِ شامہ کی یہ طاقت ہے کہ وہ انسانی خوشبو بھی سونگھ سکتا ہے اور یہ آپ کا معجزہ تھا۔ بذاتِ خود یہ خوشبو سونگھی اور آپ نے جب یہ خبر گھر والوں کو سنائی تو سب غمزدہ لہجے میں افسوسناک غمناک انداز میں بولے خدا کی قسم اے ابا جان بیشک آپ تو ابھی تک اسی پرانی محبت والفت میں ڈوبے ہوئے ہو اس محبت نے آپ کو ابھی تک اِس حقیقت پر نہیں آنے دیا کہ یوسف تو چالیس سال ہوئے کبھی کا مر چکا ہے۔ اور عشق و محبت عاشق کو ہمیشہ حقیقت کے راہ سے گمراہ ہی رکھتا ہے وہ اپنے ہی خیالات کے تانے بانے اور تصورات کی دنیا میں رہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا رہتا ہے۔ مگر عشق سے خالی عقل چند دِلی غم کر کے پھر حقیقت واقعی کے سیدھے راہ پر آ کر اپنے کاروبارِ دنیا میں شامل ہو جاتی ہے یہی عام دنیا والوں کا حال ہے تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ گھر والوں نے بہت برا بھلا کہا بروایت قتادہ۔ مگر یہ غلط ہے۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ پھر کچھ دنوں کے بعد جب آیا خوشخبری لانے والا اکیلا یا قافلے کے ساتھ۔ دو قول ہیں ایک یہ کہ یہودا جب بستی کے قریب پہنچا تو اپنا اونٹ ذرا تیز دوڑا کر خوشی میں جلدی گھر آ گیا اور آتے ہی سب باتیں سنا کر وہ قمیص والد محترم کے چہرۂ پاک پر ڈالدی۔ بس پھر کیا ایک دم آنکھوں میں روشنی چہرے پر بشاشت جسم پر تراوٹ دل میں سرور آنکھوں میں نور آ گیا۔ ابھی گھر میں یہی خوشیاں اور حیرانیاں ہو رہی تھیں کہ باقی بھائی بھی ہنستے مسکراتے کھل کھلاتے داخل ہوئے بنیامین بھی ساتھ ہیں۔ ایک قول ہے کہ سب ایک ساتھ ہی آئے اور بالکل اسی طرح نقشہ بنایا جیسے پہلے غم

کی خبر لے کر آئے تھے۔ کر آگے آگے یہودا قمیص اُٹھائے ہوئے پیچھے پیچھے باقی سب۔ فرق صرف یہ تھا کہ اُس وقت قمیص یوسفی جھوٹے خون میں لتھڑی ہوئی تھی آج قمیص خوشبوئے یوسفی میں بسی ہوئی وہ غم فراق کی قمیص تھی یہ سرورِ وصال کی۔ اُس وقت سب بھائی جھوٹا رونا روتے آئے تھے آج بھی، ہنسی ہنستے ہوئے والد محترم نے آج کافی زمانے کے بعد اپنی آنکھوں سے اپنے بیٹوں کے مسرور چہرے دیکھے سارے غم دھل گئے فرمایا۔ اے بیٹو اور سارے گھر والو کیا میں نے ایک دفعہ تم سے نہ کہہ دیا تھا کہ اللہ کی طرف سے جو غیبی علوم میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اور تم میری ہر بات کو تصوراتی۔ خیالی اور بے معنیٰ سمجھتے تھے تم سمجھتے تھے کہ شاید میں ہر بات محض عشق کی لہر محبت کے جنون یا غم غلط کرنے کے لیے کہہ دیتا ہوں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ یوسف کو کہاں دیکھا کیا کہیں راہ جاتے مل گیا کیسے مل گیا کیسے پہنچانا کیسی صحت کیسی حالت کیسا لباس تھا تم ساتھ لے کر کیوں نہ آگئے انتہائی خوشی کے عالم میں آپ نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔ بیٹوں نے عرض کیا ابا جان وہی عزیز مصر ہی تو آپ کا یوسف آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمارا بھائی ہے۔ آج سارے زمانے کا حاکم مختار وہی ہے تاج و تخت والا ہے۔ ہم جتنی دفعہ مصر گئے وہی ہمارا میزبان تھا ہم نے تو آج پہچانا۔ اُس کا چہرہ نورانی اس کا محل لاثانی اور لباس شاہانی ہے والد محترم نے پوچھا کس دین پر ہے عرض کیا ابراہیم و اسحٰق کے دین پر ہے۔ تب آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ مولیٰ تیرا شکر ہے کہ میرا بیٹا تیرے سچے دین پر ہے۔ اب سب گھر والے اور بیٹے پھر والد کے حضور جمع ہوئے اور قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ۔ اور سب نے عرض کیا بیٹوں نے بھی اور گھر والوں نے بھی اے ابا جان آہ ہم نے محسوس کیا ہے ہم سے آپ کی شان میں بہت خطائیں ہوئیں بات بات پر آپ کی خبروں کو جھٹلایا۔ طعنہ بازی کی جھوٹ بول بول کر آپ کو ستایا فراقِ یوسفی کی آگ میں جلایا۔ بینائی کو رلایا بارگاہِ الٰہیہ کے خوف و خشیت کی بھی پرواہ نہ کی ہر طرف سے مجرم بنے خطائیں کیں ہم نے جرم و خطا میں کمی نہ کی اے پیارے ابو جی اب آپ اپنے کریم رحیم غفار و ستار اللہ سے ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش مانگئے اور بخشش مانگنے میں آپ کمی نہ فرمائیے۔ ہم خود اُس کی بارگاہ کے لائق نہیں رہے کس منہ سے آج اُس کے سامنے روئیں اور اُس جبّار و قہار کا جلال ہماری نافرمانیوں پر نہ معلوم کس غضب میں ہے اس لیے اے ابا جان آپ ہمارے وسیلۂ عظمیٰ بن جائیے۔ والد محترم اپنی خوشی میں بیٹوں کی طرف سے پہنچی ہوئی ایذائیں یکسر بھلا چکے تھے جب بیٹوں کی یہ دردمندانہ التجا پشیمانی اقرارِ خطا سنا تو نہایت پیار سے فرمایا قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ کہ اے میرے بیٹو۔ ابھی نہیں کچھ دن بعد میں بخشش مانگوں گا اپنے رب کریم رحیم سے۔ بیشک اب تم صحیح بارگاہ کی طرف صحیح راہ پر آگئے ہو واقعی بیشک وہ

ہی ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر شخص کو بخشنے والا ہے اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ برادرانِ یوسف کی یہی وہ عاجزی اور انکساری تھی جن کی بنا پر باوجود اتنے ظلم و جرم کرنے کے خوابِ یوسفی میں ان کو ستارہ دکھایا گیا۔ حضرت یعقوب نے اسی وقت بخشش نہیں مانگی بلکہ بعد میں مانگنے کا وعدہ فرمالیا اس کی وجہ میں مفسرین کے چند قول ہیں یا اس لیے کہ بیٹوں کے یہ جرم حقوق اللہ بھی تھے اور حقوق العبد بھی یعنی یوسف علیہ السلام پر ظلم تو جب تک یوسف علیہ السلام سے معاف نہ کرا لیا جاتا اس وقت تک بخشش مانگنا شرعاً منع تھا۔ یہی حال ہر گناہ و جرم کا ہے ہماری شریعت میں بھی تا قیامت۔ اور یہی وجہ زیادہ درست ہے۔ یا اس لیے کہ اس وقت دنیوی خوشیوں میں اور بات چیت میں مشغول ہیں ایسی حالت میں دعا مانگنا آدابِ دعا کے خلاف ہے اس کے لیے نہایت اہتمام خشوع خضوع اور تیاری کی ضرورت ہے۔ یا اس لیے کہ یہ وقت قبولیتِ دعا کا نہیں تہجد کے وقت یا کسی مناسب تاریخ دن میں جو زیادہ مقبولیت کا ہو مانگی جائے گی۔ مگر یہ قول غلط ہے۔ اس لیے کہ دعاؤں کے مختلف اوقات امت کے لیے ہیں۔ نبوت اس سے وراء الورا ہے نبی کی دعا ہر وقت ہر آن قبول ہوتی ہے۔ بلکہ وقت کو قبولیت کا شرف بھی نبی کی ذات سے ملتا ہے۔ جس وقت سے کسی نبی نے محبت فرمالی وہی بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کا ہوگا۔ روایات و فرمودات سے کل بیس وقت قبولیتِ دعا کے لیے مجرب ہیں۔

۱ وقتِ تہجد ۲ طلوعِ صبح صادق ۳ سنتِ فجر کے بعد فرضوں سے پہلے ۴ فجر کی نماز کے فوراً بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے ۵ چاشت کے وقت یعنی زوال سے ایک گھنٹہ پہلے ۶ زوال کے فوراً بعد۔ ۷ ظہر اور عصر کا سارا درمیانی وقت ۸ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان وقفے میں مگر یہ دعا صرف دل میں ہو زبان نہ ہلے ۹ خطبے سے نمازِ جمعہ تک مگر یہ بھی دل میں زبان سے نہ بولے ۱۰ بعد نمازِ مغرب وقتِ عشاء سے پہلے ۱۱ عصر کے بعد سورج پیلا ہونے تک ۱۲ افطار کے وقت ۱۳ سحری کھانے کے بعد ۱۴ بارش برسنے کے وقت ۱۵ عالم متقی کا چہرہ دیکھ کر ۱۶ ولی اللہ کی محفل میں۔ ۱۷ مقدس مقامات کی حاضری کے وقت ۱۸ ختمِ قرآن مجید کے وقت ۱۹ شبِ قدر میں ۲۰ صبحِ میلاد النبی میں۔ ان وقتوں کو کسی نہ کسی پیارے بندے سے نسبت ہے اس لیے یہ وقت شرفِ قبولیت سے مشرف ہوا۔ یہ اوقات صرف امت کے لیے ہیں۔ واللہ و رسولہٗ اعلم۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ جس طرح رب تعالیٰ نے پھولوں اور نباتات میں خوشبو رکھی ہے اسی طرح قدرتِ الٰہی نے انبیاء کرام اولیاء عظام اور نیک بزرگوں کے جسم بلکہ اعمالِ صالحہ میں بھی خوشبو رکھی ہے۔ سب

سے اہلِ نبوت کی خوشبو ہے یہی وہ خوشبو تھی جس کو حضرت یعقوب نے سونگھا تھا۔ یہ فائدہ۔ لَأَجِدُ
رِيحَ (۹۴) سے حاصل ہوا آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کی خوشبو تو اپنی کثرت کی بنا پر گلی محلے
کو معطر کر دیتی تھی اور کافی دیر تک ہر شخص سونگھ سکتا تھا۔ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ کثرتِ درود تاج سے منہ
میں ایک خاص بھینی مہک پیدا ہو جاتی ہے۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ جِس دم کرنے سے سینے میں خوشبو پیدا ہو
جاتی ہے۔ اسی طرح گناہوں سے بد بو پیدا ہوتی ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ نبی کی ہر چیز بے مثل ہوتی ہے یہاں
تک کہ قوتِ شامہ اور سامعہ بھی بے مثل ہے جو کسی کو میسر نہیں۔ دیکھو حضرت یعقوب نے اسّی کوس سے
جسمِ یوسفی کی خوشبو سونگھ لی جب کہ اور کوئی دوسرا نہ سونگھ سکا۔ اسی طرح حضرت سلیمان نے تین میل سے
چیونٹی کی آواز سن لی۔ کوئی دوسرا وہاں موجود نہ سُن سکا۔ یہ دونوں واقعے قرآن مجید میں بھی ہیں۔
تیسرا فائدہ۔ بعض معجزے اختیاری ہوتے ہیں بعض معجزے غیر اختیاری۔ اختیاری معجزہ نبی کے قبضے
میں ہوتا ہے جب چاہے ظاہر کرے دکھائے۔ غیر اختیاری خود بخود ظاہر ہوتا ہے جب رب تعالیٰ
کو منظور ہو تو ظاہر ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ یہ خوشبو سونگھنا غیر اختیاری معجزہ تھا جو پہلے ظاہر نہ ہوا
اب ہو گیا۔ اور قمیصِ یوسفی اختیاری معجزہ تھا۔ اسی طرح حسنِ یوسفی غیر اختیاری معجزہ تھا۔ اور علمِ یعقوبی اختیاری
معجزہ تھا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ قانونِ شریعت کے مطابق گناہ دو طرح معاف ہوتے ہیں۔ بعض
گناہ توبہ سے بعض گناہ کفارہ سے کفارہ بھی دو قسم کا ہے کفارہ شرعی اور کفارہ تعزیری۔ تعزیری کفارہ بندہ خود بھی اپنے
لیے مقرر کر سکتا ہے۔ یہ مسئلہ أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ کی تفسیر سے مستنبط ہوا کہ یہودا نے یہ خوشی کی قمیص اس لیے اپنے
ہاتھ میں رکھی کہ اُس غم کی قمیص کا کفارہ بن جائے۔ ایک تفسیر میں ہے کہ یہودا بغیر کھائے پیے پیدل چلے
اور کہیں دوڑے کہیں تیز چلے اسّی کوس (دو سو چالیس میل) اس مشقت سے سفر کیا۔ یہ سب تعزیری کفارہ
جو خود اپنے پر مقرر کر لیا تھا۔ جنگِ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کو قتل کرکے حضرتِ وحشی نے کہا تھا میں نے قتلِ حمزہ
کا کفارہ کر دیا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ کسی خاص دینی مصلحت کی بنا پر عبادت میں دیر لگانی جائز ہے اگرچہ وہ
نماز ہی ہو بشرطیکہ قضا نہ ہو۔ یہ مسئلہ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ (۹۸) سے مستنبط ہو۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ حضرتِ یعقوب نے فرمایا اِنِّی لَأَجِدُ رِيحَ (الخ) اعلیٰ بلکہ وجدُ
سے یہ اعمال قلوب سے ہے جس کا تعلق دل سے ہے اور سونگھنے کا تعلق ناک سے ہے اس لیے یہاں

اشم: فرمانا چاہیئے تھا۔ جواب ۔ وَجَدَ ایک معنی میں واقعی افعال قلوب سے ہے لیکن یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ تمام حواس کا رابطہ دل سے ہے قلبی رابطے کے بغیر نہ کوئی سونگھی جا سکتی ہے نہ بھی نہ سنی نہ دیکھی۔ اگر دل کا رابطہ نہ ہو اور خوشبو ہو تو سمجھ نہیں آتی کہ کس کی خوشبو ہے گویا کہ ناک کا کام ہے سونگھنا اور دل کا کام ہے سمجھنا اور تمیز کرنا کہ یہ کس کی خوشبو ہے۔ اَجِدُ کہہ کر یہ بتایا کہ میں خوب سونگھ سمجھ رہا ہوں کہ یہ یوسف کی خوشبو ہے۔ اَشَمُّ کہہ کر یہ مقصد نہ سمجھایا جاتا۔ نیز ریح اس خوشبو کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ہوا وغیرہ بھی ہو جو جسم کو لگے۔ اب اَجِدُ کے معنی یہ ہوئے کہ میں صرف نفسیاتی یا تصوراتی وہم کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ واقعی میں نے ایسی ہوا۔ ٹھنڈی یا گرم اپنے جسم سے مس ہوتی پائی ہے جس میں یوسف کی خوشبو ہے۔ لہٰذا اَجِدُ کہنا نہایت جامع مانع کلام ہے۔ اسی لیے اگلا کلام فرمایا کہ اَجِدُ کی وجہ سے تم مجھ کو۔ مُفَنَّد اور بہکی باتیں کرنے والا نہیں کہہ سکتے۔ **دوسرا اعتراض**۔ گھر والوں نے تاللہ کہہ کر قسم کیوں کھائی۔ جواب۔ کلام کو سخت کرنے کے لیے۔ خیال رہے کہ شریعت میں قسم کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ یمینِ منعقدہ۔ اس کے بولنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ یہ بار بار بولنا منع ہے۔ ۲۔ یمینِ لغو۔ ۳۔ یمینِ غموس ۴۔ یمینِ فور۔ جو کہ کلام بن جاتی ہے یہاں تاللہ کہنا ایک قول میں یمینِ فور ہے۔ اس سے کلام کی تاکید اور سختی بھی مقصود ہوتی اسی طرح پہلی قسم تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا والی قسم ہے لیکن تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ یہ یمین غموس ہے۔ اس میں جھوٹ سچ کا احتمال ہوتا ہے۔ یہ قسم کسی چیز کو ثابت کرنے کے لیے بولی جاتی ہے گواہی میں بھی یہ قسم ہوتی ہے۔ اس پورے واقعے میں تین دفعہ قسم بولی گئی ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ عارفین فرماتے ہیں کہ طالب و مطلوب۔ حبیب و محبوب۔ پیر و مرید کے درمیان۔ معرفتِ الٰہیہ کا ایسا رشتہ ہے اور ریح محبوبیت کی ایسی تار ہے جس سے عشقِ ازلی کی اس طرح کشش پیدا ہوتی ہے کہ مرشدِ برحق کبھی بھی اپنے مرید باصفا سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔ پھول کی خوشبو تو بادِ خزاں کے جھونکوں سے ماند پڑ جاتی ہے۔ اور فراقِ شجری سے ختم ہو جاتی ہے مگر عشقِ معرفت کی کلیوں اور غنچۂ اعمالِ صالحہ کی بھینی خوشبو کسی بھی دوری فراق سے ختم نہیں ہوتی اور فکرِ الٰہی کی تازگی کبھی غم کی ہواؤں سے مرجھا نہیں سکتی کتنی ہی دوری ہو خلوتِ خانۂ عشقِ معرفت میں پہنچ ہی جاتی ہے۔ مگر صرف عاشق کی قوتِ شامہ ہی اس کو پا سکتی ہے۔ اغیارِ بے نصیب اس کو کیا جانیں عقلِ دنیا اس کو کیا سمجھے وہ تو دریائے معرفت کے غوطہ خوروں مراقبے کے مشاہدوں کو ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ہی سے منسوب کرتے ہیں یہ نا سمجھی اور اسرار کے علم سے ناواقفی اسی وقت تک ہے جب تک کہ بشارتِ انوار کا کوئی خوشخبری کرلے

والا نہیں آتا۔ لیکن فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
ہر فراق کے بعد وصل کی بشارت ہے ہر غم کے بعد خوشی چہک اور ہر ندرت کے بعد قدرت ہے اور ہر اندھاپے کے بعد بصارت ہے اور سفر کے بعد حضر ہے۔ عالم ناسوت اسی ردّ و بدل کا نام ہے۔ مسافران معرفت اِس عالم رنگ و بو میں دل نہیں لگاتے بلکہ اُن کی چشم بصیرت تماشائے دُنیا سے اندھی ہوتی ہیں۔ وہ تو مشاہداتِ انوار الٰہیہ کا منتظر و شیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب ساعتِ انتظار ختم ہوتا ہے تو بارگاہِ جبروت سے وصل کی خوشخبری لانے والا پہنچتا ہے۔ اور جس کے شوقِ وصل میں آنکھیں دو عالم سے اندھی کرلی تھیں اُس کے لباس اسرار کا حصّہ چہرۂ باطنی پر آتا ہے تو طالب صادق کی چشم باطن اِس طرح کھل جاتی ہیں کہ عرش فرش کا تقرب ہو جاتا ہے۔ اور بندۂ مومن کے وہ اوصاف حمیدہ و خصائل بعیدہ علوم لَدُنّی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں کہ دنیا کی عقلیں حیران ہو جاتی ہیں اور مردِ کامل کی یہ بات صحیح ہو جاتی ہے کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ جب بندۂ ربانی اور طالب رحمانی کے پردے کھلتے ہیں تب اپنے اعمال کی حقیقی کمزوری کا پتہ لگتا ہے اور سمجھ جاتا ہے کہ جس کو میں نے نابینا سمجھا وہ حقیقت میں بینا اور روشن ضمیر تھا۔ اپنی کورچشمی کا اقرار کرتا ہے اپنے آپ کو خطاکار سیاہ کار سمجھتا ہے اور پکارتا ہے اے میرے وسیلۂ عُلیا اپنے رب رحیم سے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب فرما۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ یہی وہ عاجزی ہے جو انسانیت کی معراج ہے اور ایمانیت کا عرش ہے اِس عاجزی پر ہزاروں سجدے نثار ہو جاتے ہیں۔ تصوف کا آخری سبق مرشد معرفت کی آخری نصیحت یہی عاجزی اور مسکینیت ہے۔ ہاتف غیبی سے آوازِ سرمدی گونجتی ہے کہ اب راہِ راست پر بندہ آگیا عنقریب بخشش و سفارش کی بھیک آستانۂ قدس سے طلب کی جائے گی بیشک وہ ہی اللہ جَلَّ شَانُہٗ طالب منزلِ شوق کی لغزشوں کو بخشنے والا ہے اور عاجزوں کو منزلِ انوار میں پہنچانے والا رحیم ہے۔ وہی راہ نوردی کی توفیق دینے والا غفور ہے اور مشاہدۂ جمال کرنے والا رحیم ہے۔ فالحمد للہ حمدًا کثیرًا و شکرًا جزیلاً۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ

پھر جب	داخل	ہوئے	پر	یوسف	کے	جگہ دی	طرف اپنے	ماں باپ اپنے کو

پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی

وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾

اور عرض کیا داخل ہو جاؤ مصر میں اگر چاہا اللہ نے تو امن والے ہو کے

اور کہا مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ

اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور سب جھک گئے بیٹے اس کے

اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے

سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ

سجدہ کرتے ہوئے اور عرض کیا اے والد میرے یہ تعبیر ہے خواب میرے کی

میں گرے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی

مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ

سے پہلے یقیناً بنایا اس کو رب میرے نے سچا اور بیشک

تعبیر ہے بیشک اسے میرے رب نے سچا کیا اور بیشک اس نے

اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ

اچھائی اس نے کی ساتھ میرے کیونکہ نکالا مجھ کو سے قید اور لے آیا

مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے

بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ

کو تم سب سے گاؤں سے اس کے بعد یہ کہ جھگڑا ڈالدیا تھا شیطن نے

لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں

بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَ اِخۡوَتِیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَطِیۡفٌ لِّمَا

درمیان میرے اور درمیان بھائیوں میرے کے بیشک رب میرا آسانی فرمانے والا ہے جسکی

ناچاقی کر دی تھی بیشک میرا رب جس بات کو چاہے

یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۰۰﴾

چاہے یقیناً وہ ہی ہمیشہ سے علم اور حکمت والا ہے

آسان کر دے بیشک وہ علم و حکمت والا ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیتوں میں حضرت یعقوب کے بیٹوں کا آنا اور خوشخبری دینا مذکور تھا اب ان آیات میں سب گھر والوں کا جمع ہو کر ہمیشہ کے لیے کنعان کی چھوٹی بستی چھوڑ کر مصر میں یوسف علیہ السلام کے پاس مستقل طور پر آنے کا تذکرہ ہے اسی مقصد کے لیے یہود کے کہنے پر کفار نے یوسف علیہ السلام کے مصر میں آنے کے بارے سوالات کئے تھے جو اس سورت کے نزول کا باعث بنا۔

دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں حضرت یعقوب کے بیٹوں کا معافی توبہ اور بخشش مانگنے کا ذکر ہوا اب ان آیات میں توبہ کرنے کا سلسلہ جارہا ہے کہ ان سب بھائیوں نے حضرت یوسف کو مکمل سجدہ کرکے توبہ کا اظہار کیا۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیتوں میں حضرت یعقوب کے بیٹوں کے سامنے علم کا ذکر فرما کر اللہ کے احسانات کا چرچہ فرمایا جو ایک بہت بڑی عبادت ہے اب ان آیتوں میں حضرت یوسف اپنے بھائیوں کے سامنے بطور مواعظ حسنہ رب تعالیٰ کی کرم نوازیوں کا ذکر فرما رہے ہیں۔ یہی بندوں پر حق ہے کہ ہر آن ہر غمی خوشی میں اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔

تفسیر نحوی فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلٰی یُوۡسُفَ اٰوٰۤی اِلَیۡہِ اَبَوَیۡہِ وَ قَالَ ادۡخُلُوۡا مِصۡرَ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیۡنَ وَ رَفَعَ اَبَوَیۡہِ عَلَی الۡعَرۡشِ وَ خَرُّوۡا لَہٗ سُجَّدًا ف تعقیبیہ لَمَّا شرطیہ ظرفیہ دَخَلُوۡا فعل ماضی بصیغہ جمع مذکر غائب مراد یعقوب علیہ السلام اور ان کے گھر والے بیوی بچے کل بہتر آدمی عَلٰی جارہ بمعنی عِنۡدَ۔ یوسف مجرور متعلق ہے دَخَلُوۡا کے اٰوٰی فعل ماضی صیغہ واحد غائب اس کا فاعل ضمیر ھُوَ کا مرجع یوسف ہیں۔ اٰوٰی سے مشتق ہے بمعنی پناہ دینا جگہ دینا اِلٰی جارہ ہ ضمیر کا مرجع یوسف ہیں اَبَوَیۡ

اَبٌ کا تثنیہ ہے دراصل تھا اَبَوَیْنِ نون اضافت سے گر گئی ہ ضمیر مضاف الیہ کا مرجع حضرت یوسف وَ حالطفہ یہاں عطف جملہ کا جملہ پر اور پھر جزا ہے لَمَّا دَخَلُوْا کی قَالَ کا فاعل حضرت یوسف اُدْخُلُوْا امر ہے پورا جملہ مقولہ ہے قال کا فاعل تمام آنیوالے ہیں مِصْرَ مفعول فیہ مراد شہر دارالخلافہ ہے ۔ ورنہ بڑے علاقے کا نام مصر ہے ۔ اِنْ حرف شرط اپنے ہی معنیٰ میں ہے شَاءَ فعل ماضی واحد غائب شَاءَ یَشَاءُ سے بنا ہے اسی سے ہے شَیْءٌ بمعنی چاہنا یا چاہا ہوا ۔ محال ۔ شَیْءٌ نہیں ہو سکتی اللہ اس کا فاعل ہے ۔ یہ جملہ یا شرطیہ موخرہ ہے تب اس کا تعلق اُدْخُلُوا سے ہے وہ اس کی جزا و مقدم ہینے گا اور اپنی جگہ شرطیہ ہے تب اس کا تعلق اٰمِنِیْنَ سے ہے مشیت الٰہیہ یا دخول میں ہے یا امن میں ۔ وَ ۔ سے جملہ رَفَعَ فعل ماضی صیغہ واحد غائب رَفْعٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بلند کرنا ۔ اونچی جگہ قائم کرنا ۔ یا بٹھانا ۔ درجہ بلند دینا ۔ یہاں مراد اونچی جگہ بٹھانا ہے ۔ قریب کرنے کے معنیٰ میں بھی مشترک ہے ۔ یہاں یہ بھی مناسب ہیں اس کا فاعل یوسف ہیں اَبَوَیْہِ سے مراد ماں باپ لفظ اَبٌ کے چار معنیٰ ملا والد یہ منقول اصطلاحی ہے ۔ ملا اصل یعنی جڑ ملا والا جیسے اَبُوتُراب اَبُوہُرَیرہ وغیرہ ملا بڑا اس معنیٰ میں چچا تایا کو بھی اَب کہدیا جاتا ہے ۔ جیسے کہ قرآن پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا آذر کو اَبِیہ فرمایا ۔ حالانکہ حضرت ابراہیم کے والد محترم حضرت تارخ تھے جو ایک روایت کے مطابق ولادت پاک سے ایک ماہ پہلے فوت ہو چکے تھے اور دین نوحی کے مومن تھے ۔ بعض نادانوں نے آذر کو والد کہدیا صرف لفظ اَبِی دیکھ کر یہ ان حماقت کی عربی لغت سے ناواقفی کی علامت ہے ۔ لفظ اَبٌ جس وقت جمع ہوگا تو یہ دادا ۔ پر دادا کا معنیٰ بھی دے گا اور جب یہ تثنیہ ہوگا تو اَبٌ کے معنیٰ والدہ بھی ہوں گے یا سوتیلی ماں بھی یہی معنیٰ یہاں مراد ہیں ۔ عَلٰی جارہ عرش سے مراد شاہی تخت ہے ۔ لغوی معنیٰ ہے بہت اونچی جگہ ۔ وَ سے جملہ ۔ یہ نیا جملہ ہے خَرُّوْا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع غائب باب نصر سے ہے خَرٌّ مضاعف ثلاثی سے ہے بمعنیٰ سر کے بل جھکنا ۔ لَہٗ لام جارہ بمعنے اِلٰی ہٗ کا مرجع یوسف سُجَّدًا ۔ جمع کثرت مکسرہ ہے اس کا واحد سَاجِدٌ اس کی جمع قلت سَاجِدِیْنَ ہے ۔ سُجُوْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ زمین سے پوری طرح ٹک جانا شرعی معنیٰ ہیں سات اعضا پر زمین سے لگنا سجدہ ہر شریعت میں ایک جیسا رہا ۔ خیال رہے کہ عربی میں ہر اسم کی جمع کثرت بھی ہوتی ہے جمع قلت بھی خَرٌّ کے معنے ہیں جھکنا ۔ گرنا ۔ ذلیل ہونا ۔ عاجز ہونا ۔ جب سجدہ کے ساتھ خَرٌّ آئے تو معنیٰ ہوں گے گرنا ۔ یہاں یہ ہی مراد ہے وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ ۔ وَ سے جملہ قَالَ فعل ماضی اس کا فاعل حضرت یوسف یا حرف ندا بمعنیٰ اَدْعُوْا اَبَتِ دراصل تھا اَبِی مرکب اضافی یاء متکلم بوجہ ثقل ی کو گرا دیا بطور نشانی زیر لگا دی ۃ ندا کی وجہ سے لگا دی جاتی ہے ۔ ھٰذَا

اسم اشارہ ہے تاویل مصدر ہے باب تفعیل کا اَوْلٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ مطلب نکالنا راستہ ڈھونڈنا خواب کی تعبیر لینا۔ یہاں یہ مصدر سے معنیٰ مراد ہیں مشارالیہ ہے۔ ھٰذَا سے پہلے فعل پوشیدہ ہے اِسْمَعْ مشارالیہ و اسم اشارہ مفعول بہ ہے بمتدا خبر ہو کر اِسمعْ کا اور یہ جملہ فعلیہ مفعول لہٗ ہے اُدْعُوْ پوشیدہ معنوی کا۔ رُؤیا بمعنی خواب مضاف ہے ضمیر متکلم ی کا مِن حرف جر زائدہ ہے۔ قَبْلُ اسم ظرف مضاف منوی ہے دراصل تھا مِنْ قَبْلِہٖ ہ ضمیر غائب محذوف ہے۔ اس میں دو قول ہیں یا یہ حال ہے رُؤیا کا اس میں نصب دینے والا عامل ھٰذا بمتدا ہے یا یہ ظرف ہے رؤیا کا اور اس میں زبر دینے والا عامل تاویل ہے بہرحال یہ منصوب ہے مگر مبنی ہے اس لیے ظاہری رفع ہے۔ قَدْ جَعَلَ فعل ماضی قریب یہ جملہ یا حال ہے رُؤْیَایَ کا یا صفت ہے اس کی۔ حَقًّا بحالت نصب ہے۔ اس میں تین قول ہیں یا یہ پوشیدہ ہم معنیٰ فعل کا مفعول مطلق ہے۔ یا صفت ہے ھَا ضمیر کی یا یہ مفعول ثانی ہے جَعَلَ کا اور جَعَلَ بمعنی صَیَّرَ ہے۔ دوسرا جملہ قَدْ اَحْسَنَ فعل ماضی قریب اس کا فاعل اسم ظاہر رَبِّیْ کی ضمیر ھُوَ ہے بی۔ ب اِلٰی یا مَعَ کے معنیٰ میں ہے۔ اور اَحْسَنَ کا مفعول بہ پوشیدہ ہے دراصل تھا قَدْ اَحْسَنَ صُنْعَہٗ بِیْ۔ اِذْ بمعنی ظرف ہے یا اَحْسَنَ سے متعلق ہے یا صَنَعَہٗ پوشیدہ سے بمعنی جس وقت یا علت ہے بیان اَحْسَنَ کے لیے۔ اَخْرَجَ فعل ماضی باب افعال متعدی بیک مفعول ہے نون وقایہ ی متکلم مفعول بہ۔ مِن جارہ ابتدائیہ۔ اَلسِّجْنُ مصدر ہے چار معنی میں مستعمل ہے۔ ۱؎ قید خانہ۔ ۲؎ چھپانا۔ ۳؎ ہمیشہ ناحق کسی جگہ دائمی رہنا۔ یہاں پہلے معنیٰ۔ ظرف مکانی کے لیے اب یہ جامد ہوتا ہے

وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ و عاطفہ اگلا جملہ معطوف اَخْرَجَنِیْ پر ہر دو قول پر علت ہے اس کی۔ جَآءَ فعل ماضی اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع رَبِّیْ ہے جَیْئٌ سے مشتق۔ ہفت اقسام میں سے اجوف یائی و مہموز اللام ہے۔ اس کا معنی آنا بھی ہے اور لانا بھی اس لیے یہ لازم بھی ہوتا ہے متعدی بھی یہاں بمعنیٰ لانا ہے متعدی بیک مفعول بِکُمْ ب زائدہ جارہ معنًا مفعول ہے کُمْ ضمیر جمع حاضر مجرور متصل مِنْ جارہ ابتدائیہ اَلْبَدْوِ الف لام عہد خارجی بَدْوٌ بمعنی چھوٹا گاؤں۔ بَدْوٌ سے منقول اصطلاحی۔ اصطلاحی معنی ہیں جنگل بیابان جس میں گھنے درخت نہ ہوں۔ لغوی ترجمہ ہے ظاہر ہونا دور سے نظر آنا۔ مسافر کو بادی اور مقیم کو حضری۔ اسی طرح اقامت کرنے کو حضر مسافرت کو بادیہ کہدیتے ہیں اسی لحاظ سے۔ مِنْ جارہ ابتداء زمانی کے لیے ہے۔ یا زائدہ ہے۔ یا بیانیہ۔ تینوں قول درست ہیں بعد اسم ظرف زمانی مضاف ہے لہٰذا حرکت جر ظاہر ہے اَنْ ناصبہ مگر صحیح یہ ہے کہ اَنْ مخففہ ہے دراصل تھا اَنَّہٗ۔ زائدہ ہے یہاں عاملہ نہیں ہو سکتا۔ یہ سارا جملہ مضاف الیہ ہے بَعْدَ کا نَزَغَ فعل ماضی نَزْغٌ سے مشتق ہے بمعنی فساد کروانا یا فساد میں

داخل ہونا شامل ہونا۔ اَلشَّیْطٰنُ الف لام عہدی ہے بحالتِ رفع ہے فاعل ہے نَزَغَ کا۔ اِس کے مادۂ اشتقاق میں دو قول ہیں ۱۔ شَیَطٌ ۲۔ شَطَنٌ۔ پہلی صورت میں شیطان بروزنِ فَعْلَانٌ ہے اور نون زائدہ ہے۔ دوسری صورت میں شیطان بروزنِ فیعال ہے اور نون مادہ کی ہے دونوں قول میں مبالغے کے لیے ہے۔ اور دونوں مادوں کے لحاظ سے تین تین معنیٰ میں مشترک ہے شَیَطٌ بمعنیٰ شرارت کرنا ۲۔ فساد کرنا ۳۔ سرکشی کرنا۔ شَطَنٌ بمعنی دور ہونا۔ جلنا۔ باطل ہونا۔ جب یہ الف لام کے ساتھ آئے تو ابلیس مراد ہوتا ہے۔ یہاں یہی مراد ہے اور بغیر الف لام سے ہر شریر اور فسادی مراد لیا جا سکتا ہے۔ انسان ہو جانور یا جنات۔ بَیْنِیْ اسم ظرف مضاف یاء متکلم۔ لفظ بین کے تین ہی معنیٰ میں تین ہی اس کے استعمال ہیں اور تین ہی اس کی اعرابی حرکتیں ہیں۔ معنی ۱۔ درمیان ہونا ۲۔ جدا کرنا ۳۔ ملاپ کرانا۔ یہ مصدر ہے اسی سے بَانَ بَیْنٌ مشتق ہے۔ استعمال۔ سامنے کے لیے خواہ دور ہو جیسے بَیْنَ یَدَیْہِ ۲۔ فاصلہ بیان کرنے کے لیے جیسے بَیْنَ الْبَلَدَیْنِ ۳۔ وصل کے لیے جیسے بین القوم۔ اور جب بَیْنَ اسم واحد (مفرد) کی طرف مضاف ہو تو اس کی تکرار ضروری ہے۔ یہی حالت یہاں ہے۔ اعراب اگر ظرف ہو تو فتح ۲۔ یا کسرہ ہوگا۔ اگر اسم متمکن ہو تو ضمہ بھی آجاتا ہے۔ اِخْوَتِیْ۔ اَخٌ بمعنی بھائی اس کی جمع اِخْوَانٌ بھی ہوتی ہے اور اِخْوَۃٌ بھی عام طور پر نسبی ماں باپ شریک کے لیے جمع اخوۃ آتی ہے۔ ہم پیشہ یا دینی بھائیوں کے لیے اخوان جمع ہے۔ اِنَّ حرف تحقیق یا جملہ اسمیہ ہے یا سابقہ کی علت ہے رَبِّیْ مرکب اضافی اسم اِنَّ ہے لَطِیْفٌ بروزن کریم مبالغے کے لیے لطف سے بنا ہے بمعنی مہربان ہونا۔ رافدان۔ خوش طبع باتیں کرنا اسی معنی میں ہے لطیفہ۔ باریک بین ہونا۔ تہ دار ہونا۔ جب اس کے بعد لام جارہ ہو تو معنی ہوں گے تدبیر کرنے والا یہاں یہ ہی معنی مراد ہیں لِمَا۔ لام جارہ ما موصول یَشَآءُ فعل مضارع بمعنی حال اس کا صلہ متعلق ہے لطیف کے اور وہ خبر اِنَّ اِنَّہٗ حرف تحقیق یا جملہ اسمیہ ھُوَ ضمیر منفصل برائے حصر مبتدا العلیم اور الحکیم دونوں مبتدا کی خبریں اور مبتدا کا جملہ اسمیہ خبر اِنَّ۔

تفسیر عالمانہ

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا

روایتوں میں ہے کہ حضرت یوسف ایک ساتھ پہلے دربارِ مصر سے باہر شہر کے شاہی دروازے کے باہر نکل آئے تھے اور چار ہزار فوج اور بادشاہ نہایت سجے ہوئے اونٹ گھوڑے جھنڈے لے کر جمگھٹا لگا کر استقبال کے لیے جمع ہو گئے تھے جب یعقوب علیہ السلام اپنے پورے کنبے کے ساتھ جو تقریباً بہتر افراد تھے حدودِ مصر میں داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام میل مزید آگے تشریف لائے حضرت یعقوب پیدل

یہودا کا ہاتھ پکڑ کر چل رہے تھے پوچھا اے یہودا یہ جلوس کیسا ہے یہ سرا لوگوں سے کیوں بھرا پڑا ہے کیا یہ فرعون مصر کا لشکر ہے اس زمانے میں مصر اس کے ظلم سے اردگرد اور کنعان کے لوگ مصر میں نہ آتے عرض کیا اے ابا جان یہ آپ کے بیٹے یوسف کے غلام اور فوج ہے آپ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے ہیں۔ ابھی حضرت یعقوب یہ سن کر دیکھ کر حیران ہی ہو رہے تھے کہ حضرت جبریل حاضر بارگاہ ہوئے عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ زمین کی فوجی جلوس کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں ذرا نگاہ اٹھا کر تو دیکھئے فضائے آسمانی فرشتوں سے بھری ہے ملائکہ کی قطاریں اس جشنِ ملاقات میں شرکت کرنے کے لیے آئے ہیں یہ وہ ہی ملائکہ ہیں جو آپ کے غم میں آپ کے ساتھ رویا کرتے تھے۔ آج خوشی میں بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ خیال رہے کہ ملائکہ آسمانی نے دو موقعہ پر زمین سے آسمانوں تک قطاریں باندھ کر خوشی کا جلوس نکالا۔ ایک یہ موقعہ ملاقات اور دوسرا موقعہ جشن عید میلاد سیدہ آمنہ کے گھر سے تا فلک۔ جب حضرت یوسف قریب ہوئے گھوڑے سے اترے۔ یعقوب علیہ السّلام نے پوچھا ان لوگوں میں میرا یوسف کون ہے یہودا نے جواب دیا یہی جو سب سے عمدہ لباس میں ہے اور تاج شاہی پہنے ہوئے اور اس کے ساتھ دوسرے تاج میں بادشاہ مصر ہے۔ حضرت یوسف نے چاہا کہ پہلے سلام کریں مگر جبریل امین نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ رب تعالیٰ کی مرضی ہے کہ والد ماجد کی سلامتی کی دعائیں پہلے ہو والد محترم نے سلام کیا بغل گیر ہوئے دونو طرف خوشی کے آنسو تھے۔ یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُذْهِبَ الْأَحْزَانِ اے غموں کو دور کرنے والے تجھ پر سدا سلامتی ہو۔ یوسف علیہ السّلام نے جواباً عرض کیا وعلیکم السّلام یا اَبَا الْعُزْيَانُ اے غم والے تجھ پر سلام ہو۔ وہاں سے واپسی ہوئی اور شاہی محل نما خیمہ میں تشریف لائے سب لوگ دیگر خیموں میں گئے اور یوسف علیہ السّلام اپنے والدِ محترم اور اپنی سوتیلی والدہ خالہ لیا کو اور بادشاہِ مصر۔ برادران یوسف بلکہ پورا کنبہ شاہی خیمہ میں تشریف فرما ہوئے۔ بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا اور باقی حضرات اور درباری اپنی اپنی کرسیوں پر۔ لیکن یوسف علیہ السّلام نے اپنے ماں باپ کو اپنے تخت پر بالکل اپنے قریب بلا لیا یہاں اَبَوَيْهِ سے مراد والد حضرت یعقوب اور ماں سوتیلی حضرت لیا ہیں۔ آپ کی سگی والدہ فوت ہو چکی تھیں بنیامین کی پیدائش کے وقت یہی قول درست ہے کیونکہ لفظ بنیامین کا لغوی ترجمہ ہے۔ یامین کا بیٹا۔ یہ عبرانی لفظ ہے۔ یامین کا ترجمہ ہے درد زہ سے بیٹھنے والی عورت۔ یہاں تک کہ مر جائے۔ اسی حالت کی وجہ سے بنیامین کا یہ نام رکھا گیا تھا۔ (روح البیان) ایک قول ہے کہ نہیں فوت ہوئی تھیں۔ ایک قول ہے اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ ملاقات کے لیے زندہ کر دیا تھا۔ وَ اَمَّا "عَمَّہ" یا "عَمّ" اَب قرآن مجید میں لفظ اب والد کے علاوہ بھی چچا کے لیے استعمال ہوا ہے اسی طرح یہاں۔ لفظ اب کا تثنیہ سوتیلی ماں اور سگے باپ کے لیے

استعمال ہوا ہے ۔ سگے ماں باپ کے لیے مخصوص لفظ والد ۔ والدہ ۔ اور والدین ہے ۔ یہ الفاظ چچا
تایا اور سوتیلی ماں کے لیے استعمال نہیں ہو سکتے ۔ اس کی جمع بھی نہیں آتی کیونکہ وہ دو ہی ہو سکتے ہیں
بخلاف اَب کے کہ اس کی جمع آباء ہے ۔ اور مراد باپ چچا تایا ۔ دادا پردادا وغیرہ ہو سکتے ہیں ۔ حضرت یوسف
یہاں ایک دن یا تین دن ٹھہرے پھر عرض کیا کہ اے ابا جان مشیت الٰہیہ کے حکم سے اب ساری عمر
کے لیے مصر میں تشریف لے چلئے امن و امانیت کے ساتھ اب مصریوں سے ڈرنے اور فرعون مصر کے
ظلم کا زمانہ ختم ہو گیا ۔ جب دربار شاہی میں پہنچے تو حضرت یوسف نے یہاں بھی ان کو اپنے قیمتی شاہی
تخت پر بٹھایا ۔ اس وقت خوشی و محبت اور خدا داد شوکت کے احترام میں ماں باپ نے اور بھائیوں نے
بہت دیر تک تخت پر ہی حضرت یعقوب کے حکم سے یا خود ہی سب نے کھڑے ہو کر سجدے میں
گرے یا بیٹھے بیٹھے ہی سجدے میں گرے پہلے والد پھر ان کو دیکھ کر باقی سب اس طرح کہ یوسف علیہ السلام
درمیان میں تھے اور چاروں طرف گول دائرے میں مثل کعبہ سجدہ شکریہ یا تحیہ کیا جب سجدے سے سر اٹھایا
تو کہا یا اس حالت کے دوران کہا ۔ اے ابا جان یہ ہے میری اس خواب کی تعبیر جس کو میں نے چالیس سال
پہلے دیکھا تھا اور آپ کو سنایا تھا آپ کے حکم سے بھائیوں سے چھپایا تھا ۔ اس کو میرے رب نے اتنے
عرصے کے بعد آج سچا کر دیا ۔ وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ
مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ
اے درباریو ۔ رشتے دار بھائیو اور میرے ماں باپ سنو کہ بیشک مجھ پر میرے رب تعالیٰ نے کتنے
احسان فرمائے ہیں ۔ اسی اللہ نے ہزاروں عزتوں رفعتوں کے ساتھ مجھ کو قید سے نکالا اور تم کو قحط بھوک
غربت ۔ فراق غم ۔ مصیبت ۔ مزدوری کے گاؤں سے نکالا ۔ اور فرماں برداروں غلاموں سے بھرے ہوئے
شہر میں امن کے ساتھ پہنچایا یہ سب اس کریم کے احسانات ہیں ۔ ورنہ ازلی ابدی دشمن ایمانی شیطان
ابلیس نے تو ایسے جھگڑے فساد ناچاقی میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان ڈال دی تھی کہ ملاقات و
نشست کی کوئی صورت نہ تھی ۔ بیشک میرا رب میرا معبود خالق ارض و سما کیسی شاندار آسانیاں سہولتیں عزتیں
بخشنے والا ہے ۔ کون اس کی مشیت و چاہت کو سمجھ سکتا ہے ۔ بیشک وہ ہی کائنات کی ہر چیز کو ہر وقت ہر
حال میں ہمیشہ سے ہمیشہ تک جاننے والا ہے اور اپنے ہر کام میں حیران کن تعجب خیز عظیم حکمتوں والا ہے ۔
کہ مصر میں داخلے کے وقت چوبیس مرد تیس عورتیں نو بچے سات بچیاں دو ماں باپ کل بہتر افراد تھے
لیکن جب یہ بنی اسرائیل اسی مصر سے فرعون کے زمانے میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلتے ہیں تو ایک کروڑ
دو لاکھ افراد ہوتے ہیں جن میں صرف جوان مرد چھ لاکھ پانچ سو تھے (تفسیر روح البیان) اسی طرح ۔

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک جب کربلا سے نکلی ہے تو صرف امام زین العابدین مرد میں نسل پاک مصطفی کا ثمرِ اخیر اور امام حسن عسکری کا لختِ جگر فرزند ہی ہیں۔ مگر آج کائنات میں کثرتِ سادات کو کون شمار کر سکتا ہے۔

فائدے ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ - کسی کو معافی دینے کے بعد پھر اس کے جرم کا ذکر نہ کرنا چاہیے نہ اس کو شرمندہ کرنا چاہیے ورنہ معافی کا ثواب ختم ہو جائے گا۔ دیکھو یوسف علیہ السلام نے جیل سے نکلنے کا ذکر کیا مگر کوئیں سے نکلنے کا ذکر نہ کیا تاکہ بھائی شرمندہ نہ ہوں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ کوئیں کا ذکر نہ کرنا نو۹ وجہ سے ہے ایک یہ کہ بھائی شرمندہ نہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ کنوآں اتنی بڑی مصیبت نہ تھی جتنی جیل تھی کیونکہ کنواں صرف ایک یا دو دن اور جیل پانچ سال کی مصیبت۔ تیسرے کوئیں میں حضرت جبریل کا ساتھ تھا جیل میں چوروں ڈاکوؤں کا ساتھ ۴ کوئیں میں جان کو مصیبت تکلیف تھی جیل میں ایمان کو مصیبت ۵ کوئیں کے وقت نابالغ تھے اس کی رہائی کا شکر واجب نہ تھا جیل سے رہائی کے وقت بالغ تھے اس کی رہائی کا شکر واجب ۶ کوئیں کی تکالیف بھولی بسری ہو گئیں تھیں جیل کی مصیبتیں ابھی تازہ تھیں ۷۔ نیز کوئیں سے بھائیوں اور مجبوروں کا تعلق تھا جیل سے قانون کا۔ اسی لیے آپ نے ایک موقعہ پر مصری عورتوں کا اور ان کے ہاتھ کاٹنے کا ذکر تو کیا مگر زلیخا کا ذکر اس وقت بھی نہ کیا یہ شانِ نبوت کی فراخدلی ہے۔ ۸ اور پھر کوئیں سے نکلنا آسان تھا جیل سے نکلنا قانونی گرفت کی وجہ سے مشکل ۹ کوئیں میں صرف صحت کو نقصان ہوا جیل میں صحت اور عزت کو نقصان ہوا۔ اس لیے کوئیں کا ذکر نہ فرمایا۔ **دوسرا فائدہ** - ذاتی اختلافات اور جھگڑے کی بنا پر بھائی برادری کا تعلق ختم نہیں ہو سکتا۔ نہ قطع رحمی ہو سکتی ہے نہ میراث کی بندش دیکھو یوسف علیہ السلام نے اور قرآن مجید نے اتنے اختلافات کے باوجود مخالفین ایذا رسانوں کو اخوتی ہی فرمایا۔ اسی طرح ایمانی رشتہ بھی ذاتی لڑائیوں سے نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے حضرت علی نے امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو اپنا بھائی فرمایا تھا۔ **تیسرا فائدہ** - بارگاہ الٰہی کا ادب یہ ہے کہ اچھائیوں کو رب تعالیٰ کی طرف نسبت کیا جائے اور برائیوں کو شیطان کی طرف یا نفسِ امارہ کی طرف نسبت کیا جائے۔ اگرچہ ہر نیکی بدی کا خالق باری تعالیٰ ہے۔ یہ فائدہ نزغ الشیطٰن سے حاصل ہوا۔

چوتھا فائدہ - شہر میں رہنا خدا تعالیٰ کی نعمت ہے۔ کوئی صاحب تبلیغ نبی گاؤں میں نہ رہے حضرت یعقوب عارضی طور رہے۔ اور یہ صرف ان ہی کا واقعہ ہے۔

احکام القرآن ان آیات کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوئے۔
پہلا مسئلہ۔ سوتیلی ماں بھی ادب و احترام کے حقوق میں سگی ماں کی طرح ہے۔ والد کی منکوحہ ہونے کی وجہ سے اس کا احترام بھی سوتیلی اولاد پر واجب ہے۔ ورفع ابویہ (الآیۃ) سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ کسی بھی شریعت میں تعظیمی طور پر کسی بندے کو سجدہ جائز نہ ہوا۔ حضرت یعقوب وغیرہ کا سجدہ کرنا یہ ایک وقتی خصوصیت تھی جو فقط تعبیر خواب کے لیے کیا گیا اسی وجہ سے یعقوب علیہ السلام نے نہ اس سے پہلے کبھی کسی کو سجدہ کیا نہ بعد میں نہ کسی اور نے۔ جس طرح کہ فرزند کا ذبح فقط تعبیر خواب کے لیے تھا۔ کیونکہ نبی کی خواب وحی الٰہی ہوتی ہے جس پر عمل واجب ہوتا ہے۔ مگر ذبح فرزند قانون شریعت نہیں اسی لیے کسی کو جائز نہیں۔ آج بعض بے دین شیطانی پیر اپنے آپ کو مریدوں سے سجدے کرانے میں ان کو چاہیے کہ ذبح فرزند بھی کریں کہ یہ بھی نبی کا ایک عمل ہے۔ نیز پیر کو چاہیے کہ مرید کو سجدہ کرے کیونکہ قرآن مجید سے بڑے کا سجدہ چھوٹے کو ثابت ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس سے دلیل لینا انتہائی جہالت ہے۔

اعتراضات اس جگہ چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو اپنے بزرگوں کو سجدہ کیوں کرا دیا حالانکہ یہ تو بے ادبی ہے۔ **جواب**۔ مفسرین نے اس کے بہت جواب دیے ہیں مگر بہترین جواب وہ ہے جو تفسیر صاوی نے دیا کہ یہ سجدہ بحکم الٰہی تعبیر خواب کو پورا کرنا تھا اس لیے یہ احترام و تعظیم نہ تھی نہ ادب کرایا گیا۔ کعبہ کی طرف نبی کریم نے سجدہ کیا مگر یہ کعبے کا ادب نہیں کعبہ تو اولیاء اللہ کا ادب زیارت کرنے جاتا ہے۔ روح البیان نے فرمایا کہ سجدہ رب کا ہی تھا یوسف کعبہ کی طرف مگر یہ درست نہیں لہ کا لفظ بتاتا ہے کہ یہ سجدہ حضرت یوسف ہی کو تھا۔ **دوسرا اعتراض**۔ حضرت یوسف نے آمنین کیوں فرمایا۔
جواب۔ اس کی بہت وجہیں ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت لوگ مصر میں جاتے ہوئے ڈرتے تھے فرعون مصر مغرور اور ظالم تھے بلا وجہ الزام لگا کر گرفتار کر لیتے تھے جیسا کہ برادران یوسف پر پہلی آمد پر ایک دم جاسوسی کا الزام لگ گیا اگر حضرت یوسف نہ ہوتے تو یہ بیچارے جیل میں پڑے رہتے خود حضرت یوسف بھی پانچ سال بلا قصور بلا تحقیق جیل میں رہے۔ کسی نے یاد بھی نہ رکھا کہ کون جیل میں ہے یہ تو رب کا کرم ہوتا چلا گیا۔ اس لیے آمنین فرمایا کہ اب وہ ظلم کا دور ختم ہو گیا۔ یا مطلب یہ ہے کہ قحط غربت بھوک افلاس سے امن ہے مگر پہلی بات درست ہے۔
تیسرا اعتراض۔ حضرت یوسف نے گاؤں سے نکلنے اور شہر میں آنے کو نعمت اور احسان ربانی کیوں فرمایا

حالانکہ گاؤں کی زندگی نہایت شریفانہ بھولی بھالی نیک ہوتی ہے دینوی اعتبار سے بھی صحت افزا ہے جو آب۔ نوّیں وجہ سے شہر کو گاؤں پر فوقیت حاصل ہے جس کی بنا پر انبیاء اور علما قاضی اور مفتی کو شہر میں رہنا ضروری ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام ایک یہ کہ شہری ماحول کاروبار تجارت شہری لوگوں کو روشن ضمیری تہذیب اور عقل عطا کروا تا ہے اور کلام الٰہی و کلام نبوت کے لیے روشن ضمیری ضروری۔ دوئم یہ شہر کے لوگ گاؤں نہیں جاتے مگر شاذو نادر ایک دو۔ لیکن گاؤں والے شہر ہر روز آتے ہیں وہ شہر کے لوگوں سے علم حاصل کر سکتے ہیں۔ سوم یہ کہ گاؤں کی ہر چیز شہر میں مل جاتی ہے مگر شہر کی اشیا گاؤں میں میسر نہیں آتیں۔ چہارم یہ کہ قانون کا اجرا اور قانون سازی شہر میں ہوتی ہے۔ پنجم حکومت اور با اختیار لوگ شہر میں ہوتے ہیں نیز علم و فن و صنعت شہر میں ہوتی ہے نہ کہ گاؤں میں۔ ششم یہ کہ غیر ملکی وفد اور سیاح شہر میں آتے ہیں اس لیے وہ لوگ گاؤں والوں سے اور گاؤں والے ان سے ناواقف رہتے ہیں۔ ہفتم یہ کہ ہر برائی پہلے شہر میں پیدا ہوتی ہے گاؤں والے تو بیشمار گناہوں سے بے خبر رہتے ہیں۔ ہشتم دشمن دینی کی تبلیغ کا مرکز بھی شہر ہوتا ہے۔ نہم یہ کہ شہری لوگوں کو عام طور پر عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ گاؤں والے کی بات کا شہر میں اتنا وقار نہیں ہوتا ان وجوہ سے شہر میں تبلیغ زیادہ موثر زیادہ ضروری اور زیادہ مفید ہوتی ہے۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک مقصد تبلیغ و اجراء قانون الٰہیہ اور دین خداوندی کی بالادستی قائم رکھنا بھی ہے اس لیے ان کا شہر میں آنا نعمت الٰہیہ ہے اسی طرح علما فضلا مبلغین۔ کے لیے شہر کی رہائش افضل ہے کنعان کا گاؤں حضرت یعقوب کا وطن نہ تھا یہ عارضی قیام تھا اصلی وطن پہلے فلسطین تھا پھر آخری مصر ہوا بلکہ کسی بھی نبی کا وطن کبھی بھی کوئی گاؤں نہ ہوا۔ یہ گاؤں کا خلوت خانہ تو صوفیا۔ زاہدین گوشہ نشین حضرات کا مسکن رہا ہے۔

تفسیر صوفیانہ | فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا وَقَالَ يٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا

تصوف کی نگاہ میں یعقوب کنعانی گویا روح جسمانی ہے نفس مطمئنہ زوجہ لیا اوصاف بشری برادران یوسف ہیں حواس بدنی بنیامین ہے اور قلب یزدانی یوسف مصری ہے۔ راہ معرفت کا مسافر گویا ملاقہ مصر ہے نفس امارہ کے تصرفات و رذائل بدو کنعانی ہے۔ اولاً مرد کامل کے قلب صنوبر کو عرش الٰہی کے تخت پر زینت دی جاتی ہے۔ قلب کی قوت و زینت سارے قالب کی قوت و زینت ہے۔ جب قلب مزین اپنی روح۔ نفس کو اور اوصاف بشری کو رونق اعمال کے جلوس میں اپنی جانب متوجہ کرتا ہے تو اپنے عرش بقا پر قرب دائمی کا مژدہ سناتا ہے۔ اور اوصاف بشری کو وہ رفعتیں ملتی ہیں۔ جو کبھی حاصل

د تمھیں ۔ بندۂ مومن کو چاہیئے کہ اگر قرب مولیٰ کی رفعتیں چاہتا ہے تو دل کو درست رکھے ۔ یہ وہ معراج مرتبتِ عُلیا ہے کہ روح و نفس کے سورج و چاند اور اوصافِ بشری کے چمکتے ستارے سب دل منور کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں یہ ہی اسرارِ رحمانی کی تعبیر ہے یہ خوابی اشارہ ہی حیاتِ دنیا کا مقصدِ اوّل ہے اس کی ابتدا عالمِ ارواح کی تربیت اور بطنِ مادر کے کوئیں سے ہوتی ہے اور قبر مومن عارف کے تخت پر ظہور ہوتا ہے ۔ بندہ صالح کے ان اشارات و تصورات کو رب تعالیٰ وقتِ موت اور قبر میں ظاہر باہر فرما کر سچا کرتا ہے ۔ وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۔ کتنا احسان ہے رب قدیر کا جس نے معاصی و شرور سے بچنے والے صابر کو شریعت کے ذریعے اصلاحِ طبیعت کرنے والے صالح کو بیتِ خلوت کی ظلمت میں وجود کے قیدی کو کثافت کی جیل سے نکالکر نورِ حقیقت کا تاج پہنایا اور اپنے قرب کے خاص تخت پر بٹھایا اور اسی ولایا کی خاطر اوصاف بشری کو انتہائی رذالت کے گاؤں سے نکال کر مصرِ وصال میں پہنچایا ۔ روح قلب میں فراق ڈالنے والا شیطان ہے جس کا نفس امارہ پر قبضہ ہے وہی اوصاف بشری کو وسوسا تا اور ورغلاتا ہے ۔ بیشک میرا رب نورِ معرفت دینے والا لطیف ہے ۔ اپنی مشیت میں وہی علیم مکاشفہ ہے اور صحبتِ نبوت میں پہنچانے والا حکمتوں والا ہے ۔

حضرت لقمان نے فرمایا کہ مجلس انبیاء سے آٹھ سبق ملتے ہیں ۔

ملا ۔ نماز میں قلب کی حفاظت کر ملا غیر کے گھر میں آنکھ کی حفاظت کر ملا لوگوں میں زبان کی حفاظت کر ملا ۔ خلوت میں خیالات کی حفاظت ملا اللہ کو یاد رکھ ملا موت کو یاد رکھ ملا اپنے احسان کو بھول جا ملا دوسرے کی ایذا کو بھول جا ۔ اے طالب مولیٰ تیری بشریت تیرا کنعانی گاؤں ہے ۔ اور تیرا وجود مصری جیل ہے ۔ وجود ناسوتی سے نکلنا تخت معرفت کی نعمت کبرائی ہے ۔

❋

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ

اے رب میرے بیشک دیا تو نے مجھ کو سے مُلک اور سکھایا تو نے مجھ کو	
اے میرے رب بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا	

مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ج فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

سے تعبیر نکالنا باتوں کی اے آسمانوں کو پیدا کرنے والے

انجام نکالنا سکھایا اے آسمانوں اور زمین کے

وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

اور زمین کو تو مددگار ہے میرا دنیا میں اور آخرت میں

بنانے والے تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (۱۰۱)

وفات دے تو مجھ کو سلامتی والا بنا کر اور ملا دے مجھ کو ساتھ نیکوں کے

مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ج وَ

وہ سب ہے خبروں غیب کی ہم وحی کرتے ہیں ان کو طرف آپ کی حالانکہ

یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور

مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَ

نہیں تھے تم جماتریب انکے جس وقت انکی بھائیوں نے اپنے کام والے مشورے جمع کئے تھے

تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ

هُمْ يَمْكُرُوْنَ (۱۰۲) وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ

وہ فریب کر رہے تھے ۔ اور نہیں ہیں بہت لوگ اگرچہ

داؤں چل رہے تھے اور اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو

حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ

آپ خواہش کریں. مومن بننے والوں سے حالانکہ نہیں مانگتے ہو تم اُن سے پر

ایمان نہ لائیں گے اور تم اس پر اُن سے کچھ اجرت

مِنْ اَجْرٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع

اس کوئی فیس نہیں ہے یہ مگر یاددہانی کو تمام جہانوں۔

نہیں مانگتے یہ تو نہیں مگر سارے جہان کو نصیحت۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں حضرت یوسف رب کی حمد وشکر کرتے ہوئے اپنے بھائیوں اور اہل خانہ سے مخاطب تھے۔ اب بتایا جارہا ہے کہ حضرت یوسف گھر والوں سے علیحدہ ہو کر کس طرح اپنے رب کریم کے حضور بطور شکریہ بعد عجز و نیاز اُس کی نعمتوں کا اظہار فرمارہے ہیں۔

دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیات میں حضرت یوسف کا بھائیوں اور ماں باپ سے دنیوی ملنے کا ذکر ہوا جس سے پرانے فراق ختم ہوئے۔ اب ان آیات میں حضرت یوسف کی اُن فریادوں دعاؤں التجاؤں کا ذکر ہے جس کا تعلق اُخروی ملاقات اور مومن کی آخری طلب سے ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں واقعات یوسف علیہ السّلام کے آخری مراحل کا ذکر ہوا جس میں یوسف علیہ السّلام اپنے رب کی نعمتوں کا چرچہ فرماکر شکر الٰہی ادا کررہے ہیں۔ ان آیات میں آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی علیہ علم غیب کا تذکرہ ہے۔ **چوتھا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں اُس محبت اور حرص اور چاہت کا ذکر ہوا جو حضرت یعقوب اور یوسف علیہما السّلام کو اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے تھی۔ اب ان آیات کریمہ میں اُس محبت حرص اور چاہت کا تذکرہ ہے جو محبوب پاک کو کل عالمین سے ہے۔

تفسیر نحوی رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ

رَبِّ ۔ دراصل تھا یا رَبِّیْ منادیٰ مضاف بیاءِ متکلم حرف ندا محذوف ہے یاءِ متکلم بھی حذف کرکے زیر قائم مقام ہوئی بحالت زبر ہے کیونکہ منادیٰ مضاف ہے قد آتیتنی فعل ماضی قریب ہے صیغہ واحد حاضر فاعل

ذاتِ باری تعالیٰ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم مفعول بہ ہے آتَيْتَ کا اِیْتَآءٌ سے مشتق ہے بمعنی دینا ۔ لینا۔
آنا یہاں پہلے معنیٰ میں ہے مِنْ حرف جر تبعیضیہ اَلْمُلْکُ الف لام استغراقی ہے ۔ اگر الف لام عہدی ہو تو
مِنْ بیانیہ ہوگا ۔ وَ عاطفہ ۔ عَلَّمْتَ ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق صیغہ واحد حاضر نون وقایہ ۔ ی ضمیر واحد متکلم
مفعول بہ مِنْ حرف جر بیانیہ یا تبعیضیہ تَاوِیل ۔ مصدر باب تفعیل کا اَوْلٌ سے مشتق ہے ۔ مہموز الفا اور اجوف
واوی مرکب اضافی اَلْاَحَادِیْثِ مضاف الیہ ہے جمع ہے حَدِیْثٌ کی حُدُوْثٌ سے بنا ہے بروزن فعیل ہے بمعنیٰ
محدوث یعنی ظاہر ہوگئی ہوئی یا پیدا کی ہوئی حالت یا رویت مراد خوابیں ہیں فاطر اسم فاعل فَطْرٌ سے بنا ہے
بمعنی ۱ے چیرنا ۲ے ابتدا سے کسی کو بنانا ۳ے کسی کا مادہ اصلیہ بنانا ۔ یہاں سب معنیٰ مناسب ہیں بحالتِ
نصب ہے یا اس لیے کہ رَبِّ منادیٰ کی صفت ہے یا اس لیے کہ خود مستقل منادیٰ مضاف ہے اور یہاں
حرف ندا یا پوشیدہ ہے ۔ اَلسَّمٰوٰتِ مضاف الیہ ہے فاطر منادیٰ کا جمع سَمَاءٌ کی وَ حرف عطف ہے ۔
اَلْاَرْضِ ۔ بحالت جر کیونکہ تابع عطفی ہے سموات مجرور مضاف الیہ کا ۔ الف لام جنسی ہے ۔ اَنْتَ ضمیر واحد مذکر
حاضر مرفوع منفصل مبتدا ہے وَلِیٌّ مرکب اضافی ۔ مضاف الیہ ی متکلم بحالتِ رفع ہے خبر ہے مبتدا کی ۔ موصوف
ہے اس کی صفت مَوْجُوْدٌ اسم مفعول پوشیدہ ہے فِیْ حرف جر الدُّنْیَا مؤنث اسم تفضیل ہے اس کا مذکر
اَدْنٰی ہے دُنُوٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ گھٹیا ہونا ذلیل ہونا ۔ قریب ہونا ۔ نزدیک ہونا ۔ یہاں مراد عالم دنیا ہے یعنی
دنیوی فانی زندگی وَ عاطفہ اَلْاٰخِرَۃُ اسم فاعل صیغہ مؤنث بروزن فَاعِلَۃٌ اَخْرٌ مہموز الفا سے مشتق ہے بمعنی پیچھے
ہونا ۔ بعد میں ہونا ۔ یہاں مراد قیامت کے بعد والا جہان ۔ یہ عطف اور جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ
کا تَوَفَّ فعل امر باب تفعّل سے ہے صیغہ واحد حاضر لام کلمہ بوجہ ساکنین گر گیا ۔ کیونکہ فَ مشدد اور لام کلمہ
دونوں ساکن تھے نوا ۔ وقایہ ۔ نون وقایہ وہ ہوتی ہے جو اعراب کو بچائے ۔ وقایہ کا معنیٰ ہے بچانے والی ی
ضمیر متکلم مفعول بہ مُسْلِمًا اسم فاعل باب افعال کا سِلْمٌ سے بنا ہے بمعنی سلامتی والا بحالتِ نصب ہے حال
ہے ی متکلم کا وَ عاطفہ یا ابتدائیہ اَلْحِقْ فعل امر باب افعال سے ہے لُحُوْقٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنی شامل ہونا ۔
ملنا ۔ قریب ہونا ۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں بِ حرف جر بمعنیٰ مَعَ یعنی ساتھ اَلصّٰلِحِیْنَ ۔ جمع ہے صالح
کی ۔ صُلُوْحٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنیٰ نیک ہونا ۔ ۲ے لائق ہونا ۳ے مستحق ہونا ۔ یہ اسم فاعل صیغہ جمع ہے یہاں
پہلے معنیٰ مراد ہیں ۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ
اسم اشارہ بعید کے لیے مبتدا ہے مِنْ حرف جر ۔ اَنْبَا جمع ہے نَبَاءٌ کی بمعنیٰ خبر ۔ مِنْ تبعیضیہ نے بتایا کہ نبی پاک غیب
جانتے ہیں جیسا کہ تفسیر عالمانہ میں ثابت کیا جائے گا الغیب الف لام عہدی یا جنسی غیب بمعنیٰ پوشیدہ ۔
اصلاح میں غیب اس کو کہا جاتا ہے جو انسانی حواس خمسہ سے نہ جانا جا سکے یہ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ

ثابتٌ کے اور یہ جملہ اسمیہ خبر ہے ذالک مبتدا کی نُوحِیہ فعل مضارع معروف بمعنیٰ ماضی مطلق بصیغہ جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ ہے ہ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول بہ ہے نُوحِی کا اس کا مرجع انبا ہے من تبعیضیہ کی وجہ سے ضمیر واحد آئی نُوحِی باب افعال سے ہے وَحیٌ سے مشتق ہے اِلیٰ جارہ انتہائیہ لکَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل اس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جملہ فعلیہ حال ہے انبا کا یا ذالک مبتدا کی دوسری خبر ہے وَ حالیہ ماکُنتَ فعل ماضی مطلق منفی تامہ سے ہے صیغہ واحد مذکر حاضر اس کا فاعل وہی کَ ضمیر ہے لَدَیْ۔ اسم ظرف ہے اس کے تین معنیٰ ہیں ۱ قریب قریب رہائش رکھنا ۲ کسی کے ساتھ پرورش پانا ۳ پاس اور قریب ہونا یا سامنے ہونا۔ اسی معنیٰ میں لَدُن ہے مگر دو طرح فرق ہے۔ ایک لَدُن بغیر اضافت بھی آجاتا ہے مگر یہ مضاف ہی ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ لَدُن سے پہلے مِن حرف جر آجاتا ہے مگر لَدَیْ سے پہلے مِن نہیں آتا۔ (منجد صفحہ ۸۱۵) یہاں بمعنیٰ قریب ہے اور بحالتِ نصب ہے ظرف ہے ماکُنتَ کا۔ یا ماکُنتَ ناقصہ ہے اور یہ اُس کی خبر ہے یہ پورا جملہ حال ہے لکَ ضمیر کا اِذْ اسم ظرفیہ زمانیہ ہے یہ پورا اگلا جملہ ظرف ہے ماکُنتَ کا اَجمَعُوا فعل ماضی بصیغہ جمع مذکر حاضر باب افعال سے ہے متعدی بیک مفعول اس کا فاعل برادرانِ یوسف۔ اَمْر بمعنیٰ معاملہ یا واقعہ ھُم ضمیر جمع غائب کا مرجع بھی برادرانِ یوسف مفعول بہ ہے اَجمَعُوا فعل کا وَ حالیہ اگلا جملہ حال ہے اَمرَھُم کی ھُم ضمیر ہُم مبتدا یَمکُرُونَ جملہ فعلیہ فعل بافاعل خبر ہے مبتدا کی۔ مَکرٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ تدبیر خفیہ یا مکر فریب یا چال بنانا یہاں دوسرے دو معنیٰ مناسب ہیں فعل ماضی استمراری ہے دراصل تھا کانُوا یَمکُرُونَ۔ مَاکُنتَ کے قرینہ سے کانُوا حذف ہوا۔

وَمَاۤ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ وَمَا تَسۡـَٔلُهُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

وَ سر جملہ مَا حرف نفی مشبہ بلیس اَکثَرُ اسم تفضیل کثرۃ سے بنا ہے بمعنیٰ بہت زیادہ مضاف ہے۔ النّاس۔ الف لام عہدی مراد یہودی اور اہل مکہ یا استغراقی ہے یہ مرکب اضافی مرفوع اسم ہے مَا کا۔ وَ وصلیہ لَو حرفِ شرط اس کا وصل لہٰذا جوابِ شرط پوشیدہ ہے ظاہراً ضرورت نہیں۔ پوشیدہ جزا اس طرح ہے۔ ولا حَرَصتَ لَا یُؤمِنُونَ حَرَصتَ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہوکر یہی مکمل ہوگیا کیونکہ یہ مَا کے اسم و خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ بِ جارہ بمعنیٰ مِن تبعیضیہ مؤمنین جمع مذکر سالم قلّت ہے مُؤمِنٌ سے مراد ہے مسلمان جار مجرور متعلق ہے ثابتًا یا لَاتِقًا کے خبر ہے مَا کی وَ سر جملہ ہے یا حالیہ مَا تَسئَلُ فعل مضارع منفی ہے سُؤلٌ سے مشتق ہے صیغہ واحد حاضر اس کا فاعل ضمیر کا مرجع نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وَ ھُم ضمیر جمع اس کا مفعول بہ سُؤلٌ کے معنیٰ مانگنا بہرحال متعدی ہوتے ہیں عَلَیہِ جار و مجرور کا تعلق تَسئَلُ سے ہے ہ ضمیر واحد مذکر مجرور متصل کا مرجع معنوی یعنی تبلیغ اسلام یا اس کا مرجع اَنبا ہے مِن جارہ تبعیضیہ ہے اَجرٍ مجرور

ہے بمعنی تنخواہ یا اُجرت۔ اِنْ نافیہ ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا اِلَّا حرف استثنا بمعنی سوا حصر کے لیے ہے لغوی ہے ذِکْرٌ مصدر ہے اس میں تین قول ہیں یا مصدری معنی میں ہے تب مطلب ہوگا۔ نصیحت دینا یاد دلانا۔ یا اسم فاعل کے معنی میں ہے تو یاد دلانے والا یا بمعنی مذکور ہے یعنی مشہور یا نصیحت لایا ہوا یا مضبوط قانون۔ یہ آخری معنی مرجح ہیں لام جارہ نفع کا ہے اَلْعٰلَمِیْنَ۔ الف لام استغراقی جمع کثرت ہے عالم کی۔ عَالَم کا معنی ہے ایک قسم کی پوری مخلوق جمع کثرت الف لام کی وجہ سے ہوئی۔ دس تک جمع قلت ہوتی ہے دس سے اوپر تمام گنتی جمع کثرت ہے۔

تفسیر عالمانہ

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ فراقِ یوسفی کی مدت میں اختلاف ہے ایک قول اٹھارہ سال ایک ہے بائیس سال ایک ہے پچیس سال ایک ہے چھتیس سال ایک مشہور روایت ہے چالیس سال اسی پر اکثریت ہے۔ ایک ہے ستر سال ایک ہے اسی سال۔ آپ کی عمر شریف کل ایک سو بیس سال اور زلیخا کی ایک سو پچاس سال اور وہ اخیر تک جوان ہی رہیں کیونکہ یہ جوانی نبی کی دعا سے ملی تھی یوسف علیہ السلام سے تقریباً بیس سال بڑی تھیں حضرت زلیخا کی وفات میں دو قول ہیں ایک یہ کہ آپ یوسف علیہ السلام کے ایک سال بعد فوت ہوئیں اور غم یوسفی میں پہلے کی طرح دیوانی ہوگئی تھیں ایک قول ہے کچھ دن پہلے فوت ہوئیں۔ حضرت یعقوب مصر میں چوبیس سال رہے پھر وفات پائی اور وصیت فرمائی کہ میری میت کو میرے آبائی قبرستان فلسطین میں حضرت اسحٰق کے مزار کے پاس دفن کیا جائے چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ حضرت یوسف خود فلسطین تشریف لے گئے اور پھر واپس مصر تشریف لائے وفاتِ والد کے بعد آپ تیرہ سال حیات رہے آپ کے سب بھائی آپ کی موجودگی میں فوت ہوئے صرف بنیامین چار سال بعد فوت ہوئے حضرت یوسف کی ایک ہی بیٹی تھیں بلبلی رحمت ان کا نکاح حضرت ایوب علیہ السلام سے بنیامین نے کرایا بعد وفات یوسف علیہ السلام۔ یہ مندرجہ بالا دعا حضرت یوسف نے بوقت وفات عرض کی! اسی سے مورخین استدلال لیتے ہیں کہ حضرت یوسف وفات تک بادشاہ تھے پھر کافی عرصہ بنی اسرائیل کی ہی حکومت رہی یہاں تک کہ فرعونِ موسوی نے حکومت چھینی۔ ایک قول ہے کہ آپ نے اُسی وقت والدِ محترم اور سب بھائیوں کی موجودگی میں بارگاہ رب العزت میں عرض کیا۔ اے میرے پالنے والے اللہ بیشک تو نے ہی مجھ کو اتنے دراز عرصے تک بغیر کسی انتشار و تفریق اور فساد و جنگ کے تمام علاقہ مصر کے کچھ شاہی اختیار اور قانون سازی۔ نفاذ کی مضبوط سلطنت عطا فرمائی۔ رب نے حضرت یوسف کو نو نعمتیں عطا فرمائیں نبوت۔ حکومت۔ رزق۔ علم تعبیر۔ سخیا ست۔ حسن خلق کے خزانے۔ اولاد کثیر۔ امن و عافیت۔ ایک قول ہے کہ آپ کے بعد میرورا بادشاہ بنے

تاریخوں میں ہے کہ دنیا میں علاقۂ مصر کی یہ خصوصیت ہے کہ حضرت یوسف سے لے کر آج تک کسی بیرونی فوج
کی لڑائی اُس علاقے میں نہ ہوئی۔ اور اے میرے پروردگار تو نے ہی خوابوں باتوں کا سچا مطلب نکالنا مجھ کو سکھایا۔
اور کتب الٰہیہ یعنی صحائفِ حضرت آدم اور صحائفِ ابراہیمی کے گہرے اسرار کی سمجھ سکھائی اور نبوت کی باتوں کو بتلایا
تو ہی آسمان زمین کو ایجاد فرمانے والا ہے سنبھالنے والا بچانے والا ٹھیرانے والا ہے۔ تو نے ہی کُل مخلوقات کی
کی ایسی ابتدا فرمائی جو دنیا والوں کی انتہاؤں سے زیادہ مکمل و مضبوط ہے۔ میرا والی مددگار ہر لمحہ ہر حال سے
خبردار تو ہی ہے۔ دنیا میں اعمال خیر رزق وسیع قوت و طاقت علم و دانش حسن و صحت دے کر۔ اور آخرت
میں۔ ثواب اعمال جزاء ایمان رضا کا تمغہ۔ مجھے دائمی کا تحفہ دے کر۔ اے کریم محبت کرنے والے رب۔
جب بھی کبھی میری وفات کا وقت ہو تو مجھ کو اس حالت میں فوت فرما کہ میری ہر چیز سلامت رہے جسم روح
اعتقاد اعمال ایمان۔ فرماں برداری اور اے میرے ہمیشہ قریب ہونے والے مولیٰ مجھ کو دنیا کی جلوت کے بدلے
آخرت کی جلوت عطا فرما۔ اور دنیا کی تنہائی کے بدلے آخرت کی دائمی محفلیں عطا فرما دنیا کی بری محفلوں کو چھوڑنے
کے اجر میں اپنے پیارے اور نیک بندوں کی محفلیں عطا فرما اے میرے اللہ میں نے تیری رضا کی خاطر تیرے
دشمنوں کو چھوڑا تو اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ مجھ کو نیکوں سے جوڑ دے۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَمَا
كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ وَمَا تَسْــٴَـلُهُمْ عَلَیْهِ
مِنْ اَجْرٍؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ اور وہ تمام واقعاتِ یوسف جو اس سورت یوسف کے ذریعے اور اس کے علاوہ بہت سی
مزید تفصیل وحی خفی احادیث روایات وغیرہ کے ذریعہ جو کچھ آپ کو بتلایا گیا وہ سب اس سے پہلے غیب کی خبریں
تھیں اور سب مخلوق کے لیے غیب تھیں ہم نے آپ کو وحی کر کے یہ مخفی قصے آپ کو بتائے اور آپ نے لوگوں
کو بتائے اس طرح کہ اس واقعے کی کچھ باتیں پہلے یہودیوں کو بذریعہ توریت زبور انجیل معلوم ہوئیں اور کچھ باتیں بذریعہ
جبریل علیہ السلام وحی جلی سے سنائی گئی اس طرح بہت کچھ باتیں نہ توریت میں تھیں نہ انجیل میں نہ کسی کو معلوم
تھیں۔ کچھ غیبی باتیں وہ ہیں اسے حبیب جو بالکل ہی مخفی ہیں جبریل کو بھی نہیں معلوم نہ قرآن مجید میں ظاہر کی گئی
صرف وحی خفی سے آپ کو ہی پتہ لگا۔ اگر ہم وحی کرتے تو آپ کو پتہ نہ لگتا کیونکہ آپ ان کے پاس نہ تھے۔
اور یہ اس واقعے کا آپ نے عالمِ ارواح میں مشاہدہ کیا تھا اگرچہ بہت سے واقعاتِ عالم کو آپ نے عالمِ ارواح
میں بعینہٖ مشاہدہ فرمایا تھا۔ اس لیے قرآن مجید میں جگہ جگہ وَاذْكُرْ۔ فرما کر وہ واقعات یاد کرائے جاتے ہیں۔ اُمّی
کو صرف وہی واقعہ یاد کرایا جاتا ہے جو اُس نے دیکھا ہو۔ واقعاتِ یوسف کا علم نبی کریم کو دو طرح دیا گیا وحی جلی
سے یہ پوری سورت اور وحی خفی سے وہ باتیں جو آپ نے یوسف علیہ السلام کے متعلق احادیث و روایاتِ مشہورہ
بیان فرمائیں۔ روایت ہے کہ تَوَفَّنِیْ کی دعا کے بعد حضرت یوسف ایک ہفتہ حیات رہے اور یہ آپ کا آخری

کلام تھا پھر کسی نے آپ کو اونچا بولتے نہ سنا آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے سنگ مرمر کے صندوق میں آپ کو دریائے نیل کے مصری جانب دفن فرمایا تو اس اطراف میں اتنی برکتیں کھیتیاں باغات ہوئے کہ لوگ ادھر کی زمینوں والے خوش حال ہو گئے۔ تو اُدھر والوں نے رات کو خفیہ آپ کا تابوت شریف نکال کر اپنی جانب کنارۂ نیل میں دفن کر دیا تو اُدھر برکتیں شروع ہو گئیں جب ادھر کے لوگوں کو علم ہوا تو جھگڑا شروع ہو گیا چنانچہ آپ کو تیسری مرتبہ دریائے نیل کے بیچ ایسی جگہ دفن کیا جو اونچی اور خشک جگہ تھی۔ صدیاں گزرنے کے بعد وہ جگہ پانی میں آ گئی تو چوتھی مرتبہ حضرت موسٰی نے ایک بڑھیا کی نشان دہی پر بحکم ربانی فلسطین اپنے ساتھ لیجا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا حضرت یوسف کے دخول مصر سے لے کر خروج تک چار سو سال کا عرصہ ہے۔ بنی اسرائیل کے پہلے نبی یوسف علیہ السلام ہیں اور آخری نبی عیسٰی علیہ السلام ہیں۔ بنی اسرائیل میں کل انبیاء کرام ایک لاکھ بیس ہزار دو سو اکیاسی ہوئے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ خیال رہے کہ قرآن مجید میں تقریباً چار واقعات میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیارے حبیب تم اس وقت ان کے پاس نہ تھے۔ باقی واقعات کا ذکر نہ فرما کر ثابت فرمایا گیا کہ ان واقعات کا مشاہدہ نبی کریم کو پہلے ہی تھا جب وہ ہو رہے تھے۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ سے مراد برادران یوسف کا یوسف علیہ السلام کو کنعانی کے پاس جمع ہونا یا اس سے پہلے منصوبہ بنانے کے وقت جمع ہونا ہے جب آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پورا قصہ سنا دیا تو کفار کے ہوش اُڑ گئے حیران ہوئے لاجواب ہوئے مگر ضد کے پکے ایمان نہ لائے حالانکہ نبی کریم اور صحابہ کرام کا خیال تھا ایمان لے آئیں گے۔ اس لیے مسلمانوں کو رنج ہوا۔ تو رب نے فرمایا کہ اے حبیب آپ چاہے کتنی ہی ان کے ایمان لانے کی خواہش کریں مگر ان کی بدبخت اکثریت ایمان نہیں لائے گی تو اے پیارے نبی آپ کو ان سے کچھ اُجرت مانگتے ہیں کہ آپ کو ان کے ایمان سے کچھ فائدہ ہو اور نہ لانے سے نقصان ہو۔ آپ کو تو تبلیغ اور قلبی خواہش کا ثواب مل ہی جائے گا۔ اور یہ قرآن مجید یا آپ کی باتیں تبلیغ وعظ احادیث طیبات وغیرہ یہ تو سب جہانوں کے لیے ذکر الٰہی یا نصیحت۔ یا دو جہانی۔ یا حمد و نعت کا چرچا ہے یا عبادت و اطاعت ہے۔ اگر یہ چند کافر نہیں مانتے تو جائیں جہنم میں۔ آپ کی نعتیں اور حمد باری تعالیٰ تو فرش و عرش لوح و قلم تک پھیلی ہوئی ہیں سب مخلوق اُس ذکر میں مشغول و مسرور ہے۔

فائدے اِن آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ہر مسلمان کو ہر وقت اچھی موت کی دعا کرنی چاہیئے حُسن خاتمہ رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

دوسرا فائدہ۔ دعاؤں سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا ضروری ہے اور آخر میں ہم مسلمانوں کے لیے درود شریف پڑھنا مفید ہے کہ باعث قبولیت ہے دینوی دعاؤں سے زیادہ دینی دعاؤں کو اہمیت دینی چاہیئے۔

تیسرا فائدہ - اللہ کی نعمتوں کا چرچہ کرنا سنت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ **چوتھا فائدہ** - نیکوں کی صحبت دنیا و آخرت میں مفید ہے دیکھو یوسف علیہ السلام اُولُوالعزم رسول ہیں لیکن صحبت صالحین کی دعا عرض کر رہے ہیں۔

احکام القرآن

اِن آیات کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ** - موت کی دعا مانگنی منع ہے لیکن موت کی تمنا کرنا دینی اعتبار سے جائز ہے۔ مگر دنیوی پریشانیوں سے تمنا اور دعا دونوں ناجائز ہیں - دعا اور تمنا میں فرق یہ ہے کہ دعا اس کا نام ہے کہ یا اللہ مجھے ابھی موت دے۔ یہ بہر حال دینی دنیوی ہر طرح گناہ حدیث پاک میں صراحتاً ممانعت آئی ہے۔ تمنا یہ ہے کہ یا اللہ جب بھی میری موت کا وقت ہو تو مجھ کو اس طرح اس حال میں مارنا۔ یہ تمنا دینی جائز ہے دنیوی حرام ہے۔ یہ مسئلہ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ** - انبیاء کرام کو علم غیب ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا جائز ہے۔ رب تعالیٰ کا علم دینا وحی کے ذریعے ہی ہوتا ہے خواہ وحی جلی ہو یا خفی۔ اسی طرح اظہار علم غیب بھی عطاءِ علم غیب ہے۔ رہی رب تعالیٰ جس پر اپنا غیب ظاہر فرمائے اس کو علم غیب ملجاتا ہے اور وہ غیب دان ہوتا ہے یہ مسئلہ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ سے مستنبط ہوا۔ منکر غیب رسالت ہونا گمراہی و عقیدگی اور بدبختی ہے۔ **تیسرا مسئلہ** - انبیاء کرام دین کی کسی تبلیغ پر اُجرت - فیس - اور دنیوی دولت نہیں مانگتے۔ مسلمانوں کو بھی صرف زبانی مسئلہ بتانے پر اجرت مانگنا ناجائز ہے فقہاء کرام فرماتے ہیں چار کاموں پر اُجرت۔ فیس۔ معاوضہ مانگنا حرام ہے ۱؎ نماز پڑھانے پر خاص کر نماز جنازہ ۲؎ تلاوت قرآن مجید پر ۳؎ زبانی مسئلہ بتانے پر۔ ۴؎ تعویذ لکھ کر دینے پر۔ اور چار کاموں پر اُجرت فیس مقرر کرکے لینی جائز ہے ۱؎ فتویٰ لکھ کر دینے پر جب کہ کسی ادارے یا حکومت کی طرف سے اس کام کی تنخواہ مطلق ہو۔ ۲؎ چل کر جا کر تقریر کرنے پر ۳؎ کسی کو کسی دینی کام کے لیے وقت دینے پر اپنے وقت کی اجرت لینا جائز ہے۔ ۴؎ دینی درس و تدریس پر۔ خواہ دینی کتب پڑھاتا ہو یا قرآن مجید۔ **چوتھا مسئلہ** - دین اسلام - قرآن مجید۔ اور احادیث مبارکہ سارے جہانوں کے لیے اَبدُالآباد تک نصیحت اور قانون ہیں۔ اب اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح اسلام کی شریعت کو ترک کرنا گناہ عظیم ہے یہ مسئلہ ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ سے مستنبط ہوا۔ یا اللہ تیرا شکر و کرم ہے کہ تو نے مجھے سنی بریلوی مسلمان بنایا

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض** - یوسف علیہ السلام نے ملک ملنے کا ذکر کیوں کیا یہ تو دنیا داروں کی باتیں ہیں دنیا والوں کو دنیوی چیزوں کی خوشی ہوتی ہے۔ یہ بات اور ملک گیری کی خوشی شانِ نبوت کے خلاف ہے۔

جواب۔ دنیا کی چیزیں اُس وقت تک دنیا رہتی ہیں جب تک دنیا کے لیے استعمال ہوں۔ لیکن جب دنیوی چیزیں اشاعتِ دین کا ذریعہ ہو جائیں تو وہ دین بن جاتی ہیں۔ انبیاءِ کرام صحابہ کبار اور اولیاءُ اللہ کے پاس دنیا دین بن جاتی ہے اس لیے وہ دنیا بھی نعمتِ الٰہی ہے۔ دین بننے کی نشانی یہ ہے کہ صاحبِ دنیا۔ دنیوی اشیاء سے عیش و عشرت حاصل نہیں کرتا۔ جیسا کہ خلفاءِ راشدین کی زندگیاں۔ خلافت کے سارے زمانے میں لاتہ کبھی موٹا جھوٹا لباس اور گھٹیا خوراک و رہائش کی اختیار کی جب کہ اُن کے غلام عیش و آرام میں تھے بلکہ زندگی محنت مزدوری اور چکی پیستے گزری۔ یہی حال یوسف علیہ السّلام کا رہا۔ تاریخ میں ہے کہ آپ نے سارے دورِ سلطنت میں اپنے سر پر تاج اور اچھا لباس نہ رکھا۔ صرف ایک دفعہ جب والد صاحب آئے تو اُن کے سامنے تحدیثِ نعمت کے لیے اچھا شاہی لباس اور تاج پہنا۔ یا بادشاہ کی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کے علاوہ سارا زمانہ مدتِ سلطنت بھاگ دوڑ مزدوروں کی طرح کام کاج ملک دھول میں بسر ہوا اب دعا میں ملک کا ذکر اس لیے کیا کہ ملک کے ذریعے عبادتِ الٰہی خدمتِ دین و خلقِ خدا میسر ہوئی تھی نہ کہ عیش پرستی۔ لہٰذا ایسی سلطنت کا ذکر کرنا عین ایمان ہے۔

دوسرا اعتراض۔ علم اللہ کی بڑی نعمت ہے اور ملک گیری چھوٹی نعمت ہے تو چاہیئے کہ پہلے علم اور عقلمندی کا ذکر فرماتے بعد میں ملک کا۔

جواب۔ ظاہری تبلیغ میں ہمیشہ پہلے ظاہر چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ سامعین کو جلدی سمجھ آ جائے باطنی نعمتوں کا ذکر بعد میں۔ علم باطنی نعمت ہے ملک، سلطنت ظاہری نعمت اور حضرت یوسف کا یہ کلام صرف حمدِ باری تعالیٰ ہی نہ تھا بلکہ تبلیغِ دین بھی تھا۔ نیز دنیا والوں کے سامنے اس نعمت کا ذکر پہلے کرنا چاہیئے جس کا دنیوی اعتبار سے زیادہ اہتمام ہے۔ دنیا داروں کے نزدیک علم سے زیادہ دولت و حکومت کی قدر ہے۔ اور عوام دنیوی وجاہت و امارت کو اللہ کی بڑی نعمت سمجھتے ہیں اس لیے ان کی ذہنی کیفیت کے اعتبار سے پہلے ملک کا نام لیا اور بتا دیا کہ اے دنیا کی دولت والو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کو برباد نہ کرو بلکہ آخرت کا سرمایہ بناؤ۔ تیسرا اعتراض۔ یوسف علیہ السّلام نے تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا کیوں۔ مانگی کیا ان کو یہ پتہ نہ تھا کہ نبی ہوں اور نبی ایمان پر ہی فوت ہوتے ہیں۔ جواب۔ سب کچھ معلوم تھا کیونکہ نبی کو اپنی نبوت کا عالم ارواح سے پتہ ہوتا ہے اور حسنِ خاتمہ کا بالکل یقین تھا مگر یہ دعا دو وجہ سے مانگی۔ پہلی یہ کہ اظہارِ مشیتِ الٰہی کے لیے یہ عرض کیا دوسری وجہ یہ کہ اظہارِ عجز و انکسار۔ عبودیت اور دعا مانگنا جامع سے رغبت اور شدتِ محبتِ الٰہی کے لیے اور ب ثواب کے لیے امت کی تعلیم کے لیے۔ نیز مسلماً کا معنی مومن نہیں بلکہ لغوی ترجمہ ہے۔ یعنی ہر طرح سلامتی والا۔ جیسا کہ ہم نے تفسیر میں واضح کر دیا۔ اب کوئی اعتراض نہیں۔

تفسیر صوفیانہ

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ بندۂ عارف کو بارگاہ قدس سے ملکِ عرفانی کی سلطنت نصیب ہوتی ہے اور اسرارِ الٰہیہ کا علم سکھایا جاتا ہے۔ اور اقوالِ جلیلہ و غوامضِ لطیفہ کی تاویل بتائی جاتی ہے کیونکہ وہ انوارِ قدس کا وارث اور یہی حمد کرنے والا ہے۔ خالقِ کائنات نے جس طرح ناسوت کی زمین اور عالمِ جبروت کے آسمان پیدا فرمائے ہیں اسی طرح عالمِ انوار میں ۱ ترقی کے سات آسمان اور تنزل کی ایک زمین بنائی ہے ۲ بقا کے سات آسمان فنا کی ایک زمین بنائی ہے ۳ لقاء الٰہی کے سات آسمان اور سکونِ قلبی کی ایک زمین ۴ تجلیات کے سات آسمان اور ظلمتِ نفسانی کی ایک زمین ۵ جمالِ عشق کے سات آسمان اور جلالِ ہیبت کی ایک زمین ۶ رحم کے سات آسمان غضب کی ایک زمین ۷ بندۂ ناسوتی کے سات اعضا گویا اُس کی خواہشات جبلی کے سات آسمان ہیں۔

۱ ایک آسمان خود پرستی و خود اعتمادی ہے ۲ دوسرا قدم آسمان ہمت ہے ۳ ایک گھٹنا آسمان خواہشات ہے ۴ دوسرا گھٹنا آسمان فریب ہے ۵ ایک ہاتھ آسمان تکبر و غرور ہے ۶ ایک ہاتھ خود نمائی اور ریاکاری ۷ سر آسمان تدابیر ہے۔ مردانِ خدا ان تمام عقلی قوتوں کو سمیٹ کر زمین نیاز پر سجدہ ریز ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ مولیٰ تو ہی ان قوتوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ میں نے اپنی تمام قوتیں تیرے سپرد کر دیں کیونکہ تو ہی دنیا و شریعت میں اور آخرت طریقت میں دنیا جسمانی میں آخرت روحانی میں۔ دنیا ء ظاہر میں آخرت باطن میں دنیاء فانی میں آخرت باقی میں میرا ولی۔ محافظ۔ مددگار ہے۔ تیرے سوا کوئی مجھ کو نہ جانتا ہے نہ پہچانتا ہے میرا نقش تجھ پر آشکارا ہے۔ اس لیے جب بھی اے کریم مجھ کو فنا کی موت آئے تو مجھ کو بقا کی سلامتی والا بنا۔ اور ظلماتِ نفس کی تنہائیوں سے بچا کر صالحین کی محفل عطا فرما۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا موت ایک پلا ہے جو مرد عارف کے لیے تحفہ ہے۔ مرد کامل کے لیے دعوت نامہ ہے۔ فاسق کے لیے سمن ہے۔ کافر کے لیے وارنٹ ہے۔ تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ کافر کی موت اہل دنیا کے لیے استراحت ہے فاسق کی موت زمین کی زینت ہے اور عافیت ہے۔ اغنیا کی موت محنت ہے۔ علماء کی موت اہل دنیا کے لیے مصیبت ہے فقرا عارفین کی موت بقاء دوام ہے۔ کافر موت سے بھاگتا ہے۔ فاسق موت سے گھبراتا ہے۔ زاہد محبت کرتا ہے اور عارف موت سے عشق کرتا ہے۔ اس لیے کہ کافر کی دنیا چھوٹتی ہے فاسق کو سزا ملتی ہے۔ زاہد کی مشقت چھوٹتی اور عارف کو ملاقاتِ دیدار ملتی ہے جو اللہ کے ملنے سے محبت فرماتا ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ وَ مَا تَسْـٴَـلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ اور اُس کو ایسا محبوب اور ہی بناتا ہے کہ اپنے تمام اسرارِ غیبیہ کی خبریں اُس کو وحی فرماتا ہے۔ شریعت میں روح و جسم کی جدائی کا نام موت ہے

طریقت میں التفات غیر اللہ کا مٹنا اور التفات الی اللہ ہونے کا نام موت ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ غیبُ اسرار کے سب خزانوں کی چابیاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں انہی کے واسطے سے تمام انبیا اولیا کو ملتی ہیں۔ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اے محبوب تم ان کے پاس نہ تھے کیونکہ وہ مکروفریب ظلم گناہ کی جگہ تھی محبوب کو گندی جگہ نہیں رکھا جاتا نہیں بٹھایا پہنچایا جاتا تم تو اے محبوب اپنے رب کے پاس وادی انوار میں تھے۔ تمہارے نور کی تجلی تو قلب مومن پر وارد ہو رہی تھی۔ لوگوں کی عقل وخرد فہم ودانش اگرچہ کتنا ہی انوار کی طرف مائل ہو مگر سرکش نفس امارہ اور ابلیسی ذریت مومن نہیں بن سکتی اے مرشدِ کائنات تم خواہ بہت ہی خواہش فرماؤ۔ عارفین فرماتے ہیں۔ بندے آٹھ قسم کے ہیں۔ نبی۔ صدیق شہید۔ صالح۔ یہ تو انوار قدس کے تعلیم یافتہ اور پروردہ ہیں لیکن فاسق فاجر کافر منافق۔ یہ ظلمتِ نفس کے پروردہ ہیں اس سے محبت کرنے والے ہیں اس دنیا مسافر خانے میں جو جس نے کرنا ہے اُسی کا فائدہ ہے دنیا میں دین حاصل کرلے والا کامیاب ہے۔ دنیا کے لیے دین بیچنے والا نقصان میں ہے۔ دولتِ دنیا حقیر مال ہے دین کی تبلیغ دنیا کے لیے مت کرو۔ ارشادِ باری ہے کہ ہمارے نبی کسی سے اجرت نہیں مانگتے نہ کوئی دے سکتا ہے وہ تو ساری کائنات کے لیے اللہ کی یاد ہیں انہی کا جلوہ ہے جس کو دیکھ رب یاد آتا ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور کتنی ہی سے نشانیوں ہیں میں آسمانوں اور زمین

اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں

يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۱۰۵

پر اُن حالانکہ وہ سے اُس بے توجہ رہنے والے ہیں۔

کہ اکثر لوگ اُن پر گذرتے ہیں اور اُن سے بے خبر رہتے ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ

اور نہیں ایمان لاتے ہیں بہت سے اُن میں پر اللہ مگر وہ

اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے

مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ

شریک بنانے والے کیا پس یہ ہی مان بیٹھے اس کو کہ آئے اُن پر

مگر شرک کرتے ہوئے کیا اس سے نڈر ہو بیٹھے کہ اللہ کا عذاب انہیں

غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ

گھیرنے والا عذاب یا آئے اُن پر

آکر گھیر لے یا قیامت اُن پر اچانک

السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ

قیامت اچانک اور وہ بے سمجھ ہی ہوں۔ فرمادیجئے

جائے اور انہیں خبر نہ ہو تم فرماؤ

هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ

یہ راستہ ہے میرا بلاتا ہوں طرف اللہ کے دیکھنے والی روشنی پر ہی

یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں

اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا

میں ہوں اور وہ لوگ جو پیروی کریں میری اور پاک ذات ہے اللہ اور نہیں ہوں میں

میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں اور اللہ کو پاکی ہے اور میں

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

سے شرک کرنے والوں

شریک کرنے والا نہیں

تعلق

اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات کریمہ میں ذکر ہوا کہ یہ کافر لوگ ہمارے محبوب کو دیکھتے ہیں مگر نہیں مانتے۔ اب یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ عقل کے اندھے ہمارے محبوب کو تو کیا مانتے دن رات آسمانوں زمین میں قدرت الٰہی کے ہزاروں عقلی مشاہدات کرنے کے باوجود رب کو نہیں مانتے اور آنکھیں چرا کر گزر جاتے ہیں۔

دوسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں بتایا گیا کہ اے منکرو ہمارے محبوب واقعات یوسف کے ہونے کے وقت جسمانیت سے اُن کے پاس نہیں تھے پھر بھی سب غیب کی خبریں تم کو بتا رہے ہیں لیکن اب فرمایا جا رہا ہے کہ تم کیسے ضدی ہٹ دھرم ہو کہ ہمارے نبی سے تمہارا اتنا قریب ہو کر پھر بھی اُن کی تبلیغ نہیں مانتے گویا کہ فرمایا جا رہا ہے اگر وہی زبانِ پاک یوسف کے واقعاتِ نبیہ بیان فرمائے تو مان لیتے ہو لیکن اگر وہی زبانِ پاک توحیدِ باری تعالیٰ اور اپنی رسالت کا ذکر کرے تو نہیں مانتے۔ **تیسرا تعلق۔** پچھلی آیات میں بتایا گیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن آخری نبوت اور کتاب ہے جو تمام جہانوں کے لیے ہے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ بس اب یہی خدا تک رسائی کا راستہ ہے۔ اس سے ہٹنا شرکِ دنیوی اور عذابِ اُخروی ہی ہے۔

تفسیر نحوی

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ واؤ سرِ جملہ اِس کے بعد مَوْجُوْدٌ اسم مفعول پوشیدہ ہے اس لیے کہ کاف حرفِ جر ابتدا میں نہیں آسکتا یہ کاف ہی پوشیدہ کا قرینہ ہے۔ اَیّ حرف استفہام بحالتِ جر کاف تشبیہی کی وجہ سے۔ اس کا ترکیبی ترجمہ ہے اور اس جیسی کتنی ہی نشانیاں ہیں یعنی نبوت جیسی باب اُس کا معنیٰ کَمْ تکثیر یہ خبر یہ ہے۔ نون تنوینی ہے کاَیِّنْ ممیّز مِنْ آیَۃٍ تمیز مِنْ جارہ بیانیہ ہے یا زائدہ آیت واحد ہے بحالتِ جر اس کی جمع ہے آیات۔ آیت، دلیل، اور برہان کا فرق ان شاء اللہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں بیان کیا جائے گا۔ فی حرفِ جر ظرفیہ کے لیے ہے اَلسَّمٰوٰت جمع ہے سَمَاءٌ کی یعنی سات آسمان یہاں مراد بلندیاں ہیں پہلے آسمان سے نظر آنے والی۔ وعاطفہ۔ اَلْاَرْضِ کی حرکتِ اعرابی میں تین قول ہیں ۱۔ مجرور تب عطف ہے سموات پر ۲۔ منصوب۔ تب یہ مفعولِ مقدم ہے اگلے فعل کا ۳۔ مرفوع تب یہ مبتدا ہے اگلی عبارت اس کی خبر اور یہ پورا جملہ اسمیہ پھر موجودٌ پوشیدہ مبتدا کی خبر ہوئی۔ مگر پہلی صورت زیادہ بہتر و آسان ہے اس صورت میں یہ دونوں متعلق ہوں گے موجودٌ کے اور یَمُرُّوْنَ موجودٌ مبتدا کی خبر ہوگی فعل مضارع بصیغہ جمع مذکر مَرٌّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے بمعنی گزرنا۔ مشاہدہ کرنا۔ یہاں دونوں معنیٰ مناسب ہیں علیٰ جارہ۔ ھا ضمیر مجرور متصل کا مرجع یا آیۃ ہے یا اَرض ہے۔ وحالیہ ھُمْ ضمیر کا مرجع اَکْثَرُ النَّاس ہیں عَنْ جارہ بعید ہونے کے لیے ھا ضمیر کا مرجع یا آیت ہے یا ارض ہے مُعْرِضُوْنَ بابِ افعال کا اسم فاعل بصیغہ جمع مذکر کا فاعل

بھی اکثر النَّاس ۔ عَرْضٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنی ظاہر ہونا ۔ پیش کرنا ۔ عاجز کی کرنا ۔ بے توجہی کرنا یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہیں ۔ وَاو سرجملہ ۔ مَا يُؤْمِنُ ۔ فعل مضارع منفی بمعنا ۔ اَمْنٌ سے بنا ہے صیغہ واحد ہے فاعل جمع کے لیے کیونکہ فاعل اسم ظاہر ہے ۔ اَکْثَرُ اسم تفضیل کَثْرَۃٌ سے بنا ہے مضاف ۔ ہُمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے ۔ مرکب بحالتِ رفع ہے فاعل ہے ب جارہ بمعنی عَلٰی لفظ اللہ مجرور متعلق ہے مَا يُؤْمِنُ کا اِلَّا حرفِ استثنا متصل اس نے سالبہ کیفیت کی نفی کو توڑا وَ حالیہ هُمْ کا مرجع اَکْثَرُ ہے مُشْرِکُوْنَ ۔ باب افعال متعدی بیک مفعول کا اسم فاعل ہے شِرْکٌ سے بنا بمعنی شریک بنانا ۔ برابر سمجھنا ۔ شرک فی التوحید کئی قسم کا ہے انشاء اللہ تفسیر عالمانہ میں بیان کیا جائے گا ۔ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ ا ہمزہ سوال اقراری یعنی مجبوری کے لیے ہے ف تعقیبیہ اَمِنُوْا باب سمع کا ماضی مطلق معروف ۔ جمع مذکر غائب اَمْنٌ سے مشتق ہے بمعنی امن میں آنا ۔ مان لینا ۔ مطمئن ہو جانا ۔ یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہیں اَنْ حرف ناصب بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول ہے تَاْتِيَ فعل مضارع مثبت صیغہ واحد مؤنث غائب اِتْيَانٌ سے مشتق ہے ۔ خیال رہے کہ فعل مضارع تین معنیٰ میں آتا ہے ۱ حال ۲ مستقبل ۳ شرط ۔ مثلاً ۱ وہ کرتا ہے ۲ وہ کرے گا ۳ اگر وہ کرے جب وہ کرے یا کہ وہ کرے یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہیں هُمْ ضمیر کا مرجع وہی اَکْثَرُ النَّاسِ ہے غَاشِيَةٌ اسم فاعل صیغہ واحد مؤنث بحالتِ رفع فاعل ہے تَاْتِيَ کا غَشْيٌ ناقص یائی سے مشتق ہے بمعنی پردہ ۔ چھپانا ۔ گھیرنا ۔ بےہوش ہونا ۔ اسی سے غِشَاوَۃٌ اور غَشْیٌ ہوتا ہے ۔ یہاں گھیرنا مراد ہے مِنْ جارہ تبعیضیہ کا ہے عَذَابٌ سے بنا ہے صیغہ مبالغہ ہے بروزنِ فَعَالٌ بمعنی قدرتی سزا مضاف ہے لفظ اللہ مضاف الیہ اسم ذاتی ہے خالق تعالیٰ کا ۔ اَوْ حرفِ عطف اس کا معطوف علیہ پہلا تَاْتِيَ کا جملہ ہے تَاْتِيَ فعل مضارع پورا جملہ معطوف ہے هُمْ ضمیر مفعول بہ یا مفعول لا ہے منصوب متصل اَلسَّاعَةُ بحالتِ رفع فاعل ہے تَاْتِيَ کا بَغْتَةً بحالتِ نصب حال ہے ساعت کا ساعت بمعنی وقت ۔ قیامت ۔ یہاں مراد قیامت ہے ۔ بَغْتَةً مصدر ہے ایک قول میں یہ مفعول مطلق ہے فعل پوشیدہ بَغَتَتْ عَلَيْهِمْ کا وَ حالیہ هُمْ ضمیر مرفوع منفصل کا مرجع اَکْثَرُ النَّاسِ ہے مبتدا ہے لَا يَشْعُرُوْنَ فعل مضارع منفی بلا صیغہ جمع مذکر غائب شِعْرٌ یا شُعُوْرٌ سے مشتق ہے شُعُوْرٌ مصدر ثلاثی ہے بروزنِ فُعُوْلٌ بمعنی سمجھنا ، غور کرنا جاننا ۔ پہچاننا ۔ محسوس کرنا ۔ یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہیں ۔ یہ پورا جملہ فعلیہ ہو کر اسمیہ ہو گا پھر یہ تاکید ہے بَغْتَةً کی ۔ اور حال اَلسَّاعَةُ کا قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قُلْ فعل امر صیغہ واحد حاضر مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ قول ہے اس کا مقولہ اگلا کلام سارا هٰذِهٖ اسم اشارہ اس کا مشار الیہ دین پوشیدہ ہے ۔ دونوں مل کر مبتدا سَبِيْلِيْ مرکب اضافی ذوالحال اپنے اگلے حال سے مل کر خبر ہو گی سبیل بروزنِ فَعِيْلٌ سُبُلٌ سے مشتق ہے اس کی جمع سُبُلٌ بفتحۃ الباء ۔ یہ اسم جنس ہے اس لیے مذکر و مؤنث دونوں

کے لیے مستعمل جیسے قرآن مجید میں ہے یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا ۔ ہٖ ضمیر مذکر کا مرجع سابقہ سبیل ہے اور یہاں ھٰذِہٖ اسم اشارہ مؤنث اس کی تانیث پر دال ہے ایک قرأت میں ھٰذا ہے لفظ سبیل جب کسی صفت کی طرف مضاف ہو تو صفتیت کا لحاظ ہوتا ہے لیکن جب کوئی صفت نہ ہو تو حق راستہ مراد ہوتا ہے اسی لیے یہاں حق اور سچا اور درست سبیل مراد ہے۔ اَدْعُوْا فعل مضارع صیغہ واحد متکلم دَعْوٌ ناقص واوی سے مشتق ہے یہ جملہ حال ہے سبیل کا بعض نے فرمایا صفت ہے اس کی۔ ایک قول میں یہ نیا جملہ ہے اِلٰی حرف جار برائے انتہاءِ غایت اللہ مجرور مَنْفِیًّا۔ عَلٰی جارہ۔ اس جگہ ترکیب میں تین قول ہیں ۱ یہ جار مجرور حال ہے اَدْعُوْا کے فاعل اَنَا ضمیر متکلم پوشیدہ کا اَتٰی عَلٰی بَصِیْرَۃٍ ۔ علیحدہ جملہ ہے یا اِلَی اللہ پر وقف ہے ۲ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ خبر مقدم ہے۔ اَنَا وَمَنِ۔ یہ جملہ مبتدا مؤخر ہے مگر آسان ترکیب یہ ہے کہ یہ سب ایک جملہ ھٰذِہٖ سے اِتَّبَعَنِیْ تک بَصِیْرَۃٍ بروزنِ فعیلۃٌ مبالغہ کا صیغہ ہے بَصِیْرٌ سے بنا ہے بمعنی۔ عقل فہم۔ شعور والی چیز۔ بمعنی روشنی اور دلیل کے لیے مستعمل ہے یہاں سب معنی ہو سکتے اَنَا ضمیر متکلم مرفوع منفصل تاکید ہے اَدْعُوْا میں پوشیدہ ضمیر متکلم کی عطف کے لیے لائی گئی وَ عاطفہ مَنْ موصولہ اِتَّبَعَ بابِ افتعال کا ماضی مطلق تَبْعٌ سے مشتق ہے بمعنی پیچھے چلنا نون وقایہ ی ضمیر متکلم کیا عاطفہ ہے یہ ایک قول ہے یا سرجملہ یہ زیادہ درست ہے یا حالیہ ہے۔ سُبْحٰنَ بروزن فُعْلَانٌ مصدر ہے باب تفعیل کے معنی میں یعنی متعدی ہے بمعنی پاکیزگی بیان کرنا بحالتِ نصب ہے بوجہ فعل پوشیدہ سَبَّحْتُ کے مفعول مطلق ہونے کے دراصل تھا سَبَّحْتُ سُبْحَانً یہ ہمیشہ مضاف ہو کر آتا ہے اس کا مضاف الیہ اسم ظاہر بھی ہوتا ہے اور ضمیر بھی لفظِ اللہ اسم ظاہر مضاف الیہ ہے۔ جس طرح تَسْبِیْحٌ سے سَبِّحْ بنتا ہے۔ اسی طرح سُبْحَانَ سے سَبَّحَ یُسَبِّحُ بنتا ہے ۔ وَ۔ اس میں بھی حسب سابق تین احتمال ہیں مگر صحیح تر یہ ہے کہ سرجملہ ہے مَا نافیہ مشبہ بلَیْسَ اَنَا ضمیر مرفوع منفصل اسم مَا ہے مِنْ جارہ تبعیضیہ ہے اَلْمُشْرِکِیْنَ۔ الف لام اسمی ہے بمعنی اَلَّذِیْ مُشْرِکِیْنَ باب افعال کا جمع کثرت مذکر سالم اسم فاعل۔ اس کا واحد مُشْرِکٌ ہے جار و مجرور مل کر کائنًا پوشیدہ کے متعلق ہو کر خبر ہوئی مَا کی۔

تفسیر عالمانہ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ - اور اے پیارے نبی یہ کافر لوگوں کی اکثریت اگر آپ کی ذاتِ پاک کو دیکھ کر آپ کا معجزانہ کلام سن کر آپ کے کمالات کا نظارہ کر کے اور اپنے مطالبے پورا ہوتے دیکھ کر بھی آپ پر اور توحید باری تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تو تعجب کی بات نہیں اور ان کی بیوقوفی اور حماقت پر حیرانی نہیں آپ تو اپنے رب کی برہان ہیں جس کو کوئی صاحب عقل و دل ہی کچھ سمجھ سکتا ہے یہ تو دن رات سفر و حضر میں آتے جاتے زمین و آسمان میں لاکھوں نشانیاں دیکھتے محسوس کرتے اور سمجھتے ہیں اور پھر ان کے پاس سے بالکل بے توجہی سے گزر جاتے ہیں ذرا تفکر نہیں کرتے۔ قطعاً ایمان نہیں اور اگر کچھ لوگ ایمان لاتے بھی ہیں تو ساتھ ہی

شرک کی ملاوٹ بھی کر دیتے ہیں مثلاً بت پرست کہتے ہیں کہ اللہ واحد رب ہے اور بت ہمارے شفیع ہیں یہ بھی شرک ہے کیونکہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کو شفیع ماننا شرک فی التوحید ہے۔ لیکن باذن اللہ اس کے بندوں کو شفیع ماننا عین ایمان ہے۔ مشرکین مکہ تلبیہ میں کہا کرتے تھے لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكٌ هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ۔ یعنی اے اللہ تو وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہے مگر ایک تیرا شریک ہے جس کا اور جس کی ملکیت کا تو مالک ہے۔ بعض مشرکین کہتے ہیں اللہ وحدہ لاشریک ہے مگر فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں بعض چاند ستارہ پرست کہتے ہیں اللہ وحدہ لاشریک معبود ہے لیکن یہ سورج وغیرہ ہمارے رب ہیں۔ یہی بات تبرائی شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی ہمارے رب ہیں۔ معاذ اللہ۔ آتش پرست کہتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ مگر وہ آگ میں رہتا ہے۔ یہودی کہتے ہیں اللہ وحدہٗ لاشریک اور عزیر علیہ السلام اس کے بیٹے ہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے لیکن حضرت عیسیٰ اس کے بیٹے ہیں۔ یہ سب عقائد شرک فی التوحید ہے اور اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ سے یہی مندرجہ بالا کافر مراد ہیں۔ اور عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ سے دہریہ کافر مراد ہیں۔ علماء کرام فرماتے ہیں۔ آیت اور دلیل اور برہان۔ علامت میں تین طرح فرق ہے۔ آیت وہ ہے جو بغیر تفکر کے کسی کا پتہ بتائے جیسے دھوپ سے سورج کا پتہ چلا۔ دلیل وہ ہے جو تفکر کے بعد کسی کا پتہ بتائے جیسے گرمی سے سورج کا پتہ لگنا۔ برھان وہ جو مظہر ذات ہو جیسے آئینے سے سورج کا پتہ لگنا۔ علامت وہ ہے کہ جس سے کسی کی صفت کا پتہ لگے جیسے دن میں آسمان صاف دیکھ کر یہ سمجھنا کہ دھوپ نکلی ہوگی۔ آیت وہ ہے جس سے صرف ایک ہی ذات کا پتہ لگے کسی اور کا دخل سمجھ نہ آئے جیسے آسمان زمین مل گیا کہ ان کی نرالی مقدار۔ حجم سے قدرت الٰہی آشکارا ہے اور جیسے کوکب رعد۔ برق بادل بارش ہوا قوس قزح۔ کہ ان کے چلنے پھرنے چمکنے کڑکنے گرجنے برسنے اندھیرے اجالے سے قدرت خداوندی ظاہر ہے۔ دلیل وہ جس میں کسی اور کا بھی دخل نظر آئے۔ جیسے۔ دریا سمندر۔ معدنیات بیل بوٹے نباتات۔ پہاڑ کہ سب قدرت کے شاہکار ہیں مگر اس کے چلانے سجانے اگانے توڑنے پھوڑنے میں انسانی ہاتھ کا بھی دخل ہے۔ برہان وہ جو صفات کا مظہر ہو مثلاً چاند توڑ دینا۔ سورج موڑ دینا۔ دریا کی روک دینا بارش برسا دینا۔ چشمے بہا دینا۔ علامت وہ جو کسی کے وجود کا پتہ بتائے جیسے کونپلیں نکلنا بہار کا پتہ دیتی ہیں۔ آیت وہ ہے جو صرف ایک صفت کا پتہ بتائے جیسے سورج کی چمک صرف نور کی کیفیت بتاتی ہے۔ دلیل جو ایک صفت کو ثابت کرے جیسے دوائی کا تجربہ خاصیت بتاتا ہے اور ثابت کرتا ہے۔ برہان وہ جو تمام صفات کا پتہ بھی بتائے ثابت بھی کرے اور مظہر بھی ہو علامت وہ جو کسی کی قوت و حکمت کو ثابت کرے جیسے جمادات نباتات حیوانات کی مختلف خصلتیں اثرات حالات۔ اور نظام کائنات کی گردش۔ نہ کسی کی خصوصیت بدلتی ہے نہ حالت نہ اثر نہ گردش آفتاب و کوکب۔ یہ سب قدرت الٰہیہ کی علامات ہیں۔ کائنات عالم میں آیت الٰہیہ بے شمار ہیں دلائل ہزاروں علامات لاکھوں مگر برہان ایک ہی ذات مصطفیٰ ہے یہی مظہر ذات کبریا ہے مگر اس کو دیکھنے کے لیے۔

اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

کیا اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ سابقہ امتوں کی طرح ان پر بھی اللہ جبّار و قہّار کی طرف سے ایسا سخت گھیرنے والا عذاب آسمانی یا زمینی آجائے کہ کہیں بھاگ نہ سکیں۔ یا اچانک بلا مہلت ایک دم ان پر آخری گھڑی قیامت کی آجائے کہ پھر ان کی توبہ اور ایمان بیکار ہو جائے۔ اور یہ لوگ اس عذاب یا موت یا قیامت کو پہلے بالکل نہ جان سکیں۔ چلتے پھرتے یا کھڑے بیٹھے یکدم مرجائیں۔ کتنی حسرت کی موت ہو گی۔ چند گھڑیوں کی خرمستیاں اور عیاشیاں رہیں پھر دائمی عذاب۔ اے محبوب ان کو پھر سمجھاؤ فرماؤ کہ یہ اسلام قرآن حدیث ایمان عرفان رضا و رحمان میرا راستہ ہے کتنا دلکش۔ حسین۔ پُر لطف۔ بہار آفریں۔ سیدھا۔ صاف۔ شفاف۔ ستھرا پاکیزہ۔ ٹھنڈا۔ آسان ہے یہ۔ اور پھر اتنا مختصر کہ چند گھنٹوں میں قرب الٰہی کی منزل سدا بہار آجائے۔ یہی میرا راستہ ہے کہ میں تم سب کو بلانے والا ہادی و مرشد ہوں۔ یہی اللہ کا راستہ ہے کیونکہ میں اسی اللہ کی طرف تم کو بلا رہا ہوں۔ اے اللہ جل مجدہٗ کو تلاش کرنے والو۔ اب ادھر اُدھر جانے بھٹکنے کی ضرورت نہیں اپنے اپنے الگ چراغ روشن کرنے کی حاجت نہیں اب تو مدینے کا سورج چمکنے کا آفتاب حق تعالیٰ کا سراج منیر آگیا۔ اسی راہ پر چلانے والا ہی پر اللہ ہے۔ اے نبی فرما دیجئے۔ دنیا کے بازاروں تجربہ گاہوں سے علم تو مل سکتی ہے مگر فراست نہیں مل سکتی دانش تو مل سکتی ہے سچی عقل نہیں مل سکتی بصارت تو مل سکتی ہے بصیرت نہیں مل سکتی۔ بصیرت یعنی روشن ضمیری میرے ہی پاس ہے اور میری اتباع شریعت کی مکمل پیروی کرنے والے صحابہ کرام تابعین تبع تابعین۔ زاہدین۔ صالحین۔ عابدین۔ متقین۔ اولیا۔ علما۔ تا قیامت سچے مومنین کے پاس ہے۔ مومنوں نیکوں کا بھی یہ ہی راستہ ہے کہ وہ اس پر چلتے ہیں۔ بلا تشبیہ یوں سمجھئے کہ جیسے پاکستان میں کوئٹہ کے جرنیلی سڑک جی ٹی روڈ پر دار الخلافہ اسلام آباد ہے۔ اسی سڑک پر تمام گاڑیاں چلیں اسی پر تمام مسافر ہیں بس سمجھ لیجئے کہ اسلام ہی اللہ کا راستہ ہے۔ اسلام ہی نبی پاک کا راستہ ہے اور اسلام ہی تمام متبعین ایمان والوں کا راستہ ہے۔ بصیرت قرآنی والے ہی اس راہ پر چل سکتے ہیں۔ دین کا راستہ دینی عقائد اعمال شریعت طریقت معرفت حقیقت اور اللہ کی ذات کو دل سے ماننا اور صفات کو دماغ و عقل سے پہچاننا ہے۔ اللہ کی ذات و صفات وہی ہیں جو محمد مصطفےٰ نے بتائیں۔ منزل قرب الٰہی وہی ہے جس طرف آقاء کائنات بلا رہے ہیں خالص بصیرت وہی جو دروازۂ مصطفےٰ سے ملتی ہے۔ شان الٰہی وہی ہے جو زبان احمد مجتبیٰ سے بیان ہو۔ تسبیح و تہلیل وہی ہے جو آقائے دو عالم فرمائیں صلی اللہ علیہ وسلم سارے عیب فرما دیئے کہ اللہ ہی کو پاکیزگی رفعت۔ کبریائی ہے۔ تمام مشرکین کی باتیں عقیدے جھوٹے غلط اور بناوٹی ہیں۔ ہم مشرکین میں سے نہیں ہیں۔ میرا راستہ کفر کی گندگی شرک کے کانٹوں سے بالکل صاف ہے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے مسلمانوں کو چند سبق اور فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ** ۔ خدا سب دین

لیتا ہے عقل بھی چھین لیتا ہے۔ ورنہ دیکھو۔ دنیا کے کالج اسکول لیبارٹری سائنس روم۔ سیاسی دفتر۔ ڈاکٹر حکیم۔ سنیاسی کیمیاگر دنیا کی نباتات۔ جمادات۔ حیوانات پر اتنا تجربہ چھان بین کرتے ہیں کہ پتے پتے کی خاصیت معلوم کر لیتے ہیں مگر اپنی اسی عقل سے یہ نہیں سوچتے کہ یہ خاصیات آخر کس پیدا کرنے والے نے پیدا کی ہیں۔ اگر خود بخود ہوتیں تو اُن میں ردوبدل ہو سکتا۔ کبھی کدو میں گاجر کی خصوصیت آجاتی اور کبھی گاجر آلو کی شکل پر پیدا ہو جاتی پھر کتنی حیرانی ہے کہ ایک بوٹا ہے مگر اس کے حصوں کی تاثیر کچھ۔ گودے کی کچھ پتوں کی کچھ شاخوں کی کچھ اور جڑوں کی کچھ اور۔ پھر ان میں تغیر تبدل نہیں ہوتا۔ آفتاب جس ملک جس موسم میں جس جگہ سے طلوع غروب ہوتا ہے تا قیامت ایک انچ آگے پیچھے نہیں ہوتا۔ زعفران بنفشہ عرب میں۔ پنجاب میں نہیں اُگتا۔ کشمیر میں کھجور نہیں اُگتی۔ برطانیہ نے ساری دنیا کو لوٹا کثیر دولت علم۔ عقل حاصل کیا اپنے ملک میں ہر چیز مہیا کی مگر پھل فروٹ نہ اگا سکے۔ پھولوں میں خوشبو پیدا نہ کر سکے۔ یہ کس صانع قدرت کا اظہار ہے۔ ان مشاہدات عالم میں غوروتدبر کر لے سے خالق کائنات کا مکمل پتہ ملتا ہے مگر یہ عقل کے کورے یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا۔ گذر تو جاتے ہیں مگر غوروفکر نہیں کرتے یہ شعور تو مدینے کی گلیوں کے لال بلالی سے ملتا ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ دو چیزیں کفر کی نشانی ہیں اور دو ہی چیزیں ایمان کی نشانی ہیں۔ مگر الٹ پھیر کر۔ رحمت الٰہی سے مایوسی اور عذاب الٰہی سے بے خوفی اللہ کی پکڑ سے بے پروا ہی یہ کافروں کا کام و نشان جلد سے بچنا چاہیئے۔ لیکن رحمتِ الٰہی کی امید اور عذاب خداوندی اور خدا تعالٰی کی پکڑ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا مومن کامل کی علامت ہے یہ جس کو نصیب ہو وہ رب کا پیارا ہے۔ بے خوفی سے گناہ و کفر بڑھتے ہیں۔ امید سے نیکیاں اور عبادتیں بڑھتی ہیں۔

تیسرا فائدہ۔ اچانک موت مومن کے لیے مضر نہیں حضرت ابراہیم اور حضرت داؤد اور حضرت لوط یا سلیمان یا موسیٰ علیہم السلام کو اچانک ہی وفات ہوئی تھی۔ مومن صالح ہر وقت تیاری میں ہے اس لیے کوئی نقصان نہیں ہاں کافر یا فاسق فاجر اور غافل کو مضر ہے کہ توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ یہ فائدہ بَغْتَةً میں کفار کے مطلب سے حاصل ہوا۔

چوتھا فائدہ۔ سچا دین وہ ہے جو نبی کریم اور صحابہ اولیاء اللہ کا ہو یہ فائدہ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ رانخ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ایمان کو چھپانا گناہ اور حرام ہے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے اسلام مومن مسلمان ہونے کو بہت مشہور کرے بلکہ اپنے قول۔ فعل لباس صورت۔ سیرت عبادات سے اسلام ہونے کو ظاہر کرے کفار کا لباس پہننا اُن کی نقل اتارنا ناجائز ہے خاص کر کسی کافر کا مذہبی لباس پہننا کر بالکل حرام ہے یہ مسئلہ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ سے مستنبط ہوا۔ اسی طرح فی زمانہ اپنے اہل سنت ہونے کو اور سنیوں کی علامتوں کو بھی ظاہر کرے دیوبندیوں وہابیوں کی طرح ہر جگہ خود کو چھپانا اچھا نہیں۔ **دوسرا مسئلہ**۔ کسی بھی چیز میں ملاوٹ جائز نہیں۔ کیونکہ ملاوٹ دو عیبوں سے خالی نہیں یا دھوکہ دیتی ہے اور یا دھوکہ کھاتی ہے۔ خاص کر ایمان اور عقائد میں دھوکہ۔ فریب

عادت بہت ہی بُری ہے۔ یہ مسئلہ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض ہو سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں جن کے پاس سے یہ کافر گزرتے ہیں۔ حالانکہ زمین پر تو گزرتے تھے آسمانوں پر کب گزر ہوتا تھا۔ نیز پہلے آسمانوں کی نشانیاں تو زمین پر کھڑے ہو کر بھی دیکھی جا سکتی ہیں مگر دوسرے آسمانوں کو اور ان کی نشانیوں کو تو نہیں دیکھا جا سکتا۔ لیکن یہاں سمٰوات جمع ہے۔ **جواب۔** اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ سورج چوتھے آسمانوں پر چاند پہلے آسمان پر مختلف ستارے مختلف آسمانوں پر ہیں یہ سب آیات الٰہیہ ہیں جو زمین والوں کو نظر آتی ہیں۔ اور يَمُرُّونَ عَلَيْهَا کے معنی ان کے پاس جانا نہیں بلکہ معنی عند نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تمام کفار ان آیات کو دور و نزدیک سے دیکھتے ہیں مگر غور و تدبر اور عبرت و ایمان نہیں پکڑتے۔ **دوسرا جواب۔** یہ قرآن مجید تاقیامت ہر شخص کے لیے ہے۔ اور يَمُرُّونَ ہر زمانے میں لفظ حال ہے۔ موجودہ دور سائنس کی انتہائی عروج کا ہے ہر ملک کو خلائی پروازوں کا شوق لگا ہوا ہے۔ اور خلائی پروازوں خلائی دوڑ میں۔ خورد بینوں سے یہ غیر مسلم خلا سفر سائنس دان ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں قدرت کے عجائبات و آیات و نشانات و علامات دیکھتے ہیں حیران رہ جاتے ہیں مگر ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ کہ صانع کائنات کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ گویا یہ آیت آئندہ زمانے کے ترقی یافتہ لوگوں کی معلومات کا پتہ بتا رہی ہے جس کا آج ہم مشاہدہ و مطالعہ کر رہے ہیں۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ یہ مشرکین کفار مومن بھی ہیں کافر مشرک بھی۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے اجتماع ضدین تو محال ہے۔ **جواب۔** اس کی وضاحت تو تفسیر عالمانہ میں کر دی گئی ہے۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ اجتماع ضدین تب محال ہے جب کہ اپنی کلی شکل میں ہو۔ جزوی طور پر ایک وقت ایک ہی جگہ دو ضدین جمع ہو سکتی ہیں۔ دیکھو صبح شام دو ضدین کا اجتماع ہے یعنی ملے اوقات۔ دودھ اور پانی جزوی طور پر ایک برتن میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب یہ عقیدہ بنایا جائے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے مگر ایک شریک ہے یا عیسیٰ ابن اللہ ہیں یا ملک رب ہیں معاذ اللہ۔ تو جزوی طور پر اجتماع ضدین ہو گیا۔ خیال رہے آج کل عیسائیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ابن اللہ کا معنی نسلی اولاد نہیں بلکہ یہ اسی طرح مستعمل ہے جس طرح ابن الوقت یا ابوتراب وغیرہ ہم کہتے ہیں کہ یہ ان کی اب اختراعی بات ہے ان کی پرانی کتابوں سے یہ ثابت نہیں۔ نیز عربی کا لفظ ابن تو مشترک المعانی ہے کہ اس کا معنی بیٹا بھی ہے۔ والا بھی۔ نسل بھی ماتحت بھی لیکن اردو کا لفظ بیٹا تو مشترک نہیں بیٹا تو اولاد و بچے کو ہی کہا جاتا ہے حالانکہ اردو انجیلوں میں صاف کہا ہے خدا کا اکلوتا بیٹا۔ لہٰذا یہ سب بھاگنے کی راہیں ہیں۔ اصلاً شرک موجود ہے

تیسرا اعتراض۔ علماء کرام فرماتے ہیں ایمان نام ہے اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا۔ یہی احادیث طیبات سے ثابت ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت وَمَا يُؤْمِنُ (الخ) سے ثابت ہو رہا ہے کہ صرف زبانی اقرار ہی مکمل ایمان ہے تصدیق قلبی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی آیت کی بنا پر فرقہ کرامیہ نے یہ مذہب بنا لیا کہ ایمان صرف اقرار

انسانی کا کام ہے تفسیر کبیر۔
جواب۔ یہ فرقہ کرامیہ کی جہالت ہے۔ کفار کے جو عقیدے اور باتیں تھیں وہ دلی تصدیق سے تھیں۔ نیز۔ علماء کرام اور احادیث مبارکہ جس ایمان کا ذکر کرتے ہیں وہ مقبول اور درست ایمان ہے۔ اس میں دونوں چیزیں لازمی ہیں۔ یہاں جس ایمان کا ذکر ہے وہ نامقبول ہے لہٰذا مقبول ایمان کو غیر مقبول کے برابر نہیں سمجھا جاسکتا۔
چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ بغتۃ یعنی اچانک جس کا کسی کو پتہ نہ لگے۔ شعور بھی نہ ہو۔ عدم شعور تو بغتۃ کے لفظ سے معلوم ہوگیا تو پھر وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ جواب۔ بالکل ضرورت تھی کیونکہ بغتۃ میں عذاب کی کیفیت بتائی گئی اور لایشعرون میں کفار کی غفلت اور دنیا کی مشغولیت بتائی گئی۔ اور یہ دونوں علیحدہ چیزیں ہیں۔

تفسیر صوفیانہ وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ
صوفیا فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہم کو فرما رہی ہے کہ بندے کو چاہیئے کہ طالب صادق بن کے منزل شوق کی طرف گامزن ہو جائے پھر دیکھے کہ اُس کے آسمان باطنی اور زمین ظاہری میں کتنی ہی عجائبات قدرت کی آیات معرفت ہیں جن کو یہ ہر روز دیکھتا محسوس کرتا ہے۔ مگر مراقبۂ سِرّی میں مکاشفۂ فکر نہیں کرتا۔ اے بندۂ ناسوتی تجھ کو ارض و سما میں بھاگنے کی ضرورت نہیں تیرا آسمان اور زمین تیرے اندر ہے تو اُنہی میں خلائی پرواز کر۔ عارفین فرماتے ہیں جسم ظاہری میں سر سے پیر تک سات زمینیں ہیں اور جسم اندرونی باطنی میں ناف سے دماغ تک سات آسمان ہیں اور قلب عرش الٰہی ہے۔ جس نے ان زمینوں کا راستہ طے کر لیا اس کے لیے زمین دنیا کوئی حقیقت وحیثیت نہیں رکھتی ایک آن واحد میں سارا عالم طے ہو جاتا ہے۔ جس نے آسمان باطنی کے اسرار کو پالیا اور بھید کو سمجھ لیا۔ وہ عارف کامل ہوگیا ہر وقت لوح و قلم اُس کے سامنے ہیں۔ لیکن غافل بدنصیب سب کچھ دیکھتے ہونے بھی وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ اسرار لاہوتی سے بے نصیب ہیں۔ یہی وہ ناقص الایمان لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اندر خیر و شر۔ ایمان و کفر۔ ہدایت و ضلالت۔ نور و ظلمت کی ملاوٹیں کی ہوئی ہیں تفسیر روح البیان نے فرمایا۔ مشرب تصوف میں جو اسباب پر نظر رکھے وہ مشرک ہے جو مسبب الاسباب پر نظر رکھے وہ مُوحّد ہے اور جو دونوں پر یکساں نظر رکھے اُس کا ایمان مخلوط ہے ملاوٹ والا ہے۔ اس لیے ناکارہ ہے۔ عوام وہ ہیں جو عبادت کو لازم پکڑے اور اپنے نقائص پر نظر رکھے خواص وہ ہیں جو شکر کو لازم پکڑے اور شکر والے پر نظر رکھے۔ أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ عشق الٰہی نفس امارہ کی موت ہے اور محبت الٰہی انسانی خواہشات پر عذاب ہے۔ بندہ جب واصل باللہ ہوجاتا ہے تو اُس کی قیامت آجاتی ہے وہ دنیاؤ کا فیہا سے بے خبر

ہو کر ایسا کٹ جاتا ہے کہ پھر اس کی کسی کو خبر نہیں ملتی۔ محبت خواہشات کو ہلاک کر دیتی ہے اور عشق قلب میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے۔ نہ عشق الٰہی کا کوئی وقت مقرر ہے نہ محبت کا یہ سب تیاریں نفس و نفسیات پر غفلت میں اچانک ٹوٹتی ہیں۔ اچانک کی موت غافل کی ہلاکت ہے شاغل کی شہادت۔ عارف کی سعادت ہے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اچانک موت وہ نہیں جس کے پہلے بیماری نہ ہو بلکہ اچانک موت وہ ہے جس کے پہلے تیاری نہ ہو۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اے خزانہ معرفت کے شہنشاہ فرما دیجئے کہ یہی شریعت طریقت حقیقت عبادت نماز۔ روزے۔ اسوۂ حسنہ قرآن و حدیث میرا راستہ ہے اسی راستے سے میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت انوار قدس میرے ہی پاس ہے اور میری اتباع کرنے والے صحابہ اور تا قیامت علماء اولیاء کے پاس ہے۔ میری رات فقیری ہے میرا دن درویشی ہے۔ میری شام طریقت ہے میرا صبح شریعت ہے۔ میرے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے چلنے پھرنے کا نام اسلام ہے۔ یہی پیری مریدی ہے میری مسجد کی طرف آنا ہی راہ معرفت ہے اور میری مسجد میں بیٹھنا ہی مراقبہ ہے مسجد نماز قرآن مجید حدیث شریعت سے دور ہو کر پیری فقیری نہیں مکر کا جال ہے۔ اور اللہ کی تسبیح اور شان ہے کہ میں اور میرے اعمال افعال اقوال شرک کی طاقت کرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىْٓ

اور نہیں بھیجا ہم نے سے پہلے آپ کے مگر مردوں کو وحی کرتے رہے ہم

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم

اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰىؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا

طرف ان کی سے شہری مردوں ہیں ۔ کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے

وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے تو کیا یہ لوگ

فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

میں زمین کر دیکھیں کیسے ہوا انجام آخری ان کا

زمین پر چلے نہیں تو دیکھتے ان سے پہلوں کا

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ

جو تھے سے پہلے ان کے اور البتہ گھر آخرت کا

کیا انجام ہوا اور بیشک آخرت کا گھر

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑩۹

اچھا ہے لیے ان کے جو متقی بنے رہے تو کیا تم عقل نہیں رکھتے

پرہیزگاروں کے لیے بہتر ۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْــــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

یہاں تک کہ جب قوم کی طرف سے مایوس ہو گئے انبیاء کرام اور کافروں نے وہم کر لیا

یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ

قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ

کہ بالکل وہ قوم والے بیشک غلط ڈرائے گئے ۔ آئی ان انبیاء کے پاس ہماری مدد تو نجات دی ہم نے جس

سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا اس وقت ہماری مدد آئی تو جسے ہم نے

نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۱۰

مومن کو چاہا اور نہیں پھیرا جاتا ہے عذاب ہمارا سے قوم مجرم ۔

چاہا بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے پھیرا نہیں جاتا ۔

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے ۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں منکرین قرآن اور نبوت کے عذاب کا ذکر تھا ۔ اب ان آیات میں سابقہ قوموں کے عذابوں کا ذکر کیا جا رہا ہے تاکہ یاد کر کے عبرت پکڑیں اور نیک بندے بن جائیں ۔

دوسرا تعلق پہلی آیتوں میں آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ نہ ماننے والوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں پچھلے انبیاء کرام سے کفار کے سلوک اور انبیاء کرام کے مایوس ہونے کا اور پھر عذاب آنے کا ذکر ہے جس سے نبی اکرم کی تسلی کرانا اور کفار کو عبرت دلانا مقصود ہوا۔ **تیسرا تعلق** پہلی آیت میں کافروں کے عیش عشرت اور دنیوی سفر و حضر کا ذکر ہوا جس سے ان کی دنیوی مشغولیت اور آخرت سے غفلت ظاہر کی گئی تھی اب یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ اصلی آرام عیش اور سیر کی جگہ آخرت ہے لہٰذا اسی کے لیے ساری محنتیں کرو۔

تفسیر نحوی وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ۗ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ

وَ۔ سر جملہ یعنی نئے جملے کے لیے مَا أَرْسَلْنَا فعل ماضی مطلق منفی صیغہ جمع متکلم فصاحت کے لیے ہے نہ کہ جمعیت کے لیے اللہ تعالیٰ کے لیے جمع مذکر حاضر یا غائب عربی یا اردو فارسی وغیرہ کسی بھی زبان کا صیغہ استعمال کرنا گناہ ہے کہ توحید باری کے خلاف ہے۔ نہ فصاحت ہے نہ ادب ورنہ پھر واحد بولنا بے ادبی ہوگا حالانکہ اس کا بہت ثبوت ہے۔ مِنْ جارہ زائدہ قَبْلِ اسم ظرف زمانی مضاف ہے لِكَ ضمیر مذکر حاضر کی طرف اس لیے مجرور ہوا مِنْ جارہ سے لِكَ ضمیر کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے إِلَّا حرف استثنا مفرغ ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ لفظ انبیا محذوف ہے رِجَالًا جمع مکسر ہے کثرت ہے اس کا واحد رَجُل ہے مستثنیٰ ہے اس لیے منصوب ہے موصوف اگلی عبارت کا۔ نُوحِي فعل مضارع معروف صیغہ جمع متکلم۔ ایک قرأت میں يُوحَىٰ مضارع مجہول صیغہ واحد غائب مگر سابقہ فعل أَرْسَلْنَا کی مطابقت کی بنا پر نُوحِي پڑھنا اولیٰ ہے وَحْيٌ سے مشتق ہے مراد ہے وحی جلی بواسطہ جبریل علیہ السلام یہ پورا جملہ صفت ہے رِجَالًا کی۔ إِلَىٰ جارہ انتہائے غایت کے لیے ہے هِمْ ضمیر کا مرجع رِجَالًا ہے۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ ہے أَهْل اسم جامد ہے مذکر ہے مگر مونث کے لیے مستعمل ہے اس کی تصغیر أُهَيْل ہے نہ کہ أُهَيْلَة یہ بیان نسبت کے لیے آتا ہے خواہ کیسی ہی نسبت ہو۔ دینی۔ کسبی خاندانی۔ حسبی۔ نسبی۔ ترابتی۔ وطنی۔ یہاں یہ آخری نسبت مراد ہے الْقُرَىٰ جمع مکسر کثرت ہے قَرْيَةٌ کی دراصل تھا قُرَيٌ۔ یٰ متحرک ماقبل مفتوح اس لیے یٰ کو ساکن کر دیا۔ أ۔ ہمزہ سوالیہ فَ حرف سبب لَمْ يَسِيرُوا فعل مضارع نفی جحد بمعنی ماضی مطلق۔ سَيْرٌ اجوف یائی سے مشتق ہے بمعنی سفر کرنا یعنی دور دراز چلنا فِي جارہ بمعنی عَلَى الْأَرْضِ الف لام جنسی مراد ہے ساری سطح زمین۔ فَ تعلیلیہ يَنْظُرُوا فعل مضارع مثبت بمعنی ماضی صیغہ جمع مذکر غائب بحالت جزم فَ تعلیلیہ جزائیہ نے جزم دیا اس لیے نون اعرابی گر گئی دراصل تھا يَنْظُرُونَ۔ آخر کا الف تفخیم کے لیے نون کی جگہ آیا۔ نَظَرٌ سے مشتق ہے بمعنی آنکھ سے دیکھنا حاسے سے سمجھنا۔ كَيْفَ مبنی ہے بحالت نصب ہے سارا جملہ مفعول بہ ہے يَنْظُرُوا کا جو عرض یعنی قائم بالذات کے عوارض عشرہ میں سے ایک ہے۔ یہاں کیفیت محسوسہ کے لیے ہے۔ یہ کیف موصوف آگے الَّذِي اسم موصول

پوشیدہ ہے۔ کَانَ فعل ماضی تامہ عَاقِبَۃُ اسم فاعل مونث عقبٌ سے بنا ہے بمعنی پیچھے آنا یا ہونا۔ آخر ہونا۔ نتیجہ ملنا۔ یہاں آخر ہونا مراد ہے۔ فاعل ہے کَانَ کا اس لیے مرفوع ہے۔ تنوین نہ آئی اس لیے کہ مضاف ہے عربی نحو میں تنوین (دو زبر۔ زیر۔ پیش) سے مانع تین چیزیں ہیں۔ ۱ اضافت ۲ الف لام ۳ غیر منصرف) اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع بحالت جر مضاف الیہ ہے اس کا صلہ لَمْ یَجُوْدِیْنَ پوشیدہ ہے من جارہ بیانیہ ہے قبل اسم ظرف مضاف اس لیے معرب ہے۔ جر ظاہر ہوا ھِمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ وَ حرف جملہ لام کے دار اسم جامد ہے بمعنی چار دیواری مراد گھر یا علاقہ ہے بحالت رفع ہے مبتدا ہے تنوین سے مانع اضافت ہے اَلْاٰخِرَۃ میں الف لام عہد خارجی ہے آخِرَۃٌ بروزن فاعلۃٌ مونث اسم فاعل کا صیغہ ہے اُخُرٌ مہموز الفا سے مشتق ہے بمعنی پیچھے ہونا۔ آخری ہونا الاٰخرت مضاف الیہ ہے مراد ہے باقی رہنے والا گھر یعنی سب گھروں کو فنا ہے مگر اس کو بقا لہٰذا یہ آخری ہوا۔ بعض نے کہا یہ اضافت نفسی ہے۔ بعض نے کہا یہ اضافت غیری اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ اضافت نفسی میں مضاف و مضاف الیہ کے درمیان اتحاد ذاتی یا صفاتی ضروری ہے جیسے ماءُ الثلج برف کا پانی یہ ذاتی اتحاد ہے۔ اور ماءُ البرد ٹھنڈک کا پانی صفاتی اتحاد۔ مگر دار الاٰخرت میں کوئی اتحاد نہیں۔ دار اور چیز ہے آخر ہونا اور چیز ہے۔ جیسے حق الیقین وغیرہ کہ یہ بھی اضافت غیری ہیں خیرٌ مصدر بمعنی اسم مفعول موصوف ہے اگلی عبارت کا بحالت رفع ہے خبر ہے سابقہ مبتدا کی۔ لِلَّذِیْنَ لام جارہ متعلق ہے ثابتٌ پوشیدہ صفت کا اَلَّذِیْنَ اسم موصول مجرور ہے جمع مذکر۔ اس کا صلہ ہے اِتَّقَوْا فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب باب افتعال سے بنا دراصل تھا اِوْتَقَیُوْا وَقْیٌ لفیف مفروق سے مشتق ہے واؤ کو تاء کیا اور دونوں تاء کا ادغام کر دیا اِتَّقَیُوْا ہو گیا یٰ پر ضمہ ثقیل تھا للہٰذا ضمہ ماقبل کو دیا اور بوجہ ساکنین یٰ کو گرا دیا۔ وَقْیٌ کے معنی ہیں بچنا۔ بچانا۔ ڈرنا۔ علیحدہ ہونا۔ رعب میں آنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ اَ ہمزہ سوالیہ ہے۔ اقرار کے لیے یا سوال رغبت کے لیے ہے فَ تعقیبیہ ہے۔ لَا تَعْقِلُوْنَ فعل مضارع منفی بلا۔ بمعنی حال ہے۔ عَقْلٌ سے مشتق ہے بمعنی دماغ سے غور کرنا۔ حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ حَتّٰی عاطفہ ابتدائیہ غایت کے لیے اس عبارت کا عطف ہے سابقہ عبارت وَمَآ اَرْسَلْنَا (الخ) پر اِذَا ظرف زمانی شرطیہ اِسْتَیْـَٔسَ فعل ماضی مطلق باب استفعال سے ہے۔ اَلْیَأْسُ لفیف مقرون سے مشتق ہے بمعنی مایوس ہونا اَلرُّسُلُ الف لام استغراقی جمع کثرۃ منصرف تکسیر کے لیے فاعل ہے بحالت رفع وَ عاطفہ ظَنُّوْا فعل ماضی باب نَصَرَ ظَنٌّ مضاعف ثلاثی سے ہے بمعنی خیال یا گمان یا وہم یا یقین کرنا۔ یہاں یقین کے معنی میں ہے دوسرے معنی مراد لینا حرام ہے اس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع مستتر ہے اس کا مرجع اَلرُّسُلُ ہے اَنَّ درمیان کلام میں اس لیے مفتوح الہمزہ ہے مفعول بہ ہے ظَنُّوْا ھُمْ ضمیر منصوب متصل اسم اَنَّ

ہے ۔ اس کے مرجع میں دو قول ہیں ۔ ۱ الرُّسُل ہے اور اسی کو ترجیح ہے ۲ اس کا مرجع کفار اَھْلِ قُرٰی ۔ قَدْ کُذِبُوْا فعل ماضی قریب مجہول مثبت صیغہ جمع مذکر غائب کِذْبٌ سے مشتق ہے بمعنی جھوٹ بولنا ۔ اس فعل کی چار قراءتیں ہیں ۱ کُذِبُوْا باب ضَرَب ۲ کَذَبُوْا فعل معروف باب ضَرَب ۳ کُذِّبُوْا معروف باب تفعیل ۔ فعل مجہول کی صورت میں نائب فاعل الرُّسُل ہے ۔ جاء ۔ فعل ماضی مطلق معروف مثبت یہ جملہ جزاء اول ہے اِذا کی ھُمْ ضمیر مرفوع منفصل مفعول بہٖ ہے یا مفعول فیہ ۔ یا ظرف ہے تو دراصل تھا عِنْدَھُمْ ھُمْ کا مرجع الرُّسُلْ ہے نَصْرُ مصدر ہے اسم جامد کے درجے میں بحالتِ رفع ہے کیونکہ فاعل ہے تنوین سے مانع اضافت ہے نا ضمیر جمع متکلم اس کا مضاف الیہ فَنُجِّیَ ف تعقیبیہ جزائیہ اگلا جملہ جزاء دوم ہے ۔ نُجِّیَ کی تین قراءتیں ۱ نُجِّیَ فعل ماضی مجہول باب تفعیل صیغہ واحد غائب نَجْوٌ ناقص یائی سے مشتق ہے بمعنی نجات پانا ۔ رہنا ۔ یہاں دونوں معنی مناسب ہیں یہ قراءت راجح ہے ۲ نُنَجِّیْ فعل مضارع صیغہ جمع متکلم دراصل تھا نُنْجِیْ باب افعال ۔ نون ثانی کو جیم سے بدل کر دونوں جیم کا ادغام کیا ی کو بوجہ ثقل ساکن کردیا ۔

۳ نُنْجِیْ بغیر تعلیل اصل حالت میں ۔ ان دو قراءتوں میں یہ عبارت جزا نہیں بلکہ علیحدہ جملہ ہے مَنْ اسم موصول نائب فاعل پہلی قراءت میں اور مفعول بہٖ ہے دوسری دو میں ۔ نَشَاءُ فعل مضارع جمع متکلم بمعنی حال یا بمعنی ماضی ۔ ڈو جملہ یا عاطفہ ۔ لَا یُرَدُّ فعل مضارع مجہول بمعنی حال باب تفعیل صیغہ واحد غائب رَدٌّ مضاعف ثلاثی سے ہے بمعنی لوٹانا یا لوٹنا ۔ یہاں دوسرے معنی سے متعدی ہے بَأْسُ مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ مجرور بَأْسُ بحالت رفع نائب فاعل ہے ۔ عَن جارہ مجاوزت زوالیہ کے لیے اَلْقَوْم ۔ الف لام عہدی قوم مصدر بمعنی اسم فاعل بحالتِ جر موصوف ہے لفظی واحد معنوی جمع ہے اَلْمُجْرِمِیْنَ الف لام عہدی اسم فاعل جمع مذکر ہے مُجْرِم کا باب افعال سے ہے صفت ہے ۔ جُرْمٌ سے مشتق ہے بمعنی دینی یا دنیوی لحاظ سے ناجائز کام کرنا ۔

تفسیر عالمانہ

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور اے پیارے نبی ہم نے آپ سے پہلے اپنے راستے پر بھیجنے والے جتنے بھی انبیاء کرام مبعوث فرمائے وہ سب نہایت شکیل وجیہہ خوبصورت خوب سیرت اعلیٰ شان، قوت والے مرد ہی ہوئے از حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علیہم السلام سب رسولانِ کرام مرد ہی تشریف لائے نہ کوئی فرشتہ نبی ہوا نہ جن نہ عورت یہ کفار بدنصیب آپ جیسے نبی سید المرسلین کو چھوڑ کر مطالبہ کررہے ہیں کہ کوئی فرشتہ نبی بن کر آئے ۔ اے نادانو فرشتوں میں وہ خوبیاں کہاں جو ہمارے اولو العزم رسولوں میں ہیں ۔ ہمارے انبیاء معدن علم ہیں ۔ جُندُ الرحمٰن ہیں ۔ کنزُ الایمان ہیں ۔ خلیق زمان ۔ شفیق عرفان ۔ مخزن غفران ہیں محبت و شفقت بھرے ہوئے ۔ صابر ۔ حلیم و حوصلہ مند ۔ یہ ان ہی کی حلیمی ہے کہ تم لوگ گستاخی سرکشی کے باوجود

زندہ بچتے چلے آ رہے ہو بھلا کوئی فرشتہ تمہاری ذرا سی بیہودگی کب برداشت کر سکتا ہے آج تو نادان بچوں کی طرح ضد اور ہٹ دھرمی سے فرشتوں کا مطالبہ کر رہے مگر سمجھ لو کہ آگ سے کھیلنے والا معاملہ ہے۔ پھر پوچھو گے کہ بنی اسرائیل کو کیوں نبی بنا دیا ارے دھار ڈالا۔ یہ ہماری کریمی ہے کہ اپنی ساری وحی پیغام ان بیلے با ہمت مردوں کی ہی طرف بھیجی۔ فرشتوں میں یہ ہمت کہاں۔ ہماری وحی قرآن تو اگر پہاڑوں پر اترتا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا مرد بھی گاؤں کے نہیں جو ماحول کی بنا پر سخت مزاج ہوتے ہیں موٹی عقل والے کم فہم۔ بلکہ مِن اَھلِ القُریٰ۔ شہروں کے انتہائی صاف ستھرے ماحول والے۔ خیال رہے کہ کوئی نبی گاؤں کے وطنی نہ ہوئے۔ علماء کرام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مردوں میں چار خصوصیات وہ پیدا فرمائی ہیں جو نہ فرشتوں میں ہیں نہ جنات میں نہ عورتوں میں۔

۱۔ جسمانی بناوٹ۔ مرد اگر زیادہ سونے زیادہ کھانے اور اسلامی عبادات و ریاضات سے غافل ہو کر اپنے جسم کو مخنثانہ بناوے یا پیدائش والدین کی غفلت یا بیماری کی وجہ سے پیدائشی کمزور نہ ہو تو مردانہ جسم ایسا حسین خوبصورت ہوتا ہے کہ جانور تو در کنار انسان بھی مرعوب ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اس پر ایمانی حیاداری کی زینت بھی ہمراہ ہو تو کمال پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ جسمانی ساخت نہ فرشتوں کو ملی نہ جنات کو وہ تو خیر اجسام لطیف ہیں۔ عورت کی بھی یہ کیفیت نہیں ملی عورت کتنی ہی طاقتور یا خوبصورت سڈول جسم والی ہو اس کو دیکھ کر شہوت تو آ سکتی ہے مگر ہیبت نہیں آ سکتی۔

۲۔ قوت۔ مرد کی اصل قوت کے برابر جس کو قلبی اور نفسیانی طاقت و جرأت کہا جاتا ہے وہ مرد کی خصوصیات سے ہے اس پر روحانی طاقت کا ملاپ اور بھی شان والا ہے۔ ۳۔ رب تعالیٰ نے مرد کی دماغی بناوٹ کچھ اس انداز سے خلقت فرمائی ہے کہ ہر جسم کے کروڑوں علوم اس ذرا سی ذہنیہ میں سما جاتے ہیں یہ جوہر دماغی نہ فرشتوں کے پاس ہے نہ جنات کے پاس نہ مستورات کے پاس۔ اسی کا حضرت آدم سے مظاہرہ کرایا گیا ورنہ یہ بات نہ تھی کہ رب نے نہ سکھایا بلکہ حقیقت یہ تھی کہ فرشتوں کے پاس علم پڑھنے سیکھنے کا جوہر ہی نہیں پیدا کیا گیا۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جن کی بنا پر صرف مرد ہی کو تاج نبوت عطا کیا گیا۔ عورت کتنی ہی عابدہ زاہدہ ہو اس کی انتہائی ترقی مدارج صدیقیت تک ہو سکتی ہے جیسے صدیقہ آسیہ۔ صدیقہ مریم۔ صدیقہ خدیجہ کبریٰ۔ صدیقہ عائشہ۔ صدیقہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور اگر کسی فرشتے کو نبی بنایا جاتا تو وہ بھی انسانی مردی شکل میں ہی آتا اور بات وہی ہوتی۔ اس لیے کہ نبی کے ذمے جو قانون پہنچانا ہوتا ہے وہ زندگی کا پورا نقشہ اور شعبہ زندگی کا مکمل خاکہ پیش کرتا ہے جو صرف قولاً نہیں عملاً بھی سمجھانا پڑتا ہے۔ ملائکہ اور جنات حیات انسانی کا پورا عملی مظاہرہ نہیں کر سکتے اور عورت اپنی پردہ نشینی۔ کمزوری جسمانی بناوٹ کی بنا پر نبوت کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا سکتی۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے اپنی عظیم ذمے داری اٹھانے نبھانے کائنات کو سکھانے کے لیے مردوں کو ہی نبی رسول بنایا یہ اس کی عین حکمت ہے۔ مرد ہی کائنات کے ہر میدان میں سینہ سپر ہوتا رہا ہے۔ خصوصیت ۴ لطیفہ۔ کسی نے پوچھا کہ بتاؤ وہ کونسا جانور ہے جس کو خشکی کا بھی کہا جاتا ہے

بان کا بھی فضائی بھی ہوائی بھی ناری بھی آبی بھی۔ آسمانی بھی زمینی بھی، برفانی بھی، ریگستانی بھی، جنگلی بھی۔ آبادی بھی۔ گوشت خور بھی۔ گھاس خور بھی۔ پرندہ بھی، چرندہ بھی۔ درندہ بھی۔ لوگ حیران ہوئے تو خود ہی فرمایا کہ وہ مرد ہے دیکھ لو تاریخ میں مرد کے تمام روپ ملتے ہیں۔ مگر جواہراتِ مردی ایمان کے پانی سے پھلتے پھولتے ہیں کافر کے پاس یہ قسمیں کہاں اس لیے اُن کو مومن بنانے پر زور دیا جاتا ہے انبیا بھیجے جاتے ہیں۔ اگر یہ مومن بن جائے تو یہی دنیا کا رومی و غزالی و رازی ہے اور یہی دین کا غوث و قطب و ابدال ہے۔ لیکن اگر کفر کی گندگی میں پڑا ہو تو ظاہری آنکھوں دل دماغ سے بھی اندھا و ناکارہ ہو جاتا ہے کہ نہ عبرت پکڑتا ہے نہ غور و فکر۔ حالانکہ بار بار کہا جاتا ہے کہ یہ نا سمجھ باہر کی دنیا کا نگاہ عبرت سے کیوں سیر نہیں کرتے کہ دیکھیں کہ جن بدکاروں سرکشوں نے دامنِ نبوت سے منہ موڑ کر جوہر انسانی کو ضائع کر دیا ان کا کیا بُرا انجام ہوا۔ کہ ابدی آخرت ہی برباد ہو گئی حالانکہ آخرت کا گھر دنیا کے کھیل تماشوں سے بچنے والوں کے لیے پرہیزگاروں متقیوں کے لیے کروڑوں درجے بہتر ہے۔ مگر تم عقل سے کام نہیں لیتے یا عقل رکھتے ہی نہیں کہ ان باتوں کو سمجھو۔ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔ ہمارے ان انبیاء کرام نے ان مشرکین کو ایک دو سال ہی نہیں بلکہ سالہا سال سمجھایا سکھایا بتایا سنایا اور دین و توحید الٰہی کا درس پڑھایا اور نہ ماننے شرک سے توبہ نہ کرنے کی صورت میں عذاب دنیوی سے ڈرایا۔ مگر بجز چند سیدھے سادھے غریب مسکین لوگوں کے کسی نے ایمان قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک طرف تو انبیاء کرام کافروں کی قبولیت حق و صداقت سے اور ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور دوسری طرف کافروں نے یہ یقین کر لیا بلکہ عَلَى الْاِعْلَان کہنا شروع کر دیا کہ کوئی عذاب وغیرہ نہیں آئے گا خواہ مخواہ انبیاء نے معاذ اللہ جھوٹ بول بول کر ہمارے دم خشک کئے ہوئے تھے اور ہم جھوٹے فریب دیئے گئے ہیں کہ اچانک ہماری نصرت جو انبیاء کے لیے رحمت و مدد تھی اور کفار کے لیے عذاب تھی۔ ان سب کے پاس آ گئی۔ اتنا تیز آناً فاناً عذاب آیا کہ کوئی بچ نہ سکا۔ ہاں ہم نے جس کو چاہا پسند کیا بچا لیا وہ کون خوش نصیب بچنے والا تھا یہی ہمارے انبیاء کرام اور ان کی جماعت تابع فرمان مومنین۔ اور سابقہ نافرمان اُمتوں کی تاریخ سے ثابت و ظاہر ہے کہ کبھی بھی ہمارا عذاب مجرم قوم سے نہ پھیرا گیا۔ تو اے مکے والو تم پر بھی اگر ایسا ہوا تو عذاب نہ ٹلے گا خواہ وہ کسی شکل میں آئے۔ آسمانی ہو یا زمینی۔ فرشتوں کے ہاتھوں ہو یا مسلمانوں کے ہاتھوں۔ میدان جنگ میں ہو یا شہر مکہ تمہارے گھروں میں۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ اسلام کے تمام ذمہ داری والے منصب اللہ تعالیٰ نے مردوں کو ہی عطا فرمائے ہیں اسی لیے نبوت امامت۔ غوثیت۔ قطبیت اور منصب قضا مردوں کو ہی ملے۔ بچے بھی مردوں میں شامل ہیں کیونکہ نبوت بچپن میں ہی ملتی ہے۔

دوسرا فائدہ۔ مرد بہر حال عورت سے اشرف ہے اگرچہ بعض عورتیں افضل ہیں مگر من حیث المجموع مرد افضل ہے کیونکہ کسی عورت کو نبوت یا کوئی اور منصب نہ ملا۔ یہ فائدہ اِلَّا رِجَالًا نُّوحِیۡ (الخ) سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ آخرت کا عیش و آرام دنیا سے کہیں زیادہ ہے اور یہ متقیوں کو ضرور ملے گا۔ اگرچہ دنیا میں بھی آرام کی زندگی پائی ہو۔ اسی طرح کافر آخرت میں ضرور عذاب پائے گا اگرچہ دنیا میں بھی مصیبت میں رہا ہو۔ یہاں کی کوئی حالت وہاں بدلے میں کافی نہ جائے گی۔ یہ فائدہ ولدار الاخرۃ (الخ) سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ۔** مومن کے لیے دنیا جیل ہے اگرچہ اس کو دنیا میں کتنی ہی آسائش ہو اور دنیا کافر کی جنت ہے اگرچہ اس کو کتنی ہی دنیا میں تکلیف ہو۔ کیونکہ مومن کا دل ہزار عیش و آرام کے باوجود اس دنیا میں نہیں لگتا۔ گھبراتا ہے۔ کافر مسرور ہے۔ دنیا کے لیے ہزار ہا دھوکا فریب کرتا ہے تو جو مسلمان ہو کر حصول دنیا کے لیے دھوکہ فریب اور حرام تجارت اختیار کرے وہ مومن کہلانے کا حقدار نہیں۔

احکام القرآن | ان آیات کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دنیا سے امید لگانا یا آس لگانا بعض موقعوں پر جائز ہے بعض پر ناجائز ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے ناامید ہونا حرام ہے۔ یہ مسئلہ اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ عورتوں کو قاضی یا جج یا امام یا پیر مرشد بنانا حرام ہے۔ عورت کی بیعت کرنا۔ یا آئی زمانہ اس کو سربراہ مملکت کے لیے ووٹ دینا سخت ناجائز ہے۔ یہی مسئلہ نماز کی امامت کے بارے میں ہے کہ عورت مرد کی امام تو قطعاً نہیں بن سکتی البتہ اگر عورتوں کی امام بنے تو بھی آگے نہیں کھڑی ہو سکتی بلکہ پہلی صف میں کھڑی ہو کر مقتدی عورتوں کے قدموں سے قدم جوڑ کر امامت کرا سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس کی آواز غیر مرد نہ سنیں اور صف کے درمیان کھڑی ہوگی۔ یہ مسئلہ اِلَّا رِجَالًا (الخ) سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ قانون شریعت کے مطابق گاؤں میں جمعہ پڑھنا سخت ناجائز ہے اور دراصل جمعہ کی اصلیت اور وجہ قیام کے خلاف ہے اس لیے کہ جمعہ کا مقصد ہے ارد گرد کے لوگ کم از کم آٹھویں دن چھٹی کر کے ایک ایسی جگہ جمع ہو جائیں جہاں وہ علم و عرفان دین و ایمان نماز روزے کے بڑے چھوٹے مسائل سن سکیں۔ اور ایسے شخص کے پاس جمع ہوں جو یہ سب باتیں جانتا ہو۔ گاؤں میں یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی نہ کبھی ہوئی ہے۔ باری تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو بھی گاؤں میں نہ رکھا تو گاؤں کی طرف کسی کو بلانے کا مقصد کیا ہے۔ للہذا اقتضاءً گاؤں میں جمعہ قائم کرنا مصلحت جمعہ اور حکمت باری تعالیٰ کے خلاف ہے یہ ہی امام اعظم کا مسلک ہے۔ یہ مسئلہ مِنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰی سے مستنبط ہوا۔ جمعہ کا پورا بیان ہمارے فتاوے اول میں مطالعہ فرماؤ۔

اعتراضات | یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں من اَھلِ الْقُرٰی سے ثابت ہو رہا ہے کہ کوئی نبی گاؤں یا چھوٹی بستی میں مبعوث نہ ہوا نہ کسی پیغمبر پاک نے گاؤں کی رہائش اختیار کی لیکن اسی سورت کی ابھی پہلی چند آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام نے والد محترم کی مصر تشریف آوری پر والد اور بھائیوں سے کہا کہ شکر ہے مولیٰ تعالیٰ کا کہ اس نے آپ لوگوں کو گاؤں سے شہر داخل کیا ۔ نیز حضرت یعقوب اس سے پہلے واقعی گاؤں ہی میں رہتے تھے ۔ تو یہ تعارض کیسا ہے ۔

جواب ۔ یہ بالکل درست ہے کہ واقعی کوئی نبی کسی گاؤں کا رہائشی نہیں ہوا علیہم الصلوٰۃ والسلام ۔ حضرت یعقوب کنعان سے باہر ایک چھوٹی سی بستی میں صرف عارضی طور پر جانوروں کی دیکھ بھال کے لیے تشریف رکھتے تھے غیر مستقل مگر آپ کی اصل رہائش وطن ۔ اور آپ کا قانون کنعان کے علاقے کے تمام شہروں میں جاری تھا ۔ اور آپ کی بعثت فلسطین میں ہوئی تھی **دوسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا کہ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ یعنی ہم صرف مردوں کو وحی کرتے رہے ۔ لیکن سورت قصص آیت ۷ میں اشارہ ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی (الخ) اور سورت انفال آیت ۱۲ میں ہے ۔ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ ۔ یعنی ہم نے والدۂ موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی اور فرشتوں کو وحی کی جس سے ثابت ہوا کہ عورت بھی نبی ہو سکتی ہے اور فرشتے بھی ۔ **جواب** ۔ معترض نے سورت یوسف کی اس آیت ۱۰۹ پر غور نہیں کیا ۔ یہاں دو لفظ ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا اِلَّا رِجَالًا ۔ اور نُوْحِیْٓ ۔ یعنی ہم نے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا اور ہم ان کو وحی کرتے رہے ۔ یہاں مقصود اَرْسَلْنَا اور رِجَالًا کی وضاحت ہے نہ کہ نُوْحِیْ کی ۔ اس حصر سے ثابت ہو گیا کہ رسول صرف مرد ہی ہوئے نہ عورت نہ فرشتہ نہ جن ۔ رہا وحی تو اس کا لغوی معنیٰ ہے پیغام ۔ جب اس کی نسبت انبیا کی جانب ہوگی تو معنیٰ ہوگا قانونی پیغام ۔ نزول کتاب و صحیفہ ۔ اور جب اس کی نسبت غیر انبیا کی طرف ہوگی تو معنیٰ ہوگا الہام اور غیر قانونی دین کے علاوہ پیغام ۔ کوئی بات ۔ جیسے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ سورت نحل ۶۸ ۔ آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو وحی بھیجی تو یہ مطلب نہیں کہ مکھی معاذ اللہ نبی بن گئی ۔ یہ باریکی اور لغوی ترجمہ صرف ذہن نشین رکھنا چاہیے ۔

تفسیر صوفیانہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنْ اَھْلِ الْقُرٰی اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یہ عالم فنا کچھ ساعتوں کے لیے گزرگاہ منزلِ بقا ہے یہاں سے سب کو گزرنا ہے مگر ہماری امانت وحی پیغام بہتری مدنیات ازلی کو اٹھانے والے ہمیشہ میدان تجلیات کے برداشت کرنے والے کمزوروں ضعیفوں دکھوں والے سہاروں کو صراط نفسیات سے گزارنے والے مردان دلیر ہی ہوتے اور بھیجے جاتے رہے جو تنہائیوں کے گاؤں والے بدوی ۔ اور کج خلق نہیں بلکہ شہر و فا و مروت ۔ قرینۂ محبوبیت و حلیمی کے وارث رہے ۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ مردانِ خداداد ہیں جن کا قلب مثل یوسف حسین ہے اور عقل مثل

یعقوب ہے اور ظاہری حواس خمسہ و باطنی جواہر خمسہ مثل ستاروں کے کنعان عشق کی خواب فراق میں چمکنے والے۔ جن کی قوت عمل مثل بنیامین طعن اغیار برداشت کرنے والی ہو جن کا نفس لوامہ مثل راحیل مزار علم کے حجاب میں رہ کر خواہشات کے بُت توڑ دینے والا ہو۔ اور جن کا نفس امارہ مثل لیّا عشق قلبی کے سامنے عاجزی سے سجدہ ریز ہو۔ جو طبیعت کے کوئیں میں گرا ہوا اور ملائکہ کا زیارت گاہ بنا ہو۔ جنہوں نے نور فطری کی قمیص پہنی ہو جن کی خواہشات جذب کو خوف الٰہی کے بھیڑیئے نے کھالیا ہو اور جن کے دامن صداقت پر معاصی کا خون ہوگیا ہو۔ مردانِ الٰہیہ وہ ہیں جن کی نگاہیں اغیار کو دیکھنے سے اندھی ہو چکی ہوں جنہوں نے اپنی حیثیت کو کھوٹے داموں فروخت کردیا ہو۔ جن کے اعمال کا خریدار مصر لامکانی کا عزیز الخلائق ہو۔ جس کی قوۃ فکر کی زلیخا کا دامن شہوت ابھی تک پاک ہو۔ جن کے لباس فخر و غرور کا دامن پیچھے سے پھٹ چکا ہو اور اعمال صالحہ کا دامن محفوظ ہو۔ نہ پھٹ سکے۔ جن کی عفت کی گواہی عقل رحمانی ادا کرے جن کے دروازۂ استقبال پر روحِ یزدانی کا وجود ہو جو خلوت ریاضت کی جیل میں رہنا پسند کریں جو الفت روحانی کے ساتھیوں میں ہوں۔ جن کو عالم جبروت کی شراب عشق اور عالم ناسوت کی لذات طعام کی تعبیریں یاد ہوں۔ جن کو لذت وصل کے بلاوے آئیں جن کے ادراک کی ساتوں قوتیں نفس کی ساتوں قوتوں پر غلبہ پالیں۔ جو خزانۂ عشق الٰہی کے سچے حفیظ و علیم ہوں جن کو انوار ذات کا تاج پہنا کر معرفت کے دربار میں عزت کے تخت پر بٹھایا گیا ہو جن کو اغیار کبھی پہچان نہ سکیں جن کی معرفت کے لیے نگاہ سوز چاہیئے۔ یہی ہماری راہ کے مرد ہیں جن کو ہم نے بھیجا ہے اے غافلو دنیا کثیف کے گہواروں میں سونے والو اٹھو جاگو اور ہماری زمین امتحان کی سیر کرو۔ میدان عبرت میں ذرا گھومو پھرو اور غور کرو کہ اغیار کا آخری انجام کیا ہوا۔ آخرت کی منزل تو ان کے لیے اچھی اور مفید ہے جنہوں نے صرف ہمارے لیے دونوں جہان سے پرہیز کرلیا۔ کیا تم کو عقل نہیں کہ الفت اغیار کے فتنے کو سمجھو شاہی پیمانے کے راز کو پاسکو۔ اور لذت جور عشق جان سکو۔ حَتّٰۤی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔ اہل خلق خالق سے مایوس ہوتے ہیں مگر اہل سعادت مخلوق سے مایوس ہیں۔ خالق تعالیٰ سے مایوس ہونا عین کفر ہے اور مخلوق سے مایوس ہونا عین ایمان ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اللہ کے بندوں سے مایوس ہونا اللہ ہی سے مایوس ہونا اللہ ہی سے مایوسی ہے اللہ کے بندے اولیاء کاملین ہیں۔ ان کی عطا سے مایوسی شرک ہے۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب تک کسی کے دل میں انبیاء کرام کی عظمت قائم ہے اس پر کسی قسم کا عذاب نہیں آسکتا اس کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ دعائیں ہم کو پسند ہیں جب کوئی بدنصیب بارگاہ نبوت سے دُر کارہ جائے اور نبی رحیم اس کی بد خلقی سے مایوس ہو جائیں۔ اور گستاخان بارگاہ اپنی گستاخی میں حد سے گزر جائیں۔ یہاں تک کہ دامن نبوت کو جھوٹ سے گندہ سمجھنے لگیں یا نبی کے لیے جھوٹی بات ممکن مان لیں تب عظمت شان نبوت بچانے کے لیے ہماری مدد پہنچ جاتی ہے۔ جو گستاخوں کو

جسمانی یا روحانی یا قلبی یا ذہنی طور پر دنیا میں ہی ہلاک کر دیتی ہے اور آخرت میں دائمی عذاب بن جاتی ہے۔ بدکاروں کی ہلاکت نیکوں کی مدد ہے ظالم کی رسوائی مظلوموں کی مدد ہے نفس امارہ کی مخالفت مومن کی مدد ہے اسی لیے عذاب الٰہی کو نصرنا فرمایا۔ شریعت میں قدم رکھنے والے کی پکڑ اُس وقت ہوتی ہے جب زبان فاسد ہو جائے اور راہِ معرفت میں قدم رکھنے والے کی پکڑ اُس وقت ہوتی ہے جب ذہن اور گمان فاسد ہو جائے۔ اگر رب نے علماء کرام کا لباس عطا فرمایا ہے تو زبان کو سنبھالو بری تقریروں چھچھوری باتوں سے بچو اور اگر رب نے لباس صوفیا کی سعادت بخشی ہے تو دماغ اور خیالات اور تصورات کو پاکیزہ بنالو ورنہ جب ہمارا عذاب حرمانی اور محرومی انوار۔ دوری بارگاہ کا خطرناک رسوا کرنے والا عذاب آجاتا ہے تو بس وہی بچ سکتے ہیں جن کو ہم چاہیں اور ازلی بدنصیبوں جنھوں نے راہِ معرفت میں بھی مکر کے جال پھیلائے ہوئے ہیں اُن سے ہمارا عذاب بے التفاتی واپس نہیں کیا جائے گا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں سب کا سب سے بڑا عذاب طالب معرفت کے لیے رب تعالیٰ کی بے التفاتی ہے اور سب سے بڑا انعام رب کریم کی توجہ ہے۔ کہ یہی مقصود معرفت اور عارف کی آخری منزل ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِھٰذَا

❁

لَقَدْ كَانَ فِىْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِى

البتہ بیشک ہو گئی میں قصوں اُن کے عبرت لیے والوں

بیشک اُن کی خبروں سے عقلمندوں کی آنکھیں کھلتی

الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ

عقلوں کے۔ نہیں ہے کوئی ایسی بات جو بناوٹ کی گئی ہو اور لیکن سچائی ظاہر کرنے والی

ہیں یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں۔ لیکن اپنے سے

الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ

اُس کی جو درمیان ہے ہاتھوں اُن کے اور مفصل بیان ہر چیز کا

اگلے کاموں کی تصدیق ہے۔ اور ہر چیز کا مفصل بیان

ع ۱۲

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور ہدایت	اور	رحمت	لیے	اُس	قوم	کے	جو	ایمان	لاتے	ہیں۔

اور	مسلمانوں	کے	لیے	ہدایت	اور	رحمت۔

تعلق

اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیات میں ایک دراز قصہ بیان ہوا - اب اِن آیات میں اُس کے بیان کی وجہ اور مقصد کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیت سے ظاہر ہوا تھا کہ یہ واقعات ساری قوموں کو سنایا گیا ہے۔ اب اِن آیات میں بتایا گیا کہ اِس سے خاطر خواہ نصیحت اور فائدہ صرف ایمان والوں کو ملتا ہے کیونکہ وہ عشق و محبتِ الٰہی والے ہیں نہ کہ شیطان پرست۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیات میں کفار کے ایک مطالبے کو پورا کیا گیا جس کو انھوں نے اپنی کُتُب سے مطابق کر کے اندازہ لگایا تھا کہ زبانِ پاک مصطفٰے سے کوئی لفظ یا واقعہ تاریخ غلط اور بناوٹی ثابت نہ ہو سکی ہے۔ اب یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ جب اتنا پرانا اور دراز واقعہ ہمارے حبیب پاک نے اِس شان سے سنایا کہ تم کوئی بھی ذرا غلطی نہ نکال سکے تو مان لو کہ ہمارے نبی کی زبان سے اِس کے علاوہ بھی کوئی بات کلام قانون وغیرہ بناوٹ نہیں ہیں بلکہ سب کچھ ہدایت اور رحمت ہی ہے۔

تفسیر نحوی

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ - لام قسمیہ۔ قَدْ کَانَ ماضی قریب کَانَ تامّہ فِی جارّہ ظرفیہ قَصَص جمع ہے قِصَّۃٌ کی ایک قرأت میں قِصَص قاف سے ہے اِس کا مادّہ قَصَصٌ ہے بمعنیٰ کاٹنا۔ بدلا لینا۔ بیان کرنا۔ مختصر حالاتِ زندگی۔ یہاں یہی معنی بنتے ہیں۔ ھِمْ ضمیر مجرور متّصل کا مرجع انبیاء و رُسُل ہیں۔ عِبْرَۃٌ مصدر ہے تاء مصدریہ آخر میں ہے۔ اِسی سے ہے عُبُوْرٌ بروزنِ فُعُوْلٌ لغوی ترجمہ ہے ایک طرف سے ہٹ کر دوسری طرف جانا یعنی عبور کرنا - یہاں مراد ہے معلوم سے ہٹ کر مجہول کی طرف جانا۔ برائی سے ہٹ کر سچائی کی طرف جانا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے سوچنا سمجھنا غور و فکر کرنا۔ لام جارّہ نفع کا۔ اُوْلِی۔ یہ اسم اسماءِ فاعلیہ میں سے ہے۔ جمع ہے اِس کا واحد کوئی نہیں ہوتا۔ اعراب کے اعتبار اسماءِ مکبّرہ میں سے ہے بحالتِ رفع اُولُوا ہوتا ہے اور بحالتِ زبر یا زیر اُولِی ہوتا ہے یہاں زیر کی حالت میں ہے لام جارّہ کی وجہ سے۔ ہمیشہ اضافت سے ہوتا ہے۔ بعض نے کہا اس کا واحد ذُو ہے۔ مگر خلافِ عقل ہے کیونکہ ذُو کی جمع ذَوُو ہے ہاں اِس کے واحد کی جگہ استعمال ہو جاتا ہے۔ یہ مضاف ہے اِس کا مضاف الیہ اَلْبَاب ہے۔

جمع ہے لُبٌّ کی لغوی ترجمہ ہے ۔ ملا خالص مٹ یا جوہر ۔ (یعنی عرق) ملا ستھری ہوئی چیز ۔ دل کے ساتھ ایک سفید چربی کی بوٹی ہوتی ہے اُس کو بھی لُباب کہدیا جاتا ہے پگھلتی نہیں ہے ۔ اصطلاح میں خالص اور پاکیزہ عقل کو الباب اور لُبٌّ کہا جاتا ہے ۔ یہی یہاں مراد ہے یعنی وہ عقل جس میں شر کی گندگی بالکل نہ ہو ۔ عقل اور لُب میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے ۔ مَاکَانَ ۔ فعل ماضی مطلق ماضی منفی ناقصہ ہے ھُوَ ضمیر پوشیدہ اسم کَانَ ہے اس کا مرجع قصص ہے حَدِیثًا واحد ہے اس کا جمع ہے اَحادیث حَدَثٌ سے مشتق ہے بمعنی نیا ہونا ۔ انوکھا ہونا ۔ بیان ہونا ظاہر ہونا ۔ مشہور ہونا بات ہونا ۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں بحالت نصب ہے کیونکہ خبر کَانَ ہے موصوف ہے اگلی عبارت صفت ہے ۔ یُفْتَرٰی فعل مضارع مجہول صیغہ واحد غائب باب افتعال ہے اس کا مادہ فَرْیٌ ناقص یائی ہے بمعنی جھوٹ بنانا ۔ پھاڑنا ۔ بُہتان باندھنا ۔ عجیب کام کرنا ۔ پانی کا چشمہ پھوٹنا ۔ گھبرانا ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہے ۔ وَ عاطفہ لٰکِنْ حرف عطف نہیں جیسا کہ بعض نادانوں نے کہا بلکہ مشبّہ بالفعل ہے دراصل تھا لٰکِنَّ اگر عاطفہ ہوتا تو پہلے واؤ عاطفہ نہ ہوتی دو حرف عطف یکجا نہیں ہوتے ۔ یہ لٰکِنْ حرف تشبیہ اِنَّ واَنَّ کی طرح مخفف بھی ہوتا ہے مگر اِنَّ اَنَّ تو بالاتفاق عامل رہتے ہیں ۔ لٰکِنْ مُخَفَّفَہ میں نُحات کا اختلاف ہے مولانا جامی عمل کے خلاف ہیں مگر اخفش اس کے خلاف ہیں ۔ حضرت حکیم الامت بدایونی نعیمی اور مفتی امین الدین بدایونی فرماتے تھے کہ لٰکِنْ بھی مثل اِنَّ ہر طرح عمل کرتا ہے ۔ مگر میں کہتا ہوں کہ لٰکِنْ کے بارے میں تمام قول درست ہیں کیونکہ لٰکِنْ کبھی غیر عاملہ ہوتا ہے ۔ جیسے ۔ وَلٰکِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ (الخ) اور کبھی عامل جیسے یہاں ۔ لٰکِنْ کیسا ہی ہو مخففہ یا مشددہ استدراک کے لیے آتا ہے ۔ یعنی دو غیر کلاموں کے درمیان ۔ منفی ۔ مثبت کے بیچ میں اور جو وہم یا اندیشہ پہلے کلام سے ہوسکتا ہو اس کو دور کرنے کے لیے آتا ہے ۔ اسی کو استدراک کہتے ہیں ۔ تَصْدِیْقَ ۔ باب تفعیل کا مصدر ہے ۔ متعدی ہے یعنی سچا کرنا یا سچا کہنا ۔ صِدْقٌ سے مشتق ہے بحالتِ زبر ہے یہ سب عبارت اپنے عطفوں سے مل کر ۔ رَحْمَۃً تک اسم ہے لٰکِنْ کا ۔ اس سے اگلی عبارت خبر لٰکِنْ ہے ۔ تصدیقَ مضاف ہے ۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر اس کا مضاف الیہ ہے بَیْنَ اسم ظرف مکانی بمعنی درمیان مضاف ہے اس لیے مفتوح ہے کہ ظرف ہے پوشیدہ فعل ثَبَتَ کا یا پوشیدہ مَوْجُوْدٌ کا یَدَیْ تثنیہ ہے بحالت جر کیونکہ مضاف الیہ ہے ما قبل کا اور مضاف مَا بَعْدَ کا اس لیے نونِ تثنیہ گر گئی ہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع یا تو خود حَدِیْثٌ ہے ۔ یا اگلے مجرم لوگ توریت ۔ انجیل والے ۔ اعلیٰحضرت کا زیریں ترجمہ اسی طرف راغب یا موجودہ یہود و نصاریٰ ہمارا ترجمہ اسی طرف گیا ہے ۔ بہرحال سب مناسب ہیں ۔ وملاً تفصیل باب تفعیل کا مصدر ہے ۔ فَصْلٌ سے بنا ہے بمعنی کسی اجمال کو کھول کر پورا بیان کرنا ۔ فَصْلٌ بمعنی جدا کرنا اس کو تفعیل میں لاکر بیان کے معنی پیدا ہوئے بحالت زبر ہے کیونکہ عطف ہے تصدیق پر تنوین سے مانع مضاف ہوتا ہے ۔ کُلّ تاکید معنوی کے آٹھ اسموں میں سے ایک اسم ہے بحالت کسرہ

ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے اور تنوین سے مانع مضاف ہوتا ہے مابعد کا شَیْءٍ مجرور ہے مضاف الیہ ہے کُلِّ کا شَیْءٍ۔ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے یعنی چاہی ہوئی وَ عاطفہ۔ هُدًى۔ مصدر ہے بمعنی اِهتدا ہدایت دینا یا اسم فاعل مُہتدی یا ہادی کے معنی میں یہ مصدر ثلاثی کا ہے مگر اسکے وزن پر کم مصدر ہوتے ہیں صرف چند ہی مشہور ہیں مثلاً تُقًى۔ نُقًى۔ بُكًى۔ وغیرہ لفظ هُدًى قرآن مجید میں تقریبًا چالیس جگہ آیا ہے اس کا مادہ هَدْیٌ ہے بمعنی روشن وقت یا جگہ۔ راستہ دکھانا۔ منزل تک پہنچانا۔ یہاں مراد آخری دوٗ معنی ہو سکتے ہیں۔ وَ عاطفہ۔ رَحْمَةً معطوف ہے۔ یہ سب عبارت معطوف علیہ و معطوف اسم لکن ہے۔ لِقَوْمٍ۔ لام جارہ قَوْمٍ مجرور ہے ماقبل کی وجہ سے اور موصوف مابعد يُؤْمِنُوْنَ کا فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب کا۔ اَمْنٌ سے بنا ہے۔ باب افعال سے ہے یہ صفت اور جار مجرور متعلق ہیں پوشیدہ اسم مفعول مُفِيْدَةٌ کے۔ پھر یہ جملہ اسمیہ خبر ہے لكن کی جن بزرگوں نے لکن کو لغو مانا ہے وہ اس سب عبارت کو حدیث پر عطف کرتے ہیں۔ مگر یہ تکلفات ہیں۔ الحمد للہ کے آج مورخہ گیارہ ربیع الثانی بروز اتوار ۱۴۰۴ھ مطابق پندرہ جنوری ۱۹۸۴ء دن کے بارہ بج کر تیرہ منٹ اور اکیس سیکنڈ پر تفسیر نحوی یوسف علیہ السلام کی سورت کا مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی لکھنے کی توفیق عطا فرمائے امین بجاہ حبیبہ الکریم الامین حال بریڈ فورڈ انگلینڈ۔

تفسیر عالمانہ

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ البتہ بیشک یوسف اور ان کے بھائیوں اور ماں باپ کے ان حالات زندگی میں۔ یا انبیاء کرام کے اپنے اپنے دور کے واقعات میں۔ تبلیغ و ارشاد و معانی اور پکڑ عذاب و نجات میں۔ یا کفار اور سرکشوں ظالموں کے انجام میں۔ یا نیکوں کی نیکیوں اور بدوں کی بدیوں کی جزا و سزا کے ان قصوں میں جو قرآن مجید میں بیان فرمائے گئے عبرت ہے۔ تفکر ہے تدبر۔ غور و تحمل ہے۔ سوچ بچار ہے۔ عبرت کا معنیٰ ہے۔ ماضی یا حال کے معلوماتی موجودہ حالات و کیفیات کو دیکھ سن کر مستقبل کے غیر موجود انجام مجہول نتیجہ کے متعلق کے لیے غور فکر کرنا تاکہ برے کام سے بچا جائے اور ماضی و حال کے اچھے کام اور اس کے ظاہر شدہ نتیجہ کو کیا جائے اور اچھے نتیجہ کی خواہش کی جائے تاریخوں سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فاصلہ زمانی پچیس ۲۵۰۰ سو سال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب تفسیر کبیر نے فرمایا کہ واقعات یوسف میں چار طرح عبرت ہے۔ ایک یہ کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ لوگوں نے چار طرح سلوک کیے لیکن رب تعالیٰ نے چار موقعوں پر حفاظت فرمائی۔

۱۔ پہلے یہ کہ بھائیوں نے کوئیں میں ڈالا مگر رب تعالیٰ نے باعزت نکالا ۲۔ پھر لوگوں نے غلام بنا کر بیچا مگر رب کریم نے شان یوسف کو بلند فرمایا ۳۔ پھر اہل مصر نے قید میں ڈالا مگر رب جلیل نے تخت شاہی تک پہنچایا۔ ۴۔ پھر جن جن لوگوں نے آپ کو غلام بنایا یا سمجھا تھا۔ رب تعالیٰ نے خود ان کی زبانوں کہلوایا اسے یوسف

صدیق گندم کے بدلے ہم کو خرید لو گے عبرت یہ ہے کہ جو رب تعالیٰ ان مشکلات میں نیکوں کو عزت بروں کو ذلت دے سکتا ہے وہ اب بھی اور تا قیامت بھی اپنی مخلوق سے اسی عادلانہ کریمانہ سلوک پر قادر ہے۔ لہٰذا اے عقلِ خالص والو نیک بنو۔ بد نہ بنو۔ عادل بنو ظالم نہ بنو دوسری یہ کہ اس سورت میں وہ خبریں بیان کی گئی ہیں جن کو مکے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ واقعاتِ یوسف سے سب بے خبر تھے۔ ایسے ماحول میں۔ اسی شہر کے [illegible] وہ ایک اُمّی شخص کا نہایت فصیح و بلیغ انداز میں سیکڑوں سال پرانا واقعہ با تفصیل سنا دینا۔ اور غیب کی پوری پوری من وعن خبریں بتا دینا ایک معجزے سے کم نہیں۔ لہٰذا اے خرد والو عبرت لو سوچو فکر کرو اور اُس کی نبوت پر ایمان لاکر اللہ کے پیارے ظلمتوں کے تائبے۔ اور آخرت کے نیائے مسلمانوں کے دلالے بن جاؤ۔ تیسری یہ کہ۔ اس سورت کے ابتدا میں فرمایا گیا ہے۔ اَحْسَنَ الْقَصَصِ اور آخر میں فرمایا گیا کہ ان قصوں میں عقلِ خالص والوں کے لیے عبرت ہے۔ اور درمیانِ کلام میں معرفت۔ قدرت۔ شریعت و طریقت کا سدا بہار گلدستہ کھلا دیا۔ یہ اس بات کے ثبوت کے لیے کافی عبرت ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام اور نبی پاک کا معجزہ تسلیم کر لیا جائے۔ چوتھی یہ کہ دنیوی مصیبتوں سے اللہ کے پیارے بندے نہیں گھبراتے نہ اُن کے ایمانی قدموں میں لغزش آتی ہے سچے جھوٹے۔ نیک و بد کی پرکھ مصائب سے ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا اے عقل والو سوچو کہ کہیں دنیا کے چکر میں تمہاری پرکھ آزمائش اور امتحان تو نہیں ہو رہا ہے شکوے شکایت کی عادت چھوڑ کر نیک بنو اور اُس اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن کے امتحان میں پورے کامیاب ہونے کی کوشش و ہمت کرو۔ کیونکہ سورت کا یہ واقعہ عقلِ خالص والوں کے لیے ہی عبرت ہے اس لیے کہ مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ۔ یہ باتیں بنائی یعنی قرآن مجید کوئی مصنوعی کلام نہیں اس کے ان قصوں کی سچائی تسلیم کرنے پر تو یہودی جیسے سخت متعصب کافر بھی مجبور ہیں کیونکہ ان کی توریت میں بھی یہ واقعہ اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ اور اسی امتحان کی غرض سے یہ قصۂ یوسف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا جو بعینہٖ بلکہ توریت سے بھی زیادہ اہمیت سے فرمایا گیا گویا یہ قصہ بیان کرنا تصدیق ہے اس کتاب کی جو اُن یہودیوں کے پاس ہے۔ یعنی توریت اور صحفِ موسیٰ علیہ السلام۔ بلکہ اُس سے زیادہ اس واقعے کی ہر چیز ہر پہلو ہر سرگزشت کی جامع تفصیل ہے۔ جب ایک واقعے کو ان سب کفار نے تسلیم کر لیا تو باقی قرآن پاک کے ماننے میں کون مانع ہے زبانیں اگرچہ نہیں مانتیں مگر دل گواہی دیتے ہیں کہ یہی قرآن کریم ہدایت ہے ساری کائنات کے لیے اور رحمت ہے اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں گے یا لاتے ہیں یا لا چکے۔ ان آیات میں رب تعالیٰ نے پانچ صفات بیان فرمائیں ایک یہ کہ یہ قصہ عبرت ہے دوم یہ کہ عبرت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدا کا کلام ہے افتریٰ نہیں سوم۔ افتریٰ نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا حالانکہ نہ انہوں نے خود کسی کتاب سے پڑھا کیونکہ اُمّی ہیں نہ کسی سے سنا کیونکہ یہ واقعہ صرف توریت میں ہے اور توریت کا عالم راہب پادری

کوئی بھی مکہ تو درکنار مکہ یعنی پورے علاقے میں (ضلع) میں کوئی نہیں۔ نہ ہمارے نبی نے کہیں پردیس میں وقت گزارا جس سے کسی کو سننے سنانے کا شک پیدا ہو۔ چہارم یہ کہ قصہ واقعاتی اعتبار سے بالکل سچا سیدھا سادا صاف گوئی پر مبنی ہے۔ نہ لطیفہ بازی کی ملاوٹ ہے نہ افسانوی طرز کی تغافلی نہ کمی نہ زیادتی کا جھوٹ پنجم یہ کہ تفصیل توریت سے بھی زیادہ ہے اس طرح کہ والدین کا بھی ذکر ہے اور ان کی شان وعظمت کا بھی۔ ان صفات نے سارے قرآن کو کلام الٰہی ثابت کر دیا کہ وہی ہے جو دنیا میں ہدایت ہے اور آخرت میں رحمۃ۔ ہاں البتہ ہدایت نافعہ اور رحمت کاملہ صرف مومن مسلمانوں کے لیے ہے کیونکہ وہی قوم اولوالالباب اور فائدہ حاصل کرنے والا ہے۔ اگرچہ ہدایت دعوت سب کے لیے ہے۔ (خازن۔ بیضاوی۔ کبیر۔ معانی۔ بیان۔ صاوی)

فائدے

اِن آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ نیک لوگوں کے واقعات بھی سرچشمۂ ہدایت اور ذریعہ رحمۃ الیہ ہیں۔ اُن واقعات کو سن کر بھی دل میں تقوے کی دولت، اطمینان وسکون کی نعمت مل جاتی ہے۔ جس کے ذکر کی یہ شان ہے اُس کی ذات کی شان کیا ہوگی۔ اور جب قصۂ یوسف علیہ السلام کا یہ فائدہ اور کمال ہے تو ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان کیسی کمال والی ہوگی۔ **دوسرا فائدہ** ۔ قرآن مجید سے ساری کائنات کو فائدہ اولین کو بھی آخرین کو بھی۔ انبیاء اولین کو یہ فائدہ ہوا کہ ان کی تصدیق اس قرآن سے ہوئی تاقیامت۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فائدہ کہ ماکان ومایکون کا کلی علم غیب اسی کے ذریعے آپ کو حاصل ہوا۔ اُمت کو یہ فائدہ ہوا کہ ہدایت ورحمت نصیب ہوئی۔ کفار کو یہ فائدہ ہوا کہ مرنے تک ڈھیل مل گئی۔ عذاب سے تباہی نہ ہوئی۔ **تیسرا فائدہ** ۔ مومن خواہ بے پڑھا ہو مگر اولوالالباب میں شامل عقل والا ہے کیونکہ عبرت حاصل کر لیتا ہے مومن بننا ہی عبرت لینا ہے۔ کافر خواہ کتنا ہی پڑھا لکھا ہو بیوقوف ہے۔ کیونکہ قصص قرآنیہ سزا وجزا کے واقعات سے عبرت نہیں پکڑتا۔ اُس کی خوش عقلیاں فکر دنیا تک محدود ہیں۔ مومن کے لیے دونوں عالم روشن ہیں یہ فائدے تصدیق الذی۔ اور اُولوا الالباب۔ اور ھدًی وّ رحمۃ سے حاصل ہوئے۔

احکام القرآن

اس آیت سے چند مسئلے مستنبط ہوئے۔

پہلا مسئلہ ۔ قرآن مجید آخری کتاب ہے اور آقائے دو عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں کیونکہ یہاں صرف تصدیق کا ذکر فرمایا گیا جو آخر میں ہوتا ہے وہ پہلوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور جس کے بعد بھی اور کوئی ہو تو اس کی بشارت دی جاتی ہے نبی کریم نے کسی کی بشارت نہ دی۔ لہٰذا جو شخص نبی پاک کو آخری نہ مانے منکر قرآن اور کافر ہے۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ ہر مسلمان پر صبر شکر کرنا واجب ہے۔ شکوہ شکایت ناجائز ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ یعنی ان قصوں میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے مکے میں تو عقل والے بہت تھے اسی طرح کفار میں آج کل بھی عقل والے بہت ہیں مگر نہ اُن ذی عقل اہل مکہ نے عبرت پکڑی نہ اور دوسرے ذی عقل لوگ عبرت پکڑتے ہیں۔ اس سے قرآنی خبر پر اعتراض پڑتا ہے۔ جواب۔ اس کا جواب تین طرح سے ہو سکتا ہے۔ اولاً تو اس طرح کہ اہل مکہ ذی عقل تھے مگر اولوالالباب نہیں تھے کیونکہ لُب ہر عقل کو نہیں کہا جاتا بلکہ اُس عقل سلیم کا نام لُب ہے جس کو ازل میں رب تعالیٰ نے نور معرفت سے نوازا ہو۔ اگرچہ وہ کچھ عرصہ کفر کے پردوں میں چھپا رہے آخر کار اُس کو ہدایت ملے گی۔ لُب اُس عقل کو کہتے ہیں جو خباثتِ شیطانیت سے بالکل پاک صاف اور خالص ہو۔ دوم جواب اس طرح ہے کہ یہ آیت جملہ خبریہ کے مشابہ تو ہے مگر حقیقتاً جملہ خبریہ نہیں انشائیہ شرطیہ ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر اُولُوا الْأَلْبَاب یعنی اہل عقل حضرات غور و فکر کریں اور دار فنا میں دار بقا سے محبت کریں تب یہ آیات اُن کے لیے عبرت کا کافی سامان ہیں۔ جو غور و فکر نہ کرے گا اُس کے لیے نہیں۔ سوم جواب اس طرح ہے کہ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَلْبَابِ کے معنی میں ہے۔ یعنی اے عقل والو عبرت حاصل کرو۔ گویا یہ دعوت غور و تدبر ہے نہ کہ خبر۔ **دوسرا اعتراض**۔ جب یہ جملہ دعوت عامہ ہے تو صرف اُولِي الْأَلْبَاب کو ہی کیوں دی گئی۔ اور پھر عقل والے تو سب ہی ہوتے ہیں اس دعوت کو مخصوص کیوں کر دیا گیا۔ جواب۔ یہ کوئی کھانے پینے کی دعوت نہیں تھی جس میں سب کو شامل کر لیا جاتا یہ تدبر کی دعوت تھی تدبر والوں کو ہی دی جاتی تھی۔ اور پھر ہر شخص عقل والا نہیں ہوتا۔ معترض کا یہ کہنا کہ سب ہی عقل والے ہوتے ہیں یہ غلط ہے۔ حقیقت کے خلاف۔ اور پھر عبرت کے لیے صرف عقل کافی نہیں ہوتی بلکہ صاحب لُب ہونا شرط ہے۔ اس وجہ سے دعوت کو مخصوص کر دیا اور پھر صاحب خرد کے عبرت پکڑنے سے ماتحت علمہ خود بخود درست ہو جاتا ہے۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَلَٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ لفظ تصدیق کو نصب پڑھا گیا۔ حالانکہ اُس کو ضمہ ہونا چاہیئے تھا کیونکہ لکن حرف عطف ہے۔ اور تصدیق معطوف ہے ماکان کے اسم ھو ضمیر پر جس کا مرجع قرآن مجید ہے اور اسم کان ناقصہ مضموم ہوتا ہے لہٰذا لفظ تصدیق کو ضمہ ہونا چاہیئے اس لیے کہ معطوف حکم اور اعراب میں اپنے معطوف علیہ کے تابع ہوتا ہے۔ یہ آیت قانون نحو کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ حدیث پر عطف ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کی تو نفی ہو رہی ہے۔ جواب۔ تفسیر نحوی میں ہم نے عرض کر دیا ہے کہ یہ لٰکِنْ عاطفہ نہیں ہو سکتا بلکہ حرف مشبہ ہے اور اس کا تعلق ماقبل سے عطفی نہیں بلکہ استدراکی ہے۔ اور لفظ تصدیق اس کا اسم ہے لہٰذا اس کا فتحہ عین درست ہے۔ جن لوگوں نے اس کو عاطفہ مانا ہے۔ وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ لٰکِنْ کے مابعد تصدیق کا عطف ماکان کے اسم پر نہیں بلکہ یہاں ایک اور کَانَ پوشیدہ ہے اور اس کَانَ فعل ناقصہ مثبت کا عطف ماقبل مَاکَانَ منفی پر ہے۔ اس

کَانَ پوشیدہ کا اسم بھی قرآن مجید کی ضمیر ھُوَ ہے۔ اور تصدیقُ اُس کی خبر ہے اس جواب سے بھی فتحہ ہی درست ثابت ہوا۔ بعض نحویوں نے جواب دیا ہے کہ تصدیقُ کو ضمہ بھی درست ہے مگر وہ یہاں ھُوَ ضمیر مبتدا مرفوع منفصل پوشیدہ مانتے ہیں اور تصدیقُ کو اُس کی خبر مانتے ہیں۔ اُن کے نزدیک دراصل تھا۔ لٰکِنْ ھُوَ تَصْدِیْقُ الَّذِیْ (الخ) مگر پہلا جواب متفقاً درست ہے۔ جس کی تفصیل ہم نے نحوی تفسیر میں عرض کر دی۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تفسیر صوفیانہ لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ امام معرفت حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ صاحب اسرار لوگ ہی اُولُوالْاَلْبَاب ہیں۔ کیونکہ لُب مقام معرفت الٰہیہ سِرُّ الاَسرار ہے۔ انبیاء کرام ہی قاسم اسرار و مخزن حقیقت ہیں۔ سارا عالم اُن کے در کا بھکاری ہر نعمتِ ربانی ان ہی آستانوں کا لنگر ہے ان کی زندگیاں عقل شریعت و طریقت کی روشنیاں ہیں اور ان کے قصے و واقعات عبرت مقام قرب ہیں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ عبرت کے پانچ معنی ہیں اور پانچ ہی مقام ہیں اور پانچ ہی عبرت والے کو مدارج عرفانی حاصل ہوتے ہیں مگر اس کے لیے سات منزلیں عبور کرنی پڑتی ہیں۔ پہلا معنی غم زدہ ہونا دوسرا معنی ہے خاموشش مشاہدہ تیسرا معنی ہے ماضی پر آنسو بہانا چوتھا معنی دنیا کو خواب اور آخرت کو اُس کی تعبیر سمجھنا پانچواں معنی حال کو ترک کرنا۔ مقام اول عشق الٰہی مقام دوم فکر الٰہی۔ مقام سوم تجرد ماسوی اللہ۔ مقام چہارم فرار من الدنیا الی اللہ للہ۔ مقام پنجم۔ وصل فی اللہ (فنائیت خودی) کہ عبرت والا وادی ناسوت کا عابر ہے اور لطف وجہت کا عبیر ہے اور عالم فنا والوں کے لیے بقا کا عُباب ہے اور ساری کائنات کی عبارت ہے۔ مگر ان قصوں کو پڑھنے کے لیے قربان گاہ منٰی سے اٹھ کر مقام کربلا تک عبور کرنا پڑتا ہے۔ مشاہدات والا ہی جانتا ہے کہ۔ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اے خودی کے خود فروشو۔ ہر شی کو خود ساختگی کے غلافوں میں لپٹا نہ سمجھو کیونکہ دنیا پرستوں کی ہر بات خود ساختگی کے فریب سے ملتی ہے مگر اقوالِ مخلصین حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی نہیں ہے بلکہ زبان فیض ترجمان اُن مشاہدات تجلیات کی تصدیق کرنیوالی ہے جو قلب عرش اللہ پر وردو سعود ہوتا ہے اور ان ہی پاکباز مشاہدین کی کیفیات میں کُل کائنات کی تفصیل سمٹی ہوئی ہے۔ ان کے سینے ہدایت کے گنجینے اور رحمت کے خزینے ہیں۔ فقط اُس کے لیے جو وساوس شیطانی اور خودی لسانی اور غرور طفلانی کے جھاڑ سے نکل کر ایمان و عارفیت کی بارگاہ میں آگئے۔ کسی بزرگ نے شاعر سیالکوٹی مرحوم سے پوچھا۔ جیسا کہ اُن کی سوانح حیات میں خود اُن کی زبانی لکھا ہے کہ کیا تم خدا کا قرب چاہتے ہو تو بولے نہیں ہرگز نہیں۔ بھلا میں قطرہ وہ سمندر وہ بقا میں فنا۔ میں کیوں وادی فنا میں قدم رکھوں مجھے تو اگر کوئی کہے کہ اللہ تجھے ملنے آ رہا ہے تو میں کوسوں دور بھاگ جاؤں۔

یہ تمہارا جواب جو فلسفیانہ خودی کے چکر میں پھنس کر انانیت کے گمان باطل سے خارج ہوتا ہے دنیا کا خود مست خود آگاہ ۔ خودی کے چھوٹے چھوٹے جوہڑوں کو گوشہ بقا سمجھتا ہے ۔ باطل کے سب قبیلے اسی حدیثًا یفترٰی میں مبتلا و مغرور ہیں ۔ بحر تصدیق ۔ چشمۂ ہدایت اور دریاءِ رحمت کی تفصیلی موجوں پر ایمان نہیں لاتے ۔ کاش شاعر سیالکوٹی میرے زمانے میں ہوتا ۔ تو میں بھی اس کو سمجھاتا مقام بیخودی کیا ہے ۔ قطرۂ خودی میں سرشار ہے اس لیے سمندر سے بھاگ رہا ہے وہ خودی کے لبادے میں خود کو باقی سمجھ رہا ہے یہ اس کی بھول ہے ۔ وہ علماء مدارس ۔ فقرا خانقاہوں ۔ مساجد مقابر سے بھاگ رہا ہے ۔ اس کو بقا سمجھ رہا ہے حالانکہ قطرہ جتنا بھاگے گا فنا کے قریب ہوتا جائے گا وجود تحلیل ہوتا جائے گا ۔ جس سمندر کے قرب کو شاعر نے فنا سمجھا وہ قطرۂ آب کو گہر بنانے والا ہے ۔ بشرطیکہ کسی سیپی راز داں کے باطن میں روپوش ہو جائے ۔ اے خودی کے بچاریو تم بحر لاہوت کی ہدایت و رحمت ۔ تصدیق و تفصیل کی موجوں سے گھبراتے ہو ۔ آؤ مدینے منورہ والے آقا کی سیپی میں خود کو چھپا دو ۔ بحر لاہوت کی بیکار موجیں تم کو گوہر تابدار بنا دیں گے ۔ ہاں اگر فلسفۂ خودی کی عینک سے دیکھ کر بے وسیلہ ہی سمندر میں کود دو گے تو فنا ہی فنا ہے تباہی و بربادی ہے ۔ اسی خودی کے عقیدے نے سب باطل کو جنم دیا ۔ خودی میں شرک کی بو ہے ۔ نیز باری تعالیٰ کو سمندر سے تشبیہ دے کر خود کو قطرہ کہنا بھی یا سمجھنا بھی تو شرک خفی ہے کیونکہ پانی کی جنس اور ماہیت تو ایک ہی ہے گویا ہم جنس خدا بنتا ہے اے میرے کریم رب مجھ کو بھی اُن سرکار سے ملادے اور میرے قال کو حال بنا دے ۔

سورۃ یوسف کی تفسیر کا خلاصہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔ انسان کی حیات دنیا بھی ایک صحراءِ اعظم ہے جس میں تصورات و خیالات و نظریات کے لاکھوں بنیے شگوفے کلیاں ۔ پھول ۔ اور کانٹے ہیں انسان ہی کے عقائد و بصائر کہیں ایمان کے پھول بن جاتے ہیں کہیں کفر و الحاد کے کانٹے اس قصہ یوسف کو کسی نے افسانہ سمجھا ۔ کوئی اس سورت کے حسن بلاغت میں کھو گیا ۔ کوئی اس کی فصاحت کی داد دیتا رہا کسی دل جلے عاشق نے اس کو محض اس لیے بار بار پڑھا کہ یہ ایک درد و غم والی کہانی ہے ۔ مؤرخ کی نظر میں یہ فقط ایک تاریخی داستان ہی بنی رہی ۔ جغرافیہ نویسوں نے اس سے صرف جغرافیائی نقشہ حاصل کیا ۔ افسانہ نگاری اور داستان سرائی کے علاوہ اگرچہ اس میں حسن بیان کی تمام خوبیاں فصاحت کی تمام رعنائیاں

بدرجۂ اتم موجود ہیں اور ہر فکر کا حامل اپنے فکر کے حصول میں حق بجانب اور کامیاب ہے مگر اسی سورتِ کریمہ کی آیت ۷ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ اور آیت ۱۱۱ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ اور سورت کے آخری الفاظ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ خیالات و تصورات کو کسی اور طرف موڑنا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم کی طرز بیان نے کبھی بھی کسی چیز کے اظہار میں تفسیراً نہ فرمائی وہ تو ایک دو لفظوں میں ہی بہت کچھ بیان فرما دیتا ہے۔ عالم دنیا میں بہت سے کام کسی انسانی پروگرام کے تحت منظرِ شہود پر آتے ہیں اور بہت سے واقعات کو ہم اتفاقیات کا نام دے دیتے ہیں۔ مگر یہ ہماری کج خیالی ہے۔ دنیا جہان میں کوئی چیز بھی محض سوء اتفاق یا حسن اتفاق نہیں۔ بلکہ سب کچھ فطرتِ الٰہی کے بہت پرانے پروگرام کے ماتحت ہوتا چلا آرہا ہے۔ واقعات یوسف علیہ السلام جو انسانی مزاج میں غالباً مجموعۂ اتفاقیات ہو۔ اور کثرت رائے اس کو یہی سمجھی ہو کہ یہ سب کچھ اتفاقاً ہوتا چلا گیا لیکن حقیقت یوں نہیں۔ آیت ۶ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ کے پورے الفاظ کسی بہت بڑے پروگرام کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام میں سے کوئی نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی نہ گاؤں میں پیدا ہوا نہ وطن بنایا۔ نہ عارضی رہائش اختیار کی۔ کہ یعقوب علیہ السلام اپنے آبائی وطن دجلہ و فرات کی مشہور مرکزی منڈی بہت بڑے تمدنی شہر جس کو آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے سُکم کہا جاتا تھا اور اب نابلس کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے چھوڑ کر اپنے بہت ہی مختصر فقط اپنے گھریلو افراد دونوں بیویاں راحیل اور لیّا۔ یہ دونوں سگی بہنیں تھیں شریعت یعقوبی میں دو بہنوں کا ایک خاوند جائز تھا) اور دس بیٹوں کے ہمراہ۔ کنعان کے صحرائی علاقے بحرِ میت کے مغربی کنارے دریائے یردن کے قریب (جس کو آج اردن کہا جاتا ہے۔ ایک بہت ہی چھوٹی بستی حبرون گاؤں میں تنہا منتقل ہو گئے۔ کیا یہ تبدیلی و رہائش کسی نرالی حکمت اور فطری پروگرام کا پیش خیمہ نہیں ہے اسی سورت کی آیت ۱۰۹ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ہم نے تو سب انبیاء کو شہروں میں ہی مبعوث فرمایا ہے۔ اس انوکھی منتقلی کی طرف اشارہ نہیں فرمائی۔ آخر اس سورت میں مقام نبوت کے شہری ہونے کا تذکرہ کرنا کیا ضروری تھا۔ ذرا تدبر کی نگاہ سے آیت ۱۰۰ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ (الخ) اور آیت ۱۰۹ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى کو جوڑا جائے تو شاہکار فطرت کا عجیب پروگرام ظاہر ہوتا ہے۔ اس قصہ یوسفی میں چار کردار منظر عام پر نمایاں ہیں۔ ۱ یوسف علیہ السلام ۲ یعقوب علیہ السلام ۳ برادرانِ یوسف ۴ اہل مصر۔ ان میں مرکزی کردار یوسف علیہ السلام ہیں۔ کون یوسف جس کو ظاہر کی نگاہ نے ایک چھوٹا سا ان پڑھ بچہ سمجھا۔ جس کی ولادت بھی اسی چھوٹے سے گاؤں میں ہوئی ہے، جس نے اپنے والد کے اونٹوں گھوڑوں جانوروں میں آنکھیں کھولی ہیں۔ گاؤں میں بھی دیہاتی زندگی کے بہت سے شعبے ہوتے ہیں مگر سب سے پست شعبہ چرواہی ہے۔ وہ یوسف کبھی جس نے اسکول مدرسے۔ جامعہ کا منہ تک نہیں دیکھا

جس نے اپنے در دانے پر کھڑے ہو کر جانوروں کو ہی آتے جاتے دیکھا کبھی کسی طالب علم کو بھی مدرسے کی سا میں آتے جاتے نہ دیکھا کچھ تو علم کی شناسائی اور چاہت ہوتی کبھی تو گھر یہ والد سے کہا ہوتا کہ ابا جان مجھ کو مدرسے داخل کرا دیجئے میں بھی اسکول کی تہذیب اخلاق سیکھوں گا مجھ کو دو تین زبانیں سیکھنے کا شوق ہے۔ مگر یوسف کو اس چاہت سے کتنی دور رکھا گیا۔ وہ یوسف جس کو ماں کو پہلا مدرسہ بھی میسر نہ ہوا تقریباً چار یا پانچ سال کی عمر میں والدہ کا سایہ اٹھ گیا ہاں والد کی آغوش ملی اور عشق کی حد تک باپ کی محبت میسر آئی۔ مگر یہ کیسی محبت کیسا پیار ہے۔ والدین تو اپنی پیاری اولاد کا مستقبل درست کرنے کے لیے گاؤں سے شہر میں بھیجتے ہیں مگر اس محبت کا تو دستور نرالا ہے کہ شہر سے نکال کر گاؤں میں مہذب ماحول سے نکال کر غیر مہذب ماحول میں علمی دنیا سے نکال کر دیہاتی جہالت میں روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے آئی۔ کون یوسف؟ وہی یوسف وہی جو گیارہ سال کا نابالغ پایا سترہ سال کا نوبالغ۔ والد محترم کی تربیت گاہ سے اغوا کر لیا جاتا ہے آخر اس بچے کو کیوں نہ پڑھایا گیا اس سوال کا جواب قرآن پاک نے ان لفظوں میں عطا فرمایا۔ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ اے میرے بیٹے تجھ کو دنیا کا کوئی استاد نہیں پڑھا سکتا تجھ کو تو تیرا رب ہی پڑھائے گا۔ اس لیے کہ تجھ کو نبوت کا تاج پہنایا جائے گا۔ تو پھر نبی تو سارے شہروں میں ہی مبعوث ہوئے اس کو گاؤں میں کیوں رکھا گیا؟ اس کا اشارۃً جواب اسی سورت کی آیت ۲۱ میں دیا گیا۔ کہ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ جبی اللہ کے رازوں کو اکثر لوگ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ کی کچھ سنتیں ہیں کچھ قانون ہیں لیکن جب کبھی کوئی اس طریقہ مشورہ اور سنت منقوضہ سے غلط قیاس آرائی کرے تو کبھی اس میں تھوڑی سی لچک بھی پیدا کر دی جاتی۔ اس طریقہ بعثت سے کوئی یہ سمجھ سکتا تھا کہ شاید نبی کی رفعت۔ شان و شوکت۔ فضیلت۔ شرافت۔ تہذیب حسن اخلاق علمی بصیرت شہری ہونے کی وجہ سے ہے۔ یا ستھرے ماحول اچھے معاشرے شہری ذہنیت کی بنا پر ہے۔ اس باطل خیال کو توڑنے کے لیے اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ حضرت یوسف کے لیے بالکل ہی نرالا پروگرام بنایا۔ اور بتا دیا کہ شہر سے نبی کی رفعت نہیں بلکہ شہر اور علاقوں یہاں تک کہ زمین و آسمان کو ذات نبی علیہم السلام کی وجہ سے شرافت و فضیلت ہے۔ نبی کی ناراضی اور غم و توہین تو زمین و آسمان پر قحط ڈال دیتی ہے بستی کے ماحول نے تو یوسف کو بدوی گنوار بنایا لیکن بھائی اٹھتے ہیں تو أَن يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ ۔ ہلاکت کے اس کوئیں میں پھینک دیتے ہیں۔ جو قافلوں کی راہ گزر سے تین میل دور علاقہ وطن کے پاس ہے اور اپنی بستی حبرون سے چار میل دور۔ یہاں کون بچانے والا غمگسار ہے دنیا کی محبتوں کے تو سارے رشتے ٹوٹ چکے ہیں۔ ان وقتوں میں اہل دنیا کو پتہ لگ جاتا ہے کہ کون نبوت کا والی ہے۔ آیت ۱۵ کے ان لفظوں نے وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم آگے سارے مستقبل کا پتہ بتا دیا۔ تین دن کے بعد یا دوسرے ہی دن ایک قافلہ راستہ بھول کر

یاد میں کسی اپنی نئی راہ سے اگر گھیرتا ہے اس طرح یوسف کی نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سے پہلے زمانے کی نظروں میں وہ فقط ایک گاؤں کا بچہ تھا۔ مگر آج جب کہ قافلے والے اس کو کنوئیں سے نکالتے ہیں تو بھائی جو اُس کو دیکھنے کے ارادے سے آئے تھے قافلے والوں کے پاس اپنے یوسف کو ننگے بدن معصوم شکل تین دن کی بھوک پیاس کی حالت میں دیکھ کر بجائے ترس کھا کر واپس لینے کے غلامی کا طوق گلے میں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے۔ یہ تھا ان لوگوں کا اتہام اور آخری ظلم جس کو تاریخ بھائی کے پیارے رشتے سے یاد کرتی ہے۔ یہ اتہام کوئی معمولی نہ تھا۔ طوقِ غلامی پھر اُس زمانے میں جب جانور ہونا پھر کچھ مفید تھا غلامیت جانوروں سے بدتر تھی غلام کو انتہائی حقیر مخلوق سمجھا جاتا تھا اور کفر کا ہمیشہ سے یہ طریقہ تھا۔ اپنے برتنوں میں غلام کو کھلانا گوارہ نہیں ہوتا تھا غلام کے برتن میں کھانا تو در کنار اُس کو ہاتھ لگانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ احسان ہے اسلام کا مخلوق انسانی پر جس نے غلامیت کی مصیبت سے بچایا۔ اُسی دور میں کسی کو غلام بنا دینا مار ڈالنے سے سخت ظلم تھا۔ ان بھائیوں کو بھی حالاتِ زمانہ کی پوری خبر تھی غلام کی بے بسی بے کسی سے واقف تھے مگر بھائی سے کتنی منظم دشمنی لی کہ اُس کو اُس زمانے کی سخت ترین ذلت رسوائی میں عمر بھر کے لیے دھکیل دیا یہی وجہ ہے کہ یوسف جو گل ماں سے نہ رویا جو کوئیں میں گر کر نہ رویا آج بھائیوں کا یہ جھوٹ سن کر چہرۂ یوسف پر آنسو دکھائی دیتے ہیں یہ آنسو بہت کچھ سمجھا رہے تھے مگر سمجھنے والا کون تھا۔ اسے قافلے والو یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے غلام کا بھگوڑا ہونا تو اور بھی ذلت آمیز تھا۔ پوچھا تو کیا تم اس کو واپس لینے چاہتے ہو۔ ہم نے تو اس کو اُس کوئیں سے نکالا ہے لے جاؤ اگر تمہارا غلام ہے قافلے والوں نے جواب دیا نہیں نہیں ہم کو نہیں چاہیئے ایسا غلام۔ تو کیا پھر بیچنا چاہتے ہو۔ ہاں بیچنا چاہتے ہیں بھائیوں نے کہا۔ لیکن ہم تو اس کی یہ قیمت دیں گے۔ یہ چند درہم ایک سو سے بھی کم اور شاید ان میں کچھ کھوٹے بھی ہیں ملاوٹی چاندی سے بنے ہوئے۔ ہم اس سے زیادہ نہیں دے سکتے قافلے والوں نے کہا اچھا ہم کو منظور ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ۔ چند درہموں میں بیچا غلام بنایا۔ مارا پیٹا کوئیں میں ڈالا۔ جھوٹ بولا والد کو ستایا بھائی کو رلایا کتنا ظلم کیا۔ اور پھر بھی وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزّٰهِدِينَ ابھی بھی ان تمام کاموں کے باوجود بڑے زاہد بنتے تھے یا بیچنا مقصود نہ تھا یوسف سے نفرت تھی اُس کو والد سے دور کرنا مقصود تھا۔ گلشن ابراہیمی کا یہ دمکتا پھول۔ آج مصر میں داخل ہو رہا ہے مگر کس حالت میں رسیوں میں بندھا ہوا غلام اور وہ بھی کنعان کے جنگلی علاقے کا چرواہوں کی بستی کا۔ جس علاقہ کو ارد گرد کے انتہائی ترقی یافتہ ممالک پستی اور جہالت کا گہوارہ کہتے تھے اور غلام بھی وہ جس کو بھگوڑا کہا گیا ہے جو انتہائی کم اور گھٹیا قیمت سے خریدا ہوا ہے۔ حسن یوسفی اور کمالاتِ یوسفی تو ایک معجزہ تھے اس کو سوائے روشن ضمیر کے کون دیکھتا ہے۔ شام کے راستے سے قافلہ آگیا اور مصر میں داخل ہوا۔ لیکن کس مصر میں۔ جو تہذیب۔ تمدن۔ ثروت دولت۔ تجارت۔ ترقی۔ معلومات تعلیم میں ارد گرد کے تمام علاقوں سے بہت ہی بڑھ چڑھ کر تھا۔ جس کے غرور

نخوت تکبر کا یہ حال تھا کہ پس ماندہ علاقوں کے باشندے وہاں داخل نہیں ہو سکتے۔ خاص کر کنعانی علاقے کو تو بہت ہی ذلیل سمجھا جاتا تھا وہ مصر جس کی شہری آبادی اگرچہ تھوڑی تھی مگر وہاں تقریباً چار سو سال سے سام بن نوح کے پڑپوتے عمالیق کی نسل قوم عمالقہ کی ظالمانہ حکومت تھی۔ جن کے بادشاہ کا لقب اُس زمانے میں فرعون ہوتا تھا۔ اُن کے ظلم کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کسی غریب۔ غلام یا بے پڑھے شخص کا کسی میر کو نگاہ بھر کے دیکھ لینا بھی جرم تھا۔ کسی غریب کی جرأت نہ ہوتی تھی کہ اپنے ہی حق طلبی میں کسی عمالقی سے منہ در منہ بات کر سکے پھر یہ جرم قابل معافی نہ سمجھے جاتے تھے۔ مصر کی عدالتوں کی یہ حالت تھی کہ کسی بھی مجرم کو بغیر سزا سنائے برسوں جیل میں رہنا پڑتا تھا۔ بلکہ عدالت کو یاد بھی نہ رہتا تھا کہ کوئی مجرم یا بیگناہ سالہا سال سے جیل میں پڑا ہے۔ عدالت کی اس کمزوری کی بنا پر بعض اُمراء اپنے گستاخوں نافرمانوں مسافروں اور اپنے حق کے لیے مُنہ کھولنے والوں کو خود ہی پکڑ کر جیل لے جاتے اور اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر جیل میں بند کرا آتے۔ اب سالوں تک اُن کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ اسی لیے کئی قیدیوں کا عدالت کو پتہ ہی نہ ہوتا۔ ان وجوہ سے ارد گرد کے غریب اور بے پڑھے علاقے والے مصر جاتے ہوئے ڈرتے اور نہایت محتاط ہو کر جاتے۔ اور بہت سے اس طرف کا رخ بھی نہ کرتے۔ ان حالات میں۔ نبوت الٰہیہ کا پہلا قدم یوسف کنعانی کی شکل میں غلامانہ کیفیات کے ساتھ مصر کی سرزمین میں داخل ہوتا ہے۔ اور کچھ دن آرام کرنے کے بعد سیدھا بازار مصر میں پہنچایا جاتا ہے۔ حضرت یوسف کے قافلے کے سوار نے اپنے دیگر سامان کے ساتھ اس غلام کو بھی بیچنے کے لیے ایک جگہ کھڑا کر دیا۔ خریدار آتے ہیں پسند کرتے ہیں قیمت زیادہ سن کر چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تین چار دن اسی طرح گزر جاتے ہیں آخر ایک افسر اعلیٰ خرید لیتا ہے۔ ابھی یہ کنعانی غلام راستے ہی میں تھا کہ نہ معلوم اس کنعانی بدوی ظاہراً اَن پڑھ غلام نے اپنے اس نئے آقا خریدار سے کیسی گفتگو کی کہ اس معزز ماحول میں پلا ہوا انتہائی تعلیم کی اونچی ڈگریوں والا تہذیب و اخلاق کا مرکزی معیار۔ سوسائٹی کا اونچا آدمی خود کو دنیا کا مہذب ترین سمجھنے والا۔ وزیر اعظم جس کو اُس زمانے میں عزیز مصر کا لقب دیا جاتا تھا۔ صرف حیران و متعجب ہی نہیں ہوا بلکہ سو جان سے گرویدہ ہو گیا۔ ہزاروں اُمراء وزراء۔ ادباء فضلا کی مجلسوں محفلوں میں بیٹھنے والا۔ کئی قسم کی علمی۔ شریفانہ۔ تہذیبی باتیں سننے والا۔ آج اُس کے کانوں نے کیسی رس بھری گفتگو سنی۔ جس نے اخلاق حسنہ کے سارے پہلو سمیٹ لیے یہ کیسی باتیں تھیں جن میں تہذیب و شرافت کے سارے خزانے سمائے ہوئے تھے۔ یہ کیا الفاظ تھے جو معلوماتِ عالم کے چنے ہوئے موتی معلوم ہوتے تھے۔ گھر کے گھریلو کام کاج کے ارادے سے خریدا گیا کنعانی۔ غلام راستے ہی میں فیصلہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ قانون و ارادہ بدل جاتا ہے۔ عقل و دل۔ متفق فیصلہ سنا دیتے ہیں کہ نہیں نہیں یہ غلام نہیں ہو سکتا۔ ٹھیک ہے اس کو بازار غلاماں سے خرید اگیا ہے مگر اس پر تو ہزاروں آقا نثار ہو جاتے ہیں یہ بھی درست ہے کہ کنعان کے ایک بادیہ سے خریدا گیا ہے مگر اس کے کنعان پر تو سینکڑوں مصر قربان ہو جائیں۔

ظاہراً یہ بے پڑھا بھی معلوم ہوتا ہے۔ مگر لاکھوں فضلا اس کے جوتے کے تسمے کھولنے کے لائق نہیں۔ اس کی بوسیدہ لباسی اس کے جوہر تابداری کو چھپا نہ سکی بھوک۔ پیاس سے کملایا ہوا بھولا بھالا حسین چہرہ اس کے شرافت ملی کے لہلہاتے چمن کی تروتازگی پر پردہ نہ ڈال سکا۔ اس کی مسافرت غریب الوطنی اس کی لیاقت و متانت کے پھولوں کو مرجھا نہ سکی۔ لیکن اس کو تو غلام سمجھ کر خریدا گیا ہے قیمت خرچ کی گئی۔ خرد کہتی ہے اب اس کو قیمت نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ اس کے ہیروں کی نثار سمجھا جائے۔ کشاں کشاں محل سرا میں داخلہ ہوتا ہے۔ لو گھر کا وہ عملہ جو ایک نئے غلام کی آمد کی آواز سننے کا منتظر تھا لوگ کسی نئے خدمت گار کے انتظار میں تھے۔ ان کے پاس خادم نہیں مخدوم پہنچتا ہے۔ غلام نہیں۔ آقا پہنچتا ہے۔ زبان تو حکم دینے کی تیاریوں میں تھی مگر کانوں نے پہلے ہی شاہی حکم سن لیا۔ اَکۡرِمِیۡ مَثۡوٰىهُ۔ اس کے لیے خصوصی شاہی کمرہ تیار کرو عمدہ لباس عمدہ خوراک اور عزت سے ٹھہراؤ۔ اس لیے کہ یقین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عنقریب ہم کو علم۔ تہذیب۔ اخلاق۔ مروت۔ الفت۔ معرفت۔ شرافت اور حکومت داخلی و خارجی کے عظیم منصوبوں میں ہم کو وہ نفع پہنچائے جو آج تک کوئی نہ دے سکا۔ ہماری تہذیب کا سکہ اس کے سامنے کھوٹا نظر آتا ہے۔ ہمارا علمی وقار اس کے سامنے ماند دکھائی دے رہا ہے۔ ہماری شہرت و شرافت کا سورج اس ایک کنعانی سے ہی بے نور لگ رہا ہے لیکن ابھی آزمائش ابتلا کا دور یہیں تک ہی نہیں۔ یہاں تک جسمانیت کا امتحان تھا ابھی تو شرافت واخلاقیات کا امتحان باقی ہے۔ دی حرم سرا کی مالک شرم و حیا کی پیکر۔ اپنے اسی غلام کو اپنے من کا محبوب اور اپنی خوابوں کا شہزادہ سمجھ لیتی ہے۔ اور پھر ایک دن ایسا بھی جان کاہ آجاتا ہے کہ وہ عورت شرم و حیا تہذیب و اخلاق کے سارے پردے چاک کر کے خود کو بھی اور اس کو بھی کسی بہت ہی گندے گناہ میں لتھیڑنا چاہتی ہے۔ آج وہ شخص جس کی غلامی کی قیمت کل تک چند کھوٹے درہم تھے زمانے کی لذتیں عشرتیں سمٹ کر اس کے قدموں میں آگئی ہیں۔ مگر کس انداز میں کس روپ میں ایک عشق و محبت کا دم بھرنے والی عورت کی شکل میں کون عورت وہ جو مصر کی سب سے زیادہ حسینہ ہے۔ جو دولت میں یکتا ہے۔ اختیار میں بلند و بالا۔ جوانی سے بھرپور ہے۔ عشق یوسفی سے معمور ہے۔ انسان دریاؤں کو روک دیتا ہے لہروں کو موڑ دیتا ہے۔ طوفانوں کا مقابلہ کر لیتا ہے شیروں کو پچھاڑ دیتا ہے۔ آگ میں کود جاتا ہے۔ آتش فشاں کو چیر دیتا ہے بڑی سے بڑی مشکل کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے اونچے اونچے مقام پر اپنی طاقت کے جوہر دکھا دیتا ہے۔ مگر جنسی ملاپ اور نفسانی خواہشات کے سامنے زیر ہو جاتا ہے ڈھال پھینک دیتا ہے ہتھیار ڈال دیتا ہے اہل دنیا کو اپنے جس علم اخلاق شرافت۔ تہذیب پر غرور و ناز ہوتا ہے سب یہاں ٹوٹ جاتا ہے کتنا سخت امتحان ہے کتنی کڑی آزمائش ہے مگر نبوت یہاں بھی جیت جاتی ہے۔ دامن عصمت کا مظاہرہ ہوتا ہے دنیوی محبت شکست کھا جاتی ہے۔ وہ تہذیب و شرافت جس پر مصر کو ناز تھا پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور دامن نبوت سے

حقیقی شرافت علاقۂ مصر میں جلوہ افروز ہو جاتی ہے یہ پروگرام الٰہیہ شاید اس لیے بھی مرتب ہو رہا تھا کہ کائناتِ
عالم کو اصلی شرافت حقیقی تہذیب، سچی قوت وطاقت، اور شرم وحیا کا صحیح مظاہرہ کرانا تھا وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا
لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ ہم نے یوسف کو زمین مصر میں اسی طرح جگہ دی تھی تاکہ کمالاتِ یوسف کا پتہ لگے۔
کہ اے اقوامِ عالم کے ہیرو بننے والو تم بناوٹ کے چکروں میں پڑے ہوئے ہو۔ اصلی شرافت۔ دیانت امانت
دامنِ نبوت میں ہے۔ ہم نے مردوں کو یہی رسول بنا کر بھیجا ہے۔ حقیقی مردی تو یہ ہے جس کی جلوہ نمائی مصر کی ایک
کوٹھڑی میں ہوئی۔ لیکن یہ شرافت۔ علم۔ اخلاقیات۔ امانت ودیانت کے اسباق کسی شہری ماحول۔ سکول وکالج
سے میسر نہیں یہ نبوت تو صحراء کنعانی میں پروان چڑھی ہے۔ بلکہ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ
ہم نے ہی اپنے اس نبی کو یہ سب خزانے عطا فرمائے۔ مگر شکست خوردہ عشق ندامت کی بجائے انتقام پر آمادہ ہوتا
ہے۔ اور کذب بیانی کا سہارا لیتا ہے۔ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ
اے عزیزِ مصر جو تیرے حرم سے برائی وگناہ کا ارادہ کرے اس کی سزا کیا ہے۔ اور پھر اپنے اختیارات کو استعمال
کرتے ہوئے خود سزا تجویز کی جاتی ہے۔ یا قید یا دردناک مار۔ وہ حلم وشرافت کا پیکر اپنی برائت میں صرف اتنا
کہتے ہوئے سب کچھ برداشت کر جاتا ہے ھِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ اس نے ہی مجھ کو ورغلایا تھا۔ یہاں بھی
جھوٹ کے پاؤں نہیں جمتے اور سچائی قائم رہتی ہے۔ ابھی انتقام کی آگ ہوس پرستی کی ہوائیں تھمتی دکھائی نہیں
دیتیں۔ اب دو ہی راستے ہیں۔ یا۔ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ۔
میری بات مان لے جس کا میں نے اس کو حکم دیا ورنہ قید کیا جائے گا اور ہر طرح ذلیل ہوگا۔ کل ابھی تک تو فقط غلام ہے۔
مگر میری نافرمانی کی صورت میں غلامی بھی مجرم بھی قیدی بھی۔ بدنام بھی ذلیل بھی۔ زندگی کا کتنا نازک موڑ ہے یہاں آکر
زندگی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایک نفسانی زندگی دوسری انسانی زندگی۔ شرافت کی زندگی۔ عیش وعشرت
کی زندگی قید وصعوبت کی زندگی پاک زندگی ناپاک زندگی نفسانی زندگی میں۔ مزے آرام۔ دولت ثروت مگر حق تعالیٰ
کی معصیت نافرمانی۔ انسانی زندگی میں قید۔ بند۔ ذلت خواری بھوک پیاس تکلیف ومصائب غربت وافلاس
مگر حق کی حمایت ہے۔ دنیا میں مصر کی یہ کوٹھڑیاں کتنی ہی ہیں اور دن رات عالمِ ناسوتی میں کئی اس طرح کے مقابلے
مظاہرے ہوتے ہیں مگر حقانیت کی فتح صداقتِ قلبی کی جیت بجز یوسف کنعانی کہیں دیکھنے سننے میں نہ آئی مصر
کے آرائشی محلات اور چکا چوند روشنی میں یہی دکھانا تھا کہ ان حالات میں نبوت کا قدم کس طرف اٹھتا ہے اور پھر غور
کی کچھ مہلت طلب کی جاتی ہے یا بے خطر اٹھتا ہے۔ اور ایک دم معیتِ حق اور سچائی وشرافت کا ساتھ دیا جاتا ہے
یا کچھ دیر لگتی ہے قرآن کریم واضح لفظوں میں فرماتا ہے۔ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ اسی وقت یہ دعا مانگی
اے میرے رب مجھ کو مصائب وآلام کی جیل اور قید ہزار درجے زیادہ پسند ہے اس گناہ آلود عیش وآرام کی زندگی

سے جس کی طرف مجھ کو بلایا جا رہا ہے۔ یہ تمام روئداد کوئی ڈھکی چھپی نہ رہی تھی مصر کی گلیوں بازاروں درباروں ایوانوں میں عورتوں مردوں کی زبان پر چرچہ تھا۔ اور سب کو پورے واقعات کا علم تھا کہ کون نیک ہے کون بد ہے کس کا کیا کردا ہے مگر اس کے باوجود مصر کی عدالت و حکومت نے۔ امانت و دیانت و شرافت کا یہ صلہ دیا کہ لمبی مدت کے لیے حضرت یوسف کو جیل بھیج دیا زلیخا کو کچھ نہ کہا۔ شرم و حیا کو جرم قرار دیا۔ بدی کو پننپنے پھلنے پھولنے کا موقعہ دیا۔ آخر مصری عدالت نے یہ قدم کیوں اٹھایا اور جیل میں ڈالا وہ بھی مصری جیل جہاں مجرم کو جرم ثابت ہونے پر نہیں لایا جاتا جہاں بیگناہ اور گناہ گار سب برابر ہوتے ہیں جس میں داخلہ کا وقت تو ہوتا ہے نکلنے کا وقت نہیں ہوتا۔ انسان کی ذلت و خواری کے جتنے بھی طریقے ہوتے ہیں وہ سب جمع ہیں۔ ساری تفتیش کے بعد یوسف کا یہی جرم سب سے بڑا ملتا ہے کہ وہ عبرانی قبیلہ کا ہے۔ اور پھر وہ زر خرید غلام ہے۔ بدوی ہے۔ اور غلام ہو کر مالک کی بیوی جو ملکہ کا درجہ رکھتی ہے سے بچی باتیں کی ہیں۔ ملکہ نے اس پر جرم کی تہمت لگائی ہے اگرچہ وہ غلط ثابت ہو گئیں مگر جرم کو نہ دھویا جا سکا۔ یہ وہ چند قباحتیں تھیں جن کے سامنے شرافت کی کوئی حیثیت نہیں۔ ادھر تو یہاں تک نوبت پہنچی۔ حضرت یوسف جو پہلی دفعہ گھر سے نہایت خستہ حالت میں نکالے گئے کس طرح زمانے کا ہر وار سہتے چلے جا رہے ہیں۔ آغوش والدین پر سکون زندگی گزارنے والا کس طرح اپنی قوت روحانی سے مادی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آنا فانا اپنے آپ کو مکمل تیار پاتا ہے۔ ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام جو وحیِ الٰہی کی نصرتوں برکتوں سے فیض یاب تھے اور دنیوی ترقی کی کوئی چیز ان کے پاس نہ تھی۔ قرآن مجید کی اس پوری سورت میں ایک محبوب کے عشق کو دو حصوں میں تقسیم فرما دیا گیا ہے ایک عشقِ حقیقی جس کی پہچان یہ ہے کہ سچا اور پکا ہوتا ہے۔ دوسرا عشق مجازی کہ جو سچا تو ہو سکتا ہے مگر پکا نہیں ہوتا۔ اور عشق اگر پختہ نہ ہو تو یہ اس کی انتہائی تکلیف دہ شکل ہوتی ہے جس میں نفس پرستی کا عنصر زیادہ شامل ہوتا ہے۔ عشقِ حقیقی حضرت یعقوب کی شخصیت میں پنہاں ہے اور عشقِ مجازی زوجہ عزیز کی شکل میں ہے۔ قرآن کریم کی اس سورت میں حضرت یعقوب کی جن شخصی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ علم کے بحرِ بیکراں۔ حلم کے معدن۔ عشقِ محبوب میں کامل۔ انتہائی غمزدہ۔ دردمند دل والے۔ صبر کے پہاڑ۔ یقین کے پیکر۔ رحم دل۔ نرم مزاج۔ انتہائی معاف کر دینے والے ذرا سی خوشی پر خوش ہو جانے والے۔ دلنواز کلام ہے۔ خیالات بلند ہیں گمان پاکیزہ ہے۔ جان پُر سوز ہے۔ شرافت کا منصر۔ علم ایسا وسیع کہ جب فراقِ یوسفی کی ابتدا ہوتی ہے تو بھی فرماتے ہیں بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ۔ آیت ۱۸ یہ کوئی سوچا سمجھا جملہ نہ تھا جو تکیہ کلامی بنا لیا گیا ہو۔ ابھی تو پہلا ہی مرحلہ ہے۔ لیکن جب فراقِ یوسفی کی انتہا ہونے لگتی ہے اور بن یامین کی جدائی ہوتی ہے تو بھی یہ ہی جملہ ادا کیا جاتا ہے۔ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا۔ آیت ۸۳ یہ

دونوں مرتبہ کے جملے علم و حکمت کے کیسے ڈھلے ہوئے موتی ہیں۔ ظاہراً ایک جیسے ہیں مگر گہرائیوں میں کتنی تفریق ہے۔ پہلے جملے میں عسی اللہ نہیں ہے۔ علم اتنا عظیم کہ اتنی بڑی سازش کی گئی۔ جگر گھائل دل زخمی کیا گیا مگر کہیں نہ شکایت نہ ملامت نہ جھڑک نہ طعن۔ ساری مدت میں بیٹوں سے صرف اتنا ہی تو فرمایا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اور بن یامین کو لیجانے پر فقط احتیاطی تدابیر کے طور پر یہ ہی تو کہا۔ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ آیت ۶۴ عشق محبوب ایسا کامل ہے کہ اول سے آخر تک ایک جیسا۔ درد کی ٹیسیں بڑھتی ہی جارہی ہیں عشق کی آگ میں تیزی ہی ہورہی ہے خلوت ہو یا جلوت خاموشی ہو یا گفتگو۔ بات کہیں کی ہو کسی سے ہو دھیان ایک ہی کی طرف لگا ہوا ہے دل کی ہر دھڑکن سے یا اسفیٰ علی یوسف کی صدائیں ہی آرہی ہیں۔ غم ایسا کہ فراق کی آگ کے شعلے آنسو بن کر آنکھوں سے بہتے ہی چلے جارہے ہیں یہاں تک کہ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ غم سے آنکھیں سفید پڑ گئیں۔ درد اتنا سخت۔ کہ جسم گھل رہا ہے جان گھل رہی ہے ہلاکت سامنے ظاہر نظر آتی ہے فَهُوَ كَظِيْمٌ صبر کی یہ شان کہ اپنی بلندیوں پر پہنچ کر صبر جمیل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جو اپنی سنگلاخ مضبوطی میں اٹل ہے۔ نہ شکوہ نہ شکایت۔ نہ کسی سے تذکرہ۔ کتنی برداشت ہے زبان و دہان پر کتنا قابو ہے۔ بڑے سے بڑا دل گردے والا ہوش و حواس کھو دیتا ہے۔ ایسے جانکاہ صدمے پر چیخ پڑتا ہے فریادیں کرتا ہے۔ تڑپتا ہے پھڑکتا ہے۔ حال سے بے حال ہو جاتا ہے۔ دو گھنٹے کسی کا بچہ نہ ملے تو ماں باپ کو پاگل ہوتے دیکھا ہے۔ ادنیٰ سے غم پر انسان شکوے شکایت گلے نفرت کی طومار باندھ دیتا ہے نہ شریعت کا خیال رہتا ہے نہ خدا کی یاد۔ نہ نبی کی شرم نہ قرآن کی حیا نہ ایمان جانے کا خطرہ نہ آخرت کا خوف۔ مگر ان حالات غم میں بھی شانِ نبوت نرالی آن والے انداز میں جلوہ افروز ہوتی ہے۔ نہ شور نہ فریاد نہ چیخ نہ پکار۔ کیسا منجھا ہوا صاف ستھرا شریعت کے نور سے ڈھلا ہوا پاکیزہ جملہ نکلتا ہے۔ یاد الٰہی کی کیسی سہانی ادا ہے فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ میرے لیے تو صبر جمیل ہے۔ مدد و فریاد اللہ ہی سے ہے۔ یہی وہ غمزدہ زندگی کی نبوی طرز ہے جو اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ اور عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ اور هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ہے۔ پھر یقین کتنا محکم۔ کہ دل۔ دماغ اور چہرے پر مایوسی کا شائبہ تک نہیں۔ بلکہ بیٹوں کو حکم دیتے ہیں۔ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ آیت ۸۷ اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کریم کی رحمت و فضل سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ رحمت الٰہیہ سے تو صرف کافر مایوس ہوتے ہیں حالانکہ بیٹے وہ ہیں جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے یوسف کو کوئیں میں ڈالا پھر کوئیں میں سے نکلتے دیکھا اور کسی طرف جاتے دیکھا۔ ان کو تو زندگی اور کہیں نہ کہیں موجودگی کا گمان غالب ہونا چاہیے لیکن وہ سب لمبی مدت گزر جانے اور غلام بنائے جانے کی بنا پر ہلاکت کا پختہ خیال کئے

بیٹھے ہیں جب کہ حضرت یعقوب کو صرف بھیڑئیے کے کھا جانے کا ہی پتہ دیا گیا ہے اُن کے تصورات میں تو موت کا زیادہ خیال ہونا چاہیئے۔ مگر یقین ہے کہ سبحان اللہ۔ ہر عقل جھٹلا رہی ہے ہر طرف سے انکار کیا جا رہا ہے۔ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ کوئی کچھ کہہ رہا ہے کوئی ذکرِ یوسف اور تلاشِ یوسف کے حکم کو عزدہ بڑھاپے کا اثر سمجھ رہا ہے۔ کوئی محبت کی دیوانگی سے تشبیہ دے رہا ہے۔ مگر ادھر جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے یقین محکم ہوتا جا رہا ہے۔ اور بے اختیار زبان سے نکلتا ہے۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ میں تو آج یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں اس یقین کو کن باتوں سے توڑا جا سکتا ہے نہ معلوم کہ یہ علم الیقین ہے یا حق الیقین ہے یا عین الیقین۔ ظاہری کوئی ملنے کی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ اسباب کے اعتبار سے تمام سہارے ٹوٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تمام تدبیریں بن بن کر مٹ چکی ہیں تفکرِ انسانی نے اعلان کر دیا ہے کہ یوسف نہیں مل سکتا۔ اہلِ خرد کے تصور میں بھی وصلِ محبوب کا نقشہ نہیں بندھتا۔ مگر اس یقین میں کیسی مضبوطی ہے کہ اس کو کوئی ذرہ بھر متغیر نہ کر سکا۔ غم اپنی جگہ بدستور چرکے لگا رہا ہے۔ محروموں کے تسلی آمیز طعنے سنے جا رہے ہیں۔ بیٹوں کے زخم برداشت کئے جا رہے ہیں۔ مگر رحم کا یہ عالم ہے کہ بیٹوں کو مجرم کہا بھی نہیں جھوٹا بھی نہیں کہا اور جو لفظ استعمال فرمائے اس میں بھی خود اپنی طرف سے ہی اُن کو معذرت کا راستہ بتا دیا کہ اے بیٹو تم نے جو کچھ کیا اس میں تم اپنے نفسوں کے ہاتھوں مجبور ہو چکے تھے تم کو نفسِ امارہ نے غلط راہ پر ڈال دیا۔ ہو سکتا ہے تمہارے اس کردار کے پس منظر میں تمہاری کسی جائز خواہش کا ہی دخل ہو مگر شیطان نے راستہ غلط بتایا۔ گویا یہ ایک طرح کا ان کی اس حرکت پر محض تاسف ہے۔ رحم دلی کا اس سے بڑا مظاہرہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ پھر نرم مزاجی کا نقشہ قرآن کریم نے کتنے مختصر لفظوں میں پیش فرما دیا۔ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ اگر تم میری باتوں کو برا نہ سمجھو۔ ان دو کلموں میں کتنی وسعت ہے کتنا پھیلاؤ ہے۔ خود شدتِ غم سے نڈھال ہیں مگر باقیوں کا کتنا خیال ہے کہ تم کو میری باتوں میری آہوں میرے رونے سے کچھ پریشانی کچھ تکلیف کچھ الجھاؤ تو نہیں ہوتا اسی احساس کے پیشِ نظر آپ اکثر خلوت میں رہا کرتے۔ اسی نرم مزاجی کی بنا پر فرمایا کرتے کہ اے گھر والو کہیں تم کو میری اس زندگی سے پریشانی ہوتی ہو۔ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ میری شکایت میرا غم اللہ کے آگے ہے۔ تم نہ پریشان ہو۔ پھر معافی کتنی جلدی ذرا سی وصلِ یوسف کی خوشخبری پائی تو پچھلے سارے دکھ بھول گئے اور خود ایک دم معاف کرنے کے علاوہ رب تعالیٰ سے معافی دلانے کا وعدہ فرما لیا۔ ابھی خوشی کی ابتدا ہی ہوئی ہے کہ تشکرِ الٰہی کی مسکراہٹیں بکھر بکھر پڑتی ہیں۔ یہ تو عاشقِ صادق کی سچی داستان ہے اب ذرا مصر کا کردار دیکھئے جس میں نمایاں حصہ زلیخا کا ہے۔ وہ بھی عشقِ یوسفی کی دعویدار ہے۔ مگر پہلے ہی مرحلے پر جب اظہارِ عشق ہوتا ہے۔ تو کس گھناؤنے طریقے سے۔ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ۔ سچے اور جھوٹے عشق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ عاشقِ صادق اپنے عشق کی آگ بھڑکانا چاہتا

ہے۔ مگر جھوٹا عاشق جلد بازی ہوس پرستی سے عشق کی آگ بجھا لینا چاہتا ہے۔ اسی کا یہاں اظہار ہے۔ دروازے بند ایں ہوس شیطانی دعوتِ نفسانی کا دسترخوان کھلا ہے۔ آ۔ اور میری آگ بجھا۔ یہ کیسا عشق ہے۔ کیا یہ عشق کے دامن پر بدنما داغ نہیں۔ عزیز کی اس بیوی کی سابقہ زندگی پر پاکدامنی کا چھاپ منور ہے زلیخا کی سابقہ پاکدامنی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اظہارِ محبت کا یہ طریقہ جو استعمال کیا گیا۔ شرم و حیا سے کتنا دور بے خبری کے کتنا قریب ہے۔ ہر طرف سے لعنت ملامت سنائی دیتی ہے۔ خاوند کے روبرو پکڑی جاتی ہے۔ تو اظہارِ عشق کا دوسرا محال شکل میں نمودار ہوتا ہے کہ عاشق کو اپنی جان کی فکر پڑ جاتی ہے۔ اپنا جرم محبوب کے سر۔ اپنی غلطی میں محبوب کو بدنام کرنا چاہتی ہے۔ اپنی عزت کی خاطر معشوق کی ذلت کے سامان کئے جاتے ہیں اسی کو کچی محبت جھوٹا عشق کہا جاتا ہے۔

چونکہ ابھی صرف ارادہ ہی ظاہر ہوا ہے ارتکاب جرم نہیں اس لیے کہہ دیا جاتا ہے وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِیْنَ جب اسی محبت کی وعیدداری کا تیسرا مرحلہ آتا ہے تو اپنی مخصوص سہیلیوں کے سامنے ایک مخصوص خفیہ دعوت میں۔ اپنی انا کو بچاتے ہوئے۔ حقیقت کا اقرار کرنا پڑا۔ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ واقعی میں نے اس کو ورغلایا تھا مگر اس نے اپنے آپ کو بچا لیا۔ معًا۔ غرورِ مصری کا شعلہ بھڑکتا ہے۔ تکبرِ دولت ابھرتا ہے۔ امیری کا نشہ چڑھتا ہے۔ تو دھمکیاں اور قید و بند کی سزائیں سنائی جاتی ہیں۔ یہ سب کچھ کیا بتاتا ہے کہ عشق جھوٹا ہے محبت ابھی کچی ہے عشق تو انا کی فنا کا نام ہے۔ عاشق کی ہستی تو معشوق کے سامنے گم ہے۔ عاشق کا دین تو معشوق کی دلجوئی ہے۔ عشق تو معشوق کی مرضیوں کا نام ہے نہ کہ اپنی نفس پرستی۔ یہ کیا پیری۔ مریدی اور درویشی فقیری اور عالمیت خطیبیت معقیت ہے کہ رسولُ اللہ کچھ فرمائیں اور ہم کچھ کرتے چلے جائیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوں اور ہم اپنی خود پسندی میں اڑے رہیں۔ رسولُ اللہ تو کعبے کو بتوں سے دھوئیں اور آج کا پیر فقیر خطیب اور مقتدی امام مسجد کو ظلم خانہ اور گھر کو بت خانہ بناتا چلا جائے۔ پیارے آقا کی حدیث سنائی جائے رب رحیم کی آیتیں پڑھی جائیں اور ہماری گردنیں نہ جھکیں ہمارے دل نہ ڈریں۔ ہماری آنکھوں سے شرمندگی کے آنسو نہ بہیں۔ کیا اسی کا نام عشقِ رسولُ اللہ ہے۔ کیا اسی کو حبیبِ خداوندی کہا جاتا ہے۔ کیا سورۂ یوسفی کی یہ نقشہ کشی ہمارے لیے عبرت کا سامان نہیں۔ اے عشقِ حقیقی تو یہ ہے کہ حسن اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ ہے۔ دولتِ دنیا قدموں میں پڑی ہے۔ جوانی اپنے پورے جوبن کے ساتھ دعوتِ وصل دے رہی ہے دنیوی عزتیں نثار ہونے کے لیے تیار ہیں۔ شباب پورے عروج پر ہے۔ شیطان اپنی مکاریوں کا زور لگا رہا ہے۔ نفس طالب ہے حسن پکارتا ہے اے یوسف کوٹھڑی تنہا ہے کوئی دیکھنے والا نہیں۔ سات دروازے ہیں ساتوں مقفل ہیں۔ خواہشات کی بجلیاں گر رہی ہیں۔ مگر عشقِ الٰہی نبوت کے روپ میں بجز بندگی یوسف کی شکل میں جلوہ گر ہے۔ جواب ہوتا ہے۔ تیری باتیں تیری آنکھ کے اعتبار سے ہیں وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ جو آنکھوں کا اندھا ہو وہ کچھ بھی سمجھ سکتا ہے۔ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ

نبوت کی آنکھ تو کائنات کو دیکھ لیتی ہے ہوہ تو کسی جگہ کو خلوت خانہ نہیں سمجھتا اُس کی نگاہ تو نَحۡنُ اَقۡرَبُ پر ہوتی ہے۔ اس کو برھان ربہ نہ جانے کس ہیئت وصورت میں نظر آرہی ہوتی ہے۔ کون ہے جوان حُسن سامانیوں میں خود کو قابو میں رکھ سکے۔ کمل عفت وپاکبازی مثل چٹان ہے جو اس شہوانی طوفان سے ٹکرا سکے۔ مگر سچے عشق خداوندی کا ایک ہی پیکر تھا جس کو زمانہ یوسف کنعانی کے حسین نام سے یاد کرتا رہے گا۔ مصر میں خواہش نفسانی کے کتنے ہی جال پھیلائے گئے کتنے ہی طوفان اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کتنی ہی بجلیاں کڑکیں مگر عصمت انبیا کے کوہ گراں کو ہلا نہ سکیں۔ سیرت یوسفی میں رخنہ نہ ڈال سکیں یہ سب کچھ کیا تھا کیوں تھا یہ سینہ یوسف میں معدن عشق معبودی تھا جس کا مظاہرہ مصر کے تمدن۔ ترقی۔ تہذیب کے علاوہ اقوام عالم کے سامنے پیش کرنا تھا۔ اور سیرت یوسف کو عالمین کے لیے آیت الٰہیہ بنانا تھا۔ لیکن۔ آہ وہی پیکر صدق وصفا جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہے۔ جیل میں تو بہت سے ہیں ہزاروں جاتے ہیں جاتے رہیں گے۔ نکلتے ہیں نکلتے رہیں گے مگر اس جیل کی کیا خصوصیت ہے کہ دنیا کے ابتدائی دوروں سے اس کا پروگرام مرتب ہو چلا ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ابھی یہ دسویں پیغمبر ہیں۔ اور اس کا چرچہ جیل کا تذکرہ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ جیسی کتب الٰہیہ کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ہے۔ اس کی نقشہ کشی کے لیے ہزاروں تفسیریں لکھی گئیں اس کے تفصیلی بیان کے لیے کتنی ہی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ یہی ایک جیل ہے جس کو سارے عالم تا قیامت میں مشہور کیا گیا۔ اس جیل کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا قیدی نرالا ہے۔ دنیا میں لوگوں کو اس لیے قید ملتی ہے کہ وہ خود کو جرم سے نہ بچا سکے مگر اس قیدی کو جیل اس لیے آنا پڑا کہ اس نے جرم کیوں نہ کیا امانت و دیانت وشرافت کو کیوں نہ چھوڑا۔ اس نے گناہ گار زندگی کو کیوں ٹھکرایا دنیا کی عدالتیں ان کو جیل بھیجتی ہیں جو عیاشی کی زندگی چاہتے ہیں اور جب ملتی ہے تو خود کو جرم وگناہ سے قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ مگر اس قیدی کو یہ جیل اس لیے ملتی ہے کہ اس نے عیش کی زندگی سے مُنہ کیوں موڑا۔ لذت گناہ کے وقت نفس وخواہشات کو قابو میں کیوں رکھا۔ اہل دنیا ناسازگار حالات ناموافق زمانے سے بغاوت کر جاتے ہیں مگر یہ قیدی ایسا ہے کہ اس نے اجنبی غلام کی کیفیت میں زمانے کے اتار چڑھاؤ کو پہلی بار دیکھا اور دیکھتے ہی کمال متانت سے حالات کے ساتھ مطابقت کرتے ہوئے آنیوالی ہر آزمائش کے ساتھ خود کو ڈھال لیا۔ خواہ وہ بھائیوں کا ظالمانہ سلوک ہو یا قافلے کی غلامانہ تجارت یا عزیز مصر کی خریداری اور خدمت گزاری۔ یا بیگناہی کی یہ جیل۔ اس جیل کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ اس قیدی کے آنے سے یہ جیل حمد الٰہی کی عبادت گاہ بن گئی۔ اور کبھی یہی جیل درسگاہ معرفت بن جاتی ہے۔ نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِیۡلِهٖ یہ جیل اس قیدی کی عبادت ریاضت اور احسانات سے مخزن انوار محسوس ہوتی ہے۔ جیل کا ذرہ ذرہ پکار اٹھتا ہے۔ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ کبھی یہی جیل تبلیغ دین کا مرکز معلوم ہوتی ہے۔ اِنِّیۡ تَرَكۡتُ مِلَّةَ قَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ۔ وَاتَّبَعۡتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ (الخ)

ذَالِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ ۔ کبھی اسی جیل میں توحید باری کے درس پڑھائے جاتے ہیں۔ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یہ قیدی یہ چند سالوں کا نوخیز جوان ۔ یہ اٹھتی جوانی ۔ بھرپور شباب مگر اس کے سرخ رخساروں میں تو نورِ وحدت کی چمک اور اس کی خوبصورت آنکھوں میں تو دینِ الٰہی کی روشنی موجزن ہے اس کی زبان فصاحت کے پھول بکھیر رہی ہے اس کے دلائل کے سامنے تو آباء و اجداد کا دین دم توڑ رہا ہے۔ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۔ جیل میں کھلبلی مچ گئی یہ کیسی پرکشش آواز ہے دھماکہ خیز وعظ ہے ۔ یہ صوتِ ہادی کس طرف سے بلند ہو رہی ہے اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ یہ قیدی عجیب ہے ۔ کیا یہ صرف دین کی باتیں جانتا ہے ۔ کیا یہ صرف گوشۂ تنہائی کا عابد و زاہد ہی ہے نہیں نہیں یہ معمولی آدمی نہیں ۔ اس کے کشوری مزاج میں تقریباً انسانوں کی ستر زبانیں محفوظ ہیں یہ رب تعالیٰ کی خفیہ زبان بھی جانتا ہے ۔ یہ اشاراتِ الٰہیہ کا بھی بھیدی ہے اس کو ترجمانِ قلبی کی تاویل اور خوابوں کی تعبیر بھی آتی ہے ۔ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ (الخ) یہ کیسی حیران کن شخصیت ہے کہ جس نے جیل کی مکدر فضا کو منور بنا دیا ۔ اب تو جیل بھی لہلہاتا ہوا گلشنِ توحید معلوم ہوتا ہے یہ سلاخوں کے پیچھے جب آدھی رات کو ذکر الٰہی کے نغمے گنگناتا ہے تو انوار کی شمعیں جلتی نظر آتی ہیں جب یہ صبح تڑکے عبادتِ الٰہی میں نہایت عجز و انکسار خشوع و خضوع سے سجدہ ریز ہوتا ہے تو فضا کیسی مہک جاتی ہے ۔ کسی نے سچ ہی کہا تھا ۔ مَا هٰذَا بَشَرًا ۔ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۔ اس نے کبھی کسی سے کوئی حاجت بیان نہیں کی ۔ بس اپنے رب سے ہی فریادیں کرتا ہے اسی کو اپنا مشکل کشا سمجھتا ہے ۔ لیکن خود قیدی ہو کر بھی ہزاروں کی مشکلیں حل کر دیتا ہے اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۔ (الخ) ہاں کل کسی آزاد ہونے والے قیدی سے کہہ رہا تھا ۔ اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ تو اپنے رب سے میرا ذکر کرنا ۔ میرا رب تو دلوں کی باتیں جانتا ہے تیرا رب غافل ہے ۔ میرا رب تو مشکل حل فرمانے والا ہے ۔ تیرے رب پر جس کو تو نے رب بنا لیا ہے ایک مصیبت پڑنے والی ہے ۔ جا بتا دے اپنے رب کو میری ساری باتیں میری تبلیغ میری تعلیم میرا دین ۔ میرے دلائل ۔ تو ذریعہ بن جا محلوں تک میری دینی باتوں ۔ اور سچے دین کے دلائل جھوٹے دین کی مذمت پہنچانے کا ۔ تاکہ غفلت کے کانوں کو حق پرستی کے رس گھولتے لفظ پہلی بار سننے کو ملیں ۔ مگر یہاں کونسا دشمن آڑے آ سکتا تھا بجز شیطان کے ۔ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ وہی شیطان جس نے نبوت کے خلاف بھائیوں کو اکسایا زلیخا کو بھڑکایا ۔ اور جیل میں پہنچایا ۔ فَلَبِثَ فِى السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ کئی سال جیل میں رہے ۔ یہی مشیئتِ الٰہی تھا ۔ ازلی تقدیرِ الٰہی کے مقرر شدہ پروگرام کا یہ بھی ایک حصہ تھا ۔ کیونکہ ابھی جیل کے منتشرہ ماحول کو نبوت

کے پاکیزہ ہاتھوں کی ضرورت تھی۔ جیل کی گھریہ ظلمتوں کو نور ایمانی کی روشنی ہیں بسانے کے لیے کچھ وقت کی حاجت تھی۔ یہ قانون فطرت ہے کہ خواہشات کفر و شرک کی جیل کو درست کرنا ہو تو یوسف کنعانی کو بھیجا جاتا ہے اور جب ملکہ خود سری کے درباروں کو درست کرنا ہوتا ہے تو کلیم طور کو بھیجا جاتا ہے۔ اور جب رب تعالیٰ کے کعبۂ جلال کو بتوں سے پاک کرنا ہو تو محبوب عرشی تاجدار فرشی مالک لوح و قلم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما دیا جاتا ہے اور جب میدانِ سرکشی کو گناہوں کے جھگڑوں سے بچایا جاتا ہے تو حسین کربلا کو منتخب فرما دیا جاتا ہے۔ یہ دلیل الٰہی کے وہ چراغ ہیں جو کہیں بھی ہوں روشنی ہی دیں گے یہی سیرت یوسف وہ نور ہے جو ہر ماحول کو منور ہی کرتا ہے اس سیرت نے آنے والی قوموں کو کتنے سبق دیئے۔ دنیا کی تکلیف و آرام زمی کتنی توانی جانی چیز ہے مگر حیات دنیوی کا وقت کتنا قیمتی ہے۔ یہ لمحات یہ سانسوں کی ڈوری کتنی انمول ہے۔ کیا تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ دوبارہ ملے یا واپس لوٹے یہی خیال کرتے ہوئے حضرت یوسف ایک ایک سانس سے پورا پورا مقصد حیات کا کام لے رہے ہیں کوئی وقت ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ تعبیر پوچھنے والے قیدی جب بارگاہ یوسفی میں اپنی حاجت لے کر آتے ہیں تو تعبیر میں فقط اس لیے دیر لگاتے ہیں کہ ان کے آنے کا مقصد دنیوی ہی نہ رہے۔ درس گاہ محترم بن جائے مگر ان کو بھی پتہ لگ جائے کہ ہم کسی کاہن نجومی۔ جادوگر۔ فال۔ رمل والے کے پاس نہیں آئے بلکہ حیات دنیوی کا مقصد اور حیاتِ اخروی کی راہ حقیقت بتانے والے پیکر ہدایت کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہیں۔ کیا کسی بنگالہ عامل۔ کامل۔ تعویذ وغیرہ دینے والوں لوگوں کو مسخر کرنے والے شخص نے سیرت یوسف کے اس پہلو سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے تبلیغ دین کا مقدس فریضہ ادا کرنے کا رواج ڈالا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے تو قید و مصیبت کی ذرہ بھر کسی سے بات نہ کی۔ آپ کی قید والی ساری زندگی کی تاریخ رشد و ہدایت سے بھری پڑی ہے۔ یہاں تک کہ قیدیوں کے علاوہ جیل کے افسران بھی ہاتھ باندھے غلام و معتقد نظر آتے ہیں۔ وقت گزرتا چلا جا رہا ہے۔ بادشاہ خواب دیکھ لیتا ہے مگر سارے دربار تمام رعایا پورے ملک میں کوئی تعبیر نہیں بتا سکتا۔ آج مصر والوں علم پر غرور کرنے والوں۔ عمالقی ناز خوردوں کو اپنی لیاقت علمی کی حیثیت کا پتہ لگ جاتا ہے آج دانشوروں کاہنوں۔ نجومیوں کے سر شرمندگی سے نیچے لٹک گئے۔ کہاں گیا علمی دبدبہ۔ لیاقت کے غرور کو کیا ہوا۔ درس گاہیں کیوں خاموش ہیں حکومت کی تنخواہیں کھانے والے کہاں منہ چھپا گئے۔ عقل و خرد کے سارے بھرم ٹوٹ گئے۔ جب سب کچھ بھول گیا تو کنعان کا وہ شہزادہ جس کو بدوی غلام مجرم سمجھ کر قید میں ڈالا ہوا ہے یاد آیا یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ اے کائنات عالم میں سب سے زیادہ سچے یوسف۔ ہمیں اُس خواب شاہی کی تعبیر بتا کہ سات پتلی گایوں نے سات موٹی گایوں کو کھا لیا۔ اور سات سبز بالیاں اور سات خشک ہیں۔ اس خواب سے سارے دربار میں سناٹا چھایا ہوا ہے۔ سب کے علم فیل ہو گئے زبانیں گنگ ہو گئیں یہاں شانِ نبوت

کو ایک عظیم پہلو نرالی ادا۔ بہترین اختیار خداداد ابھرتا ہے چشم فلک نے بھلا کہاں یہ نظارہ کیا ہوا بادشاہ فقیر کے دروازے کا گدا بن جائے۔ شہنشاہ مغرور اس کا محتاج دکھائی دیتا ہو جو اس کی سلطنت کے مضبوط قلعے میں ان پڑھ بدوی غلام قیدی کی حیثیت سے جانا پہچانا جا رہا ہے۔ ایسے معجزے تو آستانۂ نبوت پر ہی نظر آ سکتے ہیں آج یوسف صدیق علم و عرفان کی خیرات بانٹ رہے ہیں اور تمدن و ترقی دنیوی وجاہت کا بادشاہ گدائی کا دامن پھیلا رہا ہے۔ پھر بھی توقف نہیں خیرات دینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتے بلکہ فوراً ہی قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۔ والخ ۔ چودہ سال کا پورا نقشہ، تعبیر کے علاوہ صنعت کسانی اور ذخیرہ اندوزی کے فارمولوں کی بھی گوہر افشانی فرما دی۔ تاکہ اقوام عالم کو پتہ چل جائے کہ یہ کہانت و جوتش۔ رمل و فال کی ناٹیچہ بازی نہیں۔ علم نبوت کی چھوٹی سی جھلک ہے۔ اے یوسف تم قیدی ہو کئی سال سے جیل کی تکدر اور پریشان ماحول میں الجھے ہوئے ہو۔ آج اس بادشاہ کا پیغام آیا ہے جس کی نگاہ التفات اور اشارۂ ابرو سے سالہا سال کی جیل۔ ایک ساعت میں ختم ہو سکتی ہے کچھ تو مفاد حاصل کرو کم از کم بادشاہ کے پاس اپنے مصائب کا ذکر بھیج دو اس وقت تو وہ مہربان فوراً عمل کرے گا۔ یہ وہی قیدی ساتھی ہے جس سے آپ نے پہلے تذکرہ کرنے کا حکم کیا تھا بادشاہ کے سامنے اے نادان مشیر یہ مقام نبوت ہے۔ نبوت مفاد پرست ابن الوقت۔ سیاسی شعبدہ باز نہیں ہوتی۔ نبی رحم کرتا ہے۔ رحم کی اپیل نہیں۔ نبی خیرات بانٹنے کے لیے آتا ہے خیرات مانگنے کے لیے نہیں۔ نبوت کا معجزہ ہزاروں دنیوی دینی۔ کفر و شرک و بدکاری گناہگاری کے قیدیوں کو چھڑا دیتا ہے۔ مگر ظلم کی قید سے چھوٹنے کے لیے کسی دنیا پرست سے درخواست نہیں کرتا۔ قیدی ساتھی سے پہلے تذکرہ کرنا بھی درخواست نہ تھی۔ تبلیغ تھی اللہ اکبر کیا دبدبہ ہے وجاہت نبوت کا۔ اے سیرت یوسفی تیرے قدموں پر ہزاروں خود دار قربان۔ تیری سچی سیاست پر لاکھوں زیرک نظریں نثار۔ اے یوسف ساری آنے والی مصیبتوں سے بچنے کے راستے ایک دم کیوں بتا دیئے کچھ روک رکھتے تاکہ بادشاہ کے دربار میں بار بار آپ کا نام آتا اور ہر بات سمجھنے کے لیے بار بار پیغام آتے۔ اے کم عقل نفسانی خواہش آستانۂ نبوت پر تیری امید بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ مجھے بادشاہ کی اور اس کے پیغام کی کیا حاجت۔ میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ نان نہیں۔ فقیر الٰہی کے لیے تخت۔ تختہ۔ جیل۔ میدان۔ قید۔ گھر۔ امیری غریبی۔ صحت بیماری نرم گرم راحت و تکلیف سب برابر ہے۔ اس کو جیل کوٹھڑی پریشان نہیں کرتی بلکہ رضاء الٰہیہ کی دل نشین محفل سدا بہار گلشن معلوم ہوتی ہے۔ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۔ اب اسی قیدی کے قدموں پر بادشاہتیں جھک رہی ہیں اسی بدوی کے سامنے دنیا کا تمدن بکھرا جا رہا ہے۔ اہل دنیا کے ترقی یافتہ کے علم قدم رنجہ فرمانے کی درخواستیں کر رہے ہیں۔ دنیا پرست ان موقعوں کو غنیمت سمجھتا ہے۔ سالہا سال کا تکلیفوں جیلوں میں پڑا ہوا دنیوی انسان تو خوش ہو جاتا۔ کود کر باہر نکل آتا۔ مگر یہ رسول خدا کی چوکھٹ ہے۔ کیا شان بے نیازی ہے۔

ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ جا اپنے مربی کی طرف واپس پلٹ جا۔ اور بتا دے کہ جس کو تو نے بدوی سمجھا ہے وہ علوم دنیا کا استاد ہے جس کو گنوار بے پڑھا جانا گیا وہ علم لدنی کا بحر بیکراں ہے۔ جس کو غلام بنایا گیا اس کے سامنے آقا سرنگوں ہیں جس کو قید کیا گیا ہے وہ رحمت الٰہی کی فضاؤں میں آزاد ہے۔ جس کو مجرم قرار دیا گیا اس کی راست بازی کی شمع جہان کو روشن کر رہی ہے۔ اگر نہیں فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ (الخ) ان عورتوں سے پوچھ لے جنہوں نے اس کے جلوے کو دیکھ کر ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ اس کی امانت و دیانت و صداقت کی گواہی وہ تو درکنار مصر کی دیواریں بھی دیں گی۔ اندھیری کوٹھڑیاں اور شیر خوار بچے دیں گے بلکہ خود عزیز کی بیوی بھی خود کو ملامت کرتے ہوئے نبوت کی سچائی کے گن گائے گی۔ پھر کیا ہوا۔ بھرے دربار نے کیا دیکھا۔ ملک مصر کے لوگوں نے کیا سنا۔ تاریخ کے قلم نے قرطاس دھر پر کیا لکھا۔ اور قرآن مجید نے کیا بیان فرمایا۔ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ۔ عزیز مصر کی بیوی نے آخر مجبور ہو کر کیا سچا بیان دیا اَلْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ کیسی پیاری محفل نعت خوانی تھی۔ کیا بہترین سیرت النبی کا جلسہ تھا۔ کیا یہ مقام عبرت ان لوگوں کے لیے نہیں جو نبی کی نعت خوانی کو بند کراتے ہیں اور سیرت النبی کے جلسے کی آڑ میں اپنے بڑوں کا کردار اچھالتے ہیں۔ نبوت کی ثنا خوانی کے بجائے کسی اور ہی حضرت جی کے پل باندھے جاتے ہیں یہ آیت الٰہیہ کیا بتا رہی ہیں۔ کامیاب محفل کونسی ہے جہاں نبی کی زبان پر حمد باری تعالیٰ ہو۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ (الخ) اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اے دنیا کے بھٹکے ہوئے نادانوں تم نے کس کو رب بنا رکھا ہے۔ آؤ میرے رب کی شان دیکھو۔ میرا رب جھکانے والا ہے تمہارے منہ بولے رب جھکنے والے۔ تمہارا مربی جیل پہنچانے والا میرا رب تخت عزت پر بٹھانے والا۔ ہے کوئی یوسف کی طرح عاجزی انکساری عفت پاکدامنی۔ بے داغ سیرت۔ امانت۔ دیانت۔ عبادت۔ ریاضت۔ صبر۔ مشقت والا کوئی عشق الٰہی محبت خدائی۔ عطا۔ سخا۔ بقا۔ اطلاق یا اخلاص لے کر آنے والا ہے تاکہ ہم اس کو حفاظت کا تاج پہنا کر رحمت کے تخت پر بٹھائیں۔ وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ دنیا میں بھی ہم کسی کی شان نعت خوانی بند نہیں ہونے دیتے آخرت میں ملنے والا اجر تو اس سے کہیں زیادہ اور ابدی ہے۔ ملک مصر۔ خرد مندوں۔ دانشوروں۔ فلاسفروں۔ عقل والوں سے بھر پڑا ہے۔ کاہنوں۔ نجومیوں جوتشیوں جادوگروں قیافہ شناسوں کی بھرمار ہے۔ مگر یوسف جیسا کوئی نہیں ملتا۔ آج اسی نبی کی جستجو ہے جس کو ان پڑھ بدوی سمجھا گیا۔ آج دربار کا سماں دیکھنے کے قابل ہے نظارہ دلفریب ہے۔ ایک طرف شان سکندری ہے دوسری طرف نگاہ فقر ہے۔ ادھر دنیا ہے ادھر دین ہے۔ اس طرف عقل ظاہری ہے اس طرف عشق باطنی ہے۔ عقل میں ابھی تھوڑی سی طراری موجود ہے۔ خود نمائی کی تڑپ ہے۔ کچھ کچھ رعونت باقی ہے۔ دنیا نے نبوت سے ٹکر لی سامنے مقابلوں میں شکست

کھائی۔ ناکامی کا منہ دیکھا۔ بس اب آخری معرکہ ہے۔ چراغ سحری کی آخری ادا ہے۔ مقابلے کے ایک طرف بوڑھا۔ جہاندیدہ علم رسیدہ۔ دانش کا پُر دماغ بادشاہ ہے اور دوسری طرف گاؤں سے چل کر کوئیں سے ہوتا غلامیت کی زنجیروں میں کسا کسایا بندھا بندھایا جیل پہنچنے والا قیدی ہے۔ عمر کا جوان ہے۔ جس کی نگاہوں نے کبھی شہر نہیں دیکھا تھا۔ پھر مقابلہ دست و بازو کا نہیں عقل۔ فہم۔ علم۔ لغت زباندانی۔ اور فراست ذہنی کا ہے۔ ایک زبان میں گفتگو برابر رہتی ہے۔ پھر دوسری میں پھر تیسری پھر چوتھی۔ پانچویں چھٹی ساتویں۔ آٹھویں بادشاہ کی حیرت بڑھتی جاتی ہے۔ پھر سوچتا ہے جوان کب تک ساتھ دے گا۔ آج دنیا میں میرا مقابلہ کون جیت سکا۔ زبانوں پر زبانیں بولی جا رہی ہیں دس۔ بیس تیس۔ پنتیس۔ شاہ مصر کی رعونت درست ہی تھی۔ واقعی کوئی کبھی بھی مقابلے میں نہ ٹھہر سکا ہوگا۔ دنیا میں دس گیارہ زبانوں سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ لیکن شاہ مصر نے اپنی عمر کا بڑا حصہ زبانیں سیکھنے میں خرچ کیا ہوگا۔ حیرانی تو اس نوخیز جوان کی زبان دانی پر ہے جو چالیس زبانوں تک نہایت وصاحت بلاغت کے ساتھ مسکرا مسکرا کر جواب دیتا رہا۔ اور بادشاہ آج اپنی عمر میں غالباً پہلی بار شکست کے یقینی خیال کے ساتھ حیرانی پریشانی سے ندامت کے پسینے پونچھتا رہا۔ اور جب اپنی آخری چالیسویں زبان کا بھی جواب سن لیا فَلَمَّا كَلَّمَهٗ جب یہ مکالمہ پورا ہو گیا۔ تو قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ اے یوسف تیرے فہم و فراست کا مظاہرہ تیری تعبیر خواب بتانے سے ہو چکا۔ تیری عالی ظرفی شرافتِ نفسی کا مشاہدہ ان زبانوں کی گواہی سے ہوا جو کل تک تجھ پر بہتان طرازی اتہام تراشی کر رہی تھیں۔ اور اپنی خیانت اور کذب بیانی کو تیرے سر تھوپ رہی تھیں آج وہی زبانیں تیری پاکدامنی کے گیت گا رہی ہیں۔ لیکن میرے علم تیری لیاقت قابلیت کا پتہ آج اس مکالمے سے ہوا۔ ظاہر بات ہے کہ یہ مکالمہ فقط شکست و جیت کے ارادے سے نہ ہوا ہوگا۔ یہاں بیت بازی یا لطیفہ سنجی نہ ہوئی ہوگی بلاغت و لفاظی کے ترنگے نہ اڑائے گئے ہوں گے بلکہ ملکی مسائل۔ سیاسی حالات۔ آنیوالے معاشی بحران پر ہی دانائی و معاملہ فہمی کے سوال و جواب ہوئے ہوں گے یہ سب کچھ دیکھ کر جب عش عش کر اٹھا ہر طرح سے آزمائش و پرکھ کر چکا اور زندگی میں یقیناً پہلی بار انتہائی متاثر ہو گیا تب کہا بیشک تو۔ آج سے ہم سب ملک والوں حکومت والوں کے نزدیک بڑے مضبوط ارادے قوتِ علمی والا اور امانت والا ہے۔ واقعی تیرا علم میرے علم کے برابر ہے۔ آپ نے جب اس کا جواب اکتالیسویں زبان میں دیا تو ششدر رہ گیا۔ پھر دوسری زبان پھر تیسری پھر چوتھی پانچویں۔ بہتر زبانوں تک فصاحت کے جوہر دکھاتے رہے۔ نبوت کا یہ وہ مقام ہے کہ جہاں عقلیں پکار اٹھتی ہیں۔ فلسفے سر پیٹتے ہیں دانشیں نم وزن ہوتی ہیں۔ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ دنیا کا کون انسان ہے جو نبوت کی ہمسری کر سکے کتنے بدنصیب ہیں وہ جو نبی کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہوئے صرف بشر ہی کہتے ہیں۔ حضرت یوسف

ہیں نبوت کی جس طرح نقشہ کشی فرمائی گئی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا جہان کی جتنی بھی خوبیاں ہیں وہ صرف نبوت کے دامن کے پھول ہیں۔ دنیا انسانیت کی ڈلوہی تو ہیں ہیں۔

ما۔ قوتِ زنان مٹ وقوت مردان۔ عورتوں کو اپنے حسن پر ناز ہوتا ہے اور مردوں کو اپنے علم پر مگر نبوت کی دہلیز پر یہ دونوں ناز ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور کسی کو زبان سے کسی کو ذہن کی گہرائیوں سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ شریعت کے مقام سے کہیں اونچا ہے۔ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ سبحان یوسف کے سب کمالات دیکھ لیے گئے ہر طرح آزمایا گیا تو سمجھ لو کہ یہ سب کچھ میرے رب کی عطا ہے۔ اور میرے پاس احکمُ الحاکمین کا قانون ہے۔ قانون الٰہی اپنی بالادستی چاہتی ہے۔ لہٰذا صرف کسی دنیوی قانون کی مشاورتی عہدہ نہیں کسی کافر حکومت کے زیر فرمان نہیں بلکہ علاقائی زمین کے تمام خزانوں کا حاکم مختار بننا چاہتا ہوں تاکہ اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون جاری ہوں۔ بیشک میں تمام زمین کی حفاظت کرنے والا اور اللہ کے تمام قانون کو جاننے والا ہوں۔ میں بادشاہ کا مرہونِ منت نہیں ہونا چاہتا میں نے تو جیل سے نکلنا بھی اس وقت تک قبول نہ کیا تھا جب تک وہ رہائی بادشاہ کی خوشنودی تھی۔ جب عدالت کے فیصلے نے میری بیگناہی کا فیصلہ کر دیا اور میری سزا پر سب کے سر ندامت سے جھک گئے تب میں رہائی کو اپنا حق سمجھتے ہوئے جیل سے نکلا۔ آج پھر کسی کا احسان مند کیوں ہو سکتا ہوں اگر مجھ کو اسی قابل سمجھتے ہو کہ میں مکمل انتظام و انصرام کر سکتا ہوں تو مکمل اختیار بھی میرا ہوگا اور ملک پر قانون بھی میرا چلے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ قانون کفر کا ہی رہے اور نبی صرف مشاورتی کونسل کا ممبر بن جانے میں حق تعالیٰ کا سچا نبی ہوں۔ وہ کوئی جھوٹا مدعی نبوت ہوگا جو چڑھتے سورج کا پجاری ہو۔ میں دولت و حکومت کا حاجتمند نہیں عزت و وقار کا خواہش مند ہوں خاندانی شرافت پر آنچ نہیں آنے دی جائے گی۔ ماشاء اللہ استقامت دین اور اخلاقِ نبوت کی کیسی اعلیٰ مضبوطی ہے۔ اب قرآن مجید سیرت یوسف کا ایک عجیب باب کھولتا ہے۔ یوسف تخت پر جلوہ افروز ہیں اور بھائی سامنے کھڑے ہوتے ہیں کون بھائی؟ وہ بھائی جنہوں نے موقعہ ملنے پر ظلم۔ شقاوت۔ ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ قتل کے منصوبے کو ہر طرح عملی جامہ پہنایا۔ دکھ درد کے پورے سامان کئے گھر سے بے گھر کیا۔ غلام بنا کر بیچ دیا۔ وہ دور جب کہ غلام بنانا سسکا سسکا کر مارنے کے مترادف تھا۔ ننھے بھائی کی مظلومیت پر ترس نہ کھایا۔ آج اسی بھائی کے سامنے عاجزانہ کھڑے ہیں ملتجیانہ نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ کیسا عجیب اتفاق ہے۔ تاریخ عالم کا کیسا انوکھا موڑ ہے۔ جس کے سامنے کھڑے ہیں وہ وہی مجبور و مظلوم بھائی ہے مگر آج۔ وہ مظلوم نہیں بلکہ کائنات کے مظلوموں کی داد رسی اس کے سپرد کر دی گئی ہے آج وہ بھوکا اور پیاسا نہیں بلکہ زمین کے بھوکوں کا کفیل بنا دیا گیا ہے۔ یہ حاضر ہونے والے بھائی اس کو عزیزِ مصر ہی سمجھ رہے ہیں مگر یوسف علیہ السلام نے پہچان لیا ہے۔ ہر قسم کا سلوک کیا جا سکتا ہے آج

یوسف کو انتقام لینے سے کون روک سکتا ہے اشارۂ ابرو کی دیر ہے بڑی سے بڑی سخت سے سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔ اہلِ دنیا کے سامنے یہ بھی کڑی آزمائش ہے۔ شخصیتِ یوسف پر صبر کا دور گزر چکا ہے۔ آج علم و رحم کا زمانہ ہے انسان کے لیے مقہوری و مجبوری میں صبر کر لینا اگرچہ بڑی سعادت و ثواب ہے۔ مگر تخت پر بیٹھ کر تاج و شاہی لباس پہن کر۔ قوت و اختیار ہوتے ہوئے مہرِ بخشش کے پھول نچھاور کرنا۔ اور آتشِ انتقام سلگنے نہ دینا عظمت کی بلندی کا اونچا نشان ہے۔ اقوامِ عالم پر صبر و عفو کے کئی دور گزرے مگر کوئی بھی نہ صبرِ یوسف کی مثال پیش کر سکا نہ رحمِ یوسف۔ کہ جب مقامِ صبر تھا تو اُف بھی نہ کی اور جب طاقت پائی تو بدلے کا خیال بھی نہ آیا۔ حالانکہ کفر اور غیر مسلموں کی تاریخ ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور یورپین ممالک کے واقعات میں مظلوم۔ نہتے مجبور بیکس رعایہ پر رحم کی ہلکی سی مثال بھی نہیں ملتی۔ ان کی داستانیں ظلم سے بھری پڑی ہیں اہلِ دنیا اور اہلُ اللہ کے اس امتیازی فرق پر تاریخ شاہد ہے۔ تین دفعہ بھائیوں کا آنا ہوتا ہے۔ پہلی دفعہ ایسی میزبانی فرمائی کہ عزیزِ مصر کے حسنِ اخلاق کی دھاک بیٹھ گئی۔ دوسری دفعہ وہ طریقہ اختیار فرمایا کہ وصل کی گھڑیاں قریب سے قریب تر ہو گئیں۔ ان دو ملاقاتوں میں مہربانی تو ہر قسم کی ہوتی ہے مگر پچھلے سلوک کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا جاتا۔ تیسری ملاقات ایسی حالت میں ہوتی ہے کہ انتقام کے کانٹے خود بخود رحم کے پھول بن جاتے ہیں اب بات چھپائی نہیں جا سکتی۔ لیکن جس یوسف نے اپنوں سے ہمیشہ دکھ اٹھائے آج وہ سراپا کرم ہے۔ الفاظ تلاش فرما رہا ہے کہ تعارف کے لیے ایسے لفظ بولے جائیں کہ پوشیدہ حالات کا نقشہ بھی کھینچ جائے مصر میں آنے کا ذریعہ بھی سمجھ آ جائے اور پچھلی باتیں یاد بھی آ جائیں لیکن میری طرف سے دل پر ہلکی سی خراش بھی نہ آئے۔ تھوڑے سے کلام سے ہی پوری تفصیل ہو جائے هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ کیا تم نے کبھی خلوت یا جلوت میں اکیلے یا اکٹھے گزرے ہوئے لمحات میں کبھی سوچا بھی کہ تم نے یوسف کے ساتھ اور اُس کے بھائی کے ساتھ کیا۔ کیا تھا۔ کبھی اُس کی یاد نے تم کو بھی رلایا تڑپایا کبھی ندامت ہوئی اُس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس کی شکل کا کبھی تصور بھی بندھا۔ کم از کم اب تو ضرور یاد آ گیا ہوگا۔ اور یقیناً سب واقعات و کردار کی تصویر ابھی کھینچ گئی۔ اچھا یہ تو کہو جب تمہاری کم عقلی کے دن تھے اور تم نے کھیل ہی کھیل میں کیا کر دیا تھا۔ ارے کیا تم ہی یوسف ہو۔ ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اِس نے مجھ کو نہیں بتایا میں نے تو تم کو پہلے دن پہچان لیا تھا مگر تم نے میرا حسنِ سلوک دیکھا۔ اب بھی میں تم کو یاد نہ دلاتا مگر آخر ایک دن یہ بات کھلنی تھی لیکن تم سے کچھ مواخذہ گرفت نہیں۔ میں سمجھتا ہوں تم نے نادانی میں یہ سب کچھ کیا تھا۔ اب تمہاری ندامت معذرت قبول ہے۔ دل پر کوئی بوجھ نہ رکھو۔ آخر میں بھائی ہوں تم میرے خون ہو۔ سبحان اللہ کتنا بڑا حوصلہ ہوتا ہے بارگاہِ نبوت کا۔ جو تسلیاں دے رہے ہیں صالحین تو دنیا میں بہت ہوتے ہیں مگر نبوت کی ایک نرالی ادا یہ ہے کہ ہر بات کی انتہا یادِ الٰہی شکرِ خداوندی۔ اور حمدِ باری تعالےٰ

کو بنایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دنیوی ماحول ایک دم دین کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ تاکہ بندے کے تصورات دنیا اور اہلِ دنیا سے ہٹ کر مشغول ذات جل مجدہٗ ہو جائے۔ اے بھائیو تم نے یہ میرا رویہ دیکھا ہے لیکن میرا رب تو اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن ہے۔ اصل معذرت اس کی بارگاہ میں کرو۔ وہ تم کو ابدالاباد تک بخش دے گا۔ اب آخری سورت تک حمدی حمد شکر ہی شکر ہے۔ آخر میں سب سے منہ موڑ کر رب کی بارگاہ میں عرض گزاری ہے۔ کہ اے میرے کریم رب۔ شیطان نے فراق ڈالا تو نے اس کو وصل سے بدلا۔ شیطان نے تھوڑی تکلیف اور جدائی دی۔ تو نے کثیر عطائیں فرمائیں والد دیا۔ ماں سے ملایا۔ بچھڑے بھائی ملائے ملک دیا سلطنت عطا فرمائی۔ حکومت۔ عزت۔ رزق۔ آل۔ اولاد۔ کیا کچھ تو نے نہیں دیا۔

تیرے کرم سے اے غنی کون سی شئی ملی نہیں
جھولی ہی سب کی تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

اے میری فریادوں کو سننے والے شب کی اندھیریوں کو نور بنانے والے۔ بس ایک ملاپ۔ ایک وصل اور عطا فرما۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ مجھ کو سلامتی کی وفات عطا فرما۔ اور اپنے خاص الخاص بندوں سے ملائے رکھنا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہ سورت۔ عابدین۔ عارفین۔ زاہدین۔ علما۔ صوفیا۔ کے لیے آیتِ الٰہیہ ہے کیونکہ وہی سائلین حقیقت ہیں اور طالبینِ شریعت ہیں۔ یہ سورت غافلین۔ نادمین۔ فاسقین تائبین۔ ظلمین کے لیے عبرت ہے۔ کیونکہ ندامت اور توبہ اور اقرارِ گناہ لانے والا ہی اُولِی الْاَلْبَاب میں سے ہے۔ یہ سورت۔ عاشقین۔ عاقلین کے لیے ہدایت و رحمت ہے کیونکہ یہی عشقِ رسول پر کامل ایمان لانے والے مومن ہیں دنیا میں اگر کسی کو بھائی کا درجہ دیا جا سکتا ہے تو یہی بارہ گروہ الٰہیہ ہیں ان ہی کا وصل وہ العام خداوندی ہے جو دنیا۔ عقبیٰ قبر حشر میں قائم رہنے والا ہے باقی برادری۔ اخوت سب چھوٹنے والی بے وفا۔ بے مروت۔ مطلب پرست۔ جھوٹی امیدیں اور پیار جتانے والی ہے۔ یعقوب علیہ السلام کی پہلی بیوی راحیل تھیں مگر ان کے تین بچے بڑھاپے میں ہوئے لڑکا یوسف لڑکی زینب دوسرا بیٹا بنیامین۔ دوسری بیوی لیا کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی۔ زلفہ لونڈی سے جاد۔ آشر۔ دان لونڈی سے دو بیٹے دان نفتالی۔ دخولِ مصر کے وقت صرف لیا زندہ تھیں اور بارہ بیٹے زندہ اور ان کی اولاد بیویاں۔ حضرت یعقوب کی دونوں بیٹیاں فوت ہو چکی تھیں صحیح یہ ہے کہ دونوں کی شادی نہ ہوئی تھی۔ وفات نوجوانی میں ہوئی تھی۔ حضرت یوسف کے گیارہ بھائیوں کے نام۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
روبیل	یہودا	شمعون	لاوی	یشجر	زبالون	جاد	آشر	دان	نفتالی	یوسف علیہ السلام	بنیامین

والدِ یوسف	سگی والدہ	دوسری زوجہ	حضرت	دوسری	یوسف کی بہن	بادشاہ مصر	عزیز مصر	زوجہ یوسف	پہلا قیدی	دوسرا قیدی
یعقوب علیہ السلام	راحیل	یعقوب یا (سوتیلی ماں)	یعقوب کی لونڈی زلفہ	لونڈی بلہہ	سگی، سوتیلی زینب سوتیلی	خالی نور	ملفیر	زلیخا دراعیل	ساقی زندہ مخلب	مرنے والا بونا

عمالیق کی اولاد قوم عمالقہ نے مصر کو آباد کیا۔ اور اسی قوم کی حکومت تقریباً پانچ سو سال مصر پر رہی۔ پھر حکومت یوسف علیہ السلام کے قبضے میں آئی اور اسّی سال آپ بادشاہِ مصر رہے۔ پھر آپ نے اپنے بھائی یہودا کو حکومت دی اپنی وفات کے وقت اس کی حکومت دس سال رہی۔ پھر دیگر بنی اسرائیل حکومت کرتے رہے یہاں تک کہ قبطی قوم فرعون نے حکومت پر قبضہ کر لیا اور بنی اسرائیل کو ذلیل و خوار کیا فرعونوں کی حکومت تین سو سال رہی اور اس سے پہلے یوسف کے بعد بنی اسرائیل کی حکومت تک سو سال رہی پھر موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون غرق کیا گیا۔ قبط نام تھا نوح علیہ السلام کے پوتے کا اس کی نسل کا نام قوم قبط ہوا یہ سب کافر ہی رہے اور کفر پر ہی غرق ہو گئے سب۔ اور اس طرح یہ نسل ختم کر دی گئی۔ عمالیق نام تھا نوح علیہ السلام کے پڑپوتے کا اس کی اولاد قوم عمالقہ کہلائی یہ بھی سب کافر تھے مگر یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر چار ہزار مومن بنے۔ ملک مصر پر قبل مسیح صرف تین قوموں کی حکومت رہی۔
۱۔ عمالقہ۔ ۲۔ بنی اسرائیل ۳۔ قبطی۔ آج مورخہ ۱۳ شعبان ۱۴۰۵ھ بروز ہفتہ مطابق ۴ مئی ۱۹۸۵ء بعد نماز مغرب یہ خلاصہ تفسیر مکمل ہوا فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ کل لندن میں حجاز کانفرنس ہے۔ مفتی مختار احمد صاحب بھی تشریف لائے ہوئے۔ شاید چند دن بعد ہمارے گھر بھی تشریف لائیں۔ بریڈ فورڈ میں۔

سُورَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ رعد کا مختصر بیان اور وجہ تسمیہ

جس طرح کہ پہلے کئی دفعہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کے نام خود باری تعالیٰ کی طرف سے مسمّی ہیں لوح محفوظ میں اسی ترتیب اور اسماء پاک سے لکھے ہوئے ہیں بخلاف سیپاروں کے نام کہ یہ تیس حصے بندوں کے لیے ہوئے ہیں اور انہوں نے ہی تیس پاروں کے نام رکھے ہیں جو اس حصے کے بالکل پہلے لفظ کو مقرر کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح آیتوں کے نمبرجات اور رکوعوں کے نشانات بھی بندوں کی تعیین ہے۔ ہر سورت کے اول بسم اللہ شریف کا ہونا نبی کریم کی طرف سے ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ باری تعالیٰ جل مجدہٗ نے اسماء طیبات ہماری معلومات کے مطابق پانچ وجہ سے معین اور وضع فرمائے۔ ۱۔ بعض نام کسی اہم مضمون کی وجہ سے۔ ۲۔ بعض نام کسی خاص

قصے کی وجہ سے ۳ بعض نام کسی اہم ایسی شخصیت کے نام پر جس کا اس سورت سے خاص تعلق ہو ۴ کوئی نام کسی خاص آیت کی وجہ سے ۵ کوئی نام کسی ایسے لفظ کی وجہ سے جو اُس سورت میں امتیازی مقام رکھتا ہو۔ اس سورت کا نام آیت ۱۳ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ (الرعد) میں لفظ رَعْد سے رکھا گیا ہے۔ مسئلہ۔ قانونی اخلاقی اور شریعت اسلامیہ کے مطابق دنیا بھر میں کسی نام کا ترجمہ دوسری زبان میں کر کے اُس کو لکھنا بولنا ناجائز بلکہ بعض موقعوں پر نام والے کی گستاخی اور بیعزتی ہے۔ کیونکہ ذاتی نام محض تعارف کے لیے ہوتے ہیں مقصودِ معانی نہیں ہوتے۔ یہی حکم خطابات القابات۔ تخلصات اور صفاتی ناموں کا ہے خواہ وہ نام انسان ملائکہ جنات کے ہوں یا جمادات نباتات حیوانات کے ہوں۔ یہی حکم قرآنی سورتوں کے ہیں۔ مثلاً سورت بقرہ کو ہر زبان میں بقرہ ہی کہا جائے گا۔ گائے کی سورت۔ یا گاؤ ہرگز جائز نہیں۔ اسی طرح لفظ رعد۔ ایک فرشتے کا بھی نام ہے اور اس سورۃِ قرآنی کا بھی۔ اور اس کا لغوی ترجمہ ہے چیخ چنگھاڑ مگر اس کو سورت چنگھاڑ نہیں کہا جا سکتا بعض نادانوں نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کرتے ہوئے سورتوں کے اسماء طیبات کے انگریزی ترجمہ لکھ ڈالے جو غیر مسلموں کے دماغوں میں عجیب مضحکہ خیز بن گئے۔ یہ مترجمین کی کم عقلی ہے اس سے بچنا چاہیے۔ مضامین سورت۔ اس سورتِ پاک میں چھ رکوع ہیں اور ہر رکوع کے مضمون کا خلاصہ اس طرح ہے ۱ پہلا رکوع۔ آسمان زمین چاند سورج۔ دریا۔ نہریں مختلف پھول پھل اور موسموں کی حیران کُن تخلیق۔ عظمت اور قدرت الٰہیہ کا بیان اُخروی زندگی کا استدلال۔ ۲ دوسرا رکوع۔ انسانی خلقت۔ علم الٰہی۔ انسانی تدابیر کا فائدہ۔ تقدیر ازلی کی اہمیت۔ تمام زمینی مخلوق جمادات و نباتات پر ہیبتِ باری تعالیٰ اور اُن کے سجدوں کا بیان۔ انسانی کمزوری اور اُس پر اکڑ و غرور۔ اچھے بُرے آدمی کا تقابلی جائزہ و نتیجہ۔ تمثیلاتِ عالم۔ ۳ اہل عقل کی نشانیاں اور اُن کا اُخروی انعام بُرے بندوں کی نشانیاں واَجر۔ ۴ چوتھا رکوع۔ قلبی سکون کا بیان۔ کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی۔ کفار سے مایوس ہو جانا اچھا ہے۔ وعدۂ خداوندی کی شان ۵ پانچواں رکوع۔ گستاخانِ نبوت کی سزا۔ بت پرستوں کی پرستش اور بت سازی پر دلیل طلبی۔ جنت کی مثال۔ نومسلم یہود و نصاریٰ کی شان کم عقل خواہش پرست مسلمانوں کی مذمت اور انجام ۶ چھٹا رکوع۔ وحی الٰہی کی شان۔ نسخ آیت کا تذکرہ تبلیغی ذمہ دار کی حد بندی۔ کفر کی فریب کاری کا انجام۔ کفار کا انکار نبوت۔ اور اللہ تعالیٰ کا جواب۔ بعض سورتوں کے دو۔ دو تین۔ تین نام ہوتے ہیں جیسے سورۂ یوسف۔ مگر سورۃ رعد کا ایک ہی نام ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

الٓمّٓرٰ قف تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ ؕ وَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ

الف لام میم را یہ آیتیں کتاب کی اور وہ کلام جو اُتارا گیا

یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور وہ جو تمہاری طرف تمہارے

اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ

طرف آپ کی طرف سے رب کے آپ کے حق ہی ہے اور لیکن اکثر لوگ

رب کے پاس سے اترا حق ہے . مگر اکثر آدمی

لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝۱ اَللّٰہُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ

نہیں مانتے . اللہ وہ ہے جس نے بلند فرمایا آسمانوں کو

ایمان نہیں لاتے . اللہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بے

بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَہَا ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی

بغیر ستون کے دیکھتے ہی ہو تم اس کو پھر برابری فرمائی پر

ستونوں کے کہ تم دیکھو پھر عرش پر استوا

الۡعَرۡشِ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ

عرش اور تابع حکم کر دیا سورج کو اور چاند کو ہر چیز

فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کیا ہر ایک ایک ٹھیرائے ہوئے

يَجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ

چلتی رہے گی لیے مدت مقرر کی ہوئی۔ تدبیر فرماتا ہے وہ اللہ تعالیٰ

وعدہ تک چلتا ہے۔ اللہ کام کی تدبیر فرماتا

يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ

معاملات کی مفصل بیان فرماتا ہے آیتوں کو تاکہ تم پر ملاقات رب اپنے کی

اور مفصل نشانیاں بتاتا ہے کہ کہیں تم اپنے رب کا ملنا

تُوْقِنُوْنَ ۝۲

یقین لاؤ تم۔

یقین کرو۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی سورت کی آیتوں میں باری تعالیٰ نے آسمان و زمین کی اُن ظاہری علامات قدرت کا اجمالی ذکر فرمایا تھا جن کو کفار بھی سفر و حضر میں دیکھتے رہتے تھے مگر بغیر توجہ آنکھیں چرا کر گزر جاتے تھے ان آیات میں رب تعالیٰ نے ذرا تفصیل سے نشانات قدرت کا ذکر فرمایا اس لیے سورۂ یوسف کے بعد سورت رعد ہی کا ربط ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی سورت کی آیتوں میں رب تعالیٰ نے حضرت یوسف کی زبانی تقریر توحید باری تعالیٰ کے موضوع پر ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ کے الفاظ سے ذکر فرمائی ان آیتوں میں آسمان زمین کے خالقیت کا تذکرہ فرمایا جس میں اقتضاءً ثابت ہوا کہ جب خالق واحد ہے تو معبود بھی وہی واحد ہے۔ اس مناسبت اور ربط سے سورت یوسف کے بعد سورت رعد ضروری ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ سورت یوسف کی آیتوں میں قصۂ یوسف علیہ السلام سنا کر نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی اور تسلی فرمائی گئی اُس رنج و غم کی بنا پر جو آپ کو اپنے ہی اہل مکہ خاندان سے پہنچا تھا اس سورت میں ایک جگہ دیگر انبیاء کرام کی ایذاؤں اور کفار کی مذاق بازی کا ذکر فرما کر نبی پاک کی تسلی فرمائی کہ فرمایا وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ **چوتھا تعلق** ۔ پچھلی دو سورتوں میں رب تعالیٰ نے بہت سے انبیاء کرام کا تذکرہ فرمایا اس سورت میں باری تعالیٰ نے اپنی شانوں اپنی قدرتوں کا ذکر فرمایا۔

جس سے خالق و مخلوق کے درمیان پیارا ربط و تعلق ظاہر ہوا اس لیے سورۂ یوسف کے بعد سورۂ رعد نہایت مناسب ہے۔

مقام نزول یہ تمام سورت مکی ہے۔ مگر اس کی آیت ٣١ اور آخری آیت ٤٣ یہ دو آیتیں مدنی ہیں۔ کچھ علما فرماتے ہیں یہ سورت مدنی ہے۔ مگر یہ درست نہیں اختلاف کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ مکی زندگی کے آخری ایام میں نازل ہوئی۔

تفسیر نحوی الٓمّٓرٰ۔ یہ حروف مقطعات ہیں ان کا مطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا مخلوق میں کوئی نہیں جانتا۔ یہ کل چودہ جگہ قرآن مجید میں سورتوں کے اول استعمال ہوئے۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ تلک اسم اشارہ قریبی حذا کے معنی میں مبتدا ہے آیٰتُ مضاف الکتاب مضاف الیہ ہر دو خبر ہیں مبتدا کی آیت جمع ہے آیت کی بمعنی ایک جملہ یا مکمل عبارت۔ الف لام عہدی ہے یا اسمی ہے بمعنی الذی کتاب بمعنی مکتوب یعنی لکھی ہوئی۔ بعض نے کہا کہ الٓمّٓرٰ۔ تلک مبدل منہ آیات الکتاب مرکب اضافی عطف بیان ہے یا بدل ہے۔ و سرجملہ الذی اسم موصول بحالت رفع کیونکہ اگلے جملے صلے سے مل کر مبتدا ہوگا اُنزل فعل ماضی مجہول نزّل سے بنا باب افعال ہے متعدی بیک مفعول۔ الی حرف جار۔ ک ضمیر واحد حاضر کا مرجع ذات احمد مجتبیٰ۔ من جارہ ابتدائیہ بمعنی طرف سے رب اسم صفاتی ہے اللہ تعالیٰ کا عموم الاستعمال ہے لفظاً عربی ہے مگر تمام زبانوں میں مستعمل ہے۔ یہ مصدر ہے اور مبالغے کے صیغہ میں مستعمل ہے جیسے زیدٌ عدلٌ۔ باب نصر سے ہے بعض نے فرمایا یہ برٌّ کی طرح صفت مشبہ ہے۔ ایک قول میں رب مصدر بمعنی نائب اسم فاعل ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے تربیت کرنے والا۔ اور تربیت حقیقیہ یہ ہے کہ کسی چیز کو ایجاد کر کے حدِ کمال تک پہنچانا۔ یہ شان بجز پروردگار عالم کسی کی نہیں اسی لیے ہماری شریعت میں اللہ کے سوا کسی کو رب کہنا حرام ہے۔ اس کے عربی لغوی معنی۔ مالک۔ سردار پالنے والا۔ منتظم۔ دیکھ بھال کرنے والا۔ لک۔ ضمیر مجرور متصل کا مرجع ذاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اَلْحَقُّ۔ خبر ہے اَلَّذِيْ مبتدا کی۔ اس کی چند اور بھی ترکیبیں کی گئی ہیں۔ و حالیہ۔ یا سر جملہ لکن حرف مشبہ بالفعل استدراک کے لیے۔ اکثر اسم تفضیل بحالت فتح ہے کیونکہ اسم لکن ہے مضاف الناس مضاف الیہ۔ اکثر کثرۃ سے بنا ہے قلت کی ضد۔ الناس۔ الف لام عہدی ہے یا استغراقی۔ ناس بمعنی انسان یہ جمع ہے اس کی واحد کوئی نہیں۔ بعض نے کہا یہ دراصل اناس تھا اور اس کی واحد انسان ہے مگر یہ ٹھیک نہیں کیونکہ انسان کی جمع اناسی ہے۔ اور اناس کا واحد انس ہے۔ یہ مرکب اضافی اسم ہے لکنّ کا۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ فعل مضارع منفی بلا خبر ہے لکنّ کی۔ باب افعال سے ہے بمعنی ایمان لانا۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى لفظ اللہ مبتدا ہے بحالت رفع ہے اسم جامد ہے

مگر ترجمہ بھی نام ہی بنتا جاتا ہے۔ مثلاً ہمزہ گرائی تو للہ رہا۔ لام گرایا تو الٰہ رہا بلکہ لام گرایا تو لہٗ رہا۔ دوسرا لام
گرایا تو ہٗ رہ گیا۔ کیا شان ہے اس کے نام پاک کی ایسی حیرانی کسی نام میں نہیں۔ اَلَّذِیْ اسم موصول اپنے صلے سے مل
کر خبر ہے مبتدا کی یہ مذکر واحد ہے۔ رَفَعَ۔ فعل ماضی رَفْعٌ سے مشتق ہے متعدی بیک مفعول کبھی لازم بھی ہوتا ہے
اس کا فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ضمیر ھُوَ مستتر ہے اَلسَّمٰوٰتِ۔ الف لام استغراقی ہے۔ خیال رہے کہ الف لام استغراقی
اسم مصدر یا جمع اس پر آتا ہے جس کے تمام افراد مراد ہوں کوئی فرد اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ سمٰوٰت جمع ہے
سَمَآءٌ کی بحالت نصب ہے۔ جمع مونث سالم ہے ب جارہ زائدہ ہے غیر عَمَدٍ کی طرف مضاف ہے۔ خود مجرور ہے
باء جارہ کی وجہ سے عَمَد واحد ہے اس کی جمع عِمَاد ہے لفظ غیر حروف استثنائیہ میں سے ہے۔ عَمَدٌ معنیٰ ٹیک ستون
تَرَوْنَ فعل مضارع بمعنیٰ حال صیغہ جمع مذکر حاضر رُؤْیَۃٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ غور فکر سے دیکھنا۔ ھَا ضمیر منصوب متصل
واحد مونث میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس کا مرجع سمٰوٰت ہے تب یہ پورا جملہ سمٰوٰت کی صفت یا حال بنے گا اور
بحالت نصب ہوگا دوسرا یہ کہ ھَا ضمیر کا مرجع بغیر عمد ہوگا تب یہ پورا جملہ تَرَوْنَھَا بغیر عمد کی صفت یا حال ہوگا اور
بحالت کسرہ ہوگا۔ ثُمَّ حرف عطف ہے مگر یہاں نہ تراخی ہے نہ ترتیب بلکہ فقط عطف بمعنیٰ واؤ عاطفہ ہے۔ اِسْتَوٰی
فعل ماضی سَوِیٌّ سے مشتق ہے باب افتعال سے ہے۔ بمعنیٰ۔ ارادہ کرنا۔ چڑھنا۔ سنبھلنا۔ برابر ہونا۔ برابر کرنا۔ قبضہ
کرنا۔ یہاں یہ آخری معنیٰ مناسب ہیں۔ سَوِیٌّ کے بعد جب عَلٰی آئے تو متعدی ہوگا بمعنیٰ چڑھنا ٹھہرنا۔ قبضہ کرنا۔
اور ب اس کے بعد اِلٰی جارہ آئے تو متعدی ہوگا بمعنیٰ ارادہ کرنا برابر کرنا۔ اور جب یہ حرف نہ آئیں تو لازم ہوگا
بمعنیٰ سنبھلنا۔ برابر ہونا۔ عَلٰی جارہ بمعنیٰ فوقیت۔ اَلْعَرْشِ۔ الف لام عہد ذہنی یا خارجی۔ عرش بمعنیٰ تخت
مراد عرش اعظم ہے۔ وَ عاطفہ سَخَّرَ فعل ماضی معروف باب تفعیل سے ہے اس لیے متعدی ہے بمعنیٰ کام میں لگا
دینا۔ تابع کر دینا۔ یہاں دونوں معنیٰ درست ہیں مگر پہلے معنے زیادہ مناسب۔ مادہ اس کا سَخْرٌ یا سُخْرٌ یا سُخْرَۃٌ ہے
جو ہوتا ہے بمعنیٰ۔ دل لگی کرنا۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع اللہ ہے اَلشَّمْسَ۔ الف لام عہد خارجی ہے مونث
سماعی ہے اس کی تصغیر شُمَیْسَۃٌ ہوتی ہے جب یہ فاعل ہو تو اس کا فعل مونث بھی آسکتا ہے اور مذکر بھی بحالت
نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے سَخَّرَ کا۔ وَ عاطفہ اَلْقَمَرَ بمعنیٰ چاند مطلق اسم ذاتی ہے اس کے صفاتی نام تین ہیں۔
۔ ہلال۔ ماہ بدر ماہ محق۔ بحالت نصب ہے عطف ہے الشمس پر۔ کُلٌّ تاکید معنوی کے لیے اور یہاں
پورے جملے سخر کی تاکید ہے پورے اس جملے سے۔ یہ خود بحالت رفع ہے کیونکہ مبتدا ہے مگر پورا جملہ اسمیہ بحالت
نصب ہے کیونکہ حال ہے شمس و قمر کا۔ یَجْرِیْ فعل مضارع معروف جَرْیٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ تیرنا۔ خواہ پانی پر یا ہوا
پر چلنا۔ پھسلنا۔ یہاں مراد چلنا ہے۔ لام جارہ تعلیلیہ ہے اَجَلٍ مصدر ہے بمعنیٰ مُؤَجَّلٌ اسم مفعول اس کا ترجمہ۔
مدت مقرر کرنا۔ دیر کرنا۔ بعد والے حق مہر کو مہر مؤجل اسی معنیٰ سے کہتے ہیں۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ بحالت کسرہ

بے حرف جر سے مُسَمًّی. اسم مفعول. تاکید کے لیے ہے بمعنی مقرر کی ہوئی نام رکھی ہوئی۔ لکھی ہوئی۔ آخری معنی بھی مناسب ہیں مگر اس وقت تاکید نہ ہو گی صفت ہے اَجَل کی اس لیے بحالت جر ہے۔ اعراب کی قسموں میں سے اسم ممدود ہے۔ لہٰذا جر ظاہر نہ ہوا سَمّٰی یا سُمُوٌّ سے مشتق ہے۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ یُدَبِّرُ۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر مرفوع کا مرجع ذات باری تعالیٰ باب تفعیل میں اگر متعدی ہوا بمعنی ابتداء سے انتہا تک صحیح بنانا یہ شان بھی صرف رب تعالیٰ کی ہے۔ ورنہ بندے کا کام ہزاروں فکروں کے باوجود پہلے غلط اور ناقص ہوتا۔ بعد میں ترقی پکڑتا ہے۔ اس کا مادہ دُبُرٌ ہے۔ اسی کے ہم وزن ایک مادہ دُبُرٌ ہے اس کے معنی ہیں پیٹھ پھیرنا۔ اور دُبُرٌ کے معنی ہیں بہت دولت مند ہونا الْاَمْرَ۔ الف لام استغراقی ہے۔ لفظ امر اسم جامد بھی ہے اور مصدر مادہ اشتقاق بھی جب یہ جامد ہو گا تو اس کے تین معنی ہوتے ہیں۔

۱ معاملہ ۲ حالت ۳ کام یہاں اسم جامد ہے اسی آخری معنی میں۔ اسم جامد ہو گا تو کوئی فعل یا گردان نہ ہو گی۔ اگر مصدری معنی میں ہو تو ترجمہ ہو گا حکم اور ہر فعل وصیغہ بنے گا۔ یُفَصِّلُ۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب تفصیل میں اگر متعدی۔ یعنی صاف دکھانا یا پورا کھول کر بیان کرنا۔ فَصْلٌ سے بنا ہے بمعنی جدا ہونا یہ مادہ ہمیشہ لازم ہوتا ہے اور اس سے جو بھی ثلاثی مزید فیہ کا باب بنے گا وہ متعدی ہو گا الْاٰیٰتِ۔ الف لام استغراقی آیٰت جمع ہے آیَۃٌ کی۔ بمعنی عبارت قرآنی یا نشان قدرت یہاں دونوں مراد لیے جا سکتے ہیں لَعَلَّکُمْ۔ کلمہ احتمالیہ ہے ماضی احتمالی یا مضارع احتمالی سے پہلے استعمال ہوتا ہے اس سے فعل ماضی احتمالی بنتا ہے ہر صیغے کی ضمیر ساتھ لگتی ہے جب فعل سے علیحدہ ہو یا دور ہو تو حرف مشبہ بالفعل ہوتا ہے اور اسم و خبر پر عمل کرتا ہے۔ یہاں یہی ہے کُمْ ضمیر جمع حاضر اس کا اسم ہے منصوب ہے۔ بِ جارہ لِقَاۗءٌ مصدر ہے ثلاثی مزید فیہ کا بروزن فِعَالٌ جیسے شِرَاءٌ اِبَاءٌ وغیرہ اس کا مادہ لَقْوٌ یا لُقِیٌّ ہے۔ بمعنی ملنا۔ ملاقات کرنا۔ پھینکنا۔ ڈالنا۔ پہنچنا۔ جھکنا۔ وصول کرنا۔ یہ مادہ ہمیشہ متعدی ہوتا ہے۔ یہاں پہلے دو معنی مراد ہیں مضاف رَبِّ بحالت جر۔ مضاف الیہ ماقبل کا اور مضاف ہے مابعد کا کُمْ ضمیر جمع حاضر کا مرجع کفار مخاطبین یا تمام انسان تُوْقِنُوْنَ فعل مضارع بصیغہ جمع مذکر حاضر یَقِیْنٌ سے بنا ہے بمعنی یقین کرنا۔ یقینی ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ باب افعال ہے دراصل تھا تُیْقِنُوْنَ۔ یٰ پر کسرہ ثقیل تھا بعد یاء ساکن ہے لہٰذا دوسری یٰ کو واؤ سے بدل دیا گیا تُوْقِنُوْنَ ہو گیا۔ تُوْقِنُوْنَ اور دیگر صیغوں کو اس کی مناسبت کے لیئے بدلا۔

تفسیر عالمانہ

الٓمّٓرٰ۔ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ الف لام۔ میم را۔ یہ حروف مقطعات ہیں۔ ان کے معانی بجز اللہ رسول کے کوئی نہیں جانتا۔ یہ کتاب یعنی لکھی ہوئی سورت کی

آیتیں ہیں۔ بعض نے فرمایا کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ اسم اشارہ قریبی نے ظاہر فرمایا کہ کتاب اگرچہ جسماً۔ وجوداً حرفاً۔ لفظاً۔ ظاہراً دور ہے مگر یہ آیتیں قریب ہوگئی ہیں کیونکہ نازل ہو گئیں یہ تفسیر بھی ہو سکتی ہے کہ یہ نشانیاں ہیں کتاب الٰہی کی۔ اور وہ تمام جو کچھ نازل فرمایا گیا اے پیارے حبیب آپ کی طرف سینۂ اقدس میں۔ آپ کے رب کی طرف سے حب بھی اور جتنا بھی حق ہی ہے۔ کیونکہ اُن میں جلال جمال۔ اسرار۔ انوار۔ قانون۔ شریعت وطریقت۔ ازلی ابدی ہے۔ جس کو بقا ہی بقا ہے۔ فنا نہیں۔ حق کے چار معنیٰ ہیں۔

ا۔ سچ ۲۔ مضبوط ۳۔ باقی رہنے والا۔ ۴۔ ہمیشہ ہر حال میں مفید کارآمد ہر شخص کو نفع دینے والا۔ یہ چاروں معنیٰ اللہ کے کلام توریت زبور۔ انجیل صحیفوں اور قرآن مجید احادیث پاک میں جمع ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جس طرح آج تک قرآن مجید کا ایک ایک لفظ باقی اور قانون جاری ہے اسی طرح احادیث پاک بھی تا قیامت روشن و درخشندہ ہیں اور حدیث پاک کا قانون بعینہ نافذ ہے۔ بلکہ حدیث مطہرات قرآن کریم سے اس طرح متعلق ہیں کہ قرآن مجید احادیث کے بغیر سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ اور لیکن اکثر لوگ جن کے پاس کفر شرک یا فسق وفجور۔ یا حسد بغض۔ عداوت۔ عناد کی جھالتیں ہیں۔ وہ کبھی بھی کچھ بھی ہو جائے ایمان نہیں لائیں گے۔ نہ نازل ہونے کو مانیں گے نہ حق ہونے کو۔ نہ من اللہ ہونے کو۔ نہ آیات ہونے کو۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ وحی الٰہی کے منکر پانچ قسم کے ہیں۔ کچھ تو آیات الٰہیہ ہونے کے منکر ہیں۔ کچھ منزل من اللہ ہونے کے۔ کچھ منکر کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے کچھ نازل نہ ہوا۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہ حق نہیں ہے جو کسی آسمانی کتاب کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کرے وہ بھی اس میں داخل ہو کر کافر ہوگا بعض کہتے ہیں وحی میں ٹھیک ٹھیک معنیٰ نہیں۔ ان آیت کریمہ میں ان سب کی تردید فرمائی گئی۔ آیتُ الکتاب فرما کر یہ بتایا گیا کہ قرآن کریم اور الفاظ نبی کریم اللہ کی عظیم نشانیاں ہیں ذرا سا تفکر غور کرنے والا بھی مان لے گا مگر منکرین کا نہ ماننا صرف اس لیے ہے کہ نہ غور کرتے ہیں نہ پڑھتے سمجھتے ہیں۔ مگر ان کے نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے کہ سورج بہر حال وبہر کیف سورج ہے اگرچہ کوئی نہ دیکھے۔ شہد بہر صورت شہد ہے میٹھا ہے اگرچہ کوئی نہ چکھے۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ وحی الٰہی کی شان یہ کیا جانیں یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو نہیں جانتے اللہ وہ ہے جس نے ظاہر طور پر اتنے بڑے بڑے بہت سے آسمان اتنی بلندی پر پیدا کیے کہ جس کی اونچائی بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں جانتا آپ نے ہی فرمایا کہ ہر آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور زمین سے پہلے آسمان کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے اور سارے آسمان بغیر ستونوں کے قائم ہیں۔ اے قیامت تک کے انسانوں جتنا

ملائکہ۔ تم اپنی سیاحت۔ سفر۔ پرواز۔ خلائی رفتار۔ ساری دنیا کا چکر لگا کر دیکھتے ہو ہر چیز عجیب سے عجیب تر۔ چھوٹی سے چھوٹی بڑی سے بڑی نظر آجاتی ہے مگر کہیں بھی میدانوں۔ بیابانوں۔ صحراؤں۔ پہاڑوں میں تم نے کوئی پہاڑ یا کوئی مینار ایسا دیکھا آسمان کی بلندی تک گیا ہو یا آسمان اس تک پہنچا اگر اس پر ٹھیرا ہو۔ حالانکہ تمہارے کوہ پیماؤں نے پہاڑوں کی چوٹیاں سر کر لیں اور تمہارے خلاباز کتنی بلندی تک اڑتے چلے گئے یہ آیت کریمہ قیامت تک کے منکروں کے لیے ایک عظیم چیلنج اور دعوت غور و فکر دے رہی ہے۔ بعض نادانوں نے کہا کہ کوہ قاف زمرد کا بنا ہوا ہے اور اس کی چوٹی پر آسمان ٹھیرا ہوا ہے (صاوی) کتنی احمقانہ بات ہے۔ اور آیت کا معنیٰ اس طرح کرتے ہیں کہ بلند کیا آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر جو تم دیکھ سکو گویا کہ آسمان کے ایسے ستون موجود ہیں جو نظر نہیں آتے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کوہ قاف کا ستون کیوں نظر آگیا۔ اگر ترونہا کو صفت ہی بنایا جائے تب بھی معنیٰ یہ ہوگا کہ آسمان کے ستون صرف قدرت الٰہی ہے جو نظر نہیں آتی۔ نیز وہی اللہ ہے جس نے عرش پر قہر و جلال کا غلبہ فرمایا کہ قانون الٰہیہ کا مرکزی مقام انوار الٰہیہ کا مخزن عرش کو بنایا مگر یہ بھی تمہاری نظر۔ نگاہ۔ عقل۔ فہم شعور سے پوشیدہ ہے۔ تو یہ دیکھو لو کہ سورج و چاند تو تمہارے سامنے ہیں وجود آسمانی کے دلائل ہیں۔ ان کو ایک مقررہ مدت۔ معین مدار کے چکر۔ بڑے سیدھے تلے راستے پر مسخر اور پابند بھی اسی اللہ نے فرمادیا۔ نہ یہ خود آگے پیچھے ہو سکتے ہیں نہ ان کو کوئی کر سکتا ہے کس کی جرأت ہے جو کسی سیارے کو اسی تسخیر سے بدلے۔ رب تعالیٰ نے جو مدت ان کے لیے فرمائی ہے وہ اس تک چلتے ہی رہیں گے۔ یہ سب نظام کائنات ایک خاص تدبیر کے ماتحت ہے یہ ایسے ہی نہیں ہے وہ اللہ جل شانہٗ ہر امر کی تدبیر فرماتا ہے۔ خواہ وہ امر ہماری نظر میں چھوٹا ہو یا بڑا اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ حقیقی ہو یا عظیم۔ بلندی۔ پستی۔ عزت۔ ذلت۔ موت و حیات۔ سب میں حکمت و تدبیر سے معرض وجود میں آتے ہیں۔ پھر اس رب کائنات نے اپنی کوئی آیت نشانی قول۔ کلام بندوں سے پوشیدہ نہیں رکھا۔ وجود میں ظہور و شعور میں تفصیل سے بیان فرمادیا ہے جس کی بھی نظر جس طرح گئی وہ عالم اجسام پر نظر ڈال لیتا ہے۔ لیکن اس تمام تفصیل تغیر۔ ترتیب و تدبیر کا مقصد یہ ہے تم تمام انسانوں۔ جنوں کو ایمان و معرفت عطا کرنا ہے تاکہ جانوں کی اس اعلیٰ روانی سے تم سمجھ سکو کہ ملنے پر یقین آئے کہ محض تصدیق نہیں بلکہ حقائق عالم کی طرف غور کی حقیقت سے۔ یقین کا آنا اور پختہ ہونا فطرتاً فکر و نظر کے بعد ہی ہوتا ہے۔ یہ دعوت فکر و عمل بھی دلائل قدرت میں سے ایک دلیل ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا میں کافر زیادہ ہیں مومن اور شکر گزار سمجھ دار بندے تھوڑے ہیں۔ اس لیے کہ کفر بہت سی قسم کا سب مل ملا کر زیادہ بن جاتے ہیں۔ لیکن کثرت حقانیت کی دلیل نہیں ہوا کرتی۔ اس لیے کثرت سے نہ مرعوب ہونا چاہیے نہ مغرور۔ یہ فائدہ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ (الخ) سے اور اس کی تفسیر سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ ۔ کسی چیز کا اثر قبول کرنے والے کی حیثیت اور استعداد مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے ہوتا ہے نہ کہ اثر کرنے والے کی قابلیت سے ۔ دیکھو کہ خلق کفار پر قرآن کریم جیسی معجزہ آیات کا اثر نہ ہوا بلکہ اس کو جادو ۔ شعر اور کہانت ۔ کہاوت جیسے بیہودہ القاب دے ڈالے ۔ یہ فائدہ لا یؤمنون کی تفسیر سے حاصل ہوا ۔ تیسرا فائدہ ۔ آسمان صرف سات ہیں ۔ عرش و کرسی آسمان نہیں ۔ یہی فرمان حدیث پاک کا ہے ۔ فلاسفہ کا یہ کہنا کہ آٹھواں آسمان عرش ہے نواں آسمان کرسی ۔ دسواں آسمان لوح ہے یہ سب غلط ہے ۔ یہ فائدہ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ (الخ) اور تُمَّ اسْتَوٰى سے حاصل ہے ۔ چوتھا فائدہ ۔ جو چیز نظر نہ آئے تو اس کے نشانات ظاہر فرما دیے جاتے ہیں ۔ دیکھو آسمان کو بھی نظر نہیں آتا تو باری تعالیٰ نے اس کی نشانیاں چاند سورج ستارے پیدا فرمائے اور ان کا دیکھنا آسمان کا دیکھنا قرار پایا ۔ تو اسی طرح رب نے نبی پاک کو دیکھنا اپنا دیکھنا قرار دیا ۔ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ جلّ و علیٰ کی نشانیاں ہیں ۔ اور اسی طرح آج اولیاء اللہ و علماء نبی پاک کی نشانیاں ہیں ۔ یہ فائدہ ۔ ترونہا ۔ سے حاصل ہوا ۔

احکامُ القرآن

ان آیات سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔

پہلا مسئلہ ۔ آسمان زمین بالکل ساکن اور ٹھیرے ہوئے ہیں ۔ صرف سورج چاند ستارے گردش میں ہیں ۔ جو کہے کہ زمین گردش میں ہے وہ غلط ہے اور مسلمانوں کو ایسا عقیدہ بنانا منع ہے ۔ یہ مسئلہ كُلٌّ يَّجْرِيْ (الخ) سے مستنبط ہوا ۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ اللہ تعالیٰ کی غیر خصوصی صفات اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بھی ودیعت ہو سکتی ہیں ۔ دیکھو اس آیت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مدبر امر ہے ۔ مگر دوسری آیت میں ملائکہ کو مدبرات امر فرمایا گیا ۔ اور حدیث پاک میں اولیاء تکوینی کو مدبر نظام زمین فرمایا گیا ۔ اس لیے مخلوق کو بھی مدبر امر کہنا جائز ہے ۔ یہ مسئلہ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ کی تفسیر سے مستنبط ہوا ۔

اعتراضات

اس جگہ چند اعتراض پڑ سکتے ہیں ۔

پہلا اعتراض ۔ اس آیت کریمہ میں ۔ اَلَّذِیْٓ اُنْزِلَ ۔ اور اَلْحَقُّ کے الف لام حرفی عیر شدہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف قرآن مجید ہی حق ہے ۔ احادیث ۔ اجماع امت ۔ قیاس ۔ یہ تمام اہلِ اصولِ فقہ کے بیان کردہ تین دلائل شرعیہ حق نہ ہوں ۔ بلکہ باطل ہوں ۔

جواب ۔ اس کے دو جواب دیے گئے ہیں ۔ ایک یہ کہ اُنْزِلَ عام ہے وحی جلی اور خفی کو ۔ قرآن مجید وحی جلی ہے حدیث پاک وحی خفی اور اجماع و قیاس قرآن و حدیث کے اجمال کی ہی تفصیل ہے ۔ گویا کہ قرآن و حدیث سمندر ہے اجماع و قیاس اس کے موتی قرآن و حدیث پھول ہیں ۔ اجماع و قیاس اس کا عطر ۔ قرآن و حدیث پھل ہیں ۔ اجماع و قیاس اس کا رس ۔ قرآن و حدیث بیج ہیں ۔ اجماع و قیاس اس کا درخت ۔ یا قرآن و حدیث سورج ہیں ۔ اجماع و قیاس

اس کے ذریعے کھلا ہوا چین نیز اَلْحَقُّ کا الف لام اُنْزِلَ کے حصر کے لیے نہیں بلکہ تقاضب کے عہد کے لیے ہے اور یہ معنی نہیں کہ یہی حق ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ حق ہی ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ وَالَّذِیْ کا واؤ عاطفہ ہے اور اَلَّذِیْ کا عطف کتاب پر ہے اور آیت کا ترجمہ اس طرح ہے۔ یہ کتاب کی آیتیں اور وہ جو نازل کیا گیا آپ کی طرف آپ کے رب کے پاس سے حق ہی ہے۔ اب اعتراض بالکل ختم ہو گیا کیونکہ کتاب سے مراد تو پورا قرآن مجید ہو گیا۔ اور اس کے علاوہ مَا اُنْزِلَ سے مراد حدیث ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ معطوف معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ یہ بہترین مضبوط جواب ہے۔ یہ جواب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نورالعرفان میں کہا ہے۔ ہم نے ترجمہ اسی کے مطابق کیا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔ نماز میں بس اسی کی تلاوت جائز ہے اس کے الفاظ و معانی سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ حدیث کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے اس کا فقط مضمون رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا ہے تَرَوْنَهَا۔ یہ فعل حال مثبت ہے جس کا معنی ہے تم ان کو دیکھتے ہو۔ تفسیر کے مطابق هَا ضمیر کا مرجع یا آسمانوں کی طرف ہے یا ستونوں کی طرف حالانکہ نظر انسانی میں نہ آسمان ہیں نہ ستون۔ آدمیوں کو نہ آسمان دکھائی دیتے ہیں کیونکہ یہ جو نیلا رنگ نظر آتا ہے یہ ہوا کا رنگ ہے۔ اور ستون واقع میں ہی نہیں ہیں۔ تو لفظ تَرَوْنَ۔ کا مقصد کس لیے ہے۔ اور باری تعالیٰ نے کس کو فرمایا کہ تم دیکھتے ہو۔ ؟

جواب۔ اس آیت کی مختلف تفسیروں کے اعتبار سے اس اعتراض کے مختلف جواب دیے گئے ہیں مگر آسان اور مضبوط جواب یہ ہے کہ تَرَوْنَهَا۔ میں هَا ضمیر کا مرجع نہ آسمان ہیں نہ ستون بلکہ بِغَيْرِ عَمَدٍ یعنی ستون کا نہ ہونا ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ تم ستون نہ ہونے کو دیکھتے ہو۔ اسی کی وضاحت تفسیر عالمانہ میں کی گئی ہے۔

تفسیر صوفیانہ

الف۔ لام۔ میم۔ را۔ منزل شوق کے راہ نوردوں کے لیے اسرار سرمدی کے چار راستے ہیں۔ پہلے راستے پر چلنے والا صفی اللہ ہوتا ہے۔ دوسرے راہ پر قدم رکھنے والے کو خلیل اللہ بنایا جاتا ہے۔ تیسری راہ کا مسافر یزدانی کلیم اللہ کہلاتا ہے۔ چوتھے اور آخری راہ کا شہسوار حبیب اللہ کا لقب پاتا ہے صفی اللہ کو اَنیار کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ خلیل کو ظاہر کی۔ کلیم کو قانون کی مگر حبیب کو باطن کے ایسے اسرار بتا۔ دکھا۔ اور سمجھا دیے جاتے ہیں کہ کراماً کاتبین اور جبریل و میکائیل کو بھی شعور نہیں یہ چار حرف اسرار معرفت کے چار معنی خزانے ہیں تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ بہ عبادت و ریاضت سجدہ رکوع۔ جہاد غزوات صیام دہری۔ قیام لیلی۔ ورد وظائف۔ کتاب ہدایت کی کامل نشانیاں ہیں اور تصور و خیالات قوت روحانیہ کے بھیدوں میں سے جو بھی محبوب ازلی کی طرف نازل کیا گیا وہ ہی حقیقت کلیہ اور حقانیت واقعی ہے۔ لیکن ان بھیدوں

رازوں سے اکثر خواص و عوام ناواقف ہے۔ اسی لیے عقل دنیوی والے اس پر ایمان نہیں لاتے۔ شیخ اکبر نے فرمایا کہ عارف کا وجود کتاب ہے جس میں آیت تجلیات موجزن ہیں۔ اور واردات کا نزول برحق ہے۔ مگر طالبانِ دنیا اس کو اس لیے تسلیم نہیں کرتے کہ ان سے حجاب رکھا گیا ہے۔ عبد کی اصلیت کو بجز معبود کوئی نہیں جانتا اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ایمان کی سب سے بڑی نشانی معرفت الٰہی ہے طالب مولیٰ کے لیے نشانات قدرت میں سے یہی نشان اعظم ہے کہ اس اللہ جل شانہ نے آسمان معرفت ذات محمد مصطفےٰ کو وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ کا تاج رفعت پہنایا اور اس کے ہر ہر ذکر ہر ہر ادا کو بلندیوں کا ایک آسمان بنایا۔ اور یہ حسن مصطفوی کے آسمانوں کی بلندی بغیر دنیوی سہارا کے ہے اہل دنیا کی ہر بلندی۔ دنیوی تعلقات کے ستونوں پر ہے اسی لیے اس کو فنا ہے۔ ہمارے محبوب کی رفعت کے لیے کوئی کسی قسم کا سہارا تم کو نظر نہ آئے گا۔ اس انسان کامل شاہکار قدرت کو مزین و معطر فرمانے کے بعد اس کے قلب رفیع کو عرش بنا کر اس پر مخزن انوار معدن اسرار کا تجلی بتاثیر۔ تقویم سے استویٰ اور غلبہ فرمایا۔ اور اسی ہی صفات محمدی کے آسمانوں میں ادراک معارف کے روحانی سورج۔ اور تمام محبوب عالمینی قلبی چاند کو مسخر کر لیا۔ یا شریعت کے سورج طریقت کے چاند کو اس ذات پاک میں مسخر کر دیا یہ چراغ نہیں جو بجھ جائے یا یہ بیکار ہو جائے یہ قرآن وحدیث کے سورج چاند ہیں جو ابدی مدت تک تمام کائنات پر جاری اور نافذ رہیں گے۔ یہ کمال فطرت کی تدبیریں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی۔ تزئین۔ تجمیل۔ تنظیم۔ توقیر۔ اجتبا۔ اصطفا میں خلیل ومحبوب کی تدبیر فرماتا ہے۔ اور مقامات وکمالات ومراتب کی نشانیاں تفصیل سے بیان فرماتا ہے۔ تاکہ مرنے سے پہلے عشق کی موت مرنے والے بندۂ حق آیات تجلیات کے مشاہدے کے وقت اپنے رب جلیل کی حاضری قرب کا عین الیقین حاصل کرلیں۔ ابن عطا نے فرمایا کہ تدبیر امر فیصلہ ازلی ہے اور تفصیل آیات احکام ظاہری ہیں۔ عارف کا باطن تدبیر امر ہے اور مرد عارف کا ظاہر تفصیل آیت ہے (تفسیر کبیر) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو وہ قرب معرفت حاصل ہے کہ اگر آج بھی حجاب ہٹ جائیں تو عین الیقین میں زیادتی نہ ہو۔ کیونکہ اہل مکاشفہ کے لیے حشر، نشر، موت وحیات برزخ وقیامت برابر ہیں۔ وہ ہر وقت ہی لذت دیدار یار میں ہیں۔ اہل حجاب کو جو قیامت میں نظر آئے گا عارفین کو وہ دنیا میں ہی حاصل ہے۔ طالب وصل کی قیامت یہاں ہی ہے۔ اہل حجاب کی موت اضطراری ہے مگر اہل اسرار کی موت اختیاری ہے مومن کامل کی چھ نشانیاں ہیں۔

۱۔ علم آخرت کا عالم ۲۔ اطاعت الٰہی میں مصروف ۳۔ معصیت سے دور ۴۔ اللہ کے دشمنوں کا دشمن اور انجام سے عبرت لینے والا ۵۔ نفس وخلق سے انصاف کرنے والا ۶۔ قیامت سے پہلے لقاء الٰہی حاصل کرنے

والا۔ صوفیاء کے نزدیک یہ بھی یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ ہے۔

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا

اور وہ وہ ہے جس نے پھیلایا زمین کو اور بنایا ہیں اُس

اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں

رَوَاسِيَ وَأَنْهٰرًا ۖ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

گیا ہیں اور نہریں اور ہر قسم کے پھل

لنگر اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل

جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ

بنائے اُن پھلوں میں جوڑے۔ چھپاتا ہے رات کو

دو دو طرح کے بنائے رات سے دن کو چھپا

النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ۝۳

دن سے یقیناً میں اس البتہ نشانیاں ہیں لیے اُس قوم کے جو غور کرتی ہیں۔

لیتا ہے بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ

اور میں زمین حصے ہیں جڑے ہوئے اور باغ ہیں سے

اور زمین میں مختلف قطعے ہیں اور ہیں پاس پاس اور باغ ہیں انگور کے

أَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ

انگوروں اور کھیتی ہے اور کھجوروں کے درخت ہیں جڑواں تنے والے اور غیر

اور کھیتی اور کھجوروں کے پیڑ ایک تھالے سے اُگے اور الگ

صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ

جڑواں ایک جڑ سے ایک تنے والے سیراب کیا جاتا ہے سے پانی ایک ہی اور قیمتی ولذیذ بناتے ہیں

الگ سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں

بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِىْ

ہم اُن کے بعض کو پر بعض ۔ میں کھانے ۔ بیشک میں

ہم ایک کو دوسرے سے بہتر کرتے ہیں بیشک

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾

اُس البتہ نشانیاں ہیں لیے قوم کے جو عقل رکھتے ہیں

اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے

تعلق

اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیاتِ پاک میں رب کریم نے اپنی خالقیت کا ذکر آسمان چاند سورج عرش و کرسی کی پیدائش سے فرمایا تھا جس کو عوام نہ سمجھ سکتے تھے نہ ان کی عقلوں اور نگاہوں میں یہ بات آ سکتی تھی اس لیے اب اِن آیات میں زمین پہاڑ اور نہروں دریاؤں پھلوں اور رات و دن کی پیدائش کا ذکر فرما کر شانِ قدرت ظاہر فرمائی۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں باطنی اُن نعمتوں کا ذکر فرمایا جس کے بغیر انسانی زندگی محال ہے اُن نعمتوں کا آسمان اور چاند سورج سے تعلق ہے مگر ہر شخص اُن میں غور نہیں کرتا اب اِن آیات میں اُن ظاہری نعمتوں کا ذکر ہے جن کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے اور اِن ظاہری نعمتوں کا دارومدار اُن باطنی نعمتوں پر ہے اس لیے پہلے اُن نعمتوں کا

تذکرہ ہوا اب ان کا تذکرہ ہوا۔

تیسرا تعلق ۔ تمام انسانی علوم اور تحقیقات و تفکرات کے مرکز دو ہی مقام ہیں۔ آسمان اور آسمانی چیزیں یا زمین اور زمینی چیزیں۔ مگر عقلا کی پہلی توجہ آسمانوں کی طرف اٹھتی تھی اور جہلا کی پہلی توجہ زمینی اشیاء کی طرف اس لیے پہلی آیت میں دانشوروں کو غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے کہ اے فلکیات پر نظریں دوڑانے والو ان کے خالق کو پہچانو اور دامن مصطفےٰ کو تھامو اور اب ان آیتوں میں زمینی محنت کشوں کو ان ہی زمینوں میں غور و فکر کی دعوت دی جا رہی کہ تم ان کھیت باغات کو دیکھ کر رب کو پہچانو۔

شانِ نزول ۔ جس طرح ابوجہل نے اپنے دستے یہ ڈیوٹی لگائی تھی کہ ہر جگہ کہتا پھرتا تھا کہ نبی کریم نے یہ کلام خود بنا لیا ہے اسی طرح دوسرے مشرکین یہاں تک کہ مکے میں آئے جانے والے یہود و نصاریٰ بھی صرف اسلام دشمنی میں اللہ تعالیٰ کی ظاہر ظہور نشانیوں کے منکر ہو بیٹھے۔ ان کی تردید میں سورت رعد کی ابتدائی سات آیتیں نازل ہوئیں۔

تفسیر نحوی وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ و تیسرا جملہ کیونکہ یہ نئی عبارت شروع ہے هُوَ ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل مبتدا ہے اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر۔ یہ پوری عبارت صلہ کے ساتھ خبر ہے مبتدا کی۔ مَدَّ۔ باب تفعیل یا باب نصر کا فعل ماضی ہے دراصل فی الترتیب مَدَّوَ یا مَدَدَ تھا دال کا دال میں ادغام کر دیا۔ حضرت حکیم الامت بدایونی فرماتے تھے یہ باب نصر ہے بہر دو صورت متعدی ہے۔ ان دو بابوں میں اس کا ترجمہ ہے کھینچنا۔ لمبا کرنا۔ پھیلانا۔ باب تفعیل میں اگر زیادتی کے معنی پیدا ہوئے یعنی اتنا پھیلانا کہ آخری کنارا نظر نہ آ سکے۔ یہی معنی یہاں مراد ہیں اس کا مادہ ہے مَدُّ معنا صف ثلاثی اپنے مادے میں یہ لازم بھی ہوتا ہے متعدی بھی۔ بمعنی۔ بتال متول کرنا۔ انگڑائی لینا۔ پھیلنا۔ کھنچنا۔ یہ سب معنی لازم ہیں۔ امداد کرنا۔ یہ متعدی ہے۔ اسی سے استمداد و مدد مانگنا۔ فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ضمیر هُوَ ہے۔ اَلْاَرْضَ۔ الف لام جنسی ہے ارض مؤنث لفظی ہے کیونکہ اس کی تصغیر "اُرَیْضَۃٌ" آتی ہے بحالت زبر ہے مفعول بہ ہے و عاطفہ پہلے فعل مَدَّ پر عطف جَعَلَ فعل ماضی معروف اس کا فاعل بھی هُوَ ضمیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ جَعْلٌ سے بنا ہے باب فَتَحَ سے ہے جَعْلٌ متعدی بیک مفعول بھی ہوتا ہے اور متعدی بدو مفعول بھی اور لازم بھی۔ اس کی اصلیت متعدی ہونا ہے اور معنی ہے بنانا۔ دوسرے ترجمے اصطلاحی اور محاورۃ ہیں اس لیے جَعَلَ اکثر معنی میں مستعمل ہے۔

۱ پیدا کرنا۔ ۲ بدلنا۔ ۳ پھرنا۔ ۴ پھیرنا۔ ۵ رکھنا۔ ۶ ٹھہرانا۔ ۷ لگنا (یہ ناقصہ ہے) ۸ کرنا۔ یہ مادہ جب متعدی یک مفعول ہوگا تو اس کا معنی پیدا کرنا نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے سارے قرآن مجید میں جہاں بھی جَعَلَ کا کوئی مشتق قرآن مجید سے متعلق ہوا ہے وہاں متعدی بدو مفعول ہے۔ معتزلیوں کی عقیدۂ خلق قرآن کے لیے فقط یہی دلیل ہے کہ رب تعالیٰ نے

قرآن نے یہ فعل فرمایا اور جعل کا معنی وہ ہیں جو صرف پیدا کرنے کے کرتے ہیں۔ اس کا مختصر اور جامع جواب یہی ہے کہ اگر جعل کے معنی یہاں بھی پیدا کرنا کے ہوں تو متعدی بدو مفعول نہیں ہو سکتا ہاں متعدی بیک مفعول عام ہے ہر متعدی معنی کو۔ فی جارہ ھا ضمیر مجرور متصل واحد مؤنث کا مرجع ارض ہے۔ رواسی۔ جمع ہے مکسر راسیۃ کی مؤنث لفظی ہے اس کا مذکر راس ہے۔ معنی کنارہ اس کی جمع رؤس ہے۔ راسیۃ کی جمع مؤنث سالم راسیات ہے۔ یہ لفظ چھ معنی میں مستعمل ہے۔ ۱ اصل ۲ سردار ۳ بوجھ ۴ کیل یخ ۵ سر ۶ کنارہ پہلا یا آخری۔ یہاں مراد بوجھ ہے یا کیل۔ اسی سے رئیس بنا ہے۔ وانھٰرا۔ عطف ہے رواسی پر۔ انھٰر جمع مکسر ہے نھر کی۔ اسم جامد ہے یا اس کے تین معنی ہیں ۱ زور سے پانی کا بہنا ۲ غرور سے بھڑکنا۔ ۳ خوب ظاہر ہونا۔ اسی معنی میں نھار دن کو کہتے ہیں۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ یعنی پانی کی تعداد اس جگہ کو بھی نھر کہتے ہیں جہاں پانی بہتا ہے وغیرہ تمایہ ہے یہ نئی عبارت ہے اور اگلا جار مجرور متعلق مقدم۔ دوسرے مابعد جعل کا۔ اصل عبارت اس طرح تھی۔ جَعَلَ فِیْھَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ اور یہ اثنین کا حال بھی ہے یا صفت موصوف کے درجے میں ہیں من جارہ کل اسم تاکید معنوی الثمرات الف لام استغراقی جمع سالم ہے ثمرۃ کی۔ جعل فعل ماضی۔ بعض نے کہا یہاں سے عبارت نئی ہے اور من کل کا تعلق پہلے جعل سے ہے۔ فی جارہ ظرفیہ ھا ضمیر کا مرجع ارض ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے ترجمے کے مطابق اس کا مرجع ثمرات ہے یہی پہلی ترکیب ہے اور اسی کو ہم نے ترجیح دی ہے۔ مناسب بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت کی تفسیری خوبی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ زوجین تثنیہ ہے بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے جعل کا۔ اس کا واحد مذکر زَوْجٌ ہے اور واحد مؤنث زوجۃ ہے جمع مذکر ومؤنث مکسر ازواج۔ اور منتھی الجموع ازاویج۔ اس کی جمع مذکر سالم مستعمل نہیں۔ جمع مؤنث سالم زوجات ہے۔ زَوْجٌ۔ ایک جوڑے کو بھی کہتے ہیں اس کے مقابل فرد یا طاق ہے۔ اور زوجٌ جوڑے میں سے ایک کو بھی کہتے ہیں۔ یہی زیادہ مستعمل ہے۔ جوڑا یا عربی میں زوجین ان کو کہتے ہیں جو جنسیت اور تاثیر میں متحد ہوں مگر نوعیت اور صنفیت میں مختلف ہو۔ لہٰذا۔ گھوڑا اور انسان زوجین نہیں اسی طرح اخروٹ اور سیب زوجین نہیں کیونکہ جنسیت مختلف ہے اسی طرح بہن بھائی یا ماں بیٹا یا کرم۔ دو خاصیت والا پھل زوجین نہیں کیونکہ تاثیر مختلف ہے۔ اسی طرح دو سرد یا دو میٹھے یا دونوں کھٹے یا دونوں سرخ پھل زوجین نہیں۔ کیونکہ نوعیت وصنفیت متحد ہے۔ ہاں خاوند بیوی۔ دو سیب کھٹے اور میٹھے۔ سرخ اور سفید اور سیاہ۔ زوجین ہیں۔ اس لیے کہ یہاں جنسیت اور تاثیر ایک ہے اور صنفیت نوعیت وصنفیت جدا ہے۔ اثنین تثنیہ ہے اثنا کا یعنی دو دو۔ بحالت نصب ہے کیونکہ تابع تاکید ہے زوجین کا۔ یُغْشِیْ۔ باب افعال متعدی کا مضارع مثبت ہے صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ھو کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ یہ نیا کلام ہے۔ غشی ناقص یائی سے مشتق ہے بمعنی ڈھکنا۔ چھپانا۔ متعدی بدو مفعول ہے۔ مفعول اول اللیل ہے۔ الف لام جنسی ہے اسم جامد

ہے مفعول دوم اَلثَّمَرَاتِ ہے۔ یہاں بھی الف لام جنسی ہے۔ اِنَّ حرف تشبیہ فی العمل لفظی ہے نہ کہ معنوی۔ فِی جارہ ظرفیہ مکانی ذٰلِکَ اشارہ بعید کے لیے اسم ہے اس لیے حرف جر آگیا۔ لَاٰیٰتٍ۔ فِی ذٰلِکَ جار و مجرور متعلق موجود پوشیدہ کا ہے وہ خبر مقدم ہے اِنَّ کی لام کے آیٰت جمع مؤنث سالم ہے بحالت نصب ہے کیونکہ ماقبل اِنَّ کا اسم مؤخر ہے۔ موصوف ہے مابعد کا۔ لِقَوْمٍ لام جارہ قوم مجرور متعلق ہے ماقبل پوشیدہ مفیدۃ یا نافعۃ اسم فاعل کے یَتَفَکَّرُوْنَ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب باب تفعّل سے ہے فکر سے مشتق ہے۔ یہ جملہ فعلیہ صفت ہے قوم کی لفظ قوم معنیٰ جمع ہے اس لیے اس کی صفت یَتَفَکَّرُوْنَ جمع کا صیغہ ہے۔ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُکُلِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ دوسرا جملہ یہ علیحدہ عبارت ہے۔ فِی جارہ ظرفیہ اس سے پہلے فعل ثبت یا اسم فاعل ثابتٌ پوشیدہ ہے یہ جار و مجرور اس کے متعلق ہے۔ اَلْاَرْضِ۔ الف لام جنسی یا استغراقی ہے قِطَعٌ۔ مصدر ہے بمعنی اسم مفعول مقطوعٌ یعنی ٹکڑا یا حصہ بحالت رفع ہے فاعل ہے پوشیدہ عامل کا مُتَجٰوِرٰتٌ۔ اسم فاعل ہے باب تفاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ جَوْرٌ اجوف واوی سے بنا ہے بمعنی قریب ہونا۔ ملا ہوا ہونا۔ اسی سے ہے جوار بروزن فعال پڑوس یہ صفت ہے قِطَعٌ کی قِطَعٌ بھی جمع کثرت ثلاثی ہے قطعۃ یا قِطْعَۃٌ کی (منجد) یہاں مراد ہے ساری زمین میں جڑے ہوئے مختلف علاقے وَ عاطفہ جَنّٰتٌ جمع کثرت ہے اس کا واحد جَنَّۃٌ ہے یہ جمع مکسر ہے مِنْ جارہ تبعیضیہ اَعْنَابٌ جمع مکسر کثرت ہے عِنَبٌ کی بمعنی انگور وَ عطف کا زَرْعٌ واحد ہے عطف ہے قِطَعٌ پر بحالت رفع اسم جامد ہے بمعنی کھیتی وَ عاطفہ نَخِیْلٌ جمع کثرت ہے بروزن فعیل نَخْلَۃٌ کی بمعنی کھجور کا درخت۔ نَخْلٌ کے معنی ہوتے ہیں کھجور کا پھل اور نَخْلَۃٌ کھجور کا درخت کبھی اس کا عکس بھی مستعمل ہے۔ صِنْوَانٌ جمع کثرت ہے صِنْوٌ کی اس کی جمع اَصْنَاءٌ ہے وَ عاطفہ عطف صِنْوَانٌ پر غیر صفۃ الصنوان صاد بعض نے صُنْوَانٌ بروزن فُعْلَانٌ فُعْلَانٌ پڑھا ہے مگر بالکسر کو ترجیح ہے۔ صِنْوٌ کا لغوی معنی ہے ایک جڑ سے یا ایک نطفے سے دو تنے نکلنے (دو درخت) سگے بہن بھائیوں اور جڑواں اولاد کو بھی صنو اسی معنی سے کہتے ہیں۔ یُسْقٰی فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر اس کا نائب فاعل ارضٌ یا قِطَعٌ ہے مارض اگرچہ مؤنث ہے مگر یُسْقٰی مذکر ہے اس لیے کہ مؤنث لفظی ہے مذکر بھی آسکتا ہے اور مؤنث بھی سَقْیٌ ناقص یائی سے بنا ہے بِ جارہ سببیہ ماءٍ واحد مرکب تو صفی ماء موصوف واحد صفت عددی بمعنی ایک قسم کا پانی۔ دوسرا جملہ یا حالیہ ہے نُفَضِّلُ فعل مضارع جمع متکلم تفعیل سے بنا ہے بمعنی فضیلت دینا درجے مختلف کرنا۔ بَعْضَهَا مرکب اضافی بعض واحد ہے بمعنی ایک حصہ۔ کچھ۔ بہت چھوٹا ٹکڑا۔ پھر کو بھی بعضہ اسی معنی میں کہا گیا جز کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مقابل کل اس کی جمع مکسر ہے اَبْعَاضٌ ھَا ضمیر کا مرجع نخیل ہے بعض نے کہا قطع اور سب بول کر سب مراد ہے یعنی تمام پھل و اناج۔ بعض نے کہا کہ جنّٰتٌ وزرع و نخیل سب مجموعًا

مرجع ہیں کیونکہ ہر خوراک رزرہے بدر ہے ہے۔ مل جاتا ہے اپنے نو قسمت کے معنی ہیں بعض خور زمین جارہ بھی اسے سیارہ نفع دانا۔ اذا کل بات نام

قیدی یا جنسی ذکل حال مصدر ہے بروزن فعل عام ہے ہزاں جھے اوپر ان کوکی سے کسے نکلے سے اشارہ ہزہ [illegible] تیسرا حرف نسبا جارہ

والٹ اسم اشارہ بعید مجرور متعلق سے [illegible] ہے جملہ ہے۔ ہے ان کی تاویل ہے مختلف بجائے نصب کا اسم مؤخر ہے ان کا ذوف بھا جو پوشیدہ مفیدہ

ان مراحل کے تحریری نہیں ہے اس ہے ان کا است حل۔ جمع مذکر صیغہ ہے فعل مضارع معروف مثبت فعل سے باب ہے فعل اللہ کو کوئی اشارہ اللہ ہا یا التفرقات میں بتایا جائے گا

تفسیر عالمانہ وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ وہی اللہ وہ ہے جس نے کرے کی شکل میں یعنی گول زمین کو اس طرح پھیلایا کہ دنیا کے کسی حصے میں چلنے والوں کو اس کی گولائی محسوس نہیں ہوتی یہ گولائی سورج کی رفتار اور رات دن کی مختلف ممالک کی تفریق سے ثابت ہوئی کہ امریکہ میں اگر رات کے بارہ ہیں تو پاکستان میں دن کے بارہ بجتے ہیں۔ اسی طرح کہیں چھ گھنٹے کہیں پانچ۔ کہیں دو گھنٹے کی تاخیر سے سورج ابھرتا ہے یہ اختلاف مطالع زمین کی گولائی کا یقینی ثبوت ہے۔ سائنسدانوں کو آج اس دور میں زمین کی گولائی کا یقین ہوا ہے جب کہ ہمارے مسلمان فلا سفروں نے آج سے ہزار سال پہلے زمین کے متعلق ایسی ایسی معلومات حاصل کر لی تھیں جن کو سن کر اقوام عالم حیران ہیں۔ چنانچہ مامون رشید معتزلی کے زمانے میں امام محمد بن موسیٰ بن شاکر خوارزمی نے پانچ علم ایجاد کئے ۱ علم ہندسہ میں صفر (زیرو) ۲ علم الجبر ۳ علم ریاضی ۴ جغرافیہ ۵ صورت الارض۔ علم صورت الارض میں مصنف نے نصف النہار کے درجے سے ثابت کیا ہے کہ پوری زمین کا ایک چکر چوبیس ہزار میل بنتا ہے یعنی پوری زمین کا گھیر انقطۂ چوبیس ہزار میل ہے اسی میں ساری زمین آبادی خشکی پہاڑ جنگل ریگستان وغیرہ ہیں۔ سنہ میں امام رازی نے فرمایا کہ زمین گول ہے اور اس میں اختلاف ہوتا چلا آیا ہے کہ گیند کی شکل کی گول ہے یا انڈے کی شکل کی۔ جمہور علماء اسلام انڈے کی طرح گول مانتے ہیں اور قرآن کریم کی اسی آیت سے دلیل لیتے ہیں۔ زمین کے پھیلاؤ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ پہلے پانی پیدا فرمایا گیا۔ کروڑوں سال بعد اس سمندر کے بالکل درمیان تجلیات الٰہیہ کا ورود ہوا جس کے جلال سے گرمی پہنچی۔ اور کھولاؤ پیدا ہو کر پانی میں جھاگ بنا منجمد ہوا اور سرزمین کعبہ پیدا ہوئی اسی لیے تا قیامت یہی کعبہ مرکز تجلیات ہے۔ اور مقام بیت اللہ کو سُرۃ الارض (زمین کی ناف) اسی لیے کہا جاتا ہے۔ وہیں سے جھاگ بڑھتا پھیلتا اور منجمد ہوتا گیا روایات و احادیث سے اسی طرح ثابت ہے۔ اور اس زمین میں جگہ جگہ چھوٹے بڑے پہاڑوں کی کیلیں ٹھونک دیں تاکہ زمین پانی پر نہ تیرے نہ ہلے نہ پھرے نہ حرکت کرے نہ لرزے نہ کانپے۔ اور حیوانات کا رہنا محال نہ کر دے۔ کبھی کبھی زلزلہ آتا ہے تو

تباہی مچ جاتی ہے اگر زمین مسلسل حرکت میں ہوتی تو کوئی زمین پر [illegible] اس لیے یہ بیہودہ نظریہ ہی غلط ہے۔ [illegible] سب سے پہلا پہاڑ [illegible] کے پاک [illegible]

کیا گیا [illegible] زمین کے توازن [illegible] پہاڑ چھ ہزار چھ سو [illegible]

انھتر میں سب سے چھوٹے پہاڑ کی لمبائی بیس فرلانگ یعنی ساٹھ میل ہے اور سب سے بڑے پہاڑ کوہ قاف کی لمبائی ہزار فرلانگ ہے۔ (روح البیان) ان بڑے پہاڑوں کے ذریعے برف پگھلا کر چشمے اور نہریں زمین پر زمین والوں کے لیے جاری فرمائیں۔ اور زمینوں میں مختلف تاثیریں پیدا کیں۔ اور ان تاثیروں سے مختلف پھل پھول سبزیاں۔ لکڑیاں۔ نباتات گھاس پھوس انسانوں حیوانوں کے نفع کے لیے پیدا فرمائے۔ تاکہ دنیا کے سارے انسان تجارتی لین دین میں۔ درآمد و برآمد میں ایک دوسرے کے محتاج رہ کر اتحاد و اتفاق اور انسانی برادری کو قائم رکھتے ہوئے اپنے رب تعالیٰ کی کرم نوازیوں کے سامنے سربسجود رہیں۔ دنیا کی تمام نباتات کو دو قسم کا پیدا فرمایا یا اس طرح کے مذکر مؤنث اور مرد و زن جیسا اختلاط بھی قائم فرمایا اور پرندوں۔ ہواؤں۔ کیڑوں۔ بھونروں کے ذریعے ایک دوسرے کا نطفہ منتقل فرمایا۔ یا اس طرح کہ اعلیٰ ادنیٰ پیدا کیا۔ یا اس طرح کہ کھٹا میٹھا بنایا یا رنگ اور تاثیر مختلف کر دی یا اس طرح کہ ایک ہی بیج کو زمین میں ڈال کر بیج سے پھاڑا اور جڑ بنا دی اور اوپر سے پھاڑا شاخیں بنادیں۔ جڑوں کو لینے والا اور شاخوں کو دینے والا بنایا یا اسی طرح موسم۔ زمانے۔ اور وقت کو بھی رات و دن کے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ رات دن کو اپنے اندھیرے میں چھپا لیتی ہے۔ رات سے دن کو غائب بھی اسی خلاق عالم نے کیا۔ کتنی حیران کن۔ بڑی بڑی اللہ کی معرفت اور قدرت کی پہچان والی نشانیاں ہیں ان زمین آسمان میں مگر کس کے لیے لقوم یتفکرون۔ غور و فکر کرنے والوں اور راہ راست پر آنے کے خواہش مندوں اور تلاش حق والوں کے لیے۔ علماء محققین اور فضلاء مفکرین فرماتے ہیں۔ کہ رب تعالیٰ نے پانچ نشانیوں کا آسمان میں ذکر فرمایا اور پانچ کا زمین میں۔

۱۔ آسمان کی تعداد۔ ۲۔ آسمانوں کی بلندی ۳۔ بغیر ستون ہونا۔ ۴۔ سورج چاند کا مسخر ہونا۔ ۵۔ ان کا مسلسل ایک ہی راستے پر جاری رہنا۔ یہ آیات سماوی ہیں یہ ہر ایک کے فہم میں نہیں آسکتے چونکہ ان کی انتہا قیامت تک ہے اس لیے اس کے لیے قیامت کا یقین کرنا لازم ہے۔ زمینی نشانیاں۔ ۱۔ زمین کا عظیم پھیلاؤ۔ ۲۔ پہاڑوں کی کیلیں ٹھونکنا۔ ۳۔ نہریں (چشمے) جاری کرنا۔ ۴۔ نباتات کے جوڑے پیدا کرنا۔ ۵۔ رات دن کا سلسلہ قائم فرمانا۔ اس کا تعلق زمین سے اور ظاہر نگاہ سے ہے اس لیے دعوت فکر دی گئی ہے۔ پھر مفکرین عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈالنے والی یہ چیز بھی ہے کہ کبھی اس کا الٹ نہیں ہوتا۔ کبھی نہ دیکھا گیا کہ بیج نے جڑیں اوپر نکال دی ہوں اور شاخیں پھول ننھے کلیاں زمین کے اندر نکل کر بہار دے رہے ہوں۔ اے دہریو یہ تو سوچو کہ یہ کنٹرول۔ پابندی ازل سے ابد تک کون کرا رہا ہے۔ اپنی مرضی پر چلنے والا تو کبھی کچھ کرتا ہے کبھی کچھ اور پھر اتنا فاصلہ ہونے کے باوجود پوری زمین پورے آسمانوں کی محتاج ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے دو دریائیں آرہی ہیں۔ نیل و فرات آسمان پر رب نے ستارے چمکائے ان کرنوں سے پہاڑوں کے پتھر لعل و عقیق (یاقوت) بن گئے سورج نے نباتات کو پکا دیا چاند نے مٹھاس

بھروی ۔ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ

کیسی عجیب قدرت ہے کہ زمین وجود ۔ جسم رنگ میں شکل وصورت میں ایک جیسی مگر تاثیر پیداوار ۔ نرمی سختی ۔ شوریلی ۔ بنجر ۔ میٹھی ۔ نمکین کے اعتبار سے سینکڑوں قطعے بنائے گئے اور سب ایسے ملے ہوئے کہ انسانی عقل اور نظر تفریق نہیں کر سکتے یہ سب کچھ انسانی ضروریات کو پیش نظر کیا گیا ۔ اے انسانوں تمہاری ہی عزت دولت تجارت عیش وآرام کے لیے انگوروں کے باغ ۔ اور غذاؤں کے کھیت صحت وتندرستی قوت طاقت کے لیے کھجوروں کے باغ لگائے ۔ ایسے کہ بعضے ایک بیج سے ایک ہی درخت نکلا اور بعضے ایک گٹھل سے دو یا تین جڑے ہوئے قریب قریب مضبوط بلند وبالا ہو گئے جس پر منوں اور ٹنوں کے حساب سے پھل پیدا ہوا حالانکہ ساری زمین کو ایک ہی میٹھا پانی سیراب کرتا ہے ۔ اور خوراک میں بھی ہر ذائقہ وفوائد میں ایک دوسرے سے افضل ہے ۔ بیشک رب تعالیٰ کے ان فضل وکرم اور تماشہ کار قدرتِ ازلی ابدی میں ۔ بیشمار نشانیاں ہیں ۔ مگر کس قوم کے لیے ؟ اسی کے لیے جو دماغوں میں عقل رکھتے ہیں ۔

فائدے ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ زمین بالکل ساکن ہے ۔ سائنسی نظریہ حرکت زمین بالکل غلط ہے نہ یہ زمین گھلتی ہے حالانکہ پانی میں پڑی ہے زمین سب مٹی کی ہے اور ہم اگر مٹی کو زیادہ پانی میں ڈالیں تو گھل جاتی ہے ۔ مگر رب تعالیٰ نے کروڑوں سال سے زمین پانی میں رکھی ہے نہیں گھلی یہ اس کی قدرت ہے ۔ **دوسرا فائدہ** ۔ ذکر الٰہی سے فکر الٰہی کا درجہ زیادہ ہے ۔ ذکر الٰہی سے عبادت اور فکر الٰہی سے ولایت نصیب ہوتی ہے ۔ کافر کا ذکر الٰہی نا مقبول مگر فکر الٰہی کی دعوت دی گئی ہے اور وہ مقبول ہے کہ ایمان بخش ہے ۔ یہ فائدہ یتفکرون سے حاصل ہوا ۔ **تیسرا فائدہ** ۔ عقل مومن عقل والا ہے خواہ ان پڑھ ہو ۔ یہ فائدہ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ سے حاصل ہوا ۔

احکام القرآن ان آیات سے چند مسائل مستنبط ہوئے ۔

پہلا مسئلہ ۔ دنیوی علوم مسلمانوں کو سیکھنے جائز ہیں خاص کر سائنس وغیرہ لیکن قرآن وحدیث کے تابع کر کے نہ کہ مقابل کر کے ۔ سائنس کے غلط نظریات کو توڑنے کی نیت سے سیکھنا چاہیئے یہ مسئلہ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ کی تفسیر سے مستنبط ہوا ۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ مسلمانوں کے لیے دنیوی کاروبار کھیتی باڑی باغبانی وغیرہ اور ان کی نشوونما تجارت نفلی عبادت کی طرح جائز اور باعث ثواب ہے یہ مسئلہ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ والخ سے مستنبط ہوا ۔ دیکھو رب تعالیٰ نے کھیتی اور باغات کو اپنا نشانِ قدرت قرار دیا حالانکہ یہ دونوں خاص کر کھیتی باڑی میں انسانی عمل کا بہت دخل ہے ثابت ہوا کھیتی کرنا آیاتِ الٰہیہ کا ظاہر کرنا ہے ۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ رب تعالیٰ نے سابقہ آیات میں آسمانوں زمین کا تین طرح ذکر فرمایا۔ مگر پہلے فرمایا۔ تُوْقِنُوْنَ۔ پھر فرمایا۔ یَتَفَکَّرُوْنَ۔ اور پھر فرمایا یَّعْقِلُوْنَ تینوں جگہ ایک ہی فعل کیوں نہ بولا گیا۔ جواب۔ محققین نے۔ یقین۔ فکر اور عقل میں چار طرح فرق کئے ہیں ایک یہ کہ عقل مخزن فہم ہے۔ فکر اس کا مال ہے اور یقین اس کا نفع ہے۔ دوم یہ کہ عقل ایک قوت ہے فکر اس کا عمل ہے اور یقین اس کا نتیجہ ہے۔ سوم یہ کہ عقل ہر شخص کے پاس ہے۔ فکر صرف ایمان والوں کے پاس ہے اور یقین متقیوں کے پاس ہے۔ چہارم یہ کہ عقل کا تعلق ظاہری اشیاء سے ہے فکر کا تعلق باطنی سے اور یقین کا تعلق مشاہدات عالم سے ہے۔ تو چونکہ پہلے آسمانوں کا ذکر ہوا جس میں نشانات قدرت کا کثرت سے مشاہدہ ہے اس لیے اس کا نتیجہ یقین آجانا بتایا گیا۔ اور مَدَّ الْاَرْضَ میں باطنی چیزوں کا ذکر تھا اس لیے فکر کی دعوت دی گئی اور کھیتی باغات میں ظاہر اشیا تھیں اس لیے ظاہر بینوں اور عوام کو عقل سے کام لینے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ **دوسرا اعتراض۔** یہاں فرمایا گیا وَاَنْهٰرًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین میں نہریں بنائیں۔ حالانکہ نہریں تو بندے بناتے ہیں۔ قدرتی نہر دریا ہیں کوئی نہیں ہے۔ جواب۔ علماء کرام نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ انہار سے مراد پہاڑی چشمے ہیں جیسا کہ ہم نے تفسیر عالمانہ میں وضاحت کر دی ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ انہار سے مراد کھدائی کی ہوئی زمین نہیں ہے بلکہ اس میں بہتا ہوا پانی ہے اور وہ واقعی رب تعالیٰ نے ہی پیدا فرما کر بہایا۔ بندوں نے تو چوڑی نالی کھود کر صرف راستہ بنا دیا ہے۔ اس لیے اصل نہر رب تعالیٰ نے ہی بنائی ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ کائنات عالم میں غور و فکر کرنے سے معرفت الٰہی کے متلاشیوں کو اپنے اندر تدبر کرنا چاہیے اس لیے کہ کائنات دنیوی کو فنا ہے۔ ان کے لیے اَجَلٌ مُّسَمًّى ہے۔ مگر اس جسد خاکی کو کبھی فنا نہیں۔ یہ کسی نہ کسی مقام پر کسی بھی حالت میں خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ہے۔ جتنی معرفت الٰہیہ ساری زمین کو پھر کر دیکھنے تفکر کرنے سے برسوں میں حاصل ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ آن کی آن میں اپنے نفوس جسمانیہ کی زمین میں مراقبہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور واردات انوار کی باطنی روشنی میں مشاہدہ ہوتا کردہی اللہ وہ ہے جس نے زمین انسانیت کو پورے عالم پر پھیلایا کہ ہر جگہ بلندی پستی پر اسی نازک مزاج کی سلطنت۔ ہیبت۔ رعب۔ عظمت۔ شرافت موجود نظر آتی ہے اور اسی رب قدیر نے اس ارض جسدی کو محبت الٰہی کے پانی پر قائم فرمایا پھر اس پر مصائب و آلام۔ عبادت و ریاضت کے پہاڑ ٹھونک دیئے تاکہ نفسانی لوفانو

کی خواہشاتی موجوں کے تھپیڑوں سے۔ کعبۂ جلال کے قرب سے دور نہ ہٹ جائے یہ قالب انسانی خود تو صراطِ مستقیم پر ساکن و جامد ہے مگر اس میں عشقِ حقیقیہ کی پاک ستھری نہریں جاری فرمادیں اور اسی چھوٹی سی زمین قالب میں اپنی محبت کے تمام پھل پیدا فرمادیے۔ کہ کہیں لذت ہے کہیں درد ہے۔ کہیں آنسوؤں کی گرمی ہے کہیں آہوں کی ٹھنڈک۔ کہیں وصل کی مٹھاس ہے کہیں فراق کی ترشی یعنی معرفت میں ہر جگہ قبض و بسط کے جوڑے جوڑے پیدا فرمائے۔ اسی صحرا میں شریعت کا دن ہے طریقت کی رات ہے۔ مشاہدے کا دن ہے مراقبے کی رات ہے بندۂ عارف پر جب عشقِ الٰہی کی اندھیری رات طاری ہوتی ہے تو ما سوی اللہ کے دن کو چھپا لیا جاتا ہے۔ یہ قالب انسانی نرالا جہان ہے اس میں معرفت کی ہزار دل آیات ہیں جو مراقبہ کرنے والوں کو نظر آتی ہیں۔ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ - إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔ جسم انسانی سر سے پیر تک ظاہرًا۔ باطنًا۔ گوشت۔ پوست۔ چال ڈھال۔ رنگ روپ۔ شکل و صورت میں ایک ہی کرۂ ناسوتی نظر آتا ہے۔ مگر حقیقۃً بہ کثیر ٹکڑے ہیں۔ اور دیوار قریب قریب مگر اثرات میں بہت دور کہیں نفس کا علاقہ ہے۔ کہیں قلب کا ملک ہے کہیں روحِ ازلی کا حصہ کہیں سِر کہیں خفی کہیں جل اور سب کی سرحدیں متجاورات ہے۔ کسی کی تاثیر حیوانی کسی کی ملکوتی۔ کوئی روحانی کوئی جبروتی کوئی عظموتی۔ کوئی حصہ گناہوں کا بنجر علاقہ کوئی ٹکڑا معرفت کے پھولوں کا چمن۔ اسی زمین میں فیوضاتِ الٰہیہ کے باغ ہیں۔ اور توفیق و استعداد کی کھیتیاں لہلہا رہی ہیں۔ یہیں کسی علاقے میں ذکرِ الٰہی کے مضبوط گھنے درخت ہیں اور ایمان کے جڑواں تنے ہیں۔ سب کو ایک قرآن و حدیث کا پانی دیا جاتا ہے۔ اسے عقلِ سلیم والو ہم ہی ان سب کو فضیلت دینے والے ہیں۔ غذاء روحانی میں بعض کو بعض پر ہم نے ہی افضل کیا۔ نمازوں کی مٹھاس علیحدہ روزوں کی لذت جدا۔ کسی عملِ صالح میں حمدِ خدا کی خوشبو ہے اور کسی میں ذکرِ مصطفٰے کی مہک کعبۂ جلال کے طواف کا سرور کچھ اور ہے۔ عرفاتِ جمال کی تنہائی میں بیٹھ رہنے کی خوشیاں سوا ہیں۔ ہم نے ہی شریعت کو طریقت سے۔ طریقت کو معرفت سے۔ معرفت کو حقیقت سے افضل کیا۔ بیشک وہ قالب انسانی جس کی اصلی پہچان لوگوں کی دانش۔ خرد۔ فہم۔ منطق۔ فلسفہ۔ سائنس سے پوشیدہ ہے اس کے ظاہر اور باطن میں۔ عقلِ عرفانی رکھنے والوں کے لیے بہت ہی شاندار قدرت کی نشانیاں اور فطرت کی آیتیں ہیں۔ یہ آیت ظاہر بینوں کو دکھائی نہیں دے سکتیں۔ خواہ وہ ظاہر کو دیکھیں یا چیر پھاڑ اور اپریشن کر کے باطن کو دیکھیں۔ یہ آیات الٰہیہ دھاتی نشتروں سے نہیں نگاہِ قلبی کی شعاعوں سے دیکھی جاتی ہیں تجربہ گاہ میں نہیں مراقبہ گاہ میں نظر آتی ہیں۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِهَا۔

آسمانوں اور زمین میں آیات الٰہیہ کی کچھ مختصر ظاہری تفصیل

سورۂ رعد کی دوسری تیسری اور چوتھی آیتوں میں رب تعالیٰ نے چوبیس چیزوں کا ذکر فرمایا۔

۱ آسمانوں کا ذکر۔ ۲ ان کی بلندی کا ذکر ۳ بغیر ستون ہونے کا ذکر۔ ۴ عرش کا ذکر ۵ اس پر غلبہ کرنے کا ذکر۔ ۶ سورج کی تسخیر۔ ۷ چاند کی تسخیر ۸ مدت معینہ کا تذکرہ ۹ تدبیر امر ۱۰ زمین ۱۱ زمین کا پھیلاؤ ۱۲ پہاڑوں کا ذکر ۱۳ نہروں کا ذکر ۱۴ پھلوں کا ذکر ۱۵ دو دو جوڑا ہونے کا ذکر ۱۶ رات سے دن کی پیدائش ۱۷ دن کا ذکر ۱۸ زمین کے مختلف ہونے کا تذکرہ ۱۹ ملا ہوا ہونا ۲۰ انگوروں کے باغات ۲۱ کھیتیاں پیدا ہونا ۲۲ کھجور کی پیدائش۔ اکہرا اور دوہرا تنا ہونا ۲۳ سب کو ایک پانی کی سیرابی ملنا ۲۴ کھانے میں مختلف ہونا۔ ان کے ذکر کے ساتھ فرمایا کہ ان میں قدرت کی بہت نشانیاں اور عجائبات مفیدہ ہیں۔ ان کی ترتیب تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ آسمانوں کی نشانیاں۔ ۱ آسمان سات ہیں ۲ سب آسمانوں کا درمیانی فاصلہ اتنا دراز ہے کہ اگر اونٹ چلے تو پانچ سو سال میں پہلے آسمان تک پہنچے ۳ تمام آسمان ٹھوس مادے سے بنے ہوئے ہیں ۴ جس طرح زمین جھاگ سے بنی ہے اسی طرح آسمان دھوئیں سے بنے ہیں ۵ ہر آسمان کی موٹائی ستانوے کوس ہے یعنی اکیاون میل اور ایک منزل (یعنی ہزار قدم) ۶ آسمان کس مادے سے بنے ہیں اس کی حقیقت واقعیہ کو خالق ارض و سما و محمد ﷺ ہی جانتا ہے مگر علماء اسلام فرماتے ہیں کہ پہلا چاندی کا ہے دوسرا سونے کا تیسرا زمرد کا پانچواں لوہے کا چھٹا شیشے کا۔ ساتواں نور کا۔ مگر یہ سب شفاف ہیں مثل شیشے کے۔ دنیا کے سونے چاندی کی طرح کثیف نہیں۔ بلکہ جنتی سونے چاندی کی طرح شفاف ہیں۔ ۷ رنگ سب کے سفید ہیں بعض نے کہا ہرے پیلے۔ سرخ۔ نیلے ہیں۔ لیکن پہلا قول درست ہے ۸ پہلا آسمان مرکز رزق ہے دوسرا مخزن برکات تیسرا معدن انوار۔ چوتھا منبع فضائل ہے۔ پانچواں مصدر رحمت ہے چھٹا وحی الٰہی کا مبتدا۔ ساتواں منتہائے اعمال ہے ۹ ان تمام آسمانوں کا تعلق عطا سے زمین کے ساتھ ہے۔ یعنی یہ مذکورہ بالا ساتوں فیوض و برکات آسمانوں سے زمین پر نازل ہوتے ہیں ۱۰ دنیا کی چیزوں کو رنگ بھی ان آسمانوں سے ملتے ہیں۔ ۱۱ پہلے آسمان سے نیچے اور زمین کے اوپر تین پوشیدہ جہان ہیں ایک عالم نار (آگ کا جہان) دوسرا عالم آب۔ پانی کا جہان۔ جس میں پانی کے جانور بھی موجود ہیں۔ تیسرا عالم ہوا۔ یہ نیلا رنگ کا نظر آتا ہے اور اسی کی وجہ سے یہ دو دوسرے جہان نظر نہیں آتے۔ یہ تینوں جہان انسانی زندگی کے لیے بہت مفید ہیں ان کے فوائد کی حقیقت بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا وہ جانتے ہیں جنہوں نے شب معراج میں یہ سب کچھ دیکھا اور اپنے محبوبوں کو یہ اسرار سنائے۔ ۱۲ آسمانوں کی بلندی بھی قدرت الٰہیہ کی ایک عظیم نشانی ہے۔ ۱۳ آسمان تھالی کی طرح گول ہیں اور بغیر ستون اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے ہیں بعض نے کہا ہے آسمان بھی گیند کی طرح گول ہیں اور پہلے آسمان کے اندر کرۂ نار۔ کرۂ زمہریر۔ کرۂ آب۔ کرۂ ہوا۔ کرہ ہیں اور یہ سب گول ہیں جیسے گیند کے اندر گیند اور باقی پھر آسمان بھی اسی طرح گیند ہیں اور سب گیند ایک دوسرے کے اندر ہیں بعض فلاسفہ نے کہا کہ پہلے آسمان کے اندر تو یہ چار کرہ ہیں مگر باقی آسمان علیحدہ گول گیند کی شکل کے ایک دوسرے کے اوپر ہیں اعظم اور اقرب ۱۴ چودھویں آیت ہوئے ان بڑے بڑے آسمانوں کا بغیر ستون تمام رہنا اور گرنا نہ کوئی حرکت کرنا۔ ۱۵ پندرھویں آیت تمام آسمانوں سے اوپر عرش ہے۔ اور سب کی بڑائی اس طرح ہے زمین سے بڑا پہلا آسمان۔ پہلے آسمان سے بڑا دوسرا آسمان۔ دوسرے سے تیسرا۔ تیسرے سے

چوتھا، چوتھے سے پانچواں، پانچویں سے چھٹا، چھٹے سے ساتواں۔ ساتویں سے بڑا ہے عرش۔ اسی لیے اس کو عرشِ اعظم کہا جاتا ہے۔ مخلوق میں عرش سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ ستر ہزار اس پر فرشتے مقرر ہیں۔ اور ستر ہزار اس کے پائے ہیں ہر پائے سے ایک فرشتہ لگا ہوا عبادت کر رہا ہے۔ اس پر ایک کرسی ہے جس کا نام مقامِ محمود ہے یا اس میں ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ کرسی عرش سے چھوٹی ہے اور تمام آسمانوں زمینوں سے بڑی ہے۔ ۱۶ سولھویں آیت اتنے بڑے عرش پر رب کائنات نے غلبہ فرمایا۔ لہٰذا اسی کی شان کے لائق ہے کہ اس کو اللہ اکبر کہا جائے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حشر نشر کے بعد جنت کے ایک میدان میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں رکھی جائیں گی جس سے جنت کی عظمت اور لمبائی چوڑائی کا اشارہ ملتا ہے۔ حالانکہ جنت عرش سے چھوٹی ہے۔ قرآن مجید میں استویٰ علی العرش کا ذکر اس لیے بھی ہوتا ہے کہ جب سب سے بڑی مخلوق پر رب جلیل کا غلبہ ہے تو چھوٹی مخلوق کس شمار میں اور قوت خدا تعالیٰ کے سامنے زمین و آسمان چاند سورج کیا حیثیت رکھتے ہیں ۱۷ سترھویں آیت سورج کی چمک دھوپ۔ حالانکہ یہ چوتھے آسمان کے مدار میں ہے ۱۸ اٹھارھویں آیت سورج کی تپش۔ علماء محققین فرماتے ہیں کہ زمین اور زمین والوں کو سورج سے گیارہ فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ زمین اور اہل زمین کو گرمی کی اشد ضرورت ہے اور تمام گرمی بیرونِ زمین اور اندرونِ زمین سورج ہی سے ہے اگرچہ وہاں آفتاب کی کرنیں نہ پہنچیں۔ دوم یہ کہ تمام روشنیاں سورج سے ہیں۔ یہاں تک کہ آگ اور بجلی کی روشنی بھی سورج کی مخفی کرنوں سے ہے۔ سوم یہ کہ تمام پختگی جمادات نباتات وغیرہ کی سورج کی تپش سے ہے چہارم یہ کہ تمام پاکیزگی سورج سے ہے پنجم دن رات کا سلسلہ سورج سے ہے۔ ششم یہ کہ سورج دن کو ذرے چمکاتا ہے رات کو ستارے چمکاتا ہے ہفتم یہ کہ شمسی توانائی سورج ہی سے ہے۔ ہشتم یہ کہ شمسی تاریخیں۔ سال۔ ماہ۔ ہفتہ۔ سورج سے ہیں۔ نہم یہ کہ انسانی حیوانی۔ نباتاتی جماداتی۔ فضلیات اور بیماریوں۔ ریشوں۔ سیم۔ تری۔ چیزوں کا گلنا سورج سے ختم ہوتی ہیں اور اشیا کو صحتمند بناتی ہیں۔ دہم یہ کہ سورج کا فیض تمام جہان پر مسلسل جاری ہے ظاہر بھی باطن بھی رات بھی دن بھی۔ یازدہم یہ کہ سورج ایسا مسخر ہے کہ ہمیشہ رب تعالیٰ کی بندگی میں ہے اس کا چکر لگانا اس کی عبادت اس کا طلوع قیام ہے اس کا زوال رکوع ہے اس کا غروب سجدہ ہے۔ یہ عبادت اس کی طرف سے ہر وقت جاری ہے۔ جیسے کہ بیمار آدمی کا بیٹھ کر نماز اشاروں سے پڑھنی ہر ایک دم سب حالتیں جاری ہو جاتی ہیں اسی طرح چاند سورج کی پوری عبادت ہر دم ظاہر ہو رہی۔ ۱۹ انیسویں نشانی۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ سورج زمین سے بڑا ہے واللہ اعلم۔
۲۰ بیسویں نشانی چاند بھی قدرت کا عجیب شاہکار ہے۔ سورج کی طرح چاند بھی گول ہے۔ اس کی گولائی تاریخوں کے لیے مفید ہے۔ ۲۱ اکیسویں نشانی۔ چاند سے زمین والوں کو سات فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ قمری مہینے ہفتے سال اور تاریخیں چاند سے وابستہ ہیں۔ دوم یہ کہ جب سے پیدا ہوا ہے مسلسل چل رہا ہے اس کا یہ دورانِ الٹی پر چلنا اس

کی عبادت ہے۔ نہ رکتا ہے نہ تھکتا ہے نہ خراب ہوتا ہے نہ گھستا ہے۔ نہ آہستہ ہوتا ہے۔
سوم یہ کہ یہ خود نورانی نہیں اس کی روشنی سورج کی بھیک ہے جتنے حصہ پر دھوپ پڑتی ہے وہ نظر آتا ہے باقی حصہ میں چھپتا ہے چہارم یہ کہ چاند ٹھوس مادی کرہ ہے۔ اس میں پہاڑ کی طرح اونچائی نیچائی ہے اس میں سنہری رنگ کی مٹی ہے۔ پنجم یہ کہ جب سورج کی دھوپ چاند سے لگ کر زمین پر آتی ہے تو رات کا وقت ہوتا ہے اور اس کی روشنی کا نام چاندنی ہوتا ہے۔ ششم یہ کہ چاند کی چاندنی سے پھلوں میں مختلف قسم کا مزہ پیدا ہوتا ہے۔ میٹھا۔ کڑوا۔ کھٹا۔ پھیکا۔ یہ چاند کی شعاعوں کی ترچھی سیدھی۔ تیز نرم شعاعوں کا اثر ہے۔ سیدھی تیز کرن سے مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ باقیوں سے باقی مزے
ہفتم یہ کہ انسانی جسمانیت پر بھی چاند سورج کا بہت اثر ہے۔ کالا۔ گورا نرم عادت۔ سخت طبیعت۔ بزدل۔ اور قوی ہونا بھی چاند سورج کی شعاعوں کے اثر سے ہے۔ ۲۱ اکیسویں آیت الہی۔ آسمانوں کے ستاروں کی مدھم غیر محسوس کرنوں سے خوشبوئیں بدبوئیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ انسانی فضلات کی بدبو اور جیسے کھانے کی سڑاند بھی مختلف ستاروں کی وجہ سے ہے ۲۲ بائیسویں نشانی۔ چاند سورج کا مقرر مدت تک مسخر رہنا بھی قدرت الہی کی عظیم نشانی ہے خاص راستہ بارہ برجوں میں سے ہو کر۔ خاص رفتار سے۔ خاص مدت تک۔ جہت خاص۔ مقدار خاص۔ سیر خاص سے۔ اس طرح چلنا کہ سورج کی ایک سو اسی منزل۔ ہر دن میں ایک منزل طے کرتا ہے۔ یہ منزلیں چھ ماہ میں پوری ہوتی ہیں پھر پہلی سے آخری منزل دوسرے چھ ماہ میں۔ پینتالیس منزلیں مغربی پینتالیس مشرقی ۴۵ مائل جنوبی ۴۵ مائل شمالی۔ چاند کی منزلیں اٹھائیس چودہ مغربی چودہ مشرقی یہ ایک ماہ میں طے کرتا ہے
۲۳ تیئیسویں آیت الہیہ۔ تمام مخلوق ایک شاندار تدبیر باری تعالیٰ کے تحت بنائی گئی ہے کہ ایک ایک ذرے میں معرفت کردگار کے دلائل اظہر من الشمس ہیں۔ تدبیر الہیہ آٹھ قسم کی ہیں۔ اول یہ کہ وجود صانع پر کتنی صاف دلیل ہے کہ کچھ مخلوق موجودات باقیہ دائمہ ہے۔ جیسے کہ افلاک سورج چاند ستارے۔ جنت دوزخ۔ عرش و کرسی لوح قلم۔ ملائکہ حور و غلمان۔ جنت دوزخ کی چیزیں۔ زمین پانی آگ ہوا مٹی۔ تحت الثریٰ ان کی ترتیب خلقت اس طرح ہے کہ پہلے پانی پھر عرش پھر کرسی پھر لوح پھر قلم پھر تحت الثریٰ پھر دوزخ پھر زمین پھر سات آسمان پھر جبریل پھر میکائیل پھر عزرائیل پھر اسرافیل پھر باقی ملائکہ پھر جنت پھر حوریں پھر غلمان۔ اس ترتیب میں بیشمار حکمتیں ہیں پھر سورج چاند پھر ستارے پھر آگ پھر ہوا۔ دوم یہ کہ کچھ مخلوق موجودات حادثہ متغیرہ ہے۔ جیسے۔ جنات۔ انسان۔ موت حیات۔ بیماری۔ تندرستی۔ امیری۔ غریبی۔ خیر و شر۔ حسن و قبح۔ خوشبو بدبو۔ حیوانات۔ نباتات۔ ان کی ترتیب اس طرح ہے۔ جنات۔ حیات موت تندرستی۔ بیماری خیر شر۔ حسن۔ بدصورتی۔ خوشبو۔ بدبو۔ نباتات۔ حیوانات۔ پھر انسان پھر امیری۔ پھر غریبی۔ سوم یہ کہ۔ کچھ قہر کے تحت۔ کچھ مہر کے تحت چہارم یہ کہ کچھ مخلوق قدرت سے کچھ قانون سے۔ پنجم یہ کہ کسی کو جسم لطیف کسی کو کثیف۔ ششم یہ کہ کسی کو ساکن

بنایا کسی کو سیارہ۔ ہفتم یہ کہ انسان کو چلنے پھرنے اور دماغ والا بنایا تو اُس کا رزق بالکل اُس کے کنٹرول اور قبضے میں کر دیا کہ خود بناؤ خود کماؤ خود لاؤ خود کھاؤ۔ جانوروں کو چلنا۔ پھرنا دیا مگر دماغ نہ دیا لہٰذا ان کو حکم ہے کہ انسان تمہارا رزق بنائے اگائے اور تم خود لاؤ خود کھاؤ۔ نباتات کو نہ دماغ نہ چلنا نہ پھرنا صرف بڑھنا دیا۔ اُن کا رزق انسان کو دیا کہ وہی بنائے وہی لائے وہی کھلائے۔ ہشتم یہ کہ کسی کو انتہائی بڑا بنایا کسی کو انتہائی چھوٹا بنایا۔ پھر کس شان کی یہ تدبیر عالم ہے کہ کسی لمحہ ذرہ تبدیلی نہیں جس کو جو بنا دیا جب تک کے لیے بنا دیا وہی بن گیا سب پر مکمل غلبہ ہے سب میں حکمت کے تحت ہے۔ یہ سب صانع کائنات باری تعالیٰ کی قدرت کے دلائل اور آیتیں ہیں۔ ۲۳ تئیسویں آیت۔ زمین ایک کرہ ہے اس کے سات حصے ہیں یا اس طرح کہ یہ ایک ہی زمین نیچے سے اوپر سات قسم کے رنگ کی مٹی ہے اور پیاز کے چھلکوں کی طرح سب زمینیں ملی ہوئی ہیں۔ یا اس طرح کہ زمین کے جزیرے ہیں اور ہر جزیرے کے درمیان سمندر ہے ۲۴ چوبیسویں نشانی آیت زمین کا پھیلاؤ کہ حقیقت میں گول ہے مگر جو اس سے بھی دیکھو چوڑی اور سطح نظر آتی ہے۔ زمین کی تیرہ خصوصیات ہیں۔ پہلی یہ کہ زمین نہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے جتنی رب تعالیٰ نے پھیلا دی بس اتنی ہی ہے حالانکہ بڑھنا۔ گھٹنا ممکن ہے۔ یہ رب کا قبضہ ہے۔ دوم یہ کہ جتنی زمین بنائی گئی ہے وہ مناسب ہے کم ہونا کافی نہ ہوتا اور زیادہ ہونا بیکار۔ سوم یہ کہ کہیں میدانی ہے۔ اور اُس کے لاکھوں فائدے دریا نہریں کوئیں۔ عمارات میدانی میں ہی بن سکتی ہیں۔ کہیں پہاڑی زمین ہے اس کے فائدے بھی بیشمار ہیں سونے لوہے وغیرہ تمام دھاتوں اور کوئلے نمک کی کانیں پہاڑوں میں ہی ہوتی ہیں۔ کہیں خشک زمین۔ کہیں سرسبز۔ کہیں بنجر۔ کہیں سخت۔ کہیں نرم۔ کہیں مٹی۔ کہیں ریت۔ کہیں دلدل۔ کہیں برفانی خلاقِ کائنات نے کیا پھیلاؤ پھیلایا ہے۔ ان سب میں انسانی حیوانی اور نظام کائنات کے کروڑں فائدے ہیں۔ چہارم یہ کہ گول بھی اور مدّ الارض یعنی پھیلی بھی ہوئی ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ اس کا پھیلاؤ اور بڑھنا اسی طرح ہوا تھا جس طرح ربڑ کا پھکنا پھیلتا بڑھتا جاتا ہے۔ پنجم یہ کہ زمین کی مٹی ایسی عجیب مخلوق ہے کہ نہ اتنی نرم جس میں چیزیں دھنستی چلی جائیں نہ اتنی سخت کہ کھودی نہ جائے۔ نہ آسمانوں جیسی سختی نہ پانی جیسی نرمی نہ ربڑ جیسی لچک نہ ریت جیسی پکڑ۔ ششم یہ کہ اس کی مٹی ریت میں اور کنکر پتھر میں بہت سی شفائیں اور امراض کے علاج ہیں۔ ہفتم زمین اندر سے بھی اللہ کی نعمتوں خزانوں سے بھری پڑی ہے اور باہر سے بھی گویا کہ ایک زمین کے ظاہر باطن میں کتنے فائدے ہیں ۱ یہ اللہ کا صندوق بھی ہے اللہ کا دسترخوان بھی ہے انسانوں حیوانوں جنات کی آبادکاری بھی ہے ۲ یہی برف خانہ ہے ۳ یہی آتش دان ہے ۴ اسی میں تیل ہے ۵ اس میں پانی ہے۔ پچیسویں نشانی پہاڑ۔ یہ زمین کی کیلیں بھی ہیں۔ یہ تمام دھاتوں کا خزانہ معدن ہیں۔ ان ہی پہاڑوں میں لعل یاقوت ہیں۔ ان کی فضائیں صحت افزا ہیں۔ ان میں آتش فشاں ہیں پہاڑوں کی بناوٹ تمام پتھروں سے سے یہ بھی پانی کا جھاگ تھا جو قدرت الٰہی تجلیات ذات کی گرمی سے زیادہ پختہ ہو گئے محققین فرماتے ہیں تمام

دنیا کے پہاڑوں پر صرف بیس۲۰ قسم کے پتھر ہوتے ہیں۔
۱۔ سنگِ خارا۔ عام پہاڑوں پر ہیں ۲۔ سنگِ مرمر سفید۔ سرخ۔ ہرا۔ سرزنگا۔ ۳۔ سنگِ یاقوت سنگِ
سفید ۵۔ سنگِ جوہر۔ ۶۔ سنگِ مرواریہ ۷۔ سنگِ آتش ۸۔ سنگِ سیمنٹ ۹۔ کچا پتھر ۱۰۔ سنگِ سیاہ۔
۱۱۔ سنگِ زہر۔ سنکھیا ۱۲۔ سنگِ نرم ۱۳۔ سنگِ آبی ۱۴۔ سنگِ سلاجیت ۱۵۔ سنگِ سرمہ ۱۶۔ سنگِ ریشم ۱۷۔
سنگِ نمک سفید سیاہ ۱۸۔ سنگِ کوڑ ۱۹۔ سنگِ عنبر ۲۰۔ سنگِ روشنی۔ پہاڑوں سے فضائی آبادی تجوری میں دہشت دولت ثروت کے تمام سامان حاصل ہوتے ہیں۔ تجلیاتِ
رب تعالیٰ کا نزول اور وحی الٰہی اور کتبِ سماوی کا مرکزی مقام بھی پہاڑوں کو ہی بنایا جاتا رہا ہے۔ اسی لئے انبیاء کرام کو پہاڑوں سے محبت رہی ہے ہر نبی
کے کسی نہ کسی پہاڑ کی نسبت ہے بلکہ پہاڑ روحانی جسمانی ظاہری باطنی اعتبار سے محبتِ نبی کی نشان والی عظیم دلیل ہے حادثات کی پیدائش بھی جہاں کو ہے۔ پہاڑوں میں رب
تعالیٰ نے پندرہ قسم کے خزانے پیدا فرمائے۔ ۱۔ سونا ۲۔ چاندی ۳۔ پیتل ۴۔ لوہا ۵۔ سلور ۶۔ تانبہ ۷۔ پلاٹینم۔
۸۔ کوئلہ ۹۔ نمک ۱۰۔ پٹرول ۱۱۔ تارکول ۱۲۔ چونا ۱۳۔ سیمنٹ ۱۴۔ گیس۔ ان کو ہی معدنیات کہا جاتا ہے۔
یہ سب میرے رب کی قدرتوں کے شاہکار ہیں۔ چھبیسویں آیتِ الٰہی۔ چشمے اور نہریں۔ عربی میں دریاؤں اور
چشموں کو نہر بھی کہہ دیتے ہیں۔ اور سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ جیسے نہر فرات نہر سویز۔ اور بحر قلزم وغیرہ۔ رب تعالیٰ
کی نعمتوں میں سے پانی بھی ایک عجیب نعمت عظمیٰ ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ رب تعالیٰ نے جب زمین کو
پیدا فرمایا اور مکمل پھیلا دیا تو فرشتوں نے عرض یا رب اس سے بھی کوئی بڑی چیز ہے فرمایا پہاڑ عرض کیا پہاڑوں سے
بھی کوئی اعظم ہے فرمایا لوہا۔ عرض کیا لوہے سے بڑی فرمایا آگ۔ عرض کیا آگ سے کوئی بڑی چیز تو نے پیدا
فرمائی؟ فرمایا ہاں پانی۔ عرض کیا پانی سے بڑی کیا ہے۔ فرمایا ہوا۔ عرض کیا ہوا سے بڑی کیا ہے؟ فرمایا ہوا سے زیادہ
عظیم وہ پیارا بندہ ہے جو ایک ہاتھ سے خیرات کرے تو دوسرے کو پتہ نہ لگے۔

(تفسیر معانی) پانی ایک ایسی مخلوق ہے کہ عقلِ انسانی اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ کائنات میں سب سے
پہلے پانی پیدا کیا گیا۔ اور سوائے عرش و کرسی لوح و قلم کے باقی تمام مادیات پانی سے بنائے گئے کرۂ آب بھی گول ہے
اور زمین اس کے ایک حصے میں اس طرح پڑی ہے جس طرح حوض میں تربوز۔ رب تعالیٰ نے پانی کو زمین پر آٹھ حصوں
میں جاری فرمایا۔

۱۔ سمندر ۲۔ دریا۔ ۳۔ بنائی ہوئی نہریں ۴۔ کنواں ۵۔ تالاب ۶۔ حوض ۷۔ چشمہ ۸۔ بارش۔ اللہ
تعالیٰ نے ساری زمین پر ایک سو چھیانویں ۱۹۶ دریا پیدا فرمائے۔

تمام دنیا کے سب دریاؤں کے نام اور علاقوں کے نام

نمبر شمار	دریا کا نام	نمبر شمار	دریا کا نام	نمبر شمار	دریا کا نام
	پاکستانی دریا	۱۷	ماہی	۳۳	بوری
		۱۸	ڈل	۳۴	برشو
۱	راوی	۱۹	ڈنر	۳۵	کرنالی
۲	چناب	۲۰	پونچھ	۳۶	بمسنا
۳	جہلم	۲۱	مشرق	۳۷	گومتی
۴	ستلج		**کابل کے دریا**		**عرب کے دریا**
۵	بیاس				
۶	اٹک	۲۲	دریائے کابل	۳۸	نیل (مصر)
۷	سندھ	۲۳	پانامہ	۳۹	فرات (عراق)
	ہندوستانی دریا		**بنگلہ دیشی دریا**	۴۰	قلزم (مصر)
				۴۱	سویز (مصر)
۸	گنگا	۲۴	پدما	۴۲	دجلہ (عراق)
۹	جمنا	۲۵	میگنا	۴۳	سیحان (شام)
۱۰	سیحون	۲۶	برہمپتر	۴۴	جیحان (شام)
۱۱	جیحون	۲۷	شورما	۴۵	اردن (اردن)
۱۲	برہم پترا	۲۸	کوشیارا		
۱۳	توی	۲۹	شیتالکھا		**ایران کے دریا**
۱۴	سابرمتی	۳۰	منو ندی	۴۶	آب
۱۵	نرمدہ	۳۱	دلائی ندی	۴۷	شط العرب
۱۶	تاپی	۳۲	ایرل خاں	۴۸	مگل

۴۹ ارتش (بخارا)

چین کے دریا

۵۰ آمو (منگولیا)
۵۱ آمور
۵۲ سی چیانگ
۵۳ ھوانگ ہو
۵۴ آرادادی (منگولیا)
۵۵ ینگ تیز

ویتنام کے دریا

۵۶ یالو
۵۷ میکانگ
۵۸ لینا

تھائی لینڈ کے دریا

۵۹ اورل
۶۰ سینی سے (لاؤس)

آسٹریلیا کا دریا

۶۱ مرے ڈارلنگ

افریقہ کے دریا

۶۲ کانگو
۶۳ لیمپاپو (ساؤتھ)
۶۴ نجر (کینیا)
۶۵ اورنج (زیمبیا)
۶۶ یوبنگی (ساؤتھ)
۶۷ زمبیزی (رہوڈیشیا)

امریکہ کے دریا

۶۸ اتھاباسکا
۶۹ چیسرچل
۷۰ کولمبیا
۷۱ دستہوت
۷۲ فراسر
۷۳ میکینزی
۷۴ میرامچی
۷۵ نیلسن
۷۶ نیاگرہ
۷۷ اوٹاوہ
۷۸ پیس
۷۹ سرخ شمالی
۸۰ ریچی گاونج
۸۱ رچلیو
۸۲ سیگنے
۸۳ سینٹ جان
۸۴ لارنس
۸۵ میری
۸۶ سیکرلی
۸۷ سکینہ
۸۸ سلیو
۸۹ دنی پیگ
۹۰ یوکان
۹۱ ایگ ہینی
۹۲ ارکنساس
۹۳ برازس
۹۴ کینیڈا
۹۵ کولورادو
۹۶ کونیکٹی کٹ
۹۷ کمبرلینڈ
۹۸ دیلاویر
۹۹ جیلا گیلا
۱۰۰ ہاؤس ایٹونگ
۱۰۱ ہڈسن
۱۰۲ الینوس
۱۰۳ جیمز
۱۰۴ کاناواہ
۱۰۵ کینی بیک
۱۰۶ میسری نک
۱۰۷ میامی
۱۰۸ مینسوٹا
۱۰۹ میسیپی
۱۱۰ مزوری
۱۱۱ موبائیل

نمبر شمار	دریا کا نام	نمبر شمار	دریا کا نام	نمبر شمار	دریا کا نام
۱۱۲	موہاک	۱۳۶	پی ڈی	۱۵۸	ایلبن
۱۱۳	مونانگولا	۱۳۷	پیناب سکاٹ	۱۵۹	آرنو
۱۱۴	رونوک	۱۳۸	پلاٹے	۱۶۰	ٹیمس
۱۱۵	ناک	۱۳۹	پوٹومیک	۱۶۱	کلائیڈ
۱۱۶	میبائن	۱۴۰	پوڈر	۱۶۲	ایون
۱۱۷	سیکرامینٹو	۱۴۱	رپاہینک	۱۶۳	ڈینیوب
۱۱۸	سالٹ	۱۴۲	سرخ	۱۶۴	رنیپر
۱۱۹	سان جوکون	۱۴۳	آمیزن	۱۶۵	ڈون
۱۲۰	ساونہ	۱۴۴	پارانا	۱۶۶	ڈوینہ
۱۲۱	سکل کل	۱۴۵	پوروس	۱۶۷	ایلبے
۱۲۲	شینس دوصلن	۱۴۶	میڈیرا	۱۶۸	ہمبر
۱۲۳	سنیک	۱۴۷	فرانسسکو	۱۶۹	لوری
۱۲۴	سسکوہانا	۱۴۸	ریوگرانڈ	۱۷۰	مائنے
۱۲۵	سوانی	۱۴۹	جاپورا	۱۷۱	مرسی
۱۲۶	ٹینسی	۱۵۰	ٹوکن ٹنز	۱۷۲	میوس
۱۲۷	ٹومبگبی	۱۵۱	پیرگولے	۱۷۳	موزیلی
۱۲۸	وابش	۱۵۲	ریونیگرو	۱۷۴	نرمن
۱۲۹	وائٹ	۱۵۳	ایگو آکو	۱۷۵	نیموا
۱۳۰	ولیم مینی	۱۵۴	میدبرا	۱۷۶	آرڈور
۱۳۱	وسکونسن	۱۵۵	اوری ناکو	۱۷۷	پو
۱۳۲	یلوسٹون	۱۵۶	پرنیبا	۱۷۸	رائن
۱۳۳	نیاگرا	۱۵۷	اوروگوائے	۱۷۹	رون
۱۳۴	اوہیوئی			۱۸۰	رونیکان
۱۳۵	پیکوس		یورپ کے دریا	۱۸۱	سادن

نمبر شمار	دریا کا نام	نمبر شمار	دریا کا نام	نمبر شمار	دریا کا نام
۱۸۲	سیکلڈی	۱۸۸	ٹورن		آزاد کشمیر کے دریا
۱۸۳	سین	۱۸۹	ٹویڈ		
۱۸۴	ٹینسن	۱۹۰	اورل	۱۹۴	کشن
۱۸۵	سوم	۱۹۱	وسٹولا	۱۹۵	چنار
۱۸۶	شاگس	۱۹۲	وولگا	۱۹۶	نیتا پانی
۱۸۷	تبر	۱۹۳	ویسر		

زمین کے پہلے اقلیم پر تیس [۳۰] دریا۔ دوسرے میں ستائیس [۲۷]۔ تیسرے میں بائیس [۲۲]۔ چوتھے میں بائیس [۲۲] پانچویں میں پندرہ [۱۵] چھٹے میں چالیس [۴۰]۔ ساتویں میں جو بڑا اقلیم ہے۔ چالیس [۴۰]۔ یہ دریا پہاڑی چشموں سے بنائے گئے۔ اس کے علاوہ چار دریا جنت سے جاری فرمائے گئے۔

۱ نیل ۲ فرات ۳ جیحان ۴ سیحان۔ نیل فلسطین میں۔ فرات کربلا میں۔ جیحان شام کے قریب جبل ابدال کے دامن سے متصل۔ سیحان علاقۂ ارمن میں ان سب دریاؤں کی لمبائی تقریباً چار سو کوس ہے اور شمال سے چلتی ہیں جنوب میں سمندر کے اندر گرتی ہیں۔ چوڑائی مختلف ہے اور گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ سمندر کی لمبائی چوڑائی کا اندازہ تو نہیں ہو سکتا البتہ اس کی موٹائی بعض مقامات سے ناپی گئی ہے زیادہ سے زیادہ سو میل گہرائی ہے۔ رب تعالیٰ نے زمین کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے زمین کے اندر بھی ایک باطنی دریا اور چشمہ جاری فرمایا ہے جو اکثر میٹھا ہے کہیں کہیں معمولی کھاری ہے کنوؤں۔ نلکوں وغیرہ میں ان ہی سے پانی آتا ہے۔ پانی کی خصوصیات۔

۱ بارش اور چشموں کا پانی بالکل میٹھا لذیذ ہوتا ہے۔ اسی لیے دریاؤں کا پانی میٹھا ہوتا ہے۔ ۲ باطنی دریا کا پانی اکثر میٹھا کہیں کہیں نمکین ۳ سمندر کا سب پانی انتہائی کڑوا ہوتا ہے۔ ۴ پانی ہلکا بھی ہوتا اور میٹھا بھی ہوتا ہے کیونکہ پانی کی اصلیت میٹھا ہونا ہے۔ کڑواہٹ نمک وغیرہ کی ملاوٹ سے ہوتی ہے۔ بارش اور بھاپ کا پانی ہلکا ہوتا ہے ۵ سب سے بھاری پانی سمندر کا پھر دریا کا۔ پھر باطنی نمکین پانی ۶ پانی سفید رنگ کا ہے۔ اس کا رنگ سفیدی کے علاوہ چاند سورج کی شعاعوں یا کسی ملاوٹ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ۷ زمین کی ہر چیز پانی کی محتاج ہے۔ یہاں تک کہ اگر زمین میں پانی نہ رہے تو زمین چیخ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ ۸ پانی کی لذت بے مثل ہے الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ ۹ صرف پانی ہی سے پیاس بجھتی ہے ۱۰ کپڑا وغیرہ صرف پانی سے ہی دھویا نچوڑا جا سکتا ہے ۱۱ چیزوں کو گیلا بھی صرف پانی ہی کرتا ہے ۱۲ پانی میں زمین سے زیادہ مخلوق آباد ہے۔

۱۲ نیز پانی میں زمینی مخلوق کی ہم نام اور ہم جنس مخلوق بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی شلاً پانی کا انسان۔ پانی کا گھوڑا۔ بلی۔ یہاں تک کہ پانی کی چیونٹی بھی ہے۔ ۱۳ زمین کی مخلوق پانی میں نہیں رہ سکتی اُس کے پیٹ میں پانی گھس جاتا ہے جو اُن کو ڈبو کر مار دیتا ہے۔ ۱۴ پانی کی بعض مخلوق زمین پر رہ سکتی ہے بعض نہیں۔ ۱۵ پانی کے جانور کو پانی نہ ڈبوتا ہے نہ پیٹ میں جاتا ہے ۱۶ پانی اپنی سطح ہموار رکھتا ہے۔ ۱۷ پانی نعمت بھی ہے اور عذاب بھی۔ ۱۸ پانی ہر لذت ہر تاثیر ہر رنگ ہر بو اور ہر جسم کو قبول کر لیتا ہے۔ یہ گرم بھی انتہائی۔ ٹھنڈا بھی انتہائی ہو جاتا ہے۔ جم کر برف بھی بن جاتا ہے اور جس برتن میں جائے اسی کا رنگ لے لیتا ہے ۲۰ پانی شفاف ہے۔ اس سے زیادہ کوئی شفاف نہیں ہوتا ۲۱ دنیا کی ہر مخلوق میں انسان۔ حیوان۔ نباتات۔ جمادات میں پانی موجود ہے۔ یہاں تک کہ پتھروں اور مٹی میں بھی پانی موجود ہے۔ بعض فلاسفہ اسلامی نے تحقیق کی ہے کہ پہاڑوں کے چشمے پتھروں کا پسینہ ہے غرض کہ پانی قدرت الٰہی کا عجیب شاہکار ہے۔

۲۷ ستائیسویں نشانی۔ دنیا کے پھل پھول اور تمام نباتات بھی رب تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں۔ سنیاسی حکما کہتے ہیں کہ کل نباتات گھاس پھوس جڑی بوٹیاں کھیتی سبزی اور تنا ور درخت ساری زمین پر چھبیس ہزار قسم کی ہیں (عجائب المخلوقات) اُن میں پھل فروٹ اور میوہ جات گیارہ سو قسم کے ہیں۔ بڑے درخت تیئیس سو قسم کے۔ گھاس پندرہ سو قسم کے ہیں۔ تمام نباتات عجائبات قدرت کا عجیب خزانہ ہے۔ سولہ قسم کے عجائبات اطبا اور حکما کے تجربوں سے ثابت ہوئے ہیں۔ پہلا یہ کہ فروٹ کے پانی کا نام رس ہے میووں کے نچوڑ کا نام روغن یا تیل ہے اور جڑی بوٹیوں کے نچوڑ کا نام عرق ہے۔ دوسرا یہ کہ دنیا کی تمام دوائیاں نباتات میں ہیں خواہ طبیب کے علاج میں ہوں یا ڈاکٹر یا حکیم سنیاسی یا ہومیو پیتھک۔ تیسرا یہ کہ جڑوں میں اور شاخوں میں اور پتوں میں اور پھل کا اور اثر۔ بیج کی تاثیر علیحدہ اور پھول کا فائدہ جدا یہ صنعت الٰہی کا حیران کن کرشمہ ہے۔ پھر ان میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ چوتھا یہ کہ۔ کھیتوں کے غلے میں غذائیت ہے پھلوں میں فرحت و لذت اور جسمانی قوت ہے اور جڑی بوٹیوں میں علاج معالجہ اور پھولوں میں خوشبو عطریات پیدا فرمائے گئے ہیں سے انسانی نشو و نما اور صحت و تندرستی ہے۔ پانچواں یہ کہ۔ نباتات تازہ ہری ہوں تو اور فائدہ ہے اور خشک ہوں تو دوسرا فائدہ۔ گویا کہ کسی بھی جنگل کے کسی کنارے کھڑے ہو کر ہماری آنکھ تو صرف گھاس تنکے اور ہریالی ہی دیکھے گی مگر اسی جنگل پر جب کسی طبیب حکیم سنیاسی کی نگاہ پڑے گی تو اُس کے سامنے وہ جنگل نہیں بلکہ پنساری کی دکان بکھری ہو گی اور قادر و قیوم جل مجدہ کی قدرتوں کا وہی اعتراف کر سکتا ہے۔ اس کو ان بوٹیوں کی حقیقی قدر و قیمت معلوم ہو سکتی ہے۔ چھٹا یہ کہ عقل انسانی ورطہ حیرت میں ڈوب جاتی ہے جب کہ اُس کو بعض درخت ایسے نظر آتے ہیں جن میں آتش گیر مادہ ہے حالانکہ آگ لکڑی کی دشمن ہے۔ ہم لکڑی کو آگ سے بچاتے پھرتے ہیں مگر یہ کس کی قدرت

کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ آگ اور لکڑی کو جمع فرمادیا ۔ ساتواں عجوبہ یہ کہ دیا سلائی کا مسالہ بعض پودوں سے نکلتا ہے۔ آٹھواں یہ کہ تمام گوند اور گندہ بیروزہ اور بعض سریش بھی درختوں کا لعاب ہے۔ نواں یہ کہ بعض درختوں سے دودھ نکلتا ہے جس کو دوائی کے طور پر پیا جاتا ہے اور شفا ہوتی ہے ۔ دسواں یہ کہ تمام رنگ درختوں سے نکلتے ہیں ۔ ان سے کپڑے رنگے جاتے ہیں گیارھواں یہ کہ کچھ درخت شکار کرکے پرندوں اور کیڑوں کا گوشت کھاتے ہیں بعض انسانوں اور بڑے جانوروں تک کا شکار کرلیتے ہیں ۔ بارھواں یہ کہ بعض پودے زمین کے بغیر صرف پانی میں اُگتے بڑھتے پھلتے پھولتے پھل دیتے ہیں جیسے سنگھاڑا ۔ تیرھواں عجوبہ یہ کہ رب تعالیٰ نے کانٹوں میں بھی شفا رکھ دی ہے ۔ کُل نباتات چھ قسم کی ہے ۔

۱ گھاس ۲ پودے ۳ بیلیں ۴ کھیتیاں ۵ جھاڑیاں ۶ بڑے درخت ۔

چودھواں عجوبہ یہ کہ ذرے کے برابر بیج سے سَو فٹ لمبا درخت نکل آتا ہے ۔ پندرھواں یہ کہ پھل دار درختوں سے انسان کی پوری دنیوی ضروریات حاصل ہوجاتی ہیں مثلاً پھلوں سے خوراک پتوں شاخوں سے ایندھن موٹی شاخوں اور تنے سے عمارتی لکڑی جس سے پورا گھر بنایا جاسکتا ہے ۔ اُس کی چھال سے کاغذ ۔ گتا ۔ اور اُس کے ریشے سے کپڑا بنایا جاسکتا ہے ۔ سنا گیا ہے کہ موجودہ پلاسٹک بھی بعض درختوں کا پانی ہے ۔ سولھواں یہ کہ بڑے بڑے گھریلو جانور گھاس خور ہیں اور اُن کی خوراک کا دسترخوان ربُّ العالمین نے سڑکوں گلیوں میدانوں جنگلوں میں بچھا دیا ہے کہ مفت کھائیں پیٹ بھریں اور دودھ ۔ اون ۔ گوشت مالک کو دیں ۔ اگر گائے بھینس گھوڑا گوشت خور ہوتے تو کھلانا پلانا ۔ انسانوں کو محال ہوجاتا ۔ یہ سب عجائب معرفتِ کردگار کے دلائل ظاہرہ ہیں ۔

۲۸ ۔ قدرتِ الٰہی کی اٹھائیسویں آیت ۔ نباتات کا جوڑا جوڑا ہونا ۔ ہر پودے کو رب نے نر مادہ پیدا فرمایا ۔ بعض نر چاہتے ہیں اور بعض میلوں دور سے بھی نطفہ پالیتے ہیں ۔ اور بعض صحبت اور وطی کرتے ہیں جس کو پیوند کاری کہا جاتا ہے ۔ اس کے بغیر پھل آتا ہی نہیں یا خراب آتا ہے ۔ قرب اور میلوں دور کے نر مادہ میں ہم جنسی شرط ہے مگر پیوند کاری میں ہم جنسی کی بھی شرط نہیں ۔ آم سے شہتوت کا پیوند ہوجاتا ہے یہ سب کچھ بھی حیران کن ہے ۔

۲۹ ۔ انتیسویں آیت ۔ رات دن کی پیدائش ۔ آسمانوں کے ماحول کو تو رب تعالیٰ بہتر جانتا ہے مگر زمین کی اصلی حالت اندھیرا ہے اور ساری زمین پر رات ہی تھی رب تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے بندوں کو سورج سے نوازا جس نے روشنی پھیلائی اور دن ظاہر ہوا ۔ دنیا میں ہر جگہ کبھی دن ایک گھنٹے کا کبھی رات ۔ اور یہ چھوٹائی بڑائی جنوبی اور مغربی علاقوں میں بہت زیادہ ہوجاتی ہے بعض مقامات پر تو کبھی دن چھ ماہ کا کبھی رات ۔ اور بعض جگہ کبھی دن ایک گھنٹے کا کبھی رات ۔ ان میں افضل کون ہے اعلیٰ کون اس میں مختلف نظریات ہیں ۔ واللہ اعلم بہرکیف دونوں

اللہ کی نعمتیں ہیں۔ رب تعالیٰ نے سورج کی گردش سے رات دن پیدا فرمائے ۳۰ تیسویں آیت دن۔ دنوں کا بادشاہ ہے۔ دنیا کا مقصد حیات دن ہے۔ زندگی کی رونقیں دن سے وابستہ ہیں۔ دن گویا زندگی ہے رات گویا موت ہے۔ یہ تسلسل اور دن رات کا چکر قیامت اور دنیا کے فنا کی عظیم دلیل ہے۔ انہی میں غور کر کے ملاقات رب کا یقین آتا ہے۔ دن رات کا شریعت و طریقت سے گہرا تعلق ہے۔ ۳۱ اکتیسویں نشانی زمین کا مختلف ہونا۔ زمین پوری کی پوری سات طرح سے آپس میں مختلف ہے۔

۱ رنگ میں ۲ تاثیر میں ۳ موسم میں ۴ شکل صورت میں ۵ نوعی جسمانیت میں ۶ علاقائی حیثیت میں۔ ۷ حجم میں۔ ساری زمین کی رنگت سات قسم کی ہے ۱ کہیں بادامی مٹیالا رنگ۔ یہ عام ہے ۲ کہیں پیلا۔ ۳ کہیں سرخ ۴ کہیں کالا ۵ کہیں ہلکا ہرا ۶ کہیں پتھر کا رنگ ۷ کہیں سفید کھریا مٹی۔ سطح زمین اپنی تاثیر میں بھی سات قسم کی ہے۔

۱ سرسبز ۲ خشک ۳ بنجر ۴ کلر والی (نمکینی) ۵ دلدلی۔ ۶ بھربھری ۷ ریتلی (ریگستان) زمین پر سات موسم جاری ہوتے ہیں۔

۱ سردی۔ ۲ گرمی۔ ۳ بہار۔ ۴ خزاں۔ ۵ برسات۔ ۶ کہیں ہمیشہ ٹھنڈک۔ ۷ کہیں ہمیشہ تپش۔ زمین کی شکل سات قسم کی ہے۔

۱ میدانی۔ ۲ صحرائی۔ ۳ پہاڑی۔ ۴ سیدھی ۵ اونچی نیچی ۶ جنگلی ۷ پتھریلی۔ روئے زمین کی جسمانیت یا نوعیت بھی سات قسم کی ہے۔

۱ مٹی۔ ۲ ریت۔ ۳ بجری ۴ چکنی ۵ کمزوری ۶ سخت۔ ۷ کانی۔ علاقائی اور جغرافیائی لحاظ سے بھی زمین کے سات حصے ہیں۔

۱ مشرقی۔ ۲ مغربی۔ ۳ شمالی۔ ۴ جنوبی۔ ۵ سطحی ۶ باطنی۔ ۷ پانی کے اندر۔ زمین کا حجم سات قسم کا ہے۔

۱ لمبائی۔ ۲ چوڑائی۔ ۳ موٹائی ۴ گہرائی۔ ۵ کنارہ۔ ۶ نقطہ۔ ۷ سطح۔ ۳۲ بتیسویں آیت قدرت۔ اتنے اختلاف اور تنوع ہونے کے باوجود پھر بھی یہ زمین متوالات سب ملی ہوئی ایک ہی ہے۔ اور جس کی جو تاثیر ہے ابتدا سے اب تک وہی ہے نہ تبادلہ نہ تبدیلی نہ کمی نہ زیادتی۔ یہی سات زمینیں ہیں یہی ایک زمین ہے یا ان ساری تاثیروں۔ نوعوں۔ رنگوں۔ صورتوں۔ بناوٹوں کا یکجا جمع ہو جانا بھی قدرت خداوندی کے عجائبات میں سے ہے۔ ۳۳ قدرت کی کاریگری کی تینتیسویں نشانی۔ انگوروں کے باغات رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں خصوصیت سے کئی جگہ انگوروں کے باغ کا ذکر فرمایا۔ گیارہ وجہ سے۔ پہلی یہ کہ انگور قدرت کے عجائبات میں سے ہے۔ محققین فرماتے ہیں کہ دنیا کی تمام غذائی طاقتوں اور لذتوں کو انگور میں جمع کر دیا گیا ہے۔ گویا یہ لاثانی ہے نوٹ بھی ہے

میوہ بھی۔ کھانا بھی ہے پانی بھی۔ دوسری یہ کہ ہر قسم کا مزہ انگور میں ہے۔ میٹھا بھی۔ کھٹا بھی۔ کڑوا بھی بھی۔ پھیکا بھی۔ تیسری یہ کہ انگور دنیا کے ہر خطے میں اُگتا ہے یہاں تک کہ ریگستان میں اُگایا جا سکتا ہے۔ جب کہ اس کے علاوہ تمام پھل صرف مختلف مخصوص علاقوں میں اُگتا ہے چوتھے یہ کہ انگور سے اتنی زیادہ چیزیں بنتی ہیں کسی اور پھل یا اناج سے نہیں بنتیں۔ مثلاً۔ ۱ گلوکوز۔ ۲ گرائپ واٹر۔ ۳ سرکہ ۴ شراب۔ ۵ منقیٰ ۶ کشمش۔ ۷ نبیذ۔ ۸ گلیسرین۔ ۹ انگوری شکر۔ پانچویں وجہ یہ کہ انگور میں پوری غذائیت ہے۔ اور اس کا پانی گلوکوز بنا کر مریض کو رگوں کے ذریعے چڑھایا جاتا ہے اور پوری غذا پہنچ جاتی ہے۔ چھٹی وجہ یہ کہ اس کی تاثیریں ہر طرح کی ہیں۔ بعض انگور ٹھنڈی تاثیر رکھتے ہیں بعض گرم۔ بعض خشک۔ بعض تر۔ بعض معتدل۔ اسی لیے یہ ہر مزاج کے موافق بنتا ہے اور ہر ملک میں پیدا ہوتا ہے۔ ساتویں یہ کہ اس کی نباتاتیت۔ نشوونما تمام باقی نباتات سے ہر طرح مختلف ہے اسی طرح کہ تمام نباتات درخت گھاس پودے بیلیں وغیرہ زمین پر اگتے ہیں اور زمین کو گھیرتے ہیں اور بڑے درخت کی جڑیں بھی بڑی ہوتی ہیں مگر انگور کی بیل چھت کی شکل میں پھیلتی ہے۔ اور اس کا تنا بالکل تھوڑی سی جگہ گھیرتا ہے اس کی جڑیں بھی چھوٹی ہوتی ہیں مگر اس کی شاخیں دو سو گز تک لمبی پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ آٹھویں وجہ یہ کہ اس کی ایک ایک بیل منوں کے حساب سے پھل دیتی ہے۔ اس کے گچھے فضا میں لٹکنے سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔ اگر کسی سے ٹکیں گے تو وہ حصہ خراب ہو جائے گا۔ نویں وجہ یہ کہ اس کا سایہ بہت گھنا اور ٹھنڈا ہوتا ہے۔ دسویں یہ کہ انگور کی آٹھ قسمیں۔

۱ بڑا انگور چھوٹے آلو کے برابر ہوتا ہے ۲ سب سے چھوٹا انگور موٹے چنے کے برابر۔ ۳ کالا انگور۔ ۴ سرخ۔ ۵ پیلا۔ ۶ ہرا گلابی ہلکا۔ ۷ بیج والا۔ ۸ بغیر بیج والا۔ دسویں وجہ یہ کہ انگور بہت سی معدے اور دماغی بیماریوں کا علاج۔ اس کے کھانے سے خون صاف ہوتا ہے اس کی جڑ اور شاخوں پتوں میں بھی رب تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔ گیارہویں وجہ یہ کہ عالمی منڈی میں انگور بہت بڑی تجارتی دولت ہے۔ ۳۴ چونتیسویں آیت کھیت کی پیداوار۔ کھیت وہ زراعت ہے جس کی نباتاتیت میں انسانی عمل کو دخل ہے۔ یہ موسموں کے حساب سے اُگایا جاتا ہے۔ بعض کھیت سال میں ایک دفعہ بعض دو دفعہ اُگ جاتے ہیں رب نے سب کھیت انسان اور چوپایوں کی غذا اور روغنیاتی خوراک کے لیے پیدا کئے یہ بھی اپنی مخصوص زمین میں اُگتے ہیں ہر زمین میں پیدا نہیں ہوتے لیکن اناج کے کھیت دنیا کی ہر زمین میں اُگ جاتے ہیں۔ تمام روئے زمین پر کھیت کل بہتر قسم کے ہیں۔

۱ گندم۔ ۲ جو۔ ۳ باجرہ۔ ۴ مکئی۔ ۵ جوار۔ ۶ چاول۔ ۷ چنا۔ ۸ مونگ۔ ۹ مسور۔ ۱۰ ماش۔ ۱۱ ساوا۔ ۱۲ لوبیا۔ ۱۳ ارہر۔ ان کو اناج اور غلہ کہا جاتا ہے۔ ۱۴ سرسوں۔ ۱۵ شرہاں۔ ۱۶ تارامیرا۔ ۱۷ بھنگ۔ ۱۸ خشخاش۔ ۱۹ زعفران۔ ۲۰ آلو۔ ۲۱ گنا۔ ۲۲ مولی۔ ۲۳ گاجر۔ ۲۴ گندہ۔ ۲۵ مٹر۔ ۲۶ شلغم۔

۲۷ شکر قندی۔ ۲۸ مونگ پھلی۔ ۲۹ کپاس۔ ۳۰ پالک۔ ۳۱ میتھی۔ ۳۲ ٹینڈا۔ ۳۳ بھنڈی۔ ۳۴ توری۔ ۳۵ پیاز۔ ۳۶ لہسن۔ ۳۷ کھیرا۔ ۳۸ ککڑی۔ ۳۹ تربوز۔ ۴۰ خربوزہ۔ ۴۱ گرما۔ ۴۲ سردہ ۴۳ مہدی۔ ۴۴ چائے۔ ۴۵ مرچیں۔ ۴۶ کلی۔ ۴۷ زیرہ۔ ۴۸ ٹماٹر۔ ۴۹ دھنیہ۔ ۵۰ پودینہ۔ ۵۱ اربی۔ کچالو۔ ۵۲ ادرک۔ ۵۳ کاشی پھل۔ ۵۴ پیٹھا۔ ۵۵ بینگن۔ ۵۶ گوبھی پھول۔ بند گوبھی۔ گانٹھ گوبھی۔ ۵۷ چقندر۔ ۵۸ حیوان چوپایوں کی خوراک چری کے کھیت پانچ قسم کے ہیں۔ ۵۹ تمباکو۔ ۶۰ بنفشہ۔ ۶۱ کریلا۔ ۶۲ سونف۔ ۶۳ روال کی پھلیاں۔ ۶۴ موٹھ۔ ۶۵ سلاد کے پتے۔ ۶۶ رائی۔ ۶۷ اجوائن۔ ۶۸ پٹسن۔ ۶۹ بانس۔ ۷۰ گنہاری۔ (کشمیری ترکاری) ۷۱ یام (افریقی ترکاری) ۷۲ السی۔ ان تمام کھیتوں میں کسی کی پیداوار بیلوں کی شکل میں کسی کی چھوٹے پودوں کی شکل میں کسی کی سیدھی ایک تنے کی شکل میں اوراوپر فقط ایک سٹہ پھل۔ کسی کی لاٹھی کی شکل میں وہی تنا اور وہی اس کا پھل یہ قدرت کی کتنی عجیب حکمت ہے کہ بڑے بڑے درختوں کو چھوٹا چھوٹا پھل اور زمین پر پڑی نازک باریک بیلوں کو بڑا بڑا پھل مرحمت فرمایا۔ ایک اس کی پتلی شاخ کی بیل بھی ایک ہی مگر اس میں آٹھ آٹھ سیر کے پھل دو تین۔ نیز ان کھیتوں میں رب تعالٰی نے ہر قسم کی غذائیت۔ طاقت اور لذت بھر دی ہے۔ کون ہے جو اس کی صنعت کا مقابلہ کر سکے۔

۳۵۔ قدرت الٰہیہ کی پینتیسویں نشانی۔ کھجور کی بیان کن خصوصیات ہیں۔ ۱ کھجور کے درخت پر کبھی خزاں نہیں آتی ہمیشہ سر سبز پتوں سے بھرا رہتا ہے۔ ۲ کہیں کہیں ایک گٹھلی سے تین اور دو درخت بھی نکل آتے ہیں اور دونوں یا تینوں درخت اپنی بناوٹ میں اور پتوں پھلوں میں مکمل درخت ہوتے ہیں یعنی تینوں درختوں میں سے ہر ایک کا پھل اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے جتنا علیحدہ ایک کھجور کے درخت کا ہوتا ہے۔ ۳ اس کی جڑ انتہائی گرم خشک تاثیر والی۔ اس کا تنا ٹھنڈی تاثیر والا اور اس کا پھل یعنی کھجوریں گرم تر۔ ۴ کھجور سے سات انسانی بیماریوں کو شفا ہے۔ دماغی بیماری۔ کند ذہنی کو شفا۔ خون بہت پیدا کرتی ہیں۔ پیٹ کے کیڑے مارتی ہے۔ آنسوؤں کی بیماری کا علاج مکھن اور کھجور ملا کر کھانے سے جسمانی خشکی اور تیزابیت دور ہوتی ہے۔ نیند کی زیادتی کو ختم کرتی ہے۔ ۵ اس کی گٹھلی پیس کر گائے بھینس بکری کو کھلانے سے دودھ زیادہ اور گاڑھا ہوتا ہے۔ ۶ اس کی عمر ہزاروں سال ہوتی ہے اور آخر تک پھل دیتا ہے۔ ۷ یہ ریتیلے اور گرم علاقوں میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ ۸ اس کی جڑیں دور تک پھیلی ہوتی ہیں۔ ۹ اس کا قد چھ فٹ سے سو فٹ تک ہوتا ہے۔ ۱۰ یہ بہت آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ ۱۱ تجربہ کار آدمی اس پر بغیر سیڑھی چڑھ جاتا ہے۔ ۱۲ دنیا میں یہ بہت بڑا تجارتی مال ہے۔ ۱۳ خاص کر اہل عرب کی یہ پرانی تجارت اور جدی آبائی دولت ہے۔ ۱۴ دنیا میں دو پھلوں کی بہت قسمیں ہیں ایک آم اور دوسرا یہ کھجور۔ سب میں بہترین آم چونسہ ہے اور سب میں بہترین کھجور عجوہ ہے۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی

کے باغ میں جو دو کھجور کے درخت لگائے تھے اُس کی کھجور اور درخت کی زیارت ہم نے کی ہے چودہ سو سال تک اُس نے پھل دیے پھر دشمنانِ رسول نجدیوں نے اُس کو کٹوا دیا صرف اس دشمنی میں کہ لوگ اس کو دیکھنے اس کی زیارت کرنے جاتے اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے۔ اُس کی کھجور کے روحانی اور جسمانی فائدے ستر کے قریب ہم نے خود تجربہ کئے ہیں۔ غرض کہ کھجور بھی قدرت کا بہترین شاہکار ہے۔

۳۶ چھتیسویں آیتِ الٰہی۔ تمام نباتات کو ایک ہی پانی سب جگہ دیا جاتا ہے۔ عالمِ نباتات کے اثرات و فوائد اور نشو و نما کے طریقے لاکھوں سے متجاوز ہیں حالانکہ تمام نباتات کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے جو اپنے رنگ مزے اور طبیعت میں ایک جیسا ہے۔ پانی بارش کا ہو یا زمین کا جنسی نوعی اور اثر کے اعتبار سے ایک ہی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ زمین کا پانی بھاری ہوتا ہے اور بارش کا پانی ہلکا مگر اس سے اثریت اور طبیعت میں فرق نہیں پڑتا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ بارش تمام پودے کو دھو دیتی ہے جس سے ظاہری نباتاتی بیماریاں کیڑوں کے زہریلے لعاب اور جالے وغیرہ ختم ہو کر رکی ہوئی نشو و نما تیزی سے جاری ہو جاتی ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی ایسا فرق نہیں جس سے نباتات کے رنگ مزے اور تاثیر میں کوئی نمایاں کردار ہو۔ پانی کا کردار سوائے مادی غذا کے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح ایک ہی سورج کی تپش اور ایک ہی چاند کی چاندنی سب روئے زمین کی نباتات کو ملتی ہے۔ پھر اتنے کثیر اختلافات اُسی صناعِ کائنات۔ بدیع السمٰوات والارض کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ ہائے افسوس ہم نے اپنے رب کریم و رحیم کی قدر نہیں پہچانی۔ یہ سب کچھ اس نے ہم کو اور ہماری صحت و عزت دولت کو بچانے کے لیے کیا ہے۔ محققینِ اسلام فرماتے ہیں کہ بارش کا پانی پودے کو چار فائدے پہنچاتا ہے۔ ۱ سارے پودے کو اوپر سے نیچے تک غسل دیتا ہے ۲ کلیوں کو تازگی بخشتا ہے کھلا کر پھول بناتا ہے۔ ۳ پودوں کو نقصان دینے والے سبزی خور اور زمینی کیڑوں کو مارتا ہے۔ ۴ نباتات کی پیاس بجھاتا ہے۔ اور زمینی پانی پودوں کو پانچ فائدے پہنچاتا ہے۔

۱ نشو و نما میں غذا کا کام دیتا ہے۔ ۲ مٹی میں نرمی اور نمی پیدا کرتا ہے جس سے بیج کھلتا پھٹتا ہے اور شگوفہ اوپر کی طرف جڑ نیچے کی طرف نکلتی ہے۔ ۳ درخت اور پودے کے جسم میں رس اور عرق جو مثل خون کے ہے وہ اسی زمینی پانی سے حاصل ہوتا ہے ۴ زمینی پانی جڑوں کی گہرائی تک غذا پہنچاتا ہے۔ ۵ میدانی زمین میں کوئیں کے ذریعے زمینی پانی دیا جاتا ہے مگر پہاڑی زمین میں قدرتی زمین کا اندر گیلا ہوتا ہے۔ بارانی زمین میں یہ سب فائدے صرف بارش سے حاصل ہوتے ہیں۔

۳۷ سینتیسویں آیت۔ ہر خوراک کی غذائیت اور لذت جسم انسانی حیوانی میں مختلف ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک عظیم ورطۂ حیرت میں ڈالنے والا معجزہ ہے جو صنعتِ خداوندی کی بہت شان والی دلیل ہے۔ انسان کو اپنی نشو و نما اور صحت کو برقرار رکھنے کے لیے دس قسم کی خوراک کی ہر وقت حاجت ہے۔ ۱ جسم میں خون بنانے والی غذا۔ ہر قسم کے

غلے سے یہی غذا حاصل ہوتی ۲ معدے کو طاقت دو بنانے زود ہضم کرنے کے لیے ہر قسم کی سبزی ترکاری کا سالن ۔ ۳ خون کو صحت مند رکھنے کے لیے مختلف فروٹ ۔ صحت مند خون وہ ہے جو صاف ۔ گاڑھا ۔ سرخ ہو اور پوری مقدار میں ہو یہ سب خوراکیں میوہ اور فروٹ سے حاصل ہوتی ہیں ۔ ۴ دماغی قوت کے لیے خشک میوہ بادام پستہ ناریل وغیرہ ۵ بینائی کے لیے سونف وغیرہ ۶ دل کی تقویت کے لیے جڑی بوٹیوں کے عرق ۔ ۷ ظاہری اعضا کی قوت کے لیے گھی دودھ کے علاوہ مغز خشخاش وغیرہ ۔ ۸ قوت سماعت کے لیے لحمیات اور روغنیات و بعض کشابیل بوٹے پتے ۔ ۹ مردی قوت کے لیے ماش کی دال اور موٹی سبزی کدو ۔ کاسنی ۔ پیٹھہ وغیرہ ۔ ۱۰ مختلف انسانی بیماریوں کی شفا کے لیے رب تعالیٰ نے جڑی بوٹیاں پیدا کر کے ان میں شفا بھر دی جو خود رو میں بالکل مفت ہیں غرض کہ رب تعالیٰ نے ایک انسان کو بچانے کے لیے اپنی تمام سبزیوں جڑی ۔ بوٹیوں میں بیشمار بالکل ہی مختلف غذائیت اور مفاد پیدا فرما دیے یہ قدرت کی کمال نیا منیاء حیران کن صنعت ہے ۔ یہ بھی وجود باری تعالیٰ کی عظیم الشان دلیل ہے سب سے عجیب تر تو یہ ہے کہ انسان پھل فروٹ میوہ گوشت سبزی اناج غلہ اور جڑی بوٹیاں کھا کر جو جسمانی مفاد حاصل کرتا ہے وہ تمام فائدے پرندوں کو صرف دانے دُنکے میں اور گوشت خور حیوانات کو صرف گوشت و چربی ۔ خون کھا لینے میں ۔ چوپایوں کو ہری خشک گھاس بھوسہ کھا لینے سے حاصل ہو جاتے ہیں ۔ پرندوں درندوں کو اُن کی ایک خوراک سے ہی دل دماغ بینائی وغیرہ مل جاتی ہے ۔ یہ مختلف کھانوں سے مختلف لذتیں اور فائدے تو انسانوں پر ہی کریم کا کرم ہے ۔ جَلَّ جلالہٗ و عمّ نوالہٗ یہ تو وہ نعمتیں ہیں جو انسان کی زندگی ترقی اور صحت تندرستی کی بقا کے لیے کمال رحم و کرم سے رب تعالیٰ نے انسان کے لیے پیدا فرما دیں ۔ لیکن خود انسان اپنے ظاہر و باطن کے اعتبار سے قدرت کا عجیب شاہکار ہے ۔ بدن انسانی عظیم کارخانہ قدرت ہے جس میں غور کرنے سے خود انسان تو درکنار ملائکہ بھی حیرت میں ہیں ۔ اس کا جسم ظاہری ہر شخص دیکھ سکتا ہے اس کا جسم باطنی چیر پھاڑ اور ایکسرے سے دیکھا جا سکتا ۔ لیکن اس کے باوجود عقل تمام اس کے سمجھنے سے قاصر ہے کہ یہ جسم کس طرح بنا یہ ہی غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے ۔ پھر اس میں عقل ۔ دماغ ۔ حفظ کا خانہ ۔ اور قلب ۔ قلبی تفکرات ۔ و تجلیات ۔ اور ان میں معرفت الٰہیہ کے کثیر خزانے ۔ غرض کہ انسان خود اپنے کو سمجھنے سے قاصر ہے انسان کے سارے علوم عقلیات ۔ تجربات ۔ صرف جسمانیت تک محدود ہیں ۔ ورنہ یہ گوشت پوست کا لوتھڑا معرفت کائنات کی پوری نشاندہی کرتا ہے ۔ اسی لیے ارشاد ہے وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اور ارشاد نبوی ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ اپنے میں مراقبہ کرو تاکہ بار سما مشاہدہ ہو کافر و فاسق اس سے محروم ہیں ۔ علوم ذات کا مطالعہ حیات کامیاب ہے دنیوی دانش حاصل کر ۔ عمر کا ضائع کرنا ہے ۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا

اور اگر تعجب کرو تم تو تعجب والی بات ہے ان کی کہ کیا جب ہو جائیں گے ہم

اور اگر تم تعجب کرو تو اچنبھا تو اُن کے اس کہنے کا ہے کہ کیا ہم

تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ

مٹی کیا یقیناً ہم البتہ میں پیدائش نئی یہی لوگ ہیں

مٹی ہو کر پھر نئے بنیں گے یہ وہ ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ

جو کافر ہوئے سے رب اپنے اور یہی لوگ ہیں طوق ہوں گے

جو اپنے رب سے منکر ہوئے اور وہ ہیں جن کی

فِىْ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

میں گلوں اُن کے اور یہی لوگ ہیں ہمیشہ رہنے والے آگ ہیں

گردنوں میں طوق ہوں گے اور وہ دوزخ والے ہیں۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ

وہ میں اُس سکونت والے ہیں۔ اور جلد بازی کرتے ہیں آپ سے

انہیں اسی میں رہنا اور تم سے عذاب کی جلدی

بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ

گناہوں کی سزا ملنے میں اچھائی سے پہلے حالانکہ یقیناً گزر گیا ہے

کرتے ہیں رحمت سے پہلے اور ان سے اگلوں کی سزائیں

قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ

پہلے اُن کے بدست عذاب اور بیشک رب آپ کا البتہ مالک ہے بخشش کا

ہو چکیں ۔ اور بیشک تمہارا رب تو لوگوں کے

لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلۡمِهِمۡ‌ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيۡدُ

لیے لوگوں کے باوجود ظلم اُن کے اور بیشک رب آپ کا البتہ سخت ہے

ظلم پر بھی انہیں ایک طرح کی معافی دینا ہے ۔ اور بیشک تمہارے رب کا عذاب

الۡعِقَابِ ﴿۶﴾

سزا دینے والا

سخت ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہیں ۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں عظیم الشان نشانات قدرت میں غور و فکر کی دعوت دی جا رہی تھی جس سے یک عقل سلیم تو حیرانی اور تعجب کے ولدل حیرت میں یقیناً گم ہو جاتی ہے اور صنائع کائنات کی صنعات کثیرہ میں جتنا غور زیادہ کیا جائے عقل انسانی حیرت کی انتہا تاریکیوں میں اتنی ہی زیادہ گرتی چلی جاتی ہے ۔ مگر خالق کائنات ان آیات پاک میں اُن تمام حیرانیوں سے زیادہ تعجب ناک یہ عقیدہ بیان فرما رہا ہے جو ان عقل و فکر سے دور لوگوں نے بنا لیا کہ ہم دوبارہ کس طرح بنیں گے حالانکہ دوبارہ بنانا آسان ہوتا ہے ۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں رب تعالے نے اپنی اُن نعمتوں کا ذکر کیا جو ظاہری دنیا میں ہر انسان کو عطا ہو رہی ہے ۔ ان آیات میں اُن اُخروی معاملات کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے جو مومن و کافر کو تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ دی جائے گی کہ کفار کو جہنم کا عذاب اور مومنوں کو مغفرت کا انعام ۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اُن مہربانیوں کا ذکر فرمایا جن سے کافروں نے دھوکہ کھا کر اور زیادہ کفر سرکشی اور تکبر کیا اب ان آیات میں اُس کی سزاؤں عذابوں اور سخت پکڑ کا ذکر ہے تاکہ ہوش والے صحیح بندہ بن جائیں ۔

شانِ نزول جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو دنیوی عذاب اور اُخروی عذاب سے ڈرایا اور اسلام کی دعوت دی اور رحمت و بخشش کی بشارت دی تو سردارانِ مکہ نے ازراہِ مذاق اور طعن جمع ہو کر مطالبہ کیا کہ ہم کو رحمت و بخشش کی ضرورت نہیں ہاں البتہ جس عذاب کا ذکر کرتے ہو وہ لے آؤ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ان کی بے وقوفی بدبختی کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔

تفسیر نحوی

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَ عطفیہ اِنْ حرفِ شرط حروف مجازات میں سے ہے تَعْجَبْ فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر حاضر فاعل اَنْتَ ضمیر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ خطاب عام مسلمان ہے۔ بحالتِ جزم ہے اِن شرطیہ کی وجہ سے عَجَبٌ سے مشتق ہے باب سَمِعَ سے ہے ایک قول میں باب نَصَرَ سے ہے تعجب قلبی حیرانی کی ایک کیفیت ہے۔ فَ جزائیہ اگلا جملہ جزا ہے عَجَبٌ مصدر ہے مبالغے کے لیے یعنی بڑا تعجب تنوین بھی تعظیم کی ہے مبتدا ہے نکرہ ہے اس کی خبر قَوْلُهُمْ مرکب اضافی معرفہ ہے اگرچہ نحوی قانون ہے کہ مبتدا و خبر ایک جیسے کے ہوں یعنی دونوں معرفہ یا دونوں نکرہ مگر یہاں تعظیم کی صفت نے نکرہ کو مبتدا بنانے میں جواز پیدا کر دیا۔ ءَاِذَا یہ پورا جملہ بحالتِ نصب ہے کیونکہ قول مصدر کا مفعول بہ ہے۔ ہمزہ سوالیہ (استفہام) اِذَا ظرفیہ شرطیہ یہاں صرف ظرفیت ہے شرط نہیں۔ كُنَّا فعل ماضی صیغہ جمع متکلم كَانَ ناقصہ ہے بمعنی صَارَ اس کا اسم ضمیر جمع متکلم اس کی خبر تُرٰبًا منصوب ہے تُرْبٌ بمعنی زمین ہونا مادہ ہے اور اسم جامد بھی تُرَابٌ بروزن فُعَالٌ اور كِتَابٌ مصدر ثلاثی ہے بمعنی مٹی ہونا خاک ہونا۔ یہاں اسم جامد ہے یعنی مٹی۔ یہ جملہ فعلیہ ناقصہ شرط ہے۔ ءَ ہمزہ سوالیہ اِنَّا۔ دراصل تھا اِنَّ نَا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق و تشبیہ۔ تشبیہ خود اپنے لیے کہ فعل سے مشابہہ عمل میں اور تحقیق اپنے اسم و خبر کے لیے کہ ان سے شک دور کرتا ہے۔ نَا ضمیر جمع متکلم اس کا اسم ہے اس لیے منصوب ہے۔ لَفِيْ دراصل ہے لَنُبْعَثُ فِيْ۔ لام تاکید۔ فِيْ حرفِ جر اپنی اگلی عبارت مجرور سے مل کر متعلق ہو گا فعل پوشیدہ نُبْعَثُ کا خَلْقٍ موصوف اسم جامد ہے یعنی پیدائش۔ صحیح دوسرا قول ہے کہ یہ مصدر ہے بمعنی پیدا ہونا جَدِيْدٍ بروزن ضَرِيْبٌ بمعنی مضروب جُدَّ مضاعف ثلاثی جَدٌّ سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے جدا کرنا۔ دادا کو جَدّ اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے نسل جدا ہوتی ہے۔ نئی چیز کو بھی جدید اسی لیے کہتے ہیں کہ اپنے کارخانے یا مرکز سے ابھی جدا ہوئی ہے۔ جدید صفت ہے خلق کی اس طرح کی آیتیں سارے قرآن مجید میں گیارہ جگہ ہیں نو سورتوں میں۔

۱ یہی سورت رعد آیت ۵ ۲ سورت اسراء دو جگہ آیت ۴۹، ۳ اور آیت ۹۸۔ ۴ سورت مومنون آیت ۸۲۔ ۵ نمل آیت ۶۷۔ ۶ عنکبوت ۲۰۔ ۷ سجدہ آیت ۱۰۔ نمبر ۸ صافات میں دو جگہ آیت ۱۶ اور

۹ آیت ۵۳ ۔ نمبر ۱۱ واقعہ آیت ۴۷ نمبر ۱ سورت نازعات آیت نمبر ۱ ۔ ان سب جگہ قاریوں کے چار اختلاف
ہیں ۔ پہلا قول شرط و جزا دونوں جگہ ہمزہ باقی ہے ۔ ءَ اِذا اور ءَ اِنا میں دوسرا قول پہلے ہمزہ دوسری جگہ الف تیسرا قول دونوں
جگہ ہمزہ ہی [illegible] یہاں یں الف بھی چوتھا قول دونوں الف نہیں ہے ۔ ہماری قرأت مشہورہ پہلا قول ہے ۔ یہاں
نحویوں کے بھی چار اختلاف ہیں ۔ پہلا مسلک شرط و جزا دونوں استفہام (کسائی نحوی) ۔ دوسرا مسلک دونوں جگہ
[illegible] ہے (ابن کثیر نحوی) ، تیسرا مسلک پہلا استفہام دوسری خبر (امام نافع) چوتھا مسلک پہلا خبر دوسرا سوال
[illegible] یہاں تینوں جگہ اولئک مبتدا ہے اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے ۔ اور تینوں جملے اسمیہ علیحدہ علیحدہ ہیں ۔
[illegible] اولئک یہ اسم اشارہ دراصل تھا اُولآء ۔ یہ ہمیشہ ہر حال میں جمع مذکر کے لیے ہوتا ہے جب اکیلا ہو تو قریبی جمع
[illegible] الیہ کے لیے بمعنی یہ سب جب اس سے پہلے حرف تنبیہ ھا لگا دیا جائے یعنی ھٰؤلآء تو قریب و بعید اشارے
کے لیے ہاں استعمال ہوگا جہاں کسی کو جھڑکنا یا خبردار کرنا مقصود ہو ۔ اس کے ذریعہ حاضر غائب مشارالیہ مشارلہ سب
[illegible] کی جا سکتی ہے ۔ اگر مشارلہ (جس کے لیے کسی کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہو) واحد حاضر ہو تو اولاء کے بعد کَ ضمیر
واحد حاضر مذکر لگاتے ہیں ۔ یعنی اولئک جیسے یہاں اور اشارہ بعید جمع مذکر مشارالیہ کی طرف ہوتا ہے ۔ بمعنی وہ سب
[illegible] مشارلہ جمع حاضر ہو تو اس کے بعد ضمیر جمع حاضر کی لگا دیتے جیسے اُولئکُم بمعنی وہ سب اشارہ بعید کے لیے ہے
[illegible] ہے جس سے اشارہ کیا جائے ۔ مشارالیہ جس کی طرف اشارہ ہو ۔ مشارلہ جس کیلیے اشارہ ہو یعنی اس کو دکھانا
یا بتانا مقصود ہو ۔ مشیر جو اشارہ کرے ۔ یہاں اُولٰئِکَ بحالت منصوب ہے کیونکہ مبتدا ہے یہ ہمیشہ مبنی ہوتا ہے اس
لیے [illegible] ظاہر نہیں ہوا اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر ہے اس کا مشارالیہ ہے بحالت رفع ہے کیونکہ پورا جملہ خبر ہے اس
[illegible] کَفَرُوْا فعل ماضی صیغہ جمع مذکر کُفْرٌ سے بنا بمعنی انکار کرنا ۔ شرعی معنی توحید باری تعالٰی اور توحید کا پیغام لانے والے
انبیاء کا نہ ماننا ۔ فاعل ھُمْ ضمیر غائب کا مرجع اُولٰئِکَ ہے بِ جارہ بمعنی مفعولیت رَبِّ اسم صفاتی خصوصی ہے باری
تعالٰی کا ہُمْ کا مرجع بھی اُولٰئِکَ ہے ۔ دوسرا جملہ اُولٰئِکَ مبتدا بحالت رفع ہے اَلْاَغْلٰلُ ۔ الف لام عہد ذہنی ہے اَغلال
جمع مکسر کثرت ہے غُلٌّ کی بمعنی زنجیر ۔ طوق ۔ بیڑہ ۔ لوہے کا ۔ اس سے پہلے فعل جُعِلَ ماضی مجہول یا تُجْعَلُ مضارع
بمعنی مستقبل مجہول پوشیدہ ہے بحالت رفع ہے کیونکہ یہ سب جملہ فعلیہ مجہولیہ خبر ہے مبتدا کی اغلال اس
[illegible] فاعل ہے ۔ اغلال سے یہاں مراد یا سرکشی کا طوق ہے اور کیفیت دنیوی مراد ہے جب کہ جُعِلَ پوشیدہ مانا
جائے یا عذاب نار کا طوق مراد ہے اور اُخروی کیفیت کا ذکر ہے تب تُجعل پوشیدہ ہوگا فی جارہ ظرفیہ معکوس کے
لیے ہوگا ۔ اصلاً اغلال ظرف ہے اعناق مظروف یعنی طوق میں گردن ہوتی ہے لیکن یہاں عکس ہے اعناق جمع
ہے عُنُق کی بمعنی گردن ۔ لمبی اور پتلی گردن کو کہتے ۔ ھم ضمیر کا مرجع اولئک ہے ۔ دوسرا جملہ اُولٰئِکَ مبتدا اَصْحٰبُ جمع
ہے صاحب کی بمعنی والا ۔ مالک ۔ ساتھی ۔ جس کے لیے کوئی چیز بنائی جائے ۔ یہاں یہ ہی آخری معنی مراد ہیں النّار

الف لام عہد خارجی نار بمعنی آگ بحالتِ کسرہ مضاف الیہ ہے اصحاب کا یہ مرکب خبر ہے مبتدا کی۔ ھُمْ مرفوع
متصل جمع مذکر غائب کا مرجع تینوں اُولٰٓئِكَ ہیں۔ مبتدا ہے علیحدہ نیا جملہ اسمیہ ہے۔ فِی جارہ ھا ضمیر واحد مؤنث
مجرور متصل کا مرجع النار ہے جار مجرور متعلق مقدم ہے خَالِدُوْنَ کا۔ یہ اسم فاعل ہے صیغہ جمع مذکر۔ باب نصر سے
ہے اس کا واحد خالدٌ ہے خُلُدٌ سے مشتق ہے بمعنی ہمیشہ رہنا۔ یہ جملہ اسمیہ خبر ہے مبتدا کی۔ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ
بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى
ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ وسر جملہ ابتدائیہ یَسْتَعْجِلُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع
مذکر غائب بمعنی حال اس کا مصدر ہے استعجال باب استفعال مادہ ہے عَجَلٌ بمعنی جلدی مچانا۔ یعنی وقت سے پہلے
چاہنا۔ اس کا مقابل ہے تاخیر یعنی وقت کے بعد ہونا۔ تعجیل تاجیل تاخیر توقیت کا فرق کسی چیز کو وقت سے پہلے
چاہنا تعجیل ہے اور وقت پر چاہنا تاجیل ہے وقت کے بعد چاہنا تاخیر ہے خود وقت مقرر کرنا توقیت ہے ک ضمیر واحد
مذکر حاضر کا مرجع نبی پاک ہیں منصوب متصل ہے مفعول بہ ہے بِ جارہ بمعنی مِن بیانیہ مفعولیت کی جگہ السَّيِّئَةِ الف لام
عہدی ہے۔ سَيِّئَةٌ مبالغے کا صیغہ ہے۔ دراصل تھا سَيْوِئَةٌ بروزن فَيْعِلَةٌ بمعنی گناہ اور معصیت۔ یہاں دوسرے
معنی میں ہے اس کی جمع مؤنث سالم سَيِّئَاتٌ ہے۔ سَيِّئٌ اجوف یائی اور مہموز اللام سے مشتق ہے نَاعَ کے باب سے
ہوتا ہے۔ قبل ظرف ہے یَسْتَعْجِلُوْنَ کا بحالت زبر ہے مضاف الْحَسَنَةِ مضاف الیہ ہے الف لام جنسی یا عہدی۔ حَسَنَةٌ
اسم جنس للذات مفید چیز کو شامل ہے خواہ دنیوی اچھائی خوبصورتی یا اُخروی نیکی بھلائی اس کا مقابل سَيِّئَةٌ اسم جنسی ہے
حُسْنٌ سے مشتق ہے یہاں مراد دنیا کا وہ انعام اور نعمت جو اللہ کی طرف سے حاصل ہو مثلاً رحمت بخشش برکت
معافی وغیرہ۔ دل یا دماغ کو خوش کرنے والی ہر چیز حَسَنَةٌ ہوتی ہے۔ وَ حالیہ قَدْ خَلَتْ فعل ماضی قریب صیغہ واحد غائب
مؤنث مِنْ جارہ بیانیہ زائدہ قَبْلِ اسم ظرف مجرور مضاف ہے ھِمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے اس کا مرجع موجودہ کفار
متعلق ہے فعل قریب سے الْمَثُلٰتُ۔ الف لام استغراقی مَثُلٰت یا مُثُلٰت جمع مؤنث سالم ہے۔ اس کا واحد مَثُلَةٌ یا
مُثْلَةٌ ہے بمعنی ہم مثل۔ اقوہ یا ہم مثل مطالبہ یا ہم مثل سزا۔ یہاں تینوں معنی ہو سکتے ہیں۔ وسر جملہ اِنَّ حرف تحقیق
رَبَّكَ مرکب اضافی بحالتِ نصب اسم اِنَّ ہے۔ لام کُ ذُو اسم مکبّر و ستہ ہے بحالت رفع ہے کیونکہ خبر اِنَّ ہے
مضاف ہے بمعنی والا مَغْفِرَةٍ مضاف الیہ ہے اس لیے بحالت کسرہ ہے مصدر میمی ہے بروزن مَفْعِلَةٌ مَنْظَرَةٌ۔
آخر میں ۃ مصدر کی ہے غَفْرٌ سے مشتق ہے بمعنی بخشنا متعدی بیک مفعول بھی ہوتا ہے بدو بھی۔ ہر مصدر عمل کر
سکتا ہے اپنے فعل کی مثل مگر فاعل کی حاجت نہیں ہوتی لِلنَّاسِ لام جارہ بمعنی مفعولیت نَاس جمع جنسی ہے اس
لیے اس کا واحد کوئی نہیں بمعنی بہت آدمی یعنی لوگ الف لام عہد ذہنی ہے یہ جار مجرور متعلق اول ہے مَغْفِرَتٍ کا عَلٰی
حرف جر ظُلْم بحالت کسرہ مصدر ثلاثی ہے بروزن فُعْلٌ بمعنی کسی چیز کو غلط جگہ رکھنا بے موقع کام کرنا۔ حق کے خلاف

ہونا۔ نقصان کرنا اپنا یا کسی کا یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ وَ اِنَّ جملہ اِنَّ حرف تحقیق رَبَّکَ اس کا اسم۔ لام تاکید یا کئے۔ شَدِیْدُ بروزن فعیل صفت مشبہ ہے شِدَّۃٌ سے مشتق ہے بمعنی سخت۔ مضبوط۔ نہ ٹال سکنا۔ طبعی۔ جسمانی اور فعلی ہر قسم کی سختی مضبوطی کے لیے یہ لفظ مستعمل ہے۔ یہاں یا فعلی شدت مراد ہے یا قولی۔ اَلْعِقَابِ بحالت کسرہ کیونکہ یہ مفعول مضاف الیہ ہے شَدِیْدُ کا یہ مصدر ثلاثی مجرد ہے بروزن فعال عَقَبٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے بعد میں ہونا پیچھے ہونا آخری ہونا۔ انجام ہونا۔ یہاں مراد ایسی سزا ہے جس کے بعد ظلم نہ رہے یا ظالم ہلاک ہو جائے یا وہ ظلم سے باز آجائے۔ یا ظلم کے قابل نہ رہے۔

تفسیر عالمانہ

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ اور اے پیارے حبیب اگر تم یا اے مسلمان اگر تو) ان منکرین اور کافروں کی اس بات پر حیران ہوتے ہو کہ یہ کائنات عالم میں کثیر دلائل قدرت کو دیکھتے ہیں مگر خالق عالم کی وحدانیت معبودیت پر بیچتے اور صحیح طریقے سے ایمان نہیں لاتے۔ یا آپ ان کو اسی طرح اچھے اچھے دلائل اور پیارے طریقے سے سمجھاتے بتاتے ہو اور یہ بڑے بڑے پڑھے لکھے لاجواب ہو جاتے ہیں مگر پھر بھی آپ پر اور آپ کے دین پر ایمان نہیں لاتے۔ یا یہ کہ قرآن عظیم جیسی مضبوط بہترین اور قدرت آفرین۔ فصیح و بلیغ کتاب جس کے سامنے ان تمام کی فصاحتیں دم توڑ گئیں اس کو سنتے سمجھتے ہیں مگر ایمان نہیں لاتے نہ اس کو خدائی کتاب اللہ کا کلام سمجھتے ہیں آپ ان کی اس بیوقوفی کم عقلی ہٹ دھرمی پر بڑی حیران ہو رہے ہو حالانکہ حیرانی والی قرآن نادانوں کی یہ بات ہے کہ کیا ہم جب مٹی ہو جائیں گے مر مرا کر تو پھر ہم نئے سرے سے پیدا ہوں گے۔ نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ہم آگ میں راکھ قبر میں خاک ہو جاتے ہیں پھر بھلا کیسے خوبصورت انسان بن سکتے ہیں۔ یہ انکار کتنا احمقانہ تعجب ناک ہے ذرا دیکھو تو اس جہان کی ہر چیز ہر آن بدل رہی آسمان کا کسی جگہ میں کبھی کوئی سورج کبھی کیسا۔ کبھی کیسا موسم کبھی کچھ پھر درختوں کھیتوں کو غور سے دیکھو کہ ایک درخت بڑھتے بڑھتے اونچی چوٹی تک پہنچ گیا پھر مرجھا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فنا ہوا مگر ایک بیج اسی درخت کا لیا گیا اُس نے زمین میں پہنچ کر اسی درخت کا روپ دھار لیا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کے گلنے سڑنے جلنے کے باوجود اُس کے کوئی بیج رہ گئے ہوں اور اسی پر انسانی جدید نشوونما ہو جائے۔ یا کوئی بھی قدرت کی صنعت ہو۔ بہرحال اس کو ناممکن نہیں کہا جا سکتا کہ جس خالق تعالیٰ نے پہلے بنا دیا ہو وہ پھر نہ بنا سکے۔ بہرکیف یہ زندگی دوبارہ اسی جسم شکل و صورت سے دوبارہ پیدا کرنا کوئی ناممکن امر نہیں اور یہ ضرور ہونا ہے اس لیے کہ یہاں اس دنیا میں ظالم بھی ہیں مظلوم بھی بد بھی ہیں نیک بھی۔ اللہ کی راہ میں تکلیفیں اٹھانے والے بھی ہیں دینے والے بھی مگر یہاں کسی کو کسی عمل کا سزا جزا سے بدلہ نہیں۔ حالانکہ بدلہ ضرور ملنا چاہیئے تو اُس کے لیے دوسری زندگی ہے۔ مگر احمق لوگ

جو ایمان نہیں لاتے وہ دراصل اپنے رب کے ہی کافر ہیں کیونکہ صفت ۔ قوت ۔ قدرت طاقت اختیار کا انکار کرنا ذات ہی کا انکار ہے ۔ اسی دنیا میں یہ آخرت کا انکار کر کے اپنے کفر کو بڑھا رہے ہیں ۔ لہٰذا جس عذاب کے لیے آخرت برپا کی جائے گی یہ اپنے آپ کو اُس کا مستحق بنا رہے ہیں یہ لوگ اس دنیا کی باتیں اُس دنیا میں فراموش نہ کریں گے بلکہ سب یاد ہوں گی ۔ انہی ظلموں کی سزا یہ ملے گی کہ ان ہی لوگوں کی گردنوں میں عذاب کے طوق ہوں گے اور فقط یہی قیامت تک کے منکر گستاخ کافر آگ والے ہیں اس لیے اس آگ میں ہمیشہ ہی رہیں گے ۔ روایت میں ہے کہ تمام کافروں کے گلے میں عذاب و تکلیف کا طوق ہوگا جس نے اُن کے گلوں کو گھونٹا ہوگا ۔ بعض نے فرمایا کہ طوق سے مراد دنیا میں گمراہی کا طوق ہے جس سے وہ نکل نہیں سکتے ۔ واللہ اعلم ۔ ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے ۔ کہ اے نبی آپ کو ان کی اس بات پر تعجب ہے کہ یہ رب تعالیٰ کی پہلی خلقت یعنی پیدا کرنے کو تو مانتے ہیں مگر دوسری خلقت کو ماننے سے منکر ہیں واقعی آپ کا تعجب حق ہے ۔ لیکن بندہ فقیر حقیر اقتدار بدایونی قادری اس کی تفسیر یوں عرض کرتا ہے کہ اے دنیا بھر کے عقلمندو ۔ دانشورو بھیجو ۔ سنیاسیوں ۔ سائنسدانوں تم نے کائنات عالم میں آتنی بڑی اشیاء دیکھیں ہزاروں حیران کن چیزیں تمہاری نگاہوں سے گذریں اور تم تعجب میں ڈوب گئے ہماری ذات اور صفت خالقیت کو ماننے پر مجبور ہو گئے ۔ تم نے آسمانوں زمینوں میں بیشمار تعجب ناک نشانیاں دیکھیں ۔ اور متعجب ہوئے مگر سب سے زیادہ تعجب والی چیز تو یہ ہے کہ کافر ہماری دوبارہ خلقت اور صفت کے منکر ہیں حالانکہ پہلی بار بنانا مشکل ہوتا ہے ۔ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ اور اے حبیب کریم ان کفار کی مزید نادانی یہ ہے کہ آپ کے سمجھانے عذاب سے ڈرانے کا الٹا اثر لے رہے ہیں اور بجائے رحمت مغفرت اور حفاظت چاہنے کے عذاب میں جلدی کر رہے ہیں ۔ اور کعبے کے غلاف پکڑ پکڑ کر ہنسی مذاق کرتے ہوئے اور اسلام قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہوئے یہ دعائیں کر رہے ہیں کہ اے کعبے والے رب اگر اسلام سچا ہے تو ہم پر پتھر برسا ۔ طوفان و آندھیاں اور عذاب لا ۔ حالانکہ اگر یہ دعا مانگتے تو کیا ہی بھلا ہوتا کہ اگر سچا ہے تو ہم کو بھی اُس کی طرف ہدایت عطا فرما ۔ عذاب کی دعا مانگنا تو سراسر حماقت اور نقصان ہے ۔ اس لیے کہ اگر تمہاری دعاؤں اور بچوں کی طرح ضد کرنے سے عذاب آگیا اور تم نے اس سے یقین کر لیا کہ واقعی اسلام سچا ہے تو تم کو کیا فائدہ ملا تم تو فنا ہو جاؤ گے ۔ اور اس لیے کہ اسلام کی حقانیت کے لیے عذاب کو دلیل نہ بناؤ اور بھی تو بیشمار دلائل ہیں اُن میں غور کر کے دیکھ لو ۔ نیز جو دعوت اور تبلیغ ہمارے یہ نبی محمد مصطفیٰ فرما رہے ہیں وہی تبلیغ پچھلے انبیاء کرام نے فرمائی اُن کی امتوں نے نافرمانی کرتے ہوئے عذاب مانگا تو اُن پر عذاب آگیا اور تباہ و برباد ہو گئے ایسی بہت مثالیں پچھلے گذر گئیں ہیں ۔ تو اُن تاریخی واقعات کو ہی دلیل بنا لو اور سمجھ لو کہ یہ نبی ۔ قرآن اور اسلام برحق ہے پچھلوں سے عبرت پکڑو اُن کی

روش پر مت چلو۔ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو نادان ہیں۔ اور بیشک آپ کا رب لوگوں کے ظلموں سے درگزر ہی فرمانے والا ہے۔ مہلت۔ ڈھیل۔ اور غور وفکر سوچنے سمجھنے عبرت لینے کا وقت دے کر۔ موت کے آخری لمحے تک بھی توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ لیکن اگر یہ حیات دنیا کی مہلت والا وقت ختم ہو گیا تو بیشک وہ آپ کا رب البتہ سزا بھی ایسی سخت دینے والا ہے کہ کوئی چھڑا نہ سکے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ گناہ کبیرہ والوں کو ان کے ظلم کے باوجود لغیر توبہ کئے مرجانے کے باوجود شفاعت کے ذریعے یا تھوڑی سزا دے کر بخشنے والا ہے۔ اور کفر پر اڑنے والوں اور کفر پر مرنے والوں کے لیے شدید العقاب ہے ایک تفسیر یہ ہے کہ گناہ صغیرہ والوں کے لیے ذو مغفرت ہے اور گناہ کبیرہ والوں کے لیے شدید العقاب ہے۔ ہر تفسیر اپنے اپنے لحاظ سے صحیح ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کو میدانِ قیامت میں بخشش دے گا اگرچہ کبیرہ ہوں یا حقوق العباد ہوں حق والے کو کوئی بدلہ دے کر یا شفاعت اور معافی کے ذریعے۔ یہ فائدہ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ ہر بندے کو ہر وقت رب کا خوف بھی چاہیئے اور امید بھی۔ بیم ورجی کا نام ہی ایمان کامل ہے۔ امیری میں خوف غریبی میں امید۔ صحت میں خوف اور بیماری میں امید۔ موت طلنے پر رب کا خوف طاری ہو اور ذلت آجائے تو اس کی بارگاہ سے امیدیں لگا دو۔ یہ فائدہ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ اور لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ فرمانے سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ دنیوی انسانوں میں تین طرح بیوقوفی ہے جن سے مسلمانوں کو بچنا اشد ضروری ہے۔

۱۔ کم عقل انسان نیکی کو نیکی میں۔ سچائی کو سچائی میں تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ سچائی کو برائی میں راحت کو مصیبت میں تلاش کرتے ہیں۔

۲۔ دنیوی انسان اپنی ساخت کو ہی اہمیت دیتا ہے خواہ چھوٹی ہو۔ رب تعالیٰ کی اشیاء کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ دیکھو بڑے بڑے پہاڑ رب کے بنائے ہوئے ہیں ان کو یہ کافر نہیں پوجتے انہی پہاڑوں میں سے ایک چھوٹا سا پتھر لے کر خود بنا کر گھڑ کر پوجنے لگتے ہیں۔ نیز زندہ انسان اور جانور کو نہیں پوجتے انسانی بت کو پوجتے ہیں۔

۳۔ فانی دنیا میں تو بہت ہوشیار رہتے ہیں ہر چیز کو غور سے دیکھتے ہیں سوچتے سمجھتے ہیں مگر دین کے معاملے میں ذرا غور وفکر نہیں کرتے یہی حال مسلمانوں کا ہوتا جا رہا ہے۔ جو چاہے ان کو ہانکا کرلے جائے۔ جس کو چاہیں چندہ دیدیں۔

چوتھا فائدہ۔ اللہ کی صفات کا انکار کرنا اور اس کے بندوں کی شان نبیوں کی آن بان کا انکار کرنا اللہ کی ذات کا ہی انکار کرنا ہے یہ فائدہ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ فرمانے کے بعد كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ فرمانے سے حاصل ہو۔ ان تعجب میں کفار کے شان نبوت اور نبی کریم کی طاقت قوت اختیار معجزات کا ذکر ہے۔ فعجب میں صفات الٰہیہ کا ذکر ہے۔ اور کفروا میں ذات الٰہیہ کا ذکر ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند مسائل فقہی مستنبط ہوئے۔

پہلا مسئلہ ۔ جہنم میں ہمیشہ رہنا صرف کافروں کے لیے ہے۔ اہلسنت ائمہ اربعہ کا مسلک اور مسئلہ درست ہے۔ یہ مسئلہ اولٰئک کے حصری لفظ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ معتزلہ کا یہ قول بالکل غلط ہے کہ گناہ کبیرہ والے بھی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ آج کل کے معتزلہ یعنی وہابی دیوبندی بھی یہی بیہودہ عقیدہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ معاذاللہ بے نمازی کافر ہے۔ یہ وہابیوں کی جہالت ہے۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ حقوق العباد بہت اہم چیز ہیں ان کا حساب بندہ کو دنیا میں ہی چکا دینا چاہیئے۔ یہ بغیر معاوضہ معاف نہیں ہوں گے۔ یہ مسئلہ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ تمام عبادات کی قبولیت اور ترقی کا دارومدار حقوق بندگان کی ادائیگی پر ہے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی دوست کی دکان سے بغیر اجازت کوئی معمولی چیز بھی اٹھا کر کھالی تو وہ حقوق العباد میں شامل ہوگی۔ اس لیے یہ بھی ناجائز ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ عَلٰی ظُلْمِهِمْ یعنی ظالموں کے ظلم کے باوجود مغفرت فرمادے گا۔ اگر مغفرت سے مراد بخشش ہے اور توبہ کے بغیر بخشش ہے تو ناانصافی اور ظلم کی حوصلہ افزائی ہے اور اگر مغفرت سے مراد ڈھیل ہے تو سارے کافر مغفور ہو گئے حالانکہ دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ یعنی اللہ تعالٰی شرک کفر کی کبھی مغفرت نہ فرمائے گا۔ پس مطابقت کیسے ہے۔

جواب ۔ مغفرت کے بھی بہت معنی ہیں اور ظلم کے بھی۔ اس کے جواب بہت طرح دیئے گئے ہیں بعض نے کہا ظلم سے مراد گناہ کبیرہ اور مغفرت سے مراد آخر کار بخش دینا شفاعت سے یا معافی دلاکر یا معاوضہ یا تھوڑی سزا دے کر۔ بعض نے کہا ظلم سے مراد کفر ہے۔ اور مغفرت سے مراد ڈھیل اور توبہ کی مہلت۔ اور دوسری آیت میں مغفرت سے مراد بالکل بخشش ہے۔ یہ دوسرا جواب زیادہ درست ہے۔ **دوسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا کہ کفار حسنہ سے پہلے سیئہ کی جلدی کرتے ہیں۔ گویا کہ جلدی کرنا برا نہیں ہے صرف قبل اور پہلے ہونا برا اور ناجائز ہے۔ بعد میں سیئہ کا مطالبہ جائز اور درست ہے۔

جواب ۔ یہ اعتراض اس بنا پر کیا گیا ہے کہ معترض کو سیئہ اور حسنہ کا معنی اور قبلیت کا مفہوم نہیں آیا۔ معترض کے خیال میں حسنہ سے مراد مغفرت یا جنت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ سیئہ سے مراد دنیوی عذاب اور فنا و ہلاکت ہے اخروی عذاب مراد نہیں۔ اسی طرح حسنہ سے مراد امن عافیت اور اللہ کی رحمت یا ایمان لانا مراد ہے۔ اور قبلیت کا معنی ہے ایمان یا امن و عافیت کی دعائیں مانگنا۔ کیونکہ کفار اللہ تعالٰی کو تو اپنا رب خالق مالک مانتے تھے اور مانتے ہیں۔ صرف نبی کریم کو نہیں مانتے تھے اور ان کی زبانی خبروں کو غلط سمجھتے تھے اعتبار نہ کرتے تھے ان کے متعلق آیت

میں فرمایا گیا کہ چاہیے یہ تھا کہ پہلے ہی سے یہ امن کی دعائیں مانگتے اور بعد میں عذاب کے دفیعے کی دعائیں مانگنے اس
لیے کہ کوئی ذرا سی عقل رکھنے والا بھی کم از کم مصیبت کی دعا نہیں مانگتا۔

تفسیر صوفیانہ وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَ
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اے پیارے نبی اور اے صحابہ اور اے قیامت
تک کے امتِ مصطفیٰ کے عالمین زاہدین عارفین عاشقین تم ان شریعت کے منکرین غافلین کی باتیں سن کر ان کی عقلوں
پر افسوس کا تعجب کرتے ہو۔ مگر زیادہ حیرانی اور تعجب باطنی اندھوں کی ان باتوں پر ہے کہ اے راہِ طریقت کا درس
دینے والو اور معرفت عشق کی طرف بلانے والو جب ہم آتشِ عشق کے سوختہ جاں ہو کر انکسار کی مٹی ہو جائیں گے تو
پھر ہم ہلاکتِ جسم کے بعد روح کی نئی باطنی زندگی پائیں گے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نفس امارہ کی موت سے قلب
کی حیات نو ہو اور جسم کی خستہ حالی کے بعد روح کو نئی زندگی مل جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ظاہری خلقتِ انسانی کے
بعد باطنی خلقت نورانی ہو جائے۔ یہی وہ ظاہر بین باطنی کور لوگ ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کے منکر ہو گئے کہ اس کی
قدرت صناعی پر غور و فکر نہیں کرتے۔ وہ رب تعالیٰ فراق کی موت کے بعد وصل کی دوبارہ زندگی دے سکتا ہے اسی
دنیا کے اندر ہر لمحہ عرضیات بھی نئے پیدا ہو رہے ہیں اور جو عمر بھی وہ گناہوں سے بگڑے کو نیکیوں کے روپ میں
بدلتا ہے۔ چوروں کو قطب بنانا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے جو شریعت کی ظاہری اور پہلی پیدائش دے سکتا ہے وہ اللہ
طریقت و معرفت کی دوسری باطنی خلقت بھی دے سکتا ہے مگر اہل دنیا کے گلوں میں نفس امارہ کے طوق پڑے
ہیں۔ اس موت و حیات اور فنا و بقا کی حالت تو سب پر ہی طاری ہوتی ہے مگر کسی کو نور کی زندگی کسی کو نار کی۔ اور
یہی منکر اسرار اور حکمتِ الٰہیہ کے کافر محرومی کی آگ میں ہمیشہ ہی جلنے والے ہیں۔ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ
قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلَاتُ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَىٰ
ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ اور یہ ہی ازلی احمق۔ اپنی استعداد ظاہری اور شرِ باطنی کی وجہ سے آپ سے اور ہمارے
ہر خاص بندے سے دین کی بجائے دنیا طلبی میں جلدی کرتے ہیں۔ اپنی ہر عبادت کو بھی حصولِ دنیا کا ذریعہ بنا لیا
پیری مریدی بھی اس لیے اختیار کی کہ چلے وظیفوں اور تعویذوں عملیات سے دولت بڑھے تجارت چمکے اس سے
غرض نہیں کہ مرشد رب تک اور دروازۂ مصطفیٰ تک پہنچا سکتا ہے یا نہیں۔ حالانکہ دنیا کی بے ثباتی۔ اور جاہ و عزت
کی بربادی اور دولتِ دنیوی کی فنا کی کتنی ہی مثالیں گزر چکیں ہیں جن سے یہ غافل لوگ بے خبر نہیں اور۔ اے پیارے
حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیشک آپ کا رب ان حجاب میں پڑے ہوئے بھولے بھٹکے لوگوں کے لیے ان کے نادانی
کے ظلموں کے باوجود ان کی کوتاہیوں کو درگزر فرمانے والا ہے اور بیشک آپ کا رب ان کفر پر مضبوط اڑے ہوئے لوگوں

اور باطل پر راسخ ہو جانے والوں اور مہلت سے ناجائز فائدہ حاصل والوں گستاخوں بے ادبوں۔ منکروں کو شدت کی مار۔ اور ہر طرح کی محرومی کا عذاب دینے والا ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں عاجز کی کوتاہیاں قابل معافی ہیں۔ لیکن مغرور کی عبادت بھی قبول نہیں۔ اہل دنیا دو قسم کے ہیں مغرور اور مغرور۔ مغرور کو مغفرت کا بلاوا ہے۔ لیکن مغرور کے لیے عذاب شدید کا پیغام۔ دنیا پرستی کا پہلا نقصان مغرور ہونا ہے دوسرا نقصان مغرور ہونا ہے۔ پہلا درجہ قرار پھر غرور۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے کیوں نہیں اتاری گئی پر اُن

اور کافر کہتے ہیں اُن پر اِن کی طرف سے کوئی

آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ

کوئی نشانی طرف سے رب اُن کے۔ فقط تم ڈرانے والے ہو اور لیے ہر

نشانی کیوں نہیں اتری تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر

ع ۷ قَوْمٍ هَادٍ ۝ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ

قوم کے ایک ھادی ہوا۔ اللہ جانتا ہے جو حمل اٹھاتی بھرتی ہے ہر

قوم کے ہادی۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کے پیٹ

أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۖ

مؤنث اور جو گھٹتے ہیں رحم اور جو بڑھتے ہیں

میں ہے اور پیٹ جو کچھ گھٹتے اور بڑھتے ہیں

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ﴿٨﴾ عٰلِمُ

اور ہر چیز پاس اس کے ہے سے اندازے . جاننے والا ہے

اور ہر چیز اس کے پاس اندازے سے ہے ہر چھپے اور کھلے کا جاننے

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ﴿٩﴾

غیب کو اور حاضر کو ہمیشہ بڑائی اور بلندی والا

والا سب سے بڑا بلندی والا

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں عذاب اور سختی و سزا کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ عذاب سزا اور سختی اس لیے ہے کہ ان کفار کو اتنی نشانیاں دکھ کر بھی ایمان نہ لا بلکہ ان کے مطالبے ہی بڑھتے جا رہے ہیں اور یہی چیز باعث عذاب و سزا ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی میں آیات میں نبی کریم اور قرآن کریم کی انتہائی تبلیغ اور ہر طرح کفار کو سمجھانے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں نبی کریم کو سمجھایا جا رہا ہے کہ آپ صرف ڈر سنانے والے ہیں ان کے ایمان لانے کی ذمے داری آپ پر نہیں۔ آپ تمام قوموں کو صرف راستے کی ہدایت دینے والے ہیں **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں زمین کی پیداوار اور نفع بخش نعمتوں کا ذکر ہوا اب ان آیات میں انسان و حیوانات کی پیداوار کا ذکر ہے۔ جو زمین کی پیداوار سے بڑی نعمت ہے۔ وہ بھی نشانات قدرت الٰہیہ تھے اور یہ بھی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے۔

تفسیر نحوی وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۔ واستینافیہ (ابتدائیہ سر جملہ) یَقُولُ ۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب بمعنیٰ حال اس کا فاعل اسم ظاہر الَّذِينَ كَفَرُوا پورا جملہ موصولہ ہے اس لیے یہ فعل واحد ہے باب نَصَرَ قولٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کہنا بولنا اَلَّذِینَ اسم موصول جمع مذکر ہے بحالت رفع ہے کَفَرُوا فعل ماضی مطلق معروف جمع غائب باب نصر سے ہے کُفْرٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ انکار کرنا شرعی معنیٰ اللہ کی ذات یا صفات کا منکر ہونا اس کا فاعل ہُم ضمیر کا مرجع الذین ہے۔ ان کافروں سے مراد وہی جلدی عذاب مانگنے والے ہیں۔ لَوْلَا ۔ یہ ساری عبارت مِن رَّبِّهٖ تک مقولہ یقول کا۔ نحویوں کے نزدیک لَوْلَا تین قسم کا ہے۔ ۱ شرطیہ ۔ ۲ استفہامیہ محضہ ۔ ۳ بمعنیٰ ھَلَّا تحضیضیہ۔

یہاں اسی معنی میں ہے حرف تحضیض جب ماضی معروف یا مجہول سے پہلے آئے تو تحضیض یعنی مطالبے کے ساتھ ملامت اور مذاق بھی شامل ہوتا ہے (حاشیہ شرح جامی) یہاں یہی ہے۔ اُنزل فعل ماضی مجہول واحد مذکر اس کا نائب فاعل اٰیَۃٌ واحد مؤنث ہے اس لیے کہ یہاں تانیث مراد نہیں بلکہ جنس آیت مراد ہے بعض نے فرمایا یہاں ۃ وحدت کی ہے اور اس کا لغوی معنی ہے ایک جماعت ایک گروہ۔ کچھ مجموعہ الفاظ کو آیت اسی میں کہا جاتا ہے اصطلاحی معنی میں نشانی۔ علامت جو کسی کے دعوے کو ثابت کرے یا کسی کی حقانیت کا پتہ دے وہی یہاں مراد ہے۔ عَلَیْہِ۔ علیٰ حرف جر اپنے اصل معنی فوقیت میں ہے ہٖ ضمیر واحد غائب مجرور متصل کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مِن جارہ ابتدائیہ رب اسم مضاف ہے اللہ تعالیٰ کا ہٖ ضمیر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اِنَّمَا۔ یہ علیحدہ جملہ ہے اِنَّ حرف تحقیق مَا کافہ اس نے اِنَّ کا عمل ختم کر دیا اور حصر کا معنی پیدا کر دیا۔ اَنْتَ ضمیر واحد مذکر حاضر مرفوع منفصل کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ترکیب نحوی میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ اَنْتَ مبتدا مُنْذِرٌ اس کی خبر۔ اور اگلی عبارت علیحدہ جملہ ہے۔ دوسرا یہ کہ یہاں قَالَ اللّٰہُ پوشیدہ اور یہ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر ذوالحال ہوا اور حالیہ اور لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ جملہ اسمیہ ہو کر اس کا حال اور ذوالحال و حال مقولہ ہوا قَالَ اللّٰہُ کا۔ دونوں صحیح ہیں مگر اعلیٰحضرت نے ترجیح پہلی ترکیب کو دی اور وہی جامع مانع ہے۔ اور یہاں زیادہ مناسب ہے اسی لیے ہم نے بھی وہی اختیار کی۔ مُنْذِرٌ باب افعال کا اسم فاعل واحد مذکر نَذْرٌ سے بنا ہے بمعنی ڈرانا نذیر اور مُنذر میں ایک فرق یہ ہے کہ لفظ نذیر صفت قوت کا مظہر ہے اور منذر صفت عملی فعل کا مظہر۔ وَ ابتدائیہ لِکُلِّ لام جارہ کُلّ اسم تاکید معنوی مجرور مضاف قَوْمٍ لفظاً واحد معناً جمع بمعنی گروہ جماعت۔ قبیلہ۔ خاندان۔ برادری۔ اُمت یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ بحالت جر مضاف الیہ ہے ھَادٍ اسم فاعل واحد مذکر باب ضَرَبَ سے ہے ھُدیٰ سے مشتق ہے متعدی ہوتا ہے بمعنیٰ راہ دکھانا۔ یا منزل تک پہنچانا دراصل تھا ھَادِیٌ۔ اس میں تین قرأتیں ہیں۔

۱ ھَادٍ یٰ کو حذف معنوی کیا اور اس کی جگہ بطور نشانی تنوین کسرہ لکھ دی۔ یہی مشہور قرأت ہے ۲ ھَادِیٌ اپنی اصل پر۔ ۳ ھَادٌ۔ یٰ کو حذف معنیاً کر دیا یعنی بالکل ختم اور رفع اعراب ظاہری دیا۔ اس پورے جملے کی ترکیب تین طرح ہے۔

۱ یہ علیحدہ جملہ ہے اور لِکُلِّ جار و مجرور اضافت مل کر متعلق ہے ثابتٌ یا مبعوثٌ پوشیدہ خبر مقدم کی ھاد جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا موخر۔ اس ترکیب میں ھاد سے مراد ہر نبی ہوگا بمعنیٰ راہ دکھانا۔ ۲ یہ نیا جملہ ہے ھُوَ مبتدا پوشیدہ ہے لِکُلِّ مرکب اضافی متعلق مقدم ہے ھَاد کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ھُوَ ضمیر مبتدا پوشیدہ کی اس ترکیب میں ھاد سے مراد اللہ تعالیٰ اور ہدایت بمعنیٰ منزل تک پہنچانا۔ ۳ وہی دوسری مرجوح ترکیب۔ یعنی یہ علیحدہ جملہ نہیں بلکہ حال ہے اَنْتَ مُنْذِرٌ کا۔ تب ھاد سے مراد نبی کریم علیہ السلام اور ہدایت سے مراد قرب الٰہی۔ اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ

كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ اَللّٰهُ اسم اعظم نام ذات جل مجدہٗ کائنات کا سہارا عاشقوں کی بہار یہی نام ہے۔ یہاں سے نئی عبارت شروع ہو رہی ہے لفظ اللّٰہ مبتدا۔ یَعْلَمُ فعل مضارع باب سَمِعَ عِلْمٌ سے مشتق ہے اگرچہ اکثر متعدی بدو مفعول ہوتا ہے مگر یہاں یک مفعول ہے کیونکہ یہاں نسبۃ علم کے لیے نہیں بلکہ علم کا تعلق افراد سے ہے گویا علم بمعنی معرفت ہے اس کا فاعل اللّٰہ کی ضمیر هُوَ مستتر ہے۔ مَا میں تین قول ہیں۔ ۱ یہ مَا موصولہ ہے اور اس کی ضمیر تَحْمِلُ کے بعد تھی محذوف ہو گئی دراصل تھا مَا تَحْمِلُهٗ۔ ۲ مَا مصدریہ ہے اور کچھ محذوف نہیں۔ ۳ مَا استفہامیہ ہے۔ پہلے قول میں بحالتِ نصب ہے مفعول بہ یَعْلَمُ کا دوسرے قول میں مَا بحالتِ رفع مبتدا ہے تَحْمِلُ کا جملہ خبر ہے اور پوری عبارت مفعول بہ ہے یَعْلَمُ کا تیسرے قول میں بحالتِ نصب اور مفعول بہ مقدم ہے تَحْمِلُ کا۔ تَحْمِلُ فعل مضارع واحد مؤنث بمعنی حال حَمْلٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے بوجھ اٹھانا حاملہ ہونا كُلُّ تاکیدِ معنوی کا اسم ہے مگر یہاں موجبہ کلیہ ہے تاکید نہیں بحالتِ رفع ہے فاعل ہے تَحْمِلُ کا مضاف ہے اس کا مضاف الیہ ہے اُنْثٰى یہ اُنْثٰی سے یا اَنِثٌ سے مشتق ہے۔ زیادہ ترجیح اَنِثٌ کو ہے۔ بروزن فُعْلٰى۔ دُنْیا۔ مؤنث تفضیلی ہے مگر ہر مادہ حیوان انسان کے لیے مستعمل ہے۔ عورت ہو یا جانور اسی سے ہے مؤنث باب تفعیل کا اسم مفعول۔ اُنْثٰی باب نصر کا مشتق ہے اس کا تثنیہ اُنْثَیَیْنِ ہے اور جمع اِنَاثٌ یا اَنَاثٰی۔ وَمَا تَغِيْضُ عطف ہے مَا تَحْمِلُ پر۔ مَا موصولہ بحالت نصب تابع عطفی ہے مَا تَحْمِلُ منصوب پر عطف بالحرف ہے تَغِيْضُ۔ فعل مضارع صیغہ واحد مؤنث باب سَمِعَ سے یا ضرب غَيْضٌ یا غِيْضٌ سے مشتق ہے بمعنی خشک ہونا۔ کم ہونا۔ سکڑنا چھوٹا ہونا۔ جلدی ہونا۔ کچا حمل گرنا۔ یہاں آخری دو معنی مراد ہیں۔ لازم ہوتا ہے۔ یعنی کسی کا حمل جلدی پیدا ہوتا ہے کوئی حمل کچا گر جاتا ہے۔ اَرْحَامُ۔ جمع مکسر ہے رَحِمٌ کی جو مادہ مؤنث کی پیٹ میں بچہ دانی ہوتی ہے۔ الف لام استغراقی ہے وَمَا تَغِيْضُ کا موصولہ تَزْدَادُ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے موصول کا فعل مضارع صیغہ واحد مؤنث زِيَادَةٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ زیادہ ہونا۔ دیر سے ہونا۔ باب افتعال سے ہے دراصل تھا۔ تَزْتَيِدُ۔ ت کو دال بنایا ہم مخرج ہونے کی بنا پر ی کو الف بنایا ما قبل مفتوح ہونے کی بنا پر۔ تَزْدَادُ ہو گیا۔ اس کا فاعل هُوَ یا هُمْ یا هُمَا یا هُنَّ ضمیر ہے پوشیدہ اس کا مرجع اَرْحَام ہے جو لفظاً مذکر ہے معناً مؤنث۔ بلکہ اصل مؤنث۔ تَغِيْضُ فعل واحد تھا اس لیے کہ فاعل ظاہر تھا یہ واحد ہے اس لیے کہ تابع عطف بالحرف ہے تَغِيْضُ کا۔ وَمَا كُلُّ مبتدا علیحدہ عبارت نیا جملہ ہے مضاف ہے اس لیے تنوین نہیں آسکتی۔ شَيْءٍ مجرور مضاف الیہ اسم جامد بمعنی مشیئت یعنی موجود یا قابلِ وجود چیز۔ عِنْدَ اسم ظرف مکانی ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اور مضاف الیہ ظاہر و ضمیر موجود ہوتا ہے ہٗ ضمیر واحد اس کا مضاف الیہ ہے۔ یہ ظرف ہے معلوم یا معلومٌ اسم مفعول پوشیدہ کا۔ جر کی صورت صفت ہے شَیْءٍ کی رفع کی صورت میں صفت ہے كُلُّ کی۔ بِمِقْدَارٍ جار و مجرور متعلق ہے موجودٌ اسم مفعول پوشیدہ کا پھر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے كُلّ مبتدا کی۔ مِقْدَارٌ۔ اس میں دو قول ہیں۔ ۱ یہ مصدر میمی

ہے بروزنِ سمار (اکھیڑنا) بمعنیٰ اندازہ لگانا لیکن یہاں بمعنیٰ اسم مفعول مقدور ہے یعنی اندازہ لگایا ہوا معین کیا ہوا اسی سے ہے تقدیر لکھنا۔ ۲ یہ اسم آلہ تیسرے وزن کا صیغہ بروزنِ مضراب تب یہ اسم جامد قَدَرٌ کے معنیٰ میں ہو گا اور اس کی جمع مقادیر بمعنیٰ اَقدار ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ عالم اسم فاعل ہے، علمٌ سے مشتق ہے باب سَمِعَ سے ہے بمعنیٰ معرفت پہچان۔ متعدی بیک مفعول ہے بحالت رفع ہے خبر ہے مبتدا پوشیدہ ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل کی مضاف ہے غَیب بروزنِ بَیع مصدر ہے اجوف یائی کا باب ضرب میں استعمال ہوتا ہے بمعنیٰ مخلوق سے پوشیدہ جو حواس خمسہ سے نہ جانا جا سکے خواہ اسرار سے ہو یا معدوم لہٰذا یہ مصدر غیب بمعنیٰ غائب بھی ہو سکتا ہے اور بمعنیٰ مغیب بھی عاطفہ الشَّهَادَة الف لام دونوں میں استغراقی ہے۔ بعض نے کہا جنسی۔ شہادت مصدر ہے آخر میں تؔ مصدریہ ہے۔ باب سَمِعَ سے ہے شُهُودٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے بصیرت و بصارت سے دیکھنا یعنی حاضر و ناظر ہونا۔ اسی سے ہے شہود بمعنیٰ صرف حاضر ہونا قریب ہونا گویا شہادت عام ہے اور وسیع ہے شہود خاص ہے اور کم درجہ۔ اصطلاحی ترجمہ ظہور (بے حجاب بے آڑ) یہی معنیٰ یہاں ہیں بحالتِ کسرہ تابع عطف بالحرف ہے اَلْغَيْب کا اَلْكَبِير الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِي كَبِير بروزنِ فعیل صفت مشبہ ہے بمعنیٰ ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر شان میں بڑا۔ بحالتِ رفع ہے دوسری خبر ہے ھُوَ مبتدا کی۔ کبرٌ سے مشتق ہے۔ اسی سے ہے تکبر جو بجز کبیر جلَّ مجدہٗ کے کسی کو لائق نہیں۔ اَلْمُتَعَالِ۔ الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِي اسم فاعل ہے باب تفاعُلٌ کا عُلُوٌّ سے مشتق ہے بمعنیٰ بلندی والا ہونا یا بلندی کی طرف بلانا۔ یا بلندی کی طرف آنا۔ پہلے دو معنیٰ میں اللہ کی صفت ہے تیسرے معنیٰ میں بندے مومن کی صفت ہے۔ متعال دراصل تھا مُتَعَالِوٌ واؤ طرف میں بعد کسرہ لازمی کے یٰ سے بدلا گیا۔ مُتَعَالِيٌ ہو گیا۔ آیت کا آخری حرف لہٰذا وقف ہوا تو یٰ گر گئی لام پر کسرہ باقی رہا علامتِ یٰ کے لیے۔ بحالتِ رفع ہے تیسری خبر ہے ھُوَ مبتدا پوشیدہ کی۔ یہاں باب تفاعُلٌ مبالغے کے لیے ہے یعنی بہت بلندیوں والا۔ جب برائے تکلف ہو تو معنیٰ ہوتا ہے آنا یا بلانا۔

تفسیر عالمانہ

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۔ اور یہی کافر جو ابھی عذاب مانگ رہے تھے اب کہتے پھر رہے ہیں کہ پہلی امتوں کی طرح ان نبی پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی معجزہ ظاہر و ظہور کیوں نہیں اترتا۔ جیسے کہ پہلے انبیا نے ناقہ پتھر سے نکالی۔ عصا دکھایا۔ ید بیضا۔ اندھوں کو فی الفور اچھا کرنا وغیرہ۔ اے نبی یہ کافر اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے کہ زیادہ ضروری معجزہ نہیں زیادہ ضروری اور شدید اہم تو رب تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے ڈرنا ہے ان کافروں کو سابقہ معجزے تو یاد ہیں مگر ان ہی انبیا کے معجزے دیکھ کر پھر نہ ماننے والوں کے عذاب یاد نہیں۔ معجزے دکھانے سے زیادہ اہم کام ڈرانا ہے۔ اور آپ فقط وہ کام ڈرانے کا کر رہے ہیں۔

پہلے انبیاء کرام بھی صرف غافلوں کو ڈرانے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ معجزے دکھانا بعثت کا مقصد نہیں تھا۔ لہٰذا پہلے ایمان لاؤ معجزے تو کروڑوں ہمارے نبی کے قبضہ و اختیار میں ہیں چلتے پھرتے نظر آتے رہیں گے بلکہ حبیب کریم کی ہر ادا ہی معجزہ ہے۔ خود قرآن کریم۔ نمازیں اذانیں۔ حج۔ روزہ۔ ابدی باقی رہنے والے معجزات ہیں۔ مطالبہ مت کرو نبی پاک کی ڈیوٹی تمہارے بیجا مطالبے پورے کرنا نہیں وہ فقط ڈرانے والے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تو انبیاء کرام کے آنے کا انتظار ہوتا تھا مگر اب تو ساری کائنات کی ہر قوم کے لیے عرش و فرش کے لیے ایک ہی ہادی ہے۔ اب تو ان کی ہی بات ہے ان کی ہی شریعت ہے۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ ہر قوم کے لیے پچھلے زمانوں میں علیحدہ ایک ہادی تشریف لایا۔ بعض اس طرح تفسیر کرتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو فقط نذیر ہیں ہر قوم کا ہادی اللہ ہے۔ شیعہ لوگ اس طرح اپنی من مانی کرتے ہیں کہ نبی کریم نذیر ہیں اور علی ہادی ہیں۔ اور دلیل لیتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی پاک نے علی مرتضیٰ سے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر تیرے ذریعے اللہ کسی ایک کو ہدایت دیدے تو۔ تیرے لیے سرخ اونٹ سے بہتر ہے یعنی دنیا کی قیمتی چیزوں سے بہتر ہے۔ (روح البیان) ثابت ہوا کہ علی ہادی ہیں۔ میں کہتا ہوں اس طرح دلیل بنا لینا کتنا کمزور قول ہے۔ اس حدیث میں بھی ہدایت کو رب تعالیٰ کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ علی شیر خدا کو ذریعہ قرار دیا گیا۔ اور وہ ان سے خاص نہیں بلکہ قیامت تک ہر مسلمان کا حکم اور خوشخبری بیان فرمائی گئی ہے۔ اور یہ فرمان عام تمثیل ہے۔ ہم کو حضرت علی کے ہادی ہونے پر اعتراض نہیں ہم کو اس دلیل پر اعتراض ہے ہادی تو سارے صحابہ ہیں۔ خیال رہے کہ کفار مکہ نے نبی پاک کی نبوت پر تین طرح طعن و انکار کیا۔ پہلے حشر و نشر کا انکار کر کے پھر عذاب کا انکار کر کے پھر معجزے کا انکار کر کے اس آیت میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ اے زمین و آسمان کے نظارے کرنے والو تم ان بیل بوٹوں پودوں کی حقیقت بناوٹ اور باطنی اسرار کو کس طرح سمجھ سکتے۔ جو تم تو اپنی جسمانی ساخت اور اپنی عورتوں کے رحم میں پڑے بچوں کو نہیں جان سکتے نہ موجودہ حالات جان سکتے ہیں اگرچہ کتنے آلات سائنسی ایجاد کر لیں ایکسرے خوردبین وغیرہ تمام چیزیں اس بات کو معلوم نہیں کر سکتیں کہ عورت کا حمل کیا ہے۔ ساری سائنسی ترقی حمل کی جھلی کے اندر جھانکنے سے بے بس ہے نہ آئندہ کے حالات جان سکتے ہیں کہ یہ حمل پیدا ہو کر کس شان کی زندگی والا ہے۔ اگرچہ کتنے ہی دانشور بن جائیں۔ بس فقط اللہ ہی جانتا ہے اس مخلوق کو جو اٹھائے پھرتی ہے ہر مؤنث انسانی یا حیوانی کہ حاملہ رحم میں کیا ہے مذکر ہے یا مؤنث مکمل ہے یا ناقص۔ لمبا ہے یا ٹھگنا۔ خوبصورت ہے یا بدصورت کالا ہے یا گورا۔ کس کا نطفہ ہے اپنے باپ کا یا غیر کا۔ وہی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس حمل کی آئندہ زندگی کیسی ہوگی کہاں رہے گا گھر بار اعمال کیسے ہوں گے وطن کہاں رہے گا۔ کیسی قسمت ہوگی۔ خصلت کیسی ہوگی۔

نیک یا بد۔ سعید ہوگا یا شقی۔ عالم ہوگا یا جاہل۔ ولی اللہ ہوگا یا عدو اللہ۔ شیطانی یا ایمانی۔ کافر یا مومن امیر یا غریب بیماری میں رہے گا یا تندرستی میں سخی یا کنجوس عقل والا یا بیوقوف۔ خوش خلق یا بد خلق۔ موٹا پا آئے گا یا پتلا پا۔ ہاں رب کے بتانے سکھانے پڑھانے سے اس کے خاص بندے بھی جان لیتے ہیں بلکہ حمل سے پہلے کی بھی خبر دے دیتے ہیں۔ یہ خاص بندوں کا بتانا اسی رب کے علم کی دلیل ہے۔ اور وہ رب تعالیٰ ہی مونث رحموں کو خالی کرکے چھوڑتا کرتا ہے۔ اور رحم میں نطفہ پال کر بڑھا دیتا ہے۔ یا وہی اللہ جانتا ہے اُس کو جس سے رحم سکڑ کر ہلکے اور چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ یا اس طرح کہ نطفہ ٹھہرتا ہی نہیں یا اس طرح کہ کچا بچہ ہی گر جاتا ہے۔ یا اس طرح کہ رحم ہی خشک ہوتا ہے۔ یا رحم کا منہ بند ہوتا ہے۔ اور اُس کو بھی جانتا ہے جو رحم کو بڑھاتا ہے۔ تمام رحم چھوٹے ہوں یا بڑے انسانی ہوں یا حیوانی اُس کی بناوٹ بھی قدرت کا عجیب نمونہ سناتی ہے۔ یہ رگوں پٹھوں اور جھلی کے مجموعہ کا ایک تھیلا ہے۔ جو دماغ کی ہڈیوں کے ساتھ ٹنگا ہوا ہے اور اُس کا نچا حصہ مونث کی فرج کے ایک سوراخ کے قریب ریڑھ کی ہڈی سے جُڑا ہوا ہے۔ اُس کے دو سینگ ہیں ایک سینگ سے مرد کا نطفہ جڑ جاتا ہے اور وہاں پرورش پاتا ہے دوسرے سے عورت کا نطفہ انڈے کی شکل میں جذب ہوتا ہے رحم کے ایک حصہ میں پانی رہتا ہے اور ایک حصے میں خون۔ اور کھلے حصہ میں نطفہ کے جراثیم پروان چڑھتے ہیں۔ یہ سینگ جو مچھلی کے پروں کی شکل اور جھلی کی طرح نرم ہوتے ہیں یہ جتنے طاقتور ہوں گے نطفہ اتنا ہی صحت مند بچہ بنے گا۔ یہی سینگ نطفہ کو رحم میں روکے رکھتے ہیں ان میں جذب کا مادہ ہے۔ ورنہ نطفہ بھی چکنا اور رحم کا پانی بھی چکنا پھسل کر باہر گر جائے۔ جب مرد صحبت کرتا ہے تو رحم کا منہ کھل جاتا ہے۔ اور صرف نطفہ ہی رحم میں جاتا ہے ناکہ منی باہر گر جاتی ہے۔ اس نطفہ کے تین حصے ہوتے ہیں جرثومہ۔ ۲ جرثومے کی خوراک۔ ۳ جرثومے کو محفوظ رکھنے والا مادہ۔ اور تمام چیزیں۔ نطفہ۔ مادہ۔ عورت کا انڈا اور اُس کے خوراک کے خلیے۔ پھر بچہ کا رحم میں بننا اور بڑھنا۔ چھوٹا بڑا ہونا۔ اور رحم والدہ میں ٹھہرنا سب کی سب اُس اللہ خالق مالک کے نزدیک بہترین شاندار بالکل ٹھیک ٹھیک مقداروں سے ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ نطفہ رحم میں صرف دو سال تک ٹھیر سکتا ہے زیادہ سے زیادہ۔ امام شافعی کے نزدیک زیادہ کی مقدار چار سال ہے امام مالک کے نزدیک آخری مدت پانچ سال تک ہے یہ اُن کے اپنے مشاہدات کا فیصلہ ہے کوئی قرآن و حدیث کا فرمودہ نہیں۔ اور یہ مشاہدہ بھی شاذ ہے۔ عام مدت حمل نو ماہ ہے۔ اور کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ امام اعظم نے دیکھا کہ ضحاک بن مزاحم تابعی پورے دو سال تک شکم مادر میں رہے۔ اس سے زیادہ کا مشاہدہ یا خبر ان کو نہ ملی تو ان کا آخری فیصلہ یہ ہو گیا امام شافعی نے سنا کہ امام مالک کی اپنی ولادت تین سال بعد ہوئی تو انہوں نے چار سال کا فیصلہ کر دیا امام مالک کی ایک لونڈی نے چار سال سے اوپر حمل رکھنے کے بعد جنم دیا تو انہوں نے پانچویں سال کا فیصلہ دے دیا۔ ہرم بن حبان بھی امام شافعی کے زمانے میں پیدا ہوئے ان کا حمل چار سال تک ٹھیرا ان کو ہرم یعنی بوڑھا بچہ اسی لیے نام رکھا گیا۔ بہر حال اللہ ہی غائب کو

حاضر۔ معدوم وموجود پوشیدہ اور ظاہر کو ہر وقت ہر کیفیت اور ہر طرح جاننے والا ہے۔ کہ کون بچہ کب اور کس حالت میں پیدا ہوگا عالم ارواح کے غائبوں کو اور عالم دنیا کے حاضروں کو جانتا ہے یا رحم کے غائبوں کو اور ولادت کے حاضروں کو یا نطفوں کے غائب کو اور بطن مادر میں آکر حاضر ہونے والوں کو یا مرے ہوئے لاش کے حاضروں کو اور مٹی بن کر ذرے اڑ جانے کے بعد غائبوں کو جانتا ہے کہ کونسا جسم ذرے بن کر کہاں کہاں پڑا ہے اس کے لیے ان ذروں کو جمع کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اہل دنیا کے تو فقط اندازے اور تخمینے ہی ہیں یہ غلط بھی ہو سکتے ہیں دنیا کے حکیم ڈاکٹر اور طبیب کہتے ہیں کہ اگر آٹھویں مہینہ بچہ پیدا ہو تو زندہ نہیں بچتا حالانکہ حضرت عیسیٰ کی ولادت دم جبرئیلی کے آٹھ ماہ بعد ہوئی تھی۔ (روح البیان) اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک میں بھی مورخین کا اختلاف ہے۔ ایک قول نو ماہ اور یہی درست ہے۔ دوسرا چھ ماہ۔ تیسرا قول سات ماہ چوتھا قول آٹھ ماہ پانچواں قول دس ماہ کا ہے۔ (تفسیر روح البیان) خلاصہ یہ کہ مدت حمل مشاہدات کی روشنی میں نو۹ طرح کی ہے۔

۱۔ چھ ماہ۔ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ کم از کم ہے اس سے کم میں انسانی بچہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ ۲۔ سات ماہ۔ ۳۔ آٹھ ماہ۔ ۴۔ نو ماہ۔ ۵۔ دس ماہ۔ ۶۔ دو سال۔ ۷۔ تین سال۔ ۸۔ چار سال ۹۔ پانچ سال۔ اس سے زائد نہیں۔ یہ مدتیں صرف انسانی حمل کی ہیں حیوانات کی مدتیں علیحدہ ہیں۔ یہ سب میرے رب کی صنعتیں ہیں۔ کبیر ایسا ہے کہ کوئی شی کائنات دہر میں اس کے علم سے باہر نہیں اور متعال ایسا ہے کہ کوئی چیز اس کی قدرت سے جدا نہیں۔ حکما فرماتے کہ ہر جاندار میں ولادت سے آدھی مدت پہلے جان پڑ جاتی ہے۔ مثلاً چھ ماہا حمل میں تین ماہ بعد جان پڑے گی اور نو ماہا میں چار ماہ پندرہ دن میں جان پڑے گی جان اس وقت پڑیگی جب اعضا مکمل ہو جاتے ہیں خواہ ناقص بچہ ہو یا کامل کمزور یا صحت مند۔ جان پڑتے ہی بچہ پیٹ میں اچھلنے حرکت کرنے لگتا ہے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ رسول سے کسی اپنی منشا کا مطالبہ کرنا اس لیے کہ ہم تب مانیں گے جب دیکھ لیں گے یا ہم تب عمل کریں گے جب اس عمل کا یہ فائدہ ہوگا یہ سخت گناہ اور طریقہ کفار ہے۔ اسی طرح علماء کرام یا صوفیاء عظام سے اعمال کی حکمتیں معلوم کرتے رہنا کہ جنابت وضو کا کیا فائدہ پیر دھونے کی کیا وجہ یہ سب بیہودہ سوالات ہیں۔ مسلمان کا کام فقط عمل کرنا ہے۔ یہ فائدہ لَوْلَآ اُنْزِلَ (الخ) کی آیت سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ پچھلے تمام انبیاء کرام خاص قوم کے لیے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہم السلام قیامت تک ہر قوم کے لیے نبی ہیں اسی طرح آپ کے معجزات بھی تا قیامت باقی ہیں۔ یہ حدیث و قرآن علما صوفیا۔ اور کرامات اولیا یہ سب آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔

تیسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہر مؤنث کے حمل کی موجودہ اور آئندہ کیفیات سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہے اور اولیاء اللہ کی نظر لوح محفوظ پر ہوتی ہے۔ اور پھر لوح محفوظ پر لکھتا

بندوں کو دکھانے بڑھانے کے لیے ہی ہے ۔ یہ فائدہ اللہ یعلم (الخ) کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ جب تک کسی عبادت کسی عمل کے فائدے اور حکمتیں قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہوں کسی بھی عالم کو اپنے پاس سے بنا کر اسلامی اعمال کی حکمتیں بتانا جائز نہیں۔ سب سے بڑی حکمت اور قابلِ عمل ہونے کی وجہ بس یہی ہے کہ اللہ رسول نے فرما دیا یہ مسئلہ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کے اشارے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ اگر کچا بچہ گر جائے تب بھی بیوہ اور مطلقہ کی عدت گزر جائے گی۔ اور بعد ولادت نفاست کے دن مانے جائیں گے۔ جس سے نمازیں معاف اور روزے قضا ہوں گے۔ یہ مسئلہ وَمَا تَغِیْضُ وَمَا تَزْدَادُ کو ایک درجے میں بیان فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں بتایا گیا کہ کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان جیسے معجزوں کا مطالبہ کیا جو پہلے انبیاء کرام کو ملے تھے مثلاً ناقہ اونٹنی اور عصاء موسوی وغیرہ ان سابقہ انبیاء کرام سے معجزہ کا مطالبہ ہوا انہوں نے تو پورا کر دیا تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں مطالبہ پورا نہ فرمایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم کے پاس سوائے قرآن مجید کے کوئی معجزہ نہ تھا۔ نہ کافروں نے کوئی معجزہ دیکھا تھا ورنہ وہ یہ مطالبہ نہ کرتے۔ (معتزلی اور نیچری)۔

جواب ۔ تفسیر کبیر نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ مطالبہ معجزات آقائے دو عالم صلی اللہ کے دیکھنے سے پہلے کا ہے۔ یعنی اسلام کے ابتدائی دور کا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار نے مکہ میں اور مدینہ میں ذات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ہزار معجزے دیکھے اور صحابہ نے سات ہزار معجزے دیکھے۔ مثلاً چاند چرنا۔ سورج لوٹنا۔ بادل برسنا۔ انگلیوں سے چشمے جاری ہونا۔ کنکریوں کا کلمہ پڑھنا۔ کھجوروں کا بغیر گٹھلی اگ جانا۔ جانوروں کی فریادیں کرنا۔ مگر وہ کہتے تھے کہ وہی معجزہ دکھاؤ جو پہلے انبیاء کرام نے دکھائے تب ایمان لائیں گے یہ تھے بیہودہ مطالبے اس لیے یہ پورا نہ کیا گیا دونوں جواب درست ہیں کیونکہ کافروں نے کئی دفعہ کئی طرح کے مطالبے کئے تھے۔

دوسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا اللہ یعلم۔ لفظ اللہ کے تقدم سے حصر کا فائدہ ہوا اور ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کسی بھی انسان کو کوئی علم نہ ہو۔ حالانکہ بہت سے اولیاء اللہ کی سوانحات میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی نسلوں میں کسی بچے کے ولی اللہ ہونے کی پیشگی خوشخبری دی بلکہ بعض ماؤں کے پیٹ میں آ کر بتا دیا کہ یہ ولی اللہ ہے۔ لڑکا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خبر نجومی کاہنوں نے دی تھی۔ تو پھر اس حصر کا کیا معنیٰ؟

جواب ۔ اس کا ایک جواب ہم نے تفسیر عالمانہ میں دیدیا ہے کہ اللہ کی عطا سے اس کے خاص بندوں کو علم غیب

ل جاتا ہے۔ دوسرا جواب فوائد میں دیا گیا کہ لوح محفوظ پر نظر اہل اللہ کی پہنچ گئی ہے وہاں سے ان کی خبر پہ ہوتی ہیں نہ کہ عورت کے پیٹ میں دیکھ کر۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں یعلم سے علم کا ذکر ہے جو ذاتی جاننے پر دلالت کرتا ہے جس کا نام حقیقی علم ہے مگر اولیاء اللہ کا علم خبر سے ہے جو بہر حال عطائی ہوتا ہے۔ اور انبیاء کرام کا علم مشاہداتی۔ اس لیے حقیقی علم نہ انبیاء کرام کو ہے نہ اولیاء اللہ کو۔ نیز کاہنوں کا علم چوتھی قسم کا ہے یعنی تخمینی علم۔ جو اندازے سے ہوتا ہے یا اسباب سے کبھی غلط کبھی درست۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم چار قسم کا ہے۔

ملا علم حقیقی جیسے بند لفافے کی تحریر کا علم لکھنے والے کو یہ مثال ہے رب تعالیٰ کے علم کی بلا تشبیہ۔ ملا علم مشاہدہ جیسے خط پڑھنے والے کی معلومات۔ یہ مثال ہے علم انبیاء کی۔ ملا علم خبر جیسے لفافے کو فقط دیکھنا۔ یہ مثال ہے علم اولیاء اللہ کی۔ ملا علم تخمینی۔ جیسے حالات کو دیکھ کر اندازہ کرنا کہ خط میں غالباً یہ لکھا ہو۔ عید کے موقعہ پر خطوط اکثر خوشی کے مانے جاتے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد اب فرق واضح ہے کہ اللہ یعلم اپنی جگہ درست ہے اور علم اولیاء و انبیاء اپنی جگہ۔

تیسرا اعتراض ۔ عالم الغیب والشہادہ سے ثابت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہی حاضر و غائب کو جانتا ہے تو اہلسنت نبی ولی کو غیب کا علم کیوں مانتے ہیں۔ (وہابی)

جواب ۔ یہاں الغیب اور الشہادہ پر الف لام استغراقی ہے جو کلیت پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن نبی ولی علیہم السلام کا علم غیب اور شہادہ جزئی ہے۔ منفی نہیں۔ نیز غیب کے منکر تو ہیں مگر شہادہ کے منکر تو کوئی نہیں حالانکہ آپ کے اس **اعتراض** سے دونوں کا انکار لازم آتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ جسم انسانی میں نفس امارہ وہ کافر سرکش ہے جو دن رات ظاہر و باطن میں ہزار ہا آیت قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے مگر بے یقینی کی بیماری میں مبتلا ہے۔ صرف بھٹکانے گمراہی پر چلانے کے لیے نئی آیات کا مطالبہ کرتا ہے۔ قلب و ضمیر کا کام صرف سمجھانا ڈرانا ہے۔ اے بندو نفس امارہ کی ہمیشہ ہی سخت مخالفت کرو جس طرح وہ ہر اچھائی کا الٹا مطلب نکالتا ہے تم کو بھی اس کے ہر مطالبے کے خلاف قدم اٹھانا چاہیئے کیونکہ ہر قوم کا ہادی اللہ تعالیٰ ہے اس کی توفیق کے طلب گار رہو۔ نفس و شیطان کی مخالفت میں رب تعالیٰ کا قرب ہے یا اے حبیب کریم تم نے ہی اقوام عالم کو اس خفیہ پوشیدہ نفس امارہ جیسے اصلی دشمن سے ڈرایا سمجھایا۔ اور تم ہی ہر قوم کو قرب خاص کا پیغام۔ وصل کی ہدایت دینے والے ہو۔ یہ میدان معرفت سے دور رہنے والی مؤنث قوم عقل و خرد سے خالی ارادوں کے رحموں میں جو سرکشیاں بدبختیاں اٹھائے پھرتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے۔ اور ان جزو نوں کے اندر چڑھاؤ باطنی تدبیروں۔ چھپی ہو مکاریوں کو بھی وہ رب تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے۔ اور جو ذلت آتی پوشیدگیوں کو جانے بھلا اس سے ان کا ظاہر کیسے چھپا رہ سکتا ہے۔ ہر نیکی بدی۔ اچھائی۔ برائی۔ شقاوت۔ سعادت۔ ترقی

سزا ل. ظلم. انصاف. ڈھیل اور پکڑ. معافی اور عذاب کی اس جبار و قہار کے پاس ایک مقدار زمانی و مکانی ہے. ایک ذرہ ایک لمحہ اس سے کوئی نہیں ہٹ سکتا وہ اللہ جلّ جلالہٗ نارِ ظلمت کے غائبوں کو اور نورِ ابدی کے ظاہروں کو جاننے والا ہے. دنیا کی حرص و ہوس میں چھپنے والوں کو بھی جانتا ہے. اور دین کے انوار میں روشن چراغوں کو بھی. بدبختی کی خاک نشینوں کو بھی جاننے والا ہے اور جمالِ یار کے شیدوں کو. وہ اللہ قہر کا کبیر ہے اور محبت و رحم کا متعال ہے دشمنوں کے لیے کبیر ہے دوستوں کیلئے متعال ہے. قانون میں کبیر ہے اور شانِ قدرت میں متعال ہے. وہ اللہ کبیر یعنی سب سے ہمیشہ سے ہمیشہ تک بڑا ہے اور متعال یعنی ہر چیز پر اراد ے ہر طاقت ہر قوت پر غالب ہے. فالحمدُ للہ علیٰ ذالک.

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ

برابر ہیں ہیں سے تم جو چپکے سے کہے بات اور جو چیخے

برابر ہیں جو تم میں بات آہستہ کہے اور جو آواز

بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ

بات میں اور جو چھپنے والا ہے میں رات اور ظاہر نکلنے والا ہے

سے اور جو رات میں چھپا ہے اور جو دن میں راہ چلتا ہے

بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

میں دن روشن. لیے انسان کے ہیں فرشتے سے سامنے اس کے

آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے

وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

اور سے پیچھے اس کے حفاظت کرتے ہیں وہ فرشتے اس کی سے حکم اللہ کے

اور پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں.

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا

بیشک اللہ نہیں تبدیلی فرماتا اس نعمت کو جو پاس ہے کسی قوم کے یہاں تک کہ تبدیل کریں اُس حالت کو

بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی

مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا

جو اُن کی ذاتوں کی ہے اور جب ارادہ کیا اللہ نے قوم سے کسی بُرائی کا

حالت نہ بدل دیں اور جب اللہ کسی قوم سے برائی چاہے

فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن

تو نہیں ہے کوئی پھیر دینے والا اس کو اور نہیں اُن کا سے مقابل اُس

تو وہ پھر نہیں سکتی اور اُس کے سوا اُن کا کوئی

وَالٍ ﴿١١﴾ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَ

کے سے والی وہی وہ ہے جو دکھاتا ہے تم کو بجلی ڈر اور

حمایتی نہیں وہی ہے تمہیں بجلی دکھاتا ہے ڈر کو اور

طَمَعًا وَيُنشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿١٢﴾

امید کے لیے اور پیدا کرتا ہے بھاری بادل۔

اُمید کو اور بھاری بدلیاں اٹھاتا ہے۔

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ حاضر غائب کو یکساں جانتا ہے۔ لہٰذا ان آیات میں فرمایا گیا کہ بارگاہ خداوندی میں زور سے بدلنے والا اور آہستہ بولنے والا اسی طرح راتوں کو چھپنے والا اور دن کو

سر عام پھرنے والا سب برابر ہیں۔ **دوسرا تعلق** - پہلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اب یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کے فرشتے بھی ہر چیز کو جانتے ہیں اور وہ بھی بندوں کے حالاتِ ظاہری و باطنی سے خبردار ہیں۔ **تیسرا تعلق** - پہلی آیتوں میں فرمایا گیا تھا ہمارے نبی جہنم کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ یہاں فرمایا گیا کہ جو شخص وعظ و نصیحت سے نہ ڈرے تو دنیوی ظاہری طریقوں سے بھی ڈرایا جاتا ہے۔

تفسیر نحوی

سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ۔ سَوَآءٌ مصدر ہے بروزن فَعَال بمعنی اِسْتِوَاءٌ (باب افتعال) سَوِیَ لفیف مقرون اجوف واوی ناقص یائی سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے برابر ہونا۔ برابر کرنا۔ لازم بھی ہوتا ہے متعدی بھی یہاں لازم ہے یعنی برابر ہونا جب سین پر زبر ہوگا تو آخر میں الف ممدودہ ہوگا اور بمعنی برابری ہوگا۔ لیکن جب سین پر زیر یا کسرہ ہوگا تو آخر میں الف مقصورہ ہوگا بمعنی علاوہ (استثنائی) یا بمعنی صاف - ہموار۔ سَوَآءٌ ممدودہ چار معنی میں ہے۔

۱ برابری۔ ۲ درمیانہ یا درمیان۔ ۳ پورا یا درست۔ ۴ سید ھا ترکیبی اعتبار سے یہاں سَوَآءٌ ممدودہ مصدر اسم مستوی کے معنی میں ہے اس لیے مِنْ جارہ تبعیضیہ اس کے متعلق ہے سَوَآءٌ بحالتِ رفع ہے خبر مقدم مبتدا کی کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع عام مخلوق ہے یا صرف کفار مخاطب ہیں۔ مَنْ موصولہ اپنے اجزا سے مل کر مبتدا ہے اَسَرَّ فعل ماضی باب افعال سے ہے سِرٌّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے۔ بمعنی چھپانا آہستہ بولنا۔ راز بنانا۔ یہاں سب معنی مناسب ہیں اسرار میں اگر متعدی بیک مفعول ہے۔ اَلْقَوْلَ الف لام جنسی قَوْلٌ مصدر مادہ اجوف واوی بحالتِ نصب مفعول بہ ہے اَسَرَّ کا وَمَنْ واؤ عاطفہ پہلے مَنْ پر عطف ہے مَنْ موصولہ جَهَرَ فعل ماضی جَهْرٌ سے بنا ہے بمعنی چیخ کر بولنا بِهٖ جارہ ہٖ ضمیر کا مرجع قول ہے وَ عاطفہ مَنْ موصولہ هُوَ ضمیر مرفوع منفصل بنتا ہے۔ مُسْتَخْفٍ اسم فاعل ہے باب استفعال کا خَفِیٌّ سے بنا بمعنی آہستہ ہونا چھپنا۔ چھپانا اصل تھا مُسْتَخْفِیٌ بوجہ ثقل یٰ گر گئی رفع کسرے سے بدل گیا یٰ کے نشان کے لیے۔ بِالَّيۡلِ جار و مجرور متعلق ہے مُسْتَخْفٍ کا اور یہ جملہ اسمیہ خبر ہے مبتدا کی وَ عاطفہ سَارِبٌ اسم فاعل باب ضَرَبَ سے ہے سَرْبٌ سے بنا بمعنی آوارہ گرد۔ بہت چلنے والا۔ گلیوں میں پھرنے والا۔ یہاں یہ سب معنی درست ہیں اس کی جمع تیاسی سارِبُوْنَ ہے اور جمع مکسر سُرُبٌ جیسے راکِبٌ کی جمع رُکُبٌ بھی آتی ہے اسی سے ہے سُرُوْبٌ بمعنی اپنے خیالات میں بے سوچے چلتا جانے والا بِ جارہ۔ بیا نہر یا بمعنی فی ظرفیہ لیلیہ اسی طرح بِالَّيۡلِ کی بِ ہے الف لام دونوں میں جنسی ہے نَهَارٌ اسم جامد واحد مذکر ہے اس کی جمع مکسر اَنْهُرٌ یا نُهُرٌ ہے لغوی معنی سفیدی مائل رنگ۔ بے حجاب چیز۔ منقول عرفی میں صبح سے شام تک دن رات کا مقابل بحالتِ جر متعلق ہے سَارِبٌ کے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ
لام حرف جر نفع کا ہے متعلق مقدم ہے ہ ضمیر واحد مذکر کا مرجع سابقہ مَنْ موصولہ ہے اور اس سے مراد انسان ہے لہٰذا
ہ ضمیر سے مراد انسان ہیں ایک قول میں لام ملکیت کا اور ہ ضمیر کا مرجع اللہ یعلم میں اللہ ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کی
ملکیت میں فرشتے بھی ہیں مُعَقِّبٰتٌ یہ چار قرأتیں ہیں ۔ ۱ باب تفعیل کا اسم فاعل صیغہ جمع مؤنث اس کا واحد
مُعَقِّبَةٌ بروزن مُفَعِّلَةٌ عقب سے بنا ہے بمعنیٰ بالکل ساتھ ساتھ پیچھے رہنے والا ۔ حفاظت کے لیے یا جاسوسی کے
لیے یا نگرانی کے لیے یا مصاحبت کے لیے (گرنی گلاں) یا چوکیداری کے لیے (باڈی گارڈ) یہاں بمعنیٰ حفاظت و محاسبہ
مراد ہے ۔ بعض نے کہا یہ تانیث کا صیغہ مؤنث کے لیے نہیں کیونکہ یہاں ملائکہ مراد ہیں اور فرشتے مؤنث نہیں بلکہ
مذکر معنوی ہیں ۔ بلکہ یہ تانیث مبالغے کے لیے ہے ۔ بعض نے کہا اس کا فاعل ملائکہ نہیں بلکہ جماعات ہے وہ مؤنث
ہے لہٰذا تانیث اپنے معنیٰ میں ہے ۔ مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ آگے یحفظون اس کی تائید کر رہا ہے جو مذکر ہے
بحالت رفع مبتدا ہے ۔ مبتدا نہیں بلکہ ابتدا کی وجہ سے رفع ہے اور یہ یَحْفَظُوْنَهٗ سے علیحدہ ہے ۔ پہلی صورت میں یَحْفَظُوْنَ
اس کی خبر ہے ۔ ۲ باب افتعال کا اسم فاعل ہے جمع مؤنث دراصل تھا مُعْتَقِبَاتٌ ت کو قاف بنایا اور قاف کا ادغام ہو کر مُعَقِّبَاتٌ
ہو گیا ۔ جس طرح کہ مُعْتَذِرُوْنَ کو مُعَذِّرُوْنَ کیا جاتا ہے ۔ مگر یہ غلط ہے اور قیاس بھی درست نہیں کیونکہ ت کو
ق سے نہیں بدلا جا سکتا تبدیلی ہم مخرج حرف یا قریب المخرج سے ہو سکتی ہے جیسے ت دال ۔ ز ۔ ذ وغیرہ ۔ اس لیے
مُعْتَذِرُوْنَ میں تو ادغام جائز ہے یہاں نہیں (معانی) ۳ باب مفاعلہ کا اسم فاعل مُعَاقِبَاتٌ ہے ۔ ۴ یہ جمع
منتہی الجموع معاقیب ہے معنیٰ اور ترکیب میں کوئی اختلاف نہیں ۔ مِنْ جارہ زائدہ بَیْنِ اسم ظرف مکانی مجرور معرب ہے
کیونکہ مضاف ہے اسم متمکن ہے یہ بَانَ یَبِیْنُ کا مصدر بھی ہوتا ہے بمعنیٰ ظاہر ہونا ۔ لازم ہو کر یا جدا کرنا ۔ متعدی ہو کر ۔
جب یہ بَیْن ظرف کے بعد جمع تثنیہ ہو تو بَیْن کی تکرار نہیں ہوتی وحدت میں تکرار ہوتی ہے یَدَیْهِ ۔ تثنیہ ہے یَد کا
نون بوجہ اضافت گر گئی بَیْنَ یَدَیْ کی لفظی ترجمہ دو ہاتھوں کے درمیان مراد ہے سامنے ۔ ہ کا مرجع مَنْ سابقہ و عاطفہ
مِنْ زائدہ خَلْفِ اسم ظرف ہے اس کا مصدر بھی یہی کے ہم وزن خَلْفٌ ہے ۔ خَلْفٌ ظرف ہمیشہ مضاف ہوتا ہے
اسم متمکن ہے ۔ اسی مصدر سے خَلَفٌ بمعنیٰ صحیح جانشین اولاد اور ناخلف نالائق اولاد ۔ اسی سے ہے خلیفہ یعنی غیر
موجودگی میں نائب یا غائب نظروں سے پوشیدہ ذات کا ظاہر ظہور نائب ۔ اللہ کا خلیفہ ہونے کا یہی معنیٰ ہے
اسی سے خِلْفَةً بمعنیٰ لگاتار کسی کے پیچھے چلنا یا آنا ۔ ہ کا مرجع بھی مَنْ ہے خَلْف بمعنیٰ پیچھے ۔ یہ سب جار مجرور
عطف معطوف یا متعلق ہیں معقبات کے یا معقبات کی پوشیدہ صفت محیطاتٌ اسم فاعل کے یا متعلق مقدم ہے
یحفظون کے (معانی) اگر نگرانی سے مراد جسم و جان کی نگرانی ہے تو دونوں جگہ مِنْ زائدہ ہے اور اگر اعمال کی نگرانی مراد
ہے تو دونوں جگہ مِنْ ابتداء غایت کے لیے ہے اور محفوظ عنہ یعنی جنات و حشرات پوشیدہ ہے یَحْفَظُوْنَ فعل

مضارع جمع مذکر اس کا فاعل ملائکہ ہیں حِفْظٌ سے مشتق ہے بمعنی حفاظت کرنا بچانا۔ متعدی بیک مفعول ہے باب سمع سے ہے ہٗ ضمیر واحد غائب منصوب متصل کا مرجع مَنْ ہے۔ مِنْ جارہ بمعنی بِ جارہ ہے بِہٖ امر بمعنی الحکم یا اجازت۔ اللہ۔ نام پاک ہے ذات جلّ مجدہٗ کا بحالت جر مضاف الیہ ہے متعلق ہے یَحْفَظُوْنَ کا۔ اِنَّ حرف تحقیق یہ نیا علیحدہ جملہ ہے لفظ اللہ اس کا اسم ہے۔ لَایُغَیِّرُ فعل مضارع منفی بمعنی حال باب تفعیل سے ہے بمعنی تبدیل کرنا متعدی بیک مفعول ہے غَیْرٌ سے مشتق ہے بمعنی بدلنا۔ یہ اسماءِ استثنا سے بھی ہوتا ہے بمعنی سوا۔ اسی سے بنا ہے بمعنی تبدیلی چاہنا یعنی حیا کرنا۔ حیادار ہر اس چیز کو بدلنا چاہتا ہے جو حیا کے خلاف ہو۔ لَایُغَیِّرُ کا فاعل لفظ اللہ کی ضمیر ہے مَا موصولہ بحالت نصب مفعول بہ ہے مراد ہے اللہ کی نعمتیں بِ جارہ بمعنی علیٰ۔ قَوم مجرور متعلق ہے ثابتٌ یا موجودٌ یا وارداً پوشیدہ جملہ کا۔ حَتّٰی حرف عطف ہے بمعنی ثُمَّ عاطفہ۔ مگر دونوں میں تین طرح فرق ہے

۱ ثُمَّ میں تراخی۔ مہلت (دیر) زیادہ ہوتی ہے حتیٰ عاطفہ میں کم۔ ۲ ثُمَّ میں معطوف اپنے معطوف علیہ کا جز ہونا شرط نہیں یہاں شرط ہے ۳ ثُمَّ میں مہلت (تراخی) خارجی ہوتی ہے حتیٰ میں ذہنی۔ حتیٰ عاطفہ ہر ظاہر لفظ پر آجاتا ہے خواہ اسم جامد ہو یا مشتق خواہ کوئی فعل ہو۔ ہاں جب مضارع پر داخل ہوگا معروف یا مجہول مثبت یا منفی تو اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوگا جو مضارع کو نصب دے گا۔ حتیٰ جارہ صرف اسم ظاہر پر آتا ہے اور اس کو جر دیتا ہے فعل پر حتیٰ جارہ نہیں آتا ہے۔ اور ضمیر پر دونوں نہیں آتے۔ حتیٰ عاطفہ کے مابعد کو ماقبل معطوف علیہ متبوع کا اعراب (زبر۔ زیر۔ پیش) ہوتا ہے حتیٰ جارہ بمعنی جب تک یا تک۔ حتیٰ عاطفہ بمعنی یہاں تک۔ تاکہ۔ مگر حتیٰ جارہ انتہاءِ غایت کے لیے اور غایت معنیا میں اکثر داخل ہوتی ہے حتیٰ عاطفہ تراخی کے لیے اور مابعد ماقبل کی جز ہوتا ہے۔ یُغَیِّرُوْا فعل مضارع جمع غائب تَغْیِیْرٌ سے ہے بمعنی بدلنا متعدی ہے مَا موصولہ منصوب مفعول بہ ہے یُغَیِّرُوْا کا مراد ہے اعمال یا عادت یا عقیدے۔ بِ جارہ بمعنی فی ظرفیہ اَنْفُس جمع ہے نفس کی اسم جامد ہے بمعنی دل یا ذات ھِمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل کا مرجع یُغَیِّرُوْا کا فاعل اور اس کا مرجع قوم جو لفظاً معنیً جمع ہوتی ہے۔ دوسرا جملہ اِذَا ظرفیہ شرطیہ اَرَادَ فعل ماضی باب افعال سے ہے متعدی رَیْدٌ سے بنا اس کا مصدر اِرَادَۃٌ۔ اِرَادَۃٌ بمعنی کسی کام کا قلبی فیصلہ کرنا۔ یا ذہنی یا خفیہ فیصلہ۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں لفظ اللہ اس کا فاعل ہے بِ جارہ بمعنی مَعَ قوم مجرور متعلق ہے سُوْءٌ اسم متمکن جامد ہے۔ ہر اس چیز کو سُوْءٌ کہتے ہیں جو کسی کو غم یا تکلیف میں ڈال دے خواہ دنیوی یا دینی یا اُخروی۔ اس کا استعمال پانچ طرح ہوتا ہے بمعنی۔ برائی۔ گناہ۔ مصیبت۔ عذاب۔ تکلیف۔ یہاں بمعنی مصیبت ہے۔ یہ سب جملہ شرط ہے۔ فَ جزائیہ اگلی عبارت اس کی جزا ہے۔ لَا نفی جنس مَرَدَّ مصدر میمی ہے رَدٌّ سے بنا ہے بمعنی پھیر دینا۔ اسم منصوب ہے یا اسم فاعل رَادٌّ کے معنی میں ہے یا اپنے ہی مصدری معنی میں اسم ہے لَا جنسی کا لَہٗ لام جارہ ہٗ

ضمیر کا مرجع قوم ہے کیونکہ لفظاً واحد ہے جار و مجرور متعلق ہے ثابتٌ پوشیدہ کے بعض نے کہا یہ مرتفعٌ کے متعلق ہے تب لاَ رَانفی لغو ہوگا۔ دوسرا جملہ مَا نافیہ لَھُمْ جار و مجرور متعلق اول ہے موجودٌ پوشیدہ کے مِنْ جارہ بیانیہ دون کے بمعنی ہیں یہاں بمعنی مقابل مضاف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر مجرور متصل اس کا مضاف الیہ مرجع ذاتِ باری تعالیٰ مِنْ حرف جر زائدہ ہے بطور امالہ (کسرے کا فتح دینا) آیا ہے۔ وَالٍ اسم فاعل واحد مذکر باب ضَرَبَ سے ہے وَلِیٌ لفیف مفروق سے مشتق ہے بمعنی مدد کرنا دراصل تھا وَالِیٌ ی پر ضمہ ثقیل لہٰذا ی گر گئی اور ضمہ کی تنوین بطورِ نشان ی کسرہ سے بدل گئی وَالٍ ہوا۔ تنوین تنکیری ہے بمعنی کوئی مدد کرنے والا۔ مبتدا مؤخر ہے (تفسیر جمل) اور مَالَھُمْ اس کی خبر مقدم۔ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۚ هُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے مرجع اللہ تعالیٰ الَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر پورا جملہ صلہ موصول خبر ہے یُرِیْ فعل مضارع معلوم واحد مذکر غائب فاعل ضمیر ھُوَ کا مرجع اَلَّذِیْ باب افعال اِرَاءَۃٌ مصدر رَأیٌ مادہ بمعنی دکھانا۔ متعدی۔ رَأیٌ بمعنی دیکھنا لازم ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع عام انسان ہیں یعنی قوم غائب کی جگہ حاضر لایا گیا مفعول بہ اول اَلْبَرْقَ الف لام عہدی بَرْقٌ اسم جامد ہے اس کی جمع بُرُوْقٌ ہے بمعنی تیز رفتار آسمانی تیز چمک۔ یعنی بجلی مراد آسمانی بجلی ہے۔ زر کے ڈر سے بَرَقٌ بمعنی آنکھوں کا چندھیانا کسی روشنی سے یہاں بحالت نصب ہے مفعول بہ دوم ہے خَوْفًا مصدر ہے بمعنی ڈرنا یعنی گھبرانا بزدل ہونا۔ خوف کے معنی ہیں۔ ۱ بزدل ہونا۔ ۲ لرزنا۔ ۳ گھبرانا۔ ۴ پریشان ہونا۔ ۵ فکر مند ہونا یعنی دوسرے کی خرابی کا ڈر۔ تمام انبیاء کرام اور بعض اولیاء اللہ کو آخری خوف ہو سکتا ہے۔ پہلے معنی میں انبیاء و اولیاء تکوینی خوف سے پاک ہیں۔ وَطَمَعًا اسم جامد ہے اس سے مشتق بھی بنتے ہیں بحالت زبر یہ دونوں خَوْفًا اور طَمَعًا حال ہیں کُمْ ضمیر مفعول بہ کا۔ ایک قول میں یہ دو مفعول لہٗ ہیں مگر یہ غلط ہے کیونکہ پھر ایک فاعل ماننا پڑے گا حالانکہ یہاں علت و معلول کے فاعل جدا ہیں (صاوی) وَطَمَعًا عطف ہے یُرِیْكُمْ پر۔ یُنْشِئُ فعل مضارع باب افعال نَشْئٌ سے بنا ہے بمعنی بڑھانا پیدا کرنا اٹھانا۔ ظاہر کرنا۔ اسی سے نشوونما۔ اور اِنْشَاءٌ ہے یہاں ہر معنی مناسب ہے متعدی۔ اَلسَّحَابَ الف لام جنسی یہ اسم جنس مراد جمع ہے بمعنی گھبرا اندھیرا کر دینے والا بادل خواہ برسنے والا ہو یا نہ ہو۔ بعض نے کہا یہ جمع الجمع ہے (منتہی الجموع) سُحُبٌ مشتق ہے بروزن دَوَابٌ۔ اور پہلی جمع سُحُبٌ ہے واحد سَحَابَۃٌ ہے اَلسَّحَابُ اسم جنسی واحد، جمع، مذکر مؤنث سب کے لیے مستعمل ہے۔ سَحْبٌ سے بنا ہے بمعنی کھینچنا یہاں بمعنی مسحوب ہے یعنی ہواؤں کا کھینچا ہوا موصوف ہے مابعد اَلثِّقَالَ کا۔ الف لام عہدی ثِقَالٌ جمع ہے اس کا واحد ثَقِلٌ ہے یا ثَقِیْلٌ۔ ثِقْلٌ سے بنا ہے بمعنی بوجھل ہونا۔ مراد ہے پانی سے بوجھل صفت ہے۔ دونوں موصوف و صفت ہے کیونکہ مفعول بہ ہے یُنْشِئُ کا ثقل کی جمع اَثْقَال بھی ہے۔ مگر وہ اور معنی میں ہے۔

تفسیر عالمانہ

سَوَاۤءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّیْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ. وہ اللہ جو کل ہی تم کو جانتا ہے اور تمہارے موجودہ و آئندہ تمام حالات کام کردار سے بخوبی واقف ہے اُس کا علم اس سے بھی کہیں زیادہ وسیع ہے اُس کے لیے برابر ہے کہ تم میں کوئی بھی کہیں بھی غاروں صحراؤں۔ دور و نزدیک عرش و فرش بیابانوں جنگلوں میں شور و سکون میں کوئی بہت ہی آہستہ بات کہے یا کوئی زور سے چیخ کر بولے جس بولی لغت زبان میں بھی بولے سب کو جانتا سمجھتا ہے اور اسی طرح جو شخص اندھیری گھٹا ٹوپ رات میں چھپنے والا۔ اور چھپ کر کوئی عمل کرنے والا اور ظاہر ظہور کھلے بندوں چمکتے دن روشن وقت میں میدانِ چٹیل میں نکلنے والا یا کوئی کام اچھا یا برا کرنے والا اُس ذات علیم و خبیر کے لیے برابر ہیں۔ اُس کے لیے کہیں کوئی آڑ نہیں۔ اُسی کے علم ذاتی ازلی ابدی کی ایک یہ بھی نشانی اور دلیل کمالی ہے کہ اُس نے اپنے ہر بندے کے لیے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ وہی انسان جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے عالمِ ظاہر میں ہزار ہا نشانات قدرت اور آیات قدرت کی نعمتیں پیدا فرمائی ہیں اور وہی انسان جس کے نطفے سے لے کر ولادت تک اور بچپن سے بڑھاپے اور موت تک بیشمار حالات اور تبدیلیاں آتی ہیں اسی انسان کے لیے مومن ہو یا کافر متقی ہو یا فاسق بہت سے فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں اُس کے پیچھے۔ اُن کی تعداد پانچ یا بیس ہے (صاوی) یا چار ہے (ابن کثیر) یا بیس ہے (روح البیان) یا ساٹھ ہے (نور العرفان) یا تین سو ساٹھ ہے (روح المعانی) ساٹھ والا قول زیادہ درست ہے کیونکہ حدیث پاک سے یہی تعداد ثابت ہے۔ سب آسمان سے آتے ہیں کچھ فجر کی نماز کے وقت آتے ہیں کچھ عصر کی نماز کے وقت دونوں جماعتیں فجر و عصر میں جمع ہوتی ہیں پھر پہلی چلی جاتی ہے۔ ہر شخص کے پاس اُس کی صبح فجر و عصر کے وقت آتے ہیں مومنوں اور ملکوں کے اعتبار سے خواہ گھر میں نماز پڑھے یا مسجد میں رب تعالیٰ نمازیوں کے فرشتوں سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کیسا پایا تو وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم جب بھی گئے اُن کو نماز میں ہی پایا۔ یہ ملائکہ اُس بندے کی حفاظت کرتے ہیں یا اللہ کے امر یعنی عذاب اور ناراضگی سے اس طرح کہ بندے کے لیے استغفار اور بخشش مانگتے رہتے ہیں اور اپنی عبادات کا ثواب بندے کو بخشتے رہتے ہیں بعد موت تا قیامت قبر پر بھی مجاور بن جاتے ہیں۔ یہ خصوصیت صرف مسلمانوں کی ہے۔ یا اللہ کے امر یعنی اُس کی اجازت سے انسان کی تمام موذیوں دشمنوں سے حفاظت کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ چیونٹی سے لے کر جنات تک سب انسان کے قوی اور سخت ہلاک کرنے والے دشمن ہیں انسان کسی کا مقابلہ نہیں کر سکتا یہ رب تعالیٰ ہی کا کرم ہے جو اپنے ملائکہ کے ذریعے بندے کی حفاظت فرماتا اور اُس کو بچاتا رہتا ہے مگر ایک

اُن کے لیے فرشتے ہٹ جائیں تو جنات اسی وقت انسان کو مار ڈالیں فرشتوں کی طاقت کے سامنے سب مخلوق بے بس ہے۔ ایک فرشتہ بھی حفاظت کے لیے کافی ہے یہ کثرت فقط عزت اور بندے کی اشرفیت کی وجہ سے ہے۔ سوائے انبیاءِ کرام کے باقی سب انسانوں کی حفاظت فرشتے کرتے ہیں۔ انبیاء کرام کی حفاظت رب تعالیٰ خود فرماتا ہے بجز کافر کے سب مخلوق انبیا کی غلامی کی باندھی ہے۔ انبیاء کی قوت ملائکہ سے بھی زیادہ ہے۔ احادیث غیبیہ سے ثابت ہے کہ دو فرشتے تو ہمہ وقت بندے کے ساتھ ہیں۔ ۱ کراماً۔ ۲ کاتبین پہلا شہور ملائکہ ہے دوسرا اُس کا ماتحت ہے پہلا نیکیاں لکھنے والا سیدھی (دائیں) طرف اور دوسرا الٹی (بائیں) طرف نیکی تو ایک دم دس گنا لکھ دی جاتی ہے بلکہ ایک نیکی تو کرنے سے بھی پہلے فقط ارادے سے ہی لکھ دی جاتی ہے باقی انعام کرنے کے بعد۔ لیکن گناہ ایک کا ایک ہی اور کرنے کے بھی کافی بعد کہ شاید توبہ کر لے۔ گناہ لکھنے والا فرشتہ اپنے سردار سے تین دفعہ لکھنے کی اجازت مانگتا ہے تب لکھتا ہے۔ اگر اس دوران بندہ توبہ کر لے تو پھر نہیں لکھا جاتا۔ باقی حفاظت کے فرشتے صبح شام بدلتے رہتے ہیں۔ یہی معنیٰ ہے مُعَقِّبَاتٌ کا۔ یہ نعمتیں حفاظتیں رب تعالیٰ کی طرف سے بندے پر عظیم انعام اکرام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کسی نعمت کسی عزت اور کسی شان کو بندے سے چھینتا ہے نہ بدلتا ہے۔ ہاں اگر وہ اپنی بدنصیبی۔ بداعمالی۔ ناشکری۔ بیوقوفی سے خود ہی نعمت کی قدر نہ کریں اور قابلیت کھو دیں یا پیدا ہی نہ ہونے دیں۔ خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار ہی نہ لائیں تو نعمتیں نہیں ملتیں یا چھن جاتی ہیں۔ یہ تو انتہائی کرم فضل اور رحم ہے جو بلا معاوضہ بلا استحقاق اس نے اننے انعامات کے دریا بہا دیئے ہیں بالکل مفت میں ورنہ رب جلیل کی شان بے نیازی یہ ہے کہ کسی بدقسمت قوم کی برائی کا ارادہ فرمایا تو پھر کوئی مقابلے پر آ کر نہ وہ برائی ٹال سکے نہ اُس کے ارادے کو بدلنے کی ہمت پا سکے۔ اور اُسی اللہ جبار و قہار کے مقابل کوئی بھی کسی کی مددگاری کا دم نہیں بھر سکتا۔ اُس کے حضور سب تھرا رہے ہیں۔ یہ تو اُس کے دوستوں کی عزت ہے کہ گڑگڑا کر بہت کچھ منوا لیتے ہیں اور ناکارہ کو بھی مقبول بنا لیتے ہیں۔ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ وہی قادر و قیوم اللہ اُس کی سزا بھی ہے اور عطا بھی ایک ہی چیز کو جس کے لیے چاہے عطا بنا دے جس کے لیے چاہے سزا بنا دے۔ اسی بات کو سمجھانے کے لیے وہی دکھاتا ہے اے غافلو۔ ناشکرو۔ اور منکرو تم کو آسمانی بجلی۔ جو ایک شعلے کی لہر ہے۔ جب گرتی ہے تو پتھروں کو برباد زندوں کو ہلاک کرتی ہوئی پھر اوپر چڑھ جاتی ہے لیکن اگر نہ چڑھے تو کسی لوہے جیسی سخت دھات سی رہ جاتی ہے لیکن وہ پگھلتی نہیں نہ اُس سے کوئی چیز بنائی جا سکے۔ اُس کی حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ خود خوف ہی خوف ہے۔ مسافر مقیم گھر والے کھیت والے باغ و ثمر والے سب کو اس سے ڈر ہے۔ اور جس بادل میں، چمکتی دھڑکتی اور کڑکتی ہے اُس کے برسنے سے گرمی والوں کو ٹھنڈک اور کھیت والوں کو باغات اور

پھل پھول کی لالچ و امید ہے آسانی۔ بجلی سے چار نقصان اور چار فائدے ہیں۔
۱ بینائی کا زوال۔ ۲ دماغ پر برا اثر۔ ۳ کانوں کی سماعت اور پردوں پر برا اثر۔ ۴ ہلاکت اور بربادی
بڑی مضبوط دیواروں کو آن واحد میں پھاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ فائدے یہ ہیں۔ ۱ زمین کا ریشہ خشک کرتی ہے
۲ کھیتوں کی بہت بہت بیماریاں اس کی چمک سے ختم ہو جاتی ہیں۔ ۳ انسانی خون صاف ہوتا ہے
۴ اس کو بابکاری شعاعوں سے زہریلے جانوروں کا زہر ختم ہو جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔ کیا عجیب کرم
نوازیاں ہیں کہ ذرا سے غور و فکر سے ہر چیز میں بھی کروڑں نعمتیں ملتی ہیں۔ اور سب انسانوں کے لیے ان کی وجہ
سے دیگر مخلوق کے لیے اور بادل دنیا کے بہتے ہیں۔ پانی سے بھرے ہوئے ایسے کہ ایک چھونے سے بادل
کے ٹکڑے میں کئی ٹن پانی موجود۔ بادل کی حقیقت بھی رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہمارے فلاسفر نے
اور موجودہ سائنسدانوں نے بہت نظریات قائم کئے ہیں مگر کوئی یقینی درست نہیں۔ ایک قول ہے کہ بادل ایک
لطیف جسم ہے اس میں پانی آسمان کی طرف سے آتا ہے۔ ایک قول ہے کہ بادل ایک دھواں ہے یا بھاپ ہے
جو زمین کی طرف سے سورج کی گرمی اور سمندر کے پانی سے بنتا ہے۔ اوپر جاکر ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ علماء محققین کا
قول ہے کہ بادل ایک علیحدہ مخلوق ہے اس میں پانی قدرت الٰہی کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔

فائدے ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ بادل بھی عجائبات اور آیات الٰہیہ میں سے ہے اس کی حقیقت کو بھی کسی کی عقل
نہیں سمجھ سکتی۔ تمام نظریات فیل ہیں اگر یہ زمین کے بخارات اور سورج کی تپش سے ہوتا تو زمین و سورج تو ایک
ہی ہے پھر بادل کیوں مختلف کبھی تیز کبھی ہلکی کبھی سالوں بند کبھی روزانہ۔ کہیں بارہ مہینہ لگاتار کبھی موٹے قطرے
کبھی باریک۔ کہیں گرج چمک کہیں خاموشی سے برس جانا پھر یہ گرج کڑک اتنے نرم بادل میں کہاں سے آگئی
سائنس دان کہتا ہے بادل آپس میں ٹکراتے ہیں تو کڑک چمک پیدا ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ٹکرانے والی چیز ہی کوئی نہیں
ٹکرانا کس سے میں آٹھ ماہ گلاسگو میں رہا بارش تقریباً روزانہ مگر ایک دفعہ بھی گرج چمک نہ ہوئی۔ میں نے کوہ مری کی
اونچی چوٹیوں پر سیاہ بادلوں میں گھس کر دیکھا لیکن نہ کپڑے بھیگے نہ تر تھے۔ وہی بادل کچھ دور جاکر موسلا دھار برس
گیا۔ وہ ڈھیروں پانی کہاں چھپا تھا بس شان قدرت ہی ہے جو عقل انسانی سے وراء ہے۔

دوسرا فائدہ ۔ عذاب میں کفر بڑا ہے لیکن نقصان میں گناہ بڑا جرم ہے۔ دیکھو کافر کو رب کی نعمتیں دنیا میں
ملتی ہیں۔ مگر فرمایا گیا کہ جب انسان گناہوں وغیرہ سے اپنی عادت و حالت بدل دے تو نعمتیں چھن جاتی ہیں۔

تیسرا فائدہ ۔ کافروں کا کوئی والی مددگار نہیں ہے لیکن اللہ کے بندوں کا والی دنیا و آخرت میں ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند مسائل فقہ مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ ذکر بالجہر کرنا جائز ہے مگر اس نیت سے نہیں کہ ہم رب کو سنا رہے ہیں بلکہ غافلوں اور غافل دل کو جگانے کے لیے یہ مسئلہ سَوَاءٌ مِّنْكُمْ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ۔** ہر مسلمان پر سنت لازم ہے کہ آتے جاتے ملاقاتیوں کو جمع کے صیغے سے السلام علیکم کہے تاکہ بندے کے ساتھ ساتھ ملائکہ کو بھی سلام ہو جائے۔ واحد کی ضمیر سے السلام علیک کہنا جائز ہے سنت کے خلاف ہے۔ یہ مسئلہ يَحْفَظُونَهٗ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ محافظین فرشتے ہر وقت بندوں کے ساتھ ہی ہوتے ہیں یہاں تک کہ سوتے جاگتے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے فرمایا گیا مَنْ اَسَرَّ اور وَمَنْ جَهَرَ یہاں دونوں جملے برابر ہیں لیکن آگے فرمایا گیا مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ اور وَسَارِبٌ (الخ) یہاں دو دفعہ مَنْ کیوں نہیں لایا گیا۔

جواب۔ مفسرین نے اس کے دو جواب فرمائے ہیں ایک یہ کہ سَارِبٌ کا عطف مَنْ پر ہے نہ کہ مُسْتَخْفٍ پر۔ اس لیے یہاں دوسرے مَنْ کی ضرورت نہ تھی دوم یہ کہ مَنْ هُوَ (الخ) میں مَنْ اسم موصول تثنیہ کے لیے ہے اور معنی ہے وہ دونوں۔ لہٰذا دوسرے مَنْ کی ضرورت نہ تھی۔ فقیر اقتدار بدایوانی اس کی وضاحت کرتے ہوئے تیسرا جواب اس طرح عرض کرتا ہے کہ مَنْ اَسَرَّ اور مَنْ جَهَرَ میں تفریق قول تو ہے مگر تفریق وقت نہیں ہے اس لیے چونکہ ایک وقت نہیں ہے اور چونکہ کبھی ایک وقت میں بھی دو شخصوں سے یہ دونوں کام سرزد ہو سکتے ہیں اس لیے دو دفعہ مَنْ آیا۔ لیکن مَنْ هُوَ۔ یہ زمانی طور پر جدا ہیں اس لیے یہ ایک شخص کا بھی فعل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ایک دفعہ مَنْ لایا گیا کیونکہ دن رات کا اجتماع محال ہے۔ **دوسرا اعتراض۔** فرشتے تو مذکر ہیں ان کے لیے معقبات مونث جمع کیوں آیا۔

جواب۔ اس کا جواب تفسیر عالمانہ میں دے دیا گیا ہے کہ یہ ۃ تانیث کی نہیں جیسا کہ خود لفظ ملائکۃ میں بلکہ یہ ۃ مبالغے کی ہے۔ یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ فرشتے نہ مونث حقیقی ہیں نہ مذکر حقیقی بلکہ یہ صرف نوری مخلوق ہے ہاں لفظاً مذکر بولا، لکھا، اور پڑھا جاتا ہے۔ **تیسرا اعتراض۔** یہاں فرمایا گیا لَا يُغَيِّرُ (الخ) اسی طرح سورۃ انفال آیت ۵۳ میں بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شر اور گناہ اور تغیر حال کا خالق خود بندہ ہے۔ کسی کی بری حالت اللہ کی طرف سے نہیں۔ (معتزلی) نیز ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے اور بند کرتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے اللہ ہی بندوں کے حال کو بدلتا ہے تبدیل کرتا ہے۔

جواب۔ معترض نے اس آیت کے لفظ حتیٰ پر غور نہیں کیا حرف حتیٰ نے سب جواب دے دیا کہ خالق تغیر [illegible]

گناہ و شر تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر بندے کا کسب اور اپنے کو بدلنا حالات کے بدلائے جانے کا سبب بن جاتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اے خزینہ معرفت کے امانت دارو تم میں سے جو بھی راہ طریقت پر چل کر نہایت خاموشی سے ذکر الٰہی کرے اور جو طریقہ فاروقی اختیار کرتے ہوئے ذکر جہری سے اپنے رب تعالیٰ کو یاد کرے اور جو سیرت عثمانی سے شرم و حجاب کی راتوں کو دنیا و ما فیہا سے روپوش ہو جائے وہ اور جو صراط علی مرتضوی منزل کو جانے کے لیے چمکتے دن میں نکل پڑے۔ بارگاہ قدس میں سب برابر ہیں۔ رب کو سب پیارے ہیں صرف نام اور راستوں طریقوں کا ہی فرق ہے تعمیر و تاثیر سب کا ایک ہے۔ ہاں البتہ ان چار سلسلوں سے ہٹ کر جس نے کوئی نیا راستہ خدا تک پہنچنے کا نکالا وہ گمراہ ہے بھٹکا ہوا ہے کوئی اس کو بچانے والا نہیں۔ جو ان چار وسیلوں کے ذریعے ہم تک پہنچنے کی وادیاں جنگل طے کرے گا ان کے دائیں بائیں آگے پیچھے اللہ کے کرم و رحم دستگیری کے محافظ اللہ کے حکم سے اجازت سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ قلبی محبت مزاج معرفت اور پر خلوص طبیعت والے طالب صادق کا راستہ نہیں موڑا جاتا۔ اس کی کیفیات طلب نہیں بدلی جاتیں۔ ہاں جھوٹے دعویدار جب اپنی سستی کاہلی سے خود ہی اپنی حالت ناسوتی میں تغیر تبدل کر لیتے ہیں اور نفس پرستی میں لگ جاتے ہیں تو ان کی روحانیت و لذت چھین لی جاتی ہے۔ لباس اگرچہ وہی ہے مگر باطن بدل جاتا ہے۔ بجائے ایمانیت کے شیطانیت سما جاتی ہے

وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ۔ تصوف کی نگاہ میں یہ دنیا عدم اور معرفت وجود ہے اے سالکو اپنے عدم کو وجود سے تبدیل کرو ورنہ عدم میں مشکلات ہی مشکلات ہیں اور جب اللہ تعالیٰ عدم کو دائمی فنا کے عذاب اور برائی میں ڈالنے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو اس ازلی فیصلہ ربانی کو ٹال نہیں سکتا جو قدم بھی رب تعالیٰ کے انوار روحانیت کے راہ سے ہٹ جائے وہ عدم سے وجود میں۔ اور فنا سے بقا میں نہیں آسکتی۔ اس کی برائی۔ اچھائی سے بدل نہیں سکتی۔ ایسے بدنصیب لوگوں کا دنیا جہان میں کوئی والی مددگار نہیں۔ اس لیے کہ یہ شقاوت قلبی اور پیروی نفس کی وجہ سے من دونہ بن چکے ہیں۔ فقیر آستانہ، سرمدی اور مسافر بننے والو صحرا نور کی روشنی سدا ایک جیسی نہیں ہو گی بلکہ کبھی خوف کبھی الم۔ کبھی امید کبھی ڈر ہو گا۔ جو ان تمام مصائب و آلام۔ گرج کڑک۔ ظلمات و نور سے گزرتا چلا جائے گا اس کے لیے محبت و رضا کے پانیوں سے بھرے ہوئے شریعت و طریقت کے بادل چلائیں گے۔ ان سب اکرام و انعام کو وہی حاصل کر سکے گا جس نے ذکر کی کھیتی اور فکر کے چمن لگائے ہوں گے جہاں کی تمام کائنات میں

تغیرات کی کثرت ہے کسی کو رب تعالیٰ خود اپنی مرضی سے تبدیل فرماتا ہے کسی کو انسانی عمل سے انسانی عمل دو قسم کا ہے اچھا اور برا تو رب تعالیٰ کی تبدیلی بھی دو قسم کی ہے۔ اور تبدیلی سے صرف شئی ہی نہیں بدلتی بلکہ چیز ذات کام نام جگہ مقام درجہ مرتبہ سب کچھ بدل جاتا ہے۔ نافرمانی سے عزازیل نام بدل کر ابلیس ہوا گناہ سے ہاروت و ماروت کا نام ہوا جب کہ پہلا نام عزا اور عزایا تھا۔ حام بن نوح نے حرم کعبہ میں ممانعت کے باوجود بیوی سے وطی کی تو سیاہ رنگ ہو گیا اسی کی اولاد حبشی ہیں۔ بنی اسرائیل نے مچھلی کا شکار کیا تو بندر بن گئے اور قوم عیسیٰ اونٹ کی چربی کھالی تو خنزیر بن گئے۔ آل قطروس نے کنجوسی کی تو ان کا مال باغات جل کر راکھ میں تبدیل ہو گئے قبطیوں نے حضرت موسیٰ کی بددعا لی تو ملل پتھر بن گیا کھانا پانی خون بن گیا۔ امیہ بن صلت قریش کا بہت بڑا عالم تھا اس نے دعا کی کہ میں آخری نبی بن جاؤں مگر جب نبی کریم مبعوث ہونے تو منکر ہو گیا اس کا سارا علم ختم ہو گیا۔ برصیصا نے دو سو بیس سال بے ریا عبادت کی لیکن آمد مصطفےٰ کا جشن شکرانہ نہ منایا تو ظاہری مرتد ہو کر مرا۔ اسی طرح ہم نے آنکھوں دیکھا کہ بہت سے گستاخ مرتے ہیں تو شکلیں بدل جاتی ہیں جس طرح شکل بدلتی ہے نام بھی بدل جاتا ہے۔ برے کے نام بھی برے پڑ جاتے ہیں اسی طرح نیک لوگوں کو قدرتی سب انسان اچھے ناموں سے یاد کرنے لگتے ہیں۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ

اور تسبیح پڑھتی ہے رعد کی حمد اس کی اور فرشتے بھی سے

اور گرج اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی بولتی ہے اور فرشتے اس کے

خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا

ڈر اس کے اور بھیجتا ہے کڑک تو ڈالتا ہے کو اس

ڈر سے اور کڑک بھیجتا ہے تو اسے ڈالتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ

جس پر چاہے اور وہ کافر جھگڑتے ہیں بارے میں اللہ کے حالانکہ وہ

جس پر چاہے اور وہ اللہ میں جھگڑتے ہوتے ہیں اور اس کی

شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ

سخت پکڑنے والا ہے۔ اس کی دعوت سچی ہے اور

پکڑ سخت اسی کا پکارنا سچا ہے اور

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ

وہ لوگ جو عبادت کرتے ہیں سے مقابل اُس کے کو نہیں جواب پاتے

اُس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ اُن کی کچھ بھی نہیں

لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ

ان سے کچھ بھی مگر مثل پھیلانے والے کے ہاتھوں کو اپنے طرف پانی کے

سنتے مگر اُس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے

لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ

تاکہ پہنچائے وہ منہ میں اُس کے۔ حالانکہ نہیں ہے وہ پہنچنے والا اُس تک اور نہیں ہے

کہ اُس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ

کافروں کی پکار مگر میں گمراہی اور ہی لئے اللہ کے سجدہ کرتا ہے ہر وہ

ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّ

جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں خوشی اور مجبوری سے اور

آسمان و زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور

السجدۃ ۴

وَظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ⑮

سایوں کا اُن کے صبح اور شام بدلنا سجدہ ہے۔

اُن کی پرچھائیں ہر صبح۔

تعلق

اِن آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ یہ کافر باوجود اتنے عیش و آرام کے پھر بھی اللہ کا شکر و تسبیح نہیں کرتے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح تمام ملائکہ کرتے ہیں جن کی تعداد انسانوں سے کہیں زیادہ ہے۔

دوسرا تعلق - پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بادل بجلیوں کو دکھاتا ہے جس میں خوف بھی ہے اور باغ و بہار کی امید بھی۔ اِن آیات میں اُس خوف کے ظہور کا ذکر ہوا کہ ہم چاہیں تو بجلیاں گرا کر تباہ و برباد کر دیں۔

تیسرا تعلق - پچھلی آیات میں ذکر ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ خود بلاوجہ کسی کی نعمت نہیں چھینتا جب تک کہ وہ خود گناہ وغیرہ سرکشیاں کر کے اپنی نعمت کو وہ بدلے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ جب بندے کے گناہوں کی وجہ سے تغیر آ جائے تو پھر نہ اُن کے بت کام آ سکیں نہ اُن کی دعائیں۔

شانِ نزول

آیت آٹھویں سے تیرھویں تک چھ آیتوں کے شانِ نزول میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ کے بہت بڑے سردار کے پاس تبلیغ کے لیے دو صحابہ کو بھیجا اُس نے بہت مذاق اڑایا اور کہا کہ تمہارے نبی کا خدا سونے کا ہے یا پیتل تانبے لوہے کا صحابہ گستاخی سن کر واپس آ گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اُس کے پاس دعوتِ ایمان کے لیے بھیجا مگر اُس کی خباثت اور مذاق بڑھتا رہا تب اُس پر بجلی گری اور مر گیا تب یہ چھ آیتیں نازل ہوئیں دوسری روایت ہے کہ ایک کافر عامر بن طفیل نے اربد بن ربیعہ کافر سے مشورہ کیا کہ نبی کریم کو شہید کرنا ہے میں آپ کو باتوں میں لگاؤں اور تو پیچھے سے تلوار مارنا یہ مشورہ کیا جب اس پر عمل کرنے آئے تو عامر پر بجلی گری اور مر گیا دوسرا بھاگا ایک اور کافر سلولیہ کے گھر میں گھسا مگر فوراً اس کو طاعون کی شکل آئی وہاں سے گھوڑے پر سوار ہو کر ڈر کر بھاگا اور گر کر مر گیا تب یہ چھ آیتیں نازل ہوئیں۔

تفسیر نحوی

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ۔

و ابتدائے کلام کے لیے یُسَبِّحُ فعل مضارع ہے صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل اسم ظاہر ہے باب تفعیل سے ہے سَبْحٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی تیر دوڑنا۔ کسی کی طرف پھکنا شنا کرنا۔ پاکیزگی بیان کرنا۔ اللہ تعالیٰ کو تمام صفاتِ مخلوقہ سے پاک

سمجھنا۔ یہاں یہی معنیٰ مراد ہیں۔ اسی سے ہے سُبْحَان مصدر، بروزنِ فُعلان قُربان۔ اَلرَّعْدُ مصدر مادہ ثلاثی ہے
بطور اسم جامد مستعمل ہے یا عَلَم ذاتی ہے کسی فرشتے کا۔ تب یہ خود فاعل ہے یا بمعنیٰ کڑک اور گڑگڑاہٹ۔ تب یہاں
ذُو اسم ستہ مکبرہ پوشیدہ ہے اور دراصل تھا ذُوالرَّعد۔ پہلی صورت میں اس کا اعراب رفع اصلیہ ہے اور دوسری
صورت میں رفع نیابت ہے بہر دو حال فاعل ہے یُسَبِّحُ کا وَ عاطفہ کا تعلق رَعْدُ سے ہے بِحَمْدِہٖ بِ جارہ ملابست
کے لیے ہے۔ یعنی تسبیح کیا ہے؟ حمدِ باری تعالیٰ۔ یا بَ معیت کی ہے یعنی تسبیح حمد کے ساتھ۔ یا بَ جارہ سببیہ ہے
یعنی تسبیح حمد کی وجہ سے۔ حَمْدٌ مصدر ہے یہاں اسم جامد ہے اسم جنس ہے اس لیے ہر قسم پر شامل ہے بمعنیٰ کسی کی
خوبیاں بیان کرنا۔ تسبیح۔ حمد۔ مدح۔ شکر۔ ثنا۔ کا لغوی اور شرعی بنیادی فرق یہ ہے کہ تسبیح تمام عیوب اور نقائص
سے کسی کی پاکیزگی بیان کرنا۔ حمد شکریے میں اچھائی بیان کرنا۔ مدح تعارفی اچھائی بیان کرنا جس سے ممدوح کو پہچان
لیا جائے۔ ثنا کسی کی شان اور مرتبہ بیان کرنا۔ شرعاً تسبیح اور حمد صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر کرنا۔ مدح و ثنا عام ہے
ہر ایک کی تعریف کے لیے۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر مجرور متصل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اَلْمَلٰٓئِكَةُ جمع مکسر ہے ملاک مکسر
کی ۃ تانیث نہیں ہے۔ عربی میں ۃ کی چھ قسمیں ہیں۔

۱۔ ۃ تانیث مؤنث ظاہر۔ ۲۔ ۃ تانیث مقدرہ۔ ۳۔ ۃ جارہ قسمیہ۔ ۴۔ ۃ مصدریہ۔ ۵۔ ۃ وحدت
۶۔ ۃ مبالغے کی۔ وہی یہاں مراد ہے۔ بحالتِ رفع بوجہ تابع عطفی کے من جارہ بیتیہ ہے۔ خِیْفَۃٌ مصدر مضاف
بحالتِ جر ہے آخر میں ۃ مصدریہ ہے۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر مفعول مضاف الیہ کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ خوف سے بنا ہے
مگر خوفٌ اور خیفۃٌ میں بہت طرح فرق ہے اس کی تعریف یہ ہے ۱۔ کہ خوف عارضی ڈر خیفہ دائمی ڈر۔ ۲۔ خوف
جان کا ڈر۔ اور خیفہ ہیبت کا ڈر۔ خوف ظالم سے اور خیفہ عادل سے ڈرنا۔ خوف دوسرے کے لیے ڈرنا۔
خیفہ اپنے لیے ڈرنا ۲۔ سرِ جملہ (ابتدائیہ) یُرْسِلُ فعل مضارع واحد مذکر غائب رُسُلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بھیجنا۔
باب افعال سے ہے۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ متعدی بیک مفعول ہے۔ اَلصَّوَاعِقَ جمع
مؤنث مکسر قیاسی ہے اس کی واحد ہے صاعِقَۃٌ۔ تمام عربی (گرامر نحو) میں جمع تکسیر دس عدد قانونی یعنی قاعدے
مقررہ سے بنائے جاتے ہیں باقی سنے سنائے غیر قیاسی بیشمار ہیں۔ اُن دس میں ایک یہ ہے۔ الف سے پہلے
فا کلمہ کے بعد واؤ زیادہ کر دیا بروزن خواتم۔ فوائد۔ اگر واو پہلے ہی واحد میں موجود ہو تو الف زیادہ کیا جاتا ہے جیسے
جوھر کی جمع جواہر۔ مذکر کی جمع بھی اسی وزن پر آتی ہے۔ صَعْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ شعلہ آسمانی مراد ہے بادل
کی بجلیاں۔ زمینی آگ کے شعلے کو سُفْعٌ کہا جاتا ہے۔ فَ تعقیبیہ بلا تراخی یُصِیْبُ مضارع واحد مذکر باب افعال
سے ہے متعدی بیک مفعول ہے صَعْقٌ بروزنِ قَوْلٌ یا صیبٌ بروزنِ بیعٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ ڈالنا پہنچانا۔
بِ جارہ برائے مفعولیت ھا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع صواعق جمع غیر عقلی چیز ہے۔ مَنْ موصولہ بحالت نزر مفعول ہے

ہے یُصِیْبُ کا وحدت تنکیری کے لیے ہے یَشَاءُ فعل مضارع معروف صلہ ہے مَنْ کا۔ باب سَمِعَ سے ہے دراصل یَشَایَشْئیُ تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح لہٰذا الف سے بدلا گیا و عالمفہ یا حالیہ ہے ھُمْ ضمیر جمع مرفوع منفصل مبتدا ہے یُجَادِلُوْنَ مضارع معروف باب مُفَاعِلَۃٌ جَدْلٌ سے بنا ہے بمعنی دو ماند لی کرنا۔ کشتی کرنا۔ جھگڑنا۔ یہاں آخری معنی مطلب ہیں۔ پہلے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی سے جَدَالَۃٌ سخت زمین۔ یا سخت جسم یا عادت۔ فِیْ جارہ ظرفیہ اللہ اسم ذات ہے۔ یہاں لفظ امر یا لفظ شان یا صفت پوشیدہ ہے۔ یعنی فی اَمْرِ اللہِ و حالیہ ھُوَ ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل مبتدا ہے شَدِیْدُ بروزن فعیل صفت مشبہ ہے مبالغہ کے لیے باب کَرُمَ سے ہے بعض نے کہا نصر سے اور ایک قول میں ضَرَبَ سے ہے شَدٌّ سے بنا ہے بمعنی سخت۔ مضبوط۔ بخت۔ اٹل فیصلہ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں اس کی جمع شداد یا اشداء ہے جب یہ بمعنی مشدود ہو تو مراد ہے بخیل۔ اَلْمِحَالِ۔ الف لام عہدی مَحْلٌ سے بنا ہے بمعنی۔ پکڑنا۔ ہلاک کرنا۔ جگہ سے ہلنے نہ دینا۔ یہاں تینوں معنی مناسب ہیں۔ محال بروزن فعال مصدر ثلاثی ہے یا اپنے معنی میں ہے یہ ترجمہ اعلٰحضرت کا ہے یا بمعنی ماحل اسم فاعل ہے۔ یہ ہمارا ترجمہ ہے۔ بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے شدید کا۔ ایک قرأت میں مَحَال میم کے زبر سے بمعنی غلبہ قوت۔ لَہٗ۔ لام جارہ ہ ضمیر مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ پوشیدہ کے متعلق سے مل کر خبر مقدم ہے اور اس تقدّم سے حصر کا فائدہ ہوا۔ دَعْوَۃُ مصدر ہے آخر میں ۃ مصدریہ ہے دَعْوٌ سے بنا ہے پکارنا۔ بلانا۔ بحالت رفع اپنے مضاف الیہ حق سے مل کر مبتدا ہے۔ یہ اضافت ملابست ہے یعنی موصوف کی اضافت صفت کی طرف۔ اگر لَہٗ کا لام مفعولیت کا ہے تو دعوت بمعنی دعا اور عبادت ہے اگر بمعنی ملکیت یعنی لیے ہے تو دعوت بمعنی دین اسلام کی طرف بلانا ہے۔ پہلی صورت میں فاعل بندہ دوسری صورت میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ و سر جملہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ پوری عبارت صلہ موصول مل کر مبتدا ہے لہٰذا موصول بحالت رفع ہے۔ یَدْعُوْنَ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب پورا جملہ صلہ ہے ایک شاذ قرأت میں تَدْعُوْنَ ہے دَعْوٌ سے بنا ہے بمعنی پکارنا عبادت کرنا۔ دعا مانگنا۔ یہاں تینوں معنی بن سکتے ہیں مگر عبادت کرنا مناسب مِنْ جارہ ابتداء غایت کے لیے یا بمعنی بِ جارہ دُوْنِ۔ ظرفیت بھی ہے۔ استثنا بھی۔ اسم معرب بھی۔ مبنی بھی۔ علی الترتیب اس کے معنی ہیں۔ ۱۔ قریب فوق کے مقابل برعکس۔ ۲۔ غیر۔ ۳۔ مقابل۔ ۴۔ گھٹیا حقیر اگر یدعون کے معنی ہوں پکارنا تو یہاں کسرے معنی مراد ہیں ہ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ فعل مضارع منفی۔ معروف جمع مذکر باب استفعال جَوْبٌ یا جَیْبٌ سے مشتق ہے بمعنی جواب دینا۔ بات ماننا۔ دعا قبول کرنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر مستتر کا مرجع یدعون کا مفعول بہ ہے یا دون ہے جب کہ الذین سے مراد کفار مشرکین ہوں۔ لام

جارّہ بمعنیٰ مفعولیت ھُم ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے ۔ ب جارّہ زائدہ شیٔ مجرور تنوین تنکیری یعنی کچھ بھی اِلَّا حرفِ استثنا تمثیلی ہے ۔ نحات کے نزدیک اس کی چند ترکیبیں ہیں آسان ترکیب یہ ہے کہ اِلَّا سے پہلے مَاکَانُوْا پوشیدہ مستثنا منہ ہے اسی پوشیدہ نفی کو اِلَّا نے توڑا ۔ اِلَّا کے بعد کَانُوْا اسما فعل مثبت پوشیدہ ہے ۔ ان دونوں کا فاعل ھُمْ ۔ ضمیر مستتر کا مرجع الَّذِیْنَ (مشرکین) ہے ۔ کاف حرف جر تشبیہی متعلق ہے کَانُوْا پوشیدہ کے بَاسِط اسم فاعل مضاف بَسْطٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کھولنا ۔ پھیلانا ۔ زیادہ کرنا ۔ گنجائش کرنا ۔ یہاں مراد پھیلانا ہے باب نَصَرَ سے ہے ۔ کَفَّیْہِ مفعول مضاف الیہ ہے بَاسِطٌ کا تثنیہ ہے کَفٌّ کا بمعنیٰ ہتھیلی نونِ تثنیہ بوجہ اضافت گر گیا ہ ضمیر واحد غائب مجرور متصل کا مرجع بَاسِط ہے اِلٰی جارّہ برائے انتہاءِ غایت اَلْمَاء ۔ الف لام جنسی ماء اسم جامد ہے بحالتِ جر متعلق بَاسِط کے یہ سب عبارت سبب ہے آگی عبارت مسبب ہے دونوں مل کر پھر مجرور ہوں گے کَبَاسِطِ کے کاف کے لِیَبْلُغَ لام کَے تعلیلیہ ہے حرف ناصبہ ہے یَبْلُغَ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت ہے بُلُوْغٌ سے بنا ہے لازم ہے بمعنیٰ پہنچنا ۔ کافی ہونا ۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں ۔ ابواب مزید فیہ متعدی ہوتا ہے اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع مَاءُ ہے فَا ۔ اسم مکبر و بحالتِ زبر الف آیا مفعول فیہ ہے دراصل تھا فَمٌ ۔ فَم بمعنیٰ منہ الف فتحی ہے خیال رہے کہ فعل لازم کا صرف مفعول بہ نہیں ہوتا باقی چار مفعول ہو سکتے ہیں ہ ضمیر مجرور مضاف الیہ ۔ وَحالیہ ماقبل جملہ ذوالحال اور مابعد جملہ حال ہے مَا نافیہ مشبہ بلیس ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل کا مرجع ماء ہے مَا کا اسم ہے ۔ ب جارّہ متعلق ہے لَانِقًا پوشیدہ کا بَالِغ باب نَصَرَ کا اسم فاعل واحد مذکر ہے بُلُوْغٌ مصدر لازم سے بنا ہے بمعنیٰ پہنچنا ہ ضمیر کا مرجع بَاسِط ہے یہ جملہ خبر ہے مانافیہ کی ۔ دوسرا جملہ مَا نافیہ لغو دُعَاءُ جتنا بحالتِ رفع یا فاعل ہے پوشیدہ کَانَ بمعنیٰ صَارَ کا دراصل تھا کَانَ دعاء مصدر ہے بروزنِ فُعَالٌ دعاء سے بنا ہے بمعنیٰ پکارنا ۔ فریاد کرنا ۔ عبادت کرنا ۔ یہاں سب معنیٰ مناسب ہیں الکافرین ۔ الف لام استغراقی ہے ۔ کافرین جمع مذکر سالم اس کا واحد کافر ہے بحالتِ جر مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مستثنیٰ منہ ہے اِلَّا حرفِ استثنا ۔ فی جارّہ ظرفیہ متعلق ہے ثابتًا پوشیدہ کا ضَلَال مصدر ثلاثی ہے بروزنِ فَعَال ۔ ضَلَّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ گمراہ ہونا ۔ بیکار ہونا ۔ انتہائی عاشق ہونا ۔ یہاں مراد بیکار ہونا ہے ۔ وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ دوسرا جملہ لام جارّہ متعلق مقدم ہے اللہ اسم ذاتِ پاک جل مجدہ ہے ۔ یَسْجُدُ فعل مضارع معروف مثبت بمعنیٰ حال سُجُوْدٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ زمین پر گرنا ۔ زمین سے لپٹنا بہت جھکنا ۔ ادھر سے اُدھر ہونا ۔ شرعی معنیٰ سجدۂ عبادت کرنا ۔ کسی کو معبود سمجھ کر جھکنا ۔ یہاں یہی آخری معنیٰ مراد ہیں ۔ مَنْ موصولہ بحالتِ رفع ہے فاعل ہے فی جارّہ ظرفیہ متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا اَلسَّمٰوٰت الف لام استغراقی ہے ۔ جمع مؤنث سالم ہے سَمَاءٌ کی ۔ وَعاطفہ اَلْاَرْض الف لام استغراقی یا جنسی واحد ہے اس کی جمع سالم ارضون ہے مؤنث لفظی ہے طَوْعًا وَّکَرْهًا دونوں اسم جامد ہیں بحالتِ فتح ہے یہ پورا جملہ عاطفہ حال ہے مَنْ موصولہ کا ۔ طَوْعًا بمعنیٰ رضا ۔ خوشی کَرْهًا بمعنیٰ مجبوری وَعاطفہ عطف ہے مَنْ موصولہ پر

ظِلَال جمع مکسر ظِلٌّ کی بروزن رِجَالٌ بمعنی سایہ۔ یہ چھائیں ھُم کا مرجع مَنْ ہے مراد ہے کثرت معنوی متعلقہ ب جارہ متعلق ہے یَسْجُدُ کے۔ اَلْغُدُوُّ۔ الف لام جنسی یا استغراقی اسم جامد ہے مراد ہے طلوع آفتاب سے ضحوۂ کبریٰ تک کا وقت۔ اَلْاٰصَال الف لام جنسی یا استغراقی۔ جمع قلت ہے اَصِیْلٌ کی جیسے یمین کی جمع اَیْمَان ایک قول میں یہ جمع الجمع ہے اس طرح کہ اصیل کی جمع اُصُلٌ اور اُصُل کی جمع آصال بروزن افعال یہ دونوں معطوف علیہ معطوف ظرف ہیں یَسْجُدُ کا۔ دوپہر نصف النہار سے غروب تک کو آصال کہتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ

یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِکَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ۔

اے انسانوں ہم نے یہ اشیاء عالم صرف پیدا ہی نہیں فرمادیں بلکہ ان کو شعور و تہذیب اور تعلیم بھی عطا فرمائی جس سے انہوں اپنے خالق تعالیٰ کو پہچانا۔ بادلوں کا فرشتہ رعد جو بادلوں کو اپنی سخت آواز سے جو اسی کی طرح ہیبت ناک رعد ہے۔ چلاتا ہے۔ جیسے حُدی پڑھ کر اونٹ کو چلایا جاتا ہے۔ یہ فرشتہ نور جلالی سے پیدا کیا گیا ہے (روح البیان) اس کی ہیبت سے بادل چلتے ہیں اور بادل کی ہوائیں اس کا حکم مان کر رخ موڑتی پھرتی ہیں۔ وہ بھی رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کی تسبیح پڑھتا ہے اور اس سے بھی زیادہ بڑے فرشتے اپنے رب کے خوف سے کانپتے تھراتے ہوئے ہر وقت اس کی حمد کے نغمے اور ثنا کی تسبیحیں الاپ رہے ہیں۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رعد بادلوں کو چلانیوالا فرشتہ ہے اس کے چار چہرے ہیں۔ ۱ انسانی۔ ۲ بیل جیسا۔ ۳ شیر جیسا۔ ۴ گدھ جیسا۔ روایت میں ہے کہ کڑک بادل کی آئیں ہیں اور چمک بادل کا ہنسنا ہے روایات میں ہے کہ قیامت کے قریب بجلیاں بہت گرا کریں گی ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اگر میرے بندے نافرمانی نہ کرتے تو رات میں بارشیں ہوا کرتیں دن میں سورج چمکا کرتا۔ نہ کڑک ہوتی نہ چمک نہ بجلی گرتی۔ صاعقہ زمین پر عذاب ہے اور کڑک وعید ہے۔ جب رعد تسبیح پڑھتا ہے تو اس کو سن کر تمام فرشتے پڑھتے ہیں ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ مگر یہ تسبیح رعد سنائی نہیں دیتی۔ اس کی آواز کو بھی رعد کہتے ہیں یا رعود یا رعید۔ ایک قول میں یہ بجلی کا شعلہ اس رعد کی غضب ناک جھڑک کی پھونک ہے۔ محققین کے ایک قول کے مطابق اسی پھونک کی لمبی شعاع کو رب تعالیٰ اپنے ارادے اور حکم سے صاعقہ یعنی۔ عذاب کا کوڑا بنا کر زمین پر بھیجتا ہے پس ڈالتا ہے اس کو جس شخص پر چاہے یا جس چیز پر چاہے۔ برق۔ چمکنے والی بجلی صاعقہ گرنے والی بجلی اور رعد کڑکنے والی آواز مفسرین فرماتے ہیں چار شخصوں پر بجلی نہیں گر سکتی۔ ۱ جو شخص بجلی کڑکنے کے وقت پر یہ ہی دعا پڑھے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِکَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

۲ اللہ تعالیٰ کا ہمہ وقت ذاکر بندہ۔ ۳ عادل بادشاہ۔ ۴ ایمان دار تاجر اور سات چیزوں پر بجلی نہیں گر سکتی۔ ۱ قرآن مجید پر۔ ۲ حدیث پاک کی کتاب پر۔ ۳ کعبہ شریف پر۔ ۴ گنبد خضریٰ پر۔ ۵ گنبد صخریٰ بیت المقدس

پر نہ گرے کسی بھی جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو۔ میرا اپنا مشاہدہ ہے تحصیل چکوال کا ایک گاؤں وہاں میں تقریر کرنے گیا جس گھر میں مجھے ٹھہرایا گیا اُس کے اوپر بالا خانہ اچھا مضبوط لینٹر پڑا ہوا تھا مگر سارا جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا میں نے صاحب مکان سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اس نے کہا آپ باہر تشریف لائیں میں ایک چیز دکھاتا ہوں میں نے باہر جا کر چھت کی طرف دیکھا تو اوپر خوبصورت طریقے سے سیمنٹ کا لکھا تھا یا محمد۔ اُس کے دو طرفہ سیمنٹ کی پھول پتیاں اور دیواریں چھت پھٹی پڑی تھیں مگر اس لفظ پاک کو خراش تک نہ آئی تھی اُس کی زبانی ہے کہ یہاں آج سے ایک ماہ پہلے آسمانی بجلی گری تھی اور اسی جالی پر گری تھی ساری عمارت پر اثر ہوا مگر اس نام پاک پر بجلی کی آنچ بھی نہ آئی۔ یہ ہے ہیبتِ نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ملا کسی بھی جگہ اللہ کا نام لکھا ہو۔ ان کے علاوہ ہر جگہ گرتی ہے کیونکہ یہ عذاب ہے اُن لوگوں پر آتا ہے جو اللہ کو ماننے کے بجائے اُس کے ماننے میں اس کے ماننے والوں سے جھگڑے کرتے مناظرے بحثیں اور رب تعالیٰ کا نام لے لے کر مذاق کرتے ہیں حالانکہ یہ نافرمان باتونی کا فر منکر انسان بجلی کی ایک ہلکی سی جھپٹ کی مار ہے۔ اور مذاق کس احکم الحاکمین کا کرتے ہیں جو شدیدُ المحال سخت پکڑ والا ہے جس کی ہیبت جلال و عظمت سے کائنات کانپے ملائکہ خوف زدہ ہوں اللہ کی دعوت سے مراد نبی پاک کی تبلیغ ہے یا کلمہ طیبہ یا قرآن یا اسلام ہے یا شریعت ہے۔ اور اُس کی دعوت حق اُس کا پکارنا سچا میٹھا پیار بھرا کہ سحر کی بھولی چڑیاں بھی حمد و ثنا کے گیت گائیں۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔

اللہ وحدہ لاشریک کے تو واسطے انعام ہیں احسان و اکرام ہیں لیکن یہ کافر اس کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں یا اُس کے مقابل جن کو پکارتے ہیں مصیبت میں جن کے سامنے سجدے کرتے گڑگڑاتے ہیں وہ بُت۔ جانور۔ لکڑی پتھر تو ان پجاریوں کی ایک بات کا بھی جواب نہیں دے سکتے۔ ان کی ساری فریادیں اور بتوں سے امیدیں۔ پرستش پوجا پاٹ سب اسی طرح بیکار۔ فضول ہے جس طرح کوئی شخص دریا۔ کوئیں یا حوض تالاب کے پاس ہاتھ پھیلا کر بیٹھ جائے پانی کی جانب تاکہ وہ پانی خود اُس کے منہ میں پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی کبھی بھی خود بخود اُس کے منہ میں نہیں پہنچ سکتا اور وہ پیاسا اتنی محنت مشقت اور پانی کو پکارنے کے باوجود پیاسا ہی رہتا ہے۔ کتنی نادانی حماقت ہے ان کفار کی کہ جس طرح پانی تو انسان کے برتنے کی چیز ہے اس کے آگے فریادیں نہ کرو اسی طرح لکڑی پتھر انسانوں کے برتنے کی چیزیں ہیں ان کے ٹکڑوں کو اپنے ہاتھوں سے تراش کر خود اس کی پوجا اور بندگی شروع نہ کر دو۔ اسی لیے تمام کافروں کی دعائیں فریادیں صرف گمراہی میں ہیں۔ یا اس طرح کہ بیکار اور ضائع ہیں یا اس طرح کہ کفار کو خود بھی اپنے بتوں پر یقین نہیں ہے کبھی کدھر بھٹکتے دوڑتے ہیں کبھی کدھر۔ اکثر دیکھا گیا ہے کفار مزارات اولیاء اللہ پر اپنی فریادیں لے کر آتے ہیں اور مشکل کشائی پاتے ہیں۔ یہ اُن کی اپنے بتوں پر بے یقینی ہے بحمدہ تعالیٰ جاہل سے جاہل مسلمان بھی کبھی۔ معصیت میں منادر۔

گردوارہ یا کلیسہ میں نہ گیا مزاراتِ اولیاء اللہ تو قلب و جگر کی مسجدیں اور معرفت کی عبادت گاہیں ہیں۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ آسمانوں اور زمین میں ہر شخص اللہ کے لیے ہی سجدہ کر رہا تھا ہر ذات خوشی سے بھی اور مجبورًا بھی اللہ کے قبضے میں ہے۔ خوشی کا سجدہ شریعت کا ہے اور ناخوشی کا سجدہ طبیعت کا۔ فرشتے جن انسان درخت نباتات جمادات حیوانات خوشی کا سجدہ کرتے ہیں یعنی اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور سر جھکاتے اور طبیعت مجبوری کا سجدہ وہ ہے کہ بقا فنا۔ چھوٹا بڑا۔ بیمار تندرست بدصورت خوبصورت ہونا اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہے اسی طرح موت و حیات کوئی چاہے یا نہ چاہے مگر آکے رہے گی یا عبادت کا سجدہ طوعًا ہے ہے مجبوری کا سجدہ کرھًا۔ جیسے مومن اور منافق کا سجدہ یا زمین پر گر کر سجدہ کرنا طوعًا ہے کسی کی جبرًا فرماں برداری کرنا کرھًا ہے یا زمین والوں کے سجدے طوعًا ہیں کہ ان کو اختیار دیا گیا ہے کریں یا نہ کریں۔ کریں گے ثواب پائیں گے نہ کریں گے عذاب اور آسمان والوں کے سجدے کرھًا ہیں انہوں نے کرنے ہی کرنے ہیں یہ سجدے فرشتوں جنوں اور انسانوں کے ہیں لیکن نباتات جمادات کے سجدے اُن کے سائے ہیں جو گھٹتے ہیں تو ان کا قیام ہوتا ہے بڑھتے ہیں تو ان کا سجدہ ہوتا ہے مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ کے حضور ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ مگر اس کا طریقہ ان کی تسبیح مختلف یہاں تک کہ دروازوں کی چرچراہٹ۔ پتوں کی کھنکھناہٹ پتھروں کی گڑگڑاہٹ پرندوں کی چہچہاہٹ چرندوں کی ہنہناہٹ سب ہی اذکارِ الٰہی ہیں۔ اور جس طرح مسلمان کی تسبیح و ذکر اذکار سے سب کو فائدہ ہے اسی طرح نباتات و جمادات کی حمد و ثنا سے بہت فائدے ہیں۔ اور جس طرح کسی مسلمان کی تسبیح بند کرنا برا ہے اسی طرح دروازوں کی چرچراہٹ وغیرہ کو بند کرنا نقصان دہ ہے۔ جن گھروں کے دروازے چرچراتے ہیں وہاں چوروں کا خطرہ کم ہوتا ہے نیز صبح و شام کے سائے مسافروں کو مفید ہیں۔

فائدے ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ مستی کسل مندی سے یا جان کر بلا وجہ نماز پڑھنی قضا کر کے اسی طرح مارے باندھے کی نماز پڑھنی کرھًا ہے جو منافقین کی نشانی ہے اس پر ثواب کی امید نہیں کی جا سکتی لہٰذا ان حرکتوں سے بچنا اور انتہائی عشق و محبت سے نماز پڑھنا ہی رب تعالیٰ کو پسند ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ بے نمازی اور غافل لوگوں کا سایہ اُن سے افضل ہے کہ سایہ تو رب کی بارگاہ میں نیچے گرا پڑا ہے مگر یہ سجدہ ریز نہیں ہوتے۔

تیسرا فائدہ۔ مسلمان کو ہر دم اللہ تعالیٰ کا خوف چاہیے یہ بہت اعلیٰ نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نیک بندے کو عطا فرمایا ہے یہاں تک کہ انبیاء کرام کو بھی رب کا خوف ہوتا ہے جتنا مرتبہ بندے کا زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی اُس کو خوف زیادہ مگر نوعیتِ خوف مختلف ہے انبیاء کرام کو ہیبتِ الٰہی کا خوف ہے ملائکہ کو جلالِ الٰہی کا۔ آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قربِ کمال کا خوف ہے اولیاء اللہ کو معرفتِ الٰہی کا خوف عام بندوں کو عذاب کا خوف۔ شیطان

اور شیطانوں کو نافرمانی اور سرکشی کی سزا کا خوف۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ کسی پیر فقیر۔ قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے سجدۂ عبادت کیا تو کفر ہوا اور سجدۂ تعظیمی کیا تو گمراہی ہے۔ قیام تعظیمی جائز ہے مگر سجدۂ تعظیمی حرام بعض شیطانی پیر اپنے آپ کو سجدہ کراتے ہیں وہ سب گمراہ ہیں خدا ان سے مسلمانوں کو بچائے۔

دوسرا مسئلہ۔ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ حق ہے آپ کا اسوۂ حسنہ ہی حق تعالیٰ کو پسندیدہ ہے۔ نبی کریم کا بلانا ہی محبوب بارگاہ ہے اور اسی آواز پر رب کی طرف جانا عبادت کرنا مقبول الٰہی ہے۔ موجودہ۔ سکھ۔ عیسائی۔ یہودی۔ مرزائی۔ ہندو۔ مجوسی۔ پارسی بھی اگرچہ رب کی طرف ہی بلاتے ہیں مگر رب کو وہ منظور نہیں۔ اس لیے کہ وہ بلانا یا پکارنا یا رب کی طرف دعوت دینا بغیر رب کی اجازت کے ہے اللہ نے اپنی اجازت سے جس کو بلانے کے لیے بھیجا وہ صرف کائنات میں ہمارے نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ہیں۔ ان ہی کے بارے میں ایک دوسری آیت میں فرمایا گیا۔ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ **تیسرا مسئلہ**۔ سارے قرآن مجید میں کل چودہ سجدے ہیں جن میں سے یہاں دوسرا ہے ان تمام سجدوں کو کرنا واجب ہے۔ بغیر سجدہ کے تلاوت ناقص رہتی ہے اور ثواب نہیں ملتا نہ ہی ایصال ثواب جائز رہتا ہے **چوتھا مسئلہ**۔ امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک سجدۂ شکر مکروہ ہے کیونکہ اس میں نیت وسبب نعمت ہے خلوص للہ نہیں رہا احناف کے نزدیک صرف چار قسم کے سجدے جائز ہیں۔ ۱ نماز کا۔ ۲ سہو کا۔ ۳ تلاوت کا۔ ۴ سنت اور نذر کا امام شافعی کے نزدیک سجدۂ شکر جائز و مستحب ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ کافروں کی دعائیں برباد ہیں حالانکہ کفار بہت سے دعائیں مانگتے ہیں وہ قبول ہو جاتی ہیں۔ کبھی اس کو رام کہہ کر۔ کبھی اوپر والا کہہ کر کوئی آسمانی باپ کہہ کر کبھی رب دکھا بولکر۔ **جواب**۔ مفسرین نے اس کے بہت سے جواب دیئے ہیں سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور ضلال سے مراد بیکار فضول بے فائدہ جس کا کوئی ثواب نہیں اگرچہ وہ رب کی ہی عبادت کریں یعنی بت پرستوں کے علاوہ دوسرے تمام کفار کا بھی یہی حال ہے۔ یہ قول تفسیر کبیر نے لکھا۔ دوم یہ کہ دعا کا معنیٰ دعا مانگنا ہی کیا جائے تو ضلال کا معنیٰ ہے مکمل پوری دعا منظور نہیں ہوتی۔ تھوڑی سی بہت منظور ہے جیسے شیطان ابلیس کی دعا کہ آدھی رد ہوئی آدھی منظور۔ سوم یہ کہ کفار کی دنیوی دعائیں قبول ہیں اخروی برباد چہارم یہ کہ بتوں کے سامنے بتوں سے جو دعا مانگتے ہیں وہ بے فائدہ ہیں کیونکہ بت کچھ نہیں سنتے جانتے۔ پنجم یہ کہ میدان محشر میں یہ کفار ہزارہا التجائیں، فریادیں

دعائیں پکاریں گے وہ سب بیکار ہوں گی اسی طرح جہنم میں دعائیں مانگنے وہ بھی برباد۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ آسمانوں اور زمین کے سب باشندے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ کفار جن کی زمین پر اکثریت ہے وہ سب کو سجدہ نہیں کرتے۔ پھر یہ خبر کیونکر درست ہوئی (آریہ)

جواب۔ اس کا جواب تفسیر عالمانہ میں دے دیا گیا کہ اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ تمام لوگ اس کے قابو میں ہیں اور اس کے سامنے مثل سجدے کے گرے پڑے ہیں۔ فقیر احمد یار خاں نعیمی ایک جواب یہ بھی عرض کرتا ہے کہ آیت میں سب کا ذکر نہیں ہے کہ سب زمین والے اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ بس یہ اکثر ہے کہ سجدہ کرتے ہیں اور مراد مسلمان ہیں۔ نیز بہت سے کافر بھی رب کو سجدہ کرتے ہیں جیسے کہ غیر بت پرست کفار۔ سکھ آریہ وغیرہ اگرچہ نامقبول اور غلط طریقے سے کرتے ہیں۔ تفسیر کبیر نے جواب فرمایا کہ یہاں سجدہ کرنے سے مراد واجب ہونا ہے یعنی زمین و آسمان والوں پر رب کا سجدہ واجب ہے۔ ایک جواب یہ ہے کہ سجدہ سے مراد اعتراف عبودیت ہے خواہ زبانی وہ بت پرست کافر بھی کرتے ہیں خواہ حالت نا سے خواہ قلبی اعتراف۔

تفسیر صوفیانہ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ

عشق الٰہی مثل رعد ہے اور وہ فراق کی گرم آہیں رعد کی کڑک ہے جو درحقیقت آہیں نہیں ذات کبریا محبوب و مقبول حمد کی تسبیحیں ہیں اور قلب عاشق جس کو ہر وقت جلالی اور ناراضگی محبوب کا دھڑکا لگا ہوا ہے لمعات وصل قلب آسمانی کے فرشتے خوف سے سکتے مرجھائے ہوئے آہ سرد تنگ دم ختم تر ہر سانس میں ذکر الٰہی سے محو ہے۔ اور محبوب مطلب بے نیاز جدھر چاہتا ہے جس پر چاہتا ہے جس وقت چاہتا ہے عشق اور فراق کی ہلاک کرنے والی بجلی ڈال دیتا ہے عشاق تو اسی بجلی کی جلن میں مست و مسرور ہیں مگر راہ معرفت سے دور غافل و بدنصیب اللہ کی عطا لقا۔ فراق و وصل کے جھگڑے میں پھنسے پڑے ساری اسی کو آخری منزل سمجھ بیٹھے ہیں عاشق صادق کامل دوز جگر سوز ہو چکا ہے مگر عقل و خرد جھگڑے میں ہیں کہ بقا کس کو خاک کس کو۔ اور یہ نہیں جانتے وہ ذات جلال سخت پکڑنے والی ہے کسی کو وصال میں کسی کو فراق میں۔ لذت عشق والے ہی جانتے ہیں مطلب ازلی کی دعوت عشق صادق سچی اور حقیقی ہے باقی ماسوا اللہ کی محبتیں باطل ہیں۔ اسی کی امیری اسی کی فقیری۔ تصوف درویشی ترک دنیا۔ عبادت ریاضت زہد تقوے حق ہے۔ اور وہ لوگ جو اس کے بلانے والے کو چھوڑ کر اس کے دشمن غیر کو اس کے مقابلے میں پکارتے ہیں اور اللہ کی طرف جانا چاہتے ہیں اس کے بلانے والے کو چھوڑ کر۔ ان کی محنت۔ مشقت۔ تصوف۔ فقیری۔ ترک دنیا۔ زہد و ریاضت بالکل اسی طرح بیکار ہے جس طرح کوئی پیاسا گلاس۔ برتن یا ڈول رسی کے وسیلے کے بغیر کنوئیں کے کنارے ہاتھ پھیلا کر اس

التجا و فریاد میں اس اُمید میں بیٹھ جائے کہ پانی میرے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی کبھی بھی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ قربِ الٰہی کے لیے ولی غوث و قطب اور منظورِ بارگاہ بننے کے لیے دعوتِ الٰہی پیغام احمد مصطفیٰ ہی حق ہے وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔ اور محرومِ ازلی دکھائے ہوئے محبوب کا فرنعمت کا بلانا پکارنا ذکر عبادت مناجات سب گمراہی اور مکاری میں ہے۔ روایت میں ہے کہ ذاتِ الٰہی نور و ظلمت کے ستر ہزار پردوں میں ہے۔ اگر ایک بھی ہٹ جائے تو مخلوق سوزشِ تجلیات سے جل جائے اگر یہ دروازۂ شریعت آستانۂ طریقت سے ہٹتے ہوئے رب کائنات کے حضورِ قرب میں ساجد نہیں ہوتے تو کیا فرق ہے اس ذاتِ بے نیاز کو تو سب آسمان و زمین والے سجدے کر رہے ہیں خوشی سے بھی اور مجبوراً بھی اہلِ کشف کا سجدہ طوعی کا اہلِ نظر کا سجدہ جبر کا۔ اور اہلِ مشاہدہ کا سجدہ خوشی کا ہے اہلِ مراقبہ کا سجدہ مجبوری کا۔ اہلِ یقین کا سجدہ طوعاً ہے اہلِ استدلال کا سجدہ کرھاً ہے۔ روح عقل قلب کا سجدہ طوعاً ہے نفس حاسّ اور قالب کا سجدہ کرھاً ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ روح جو صبح ہے اور نفس اس کا سایہ ہے اور بچپن جوانی بڑھاپا اس سائے کا صبح دوپہر اور شام ہے۔

۱—۱—۱

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ

فرما دیجئے کون ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا ۔ فرماؤ اللہ

تم فرماؤ کون رب ہے آسمانوں اور زمین کا تم ۔ خود ہی فرماؤ اللہ

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا

فرماؤ تو کیا بنا لیا تم نے سے مقابل اُس کے مددگار ایسے جو نہیں

تم فرماؤ تو کیا اُس کے سوا تم نے وہ حمایتی بنا لیے ہیں جو

يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ

مالک ہیں لیے جانوں اپنی کے کچھ نفع اور نہ نقصان فرماؤ

اپنا بھلا برا نہیں کر سکتے ہیں تم فرماؤ

هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ

کیا برابر ہو سکتا ہے اندھا اور آنکھوں والا ۔ یا کیا

کیا برابر ہو جائیں گے اندھا اور انکھیارا یا کیا

تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ

برابر ہو سکتی ہیں اندھیریاں اور نور یا بناوٹ کر لی انہوں نے لیے اللہ کے

برابر ہو جائیں گی اندھیریاں اور اُجالا ۔ کیا اللہ کے لیے ایسے

شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ

شریک کیا پیدا کیا ہے ان بتوں نے مثل اُس کے پیدائش کے پس مشابہت ہوتی ہو پیدائش

شریک ٹھہرائے ہیں جنھوں نے اللہ کی طرح کچھ بنایا تو انہیں اُن کا اور اِس کا بنانا

عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ

پر اُن کافروں کے فرما دیجئے اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی

ایک سا معلوم ہوا تم فرماؤ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ

الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ایک غالب ہے ۔

اکیلا سب پر غالب ہے

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں ملائکہ اور روئے زمین کی تمام اشیاء اور آسمانی کُل مخلوق کی عبادات کا ذکر ہوا کہ وہ سب حمدِ باری تعالیٰ میں مشغول ہوتے ہیں ۔ اب اِن آیات میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی عبادات اور حمدِ ربّ ذوالجلال کا ذکر ہے جو خود ربِ کریم نے اپنے پیارے حبیب کی زبانِ پاک سے ادا کروائی۔

دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیات میں مشرکین کے بتوں کی بے کسی بے بسی کا تذکرہ ہوا اب یہاں مشرکین کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ بہو تو تم ایسے پتھروں کو اپنا معبود سمجھتے ہو جو اپنے بھی نفع نقصان کے مالک نہیں **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ تمام مخلوق تو ربِّ کائنات کو سجدہ کرتی ہے خواہ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ اب یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اے انسانو تم اشرف المخلوق ہو کر کن پتھروں کو پوج رہے ہو تمہیں کس نے دھوکا دیا۔

نزول ۔ یہ پانچ آیتیں ان کفار کے متعلق نازل ہوئیں جو خدا تعالیٰ کے بارے میں بہت ہی بے عقلی کے عقیدے رکھتے تھے۔

تفسیر نحوی

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۔ **قُلْ** فعل امر واحد مذکر حاضر باب نَصَرَ سے ہے قَوْلٌ اجوف واوی سے بنا ہے اِس کا فاعل اَنْتَ ضمیر مستتر کا مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ موصولہ استفہامیہ سوال تقریری اور تحقیقی مقولہ ہے قُلْ کا بحالتِ رفع ہے مبتدا ہے۔ رَبٌّ ۔ باب نَصَرَ کا مصدر ہے بطورِ مبالغہ صفاتی نام ہے۔ بحالتِ رفع خبر ہے مبتدا کی مضاف ہے السَّمٰوٰت الف لام استغراقی جمع مکسر ہے سماءٌ کی وعاطفہ الْاَرْض معطوف ہے بحالتِ کسرہ۔ قُلْ فعل امر یہ جملہ جوابِ الزامی برائے توبیخ ہے اللّٰہ اسم ذات جل مجدہ مقولہ ہے قُلْ کا بحالتِ رفع مبتدا ہے اس کی خبر رَبُّ السَّمٰوٰتِ پوشیدہ ہے اور پوشیدہ ہونے کی وجہ سابق کلام ہے۔ قُلْ فعل امر۔ یہ جملہ بھی سوالیہ ہے اور سوال توبیخی ہے۔ اَ ہمزہ استفہام انکاری ہے یہاں نحویوں کے دو قول ہیں پہلا یہ کہ اَ کے بعد اَفَتَرَكْتُمْ هٰذَا پوشیدہ ہے۔ دوسرا قول یہ کہ ف عاطفہ ہے اور عطف ہے مقدر عبارت عَلِمْتُمْ ۔ پر ہے اِتَّخَذْتُمْ ۔ فعل ماضی مطلق معروف باب افتعال سے ہے متعدی بیک مفعول اَخْذٌ سے بنا ہے مہموز الفا بمعنیٰ بنانا ۔ اختیار کرنا ۔ پسند کرنا ۔ پکڑنا ۔ لینا ۔ تمیز الینا ۔ یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہیں اور بنانے کا مطلب بھی یہی ہے۔ مِنْ جارہ زائدہ دُوْن اسم معرب جامد ہے بمعنیٰ مقابل ہٖ ضمیر واحد مذکر مرجع رَبٌّ ہے اَوْلِيَآء جمع مکسر ہے وَلِیّ کی بمعنیٰ دوست ساتھی ۔ مددگار ۔ یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہیں مصدر مبالغہ ہے بحالتِ فتح ہے مفعول بہٖ ہے ماقبل کا ۔ موصوف ہے مابعد کا ۔ لَا يَمْلِكُوْنَ فعل مضارع منفی اس کا فاعل ھُمْ ضمیر مستتر کا مرجع اَوْلِیَا ہے یہ جملہ فعلیہ صفت ہے اَوْلِيَآء کی مِلْكٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ مالک ہونا ۔ قابض ہونا ۔ اختیار کرنا ۔ یہاں تینوں معنیٰ بن سکتے ہیں متعدی ہے باب ضَرَبَ سے یا حَسِبَ سے ہے لام جارہ نفع کا اَنْفُس جمع مکسر منصرف ہے نَفْسٌ کی بمعنیٰ ذات روح و قالب ھِمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل مضاف الیہ کا مرجع اَوْلِیَاء ہے ۔ نَفْعًا اسم جامد مفعول بہٖ ہے اس لیے بحالت نصب نکرہ ہے

وَ عاطفہ جمع کے لیے لَا حرف عطف زائدہ تاکید نفی کے لیے کیونکہ تنکیر کا عطف میں تکرار لازم و ضروری ہے۔ قُلْ ہَلْ ہمزہ
یہ کلام استعارہ ہے یا تشبیہ ہے ہَلْ سوال انکاری کے لیے حرف استفہام ہے ہمیشہ شروع میں آتا ہے ہر جملہ پر داخل ہوتا ہے
خواہ فعلیہ ہو یا اسمیہ۔ اس میں شدت ہوتی ہے خواہ سوال انکاری ہو یا اقراری۔ بخلاف ہمزہ کے اسی لیے یہ بمعنی قَدْ ہوتا
ہے۔ یَسْتَوِی باب افتعال مضارع ثبت معروف سَوِیٌّ سے بنا ہے لفیف مقرون ہے۔ جب اس کے دو فاعل
ہوں تو معنی ہوتا ہے۔ برابر ہونا۔ لازم ہے یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ بصورتِ دیگر بمعنی ٹھہرنا۔ ارادہ کرنا۔ سنبھلنا
چڑھنا۔ اَلْاَعْمٰی۔ الف لام جنسی ہے بعض نے کہا استغراقی ہے۔ اَعْمٰی صفت مشبہ ہے عَمًی سے بنا ہے جب
رنگ یا عیب کا بیان ہو تو یہ اسم تفضیل کے وزن پر آتا ہے جیسے اَسْوَدُ اَحْمَرُ اسم فاعل اور صفت مشبہ دونوں میں
حالت پر دلالت ہوتی ہے مگر صفت میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا۔ وَ عطف کی اَلْبَصِیْرُ۔ الف لام جنسی۔ بَصِیْرٌ۔ بَصَرٌ
سے بنا ہے صفت مشبہ ہے۔ چونکہ یہ ثلاثی ہے اور عیب یا رنگ کی دلالت نہیں اس لیے بروزن کریم آیا۔ اَمْ
عاطفہ حرف ہے ہوتا ہے دو چیزوں پر آتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

ملہ اَمْ متصلہ۔ اس کے فوراً بعد حرف استفہام ہونا شرط ہے خواہ ہمزہ یا ہَلْ۔ بلا فصل۔ اس لیے یہاں اَمْ متصلہ ہے
ملہ اَمْ منقطعہ اس میں یہ شرط نہیں بَلْ حرف سوال۔ تَسْتَوِی۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث۔ یہاں تین قرأتیں
ہیں۔ ملہ دونوں جگہ تَسْتَوِی۔ ملہ دونوں جگہ یَسْتَوِی۔ ملہ پہلا یَسْتَوِی دوسرا تَسْتَوِی یہی مشہور ہے پہلی شاذ ہے دوسری
غیر مشہور۔ اَلظُّلُمَاتُ۔ الف لام استغراقی جمع مکسر منصرف ہے ظُلْمَۃٌ کی بمعنی اندھیرا۔ وَ عاطفہ ہے الف لام
جنسی نُوْرٌ مصدر اسم جامد ہے بمعنی روشنی اور ایک مخلوق ہے جس کی حقیقت سے اللہ رسول واقف ہیں۔ بحالتِ رفع
پورا کلام معطوفہ فاعل ہے تَسْتَوِی کا۔ اور وہ عطف ہے یَسْتَوِی پر اور یہ سب عبارت مقولہ ہے قُلْ کا اَمْ جَعَلُوْا
لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ
اَمْ منقطعہ بمعنی بَلْ (بلکہ) جَعَلُوْا فعل ماضی مطلق معروف جمع غائب باب فتح سے ہے۔ جَعْلٌ سے مشتق ہے بمعنی بنانا
ایجاد کرنا۔ کرنے لگنا (جَعَلَ لگنا مصدر ناقص ہے) پیدا کرنا۔ ٹھہرالینا (اپنا لینا تجویز کر لینا) یہاں پر آخری معنی مراد ہیں
لام جارہ نسبت یا نفع کا یا مقابلے کا متعلق ہے جَعَلُوْا کا۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر کا مرجع مشرکین مخاطبین ہیں۔ لفظ اللہ
اسم ذاتِ جل مجدہٗ ہے شُرَكَآءَ۔ جمع مکسر منصرف ہے شریک کی شِرْكٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے۔ کسی کے ساتھ
ملکیت یا برادری رشتے داری یا تعاون میں شریک ہونا۔ شریک کبھی بھی پورا اختیار نہیں رکھتا۔ شرک کا شرعی ترجمہ ہے کسی
غیر اللہ کو معبود سمجھنا فقط۔ شُرَكَآءَ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ جَعَلُوْا کا مابعد کا یا ذوالحال ہے یا موصوف خَلَقُوْا فعل
ماضی مطلق باب نصر سے خَلْقٌ سے بنا ہے بمعنی پیدا کرنا ہمیشہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے اپنے ہی معنی میں رہتا
ہے۔ لغوی ترجمہ ہے۔ پیدا کرنا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے۔ اندازہ کرنا۔ بناوٹ کرنا۔ نقل دیکھ کر بنانا۔ یہ کسی دوسرے مصدر

کے معنی میں نہیں آتا۔ ہاں دوسرے مصدر اس کے معنی میں آجاتے ہیں جیسے خَلْقٌ، بَدْءٌ، صُنْعٌ مگر اس وقت ان مصادر کا متعدی بیک مفعول ہونا شرط ہے۔ کاف جارہ متعلق ہے خَلَقُوْا کا خَلْق مصدر بمعنی پیدا کرنا یا بمعنی مخلوق (خلقت)، ہ ضمیر کا مرجع اللہ۔ ف تفسیریہ یا سببیہ۔ عربی میں ف پانچ قسم کی ہوتی ہے۔ ۱۔ جزائیہ ف جزائیہ شرط کے جواب میں جملے پر آتی ہے مگر صرف چار موقعوں پر۔ ۱۔ جب شرط کی جزا جملہ اسمیہ ہو۔ ۲۔ جزا فعل امر ہو۔ ۳۔ جزا فعل نہی ہو۔ ۴۔ جزا جملہ دعا ہو۔ لیکن ان چار میں سے کوئی نہ ہو تو جزا میں ف جزائیہ نہ ہوگی۔ ۲۔ عاطفہ تعقیبیہ ۳۔ تفسیریہ ۴۔ سببیہ۔ ۵۔ زائدہ۔ تَشَابَهَ باب تَفَاعُلٌ کا ماضی مطلق معروف شُبْهٌ سے مشتق ہے بمعنی مشتبہ ہونا۔ (مشکوک ہونا)، مشابہ ہونا۔ برابر ہونا۔ ہم شکل ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں اَلْخَلْقُ میں الف لام استغراقی یا عہدی خلق بمعنی مخلوق یعنی خلقت۔ اسم جامد بحالت رفع ہے تَشَابَهَ کا۔ لِ جارہ بمعنی لام جارہ تعلیلیہ ہم کا مرجع مشرکین متعلق ہے تَشَابَهَ کا یہ جملہ تقریر ہے۔ خَلَقُوْا صفت کی۔ قُلْ فعل امر یہ جملہ قول مقولہ جواب تو یہی ہے۔ اَللّٰهُ اسم ذات ہے بحالت رفع مبتدا ہے خَالِقُ۔ باب نَصَرَ کا اسم فاعل مذکر ہے خَلْق سے بنا ہے۔ بحالت رفع خبر ہے ماقبل مبتدا کی۔ مضاف ہے مابعد کا کُلِّ اسم تاکیدی محکمہ کلیہ کا موجب ہے۔ موصوف ہے شَيْءٍ صفت مؤکدہ کا۔ تابع و متبوع مفعول مضاف الیہ ہے وَهُوَ ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل مبتدا ہے اَلْوَاحِدُ۔ الف لام عہدی واحد اسم فاعل ہے وَحْدٌ سے بنا ہے بمعنی ایک ہونا۔ لازم ہے۔ اَلْقَهَّارُ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِيْ قَهَّارٌ بروزن فعال صفت مشبہ ہے۔ قَهْرٌ سے بنا ہے بمعنی غالب ہونا۔ ذلیل کرنا۔ قابو میں کرنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں یہ دونوں صفت دو خبریں ہیں هُوَ مبتدا کی اور عطف ہے اللہ پر اور یہ سب کلام مقولہ ہے قُلْ کا۔

تفسیر عالمانہ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ۔ اے پیارے نبی جب ان کفار نے سن لیا سمجھ لیا جان لیا کہ آسمان زمین کے باشندے اللہ تعالیٰ ہی کو سجدے کر رہے ہیں اسی کے حضور عاجزی سے گرے پڑے ہیں بغیر اس کی رضا کے کسی کی حاجت پوری نہیں ہو سکتی تو اب ان تمام ہر قسم کے کافروں سے پوچھتے ہوئے فرمایئے کہ کون ذات ہے آسمانوں اور زمین کو پالنے والی پیدا کرنے والی۔ سنبھالنے والی حفاظت کرنے اور بچا کر اب تک رکھنے والی یہ تو نہیں بولیں گے یا اس لیے کہ ان کا عقل و شعور، ضمیر و قلب اسی چیز سے بخوبی واقف ہے کہ حقیقت ساری کائنات کا رب خالق مالک اللہ ہی ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی پیدا کر سکتا ہی نہیں صرف شرمندگی کی بنا پر زبان سے اقرار نہ کریں گے۔ یا اس لیے کہ گمراہی کی انتہاء تاریکیوں کی بنا پر ان کے دماغ ماؤف ہو چکے ہیں یا اس لیے کہ ان کو معلوم ہے کہ اگر ہم نے حقیقت واقعی کا اقرار کرتے ہوئے زبان سے کہہ دیا کہ اللہ ہی سب کا رب ہے تو ہمارا خود ساختہ

مذہب تباہ و برباد اور جھوٹا ہو جائے گا یا اس لیے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سوال کے صحیح جواب کا نتیجہ ہم کافروں کے حق میں کتنا رسوا کن ثابت ہوگا۔ اور صحیح۔ جواب کے علاوہ یہ کچھ کہہ ہی نہیں سکتے کیونکہ ثبوت دینا پڑے گا۔ لہٰذا اے حبیب آپ خود فرما دیجئے کہ اللہ ہی سب کا رب ہے۔ اُس سوال کا جواب اس کے سوا ہو سکتا ہی نہیں نہ کوئی کافر اس کے سوا دم مار سکے تو پوچھئے ان حمقاء سے کہ تمہاری لاجواب خاموشی اللہ کی ربوبیت کے اقرار کو ثابت کر رہی ہے پھر تم نے اُس رب تعالیٰ کے مقابل اپنے مددگار کہاں سے بنا لیے اور پھر مددگار بھی ایسے ناکارہ لکڑی پتھر لوہے کے اپنے ہاتھوں کے تراشے پگھلا کر تپا کر ڈھالے ہوئے بُت مورتیں جو تمہاری امداد تو درکنار اپنے نفع نقصان کے بھی مالک و قابض نہیں نہ نفع حاصل کر سکتے ہیں کہ قد۔ صحت۔ خوبصورتی۔ زیب و زینت لے سکیں نہ نقصان کو دور کر سکیں کوئی توڑ دے تو اس دشمن سے بچ نہیں سکتے بھاگ نہیں سکتے نہ کسی کو نقصان پہنچا سکیں تو اے ان کے پجاریو تم کو نفع کس طرح دے سکتے ہیں ذرا یہ بھی سمجھائیے کہ کیا اندھا بت اور ساری کائنات کے ذرے ذرے کو گہرائی تک ظاہر باطن سے دیکھنے والا رب تعالیٰ معبودیت میں برابر ہو سکتا ہے یا کفر کا اندھا انسان اور ایمان کی روشن آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے۔ یا اسی طرح جہنم کی اندھیریوں کی طرف لے جانے بھٹکانے والا کفر اور قرب الٰہی میں لے جانے والا یا جنت میں پہنچانے والا ایمان نور میں لانے والا اسلام برابر ہو سکتا ہے۔ یا صاف لفظوں میں آنکھوں کا بالکل اندھا آدمی اور بڑی بڑی روشن آنکھوں والا بینا آدمی اور ایسے ہی گھٹا ٹوپ اندھیرا اور چمکتا دمکتا نور۔ اپنی حالت۔ کام افعال چلنے پھرنے دیکھنے مشاہدے میں برابر ہو سکتا ہے یا اندھیرا اور روشنی ایک وقت ایک جگہ ایک درجے کے ہو سکتے ہیں ہر شخص کہے گا کہ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے تو سمجھ لو کہ بتوں کو رب کے مقابل نہ سمجھو اور بت پرست اور خدا پرست برابر نہیں ہو سکتے۔

أَمْ جَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ یا وہ کافر بت ساز و بت پرست یہ سوچے بیٹھے ہیں کہ انہوں نے جو بت اللہ تعالیٰ کے شریک بنا ڈالے اُن بتوں نے بھی کچھ چیزیں پیدا کی ہیں اس اللہ کے پیدا کرنے کی مثل۔ لیکن یہ پتہ نہ ہونے کی بنا پر کہ کونسی چیز بتوں نے پیدا کی اور کونسی اللہ نے اُن بت پرستوں پر مخلوق مشتبہ اور مخلوط ہو گئی اس دلیل سے وہ دونوں خالقوں کی عبادت کرنے لگ پڑے۔ یا یہ تو پتہ ہے کہ بتوں کی پیدا کی ہوئی کونسی چیزیں ہیں اور اللہ کی کونسی مگر چونکہ دونوں کی مخلوق ان کے نزدیک ایک جیسی مشابہ ہے۔ اس لیے وہ دونوں کو معبود سمجھ بیٹھے۔ اے حبیب کریم فرما دیجئے کہ ان کفار کے یہ سب خیالات عقائد نظریات قطعاً باطل ہیں کوئی بُت کسی بھی ذرے کا خالق نہیں۔ نہ اُس کا کوئی ٹھوس ثبوت۔ فقط اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔ روح۔ جسم عرض جوہر۔ سب کچھ اُسی نے پیدا فرمائے ہیں۔ اور وہ احکم الحاکمین واحد و یکتا ہے نہ اُس کا ضد نہ ند۔ نہ شریک

نہ فریق ۔ نہ عدیل نہ وزیر نہ صاحبہ نہ ولید ۔ نہ اولاد نہ اصیل ۔ ساری کائنات پر قہار ایسا کہ اپنی جس مخلوق کے ساتھ جس وقت جو چاہے سلوک اور برتاؤ فرمائے کوئی اس کو روکنے ٹوکنے اور پوچھنے والا نہیں صرف عاجزی ۔ دعاؤں فریادوں ۔ التجاؤں سفارشوں شفاعتوں کی اجازت ہے ۔ اور پھر اُس کا کسی طرح کا کوئی برتاؤ ظلم نہیں عدل ہے ۔ استحقاق نہیں کرم ہے ۔ اُجرت نہیں نعمت ہے اُس کی سزا جزا عقاب عتاب سب ہی حکمت ہے ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ جب سب ہی اُس کے سامنے مغلوب و مقہور ہیں تو شریک کون رہا ۔ یہ بُت تو مخلوق کی قدرت کے برابر بھی قدرت و ہمت نہیں رکھتے تو خالق بننے کی صلاحیت کہاں ہے اور جب خالق ہونا ہی معبودیت کی دلیل ہے تو بجز رب تعالیٰ کے کون معبود ہو سکتا ہے ۔ پس ان دو آیتوں میں دلائل قدرت اس طرح ہوئے کہ آسمان زمین کی مخلوق اللہ کو سجدہ کرتی ہے لہٰذا وہی آسمان زمین اور اُس کے باشندوں کا رب ہے اور جو رب ہے وہی خالق ہے اور جو خالق ہے وہی حقیقی قوت و طاقت والا ہے اور جو طاقت والا ہے وہی نفع دے سکتا ہے نفع چھین سکتا ہے اور جو نفع دے سکے روک سکے وہی نقصان بھی دے سکتا ہے نقصان دور بھی کر سکتا ہے لیکن بت اور تمام دیوی دیوتا اتنے سخت مجبور و بے بس ہیں کہ اپنا نفع نقصان بھی اُن کے قبضہ میں نہیں ۔ اور جو ان آسان اور معمولی باتوں کو نہ سمجھ سکے وہ اندھا ہے اور جو سمجھ لے بتوں سے ہٹ جائے وہ آنکھوں والا ہے ۔ اور اس بات کو ہر شخص سمجھتا ہے کہ اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ جو اندھا ہے وہ ہر وقت ۔ نت گہرے اندھیرے میں ہے اور آنکھوں والا ہر قسم کی روشنی اور نور میں ہے اندھیرا اور نور بھی برابر نہیں ہو سکتا ۔ اندھے کو پتہ نہیں لگتا کہ سیدھا راستہ کون سا ہے ۔ روشنی سے فائدہ لینے والا دیکھتا ہے کہ سیدھا راستہ یہ ہے یہ ہے ۔ جب خالق اللہ تو معبود بھی وہی اور ۔ واحد بھی وہی ۔ قہار بھی وہی ۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ پہلے زمانے میں دو فرقے پیدا ہوئے تھے جو بادشاہوں کی گود میں پلے بڑھے ایک فرقہ معتزلی دوسرا فرقہ جبریہ ۔ معتزلہ کا ایک عقیدہ یہ تھا کہ بندہ اپنے فعل عمل کا خود خالق ہے اور جبریہ کا عقیدہ یہ تھا کہ بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں بلکہ کاسب اور فاعل ہے مگر اُس کا کسب رب کی خلق کے مشابہ اور مثل ہے ۔ رب تعالیٰ نے یہاں فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ کا تردیدی اور استفہام انکاری کا جملہ فرما کر جبریہ فرقہ کا رد کر دیا ۔ جبریہ کا یہ عقیدہ سراسر شرک ہے ۔ اور اس جگہ فرمایا گیا خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ جس سے معتزلہ کا رد ہو گیا ۔ اہل سنت کے نزدیک ان دونوں فرقوں کے تمام عقائد کفریہ ہیں جیسا کہ آج کل کے دیوبندی وہابی فرقے کے بعض گستاخی والے عقیدے کفریہ ہیں جو ان کے بڑوں نے لکھے اور انہوں نے ان کو مانا ۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام چیزوں کا خالق فقط اللہ ہے ۔ بندہ اپنے افعال کا کاسب ہے اور بندے کا کسب اللہ کے خلق کے مشابہ ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ ہزارہا

فرق کے علاوہ یہ فرق بھی ہے بندہ اپنے افعال ضرورت سے محتاج ہو کر کرتا ہے مگر رب تعالیٰ نے اپنی ضروریات کی بنا پر مخلوق کو پیدا نہیں کیا۔ وہ حاجتمندی سے پاک ہے۔ **دوسرا فائدہ** ۔ مومن بہرحال دنیا بھر کے کافروں سے بہتر ہے کافر خواہ کسی قسم کا کسی شان کا کسی ملک اور کسی مرتبے کا ہو۔ جو احمق مسلمان ہر وقت مسلمانوں کو برا کہتا، اوبے وقوف کہتا اور لوگوں کے سامنے مشہور کرتا ہے خاص کر غیر مسلموں کے سامنے اور غیر مسلموں کی تعریف کرتا ہے وہ بدنصیب اسلام کا دشمن ہے۔ اس لیے جن لیڈروں نے اپنی زندگی میں اپنی سائنے قلم اور ہنرمندی کا زور مسلمان علما کی گستاخی اولیاء اللہ صوفیا کی بے ادبی مدارس اسلامیہ خانقاہ مرقائیہ کی توہین اور مسلمان نوجوان کی تذلیل میں لگایا وہ درپردہ اللہ رسول کے دشمن ہیں۔ **تیسرا فائدہ** ۔ اللہ تعالیٰ برے افعال کا خالق ہے کاسب نہیں لہٰذا دیوبندیوں وہابیوں کا یہ کہنا کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے جھوٹ پر قادر ہے سراسر کفریہ بات ہے رب تعالیٰ ہر چیز کے خلق پر قادر ہے نہ کہ کسب پر۔ گناہ کے عمل و کسب پر قادر نہیں۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی شخص کو خالق کہنا جائز نہیں۔ یہ جو بعض جاہل لوگ قائداعظم کو پاکستان کا خالق یا ڈاکٹر اقبال کو شاعری کا خالق کہدیتے ہیں اسی طرح بیہودہ غزلیات کو شاعر کی تخلیقات کہدیا جاتا ہے یہ سب گناہ اور مشرکانہ باتوں کی مشابہ ہے۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ رب ہونا اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے لہٰذا کسی شخص کو رب کہنا کفر ہے۔ شیعہ لوگ حضرت علی کو رب کہتے پھرتے ہیں۔ اور علی رب کے نعرے لگاتے ہیں معاذ اللہ۔ یہ سب کفریات ہیں بعض بیوقوف سنی بھی ان کی دیکھا دیکھی یہ نعرہ بول دیتے ہیں تو ناسمجھی میں بولتا ہے اور اس کا مطلب اور شریعت کا مسئلہ سمجھ کر بولنا کفر ہے۔ بولنے والا فوراً کافر ہو جائے گا اور کافر ہونے کی وجہ سے اس کا نکاح بھی ٹوٹ جائے گا **تیسرا مسئلہ** ۔ جو شخص کسی چیز کا مالک نہ ہو وہ شخص اس چیز کا مالک نہ ہو نہ وہ شخص اس چیز کا کسی کو مالک بھی نہیں کر سکتا نہ قبضہ دے سکتا ہے نہ اجازت دے سکتا ہے نہ استعمال کر سکتا ہے نہ کرا سکتا ہے پتھر لکڑی کے بت اگرچہ انسانی شکل کے ہوں کسی چیز کے مالک نہیں ہو سکتے اسی طرح جانور بھی کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا گائے۔ بندر۔ پیپل۔ املی کا درخت یا ہندوؤں کی مورتیں ان کے نام پر جو جائداد لگا دی جاتی ہے یہ بت وغیرہ اس کے مالک نہیں ہو جاتے۔ یا وہی مالک رہے گا جس نے دی ہے یا حکومت وقت۔ ہاں پنڈت پادری کے نام کی چیز کی ملکیت پنڈت وغیرہ کے لیے ثابت ہوگی۔ یہ مسئلہ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ سے ثابت و مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ یعنی کسی بندے کو اولیا بنانا حاجت روا مشکل کشا کارساز سمجھنا کفار کا طریقہ ہے لہٰذا اہل سنت لوگ ولیوں غوثوں قطبوں کو مان کر اور ان کے پاس جا کر

حاجتیں طلب کرکے تعویذ باندھ کر گمراہ ہوتے ہیں (وہابی)۔

جواب۔ قرآن مجید کی آیات متشابہات کو اگر سمجھداری سے پڑھا جائے تو ثابت ہوجاتا ہے کہ ولی بھی دو قسم کے اور ولیوں کا ماننا بھی دو قسم کا ہے۔ ملہ ولی اللہ۔ ملہ ولی من دون اللہ۔ ولی اللہ کارساز مشکل کشا حاجت روا ہوتا ہے جن کو اولیاء اللہ غوث قطب ابدال اوتاد افراد کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خالص بندے اور دوست ہیں یہ فرشتوں کی طرح انتظامِ عالم کے کام پر مامور کئے گئے ہیں۔ لیکن ولی من دون اللہ۔ رب کے دشمن ہیں۔ جیسے بت وغیرہ۔ اہل سنت اولیاء اللہ سے مانگتے ہیں نہ کہ من دون اللہ سے اولیاء اللہ سے مانگنا جائز ہے من دون اللہ سے مانگنا کفر ہے یہاں من دون اللہ کا ہی ذکر ہے۔ اولیاء اللہ کو ماننا بھی دو طرح کا ہے ملہ ان کو ولی اللہ سمجھ کر ماننا یہ جائز بلکہ لازم اور ایمان ہے ملہ ان کو اللہ سمجھ لینا یا ابن اللہ سمجھنا۔ یہ شرک و کفر ہے۔ دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ ظلمات جمع ارشاد ہوا اور نور واحد۔ یا تو ظلمت بھی واحد ہوتا اور یا پھر انوار بھی جمع ہوتا تاکہ مطابقت درست رہتی۔ جیسے کہ اعمیٰ اور بصیر دونوں واحد ہیں۔ اس اختلاف کی مطابقت کیونکر ہو۔

جواب۔ ظلمات سے مراد کفر ہے اور دنیا میں کفریات بہت قسم کی ہیں۔ اور نور سے مراد اسلام و ایمان ہے جو سارے جہان میں ایک ہی ہے۔ رہا اعمیٰ اور بصیر کا واحد ہونا تو وہاں صفت مراد ہے۔ نہ کہ افراد۔ اور صفت ہمیشہ واحد ہی ہوتی ہے۔ تیسرا اعتراض۔ جب ہر چیز کا خالق اللہ ہے جن میں شر گناہ سب کچھ داخل تو گناہ گار اور شریر کی پکڑ کیوں۔

جواب۔ اس لیے کہ بندہ شر کا اور گناہ کا کاسب ہے۔ اس نے گناہ استعمال کیوں کیا وہ مظہر شر و کفر و گناہ کیوں بنا اس کی مثال یہ بھی ہوسکتی ہے کہ رب تعالیٰ نے زہر پیدا کیا معلوم کیوں۔ زید نے وہ کھا دیا تو زید مجرم۔

چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فرمادو کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِیْدٌ (الانعام) فرمادو کون سی چیز سب سے بڑی گواہ ہے فرمادو اللہ گواہ ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ بھی شی ہے۔ تو کیا اللہ اپنا بھی خالق ہے۔

جواب۔ اللہ کو شی کہنا کفر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت شان والے نام ہیں اس کو انہی سے پکارو۔ دیا آیت دوم جو معترض نے پیش کی ہے۔ اس میں سوال کا جواب موجود نہیں اور سوال یہ ہے کہ کون سی چیز اللہ سے بڑی ہے۔ یہ سوال نہیں کہ اللہ چیز ہے معاذ اللہ۔ اور اگر جملہ قُلِ اللّٰهُ شَهِیْدٌ یہ علیحدہ نئی عبارت ہے سوال کا جواب نہیں ہماری اس تقریر سے سوال سرے سے ختم ہوگیا۔

تفسیر صوفیانہ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ جمالِ ذات کا باطن جلال ہے اور جلالِ ذات کا باطن جمال ہے اس لیے بندہ کسی بھی مقام زہد میں پہنچ جائے وسیلۂ نبوت کے بغیر معرفتِ ذاتِ ازلی جلّ مجدہٗ حاصل نہیں ہو سکتی رضاءِ تعالیٰ کی خیرات آستانۂ انبیاء سے ملتی ہے اور بھکاری دنیا و کائنات کے غوث و قطب ہیں۔ خود حضور عبدالقادر جیلانی جیسی بے مثال ہستی بھی آستانۂ موسوی کے گداؤں میں شامل ہیں قربِ الٰہی کا سب سے اونچا مقام انبیاءِ کرام کو حاصل ہے اس لیے اے پیارے حبیب آپ پوچھیں ان ہدایت کے جھوٹے دعویداروں سے کہ اے صفائی دل کے سبق پڑھانے کے بہانے گمراہی پھیلانے والو۔ کون ہے قلوبِ آسمانی اور نفوسِ زمینی کا پالنے۔ پیدا کرنے حفاظت کرنے والا اور کون ذات ہے اپنے حسن تدبیر سے ان ہی قلبی آسمانوں اور نفسی زمینوں میں انسانیت کاملہ کے چاند سورج ستارے چمکانے والا اور اخلاقِ حمیدہ کے پھول کھلانے والا اور کس کی حکمتِ بالغہ نے عاداتِ رذیلہ نفسانیہ پیدا کر دیں۔ کسی کو مشاہدۂ قلبی کے مقامِ قرب و شواہدِ حق تک پہنچایا اور کسی کو شہواتِ دنیا اور منازلِ لہو میں پھنسایا۔ یہ ازلی بہرے گونگے اور حقیقت سے بے خبر جواب نہیں دے سکتے تو اے نبی آپ خود ہی جواباً فرما دیجئے بس اللہ ہی ہے وہ اس بات کو مانیں گے ان کو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی۔ تو پھر سوالاً فرمائیے تو کیا اے زاہدو عابدو پیرو فقیرو عالموں کا لباس پہن کر شیطان کو خدا تعالیٰ کے مقابل اور نفسِ امارہ کو قلب کے مقابل لاتے ہو حالانکہ یہ شیطان و ابلیس اور نفس اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں تم کو قربِ جمال تک کس طرح پہنچا سکتے ہیں یہ تو دور کائے ہوئے ہیں۔ اے نبی۔ اے شریعتِ الٰہیہ کے درس پڑھانے والے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم طریقتِ الٰہیہ کے بھی سبق سکھائیے اور پوچھ کر کیا غیر اللہ کو مالک متصرف سمجھنے والا اندھا اور اللہ ہی سے سب آسیں لگانے والا حقیقت کی روشن آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے یا خواہشاتِ نفسانی کی اندھیریاں اور زہد و تقوے اور صبر جمیل حفاظتِ قلبی کا نور برابر ہو سکتا ہے۔ نفس اندھا ہے کہ غیر اللہ سے تعلق و محبت پیدا کرنے والا ہے۔ اور دل بصیر ہے کہ عرشِ اللہ ہے۔ اور باطل سے متنفر ہے۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ کائنات میں کون ایسا محبوب اور مطلوب ہے جو اللہ کا محبت و عشق میں شریک ہو یا محبتِ الٰہیہ کے مقابل الفتِ ربانی کا شریک ہو نہ ماں نہ باپ نہ بھائی نہ دوست۔ اس لیے کہ سب مخلوق دوستی محبت لینے والی ہے لیکن رب تعالیٰ دل کی گہرائیوں میں محبت پیدا کرنے والا ہے جس کے لیے جتنے دن جس کے دل میں محبت پیدا کر دی وہ ہو گئی اگر وہ رب تعالیٰ ماں باپ آل اولاد جانور حیوان ملائکہ اور جنات کے دلوں میں محبت نہ ڈالے تو ماں بچے کو کھا جائے۔ اے غافلو دنیا پرستو تم نے ایسے کریم رحیم رب کے مقابل محبت میں غیروں کو شریک کر لیا کیا کوئی اور بھی دل کی گہرائیوں عقل کی پنہائیوں میں محبت و عشق پیدا کرنے والا ہے جس کی پیدائش نے ان ازل کے محروموں پر مشابہت ڈال دی ہو اور وہ محبت جو رب تعالیٰ اور اس کی چیزوں سے کرنی چاہیے تھی غیروں سے کرنے لگے صوفیاءِ کرام کے مشرب میں غیر اللہ کی محبت بھی شرک ظاہری ہے

جو محرومی کے جہنم میں جلانے والا ہے جس طرح وہ ازلی قدیم اپنی ہر صفت میں بے مثل ہے بندے کو اُس کی محبت بھی بے مثل اور پر خلوص ہونی چاہیئے۔ محبت غیر اللہ حرام نہیں مگر مقابلہ حرام ہے اے حبیبِ کریم رؤف و رحیم کائنات عالم کو فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز خیر و شر قُرب و بُعد۔ لذت و الفت۔ دل۔ دماغ۔ عقل و شعور پیدا فرمانے والا ہے اور جس طرح وہ رب سمٰوات اپنی ذات صفات اعمال افعال میں وحدہٗ لاشریک ہے اسی طرح اپنی محبوبیت مطلوبیت کے استحقاق میں بھی وحدہٗ لاشریک اور وہی واحد ہے قرب معرفت میں اسی لیے عارفِ صادق غیرُ اللہ کو طلب نہیں کرتا۔ جمالِ یار کا عاشق ہر چیز کو رخِ محبوب کا آئینہ سمجھتا ہے۔ وہی اللہ جل مجدہٗ قہار و غالب ہے اپنے سوا ہر واحد ہے دوستوں کے لیئے قاہر ہے دشمنوں کے لیے۔ واحد ہے مخلصوں کے لیئے قہار ہے ریاکاروں کے لیے نورِ وحدت کے جام پلانیوالا ہے طالبوں کو قہاری کی محرومی و نامرادی دینے والا ہے عیاروں کو۔ وحدت کی خلوت دینے والا واحد ہے محرم راز کو۔ حجاب کی دوری دینے والا قہار ہے نامحرم کو۔ سب کی محبتیں فانی کیونکہ ابتدا بھی دنیا اور انتہا بھی دُنیا۔ مگر رب تعالیٰ کی محبت باقی کہ عالم ارواح سے ابتدا ہوتی ہے اور شکم مادر۔ دنیا۔ قبر۔ حشر۔ اور ابدالآباد تک بقا ہے۔ مگر اس محبت کا مخزن آستانۂ مصطفیٰ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ

اتارا طرف سے آسمان کے پانی کو تو بہنے لگے ندی نالے

اُس نے آسمان سے پانی اتارا تو نالے اپنے اپنے لائق

بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ط

سے اندازے اپنے بھر اٹھا لیا سیلاب نے جھاگ پھولا ہوا

بہہ نکلے تو پانی کی رو اُس پر بھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی

وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ

اور سے اُس دھات کہ بھڑکاتے ہیں پر جس میں آگ خواہش کرتے ہوئے

اور جس پر آگ دھکاتے ہیں گہنا یا اسباب ۔

حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ

زیور بننے کی یا برتن جھاگ مثل اُس کے ۔ اسی طرح بیان فرماتا ہے

بنانے کو اُس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں اللہ بتاتا ہے کہ

اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ

اللہ حق اور باطل کو ۔ پس لیکن جھاگ تو جاتا رہتا ہے

حق اور باطل کی یہی مثال ہے تو جھاگ کر دور ہو

جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي

پھل جھن کر اور لیکن وہ جو نفع دیتا ہے لوگوں کو تو وہ قائم دائم رہتا ہے بیچ

جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں

الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ ﴿۱۷﴾

زمین ۔ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مثالوں کو

رہتا ہے ۔ اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے ۔

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے ۔
پہلا تعلق ۔ پچھلی آیتوں میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ آسمان اور زمین کا رب ہے یعنی پالنے والا ۔ اب ان آیات میں ربوبیت کا عظیم الشان ثبوت پیش کیا جا رہا ہے کہ آسمان کے خزانے مثل پانی کے زمین کو عطا فرما رہا ہے جس سے زمین کی زندگی اور پرورش ہے ۔ اسی سے زمین کی زینت ہے ۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں باری تعالیٰ عز اسمہ نے اندھے اور انکھیارے اور اندھیرے اور نور کی تمثیل اور برابر نہ ہونے کا ذکر فرمایا تھا ۔ جس سے انسانیت کے ظاہر اور باطن کی طرف لطیف اشارہ تھا ۔ اب یہاں مادہ پرستوں کے لیے پانی اور زمین کے ظاہر و باطن کا ذکر فرما کر حق و باطل کا بھید سمجھایا جا رہا ہے ۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیتوں میں مفید اور غیر مفید چیزوں کا اس طرح بیان ہوا تھا کہ اندھا غیر مفید اور انکھیارا مفید اسی طرح اندھیرا غیر مفید اور نور روشنی مفید ہوتی ہے مگر ہر شخص اس باریکی

کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس لیے ان آیات میں پانی اور جھاگ اور سونا چاندی کی مثال دے کر حق و باطل کا فرق سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ حق باقی اور مفید ہے اور باطل فانی اور غیر مفید ہے۔

تفسیر نحوی

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا وَمِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْیَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ اَنْزَلَ فعل ماضی مطلق معروف باب افعال نزلٌ سے بنا ہے لازم ہے افعال نے متعدی بیک مفعول بنا دیا بمعنی اترنا۔ اتارنا۔ یہاں متعدی کے معنی یعنی اتارنا مراد ہے فاعل ضمیر مستتر کا مرجع اللہ ہے مِن جارہ بمعنی اِلٰی ہے یعنی طرف سے۔ اَلسَّمَآء۔ الف لام عہد ذہنی سماء سے مجازی معنی یعنی بلندی مراد یا حقیقی معنی میں ہی ہے یعنی آسمان جار مجرور متعلق ہے اَنْزَلَ کے مَآءً اسم جامد ہے بمعنی پانی۔ اور ہر بہتی چیز کو بھی ماء یا مائع کہتے ہیں اسی سے ہے مایہ۔ بحالت نصب ہے کہ مفعول بہ ہے فا عطف ہے برائے تعقیب بلا تراخی سَالَتْ فعل ماضی مطلق معروف واحد مؤنث سَالَ مہموز العین سے مشتق ہے باب ضرب سے ہے بمعنی بہنا جاری ہونا جب باب فتح سے ہو تو بمعنی پوچھنا ہوتا ہے اَوْدِیَةٌ بروزن اَفْعِلَةٌ جمع مکسر منصرف ہے وَادِیَةٌ کی یہ جمع شاذ و خلاف قانون ہے کیونکہ فاعلٌ اور فاعلۃٌ کی جمع افعلٌ اور افعلۃٌ نہیں ہوتی یہ خلاف قیاس اس لیے آگئی کہ وادی بمعنی وَدِیٌّ بروزن فعیلٌ صفت مشبہ ہے کیونکہ وادی میں زمانہ نہیں ہوتا۔ صفت مشبہ میں بھی زمانہ نہیں ہوتا لہٰذا یہ اس کے معنی میں ہے وَدْیٌ سے مشتق ہے بمعنی راستہ بنانا۔ اس جنگل کو وادی کہا جاتا ہے جس میں لوگ گھومتے ہوں اور اس نالے۔ ندی۔ نہر۔ دریا۔ اور پہاڑی درے کو وَادِیَۃ کہتے ہیں جس میں سے قدرتی پانی گزرتا ہو۔ یہاں یہ سب مراد ہیں اس لیے جمع ہے بحالت رفع ہے مجازی فاعل ہے منفذ کو نافذ کا نام دیا گیا ہے۔ حقیقۃً تو پانی بہتا ہے نہ کہ وہ جگہ ایک قول میں اَوْدِیَة جمع ہے وَدِیٌّ کی بمعنی بہنے والا پانی۔ مرد کی ودی کو ودی بھی اسی لیے کہا جاتا ہے اس قول میں یہ اصلی معنی میں ہے اور ترجمہ ہوگا۔ بہہ گئے بہنے والے پانی ب جارہ بقدرہا کی متعلق ہے سَالَتْ کے قدرٌ مصدر بمعنی حاصل مصدر جامد ترجمہ ہے۔ ۱۔ اندازہ۔ ۲۔ حصہ۔ ۳۔ طاقت۔ ۴۔ مال داری۔ ۵۔ فراخی۔ ۶۔ عزت۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ ھا ضمیر کا مرجع اَوْدِیَةٌ ہے فَ عاطفہ بمعنی ثُمَّ اِحْتَمَلَ فعل ماضی مطلق باب افتعال سے ہے حَمْلٌ سے بنا ہے بمعنی اٹھانا۔ برداشت کرنا۔ چڑھانا۔ یہاں پہلے معنی ہیں اَلسَّیْلُ۔ الف لام جنسی۔ مصدر ہے اجوف یائی سے باب ضرب میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر اصطلاحاً اسم جامد ہے اسکی جمع مکسر سُیُوْلٌ ہوتی ہے۔ مصدری معنی ہیں بہنا۔ جامدی معنی ہیں۔ بہاؤ۔ یا بہت قدرتی پانی آجانا۔ یعنی سیلاب وہی یہاں مراد ہیں زَبَدًا اسم جامد ہے بمعنی جھاگ اس کی جمع اَزْبَادٌ ہے بحالت نصب مفعول بہ ہے۔ مابعد کا موصوف ہے رَابِیًا۔ اسم فاعل ہے باب ضرب سے یا نصر سے ہے رَبْوٌ سے بنا ہے بمعنی پھولنا۔ یہ صفت تابع ہے اس لیے تبھی نصب ہے

واؤ سرجملہ۔ مِن جارّہ تبعیضیت کا یا بیانیہ۔ یُوْقِدُوْن۔ فعل مضارع باب افعال سے صیغہ جمع مذکر غائب ایک قرأت میں حاضر ہے یعنی تُوْقِدُوْن۔ وَقْدٌ مثال واوی سے مشتق ہے بمعنی شعلوں والی آگ بھڑکانا۔ علیٰ جارّہ بمعنی فوقیت کا یا معیت کا ہ ضمیر کا مرجع مَا موصولہ ہے۔ جملہ متعلق مقدم ہے اور یہ متعلق دوم ہے فِی جارّہ ظرفیہ اَلنَّار الف لام جنسی یا عہدی نار اسم جامد ہے مجرور ہے متعلق سوم ہے اِبْتِغَاءَ مصدر ہے باب افتعال کا بَغْیٌ سے بنا ہے بمعنی محبت سے یا کوشش سے کسی چیز کو چاہنا یا تلاش کرنا۔ یہاں چاہنا مراد ہیں مضاف ہے حِلْیَۃٍ مفعول مضاف الیہ اسم جنسی ہے واحد ہے اس کی جمع مکسر حُلِیٌّ ہے بمعنی زیور۔ زینت۔ اَوْ حرف عطف اَبْجایِ مَتَاعٍ بروزن فَعَالٍ مصدر ثلاثی ہے بمعنی نفع مراد سامان برتن ہیں۔ یہ سب عطف معطوف مضاف الیہ اور مرکب اضافی مفعول لہٗ ہے یُوْقِدُوْنَ کا اسی سے ہے وُقُوْدٌ بمعنی ایندھن۔ یہ جملہ خبر مقدم ہے۔ زَبَدٌ موصوف مِثْلُ تشبیہی اسم ہے مضاف ہے ہ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ کا مرجع زَبَدٌ ہے یہ مرکب اضافی صفت ہے۔ موصوف وصفت بحالت رفع مبتدا مؤخر ہے۔ کاف حرف جر برائے تشبیہ ذٰلِکَ اسم اشارہ بعیدی یعنی اُس طرح جار و مجرور متعلق مقدم ہے مذکورہ پوشیدہ کے اور یہ اسم مفعول جملہ اسمیہ بن کر بتدا ہے۔ اگلا سارا جملہ فعلیہ خبر ہے۔ یَضْرِبُ فعل مضارع ضَرْبٌ سے بنا ہے بمعنی مارنا یہ معنی اصلی ہیں۔ اصطلاحی معنی ۱ بیان کرنا۔ ۲ ڈالنا۔ ۳ زمین پر چلنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں یعنی بیان کرنا متعدی بیک مفعول ہے اللّٰہُ بحالت رفع اس کا فاعل ہے اَلْحَقَّ الف لام عہدی ذہنی بحالت نصب مفعول بہ ہے۔ حَقٌّ اسم جامد ہے مصدر بھی ہوتا ہے بمعنی ۱ درست۔ قائم دائم۔ درست اعتقاد۔ ۲ حقیقت واقعی یہاں پہلے معنی ہیں وَ عاطفہ باطل بحالت نصب معطوف ہے۔ باطل ہر معنیٰ میں حق کے مخالف ہے اس لیے اس کے بھی چار معنی۔

۱ غلط۔ گمراہ۔ ۲ قابل فنا۔ ۳ کفریہ اور برے عقیدے۔ ۴ جھوٹ فریب حقیقت کے خلاف۔ فَاَمَّا الَّذِیْ فَیَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ف زائدہ اَمَّا حرفِ شرطِ تاکیدی۔ اکثر کلام مجمل کی تفصیل کے لیے آتا ہے مگر کبھی استیناف کے لیے ہوتا ہے تفصیلی میں تکرار اَمَّا واجب ہے یہاں تفصیل ہے۔ اَلزَّبَدُ۔ الف لام جنسی۔ بمعنی جھاگ ہے بحالت رفع مبتدا ہے ف معنی جزائیہ ہے یَذْهَبُ مضارع معروف۔ ذَهَبٌ سے بنا ہے بمعنی جانا۔ لے جانا یہاں لازم ہے یعنی جانا جُفَاءً اسم جامد ہے بحالت نصب حال ہے یَذْهَبُ کے فاعل کا بمعنی بکھر کر یا جل کر ختم ہو جانا وَ عاطفہ اَمَّا حرفِ تاکید برائے تکرار۔ مَا موصولہ مراد ہے زَبَدٌ۔ یَنْفَعُ۔ فعل مضارع معروف متعدی ہے نفع سے بنا ہے بمعنی مشکل کشائی کرنا۔ فائدہ دینا۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر کا مرجع مَا موصولہ ہے اَلنَّاسُ الف لام جنسی یا استغراقی ناس اسم جنسی ہے اس لیے واحد جمع دونوں کے لیے مستعمل ہے ایک قول میں ناس جمع ہے اِنْسٌ کی۔ فَ جزائیہ اگلا جملہ جزا ہے اس جملہ شرطیہ کی یَمْكُثُ باب نصر کا مضارع معروف ہے صیغہ واحد مذکر غائب هُوَ فاعل کا مرجع مَا موصولہ ہے مُكْثٌ سے مشتق بمعنی ٹھہرے رہنا۔ قائم ثابت رہنا۔

مقائم ثابت رہنا۔ کہیں رک جانا۔ اٹک جانا۔ رہائش رکھنا لازم ہے یہاں سب معنیٰ درست ہیں فی جارہ ظرفیہ الارض۔ الف لام جنسی ارض اسم جامد جنسی ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے۔ یمکث کا۔ کذالک۔ جار مجرور متعلق مقدم ہے یضرب فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا ضرب سے بنا ہے متعدی بیک مفعول ہے۔ لفظ اللہ اس کا فاعل اسم ظاہر ہے۔ الامثال۔ الف لام عہد ذہنی یا استغراقی ہے۔ امثال جمع ہے مثل کی یا مثل کی۔ مثل کا معنیٰ ہے مشابہ ہونا۔ برابر ہونا۔ کسی سے بہتر ہونا۔ مثل کے معنیٰ ہیں۔ کہاوت بیان کرنا۔ اندازہ لگانا۔ تشبیہ دینا۔ اسی سے ہے مثال اس کی جمع ہے امثلہ یا مثل۔ مثل کی جمع ممکنہ مثول بھی آتی ہے۔ یہ ال کہاوت کے معنیٰ میں زیادہ مناسب ہے۔

تفسیر عالمانہ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ۔ انسان نے قدرت الہیہ کی لاکھوں نشانیاں دیکھیں۔ عقلوں نے خالق کائنات کی صنعت کو تسلیم کیا عقل و شعور نے اس رب کریم کو خالق مانا مگر وہ تدبر اس کو معبود ماننے پر مجبور ہو گئے مگر دماغ نفسانی اور شر شیطانی نے جھوٹے معبود مقابل میں گھڑ لیے آخر اس کی وجہ کیا ہے انسان اپنی دیوانگی میں اتنا آگے کیوں بڑھ جاتا ہے جب کہ انجام سے بھی خبردار کر دیا گیا ہے۔ اور آئندہ کے سارے حالات روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ اسی کی وضاحت فرمائی جا رہی ہے کہ دنیا و انسانیت دو طرح پر تقسیم ہے۔ ۱ حق۔ ۲ باطل۔ حق کو ثبات اور بقا ہے باطل کو کمزوری اور فنا ہے۔ اور چونکہ حق بھی دو شان والا ہے اور باطل بھی دو طرح نمودار ہوتا ہے۔ اس لیے یہاں دو مثالیں ارشاد فرمائی گئیں۔ اس رب تعالیٰ نے جس نے کہ آسمانوں کو پیدا کیا اور جس کی ہر چیز قہار و جبار کے قبضہ قدرت کے نیچے مثل سجدہ گری پڑی ہے اسی نے نازل فرمایا اپنی شاہکار قدرت کے ذریعہ آسمان سے پانی۔ ملائکہ کے ذریعے کرۂ آب سے وہ پانی بادلوں میں ٹھہرا تاکہ زمین کے نزدیک ہو جائے اور پانی گرنے کی زیادہ دھمک پیدا نہ ہو نہ زمین خراب ہو نہ زمین والے۔ اس کے باوجود بارشوں کا اصل مرکز اور ظرف مکانی پہاڑوں کو بنایا تاکہ ان کی پتھریلی مضبوطی برداشت کرے پھر وہاں سے بلندیوں۔ اور چشموں کے ذریعے نیچے آئے تو میدانی جنگلوں کی چھوٹی۔ بڑی نالیاں نالے اور کھائیاں گھاٹیاں اپنے اندازے سے چوڑائی۔ گہرائی۔ تنگی فراخی کے لحاظ سے بہنے لگ گئیں۔ اور خزانہ قدرت کے پانی کا سیلاب اٹھ پڑا۔ اس جوش خروش پانی نے جھاگ اٹھایا اور راستے کا کوڑا کچرا میل کچیل جھاڑ جھنکاڑ بھی ساتھ بہا لیا۔ یہ سب جھاگ وغیرہ پانی کے اوپر چھا گیا بظاہر معلوم ہوا کہ سب پانی ہی گندا ہے یا یہ میل کچیل پانی پر غالب ہے مگر کچھ دیر بعد ہی ایسا ہوتا ہے کہ پانی کی ایک لہر یا ہواؤں کا ایک چھوٹا سا جھکڑ ہی سب خس و خاشاک کو اٹھا کر دور کسی خشک کنارے پر پھینک دیتا ہے۔ اور صاف ستھرا۔ اجلا۔ نکھرا۔ چمکتا۔ دمکتا موجیں مارتا ہوا پانی اپنے راستے پر رواں دواں چلتا رہتا ہے۔ یہ اس باطل کی مثال ہے جو حق کے مقابل ظاہر ظلم و کفر کا لبادہ اوڑھ کر

آجاتا ہے اور اپنے ظاہری رعب داب پیچ دا پیچ اکڑ فوں چیخ و پکار شور و شغب سے حق پر غالب آنے اور چھا جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کچھ دیر کے لیے ایسا ہو بھی جاتا ہے۔ جس سے اہل باطل کو عارضی خوشیاں مل جاتی ہیں اور اہل ایمان ظاہر بین افسردہ و رنجیدہ ہو جاتے ہیں مگر اہل حق۔ مضبوط ارادے اور پختہ عقیدت اور خالص عقل و ہوش والے اس حقانیت و بطالت کے انجام سے بخوبی واقف ہیں۔ اور یہ لوگ دنیا والے بہت سی دھاتوں پر آگ بھڑکاتے ہیں ان میں سے کچھ دھاتوں کو زیور کی چاہت کے لیے یا کچھ دھاتوں کو گھریلو سامان برتن وغیرہ بنانے کے لیے پگھلاتے ہیں۔ مثلاً سونا چاندی زیور کے لیے اور مثل تانبہ۔ سلور۔ لوہا دیگر اشیا کے لیے ان کے پگھلنے سے بھی اسی طرح جھاگ اوپر چھا جاتا ہے۔ حالانکہ پگھلنے سے پہلے یہی سونا چاندی اور تمام دھاتیں اپنے اپنے جسم میں بڑی خوبصورت اور صاف۔ ستھری۔ پاکیزہ۔ خالص معلوم ہوتی تھیں مگر ان کا باطنی میل کچیل اور ملاوٹ آگ کی بھٹی میں آنے کے بعد ظاہر ہوا۔ یہ جھاگ بھی ظاہراً بڑا پھولا پھولا اور زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد ہی کچھ تو جل کر ختم ہو جاتا ہے اور کچھ کو نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیکار اور ناکارہ اور فنا ہونے کے لائق تھی۔ یہ اس باطنی منافقت کی مثال ہے۔ جو انسان کے اندر چھپی ہوئی شیطانیت اور دبی ہوئی شرارت ہے۔ ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا یعنی بلند بادل سے کیونکہ جو بادل جہاں برستا ہے وہ اس جگہ سے بہت اونچائی پر ہوتا ہے۔ تو ان بارش کے پانی سے بہنے والے پانی کا سیلاب بہا۔ اللہ تعالیٰ کے اندازے کے مطابق ہر نالے ندی نے پانی لیا جس وادی اور نالی اور جنگل کی قسمت میں ہوا اسی نے لیا اتنا ہی لیا جتنی تقدیر ازلی میں تھا ایک قطرہ بھی زیادہ نہ کم اور سب نالے ندی نہ لے سکے۔ اللہ اکبر ہر چیز اس کے حکم کی بندش میں بندھی ہوئی ہے پانی سے بھی جھاگ بنا اور اڑا دیا گیا۔ آگ نے بھی جھاگ بنایا اور جلا دیا۔ جھاگ دنیا کا باطل ہے اور کفر و شرک اور بد عقیدگی آخرت کا جھاگ اور باطل اس کو بھی فنا اس کو بھی فنا۔ سنیاسی اور کیمیا گر کہتے ہیں کہ دھاتیں پتھر کی گوند اور موم ہیں دنیا میں سولہ قسم کی دھاتیں ہیں۔ نمبر ۱ سونا پیلا یہ عام۔ نمبر ۲۔ سونا سفید۔ نمبر ۳۔ سونا سرخ۔ نمبر ۴۔ چاندی یہ ایک ہی قسم اور رنگ کی ہے۔ نمبر ۵ پیتل یہ بھی ایک ہی قسم کی ہے اس کا رنگ پیلا ہوتا ہے۔ نمبر ۶۔ تانبہ ایک ہی رنگ سرخ اور ایک قسم کا ہوتا ہے۔ نمبر ۷۔ سلور اس کی چار قسمیں ہیں۔ نمبر ۸۔ سلور کا پارہ۔ نمبر ۹۔ سلور ہلکا نمبر ۱۰۔ سلور گلٹ۔ نمبر ۱۱۔ سلور سکہ ان سب کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ نمبر ۱۲۔ پلاٹینم یہ بہت کم یاب دھات ہے اس لیے سونے سے مہنگی ہے۔ نمبر ۱۳۔ لوہا سیاہ۔ نمبر ۱۵۔ لوہا سٹیل (مضبوط) نمبر ۱۶۔ لوہا دیگی (کچا کمزور) سونا چاندی سے تین چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ نمبر ۱۔ زیور نمبر ۲۔ سلطنتی سکہ درہم دینار وغیرہ۔ نمبر ۳۔ زر مبادلہ۔ باقی دھاتیں برتن۔ ہتھیار۔ مشینیں۔ اسلحہ کے لیے استعمال ہوتی ہیں کروڑوں انسانی ضروریات ان دھاتوں سے حاصل کی جاتی ہیں۔ تمام دھاتیں صرف پہاڑوں سے ہی نکلتی ہیں۔

لوہا آسمان سے نازل ہوتا ہے اور پہاڑوں سے حاصل ہوتا ہے اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۔ جس طرح ان چار چیزوں پانی۔ آگ۔ جھاگ۔ دھات سے بقا اور فنا۔ نفع اور نقصان۔ کارآمد۔ اور بیکار کی مثال سمجھائی گئی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان فرماتا ہے پس لیکن وہ جھاگ جس نے وقتی طور پر بہت آنار چڑھاؤ دکھایا تھا سارے ستھرے پانی پر چھا گیا تھا۔ اسی قوت آب سے ایسا فنا ہوتا ہے اور جھونکوں سے ایسا اڑتا ہے کہ وادی میں نام و نشان نہیں ملتا۔ لیکن وہ پانی جو تمام لوگوں اور مخلوق حیوانی نباتاتی۔ جماداتی کو نفع دیتا ہے وہ زمین میں دریا۔ نہر۔ تالاب حوض۔ جوہڑ۔ ندی۔ نالے۔ کوئیں چشمے کی صورت میں ٹھیر جاتا ہے۔ اور اپنی اس بقا سے کہیں پھول کہیں پھل کہیں غنچے کہیں کلیاں۔ کہیں چمن کہیں کھیت کہیں بیلیں کہیں بوٹے کہیں نازک گھاس کہیں تناور درخت بنا دیتا ہے کسی کی پیاس بجھاتا ہے کسی کی آگ۔ گندے کو پاک کرتا ہے اور پاکیزہ کو اجلا۔ میلے کو صاف کرتا ہے اور صاف کو ستھرا۔ سخت کو نرم کرتا ہے اور نرم کو عمدہ۔ خشک کو تر کرتا ہے اور تر کو ٹھنڈا۔ اسی طرح وہ کھوٹ ملاوٹ۔ میل کچیل جس نے قیمتی دھات کے اندر خاموشی سے ڈیرہ جمالیا ہے اور کسی طریقے سے نکلنے کا نام نہیں لیتا۔ دھات کے ساتھ رہکر خود بھی قیمتی بننا چاہتا ہے اور خود کو قیمتی جوہر ہی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ جب آگ کے اندر ڈالا جاتا ہے تو اصلیت ظاہر ہو جاتی کھوٹے کھرے کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ وہاں بھی یہ کھوٹ جھاگ کی طرح ابھرتا ہے مگر جل بھن کر ختم ہو جاتا ہے۔ یا نکال کر کوڑے میں پھینک دیا جاتا ہے اُس کی تیزی طراری کچھ کام نہیں آتی اور اصل دھات ہزار ہا نفعوں کے ساتھ باقی رہتا ہے کہیں محبوب کے گلے کا ہار بنتا ہے کہیں خوبصورت انگوٹھی بن کر دست بوسی کے لائق ہو جاتا ہے۔ کوئی برتن بن کر کسی کے ہونٹوں کا قرب حاصل کرتا ہے۔ کہیں ہتھیار بن کر دوست کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح رب تعالیٰ بندوں کو سمجھانے کے لیے انتہائی آسان طریقے سے حق و باطل۔ ایمان و کفر۔ مومن منافق۔ زور و شور۔ بقا و فنا۔ نفع۔ نقصان۔ دوست دشمن۔ مخلص و عیار کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔ کہ حق کتنا ہی خاموش ہو مگر اُس کو بقا ہے باطل میں کتنا ہی شور ہو مگر اُس کو فنا۔ ایمان نفع دینے والا کفر نقصان دہ مومن میں خلوص ہے منافق میں عیاری۔ تاریخ اسلام کی شاہد ہے کہ کفر نے اسلام کے مقابلے کے لیے کتنے زور دکھائے اور باطل نے حق کو مٹانے کے لیے کیسے کیسے بھیس بدلے۔ کس کس روپ میں سر ابھارا مگر کفر مٹتا چلا گیا۔ اسلام روز اول کی طرح آج بھی سدا بہار پھولوں جیسا کھلا ہوا ہے۔ رسول اللہ کی ایک ایک ادا آج بھی مشعل راہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہے نمرودیت فرعونیت۔ بوجہلیت۔ یزیدیت۔ کہاں گئے لات و عزیٰ کے پجاری۔ یہی حال اسلام میں چور دروازے سے گھس آنے والے باطل فرقوں کا ہے۔ کبھی کسی زمانے کسی علاقے میں معتزلہ جبریہ۔ قدریہ۔ کا کتنا شور ہوا کرتا تھا اہل سنت پر کس طرح چھائے پھرتے تھے جھوٹی بادشاہتوں فانی حکومتوں کے سہارے اور بلبوتے پر اہل سنت کو مٹانے کے لیے کتنے زور لگائے۔ ائمہ اہل سنت پر کتنے ظلم ڈھائے مگر آخر فنا کس کو ہوئی آج دنیا

موجودات میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔ پھر خوارج و روافض نے سر ابھارا مگر آج اُس کا نام لینا کوئی پسند نہیں کرتا۔ کسی دور میں وہابیت نے کیا کچھ نہ کیا اور کس کس روپ اور کیسے کیسے بھیس میں آئے۔ آج بھی کتنے ہی ناموں سے وہابیت کو بچانے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن عملی طور پر ختم ہے صرف نام چل رہا ہے۔ بلکہ نام سے بھی شرمندہ ہیں ورنہ جو کام اُن کے عقیدے میں کفر و شرک و بدعت ہے کسی نہ کسی حیلے بہانے سے اپنے موقعے کے لحاظ سے خود کر رہے ہیں۔ مگر حق کی شان جماعت اہل سنت کی شکل میں روزِ اول سے آج تک اسی آن بان کے ساتھ ہیں اُس کے پھول حنفی مالکی حنبلی شافعی اور اُس کے نیچے قادری چشتی نقشبندی سہروردی۔ اور نشانات و علامات اپنے وقتوں میں اشعری، ماتریدی، شاذلی، بریلوی۔ آج بھی چمک رہے ہیں۔ یہ اللہ کی مثالیں عبرت کی آنکھ کھولنے کے لیے کافی ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو دیتا ہے مگر لینے والا اپنی حیثیت اور اپنے برتن کے مطابق لیتا ہے۔ تو یہ امیری غریبی بندوں کی اپنی حیثیت کے مطابق ہے۔ لیکن حیثیت کا خالق بھی رب تعالیٰ ہے جو اس اختلاف کی حکمت بھی جانتا ہے۔ یہ فائدہ بِقَدَرِهَا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ باطل کی انفرادی کثرت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اُن کا شور زیادہ ہوتا ہے۔ ابتداءِ آفرینش سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ مگر قوت و طاقت حق اور اہل حق میں زیادہ ہوتا ہے۔ اگرچہ ظاہراً وہ تھوڑے اور چھپے ہوئے ہوں۔ **تیسرا فائدہ**۔ دنیا میں حق والوں کو مصائب زیادہ ہوں گے لیکن آخر کار کامیابی اہل حق کی ہوتی ہے۔ اس لیے ایمان والوں کو صبر۔ لگن۔ استقامت مستقل مزاجی۔ اور ہمہ تن حق پرستی میں مشغول رہنا چاہیے۔ کسی عارضی اُتار چڑھاؤ سے پریشان اور مرعوب نہ ہونا چاہیے۔ نہ اپنی مغلوبیت یا ناکامی سے بددل ہو۔ قرآن مجید کی یہ آیت پاک مسلمانوں کو بہت شاندار کامیاب زندگی کے راز سمجھا رہی ہیں۔ زمانے کے تغیر تبدل سے اپنا عمل اپنی روش نہ بدلو یہ طوفان اور آندھیاں کچھ دیر بعد خود بخود ختم ہو جائے گی۔ جو قومیں چڑھتے سورج کے سہارے لیتی ہیں یا کسی غیبی طاقت کی آس لگائے بیٹھ جاتی ہیں وہ ناکام ترین ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی حالت کو نہیں بدلتا۔ یہ فائدہ فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ اور فَيَذْهَبُ جُفَاءً فرمانے سے حاصل ہوا کہ پانی کا سیلاب خود اپنی جان ہمتی سے اس چھائے اور غالب آئے ہوئے جھاگ کو فنا کر دیتا ہے۔ اور آگ خود میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے۔ اسی طرح مومن کو بھی شریعت کا سیلاب اور طریقت کا شعلہ زن آگ بن کر زندگی گزارنا چاہیے۔ **چوتھا فائدہ**۔ مومن اللہ کی نفع بخش نعمت ہے لہٰذا ولی اللہ حاجت روا مشکل کشا ہو سکتے ہیں یہ فائدہ مَا يَنْفَعُ النَّاسَ سے حاصل ہوا کیونکہ رب نے حق کو نافع فرمایا اور مومن بھی حق ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانا ضروری ہے۔ کیونکہ دعا میں مانگا جاتا ہے اور اللہ کے رزق کے دینی دنیوی خزانے آسمانوں میں ہیں۔ یہ مسئلہ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً سے مستنبط ہوا۔ گویا کہ آسمان قبلۂ دعا ہے۔ نماز کا قبلہ کعبہ ہے دعا میں کعبے کو منہ کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ حدیث سے کہیں ثابت نہیں۔ نجدیوں وہابیوں نے صرف روضۂ رسول اللہ کی طرف گستاخانہ پیٹھ کرنے کیلئے مسجد نبوی میں یہ بری بدعت ایجاد کی ہے۔ **دوسرا مسئلہ۔** دنیوی لحاظ سے کفار کو نفع دینا بھی جائز ہے مگر دینی قومی یا ملکی اعتبار سے کفار کو نفع دینا گناہ اور اسلام اور مسلمانوں سے غداری ہے اور سراسر نقصان دہ ہے۔ جس کے نتائج اکثر خطرناک ہوتے ہیں یہ مسئلہ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ کی تفسیل الیہ سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ۔** ٹھیرا ہوا پانی حوض تالاب۔ گڑھا ندی وغیرہ یا بارش چھوٹے چھوٹے پانی سے بھرے ہوئے گڑھے ان کا پانی پاک ہے ان کا پینا اور وضو غسل جائز ہے جب تک گندگی گرنے یا ناپاک ہونے کا یقین یا خود مشاہدہ نہ ہو۔ صرف یہ شک کرنا کہ یہاں پہلے گندگی ہوگی یا بہتے پانی میں گندگی بہتی آگئی ہوگی یہ غلط ہے۔ یہ مسئلہ يَنْفَعُ النَّاسَ فرمانے کے بعد فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ لہٰذا شیعوں کا مذہب قرآن مجید کے خلاف ہے کہ وہ حوض کے کھڑے پانی سے وضو نا جائز مانتے ہیں اور کہتے ہیں کھڑے ہونے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگر کھڑا پانی ناپاک ہوتا تو يَنْفَعُ النَّاسَ نہ ہوتا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس نے وضاحت فرمائی کہ آسمان سے پانی اترتا ہے حالانکہ فلاسفۂ اسلامی بھی اور سائنسدان بھی کہتے ہیں کہ دریاؤں سمندروں میں سورج کی تپش سے بخارات اٹھتے ہیں ان سے بادل بنتا ہے وہ ہوا سے ٹھنڈا ہو کر برس پڑتا ہے اور نیز روایات و اسلامی نظریات کے مطابق آسمانوں کا فاصلہ لاکھوں میل ہے وہاں سے قطرہ آتے آتے راستہ میں خشک ہو جائے گا۔ تو یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ (آریہ ہندو۔ ستیارت پرکاش)۔

جواب۔ اس کا جواب ہم نے تفسیر میں دیدیا ہے۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ فلاسفۂ اسلامی آسمان کا لغوی ترجمہ کرتے ہیں یعنی بلندی کی طرف سے اور چونکہ بادل بھی بلند ہے آسمان سے مراد بادل ہے۔ بعض مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ سمندر کا پانی آسمان سے آیا تھا پہلے جب سمندر بنایا گیا تھا اس وقت پھر اسی کی بھاپ سے بادل بنتا ہے تو گویا واسطہ ہو کر اخیر آسمان ہی مرکز اور منبع ثابت ہوا۔ مگر یہ سب عقلی اور خیالی وہمی جواب ہیں اصل یہی ہے کہ قدرت الٰہی سے آسمان سے ہی آتا ہے۔ اس کی حقیقت کو رب تعالیٰ جانتا ہے۔ **دوسرا اعتراض۔** یہاں فرمایا فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بارش کے پانی سے وادیوں میں سیلاب آجاتا ہے۔ حالانکہ سب وادیوں میں پانی نہیں آتا۔

جواب۔ یہاں اَودِیۃ نکرہ ارشاد ہوا اس لیے سب وادیاں شامل نہیں ہیں بلکہ بعض کیونکہ نکرہ کلیت کو ختم کرتا ہے۔ نیز یہاں وادیوں سے اُس جگہ کے نالے نالیاں مراد ہیں جہاں بارش ہو رہی ہو۔ واللہ اعلم۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ ہر وادی ندی نالہ اپنے جسم اپنی قدر اور اندازے سے پانی لیتا ہے چھوٹے نالے میں تھوڑا پانی بڑے میں زیادہ اتنا کہ اُس کے اندر سما سکے۔ حالانکہ مشاہدہ ہے کہ جب موسم برسات میں پہاڑوں پر تیز بارشیں ہوتی ہیں تو دریاؤں ندی نالوں میں طغیانی آجاتی ہے اور کناروں میں پانی نہیں سماتا اندازے سے کہیں زیادہ ہو کر کناروں سے باہر نکل کر بستیوں کو تباہ کر دیتا ہے بعض ملکوں میں ہر سال بعض میں دوسرے تیسرے سال اسی طرح کی تباہ کاری ہوتی ہے۔ پھر بقدرِھا کہنا کیسا مناسب ہوگا۔

جواب۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمے نے اس کا جواب دیدیا کہ قدر سے مراد اندازہ نہیں بلکہ لائق ہیں اور لائق کا معنی ہے ضرورت۔ اب یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس ندی نالے کو کتنے پانی کی کس سال کیا ضرورت ہے۔ کب کس دریا کو سیرابی کی ضرورت ہے کب سیلابی کی کس کو تھوڑے پانی کی حاجت کس کو اپنے ظرف سے کہیں زیادہ کی ضرورت۔ کبھی ایک وادی سے سیرابی کا کام لیا جاتا ہے کبھی کسی دریا سے سیلابی مچادی جاتی۔

تفسیر صوفیانہ

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ۔ اُس اللہ کی محبوبیت بے مثل کی کتنی دلیل ہے کہ اُس نے آسمان رُوحِ قدس سے علم لدنی کا پانی نازل فرمایا تو اُس کو اہلِ دل کے قلبی وادیوں نے اپنے اپنے لائق ضرورت باطنی اور فیض رسانی و مقصد زندگانی کے اندازے سے لیا اور عالم ناسوت کے گوشے گوشے میں بہنے لگے۔ اور اسی محبوب قدسی نے قلب مومن کے آسمان سے محبتِ عرفان کا پانی نازل فرمایا تو نفوس قدسیہ کے فیضان کی وادیاں اپنے اندازے اپنی حیثیت و ہمت کے مطابق بہنے لگیں۔ کہیں دریاء قادریت کہیں چشتیت کہیں نقشبندیت اور سہروردیت اور اسی واحد ازلی نے آسمانِ انوار سے مشاہدے کا پانی نازل فرمایا۔ تو مکاشفہ، واردات کے چشمے بہنے لگے اور اسی قہارِ قدرت نے آسمان جبروت سے تجلیات کا پانی نازل فرمایا تو اسرارِ الٰہیہ کی وادیاں محرم اسرار کے سینوں سے جاری ہو گئیں پھر ولایت کبریٰ کا ایسا سیلاب اُٹھا کہ عقل و فلسفہ۔ منافقت مخالفت۔ رذالت فضالت کے سارے گھاس پھوس جھاڑ جھنکاڑ میل کچیل مثل جھاگ بہا کر لے گیا اگر دنیا و ایمانیات میں وجودِ ولایت نہ ہوتا تو ہر طرف زندیقیت چھا جاتی۔ عاشق بیدار کی چشم گریاں کے سیلاب سے زمین نفس کی غلاظتیں خباثتوں کا جھاگ اٹھاتا ہے۔ یہی وہ آبِ فنا ہے جس نے آنکھ کے کوڑے کو جھاگ بنا کر مٹا دیا۔ اور وہ بندگانِ شوق جو اپنے اعمال صالحہ کے سونے چاندی اور دھاتوں کو نارِ عشقِ الٰہیہ کی بھٹی میں ڈالتے ہیں تاکہ میدانِ قیامت کے بازار میں قیمتی زیور

پاکر آمد سامان بنے اُن اعمالِ حسنہ میں ریا دبے رغبتی ۔ بے وقتی کاہلی سستی کا میل کچیل پھیل رہتا ہے وہ نارِ عشق سے مثل جھاگ اسی طرح اُبھرتا ہے ۔ گویا کہ شریعت کا پانی اور طریقت کی آگ دونوں ہی بندۂ مخلص کو مردِ کامل بنانے والی ہیں ۔ مسافرانِ معرفت کے لیے اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل فنا ۔ بقا ۔ قرب و بُعد کی مثالیں بیان فرماتا ہے فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لیکن دنیوی شیطانیت کا جاہ و جلال شور و غل تکبر و خباثت کا جھاگ جل کر فنا اور باطل ہو جاتا ہے اور لیکن وہ ولایتِ حق دیوما اولیاء اللہ جو انسانیتِ عالم کو شریعت طریقت حقیقت معرفت انوار و اسرار قرآن و حدیث کا فیضانِ الٰہیہ کا نفع دیتے ہیں ان کو مدارس و خانقاہ مزارات کی آماجگاہِ باطن و ظاہر کی زمین مقدس میں اس طرح ٹھیرایا جاتا ہے کہ اُن کے نام ۔ کام ۔ اعمال ۔ کردار ۔ ذکر چرچے کو زمانے کا کوئی چکر کوئی طوفان ابدالآباد تک مٹا نہیں سکتا ۔ ہزاروں آندھیاں چل جائیں مگر معرفت کی شمعیں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چراغ ہمیشہ روشن ہی رہیں گے اور مزاراتِ صالحین پر فیض پانے والے مشتاق کے میلے ہی لگے رہیں گے ۔ باری تعالیٰ اسی طرح مثالیں ظاہر فرماتا ہے ۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ

لیے اُن کے جنہوں نے حکم مانا رب اپنے کا دائمی بھلائی ہے ۔ اور وہ جنہوں نے

جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے ۔ اور

لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ

نہ حکم مانا کا اُس اگر بیشک لیے ہو اُن کے وہ سب جو بیچ زمین

جنہوں نے اُس کا حکم نہ مانا اگر زمین میں جو کچھ ہے ۔

جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ

ہے اور مثل اُس کی ساتھ اُس کے البتہ فدیہ دے دیتے اُس کا ۔ یہی

وہ سب اور اُس جیسا اور ۔ اُن کی ملک میں ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے

لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ

ہیں وہ لوگ جن کے لیے ہے برا حساب اور ٹھکانہ اُن کا جہنم ہے

یہی ہیں جن کا بُرا حساب ہوگا اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ ع اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ

اور بُرا ہے آرام کا مقام کیا پس وہ شخص جو جانتا ہے کہ بیشک وہ جو اُتارا گیا

اور کیا ہی بُرا بچھونا ۔ تو کیا وہ جو جانتا ہے جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا

اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا

طرف آپ کے طرف سے رب آپ کے حق ہے مثل اُس شخص کے ہو سکتا ہے جو اندھا ہو فقط

حق ہے وہ اُس جیسا ہوگا جو اندھا ہے نصیحت وہی ۔

یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ ۙ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ

نصیحت مانتے ہیں عقل والے وہ جو پورا کرتے ہیں

مانتے ہیں جنہیں عقل ہے وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ﴿۲۰﴾ ۙ

کو وعدہ اللہ کے اور نہیں توڑتے ہیں پکے مضبوط وعدے کو

اور قول باندھ کر پھرتے نہیں ۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے ۔
پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں دنیا والوں اور دنیا کی دولت و مال کا ذکر فرمایا گیا اور اشارہ کیا گیا تھا کہ دنیا پرستوں کے نزدیک دنیوی مال و دولت کتنی عظیم اور مفید چیز ہے ۔ اب ان آیات میں اسی دنیوی دولت کی اخروی قدر و قیمت کا تذکرہ ہے کہ جب ان دنیا پرستوں کو عذاب پہنچایا جائے گا تو کس طرح دولت

کمانے کی کوشش کریں گے۔ حالانکہ آج دنیوی چند روزہ زندگی میں اسی دنیوی دولت کی لالچ میں مرے مٹے جاتے ہیں۔ کہ حق کی پرواہ نہیں کرتے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں۔ دنیوی دولت کے اصلی ٹھکانے کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ زمین کی گہرائیوں میں ہے۔ اب ان آیت میں دنیا پرستوں کے اصلی دائمی ٹھکانے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ وہ ابدی جہنم ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں رب تعالیٰ نے مثالوں کا تذکرہ فرمایا۔ اب ان آیات میں ان پیارے بندوں کا ذکر ہے جو ان مثالوں سے فائدہ اور عبرت حاصل کر لیتے ہیں۔

شانِ نزول جس طرح ابو جہل اپنے اندھے پن کی وجہ سے قرآن کریم اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نہیں جانتا تھا اور ہر جگہ ان کے خلاف باتیں کرتا رہتا تھا۔ اُس کے مقابل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نور ایمانی کی بنا پر اپنی ڈیوٹی لگائی تھی کہ ہر جگہ ہر شخص کے سامنے قرآن کریم کی شان میں وعظ فرماتے رہتے تھے ان دونوں کے متعلق گیارہ آیتیں اتریں از ۱۸ تا ۲۸۔

تفسیر نحوی لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰی وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ لام جارہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول متعلق مقدم ہے اور علیحدہ نیا کلام ہے۔ صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ یہ متعلق موخر ہے سابقہ کلام یضرب کا اور نیا کلام نہیں اور اَلْحُسْنٰی صفت ہے پوشیدہ مصدر مفعول مطلق الاستجابت کی اِسْتَجَابُوْا فعل ماضی مطلق جمع غائب باب استفعال سے ہے دراصل تھا اِسْتَجْوَبُوْا۔ واؤ متحرک ماقبل حرف صحیح ساکن حرکت ماقبل کو دی اور حرکت کے مطابق واؤ کو الف سے بدل دیا۔ جَوْبٌ اجوف واوی سے ہے اسی سے ہے اِجَابَۃٌ اور جوابٌ بمعنی قبول کرنا جواب دینا۔ اِسْتَجَابُوْا کا مصدر ہے اِسْتِجَابَۃٌ جو دراصل اِسْتِجْوَابٌ تھا اور وہی تعلیل ہوئی جو فعل میں ہوئی آخر میں ۃ مصدریہ ہے اسی طرح اجابۃ میں ہوا۔ اس کا معنیٰ ہے۔ مان لینا۔ ماننا۔ مان جانا۔ اجابۃٌ اور استجابتٌ میں باریک فرق یہ ہے کہ قبولیت کی شان کا اظہار ہو تو اجابت اور دعا کی یا تسلیم کی ہوئی چیز کا اظہار شان ہو تو استجابت۔ لام جارہ مفعولیت رب اسم مفعالی ہے بل مجرورٌ کا ھُمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے اَلْحُسْنٰی۔ الف لام عہدی ہے اسم تفضیل کا واحد مونث ہے حُسْنٌ یا حَسَنٌ سے مشتق ہے بمعنی اچھا ہونا۔ لازم ہے اسی سے ہے احسان بمعنی اچھائی کرنا متعدی ہوگا۔ حُسْنٌ یا حَسَنٌ کی تین قسمیں۔

۱۔ حُسنِ عقلی یعنی نیک ہونا۔ ۲۔ حسنِ حسی یعنی خوبصورت ہونا۔ ۳۔ حسنِ طبعی بھلائی ہونا۔ یہی معنیٰ یہاں مراد ہے اَلْحُسْنٰی مبتدا موخر ہے۔ اور اَلَّذِیْنَ خبر مقدم و عاطفہ۔ عطف ہے پہلے اَلَّذِیْنَ پر۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع۔ بحالت جر بوجہ عطف تابعی۔ مگر صحیح ترکیب یہ ہے کہ دوسرا جملہ کلام علیحدہ ہے اَلَّذِیْنَ مبتدا۔ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا فعل مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی عہدی۔ نون اعرابی لَمْ حرف جازم نے گرادی دراصل تھا یَسْتَجِیْبُوْنَ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر مستتر کا مرجع

الَّذِیْنَ ہے لِ لام جارّہ تبعیضیہ ہٖ ضمیر واحد مذکر کا مرجع رب تعالیٰ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اسی فعل کے اور جملہ فعلیہ صلہ ہے موصول کا۔ اور موصول الَّذِیْنَ یا صلہ مبتدا اس کی تین خبریں۔ پہلی خبر لَوْ اَنَّ سے بِہٖ تک دوسری اُولٰٓئِکَ سے حِسَابِ تک تیسری وَمَاْوٰىهُمْ سے الْمِهَادُ تک۔ لَوْ حرف شرط تمنائی ہمیشہ شروع کلام میں آتا ہے اور جملے کو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے اور اس کے بعد فعل ضروری ہے اگرچہ پوشیدہ ہو یہاں کَانَ تامہ پوشیدہ ہے اسی لیے حرف مشبہ اَنَّ آیا نہ کہ اِنَّ کیونکہ فاعل ہے پوشیدہ کَانَ کا بوجہ معمول ہونے کے درمیان کلام میں ہوا۔ اَنَّ حرف تحقیق لَهُمْ جار و مجرور پوشیدہ ثَابِتٌ کے متعلق ہو کر خبر مقدم۔ لام جارہ ملکیت کا ھُمْ کا مرجع الَّذِیْنَ جار مجرور متعلق ہیں موجودٌ پوشیدہ کے مَا اسم موصول بحالت نصب اسم مؤخر ہے اصلاً غیر ذوی العقول کے لیے ہے فِی جارہ ظرفیہ الْاَرْضِ۔ الف لام استغراقی ارض یعنی مجسم زمین نہ کہ فقط روئے زمین جار مجرور متعلق ہے کَانَ تامہ پوشیدہ کے جَمِیْعًا اسم تاکیدی ہے بحالت نصب ہے حال ہے مَا موصول کا یا الْاَرْضِ کا۔ وَ عاطفہ۔ عطف ہے مَا موصولہ پر مِثْلَ اسم جامد ہے بمعنی برابر بحالت نصب ہے کیونکہ عطف ہے مَا موصولہ منصوبہ اسم اَنَّ پر۔ مضاف ہے ہٗ ضمیر مضاف الیہ کا مرجع مَا ہے۔ لام کے جزائیہ جواب شرط کے لیے یہ حرف۔ مضارع اور ماضی اور اسم جامد اور اسم مشتق سب پر آجاتا ہے۔ مگر مضارع کو نصب دیتا ہے۔ یہاں ماضی پر آیا۔ اِفْتَدَوْا۔ فعل ماضی جمع مذکر غائب باب افتعال کا فَدْیٌ یا فِدْوٌ سے بنا ہے بمعنی قربان کرنا یا ہونا۔ نثار کرانا یا ہونا۔ فدانا۔ بدلہ دینا۔ چھوٹنے یا چھڑانے کے لیے یہاں یہی معنی مراد ہیں اردو میں لفظ فدوی عام استعمال ہے وہ اسی سے بنا ہے فِدْوٌ کے آخر ی نسبت کی لگا دی فدوی ہوا بمعنی قربان ہونے والا اسی سے ہے فدیہ۔ اور فدا ہونا۔ بِ جارہ تعدیہ کے لیے ہے (متعدی اور مفعولیت کے لیے) ہٖ ضمیر واحد کا مرجع مَا موصولہ۔ یہ مبتدا وَالَّذِیْنَ کی پہلی خبر ہے۔ اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ دور کے لیے جیسے کہ ذٰلِکَ مگر فرق یہ کہ ذٰلِکَ میں مشار الیہ کی ذات و حالت دونوں بعید لیکن اُولٰٓئِکَ میں ذات قریب حالت بعید یعنی یہی ہیں وہ لوگ جن کی کیفیت و حالت ہوگی۔ مبنی ہے بحالت رفع مبتدا ہے۔ لام جارہ تخصیص بلا ملکیت کے لیے ھُمْ کا مرجع الَّذِیْنَ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم فاعل واجبٌ کے یا ثابتٌ مرفوع کے سُوْءُ اسم جامد ہے بمعنی سخت اکثر مضاف معرفہ ہوتا ہے جب کبھی نکرہ ہو تو بمعنی برا سلوک ہوتا ہے یہاں مضاف ہے الْحِسَابِ الف لام عہد ذہنی مضاف الیہ بحالت جر یہ مرکب اضافی فاعل ہے ثابتٌ یا واجبٌ پوشیدہ کا اور وہ جملہ اسمیہ خبر ہے اُولٰٓئِکَ مبتدا کی اور پھر وہ جملہ اسمیہ خبر دوم ہے وَالَّذِیْنَ کی حِسَابٌ بروزن فِعَال ثلاثی کا مصدر ہے یہاں بطور مبالغہ اسم جامد ہے یعنی مکمل حساب حَسْبٌ سے بنا ہے بمعنی۔ پورا بدلہ دینا۔ کافی ہونا۔ گمان کرنا۔ پیروی کرنا۔ باپ دادے کی رشتے داری کا تعلق جوڑنا گرفت کرنا۔ اندازہ لگانا۔ گننا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ دوسرا جملہ مَاْوٰی اسم ظرف ہے بحالت رفع مبتدا ہے اَوٰی لفیف مقرون اور مہموز الفا۔ بمعنی پناہ پکڑنا۔ ٹھکانہ بنانا۔ جگہ لینا ہمیشہ لازم ہوتا ہے۔ باب ضَرَبَ سے ہے

مضاف ہے ہُمْ ضمیر جمع مضاف الیہ کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے جَہَنَّمُ ۔ اسم جامد عجمی معرب ہے پورے دوزخ کا نام ہے بعض نے کہا کہ دوزخ کے ایک طبقے (جہنمؔ) کا نام ہے مگر یہ غلط ہے بحالتِ رفع ہے خبر ہے مَاْوٰی مبتدا کی ۔ اور ذوالحال ہے مابعد کا وحالیہ بِئْسَ فعل ذم اس کا مخصوص بالذم جَہَنَّمُ نہیں ہے یہاں پوشیدہ ہے کیونکہ پہلے یہ لفظ کی موجودگی اس کا قرینہ ہے اور قرینے کے ہوتے ہوئے مخصوص بالذم کو حذف کرنا جائز ہے اَلْمِہَادُ الف لام عہدِ ذہنی مِہَادُ اسم آلہ ہے مُھُوْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نرم جگہ بنانا ۔ اصطلاحاً منقول ہے بمعنیٰ ٹھکانہ عام ہے خواہ اچھا یا برا اسی سے ہے مَہْدٌ بچوں کا جھولا مِہَاد کی جمع اَمْہِدَہ یا مَہَاوِید بحالتِ رفع ہے فاعل ہے بِئْسَ کا ۔ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ جب الف پر زبر زیر ہو تو اس کو ہمزہ کہتے ہیں یہ ہمزہ سوالیہ ہے اس کے بعد ایک عبارت پوشیدہ ہے جو معطوف علیہ ہے فَ عاطفہ مَنْ اسم موصول یَعْلَمُ فعل مضارع عِلْمٌ سے مشتق ہے متعدی بیک مفعول باب سَمِعَ سے ہے ۔ اَنَّ اپنے پورے جملے کے ساتھ مفعول بہ یَعْلَمُ کا موصولہ اسم اَنَّ ہے ۔ اُنْزِلَ فعل ماضی مجہول نُزُوْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اترنا لازم یہ باب افعال سے ہے اس لیے متعدی ہے بمعنیٰ اتارنا مصدر ہے اِنْزَال ۔ اِلٰی جارہ انتہاءِ غایت کے لیے ہے كَ ضمیر واحد حاضر کا مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ۔ مِنْ جارہ ابتداءِ غایت کے لیے اور ظرف مجرور مضاف رَبِّ ضمیر مضاف الیہ متعلق ہے اُنْزِلَ کا یہ سب جملہ فعلیہ صلہ ہے مَا موصولہ کا اَلْحَقُّ الف لام عہدِ خارجی حَقٌّ اسم جامد ہے بمعنیٰ درست ہونا ۔ حکمت کے مطابق ہونا ۔ حقیقتِ واقعی ہونا ۔ یہاں سب معنیٰ بن سکتے ہیں ۔ حرفِ جر تشبیہ اور تمثیل کے لیے ہے متعلق ہے یَکُوْنُ پوشیدہ کے مَنْ موصولہ هُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ۔ اَعْمٰی اسم صفت مشبہ ہے عَمٰی سے بنا ہے بمعنیٰ بُجھنا ۔ اندھا ہونا ۔ عَمٰی اسم جامد بھی مستعمل ہے جس کا معنیٰ ہے اندھا ۔ اِنَّمَا اِنَّ حرفِ تحقیق لغو مَا کافّہ برائے حصر (فقط) یہ جملہ علیحدہ ہے یَتَذَكَّرُ باب تفعّل کا مضارع مثبت معروف ذِکْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ یاد کرنا ۔ ذکر تین قسم کا ہے ۔

۱۔ ذکر لسانی یعنی کسی کا چرچہ کرنا زبان سے اس کی باتیں کرنی ذکرِ خیر ہو تو تحدیث ذکرِ بد ہو تو ہجو تعارف ہو تو توصیف ہے ۔ ۲۔ ذکر قلبی یعنی یاد کرنا یاد رکھنا ۔ ۳۔ ذکرِ عقلی یعنی نصیحت پکڑنا ۔ یہی یہاں مراد ہے ۔ یہ لازم اُولُوْا اسم نسبت ہے بمعنیٰ والے ۔ مالک ۔ یہ جمع مذکر ہے اس کا واحد کوئی نہیں ہوتا اس کا جمع مؤنث اُولَات ہے ۔ اس کا اعراب جمع سالم کی طرح ہوتا ہے کہ بحالتِ نصب وجری اور بحالتِ رفع واؤ آخر میں یہاں بحالتِ رفع فاعل یَتَذَكَّرُ کا ۔ مثل ذُوْ کے اول میں آتا ہے اور ہمیشہ مضاف ہوتا ہے بخلاف یاء نسبتی کے کہ وہ آخر میں آتی ہے اور وہ حرفِ نسبت ہے اَلْاَلْبَاب الف لام استغراقی اَلْبَاب جمع لُبٌّ یا لُبُبٌ کی بمعنیٰ خالص عقل ۔ پاکیزہ دماغ ۔ اچھی فکر ۔ لُبٌّ اسم جامد ہے ۔ ہر چیز کے عرق اور جوہر کو یا خلاصہ کو بھی لُبّ کہا جاتا ہے اسی سے ہے لُبَابٌ ۔ یہ جملہ مبتدا ہے مابعد اس کی آٹھ صفات

مذکور میں پہلی صفت اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ دوسری وَلَا یَنْقُضُوْنَ اور باقی چھ آئندہ آیات میں ہیں۔ آخر میں خبر بنتا ہے ایک قول میں یہ جملہ بدل ہے مَنْ موصولہ سابقہ کا۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر بحالت کسرہ ہے کیونکہ صفت اَلْبَابِ مجرور مگر ایک قول میں بحالتِ رفع ہے اُوْلُوْ کی صفت ہے اور یہی صحیح ہے۔ یُوْفُوْنَ باب افعال کا مضارع معروف اِیْفَاءٌ سے ہے وَفْیٌ سے بنا ہے بمعنی پورا یا زیادہ ہونا۔ لازم باب افعال نے متعدی کر دیا یعنی پورا کرنا۔ ادا کرنا۔ مان لینا۔ اسی سے ہے وَفَاءٌ بمعنی وفاداری۔ لغوی معنیٰ بھرنا ہے۔ بَ جارہ متعدی ہے عَہْد اسم جامد ہے بمعنیٰ وعدہ خیال رہے کہ اسم جامد وہ لفظ ہے جو مصدر مادہ ہو مگر مصدری معنیٰ میں استعمال نہ ہو رہا ہو اور اس جامدی (حاصل مصدر) معنیٰ میں نہ وہ کسی سے مشتق ہو نہ اُس سے کوئی۔ لفظ اللہ مضاف الیہ ہے۔ وَ عاطفہ لَا یَنْقُضُوْنَ فعل مضارع حال معروف منفی باب نصر سے متعدی بیک مفعول ہے۔ نَقْضٌ سے بنا ہے بمعنیٰ توڑنا۔ یہ جملہ دوسری صفت اولوالباب کی ہے اَلْمِیْثَاقَ الف لام عہد خارجی ہے یہاں جگہ الف لام عہد ذہنی نہیں ہو سکتا۔ وعدہٗ۔ عہدہٗ۔ میثاق۔ اس کے علاوہ ہر وہ چیز جس کا معلوماتی تعلق دو نفر سے ہو۔ مصدر میمی ہے بروزنِ مقدار۔ میعاد۔ مفعال وَثْقٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ سخت۔ مضبوط۔ بندھن۔ لوہے کی زنجیر (ہتھکڑی۔ بیڑی۔ طوق) منقول عرفی مضبوط وعدہ جس کے گواہ بھی ہوں۔ ثبوت بھی ہوں۔ تحریر بھی ہو۔ اقرار بھی ہو۔ تاکید بھی ہو۔ یاد بھی ہو۔ ایک قول میں یاد ہونے کی شرط نہیں مگر یاد دلانے سے یاد آجائے یا ماننا پڑ جائے۔ یہاں اسم جامد (حاصل مصدر) ہے مصدری معنیٰ نہیں لہٰذا اس کی جمع مواثیق یا مواثق بحالت نصب ہے مفعول بہٖ ہے۔ لَا یَنْقُضُوْنَ کا۔

تفسیر عالمانہ لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ حق وباطل۔ آب ونار۔ دھات وجھاگ کی طرح ہی اہلِ حق اور اہلِ باطل نار جہنم والا۔ اہلِ حق گویا دھات والا اور اہلِ باطل میل کچیل اور جھاگ والا۔ یہ رب تعالیٰ کا ازلی ابدی فطری ہر فرد ہر گروہ وجماعت اور قوم کے لیے اٹل قانون ہے کہ جو لوگ بھی کسی ملک کسی وطن کسی قبیلے کے گورے ہوں یا کالے عربی ہوں یا عجمی۔ رومی یا حبشی۔ خوبصورت یا بدصورت اپنے رب کی بات مانیں گے اور اُس کی دعوتِ عالی کو قبول کرلیں گے اُن کے لیے دنیا میں بھی اچھائی آخرت میں بھی۔ دُنیا کا حُسنیٰ۔ عزت۔ سربلندی۔ سرفرازی۔ اچھی شہرت۔ ناموری۔ نام کام۔ عادات اطوار کو بقاء ودوامی۔ آخرت کا حسنیٰ۔ معافی۔ بخشش۔ رحمت رفعت نور ظاہری شفاعت۔ رضاء الٰہی محبتِ مصطفائی۔ اور جنّت کی ملکیت۔ اس میں داخلہ اور سب سے بڑھ کر جنت میں دیدارِ ذاتِ پاک جَلَّ مَجْدُہٗ۔ اللہ کی دعوت اور رب تعالیٰ کی بات زبانِ مصطفیٰ کے پاکیزہ الفاظ۔ حیاتِ مصطفیٰ کا اُسوۂ حسنہ عباداتِ الٰہیہ میں نمونہ ما محمدِ مجتبیٰ۔ اور عادات وخصائل محمد رسول اللہ ہی تو ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو دروازۂ مصطفیٰ

پر آگئے وہ فقط اُن ہی کے لیے حسنیٰ ہے۔ کیونکہ اہلِ حق ہیں۔ وہ عشق الٰہیہ کی آگ میں کُندن بن چکے ہیں۔ اُن کے وجود سے جہان مزین ہے اور اُن کی خوشبو سے فضا معطر ہے۔ ان ہی کے پاکیزہ اعمال سے چمنِ اسلام کے پودوں کی سیرابی ہے ان ہی کے اخلاقِ محمدی کے زیورات سے اقوامِ عالم کی زینت ہے ان ہی کی آتشِ ایمانی نے معاشرے کو جلا بخشی۔ ان کی بقا سے ہی باطل کے جھاگ کو فنا ہے۔ جن لوگوں نے تعلیم محمد مصطفیٰ سے اپنے وجود کو دنیا کے لیے نفع بخش بنا لیا آبِ رواں کی طرح مشکل کشا بن گئے۔ جن کی موجودگی اقوامِ عالم کے لیے سونے چاندی اور دھاتوں سے زیادہ کار آمد اور فائدے مند ہے بس ان کے لیے ہی بقا ہے۔ یہ نماز۔ روزہ عبادات اخلاص۔ دیانت داری۔ ایمان و ایقان۔ تقویٰ و طہارت۔ اخلاق عادات۔ اور ہمہ وقت ذکر الٰہی اور فکر ایمانی میں مسلمان کو مشغول رکھنا۔ نفع بخش بنانے کے لیے ہی تو ہے اولیاء اللہ کی تابناک زندگی آج تک دنیا کے لیے نفع بخش ہے۔ جب تک جو بندہ اپنے آپ کو کائنات کے لیے مفید بنائے رکھے گا دنیا کی عزتیں اُس کے سر کی زینت اور دنیا کی دولتیں اُس کے قدموں پر نثار ہوں گی ان کی حالت و شان میں کوئی تغیر نہ ہوگا لیکن جن لوگوں نے اس دعوت ربانی کو قبول نہ کیا۔ دنیا میں تو چند دن چین و آرام کرلیں اور جھاگ کی طرح پھولے پھریں، دولتِ دنیا کو اپنی خوش بختی سمجھ کر مغرور مغرور بنے رہیں لیکن آخرت میں ایسا بھاری عذاب اور سخت کڑا حساب ہوگا کہ اگر دنیا کی ساری دولت بھی دگنی ہو کر اُن کو مل جائے تو فدیہ دے کر عذاب و حساب سے بچنے کی کوشش کریں۔ مگر قبول نہ ہو اور بچ نہ سکیں کیونکہ اُن ہی کے لیے کڑا حساب ہے۔ ان ہی کا ٹھکانہ دائمی جہنم ہے۔ بہت ہی بری جگہ۔ ان لوگوں نے حیات دنیا کا مقصد صرف خود نوازی نفع پرستی اور اپنے مفاد کو سمجھا۔ ان کا وجود دوسروں کے لیے سراسر نقصان دہ اور بیکار چیز تھی۔ دنیا سے ان کا نام شہرت عزت وجود سب کچھ مٹا دیا گیا۔ علماء کرام فرماتے ہیں جنت رب کی بارگاہ میں حُسنیٰ ہے اس لیے اس کی دعا اور تمنا کرنا عین ایمان ہے حضرت رابعہ بصریہ کے متعلق بہت غلط باتیں مشہور ہوگئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں جنت کو آگ لگا دوں گی۔ مصنفین اور قصہ گو مورخین کا یہ بڑا جھوٹ ہے۔ بھلا رابعہ بصریہ ایسی گستاخی کیونکر کرسکتی ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ سوءُ الحساب وہ پوچھ گچھ اور تفتیش ہے جو خوب کرید کرید کر ہر چھوٹی بڑی چیز کا ہو۔ اس کے مقابل ہے یسیرالحساب۔ یعنی معمولی پوچھ گچھ۔ چلتے چلتے تلاشی لینا سوءُ الحساب صرف کفار کا ہوگا۔ آٹھ شخصیات کا حساب قیامت میں نہیں ہوگا۔ ۱ انبیاء کرام۔ ۲ ملائکہ۔ ۳ مجذوب اولیاء اللہ۔ ۴ مجنون دیوانے۔ ۵ چھوٹے بچے۔ ۶ جو دنیا میں ہر روز اپنا حساب آخرت خود کرلیتا ہے۔ ۷ تارک دنیا سالک فقیر۔ ۸ شہید شرعی (جہاد میں مقتول) اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ۔ پہلی جتنی بھی چیزیں مذکور ہوئیں ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے مثل نہیں اور اہلِ خرد نے

واضح طریقے سے اس کو سمجھ لیا تو اب یہ بھی سمجھ لو کہ جو شخص تفکر تدبر سے جان لیتا ہے کہ جو بھی کلام قانون شریعت امر۔ نہی۔ عبادت۔ ریاضت۔ ایمان عرفان آپ کی طرف اے حبیب کریم نازل کیا گیا وہ سب تعالیٰ کی طرف سے ہے اور بالکل ہر طرف تا قیامت درست۔ سچا۔ مضبوط۔ مفید ہی ہے۔ ایسی سمجھ فہم علم والا شخص اُس کی مثل ہو سکتا ہے جو ادراک شعور سے بالکل ہی اندھا ہو۔ سڑک پر تو سب ہی چل لیتے ہیں مگر فرق کا پتہ اُس وقت لگتا ہے جب راستے میں کنواں آ جائے۔ اندھا گِر جائے گا آنکھوں والا بچ جائے گا۔ جب پہلے واقعات مشاہدات میں ہابیل وقابیل۔ خلیل ونمرود۔ کلیم وفرعون ایک جیسے۔ ہم مثل نہ تھے تو اب بھی صدیق وزندیق۔ حسینؓ ویزید برابر نہیں ہو سکتے۔ لیکن ان پیاری خوبصورت اور آسان مثالوں سے فقط وہی خالص پاکیزہ عقل والے نصیحت پکڑتے ہیں جو اللہ کے ازلی ابدی روحانی وعدوں کو پورا کرتے ہیں۔ اور جو عہد باندھ لیتے ہیں اُس کو توڑنے کا خیال تک نہیں کرتے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ علم والے سے مراد حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور اور عمار بن یاسر ہیں اور اندھے سے مراد ابوجہل وابولہب ہیں اور عہد سے عالم ارواح کا وعدہ واقرار مراد ہے۔ اور میثاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہوئے وعدے مراد یا عام بندوں سے لین دین کے وعدے کیونکہ ہر وعدے کا پورا کرنا اہل ایمان پر واجب وفرض ہے۔ یہی اولوالالباب کی علامت اخلاقی ہے۔ اور بدعہدی غداری منافقین کی نشانی ہے۔ علماء ربانی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید اپنی فصاحت۔ بلاغت۔ صداقت۔ واقعات قانون میں ایسا مضبوط اور مکمل ہے کہ نقطہ نقطہ اور حرف حرف سے حقانیت جھلک رہی ہے ذرا سی عقل والا بھی جان لیتا ہے اسی طرح احادیث پاک اپنی تشریح وضاحت شریعت وطریقت میں اتنا کھلا بیان ہے کہ ذرا سی فہم والے کو مجالِ انکار نہیں رہتا۔ جو ان جیسے صاف روشن کلاموں کا منکر ہو وہ قطعی اندھا ہی ہو سکتا ہے۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ جس طرح قرآنِ کریم اسلام اور شریعت کا منکر اندھا ہے اگرچہ جسم کی آنکھیں بڑی تیز اور چست چالاک ہوں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی شان کا منکر بھی اندھا ہے۔ اور احادیث کا منکر بھی کورچشم اور نابینا ہے یہ فائدہ نا اُنزل کے عموم سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ اللہ کے نزدیک صرف ایمان ایقان تقویٰ طہارت ریاضت عبادت والے اور ہدایت والے ہی عقلمند اور دانشور ہیں۔ اور عقل وہی ہے جو آستانہ مصطفیٰ تک لے جائے۔ جس کو ہدایت اور ایمان نہ مل سکا وہ کتنا ہی چالاک بنے احمق ہے۔ یہ فائدہ اولوالالباب کے صلہ اور موصول وتعلق صفتی سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ یہ آیات پاک اقوام عالم کے سامنے اسلام کا بہترین اخلاقی خاکہ پیش کر رہی ہیں کہ دین اسلام نام ہے عہد سے وعدوں عہدوں کے

مجموعے کا۔ اسلام قبول کرنا گویا کہ عبادات۔ معاملات۔ عملیات۔ عقائد۔ حقوق العباد۔ حقوق اللہ کی ذمے داریوں کو قبول کرنا ہے۔ حقوق العبد میں ماں۔ باپ۔ شیخ مرشد۔ استاد بیوی۔ اولاد۔ اہلِ قرابت۔ آس پڑوس سب ہی شامل ہیں۔ ان سے بڑے حقوق نبی کریم۔ اور اسلام قرآن و حدیث کا ہے ان سب وعدوں کو نبھانا پورا کرنا ہی اسلام لانا ہے۔ ایک مسلمان کا اسلام اخلاقی طور پر پورے معاشرے پر چھا جاتا ہے۔

چوتھا فائدہ۔ دنیا کے مال و دولت کی قدر عزت قیمت محبت صرف دنیوی زندگی تک ہے۔ مرنے کے بعد دنیا کی تمام اشیا کی محبت ختم ہو جائے گی قیامت میں گھاس کے تنکے کے برابر بھی اس کی قدر و منزلت نہ ہو گی۔ اس لیے آج ہی آخرت کی محبت والا ایمان عرفان قرآن۔ اور اعمالِ خیر حاصل کرنا چاہیئے۔ یہ فائدہ لَافْتَدَوْا بِهٖ سے حاصل ہوا۔ کہ یہی کافر منافق جو یہاں دنیا میں پیسہ پیسہ پر جان دے دیتے ہیں۔ وہاں سب دولت فدیہ دینے پر تیار ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حرصِ دنیا سے بچائے۔ کہ یہ دنیا و آخرت کی مصیبتوں کی جڑ ہے۔

احکام القرآن

اس آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ جنت کی خواہش اور جنت کی طلب میں دعائیں مانگنا اور اچھے اعمال عبادات ریاضات حصولِ جنت کے لیے کرنا بالکل جائز ہے۔ اللہ کو پسند ہے۔ بعض صوفیا جو منع کرتے ہیں وہ غلط ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی دعائیں اسی طرح کی منقول ہیں۔ جنت رب تعالیٰ کی پسندیدہ جگہ دیدارِ الٰہی کا مقام ہے۔ اس سے بیزاری کرنا گناہ عظیم ہے۔ یہ کیسا عشق ہے کہ معشوق کی پسند سے ہی نفرت ہو۔ اور نبی پاک سے زیادہ کون عاشق ذات حق ہو سکتا ہے یہ مسئلہ الحُسنیٰ کا ذکر فرمانے سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ اس چیز کو اللہ رسول کے نام پر دینا جس کی بہت ضرورت ہو اور قیمت و عزت ہو۔ مفید ہے۔ ناکارہ بیکار حاجت سے بچی ہوئی فضول اور خراب چیزوں کو خیرات کر دیا اور اچھی چیزیں خود اپنے لیے روک کے رکھنا جائز نہیں نہ باعث ثواب ہے یہ مسئلہ لَافْتَدَوْا بِهٖ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ کہ چونکہ آخرت میں یہ مال ان کے کام کا ہو گا اس لیے وہ فدیہ دینے پر تیار ہوں گے۔ چاہیئے تو یہ کہ آج دنیا میں خیرات و صدقات کریں جب کہ مال کی اشد ضرورت ہے **تیسرا مسئلہ۔** وعدہ اسلام کا ایسا سخت قانون ہے کہ کافر سے کیا ہوا بھی پورا کرنا واجب ہے لیکن وعدے سے چیز منعقد نہیں ہو جاتی۔ لہٰذا خرید و فروخت نکاح طلاق صرف وعدہ کر لینے سے منعقد نہ ہوں گے۔ واجب ہونا اور چیز ہے منعقد ہونا اور چیز ہے منگنی وعدۂ نکاح ہے نہ کہ نکاح۔ اسی طرح باقی بھی۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں بھی اور بہت سی آیت میں جب کفار اور دوزخ حشر نشر حساب کتاب کا ذکر کیا جاتا ہے تو مال کے فدیے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ کفار اگر ساری دولت دنیا یعنی مال سونا چاندی بھی عذابِ الٰہی کا فدیہ بنا دیں تب بھی قبول نہ ہوگا عذاب دور نہ ہوگا۔

جواب۔ اس کی تین وجہ ہیں ایک یہ کہ کفار کو دولت بہت پیاری ہے حرام حلال جائز ناجائز کسی طرح سے بھی آئے بہت اہم جگہ اور مصیبت کے وقت خرچ کرتے ہیں فرمایا جا رہا ہے وہ مصیبت ایسی ہوگی کہ تمہاری دولت کام نہ آئے گی تم کو دولت نہ دینی پڑے گی بلکہ اس جگہ تمہارا وہ ایمان کام آئے گا وہ نیکیاں کام آئیں گی جو آج تمہاری نظروں میں بڑا آسان ہے بیوقعت ہے لہٰذا ایسے آسان کام کو اس مصیبت کے دن کے لیے حاصل کرلو۔ دوم یہ کہ مزاج مختلف ہوتے ہیں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کا ہر کام ہم اپنے پیسے سے کرالیں گے وہ ہر چیز پیسوں سے خریدنا چاہتے ہیں یہاں تک کہ آج کل تو امراء لوگ عبادتیں بھی دولت سے خریدنا چاہتے ہیں۔ بڑے بڑے کاروبار میں لگے ہیں۔ قرآن مجید کبھی خود نہ پڑھا بس دو دو پیسے دے کر دس دس لوگوں مدرسے کے طلباء سے پڑھوا لیا۔ روزے رکھوا لیے ان کی اس بد مزاجی کو درست کرنے کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ آج دولت کے نشے میں مخمور لوگو قیامت میں یہ دولت کام نہ آئے گی۔ سوم یہ کہ دولت کی محبت والوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے دنیا میں تم دولت سے محبت کرتے ہو آخرت میں محبت نہ ہوگی۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ نصیحت مانتے ہیں وہ عقل والے جو عہد پورا کرتے ہیں یعنی عہد پہلے پورا کرنے میں پھر نصیحت پکڑتے ہیں یہ ترتیب تو ٹھیک نہیں۔ ایسا ہونا چاہیے تھا کہ وہ عہد پورا کرتے ہیں جو نصیحت مانتے ہیں تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ عہد سے ایمان لانا ہے پہلے نصیحت پکڑیں گے تو ایمان لائیں گے۔

جواب۔ یہاں فعل کا ذکر نہیں بلکہ ارادۂ قلبی کا ذکر ہے یعنی جس شخص کا ارادہ عہد پورا کرنے کا ہو وہ اگر قرآن حدیث پڑھے مطالعہ کرے صوفیا کی باتیں سنے تو واقعی ان سے نصیحت پکڑے گا۔ اور بعد میں عہد پورا کرنے کا عمل بھی کرلے گا۔

تفسیر صوفیانہ لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰی وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ جب کائناتِ عالم میں ہر چیز ہی جوڑا جوڑا ہے تو مقامِ طلب میں بھی دو قسم کے لوگ ہیں مخلص اور دعویدار۔ صابر و جلد باز۔ محمود و مذموم۔ مسعود و محروم۔ مقبول و مردود۔ جن مردانِ راہ نے وجودِ باطنی کو کدورتِ نفسانی سے پاک کرلیا اور اپنے رب کریم کی ہر دعوت کو بصد عجز و نیاز قبول کرلیا۔ اس طرح کہ نیند کو چھوڑا بیداری کو قبول کیا۔ آرام کو چھوڑا مشقت مجاہدہ۔ ریاضت عبادت کو قبول کیا

دنیا سے منہ موڑا خالق دنیا کو پسند کیا۔ ان ہی خوش بختوں کے لیے ابدی خوش بختیاں ہیں۔ دیدار و لقا کی جنت ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ شریعت کی حُسنیٰ جنت کی وادی ہے لیکن طریقت کی حُسنیٰ قلبِ مومن ہے اس لیے کہ مقصودِ حُسنیٰ رویتِ الٰہی ہے۔ مومن متقی اور صاحبِ شریعت کو دیدارِ الٰہی جنت میں پہنچ کر ہوگا مگر مردِ عارف کو مکاشفۂ قلبی میں انوارِ تجلیات کا دیدار ہوتا ہے۔ اللہ کی دعوتِ حق کو قبول کرنے والے چھ قسم کے ہیں۔ نمبر۱۔ مومن۔ نمبر۲۔ مخلص نمبر۳۔ کامل۔ نمبر۴۔ عارف۔ نمبر۵۔ متفکر۔ نمبر۶۔ ذاکر۔ ان کے لیے چھ ہی طرح کے حُسنیٰ ہیں۔ نمبر۱۔ جنت۔ نمبر۲۔ محبت۔ نمبر۳۔ معرفتِ الٰہی۔ نمبر۴۔ مشاہدۂ قُرب۔ نمبر۵۔ تجلیاتِ انوارِ ازلی کا ورود۔ نمبر۶۔ عرشِ بقا پر مقامِ محمود۔ اور کچھ وہ برے نصیب والے بھی ہیں جو ازل کے بھٹکائے ہوئے ہیں انہوں نے اپنے رب کی کسی بھی دعوت کو قبول نہ کیا۔ نہ ظاہری نہ باطنی نہ شریعت نہ طریقت۔ وہ رذائلِ بشریہ اور کدوراتِ طبعیہ میں ہی پھنسے رہے ان کی عبادت و ریاضت جبہ و دستار بھی حصولِ دنیا کی غرض اور اہلِ دنیا کی نمود۔ اور باطل کی خوشنودی کے لیے ہے۔ وہ اگر اپنی دُگنی تگنی دنیا کو بھی لٹا دیں نظارۂ حسنِ جمال کی تمنا کریں تب بھی اُن کے لیے حرمان و فراق کا عذاب اور بُرا حساب ہی ہے۔ اور ان کا ٹھکانہ نفسانیت کی آگ حرص و ہوس کا جہنم ہے۔ اور اللہ رسول کی ناراضی ان کا آخری ٹھکانہ ہے جو بہت ہی برا ہے۔ بندہ کے لیے دو چیزیں ازلی ابدی مصیبت کا باعث ہیں نفس شیطان اور برے آدمیوں کی خوشی و رضا۔ نمبر۲۔ اللہ رسول اور نیک لوگوں کی ناراضی اَفَمَنۡ یَّعۡلَمُ اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ کَمَنۡ ہُوَ اَعۡمٰی اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۔ الَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَ لَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ راہِ معرفت کے مسافر چار قسم کے ہیں۔ نمبر۱۔ جن کے پاس ذکر کا توشہ ہے۔ نمبر۲۔ فکر کے ارادے ہیں۔ نمبر۳۔ صبر و تحمل کے قدم ہیں۔ نمبر۴۔ عقل و تدبر کی پونجی ہے۔ یہ اپنی استعداد کے مطابق اشاراتِ غیبیہ کو جان لیتے ہیں۔ اور نزول واردات کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ سب ربّ کائنات کی طرف سے حق ہے۔ کیونکہ ان کی آنکھیں روشن قلب منور اور دماغ آفاتِ حواس سے پاکیزہ ہیں۔ اسی راہ کے باطنی اندھے کشف و کرامات معجزات و نشانات دیکھ کر بھی مقامِ معرفت کے حصول کی طرف راغب نہیں ہوتے وہ جلے نصیب ہیں اور یہ دونوں کسی مقام پر برابر نہیں ہو سکتے خالص عقل والے ہی ہدایتِ مرشد سے نصیحت لیتے۔ یہی اہلِ معرفت ہیں کہ وعدے پورے کرتے ہیں۔ اور جسم ناسوتی کو مقامِ قرب تک پہنچا لے اور نارِ فراق سے بچانے کے عہد کو نہ توڑتے ہیں نہ ٹوٹنے دیتے ہیں۔ بندۂ طالب کا پہلا مقام فکر ہے دوسرا ذکر۔ تیسرا صبر۔ چوتھا شکر۔ پانچواں قرب۔ چھٹا تحمل۔ ساتواں محویت آٹھواں مشاہدہ۔ نواں بقاءِ ذات۔ دسواں۔ فنائی الذات۔ گیارھواں خلیل اور بارھواں محبوبیت ہے تیرھواں لقا ہے چودھواں مراد ہے۔ تصوف کے یہ ہی چودہ طبق ہیں جو مسافر معرفت کو طے کرنے پڑتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ارۡزُقۡنَا مِنۡہُ۔

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ

اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس کو جو حکم دیا اللہ نے کا جس یہ کہ

اور وہ جوڑتے ہیں اُسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور

يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ

ملایا جائے اور ڈرتے ہیں رب تعالیٰ سے اپنے اور خوف رکھتے ہیں

اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی سے اندیشہ ۔

سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝۲۱ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ

برے حساب سے ۔ اور وہ جنہوں نے صبر کیا تمنا میں

رکھتے اب اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا

وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا

ذات کے اپنے قائم رکھی انہوں نے نماز اور خرچ کیا

چاہنے کو اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے سے ہماری راہ میں چھپے

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ

انہوں نے سے اس رزق کو دیا ہم نے اُن کو پوشیدہ نفل اور ظاہری فرضی اور بدلہ دیتے ہے

اور ظاہر کچھ خرچ کیا اور برائی کے بدلے بھلائی

بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى

سے بھلائی ۔ برائی کا وہی وہ ہیں یہ جن کے آخرت کا

گھر کے ٹالتے ہیں انہیں کے لیے پچھلے گھر ۔ نفع ہے ۔ بسنے کے باغ

الدَّارِ ۝۲۲ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ

اچھا گھر ہے ہمیشہ قائم رہنے والے باغ داخل ہوں گے وہ بھی اُس میں اور جو

جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو لائق ہوں ۔

صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

نیک کام کریں اپنے باپ دادا میں سے اور بیویوں اُن کی میں سے وہ بھی

اُن کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں ۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝۲۳

اور فرشتے داخل ہوں گے بہر خدمت اُن کی طرف سے ہر دروازے کی ۔

اور فرشتے ہر دروازے سے اُن پر یہ کہتے آئیں گے ۔

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں نصیحت پکڑنے والوں عقلمندوں کا ذکر ہوا اور اُن کی ایک نشانی مذکور ہوئی تھی کہ وہ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں توڑتے نہیں۔ مگر چونکہ اہلِ ایمان کی آٹھ نشانیاں ہیں۔ اس لیے اب ان آیات میں بقیہ سات نشانیاں ذکر ہوئیں۔ گویا کہ یہ آیتیں پچھلی آیات کا تتمہ ہیں۔ **دوسرا تعلق** ۔ دنیا میں دو ہی قسم کے بندے ہیں ایک وہ جو شیطان کے بندے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو اللہ تعالیٰ کے بندے بنے۔ دونوں کی نشانیاں اس طرح ہیں کہ شیطان کے دوست دولت کے پجاری ہیں۔ وہ آخرت کی مصیبتیں دیکھ کر دولت کی خیرات کی تمنا کریں گے آج دنیا میں دولت کو خیرات نہیں کرتے۔ مگر اللہ کے بندے دنیا میں ہی دولتِ دنیا سے پیار نہیں کرتے بلکہ ہر طرح ہر وقت خیرات کرتے رہتے ہیں۔ شیطانی ذریت کا ذکر پچھلی آیتوں میں ہوا تھا۔ ایمانی لوگوں کا ذکر یہاں ہو رہا ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں بدبختوں کے آخری ابدی ٹھکانے کا ذکر ہوا تھا اور اب یہاں نیک بخت صالحین کے آخری ٹھکانے کا تذکرہ ہے۔

تفسیر نحوی

وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ

واو عاطفہ اس کا تعلق پچھلے جملے سے ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ ہمیشہ مبنی ہوتا ہے۔

یَصِلُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب وَصْلٌ سے مشتق ہے بمعنی ملنا۔ باب ضَرَبَ سے ہے دراصل تھا یَوْصِلُ واو بوجہ ثقل تھی بوجہ ما قبل فتحہ کے لہٰذا گر گئی۔ اس باب میں اکثر وَصَلَ متعدی ہو گیا بمعنی ملانا۔ اس کا فاعل اَلَّذِیْنَ کی ضمیر ھُمْ ہے۔ مَا اسم موصول مفرد غیر ذوی العقول کے لیے بحالت زبر ہے مفعول بہ ہے اَمَرَ فعل ماضی یہ جملہ فعلیہ صلہ ہے ما موصولہ کا اللّٰہُ اس کا فاعل ہے بِہٖ ب جارہ ہ ضمیر مجرور متصل واحد غائب متعلق ہے اَمَرَ متعدی بیک مفعول ہے اس کا مفعول ضمیر ھُمْ پوشیدہ ہے دراصل آیت کی عبارت ایسی ہے مَا اَمَرَھُمُ اللّٰہُ بِہٖ۔ اَنْ حرف ناصب یُوْصَلَ فعل مضارع مجہول وَصْلٌ سے مشتق ہے معرب ہے بحالتِ نصب۔ یہ جملہ فعلیہ بدل کل ہے بِہٖ کی ضمیر کا۔ واو عاطفہ ہے اسی پچھلی عبارت سے واو عطفی ہے یَخْشَوْنَ باب فَتَحَ کا مضارع معروف ہے بعض نُحات نے کہا کہ یہ سَمِعَ سے ہے خَشْیٌ سے مشتق ہے بمعنی قلبی ڈر۔ صیغہ جمع مذکر غائب اس کی ھُمْ ضمیر پوشیدہ فاعل کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے متعدی بیک مفعول ہے خیال رہے کہ مجرد مطرد کے اکثر ابواب متعدی ہوتے ہیں اس کا مفعول بہ رَبَّ مضاف ہے ھُمْ ضمیر مجرور متصل کا مرجع بھی وہی اَلَّذِیْنَ ہے واو عاطفہ یَخَافُوْنَ۔ فعل مضارع معروف خَوْفٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی ظاہری ڈر باب فَتَحَ یا سَمِعَ سے اس کا مفعول بہ سُوْٓءَ مضاف ہے طرف اَلْحِسَابِ کے اسم تفضیل مؤنث ہے۔ بروزنِ فُعْلٰی سَیْءٌ سے مشتق ہے اجوف یائی اور مہموز اللام۔ بمعنی بہت برائی والی یا بہت غم دینے والی اس کا مذکر ہے اَسْوَءُ۔ عین کلمہ ی بوجہ ثقل واؤ سے بدل گیا بعض نے کہا کہ سُوْٓءٌ مصدر ہے بروزنِ رُجْعٰی۔ ان کے نزدیک مؤنث تفضیل اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اس کا بیانیہ مضاف الیہ الحساب مذکر ہے ہم کہتے ہیں کہ غیر ذوی العقول کے لیے مذکر کا مضاف مؤنث ہو سکتا ہے پھر یہ اضافتِ توصیفی بیانیہ ہے۔ اَلْحِسَاب۔ الف لام عہد ذہنی ہے حِسَاب بروزنِ فِعَال صفتِ مشبّہ ہے حسب سے مشتق ہے بمعنی اندازہ لگانا۔ چھان بین کرنا۔ تعلق جوڑنا۔ یہاں پہلے دو معنی بن سکتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً وَّ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ

واو عاطفہ معطوف علیہ کلام سابق ہے اَلَّذِیْنَ اسم مبنی موصول جمع بحالت رفع تابع عطفی ہے صَبَرُوا فعل ماضی مطلق بصیغہ جمع صَبْرٌ سے مشتق ہے لازم ہے۔ بمعنی عقل کے دائرے اور تقاضے کے مطابق اپنے آپ کو کسی کام سے جبر کر کے روکنا۔ اگر شریعت اسلامیہ کے لیے روکے تو باعث ثواب ہے ابْتِغَآءَ باب افتعال کا مصدر بَغْیٌ سے مشتق ہے بمعنی بہت محبت سے چاہنا یا کسی کام کی کوشش کرنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں اگر اس کے بعد علیٰ آئے تو معنی ہوتا ہے کسی کے خلاف چاہنا یا کوشش کرنا۔ اسی سے ہے بغاوت۔ بحالت زبر ہے یا بوجہ حال ہونے کے اور ذوالحال صَبَرُوا کا فاعل ہے یا بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے مضاف ہے وَجْہ اسم مفرد منصرف صحیح ہے نکرہ ہے۔ بحالتِ کسرہ مضاف الیہ ہے تنوین سے۔ مانع اگلی اضافتِ مفعولی ہے۔ بمعنی ذات یا خوشنودی۔

یا چہرہ یہاں پہلے دو معنی بن سکتے ہیں۔ ربّ اسم وصفی ہے اللہ تعالیٰ کا ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے واؤ عاطفہ اَقَامُوا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر قَوْمٌ سے مشتق ہے بمعنی مضبوط ہونا۔ کھڑا ہونا۔ اصطلاح میں اس کا ترجمہ ہے پوری توجہ اور پورے ظاہری باطنی توجہ جسم سے کوئی کام کرنا اَلصَّلٰوۃَ اسم مفرد معرفہ ہے صَلٰوۃٌ سے مشتق ہے لغتاً بمعنی دعا اصطلاحاً بمعنی نماز اسلامی شرعی بحالت نصب ہے بوجہ مفعول بہ اَقَامُوا کا۔ واؤ عاطفہ عطف ہے صَبَرُوا پر اَنْفَقُوا۔ فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب باب افعال متعدی بیک مفعول۔ نَفْقٌ سے بنا ہے بمعنی خرچ کرنا۔ مِمَّا۔ مِنْ جارہ کی نون گر گئی ما موصولہ کی میم کی وجہ سے کیونکہ دونوں کا مخرج ایک قرب میں ہے۔ مِنْ بیانیہ تبعیضیہ ہے۔ رَزَقْنَا۔ فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے۔ رِزْقٌ سے مشتق ہے بمعنی نفع والی چیز دینا۔ ہُمْ ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ سِرًّا اسم نکرہ مفرد ہے جامد ہے بحالت زبر ہے حال ہے اس کا ذو الحال اَنْفَقُوا کا فاعل ہُمْ ضمیر مستتر ہے واؤ عاطفہ عَلَانِیَۃً تابع معطوف ہے سِرًّا معطوف علیہ کا بمعنی ظاہر ظہور جس کا دوسروں کو پتہ لگ جائے۔ واؤ عاطفہ یَدْرَءُوْنَ فعل مضارع معروف کا عطف صَبَرُوا پر ہے دَرْءٌ سے مشتق ہے بمعنی دور کرنا۔ ہٹانا۔ مٹانا۔ باب فَتَحَ سے ہے یا سَمِعَ سے بِالْحَسَنَۃِ۔ ب بیانیہ جارہ بمعنی ذریعے سے۔ الف لام جنسی ہے حَسَنَۃٌ اسم جنسی ہے بمعنی خوشی اور فائدہ دینے والی چیز یا کام (دلیل) حُسْنٌ سے مشتق ہے صفت مشبہ ہے۔ اسی حُسْنٌ سے حَسَنٌ اور حُسْنٰی بنا ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ حَسَنٌ بہر حال اشیاء اور اعمال دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اور حُسْنٰی بہر حال صرف اعمال کے لیے اور حَسَنَۃٌ جب کسی کی صفت بن کر آئے تو دونوں کے لیے اور جب اسم مفرد ہو یا مرکب توصیفی نہ ہو۔ تو صرف اعمال صالحہ کے لیے ہوگی ایسا ہی یہاں ہے اَلسَّیِّئَۃَ۔ الف لام جنسی سَیِّئَۃٌ اسم مفرد جنسی بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے یَدْرَءُوْنَ کا۔ سَیِّئٌ سے بنا ہے بمعنی غم۔ فکر۔ پریشانی۔ نقصان دینے والی چیز یا کام۔ صفت مشبہ ہے۔ اُولٰئِکَ اسم اشارہ جمع بعید کے لیے جو جنس بھی ہوتا ہے بحالت رفع خبر ہے سابقہ پورے کلام مِنْ اگلی اور تمہ ہے دراز۔ کلام ۲۔ اور اگلا تمام کلام اس کا مشار الیہ ہے لَہُمْ۔ لام جارہ نفع کا ہے ہُمْ ضمیر جمع مجرور متصل کا مرجع وہ تمام صالحین ہیں جن کا صفات صالحہ سے ذکر ہو رہا ہے۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ ثَابِتٌ اسم فاعل کے عُقْبٰی اسم تفضیل مؤنث یا مصدر ہے بروزن فُعْلٰی عَقْبٌ سے بنا ہے بمعنی پیچھے ہونا۔ عقبیٰ تفضیلی معنی سے بہت پیچھے ہونے والا آنے والا۔ رہنے والا۔ مراد ہے آخرت کا گھر بحالت رفع فاعل ہے ثَابِتٌ پوشیدہ کا مضاف ہے اَلدَّارِ۔ الف لام عہدی ہے۔ دَارٌ اسم جامد مفرد ہے۔ اس کی جمع ہے دارات یا دور اور اس کا تثنیہ دارین۔ بمعنی گھر۔ یا چار دیواری۔ یہاں مراد ہے جہان یا عالم۔ بحالت کسرہ ہے ہے بوجہ اضافت توصیفی کے۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۔ جَنّٰتٌ اسم جامد ہے جمع ہے جَنَّۃٌ کی لغوی معنی

ہے چار دیواری سے چھپا ہوا باغ۔ اصطلاحی ترجمہ آخری عالم صالحین۔ مختلف درجوں کے اعتبار سے جمع فرمایا گیا۔ بحالت رفع ہے اس لیے کہ بدل اکل ہے عُقبٰی کا تنوین سے مانع اضافت سے عَدْن اسم جامد معرفہ نکرہ ہے۔ بمعنی ایسی جگہ جو ہر موسم میں رہنے کے قابل ہو کسی تغییر کی ضرورت نہ پڑے۔ وہاں کی چیز خراب ہو اسی سے معدن یعنی پوشیدہ خزانہ (کان) بحالت کسرہ ہے یہ مرکب اضافی مابعد کے لیے موصوف ہے اور یدخلون فعل مضارع معروف بمعنی مستقبل بصیغہ جمع اس کی صفت ہے دخل سے مشتق ہے بمعنی اندر آنا۔ اندر جانا۔ باب نصر سے ہے ھا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع جنت ہے یہ ضمیر منصوب متصل ہے مفعول فیہ ہے یدخلون کا واؤ عطف کی بمعنی مع مَن اسم موصول واحد لفظاً کے لیے ہوتے صَلَحَ فعل ماضی باب ضرب سے ہے اس کا فاعل ھو ضمیر مستتر کا مرجع مَن موصولہ ہے۔ مِن جارہ تبعیضیہ ہے آباء جمع ہے اب کی مراد ہیں باپ دادا سے تیسری ھم ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ کا مرجع الذین ہے واو عاطفہ بمعنی اور ازواج جمع ہے زوجۃ کی بمعنی منکوحہ بیوی یہ جمع نسبتی بھی ہو سکتی ہے ھم ضمیر جمع کی وجہ سے یعنی اُن سب کی ایک ایک بیوی اور جمع حقیقی بھی ہو سکتی یعنی ان سب کی چند چند بیویاں واؤ عاطفہ بمعنی اور ذریّت جمع ہے ذریۃ کی مگر یہ جمع بھی واحد کے لیے مستعمل ہے۔ بمعنی چھوٹی چیز اسی سے ہے ذرہ۔ ذریت چھوٹی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ مگر جمعیت میں سب چھوٹے بڑے نابالغ مراد ہوتے ہیں۔ یہ ذرٌّ یا ذرءٌ یا ذرٌّ سے بنا ہے بمعنی پیدا کرنا۔ پھیلانا۔ بکھیرنا ذُرِّيَّةٌ بروزن فُعْلِيْلَةٌ قُدُّوْسِيَّةٌ صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول ہے۔ یعنی پیدا کی ہوئی۔ واؤ مستر جملہ یا حالیہ الملٰئکۃ الف لام عہدی ہے ملائکہ جمع ہے مَلَک کی بمعنی فرشتہ ملک سے مشتق ہے۔ دراصل تھا مالک یعنی ناظم اعلیٰ بعض نے کہا یہ الک سے بنا ہے اور ہمزہ کو میم سے۔ مالاگ بمعنی پیغام رسانی۔ یدخلون فعل مضارع جمع فعلیہ ہو کر خبر ہے ملائکہ مبتدا کی علیٰ حرف جر بمعنی عندہ۔ ظرفیت کے لیے ہے۔ ھم ضمیر کا مرجع بھی وہی الذین ہے مِن جارہ ابتدائیہ غایت کے لیے کل اسماء تاکیدیہ سے ہے باب مضاف الیہ اسم جامد ہے اس کی جمع ہے ابواب بمعنی کواڑوں والا دروازہ۔

تفسیر عالمانہ

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً۔ رب تعالیٰ اپنے بندوں کی نشانیاں بتا رہا ہے جو نو عدد ہیں پہلی یہ کہ اور وہ لوگ جو ہر قسم تعلق۔ رشتے عہد وعدے اور معاملے کو ملا کر رکھتے ہیں جن کے ملانے کا رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ شریعت اسلامیہ نے آٹھ تعلقات کو ہر دم ملانے کا بڑی شدت سے حکم دیا ہے۔

نمبر ۱۔ صلۃ الرسول اپنے نبی علیہ السلام کی ہر بات انتہائی دلجمعی سے مانی اپنی عقل خرد سمجھ بوجھ فہم و فراست کو نبی کے قدموں میں قربان کر دو۔ نمبر ۲۔ صلۃ الاسلام کہ اسلام سے جڑے رہو عمل کردار ظاہر و باطن اسلام کا مکمل نقشہ بن

جائے کہ مسلمان کے سینے میں حفظ قرآن ہو دماغ میں احترام قرآن زبان پر الفاظ قرآن دل میں عشق قرآن عقل میں فہم قرآن اور جسم پر تعلیم قرآن۔ اور ساری زندگی معاشرے پر شریعت اسلام کی چھائی ہوئی ہو۔ نمبر ۳۔ صلۃ الایمان و اخلاق کہ آس پاس تمام پڑوس کے حقوق کا خیال رکھو۔ عیادتِ مریض، دلجوئی ضعیف۔ اسلامی تعلیمات کو پھیلانا۔ حالات سے خبردار ہونا۔ انسانیت کے اعتبار سے کافر مومن کے دکھوں کا مداوا کرنا ان کو دنیا و آخرت کے مصائب سے بچانے کی کوشش کرنا۔ نمبر ۴۔ صلۃ الرحم۔ اپنے ذی محرم رشتے داروں کے پورے حقوق ادا کرنا ذی رحم وہ ہے جو مسلمان مرد و عورت کے لیے ازدواجی تعلق سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہیں اس کی مکمل تفصیل فہرست ہمارے فتاوی العطایا میں دیکھئے۔ نمبر ۵۔ صلۃ القرابت ہر رشتے دار خواہ دینی، روحانی خواہ دینی۔ نسبی غیر نسبی وارث غیر وارث سے اچھا برتاؤ کرنا۔ نمبر ۶۔ صلۃ الدیانت مسلمان کو ہر حال خلوت جلوت نفسانی۔ شہوانی۔ کاروبار تجارت لین دین میں دیانت ایمان داری فرض ہے۔ نمبر ۷۔ صلۃ الرحمت۔ اللہ کی تمام مخلوق پر رحم کرنا یہاں تک کہ کیڑے کوڑے چرند و پرند پر بھی رحم کھائے اور اسلامی طریقے سے اُن کے حقوق ادا کرے۔ نمبر ۸۔ صلۃ المعرفت۔ شریعت طریقت۔ تمام انبیا کتب الٰہی پر ایمان لائے تمام کتب کو کلام الٰہی مانے۔ خدا تعالیٰ ہمارے ایک مولوی کو معاف کرے اس نے اپنی حماقت میں سابقہ کتب آسمانی کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کیا اور ایک مناظرے میں اپنے اس مذہب میں بری طرح شکست کھا گیا رجوع بھی کیا مگر توبہ کرنے پر اڑا ہوا ہے میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ مرنے سے پہلے اس کو اس کفریہ عقیدے سے توبہ کی توفیق مل جائے۔ حشر۔ نشر حساب کتاب جنت دوزخ۔ ملائکہ کے وجود پر ایمان لانا۔ ان تمام صلوں کو قائم کرنا ہی ایمان ہے یہ سب ملانا واجب ہے ان کو توڑنا حرام۔ اس کے دنیوی فائدے بھی ہیں اور دینی بھی کہ رزق اور عمر کی زیادتی ہوتی ہے معاشرہ پاکیزہ اسلام کی عزت بڑھتی ہے آپس کی محبت اور غیر مسلم اسلام قبول کرنے میں اسلامی قوت عزت عظمت بڑھتی ہے دوسری نشانی۔ یہ پہلا رجوع کون کرتا ہے جو اللہ سے خشیت رکھتا ہے دوسری نشانی اور برے حساب سے ڈرتا ہے۔ خشیت اور خوف میں چھ طرح فرق ہے۔

۱۔ خشیت و جلال کا ڈر خشیت ہے یہ جتنی زیادہ قرب الٰہی کی نشانی ہے جسے قرب زیادہ اس کو خشیت زیادہ۔ نقصان کا ڈر خوف ہے یہاں یہ دونوں لفظ ان ہی معنی میں ہیں۔ ۲۔ سخت ڈر خشیت ہے تھوڑا ڈر خوف ہے۔ ۳۔ دائمی ڈر خشیت ہے وقتی ڈر خوف۔ ۴۔ ہلکی خشیت ہے ناپسندیدگی خوف ہے ۵۔ ہمت بڑا خشیت ہے جمعت کرنا خوف ہے۔ ۶۔ محبت میں ڈرنا خشیت ہے۔ نفرت میں ڈرنا خوف ہے۔ مومن ڈرتا ہے رب تعالیٰ کو چاہتے ہوئے نافرمانی کوتاہی سستی۔ ناقص عبادت۔ غفلت سے ڈرتے ہیں اور قیامت کی تفتیش چھان بین اور سخت حساب و کتاب سے خوف کھاتے ہیں اس لیے وہ دنیا میں ہی اپنا محاسبہ

کرتے ہیں اس طرح کہ شریعت میں علما فقہا کے محاسبے میں اور طریقت میں مشائخ کی پابندیاں برداشت کرتے ہیں چوتھی نشانی اور صرف اپنے رب کریم کی دائمی رضا چاہنے کے لیے گناہوں سے صبر کرتے ہیں کہ ان سے رکے رہتے ہیں اور عبادات پر صبر کرتے ہیں کہ نہایت الفت و پیار سے ادا کرتے ہیں اور مصیبتوں میں سے صبر کرتے ہیں کیونکہ برداشت کرتے ہیں اور یہ بلائیں عبادت میں رکاوٹ نہیں بننے دیتے۔ اور شہوتوں سے صبر کرتے ہیں کہ ان سے بچے رہتے ہیں یہ سب صبر جمیل ہیں۔ اور ایذا پر تحمل کرتے ہیں کہ باوجود جوابی قدرت کے صرف اللہ کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ پانچویں نشانی۔ اور یہ مومن مخلص نمازیں ایسی قائم کرتے ہیں کہ ملائکہ بھی آفرین کہتے ہیں۔ وقت ۱۰۱۔ واجبات۔ فرائض نوافل طہارت خوشبو خشوع خضوع کا خیال رکھتے ہوئے عبادت خدا اور نقشۂ مصطفی قائم ودائم کرتے ہیں۔ چھٹی نشانی۔ ہمارے مومن جس طرح صلہ رحمی کرکے عادات، اخلاق وحقوق کی سخاوت کرتے ہیں اسی طرح ہمارے دیئے ہوئے رزق یعنی حلال کمائی سے ہی انہوں نے دین دنیا کے لیے خرچ کیا ہے ظاہر بھی۔ ساتویں نشانی۔ اور پوشیدہ بھی دکھا کر بھی چھپا کر بھی۔ مفسرین فرماتے ہیں سِرّ اور علانیہ نفقہ چار قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ واجبی فرضی خیرات علانیہ ہے اور نفلی صدقات سرا ہیں دوم یہ کہ خود غریب کو یا مستحق جگہ خرچ کرنا سِرّا ہے اور کسی شخص یا حکومت کو دے دینا وہ مستحق جگہ خرچ کرے یہ علانیہ ہے سوم یہ کہ بغیر بتائے غریب کو دینا سِرّا ہے اور بتا دینا کہ یہ زکوٰۃ وغیرہ ہے علانیہ۔ چہارم یہ کہ رفاہ عام میں اعلان کرا کے دینا تاکہ دوسرے بھی تعاون کریں علانیہ ہے اور چپ کرکے دینا سِرّا اور یہ دونوں طریقے اللہ کو محبوب ہیں جب کہ نیت خیر ہو ریا نمود نہ ہو۔ خیال رہے کہ حرام کمائی رزقنا کم میں شامل نہیں وہ شیطانی عطیہ ہے وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ آٹھویں نشانی۔ ایمان والے نیکی کے ذریعے برائی کو مٹاتے ہیں۔ اس طرح بھی کہ اگر خود گناہ کرلیں تو نیکی کرکے توبہ اور افسوس۔ رنج و غم کرکے گناہ بخشوا لیتے ہیں یا شرعی جرم کرکے اقرار و اظہار کرکے سزا پا لیتے ہیں یا اگر کوئی ظلم کرے تو ماسے قطع رحمی بے انصافی کرے تو صبر کرتے ہیں اور خود اچھا سلوک کرتے ہیں۔ نویں نشانی۔ یہی وہ بندے ہیں جن کے لیے انتہائی سکون کے ٹھکانے ہیں دنیا میں امن قلبی اور اطمینان قدرتی خوشیوں سے اور قیامت میں آسان حساب کتاب اور بعد قیامت جنتیں عدن خصوصی باغات عام جنتیوں سے جدا واتوں میں ہے جنت عدن جنت کی ایک گلی ہے جس میں دیدار الٰہی کا بازار لگا کرے گا۔ اس میں بیس ہزار ملائکہ ہیں۔ اس کے دروازے میں پہرے ہیں۔ جس مومن میں یہ نو صفات ہوں گی اسی کو داخلہ ملے گا۔ داخل ہوں گے اس میں ہر ان باغی کبھی یہ جنت عدن ہوں گے یعنی ہمیشہ کا مال اور دیدار خدا کی لذتوں والے باغ۔ ان ہی پیارے بندوں کی وجہ سے یا ان کی

خوشنودی اور دلی کے لیے یا ان کے ختم شریف اور ایصال ثواب کی بنا پر ان کی شفاعت کی وجہ سے ان کے نیک والدین ان کی نیک بیویاں دنیوی یا بائی جنتی بیویاں حوریں وغیرہ اور ان کی نیک یا بیگناہ چھوٹی اولاد بھی اسی جنت میں داخل ہو سکیں گے یعنی وہ نیک تو ہیں مگر ان آباء کی نیکیاں اس حیثیت کے لائق نہ تھیں تو ان مستحقین، لائقین کی خاطر اور دلجوئی مقبولیت چاہت عزت و معروفی کی بنا پر یہ بھی داخل ہوں گے یا جو دنیا میں اپنے والدین آل اولاد کے ایصال ثواب کرتا ہوگا اس کی وجہ سے آج جنت میں ان کو یہاں بھی دخول کا اذن ملے گا۔ مزید انعام یہ کہ ملائکہ ان پیاروں کی زیارت کے لیے ہدیوں اور تحفوں کے ساتھ اسی جنت عدن کے ہر دروازے سے یا ان کے رہنے والے محلات کے ہر دروازے سے یا ملائکہ اپنی رہائش گاہوں کے ہر دروازے سے ان کے پاس کبھی کبھی داخل ہوا کریں گے اور یہ سلسلہ ابد الآباد تک جاری رہے گا۔ ان جنتیوں کے محلات خیمہ کی شکل کے ہوں گے۔ جس کی لمبائی چوڑائی ایک ایک کوس ہے زمرد یاقوت کا بنا ہوا ہے۔ ہر محل کا ہزار دروازہ ہے ہر طرف ملائکہ داخل ہوا کریں گے جن کے ساتھ چمک دمک خوشبوؤں کے تحفے ہوا کریں گے۔ اے میرے کریموں کے کریم رب مجھ کو اور تمام سچے اہلسنت کو اس جنت کے لائق ضرور بنادے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا میں ہر مسلمان کو چار رشتے ملتے ہیں کچھ رشتے باٹنے کے لائق کچھ توڑنے کے لائق کچھ دوستی کے لائق کچھ حقوق کے لائق کامیاب زندگی والا وہ مسلمان ہے جو ان چاروں رشتوں سے شریعت کے مطابق نبھاؤ اور سلوک کرے مثلاً روحانی اور جسمانی رشتے استاد دینی۔ مرشد روحانی۔ والدین جسمانی۔ وغیرہم۔ اور فاسق منافق کافر مشرک بد عقیدہ۔ نیک صالحین۔ کافر کرابتدار وغیرہ یہ فائدہ وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اور یَخْشَوْنَ الخ سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ دنیا میں وہی اعمال رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہیں جو رب تعالیٰ کیلئے کیے جائیں خواہ دینی ہوں یا دنیوی چھوٹے ہوں یا بڑے۔ اور جو کام اپنی مجبوریوں یا خوشی کی بنا پر کیا جائے وہ نیکی اور عبادت نہیں بن سکتا۔ یہ فائدہ صبروا میں ابتغاء وجہ کی قید لگنے سے حاصل ہوا لہٰذا جو لوگ صرف مجبوری کی بنا پر صبر کر لیتے ہیں اور دل میں انتقامی جذبے کے تحت کڑھتے رہتے ہیں وہ عند اللہ صابرین میں شامل نہیں ہو سکتے۔ ایسا صبر تو کفار بھی کر لیتے ہیں۔ **تیسرا فائدہ**۔ مومن مخلص کے اعمال اور ایصال ثواب کی وجہ سے ان بندوں کے درجے بھی بلند ہو جاتے ہیں جن کے اپنے اعمال نے وہ درجے نہ دیئے ہوں۔ لہٰذا باپ کے اعمال بیٹے کو اور بیٹے کے اعمال والدین وغیرہ کو مفید ہیں اسی طرح ایصال ثواب ختم شریف بھی فائدہ مند ہے بشرطیکہ لینے والی میت میں ایمانی صلاحیت موجود ہو۔ یہ فائدہ وَمَنْ صَلَحَ (الخ) کے اشارۃ النص اور ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیات پاک سے چند مسائل فقہی مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ: سارا مال خیرات کر دینا ناجائز ہے جب کہ آل اولاد یا بچوں کی والدین کی ذمہ داری کے حقوق بندے کے ذمے ہوں۔ یہ مسئلہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ کی مِن تبعیضیہ سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ: نفل عبادت کو ظاہر کرنا گناہ اور ناجائز ہے اور فرض عبادت کو چھپانا ناجائز ہے۔ یہ مسئلہ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً و لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ والوں کی نشانی بنانے سے مستنبط ہوا۔ اسی لیے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ نفل عبادت کو ظاہر کرنا یعنی منہ سے کہتے پھرنا بربادی ہے اور فرضی عبادت کو چھپانا رسوائی ہے۔ **تیسرا مسئلہ**: جس طرح نماز فرض واجب نفل سنت ہے اور کچھ دفعہ روزانہ، ہفتہ وار، سالانہ پڑھی جاتی ہے اسی طرح خیرات اور خرچ و انفاق بھی بہت قسم کا ہے۔ یہ مسئلہ وَاَنْفَقُوْا کی واؤ عاطفہ اور اَقَامُوا (؟) پر عطف فرمانے سے مستنبط ہوا۔

چوتھا مسئلہ: اہل ایمان کو ہر مفید چیز میں سے کچھ کو اللہ کے نام لگانا چاہیے اور یہ واجب ہے کہ مال، آل، اولاد، اوقات، ہنر میں سے کچھ خدمت دینی کے لیے وقف کرے جس کے چار بیٹے ہوں تو ایک بیٹے کو عالم دین بنانا واجب ہے یہ مسئلہ مِمَّا میں ما موصولہ کے عموم سے مستنبط ہوا۔ حضرت حکیم الامت والد محترم نے اپنے دونوں ہی بیٹوں کو عالم دین بنا دیا بحمدہ تعالیٰ ہم دونوں بھائی ساتوں پشتوں سے علم دین کی نعمتوں میں ہیں اور خاص کر میں ہر طرف سے علم میں گھرا ہوا ہوں میرے سسر، میرے ساڑھو (ہم زلف) میرے سالے سب جید علماء اسلام ہیں۔ اعلیحضرت بریلوی بھی والدہ کی طرف سے جا کے سلسلے میں شامل ہو جاتے ہیں۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض: یہاں فرمایا گیا کہ اللہ کے وعدے پورے کرنے والے اور صلہ رحمی کرنے والے سوء الحساب سے ڈرتے ہیں۔ ڈرنا دو وجہ سے ہوتا ہے یا اپنی کوتاہیوں کی بنا پر یہ مجرمانہ ڈر ہے یا رب کی وعدہ خلافی کے اندیشے سے یہاں پہلا ڈر تو ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ تو اچھے کام کر رہے ہیں۔ مخلص ہیں نہ کہ مجرم تو گیا دوسری قسم کا ڈر ہے اور رب تعالیٰ کی طرف اُن کو وعدہ خلافی کا اندیشہ ہے یہ تو کفر ہے یا کیا خدا کے جھوٹ کا احتمال ہے یہ تو وہابیت ہے۔

جواب: وعدہ خلافی کا اندیشہ نہ جھوٹ پر قدرت کا کفریہ عقیدہ فقط ہیبت الٰہی کی خشیت اور اپنی کمی اعمال کی فکر میں خوف یا خوف بمعنی شرمندگی ہے۔ **دوسرا اعتراض**: صبر کا معنیٰ ہے مجبوری اور مجبوری میں ہر شخص ہی بے بس ہوتا ہے صبر کے سوا چارہ ہی نہیں تو ثواب کیونکر ہوا اور پھر غیر مسلم بھی صبر کرتے ہیں تو ان کو بھی اجر ملنا چاہیے۔

جواب: کفار کا صبر ان کے عدم ایمان اور اسلام نہ ہونے کی وجہ سے برباد ہے یہی حال ان کی ہر نیکی کا ہے۔ نیز کفار کی ہر نیکی یا کام دنیا کی وجہ سے ہے نہ کہ خالق دنیا کی وجہ سے مگر مومن کا صبر اِبْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ سے

بعض نے یہ جواب دیا کہ یہاں اجر و ثواب کے لیے محض صبر نہیں ذکر کیا گیا بلکہ تین چیزیں۔ ۱ صبر۔ ۲ نماز۔ ۳ خیرات مذکور ہوئیں اور صبر بھی مجبوری کا مراد نہیں بلکہ قدرت انتقام کے باوجود صبر۔ ایک جواب یہ ہے کہ مومن ہر کام کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر کرتا ہے اس لیے اجر کا مستحق ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں مومن کی نشانی بتائی گئی کہ علانیہ بھی صدقہ و خیرات کرتا ہے۔ حالانکہ اس میں ریا کاری یا ریا کا اندیشہ ہے اور جس طرح ہر گناہ برا ہے اندیشۂ گناہ بھی برا ہوتا ہے۔

جواب:۔ مخلصین اور متقی سے اعمال صالحہ کرنے والوں کے اعمال میں ریا کاری ہو سکتی ہے نہ اندیشہ۔ ریا تب ہوگی جب یا منہ سے کہیں یا دل سے چاہیں کہ ہماری عزت بنے نیز فرض اعمال تو ظاہر کرنے ہی واجب ہیں۔ ریا اول کا وسوسہ تو وہ ریا نہیں بلکہ اس پر ثواب ہے۔

تفسیر صوفیانہ اور وہ عارفین جو روح جسمانی کے ساتھ ازلی معاہدہ کے مطابق پورا عہد کرتے ہیں اور اللہ کے حکم کے مطابق دلوں کو اس کی محبت سے اسرار کو مشاہدات انوار سے ملائے رکھتے ہیں وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ اور مقام قلب میں تجلیات صفات کی ہیبت سے خشیت ربانی سے کانپتے رہتے ہیں۔ وَيَخَافُونَ سُوْءَ الْحِسَابِ اور ہر حرکت بطش و عتاب۔ قبض و بسط۔ نفی و اثبات۔ بقلکے لمحات۔ فنا کے حساب سے خوف زدہ اور آہ و زاری میں رہتے ہیں۔ ابن عطا نے فرمایا اولیا کی خشیت درجات علیا سے نیچے پھسلن اور خوف غفلت و بے وفائی میں گرنے کا ہے۔ خشیت دقیق اور باریک ہے اور خوف سخت ہے وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اور کاملین ہیں وہ جنہوں نے ماسوا اللہ غیر اللہ کو اللہ کی محبت وحدت کے لیے بالکل چھوڑ کر صبر مکمل کر لیا۔ ذات کریم کے انوار کے مکاشفے سے ایسا سرور پایا کہ ہر ایک سے منہ موڑ کر صبر کر لیا۔ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور تزکیۂ باطنی کے لیے نماز مشاہدہ میں مشغول ہو گئے اور عبادات بدنیہ کو تا حیات قائم رکھا یا اور تاج رفعت سے دائمی معراج حاصل کر لی وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً اور جو ہم نے احوال مقامات۔ انوار تجلیات۔ اسرار کے مکاشفات کا نزول و اجرا یا ہے اس کو مستحقین مریدین صالحین اور سچے طالبین پر ظاہر کرتے ہیں اور ان کو عطاء کرامات سے لقاء یار کے فائدے پہنچاتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی خیرات اسرار نفقۂ سری ہے اور نظارۂ مکاشفات نفقۂ علانیہ ہے وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اور مٹاتے ہیں محنت سے غفلت کو۔ مشقت سے کسلت کو ریاضت سے رذالت کو لقا سے فنا کو۔ تجلیات سے ظلمات کو۔ وفا سے جفا کو۔ بجوع قلبی سے تکبر نفس کو حسن اخلاق سے بد اخلاقی کو۔ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے مقام قرب الٰہی کا آخری گھر ہے جن کی دنیا بھی آخرت کی لذتوں والی ہے جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا معرفت الٰہی کے ایسے پھول اور لذت قرب کے ایسے پھل والی جنتیں دائمی ابدی ہیں جن میں یہ داخلہ رحمت و برکت پائیں گے۔

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ اور صفات قلبیہ اعمال صالحہ کی ان جنتوں میں آباء روحانی
ازواج نفوس قدسیہ اور رویت اعضاء قوی۔ وصل قرب اور مشاہدے کے باغوں میں داخل ہوں گے۔ اور اسرار
آنکھوں سے ہی تماشاء یار نہ کریں گے بلکہ عقل و شعور سر و دماغ بھی مشاہدہ پائیں گے۔ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ
مِنْ كُلِّ بَابٍ اور صفات کمالیہ کے ہر دروازے سے ان عاشقین جبروت والے فرشتے تحائف نوری انوارات
قدسی کے ساتھ آتے رہیں گے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِهَا۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى

سلامتی ہو پر تم بدلے اس کے جو صبر کیا تم نے تو بہت اچھا آخرت

سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی

الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ

کا گھر۔ اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں وعدہ اللہ کا سے

خوب ملا۔ اور وہ جو اللہ کا عہد اس کے پکے ہونے کے

بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ

بعد مضبوط باندھنے کے اس کو اور جدا کرتے ہیں اس کو حکم دیا اللہ نے ساتھ اس کے جس کے

بعد توڑتے ہیں اور جس کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا۔

اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ

کہ جوڑا جائے اور فساد ڈالتے ہیں زمین میں یہی لوگ ہیں

اسے قطع کرتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کا حصہ

لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (۲۵) اَللّٰهُ يَبْسُطُ

کے لیے اُن کے لعنت ہے اور لیے اُن کے برا گھر ہے ۔ اللہ کھلا کرتا ہے

لعنت ہی ہے اور اُن کا نصیبہ برا گھر ۔ اللہ جس کے لیے چاہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ

رزق لیے جس کے چاہتا ہے اور حساب سے دیتا ہے ۔ اور خوش ہو گئے کافر بزندگی

رزق کشادہ اور تنگ کرتا ہے ۔ اور کافر دنیا کی زندگی پر اترا

الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ

دنیوی حالانکہ نہیں ہے دنیوی زندگی مقابلے میں آخرت سے

گئے اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل نہیں مگر

۴ ع ۹

اِلَّا مَتَاعٌ (۲۶) ع

مگر تھوڑا سامان

کچھ دن برت لینا

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیتوں میں نیک لوگوں کی آٹھ عملی اور قلبی خصلتوں کا ذکر ہوا ۔ اب یہاں اُن کی ایمانی گفتگو کا تذکرہ ہے ۔ کیونکہ تمام عبادات میں زبانی اچھی گفتگو کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے ۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ اے لوگو آج دنیا میں ہر انسان نفسی اور قلبی طور پر خواہش کرتا ہے کہ میرا تعلق بڑے لوگوں سے ہو اور بڑے لوگوں سے سلام دعا کا سلسلہ جاری ہو جائے ۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کائنات میں اللہ کے فرشتے بعد انبیاء ہر لحاظ سے اونچے طبقے کے ہیں دامن مصطفےٰ سے رابطہ ہو جائے تو فرشتوں سے دنیوی اور اُخروی زندگی میں سلام دعا بلکہ محبت و عزت کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے ۔ یہ کتنی بڑی کامیابی ہے ۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیتوں میں بتایا گیا کہ دنیا میں اور دین میں تم کو نقصان کیا پہنچا ابرار سے اور ... بتانا ضروری تھیں تاکہ آئندہ نسلیں ان کی نشانیاں اختیار کریں تو بروں سے بچیں ۔ یعنی پچھلی مضمون کیلئے پچھلی آیتوں میں اچھوں کی آٹھ خصلتیں اور انجام بد کی بیان ہوا ۔

اور اب ان آیت میں برے لوگوں کی خصلتوں کی تفصیل ہے۔ تیسرا تعلق۔ پہلی آیت میں ایمان والوں کی ایک یہ خصلت بیان ہوئی کہ وہ دینوی دولت نفلی و فرضی طریقے سے خیرات کرتے رہتے ہیں جس سے اُن کی دنیا سے بے رغبتی کا پتہ لگتا رہتا ہے۔ اب یہاں کافروں کی دنیا سے محبت اور لگاؤ کا ذکر ہے۔ حالانکہ ملے گی اتنی ہی جتنی اللہ نے مقدر میں لکھ دی۔

تفسیر نحوی

سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ۔ سلٰمٌ اسم نکرہ مفرد ہے صفت مشبہ ہے بروزن فَعَال باب سمع سے ہے سَلِمَ سے مشتق ہے بمعنی بچنا۔ بچا اور درست رہنا۔ اسی سے ہے سلامۃ اور سالم۔ کسی کو اپنے سے بچانا یعنی نقصان نہ دینا سلم ہے کسی سے خود کو بچائے رکھنا سلامۃ ہے اور نہ بگاڑنا یا دیگڑنا سالم ہے۔ بحالت رفع ہے مبتدا ہے تنوین تعظیمی ہے بمعنی ہمیشگی یا بار بار۔ عَلَیْکُمْ جار و مجرور متعلق وارد پوشیدہ اسم فاعل کے اور یہ جملہ اسمیہ خبر ہے مبتدا کی اور پھر مبتدا خبر مل کر دعا ہے کیونکہ جملہ اسمیہ تکرار کا ثبوت ہے اور تکرار دعا کی ہوتی ہے نہ کہ خبر کی یہی اعلیٰحضرت کے ترجمے سے ظاہر۔ مگر حضرت حکیم الامت نے ایک مرتبہ محفل درس میں فرمایا تھا یہ خبر ہے۔ کیونکہ آخرت میں دعا نہیں ہوگی اور جملہ اسمیہ میں تکرار شرط نہیں۔ بِمَا ب جارہ ما مصدریہ ہے یا موصولہ۔ متعلق مقدم صَبَرْتُمْ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر باب نصر۔ یہ جملہ فعلیہ خبر مقدم مبتدا مؤخر نعم کی ف تعقیبیہ یا سببیہ نِعْمَ۔ فعل مدح ثُمَالت کو نہ کہنے کہا یہ اسم ہے اس کی تین قرئتیں۔ ۱ نِعْمَ ۲ نِعِمَ ۳ نَعِمَ پہلی مشہور ہے۔ عُقْبٰی بحالت رفع مخصوص بالمدح مضاف ہے الدار الف لام عہدی دار اسم جامد نکرہ تھا معرف باللام بمعنی گھر۔ بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے۔ وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ واؤ مستانفہ الذین اسم موصول جمع مذکر بحالت رفع مبتدا ہے مابعد کا یَنْقُضُوْنَ۔ فعل مضارع معروف باب نصر صیغہ جمع مذکر غائب نَقَضَ سے مشتق ہے بنا ہے، بمعنی توڑنا۔ پھر جانا۔ انکار کرنا اقرار کے بعد۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں عہد اسم مفرد جامد ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں جامد وہ ہوتا ہے جو مشتق نہ ہو یعنی نہ فعل ہو نہ اسم ہو۔ لیکن مصدر ہو مگر مصدری معنی میں نہ ہو بلکہ بمعنی حاصل مصدر ہو۔ فارسی میں جامد وہ ہوتا ہے جو مصدر بھی نہ ہو۔ عہد بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے تنوین سے مانع اضافت ہے۔ اللہ بحالت کسرہ مضاف الیہ۔ مِنْ جارہ زائدہ ہے یا بیانیہ میثاق بروزن مِفْعَال۔ مصدر میمی ہے اور مصدری معنی میں ہے وثق سے بنا ہے بمعنی مضبوط کرنا۔ پکا باندھنا۔ بھروسہ کرنا۔ یقین کرنا اپنی سوچ سمجھ پر۔ اسی سے ہے وُثُوق بمعنی بھروسہ۔ مضاف ہے ہ ضمیر مضاف الیہ کا مرجع عہد ہے واؤ عاطفہ عطف ہے یَنْقُضُوْنَ پر یَقْطَعُوْنَ۔ فعل مضارع معروف بصیغہ جمع مذکر غائب۔ اس کا فاعل ھُم ضمیر جمع مستتر ہے اس کا مرجع الذین ہے۔ قطع سے مشتق ہے بمعنی جدا ہونا۔ چھوڑنا۔ توڑنا۔ کاٹنا

یہاں پہلے معنیٰ مناسب ہیں۔ مَا موصولہ غیر ذوی العقول چیزوں کے لیے بحالت نصب مفعول بہ ہے۔ اَمَرَ فعل ماضی مطلق معروف باب نَصَرَ سے ہے۔ اَمْرٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ حکم دینا۔ فیصلہ کرنا۔ کسی سے معاملہ کرنا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں اور وہی اصلی و لغوی ہیں۔ بہٖ ب جارہ مفعولیت کے لیے ہ ضمیر متصل کا مرجع مَا موصولہ ہے۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ یہ پورا جملہ مفعول بہ ہے اَمَرَ کا۔ یُوْصَلَ فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ ہے وہ اس کا نائب فاعل ہے۔ وَصْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ جوڑنا۔ ملانا۔ ملاقات کرنا۔ یہاں پہلے معنیٰ مناسب ہیں۔ اور یہی لغوی معنیٰ ہیں۔ واؤ عاطفہ یُفْسِدُوْنَ۔ فعل مضارع۔ معروف باب افعال بصیغہ جمع مذکر فَسَدٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ بگڑنا۔ پھاڑنا۔ بگاڑنا۔ نقصان کرنا۔ یہاں آخری معنیٰ مراد ہیں۔ فِیْ حرف جر بمعنیٰ میں۔ ظرفیت کے لیے اَلْاَرْضِ۔ الف لام جنسی یا عہدی۔ اَرْضٌ مؤنث لفظی ہے وہ اصل تھا اَرْضَةٌ۔ اس کا مصغر ہے اُرَیْضَةٌ مراد ہے علاقہ۔ اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ بعیدی جمع ہوتا ہے ہمیشہ۔ بحالت رفع ہے بوجہ مبتدا۔ لَهُمْ۔ لام جارہ نفع کا ہے ھُمْ ضمیر مجرور متصل کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے متعلق ہے ثَابِتٌ یا لَائِقٌ۔ یا وَارِدٌ اسم فاعل پوشیدہ کے اللَّعْنَةُ الف لام استغراقی لَعْنَةٌ اسم مفرد معرف باللام مصدر ہے اور آخر میں مصدریت کی ۃ لگی ہے۔ لَعْنٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ پھٹکارنا۔ دھتکارنا۔ ذلیل کرنا۔ رحمت سے دور کرنا۔ بددعا دینا۔ اس کے مشتقات باب فَتَحَ سے ہوتے ہیں۔ یہاں مراد رحمت سے دور کرنا ہے۔ بحالت رفع ہے بوجہ فاعل ہونے کے ثَابِتٌ پوشیدہ کے۔ واؤ لَهُمْ جار مجرور متعلق ہے اسی پوشیدہ اسم فاعل کے یا نیا اسم فاعل پوشیدہ ہے۔ سُوْٓءُ۔ مادہ مصدری ہے۔ اجوف واوی اور مہموز اللام ہے۔ یہاں اسم جامد ہے بمعنیٰ۔ غمگین کرنے والا۔ نقصان دینے والا۔ مصیبت میں ڈالنے والا۔ پریشان کرنے والا۔ مراد جہنم ہے اَلدَّارِ۔ الف لام عہد ذہنی۔ دَارٌ بمعنیٰ چار دیواری والا گھر بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے سُوْٓءُ کا سُوْٓءُ بحالت رفع ہے۔ فاعل پہلے پوشیدہ اسم فاعل کا بذریعہ عطف یا نیا اسم فاعل ثَابِتٌ وغیرہ پوشیدہ کے۔ یہ سب جملہ اسمیہ عاطفہ خبر ہے اُولٰٓئِكَ مبتدا کی۔ اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ۔

اَللّٰهُ اسم ذاتی علم ہے باری تعالیٰ کا یہ نیا جملہ ہے۔ بحالت رفع ہے بوجہ مبتدا۔ اگلی ساری عبارت اس کی خبر ہے یَبْسُطُ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مرفوع مستتر اس کا فاعل ہے اس کا مرجع اَللّٰهُ ہے بَسْطٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ لمبا کرنا۔ کھولنا۔ بڑھانا۔ وسیع کرنا۔ یہاں آخری دو معنیٰ مناسب ہیں۔ باب نَصَرَ سے ہے۔ اَلرِّزْقَ۔ الف لام جنسی یا عہدی۔ رِزْقٌ اسم مفرد جامد ہے۔ بمعنیٰ۔ ۱ ہر نفع دینے والی چیز۔ خواہ اُخروی یا دنیوی۔ ۲ غذا۔ ۳ حصہ ۴ خوراک۔ ۵ سامان زندگی۔ یہاں دنیوی نعمتیں مراد ہیں۔ لام جارہ نفع کا مَنْ اسم موصولہ عمومیت کے لیے۔ ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ یَشَآءُ فعل مضارع معروف صیغہ

واحد مذکر غائب کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع اللّٰہ ہے۔ شَیْءٌ سے مشتق ہے باب ضَرَبَ سے ہے بمعنی چاہنا پسند کرنا۔ مرضی کے مطابق کرنا۔ یہاں سب معنیٰ بن سکتے ہیں۔ شَیْءٌ اسم جامد بھی مستعمل ہے تب یہ منسوب الیہ کے درجہ میں ہوتا ہے اگر منسوب الیہ عام شخصیت ہے تو یہ عام اگر خاص ہے تو یہ خاص اگر اخص ہے تو یہ اخص۔ مگر جہلاء وہابیہ نے اس کو بہر حال عام سمجھا۔ اور اسی جہالت کی بنا پر عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے استدلال سے ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے امکان کذب کا کفریہ عقیدہ بنا ڈالا۔ واؤ عاطفہ یَقْدِرُ۔ فعل مضارع معروف باب ضَرَبَ سے صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ہو مستتر کا مرجع اللّٰہ ہے۔ قَدْرٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ۔ تنگ کرنا۔ اندازہ کرنا۔ قدرت رکھنا (طاقت رکھنا) یہاں پہلے دو معنیٰ مراد ہیں۔ واؤ مہر جملہ۔ اگلی عبارت نیا جملہ ہے فَرِحُوْا فعل ماضی جمع جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر اس کا فاعل اور اس کا مرجع اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ ہے فَرِحٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ خوش ہونا۔ اترانا۔ یہاں دوسرے معنیٰ مراد ہیں۔ بِ جارہ بمعنیٰ عَلٰی اَلْحَیٰوۃِ الف لام استغراقی یا جنسی یا عہدِ خارجی۔ حَیٰوۃ مصدر اسم جامد ہے آخر میں ۃ مصدریہ ہے بمعنیٰ زندگی۔ حَیٌّ سے مشتق ہے بمعنیٰ زندہ ہونا زندہ رہنا۔ موجود ہونا۔ موجود رہنا۔ موصوف اس کی صفت ہے اَلدُّنْیَا۔ الف لام جنسی۔ دُنْیَا اسم تفضیل مؤنث اس کا مذکر اَدْنٰی ہے۔ دُنُوٌّ یا دَنِیٌّ سے مشتق ہے بمعنیٰ گھٹیا ہونا۔ قریب ہونا۔ یہاں دونوں معنیٰ درست ہیں بحالت جر ہے صفت ہے حیٰوۃ موصوف کی واؤ حالیہ مَا نافیہ اَلْحَیٰوۃُ۔ الف لام عہدی حیٰوۃ اسم جامد بمعنیٰ زندگی اَلدُّنْیَا۔ اسم جامد عالم سفلی اور عالم ناسوت کا نام ہے یعنی یہ ظاہری جہان۔ فِیْ جارہ ظرفیہ مگر اس کی ظرفیت کا تعلق نہ حیات سے ہے نہ دنیا سے کیونکہ یہ زندگی اور یہ دنیا وہاں نہیں ہوگی اَلْاٰخِرَۃِ۔ الف لام عہدِ خارجی آخرت اسم جامد مصدر ہے اُخْرٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ سب سے پیچھے ہونا۔ دیر میں ہونا۔ نتیجہ ہونا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں آخر میں ۃ مصدر کی ہے اس سے پہلے لفظ جَنْبٌ یا مقابل پوشیدہ ہے دراصل ہے فی جنب الآخرۃ مراد ہے آخری عالم حشر یا عالم ابدی اِلَّا حرفِ استثنا متصل اس نے مَا کی نفی توڑ دی مَتَاعٌ اسم مفرد نکرہ جامد ہے۔ بحالت رفع ہے بوجہ مستثنیٰ مفرغ ہونے کے۔ مَتْعٌ سے بنا ہے بمعنیٰ سامان۔ نفع دینے والی چیز۔ کچھ دیر فائدہ اٹھانا۔ ظاہری زندگی کا سامان۔ تھوڑی نعمت۔ یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہیں۔ اس کی جمع اَمْتِعَۃٌ ہے

تفسیر عالمانہ

سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اے دنیا میں اپنے آپ کو اللہ کے لیے وقف کر کے تمام اہلِ دنیا سے منہ موڑنے والو اب باجازت دروازوں سے اندر آنے والے فرشتے تم کو بشارت

دیتے ہیں کہ ابدالآباد تک تم پر سلامتی ہے اس کی وجہ سے کہ تم نے اپنے نفوس کا محاسبہ مراقبہ کرکے شکر فکر ذکر سے دنیا کے مصائب و آلام برداشت کئے اور دشمنان خدا کے طعنے سنے۔ بھوک پیاس فقیری غربت صرف قربت الٰہیہ کی خواہش میں جھیلی اور ایسا عظیم پاکیزہ صبر کیا کہ جس کی خوشبوؤں سے زمین و آسمان کی فضائیں معطر ہوگئیں۔ دنیا میں تم تو ہر دروازے سے دھتکارے گئے مگر اہل دنیا پر اللہ کی رحمت برکت امن و عافیت تمہارے ہی صدقے نازل ہوتی رہیں اب صبر کے بدلے میں تم کو آخرت کا اچھا گھر ملے گا۔ جو آخر ہی آخر ہے ابتدا ہے انتہا کوئی نہیں جس کے بعد اب کوئی تبدیلی نہ ہوگی آج تم کو معلوم ہوگا کہ دنیا کی فقیری آخرت کی امیری ہے دنیا کا فکر آخرت کی لذت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بلال دنیا میں فقیر بننے کی کوشش کرنا کہ رب تک پہنچ جائے نہ کہ امیری۔ حضرت انس نے روایت کیا کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں فقیر کے لیے تین خصوصی رعایتیں ہوں گی جو کسی غنی کو نہ ملے گی۔

۱ جنت میں داخلہ سب سے پہلے پانچ سو سال قبل یہ قیامت کا آدھا دن ہوگا۔ ۲ فقرا کی بدنی عبادات اور ذکر اذکار کا ثواب امرا کے ذکر و عبادات سے دگنا ہوگا اگرچہ امرا ایک بار سبحان اللہ کہنے کے ساتھ دس ہزار درہم بھی خیرات کرے ۳ جنت میں صابرین فقرا کے لیے اتنی بلندی پر یاقوت احمر کے محلات ہوں گے کہ ان کی کھڑکیوں سے وہ جنت والوں کو اس طرح دیکھا کریں گے جس طرح اہل دنیا زمین والے آج ستاروں کو دیکھتے ہیں اور ان محلات میں صرف فقرا انبیاء کرام۔ فقرا شہدا اور فقرا مومنین کی رہائش ہوگی روایات میں ہے کہ باری تعالیٰ نے عقبی الدار میں تین چیزوں کا وعدہ فرمایا اول جنت دوم ان نو نشانیوں والے مومنین کے طفیل دوسرے قرابتداروں کو بھی ان کا ساتھ مل جانا سوم ملائکہ کا آ آ سلام کرنا یہ تو بارگاہ الٰہیہ میں مومنین کی شان ہے لیکن جن بدبختوں نے اللہ کے سارے وعدے اگلے پچھلے ایمان اطاعت اخلاق تہذیب حرام حلال۔ میل مروت۔ وراثت شرافت رواداری وغیرہ کے ایک دم توڑ ڈالے میثاق کے بعد۔ دنیا میں کہ عقل و فراست سمجھداری شعور ضمیر نے جو انہیں باتیں کرانا چاہیں ان کفار و منافقین نے اس کو چھوڑ کر نفس امارہ کے کہنے پر چلنا شروع کیا یا اللہ تعالیٰ کے قرآن و حدیث پیغمبران کرام علما مبلغین اسلام نے جو بتایا سنایا جس کو ان کی عقلوں نے تسلیم کیا مگر پھر کچھ دیر بعد جھٹک دیا یہ لاپرواہی۔ تسلیم کرنا گویا ان کا وعدہ تھا اور پھر ذہن و خرد سے جھٹک دینا عہد کا توڑنا اسی طرح عبادت کی تیاری وعظ و نصیحت سن کر دل نرم ہونا اور دل چاہنا کہ عبادت ذکر اذکار میں ہی مشغول ہوتے رہیں یہ وعدہ ہے پھر مجلس اشرار میں صحبت بد سے وہ جذبہ ختم ہو جانا اور سستی غفلت کاہلی پیدا ہونا یہ عہد شکنی ہے اخروی وعدہ عالم ارواح کا ہے۔ اور یہ ہی کفار ظاہری باطنی ہر اس چیز کو توڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اسلام نے حکم دیا۔ اور زمین میں غیر اللہ کی عبادت کرکے اور دوسروں سے کرا کے ظلم۔ جھگڑا۔ جنگ جدال۔ فتنہ۔ شرارت

چغل غیبت کے ذریعے فساد برپا کرتے ہیں اور جاری رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اس طرح سے کہ دنیا میں توفیق خیر نہ ملتی۔ گناہ آسان ہو جاتے۔ اور نیکیاں مشکل ہو جاتی اللہ اور اللہ والوں سے دوری ہوتا۔ کوئی جھنجوڑ کر جگانے والا مرشد و رہبر نہ ملتا۔ اُخروی لعنت یہ ہے کہ معافی۔ شفاعت۔ رحمت۔ محبت۔ آسانی اور جنت نہ ملتی۔ بلکہ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّار اور ان کے لیے انتہائی بُرا تکلیف دہ گھر ہے۔ یعنی جہنم۔ ایک قول ہے کہ دنیوی لعنت۔ بیماری قحط سالی۔ بے برکتی۔ فحاشی۔ بے غیرتی بے حیائی اور علما اور اولیا صلحا کی گستاخیاں عام ہو جانا۔ جہالت بڑھنا علم گھٹنا۔ اور اُخروی لعنت قبر و حشر کے امتحان و حساب کی ناکامی اور دنیوی بُرا گھر کفرستان ہے اور اُخروی بُرا گھر کافر کی قبر اور جہنم کی وادی۔ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ دنیا کے کافر۔ منافق اور بعض فاسق اپنی نادانی سے دنیوی جاہ مال عزت و آبرو۔ امارت و وزارت کو حق و باطل کا امتیازی نشان سمجھتے ہیں حالانکہ یہ غلط اور بھول ہے اس بھول میں مت رہنا یہ تو دنیا ہے دار عمل ہے اور امتحان گاہ ہے یہاں اللہ تعالیٰ رازق کائنات جس کو چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور تنگی رزق بھی وہی کرتا ہے یا شروع سے غریب رکھ کر یا اس امیر کو غریب بنا کر۔ کہیں بُرے کو امیر بنا دیا اور نیک کو غریب کہیں اس کا اُلٹ۔ اس جہانِ فانی میں صرف وعدہ اور وعید ہے۔ یہاں نہ ثواب ہے نہ عقاب۔ سب کچھ سمجھا دیا بتا دیا اور پچھلوں کے انجام تباہی دکھا کر سب کچھ سنا دیا گیا ہے مگر یہ کافر منافق۔ اور نادان فاسق۔ اہلِ دنیا۔ دنیا کی زندگی اور اس کی ہیچ و پوچ خوشی سے پھولے پھرتے ہیں حصولِ دنیا میں سرمست ہیں نہ حلال نہ حرام نہ تہذیب و تمدن کی پرواہ۔ نہ قیمتی سانسوں کا خیال نہ اپنی عارضی وقت کی قدر۔ حالانکہ یہ تمام دنیوی زندگی اور اس کے عیش و آرام دنیوی جنجال بکھیڑے آخرت میں برباد بیکار بلکہ دنیا کے بعض کام آخرت میں وبال اور مصیبت ہیں۔ یا دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں انتہائی تھوڑا معمولی اور حقیر نفع مختصر سامان ہے۔ مقدار میں بھی۔ بقا میں بھی فائدے میں بھی۔ حسن و جمال میں بھی۔ لذت و فرحت میں بھی پائیداری میں بھی غرضیکہ دنیا کی فرحت حرام ہے لیکن دنیا پر سرور جائز ہے۔ فرحت دنیا کے چودہ نقصان۔

نمبر ۱۔ کفر۔ نمبر ۲۔ منافقت۔ نمبر ۳۔ اقوال جھوٹے۔ نمبر ۴۔ امانت میں خیانت۔ نمبر ۵۔ حرص ہوس لالچ۔ نمبر ۶۔ وعدہ خلافی۔ نمبر ۷۔ غرور و تکبر۔ نمبر ۸۔ کنجوسی۔ نمبر ۹۔ قطع رحمی کی انتہائی بری لت۔ نمبر ۱۰۔ فساد۔ نمبر ۱۱۔ ظلم۔ نمبر ۱۲۔ جنگ و جدال۔ نمبر ۱۳۔ آخرت کی بربادی۔ نمبر ۱۴۔ حرام حلال سے بے پرواہی۔ حیات دنیا پر سرور کے نو فائدے ہیں۔

نمبر ۱۔ ایمان کی توفیق۔ نمبر ۲۔ حلال کی رغبت نمبر ۳۔ سخاوت کی عادت۔ نمبر ۴۔ عبادت میں لذت نمبر ۵۔ حیات

والی

نمبر ۶۔ آخرت کی تیاری کا شوق۔ نمبر ۷۔ دنیا کی بے رغبتی۔ نمبر ۸۔ اصلاح کی طبیعت۔ نمبر ۹۔ نیک مخلوق کی طرف میلان قلبی۔ اہل دنیا حیوٰۃ دنیا سے دنیا ہی بناتے سنوارتے ہیں مگر اہل آخرت حیات دنیا میں سامان آخرت اعمال قیامت۔ اور خوشنودی رحمٰن کماتے ہیں اس لیے فرحت دنیا کفر یہ عیب ہے اور سرور دنیا ایمانی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو فرحت دنیا سے بچائے اور ان چند گھڑیوں میں رضا۔ الٰہیہ عشق خداوندی محبت مصطفائی کی دولت ابدی سے مالامال ہونے کی سعادت نصیب ہو۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ بارگاہ الٰہیہ میں سلام سب سے شان والی عبادت ہے اس لیے کہ دنیا کی تمام عبادتیں موت کے بعد ختم ہیں مگر سلام کلام آخرت بلکہ جنت میں بھی ہوگا اور ابدالاباد تک جاری و ساری ہے۔ گویا کہ یہ سلام کرنا اور جواب دینا مومنین کی دائمی نشانی ہے۔ لہٰذا گڈ کہنا یا نمستے وغیرہ کی عادت بنانا یا رب رکھا یا یاعلی مدد کے لفظ مقرر کرنا غلط ہیں خلاف اسلام ہیں۔ **دوسرا فائدہ**۔ دنیا و آخرت میں پردہ صرف مسلمان عورتوں کا انسانوں سے ہے۔ جنات ملائکہ اور جانوروں سے پردہ نہیں ہوتا نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ یہ فائدہ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ اور دخول ملائکہ سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ دنیا میں دنیا کے لیے خوش ہونا برا ہے کیونکہ تکبر پیدا ہوتا ہے مگر دنیا میں ذکر الٰہی کے لیے خوش ہونا اچھا اور ثواب کا باعث۔ دنیا کے لیے خوش ہونا فخر ہے اللہ کے لیے خوش ہونا سرور ہے۔ فخر کفار کی نشانی ہے۔ اور سرور مومن کی نشانی۔ فخر تکبر ہے۔ لیکن سرور سے تعزز حاصل ہوتا ہے۔ یہ فائدہ وَفَرِحُوْا سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ**۔ دنیا میں دنیا کے لیے رہنا متاع ہے اور دنیا میں اللہ رسول کے لیے رہنا حیات طیبہ ہے۔ یہ فائدہ اِلَّا مَتَاعٌ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ گناہگار مسلمان فاسق فاجر ہوگا مگر کافر یا مرتد نہیں ہو سکتا ان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا کیونکہ گناہ ترک عبادت ہے اور کفر انکار عبادت۔ اللہ کا عہد توڑنا انکار ہے۔ صرف ترک سے عہد نہیں ٹوٹتا۔ اور عہد توڑنے کی سزا اخروی سُوْءُ الدَّار فرمائی گئی لفظ دار نے ہمیشگی ثابت کی۔ عارضی رہائش کو جیل یا سرائے کہا جاتا ہے جیل یا سرائے کو گھر نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح لفظ لعنت بھی ثابت کر رہا ہے کہ عہد توڑنا کفر ہے یہ مسئلہ لَهُمُ اللَّعْنَةُ اور سُوْءُ الدَّار سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ چونکہ انقضاء عہد یعنی وعدے کو توڑنا انکار کرنا ہے لہٰذا جو مسلمان بھی وعدہ کر کے پورا نہ کرے خواہ دنیوی وعدہ ہو یا دینی کسی بھی انسان سے کیا ہو۔ صرف پورا نہ کرنے سے اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ کے زمرے میں شامل نہ ہوگا۔ اگر مجبوری سے پورا نہ کر سکے یا پچھتاوے سے نہ کرے یعنی وعدہ کر کے پچھتائے

تو اس کو معذور گنا جائے گا اور اگر جان کر پورا نہ کرے تو بے وفا اور جفا کار یا ظالم کہا جائے گا۔ جیسی بھی کیفیت ہو اس کو مہلت دے کر انکار کیا جائے شاید پورا کرے اگرچہ وعدے پورا کرنے کا دن وقت گزر جائے ہاں اگر انکار کرے کہ میں نے وعدہ کیا ہی نہ تھا یا میں پورا نہ کروں گا بلا عذر تو ینقضون میں شامل ہوگا۔ خیال رہے کہ صرف اللہ کا وعدہ توڑنا کفر ہے۔ دنیوی وعدہ توڑنا کفر نہیں۔ **تیسرا مسئلہ**۔ کسی کا نام لے کر لعنت کرنا گناہ ہے۔ ہاں کسی عام برے کام یا عام بری صفت کا ذکر کر کے لعنت کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ اُولئک کے عمومی الفاظ سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ**۔ دنیوی دولت و کمائی کمانا۔ اکڑنا اور سب اپنے لیے ہی سمجھنا شریعت اسلامیہ میں حرام ہے۔ مسلمان کی دولت اپنی پیٹ پرستی کے لیے نہیں ہوتی بلکہ اس میں زکوٰۃ و نفقات صدقات جیسے بہت سے حقوق ہوتے ہیں یہ مسئلہ فرحوا (الخ) کو علامت کفر بنانے سے مستنبط ہوا۔ فقہاء کرام کے نزدیک کفر کی ہر نشانی کا اپنانا حرام ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑسکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ بشر ملائکہ سے افضل ہیں۔ مگر اس آیت سے ثابت ہوا کہ ملائکہ بشر سے افضل ہیں کیونکہ ملائکہ سلامتی کی دعائیں کریں گے اور دعا کرنے والا بڑا ہوتا ہے۔ (معتزلہ)

جواب۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ خواص بشر عام ملائکہ سے افضل ہیں۔ اور عام بشر سے عام ملائکہ افضل ہیں اور رسل ملائکہ سے صدیق اکبر افضل۔ اور انبیاء کرام تمام ملائکہ بلکہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ نیز دعا کرنا افضلیت کی دلیل نہیں نہ بڑائی کی دلیل ہے اور پھر جنت میں سلام دعا نہیں بلکہ خبر ہے لہٰذا یہ دلیل ہر طرح کمزور ہے۔

دوسرا اعتراض۔ یہ کیا وجہ ہے کہ پہلی آیات میں مومن کی نو نشانیاں بیان فرمائی گئیں۔ جن میں نماز۔ زکوٰۃ بھی شامل تھی مگر یہاں ملائکہ کے سلام و بشارتوں میں صرف صبر کو وجہ بتایا گیا نماز وغیرہ کو کیوں چھوڑ دیا گیا۔

جواب۔ اس کے دو جواب دیے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ صبر اپنے لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ہر عبادت کو شامل ہے خاص کر نماز روزے کو۔ کہ صبر کا معنیٰ ہے رک جانا تو نماز اور روزے میں بھی اپنے آپ پر بندہ بہت سی رکاوٹیں اور پابندیاں عائد کرتا ہے۔ دوم یہ کہ صبر سخت عبادت ہے اس لیے اس کی جزا بھی زیادہ ہے صبر میں بے بسی بے کسی اور بے یار و مددگار ہوتا ہے۔ اس لیے آخرت میں ملائکہ کی دوستی کا تذکرہ کر کے صابرین کو خوش فرمایا گیا ہے یہ شان نمازیوں وغیرہ کی نہیں ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا۔ مِنۢ بَعۡدِ مِیۡثَاقِهٖ یعنی عہد اور وعدہ مضبوط کر لینے کے بعد توڑتے ہیں حالانکہ یہاں کافروں کا ذکر ہے اور کفار نے تو عہد باندھا ہی نہیں۔ مسلمان ہوتے تو اسلامی شرعی باتوں کے پورا کرنے کا عہد ہوتا۔ پھر مرتد ہو جاتے تو توڑنا ہوتا یا کم از کم منافقوں کی طرح ظاہراً شریعت کے وعدے کر لیتے اور دل میں توڑتے رہتے مگر ابتدائی شروع کافروں نے تو نہ وعدہ کیا نہ توڑا۔

تو یہ قول ربانی کیونکر درست ہوا۔

جواب۔ اس کے چند جواب ہیں اولاً یہ کہ وعدے سے مراد عالم ارواح کا وعدہ قالوا بلیٰ ہے۔ جو سب نے لیا کفار نے یہاں آکر بعد بلوغ توڑا اس لیے کہ نابالغی کا کفر معتبر نہیں نہ اس کو کافر مانا جائے گا۔ دوم یہ کہ۔ میثاق یعنی وعدہ کرنا عقل سے ہے کہ عقل اور ضمیر اسلام اور شریعت کو سچا سمجھتی ہے مگر نفس امارہ کے کہنے سے زبان سے توڑ دیتے ہیں۔ سوم یہ کہ اعتقاداً مانتے ہیں مگر عملاً توڑتے ہیں۔ چہارم یہ کہ بعض نے کہا کہ یہاں منافقین اور مرتدین کفار مراد ہیں نہ کہ ظاہر کافر۔ مگر پہلے جوابات زیادہ درست ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ اے منزل عشق میں صبر سے بیٹھنے والو تمہارے صبر پر قائم رہنے کی وجہ سے تم پر دائمی سلامتی کی بشارت ہے تمام منزلیں گزر گئیں یہ سلامتی کا آخری گھر ہے بہت ہی اچھا خوبصورت اب اس کے بعد نہ کسی کی ضرورت نہ بشارت۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں صبر کے اٹھائیس ۲۸ مقام ہیں۔

نمبر۱۔ اعمال صالحہ۔ نمبر۲۔ صدق وصفا۔ نمبر۳۔ تنزیہہ و تقرب۔ نمبر۴۔ تخلیق کائنات میں تفکر۔ نمبر۵۔ تفقہ فی الدین نمبر۶۔ زہد وورع۔ نمبر۷۔ محبت۔ نمبر۸۔ توحید۔ نمبر۹۔ تجرید۔ نمبر۱۰۔ معرفت۔ نمبر۱۱۔ ہمت۔ نمبر۱۲۔ ذکر۔ نمبر۱۳۔ شوق۔ نمبر۱۴۔ توکل۔ نمبر۱۵۔ توجہ الی اللہ۔ نمبر۱۶۔ توبہ۔ نمبر۱۷۔ تعزز۔ نمبر۱۸۔ شکر۔ نمبر۱۹۔ حسن اخلاق۔ نمبر۲۰۔ بیم وامید۔ نمبر۲۱۔ تحمل۔ نمبر۲۲۔ فنا۔ نمبر۲۳۔ بقا۔ نمبر۲۴۔ وفا۔ نمبر۲۵۔ حیا۔ نمبر۲۶۔ مشاہدہ۔ نمبر۲۷۔ خوف۔ نمبر۲۸۔ فقر۔ عرفاء مراد فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو اپنی مراد کو مراد حق کے تابع کر دے اور ترک دنیا کرکے تقدیر کی موافقت کرے اس وقت اس کا صبر کامل ہوگا اور قیامت سے قبل ہی اس کی آخرت ہو جائے گی اور اللہ کی طرف سے اس پر سلام آنے لگے گا وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ اور اسی عالم ناسوت کے وہ بوالہوس بدنصیب جو وادی معرفت میں قدم رکھنے کے بعد عشق الٰہی کے صبر آزما وعدے مضبوط باندھ کر پھر گھبرا کر نفسانیت کے کرنے میں آکر کئے ہوئے عہد توڑ دیتے ہیں۔ وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ اور جس شریعت طریقت معرفت حقیقت کو رب تعالیٰ نے ایک قالب انسانی پر جوڑنے کا مزین کرنے کا حکم فرمایا ہے اس کو یہ اشقیا توڑتے ٹکڑے کر کے جدا کرتے ہیں۔ کیونکہ شریعت لباس ہے طریقت اس کی پاکیزگی معرفت اس کی چمک اور حقیقت اس کی مضبوطی ہے وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اور ہر لباس سے برہنہ ہو کر زمین غیرت ملاقہ حیاء اسلامی شرم ایمانی اور میدان قالب میں گناہوں بے پردگیوں سے فساد پھیلاتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ان ہی لوگوں پر ابدی محرومی کی لعنت ہے اور ان کے لیے فراق میں جلنے کا برا بد نصیبی کا گھر ہے صوفیا فرماتے ہیں کہ کافر کی لعنت جنت سے دوری محرومی اور ناقص غافل فاسق

فاجر کی ہمت وصل کے دریا اور قرب کے ساحل سے دور کنارا ہٹایا بھگایا جاتا ہے اگرچہ کتنے ہی فرائض و نوافل پڑھے اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ۔ اللہ ہی مؤثر حقیقی ہے وہ اپنی حکمت سے جس کا چاہتا ہے رزق وسیع فرماتا ہے اور جس کا چاہتا ہے اتنا ہی تنگ کر دیتا ہے۔ یہ تنگی و فراخی کسی پر عذاب ہے کسی پر آزمائش ہے کسی کی تکفیرِ ذنوب کسی کی تکثیرِ ذنوب۔ کسی کے لیے غنی مفید کسی کے لیے فقیری مگر راہ معرفت کا مسافر ان دونوں سے بے پرواہ ہو کر قرب رازق کا متمنی ہے۔ وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ کیسے کم ہمت و نادان ہیں کہ لباس تقوے کا ہے مگر محبت دنیوی زندگی سے حالانکہ آخرت جو دین کے مقابل غافلین کی دنیوی زندگی کیا حیثیت رکھتی ہے۔ بے ثباتی دنیا تو اترتی چھاؤں ڈھلتی چاندنی ہے۔ یہ وہ کھلونے ہیں جن کو کھیلنے والے بچے توڑ کر اٹھتے ہیں۔ عشق کی عقل اور محبت کے شعور والا کبھی ان میں دل نہیں لگاتا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ شریعت میں متاع دنیا بے عشق ہوتا ہے۔ دنیا کی زندگی درست ہے دنیوی زندگی باطل ہے۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ

اور کہتے ہیں وہ جو کافر ہوئے کیوں نہیں اتاری گئی پر اُس

اور کافر کہتے ہیں اُن پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے کیوں

اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ

کوئی نشانی طرف سے رب کے اُن کے فرمائیے بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے

نہ اتری تم فرماؤ بیشک اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے،

وَیَہْدِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ ﴿ۖ۲۷﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

اور ہدایت دیتا ہے طرف اپنی اُس کو جو جھکے وہ لوگ جو ایمان لائے

اور اپنی راہ اُسے دیتا ہے جو اُس کی طرف رجوع لائے وہ جو ایمان لائے

وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط اَلَا بِذِكْرِ

اور سکون پا گئے دل اُن کے سے ذکر اللہ کے خبردار سے ذکر

اور اُن کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں۔ سُن لو اللہ کی یاد میں ہی

اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط ۲۸ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

اللہ کے سکون پاتے ہیں دل ۔ وہ جو ایمان لائے اور

دلوں کا چین ہے ۔ وہ جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ

عمل کئے انہوں نے درست مبارک ہو لیے اُن کے ۔ اور اچھا

اچھے کام کئے اُن کو خوشی ہے اور اچھا

مَاٰبٍ ۲۹ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْۤ اُمَّةٍ قَدْ

آخری ٹھکانہ اسی طرح بھیجا ہم نے آپ کو میں ایک بڑی اُمت بیشک

انجام اسی طرح ہم نے تم کو اس امت میں بھیجا جس سے پہلے

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ

گزر چکی ہیں سے پہلے اس کے بہت اُمتیں تاکہ تلاوت کرو تم سامنے ان کے

اُمتیں ہو گذریں کہ تم اُنہیں پڑھ کر سناؤ جو ہم

الَّذِیْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ

وہ جو وحی کی ہم نے طرف آپ کی اور وہ منکر ہوتے ہیں ۔

نے تمہاری طرف وحی کی اور وہ رحمٰن کے منکر ہو ۔

بِالرَّحْمٰنِؕ قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ

رحمٰن کے تم فرماؤ وہ میرا رب ہے نہیں معبود کوئی مگر وہی۔

رہے ہیں تم فرماؤ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں

عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾

اسی پر بھروسہ کیا ہے اور طرف اسی کے لوٹنا ہے

اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میری رجوع ہے

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں جسمانی اور دنیوی ظاہری عطا کا ذکر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دنیوی مال و دولت جسے چاہے جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔ امیر غریب بنانا اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ روحانی دولت ہدایت ایمان بھی اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے کوئی شخص اپنے کسی مادی کمال سے ایمان نہیں پا سکتا۔ نہ بیجا مطالبے کرنے والا کبھی فلاح پاتا ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں کفار کی خوشیوں کا ذکر کیا گیا تھا اب ان آیات میں مومنوں کی خوشیوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ ان کی نفسانی فرحت اور خوشی دنیوی مال و دولت سے ہے اور مومنوں کی خوشیاں ذکر الٰہی سے ہیں۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں دنیوی زندگی کی حقیقت بتائی گئی کہ وہ صرف چند گھڑیوں کا نفع ہے اب ان آیات میں اُخروی زندگی کی حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ وہ ابدی نفع ہے۔

شانِ نزول

حضرت قتادہ تابعی اور مقاتل فرماتے ہیں کہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے دوران اُس وقت نازل ہوئی جب سُہیل ابن عمرو کافر اپنے وفد کے ساتھ صلح کے لیے آیا اور اتفاق رائے سے صلح نامہ لکھا جانے لگا اور حضرت علی لکھنے لگے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل نے کہا یہ مت لکھو بلکہ لکھو باسمک اللّٰھم تب یہ آیت تیسویں صرف نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ یہ رحمٰن کے منکر ہو گئے ایک قول ہے کہ جب سورۂ فرقان کی آیت سجدہ نازل ہوئی تو صحابہ نے کفار سے کہا کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو جانتے بوجھتے صرف مسلمان دشمنی میں کہنے لگے کہ کون ہے رحمٰن ہم تو نہیں جانتے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی ۔ (صاوی ۔ جلالین ۔ بیان ۔ معانی)

تفسیر نحوی

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ واؤ ستر جملہ یہ کلام علیحدہ ہے یَقُوْلُ فعل مضارع معروف بمعنیٰ حال صیغہ واحد مذکر غائب باب نَصَرَ سے ہے قَوْلٌ اجوف واوی سے مشتق ہے اس کا فاعل اسم ظاہر اَلَّذِیْنَ جمع ہے اس لیے فعل حال واحد آیا۔ کَفَرُوْا فعل ماضی مطلق بصیغہ جمع مذکر فاعل اس کا ھُمْ ضمیر جمع مستتر کا مرجع اَلَّذِیْنَ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ موصول کا۔ لَوْلَآ۔ دو حرف مل کر بنا۔ لَوْ حرفِ شرط اور لَآ حرف نفی ۔ لَوْلَآ تعجب اور سوال کے لیے لایا جاتا ہے یہاں طنزیہ سوال کے لیے ہے اُنْزِلَ فعل ماضی مطلق مجہول نُزُوْلٌ سے بنا ہے عَلٰی جارہ اپنے اصلی معنیٰ فوقیت کے لیے ہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع ذاتِ نبی کریم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اٰیَۃٌ اسم جامد نکرہ مفرد ہے ۔ بمعنی ۔ ظاہر نشانی ۔ حکم الٰہی ۔ دلیل ۔ معجزہ ۔ مجموعہ ۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں ۔ ۃ آخری ملانے کی یعنی اصلی ہے ۔ وحدت یا تانیث کی نہیں مِنْ جارہ ابتداء غایت کے لیے (یہی اس کے اصل معنیٰ ہیں) رَبّ اسم جامد ہے ۔ یعنی مشتق نہیں ۔ بطریہ مبالغہ مستعمل ہے بمعنیٰ فاعلیت ۔ اَوَّلاً یہ لفظ باب نَصَرَ رَبَّ یَرُبُّ کا مصدر تھا پھر بروزن فَعْلٌ مبالغے کے لیے مستعمل ہوا اب منقول شرعی اسم صفاتی کے لیے فقط اللہ تعالیٰ نام ہے صفتِ خصوصی کی وجہ سے کسی اور کو کہنا گناہ ہے ہ ضمیر کا مرجع ذاتِ محمد مصطفیٰ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سب عبارت مقولہ ہے یَقُوْلُ کا ۔ قُلْ فعل امر حاضر معروف قَوْلٌ سے بنا اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل ۔ یہ حروف چھ عدد ہیں اور عملاً فعل کی طرح ہیں اور معانی میں حرف کی شکل ہیں اس لیے ان کا نام حرفِ مشبہ بالفعل ہوا یہ سب عبارت مقولہ ہے قُلْ کا بدلی وجہ اِنَّ شروع کلام میں آیا اور بکسر الہمزہ ہوا ۔ اللہ اسم مفرد معرفہ علم ذاتی ہے بحالتِ نصب اسم اِنَّ ہے ۔ یُضِلُّ ۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب باب افعال سے ہے دراصل تھا یُضْلِلُ ۔ ضَلٌّ سے مشتق ہے بمعنیٰ راستہ بھلانا ۔ بھٹکانا ۔ گمراہ کرنا ۔ متعدی بیک مفعول ہے ۔ یہ جملہ فعلیہ خبر ہے اِنَّ کی ۔ مَنْ اسم موصول مبنی ہوتا ہے ۔ خیال رہے کہ عربی میں اسماء موصولہ ، اسماء اشارات اور ضمائر کو مبہمات کہا جاتا ہے ۔ کیونکہ ان کا اعراب پوشیدہ ہوتا ہے ۔ یہ مَنْ بحالتِ نصب ہے بوجہ یُضِلُّ کا مفعول بہ ہونے کے ۔ یَشَآءُ فعل مضارع معروف ۔ شَیٌٔ سے بنا بمعنیٰ چاہنا ۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر (پوشیدہ) کا مرجع اللہ ہے واؤ عاطفہ عطف ہے یُضِلُّ پر یَہْدِیْ فعل مضارع معروف ھُدٰی سے بنا ہے بمعنیٰ ۔ راستہ بتانا ۔ راستہ دکھانا ۔ ساتھ لے کر چل پڑنا ۔ منزل تک پہنچانا ۔ یہاں آخری معنیٰ مراد ہیں اور اس معنیٰ میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے ۔ باب ضَرَبَ ہے ۔ اِلٰی حرف جار انتہاء غایت کے لیے ہے ہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع اللہ ہے جار و مجرور متعلق ہے یَہْدِیْ کے مَنْ موصول بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے یَہْدِیْ کا اَنَابَ فعل ماضی مطلق معروف باب اِفْعَل سے ہے ۔ صلہ ہے مَنْ موصولہ

یہ سب عبارت بحالت رفع ہے یُضِلُّ کا عطف ناجائز ہونے کی بنا پر۔ اس کا مصدر ہے اِنْوَابٌ۔ واؤ کو بوجہ ثقل حذف کردیا اور اس کے بدلے آخر میں ت مصدریہ لگادی ہوگیا اِنَابَۃٌ نَوْبٌ سے مشتق ہے بمعنی سہارا پکڑنا۔ رجوع کرنا۔ توبہ کرنا۔ مائل ہونا۔ خواہش کرنا۔ ہمت کرنا۔ یہاں مراد ہے مائل ہونا یا خواہش کرنا۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ۔ اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر۔ یہ عبارت پہلے بذکر اللہ تک پانچ طرح ترکیب نحوی کی گئی۔ ۱ اس کا تعلق پچھلی عبارت مَنْ اَنَابَ سے اس طرح کہ وہ جملہ فعلیہ اور اس کا فاعل مُبدَل منہ ہے اور یہ اس کا بدلُ الکل ہے اور یہی قول مناسب ہے ۲ یا اس طرح کہ یہ عبارت اس کا عطف بیان۔ ۳ اس کا تعلق پچھلی عبارت سے نہیں بلکہ اگلی عبارت سے ہے اور یہ سب عبارت مبتدا ہے اور دوسرا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مکمل جملہ اس کی خبر ہے اور درمیانی عبارت اَلَا (الخ) یہ جملہ معترضہ ہے ۴ اس کا ترکیبی تعلق نہ پیچھے سے ہے نہ آگے سے بلکہ یہاں اَلَّذِیْنَ سے پہلے لفظ رجال پوشیدہ ہے وہ مبتدا ہے اور یہ پوری عبارت اس کی خبر ہے۔ ۵ اَلَّذِیْنَ سے پہلے اَحَبَّ یا اَعْنِیْ پوشیدہ ہے اور یہ سب عبارت موصول سے مل کر اس کا مفعول بہ ہے۔ اٰمَنُوا فعل ماضی معروف جمع غائب اس کا فاعل ھُمْ ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے واؤ عاطفہ تَطْمَئِنُّ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث غائب بمعنی حال یا ماضی۔ باب اِفْعِلَّال ثلاثی مزید فیہ ملحق برباعی مزید فیہ سے ہے اس کا مصدر ہے اطمینان اس کا مادۂ اشتقاق طَمْنٌ ہے بمعنی چین پانا متعدی اور بمعنی سکون حاصل ہونا۔ لازم ہے۔ قُلُوْبُ جمع ہے قلب کی اسم جامد ہے مراد ہے دل اس کا لغوی ترجمہ ہے پھرنے والا۔ بدلنے والا۔ قلوب بحالت رفع ہے فاعل ہے تَطْمَئِنُّ کا اگرچہ جمع ہے اس لیے کہ اسم ظاہر ہے لہذا فعل واحد آیا مؤنث کی وجہ قلوب کا غیر ذوی العقول ہونا ہے ھُمْ ضمیر مجرور متصل کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے بِ جارہ بقیہ ذِکر مصدر ہے بمعنی یاد کرنا۔ حفظ کرنا۔ پڑھنا۔ گفتگو کرنا۔ یاد آجانا۔ کسی کا کلام پڑھنا۔ یاد رکھنا۔ اگر یہ اسم جامد ہو تو معنی ہوں گے کلام۔ یہاں یا مراد یاد کرنا ہے یا کلام پڑھنا ہے۔ اَلَا حرف تنبیہ بمعنی خبردار ترکیب سے جدا ہے حرف افتتاحی ہے۔ بِ جارہ بقیہ ذکر مصدر مضاف اللہ مفعول مضاف الیہ اسی طرح پہلے ذکر اللہ کی ترکیب ہے تَطْمَئِنُّ فعل مضارع بمعنی حال اَلْقُلُوْبُ الف لام عہد خارجی نکرہ کو مخصوص کرنے کے لیے داخل ہوا یعنی خاص دل یہ سب جملہ معترضہ ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر اس کا تعلق پہلے اَلَّذِیْنَ سے ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اَلَا کا جملہ معترضہ نہ ہو بلکہ اَلْقُلُوْبُ مضاف اور یہ سب عبارت آئندہ مضاف الیہ ہو۔ تب القلوب کا الف لام استغراقی ہوگا۔ اٰمَنُوا فعل ماضی اَمْنٌ سے بنا ہے بمعنی اسلام لانا اس کا فاعل ھُمْ ضمیر کا مرجع یہ اَلَّذِیْنَ ہے۔ واؤ عاطفہ عطف ہے اٰمَنُوا پر عَمِلُوا فعل ماضی مطلق بصیغہ

جمع مذکر غائب عمل سے بنا ہے اس کا فاعل ھُمْ ضمیر مستتر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے الصّالحات۔ الف لام استغراقی صالحات جمع ہے صالحۃ کی اسم فاعل مؤنث ہے صُلُوْحٌ سے مشتق ہے بمعنی ٹھیک ہونا ٹھیک رہنا ٹھیک رکھنا یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں یعنی بندے کو ٹھیک رکھنے والے اعمال۔ طُوْبٰی اسم مفرد جامد ہے بمعنی خوشی۔ مبارک۔ لَھُمْ لام جارہ اضافت کے لیے۔ طُوْبٰی مبتدا طُوبٰی طیبٌ سے بنا ہے اس کی بحث میں تین قول ۱؎ مؤنث ہے اطیب کا۔ ۲؎ جمع ہے طیبۃٌ کی۔ ۳؎ مصدر ہے طاب کا بروزن بشریٰ ثابتٌ پوشیدہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اور لَھُمْ ثابتٌ اسم فاعل کے متعلق دوسرا جملہ یہ اگلی عبارت علیحدہ مبتدا و خبر ہے۔ حُسْنُ اسم مفرد بروزن فعل صفت مشبہ ہے بمعنی بہت ہی اچھا ماٰب۔ اسم ظرف ہے کبھی زمانی ہوتا ہے کبھی مکانی یہاں مکانی ہے یعنی جنت۔ اَوْبٌ سے بنا ہے بمعنی لوٹنا۔ رجوعٌ معنی بالارادہ لوٹنا۔ باب نَصَرَ سے ہے۔ بحالت جر مضاف الیہ ہے حُسْنُ کا اضافت لومیہ ہے اور ثابتٌ اس کی خبر پوشیدہ ہے۔ کَذٰلِکَ اَرْسَلْنٰکَ فِیْٓ اُمَّۃٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِھَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَیْھِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَھُمْ یَکْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ قُلْ ھُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ مَتَابِ کَذٰلِکَ حرف تشبیہ ہے کسی پوشیدہ کلام سے تشبیہ ہے یا اس کا تعلق تشبیہی یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ سے ہے۔ اس میں اس طرح اتصال ہے کہ ذٰلِکَ اسم اشارہ بعید کے لیے اور کاف تشبیہی اس کے ساتھ جوڑا گیا۔ اَرْسَلْنَا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم رُسُلٌ سے بنا ہے بمعنی بھیجنا ک ضمیر منصوب متصل کا مرجع نبی پاک فی ظرفیہ حرف جر اُمَّۃٍ اسم نکرہ مفرد جامد مؤنث ہے لفظاً واحد ہے معناً جمع ہے اس کا لفظی جمع اُمَمٌ ہے۔ اس کا ترجمہ ہے۔ ۱؎ وقت۔ ۲؎ زمانہ۔ ۳؎ دین۔ ۴؎ جماعت۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ قَدْ خَلَتْ فعل ماضی قریب صیغہ واحد مؤنث خُلُوٌّ ناقص واوی سے مشتق ہے بمعنی گزرنا۔ لازم ہوتا ہے۔ مِنْ جارہ زائدہ قَبْلِ اسم ظرف بحالت جر۔ ھَا ضمیر مضاف ظاہر الیہ۔ جار مجرور متعلق ہے خَلَتْ کے اُمَمٌ جمع ہے اُمَّۃٌ کی بمعنی جماعتیں لِتَتْلُوَ۔ لام کَیْ تعلیلیہ تَتْلُوَ فعل مضارع بحالت نصب۔ لام کَیْ نے مضارع کو نصب دیا۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَلْوٌ سے بنا ہے۔ بمعنی پڑھنا (تلاوت کرنا) عَلٰی جارہ بمعنی عِنْدَ ظرفیہ ھُمْ ضمیر مذکر غائب کا مرجع اُمَمٌ ہے اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر بحالت نصب ہے بوجہ مفعول ہونے کے اس سے مراد قرآن و حدیث ہیں یہاں اس کا واحد آنا وحی کے لقب کی وجہ سے ہے ورنہ یہ تثنیہ ہے۔ اَوْحَیْنَا۔ فعل ماضی مطلق وَحْیٌ سے بنا ہے ضمیر جمع متکلم کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے بمعنی لغوی خفیہ پیغام آہستہ کلام۔ کلام خفی بمعنی منقول اصطلاحی رب تعالیٰ کا کلام بالواسطہ یا بلا واسطہ۔ اِلٰی جارہ اپنے معنی انتہاء غایت کے لیے ہے یہ جملہ فعلیہ صلہ ہے اَلَّذِیْ کا واؤ حالیہ ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع معنوی لحاظ سے اُمَّۃٌ ہے۔ لفظی لحاظ سے اُمَمٌ ہے یَکْفُرُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر ظاہر مبتدا ہے۔ ھُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے۔ یَکْفُرُوْنَ

کفر سے بنا ہے بمعنی منکر ہونا ۔ ناشکرا ہونا ۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں کیونکہ لفظ رحمٰن میں معبودیت اور منعم دونوں طرف اشارہ ہے ب جارہ برائے مفعولیت الرحمٰن ۔ الف لام اسمی بمعنی الذی رحمٰن بروزن فعلان صفت مشبہ برائے مبالغہ رحم سے مشتق ہے بمعنی بلا مادہ کرم کرنا بخشش و عطا کرنا ۔ قُلْ فعل امر حاضر معروف حکم ہے نبی کریم کو ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے ۔ یہ سب جملہ اسمیہ مقولہ ہے قُل کا ۔ رَبِّیْ مرکب اضافی مضاف بیاء متکلم یعنی میرا رب خبر ہے ماقبل مبتدا کی اور موصوف ہے مابعد جملہ کا ۔ لَا حرف نفی جنسی اِلٰہَ اسم جامد نکرہ مفرد اسم ہے بعض نے کہا الٰہ سے مشتق ہے اِلَّا حرف استثناء بمعنی غَیْرُ ھُوَ ضمیر کا مرجع رحمٰن ہے ۔ علی جارہ تعلیلیہ بمعنی الٰی ہ ضمیر کا مرجع رحمٰن متعلق مقدم ہے برائے حصر ۔ تَوَکَّلْتُ فعل ماضی واحد متکلم باب تفعل وکل سے بنا ہے بمعنی بھروسہ کرنا ۔ سپرد کرنا واؤ عاطفہ اِلَیْہِ جار و مجرور متعلق مقدم ہے مَتَاب مصدر میمی ہے توبٌ سے بنا ہے بمعنی لوٹنا رجوع کرنا کا فاعل مضاف الیہ یاء متکلم پوشیدہ ہے در اصل متابی تھا ۔ بحالت رفع ہے کیونکہ مبتدا مؤخر ہے پوشیدہ خبر ثابتٌ کی اس کا کسرہ یاء محذوفہ کی نشانی ہے ۔

تفسیر عالمانہ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ

اور کتنے ہی معجزات دیکھنے کے باوجود وہ لوگ جواب میں کافر ہی رہے کہتے پھرتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے ہماری مرضی اور ہمارے مطالبے کے مطابق ہمارے نفع والی کوئی نشانی کیوں نہیں اتری جیسے کہ پچھلی قوموں پر ان کے مطالبے کی نشانیاں اونٹنی اور من و سلویٰ مائدہ کی مثل اتری آئی تھیں ۔ اے پیارے حبیب اس کے جواب میں آپ فرما دیں کہ معجزہ ہدایت دینے والا نہیں ہے ۔ پچھلی کچھ قوموں نے تو معجزہ مانگا اور پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان پر ہلاکت کا ایسا عذاب آگیا کہ ان کو ایمان و توبہ تک سنبھلنے کا وقت بھی نہ ملا ۔ اور کچھ قوموں نے مومن بننے کے بعد پھر کچھ طلب کیا ۔ ان تمام چیزوں سے پتہ لگا کہ معجزہ نہ ہدایت دینے والا نہ ہدایت کا ذریعہ ۔ ہدایت اور گمراہی رب تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے کہ ہزاروں معجزے دیکھ کر بھی ابوجہل ہی بنا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت عطا فرماتا ہے وہ وہی مخلص بندہ ہوتا ہے جو تمام خواہشات مطالبات چھوڑ کر اسی کے لیے اسی کی طرف لوٹ جائے ۔ اور اپنے آپ کو سرتاپا اس پاک کے نام وقف کردے ۔ یہ خوش قسمت لوگ وہی ہیں جو جمال مصطفیٰ کو دیکھتے ہی فوراً بلا حیل و حجت ایمان لے آئے ۔ انہوں نے کبھی کوئی مطالبہ یا ثبوت کا امتحان نہ لیا ۔ ان کے پاکیزہ دل تو ذات مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کو دیکھتے ہی مطمئن ہو گئے تھے ان لوگوں نے تو چہرۂ محمد رسول کو دیکھتے ہی کلمۂ توحید پڑھ لیا ۔ اس لیے کہ سب سے بڑا ذکر اللہ تو پیارے نبی کی پاک ذات ہے کہ جن کی ہر ادا سے اللہ یاد آ جاتا ہے ۔ نبی کی ذات اور سر مقدس ذکر اللہ

ہے ۔ ذکر کا معنی ہے یاد۔ تو جس چیز سے رب تعالیٰ کی یاد آ جائے وہی ذکر اللہ ہے ۔ خیال رہے کہ سب سے پہلا ذکرُ اللہ چہرۂ مصطفیٰ ہے پھر قرآن مجید پھر حدیث پاک پھر نماز۔ پھر روزہ پھر ذکر اذکار تحمید و تسبیح ۔ پھر مراقبہ پھر مکاشفہ۔ جس عبادت میں رب تعالیٰ یاد نہ آئے وہ عبادت بھی ذکر اللہ نہیں ۔ مجالس اولیا علما ۔ صالحین زاہدین ۔ عاشقین بھی ذکر اللہ ہیں ۔ اے دنیا والو خبردار ہو جاؤ یا اے پیاسے بندو خبر رکھو کہ دنیا ۔ آخرت قبر حشر میں اللہ کے ذکر یعنی ذات مصطفیٰ اور تعلیم مصطفیٰ ہی سے دلوں کا چین ہے ۔ کہ نہ دنیا میں اہل اللہ کو پریشانیوں مصیبتوں کی پرواہ نہ آخرت میں عذاب و عتاب کی فکر اطمینان کامل دل و دماغ کی آٹھ حالتوں کا نام ہے ۔

۱ ۔ اللہ پر مکمل بھروسہ ۔ ۲ ۔ دنیا سے بے پرواہی ۔ ۳ ۔ وسواسِ شیطانی سے نجات ۔ ۴ ۔ عباداتِ میں لذت ۵ ۔ اولیاء اللہ سے محبت ۔ ۶ ۔ پریشانیوں الجھنوں سے دوری ۸ ۔ دامن مصطفیٰ سے قرب ۔ اطمینان رب کی طرف سے ہے اور بے اطمینانی شیطان کی طرف سے اطمینان کے چار فائدے ۔ نمبر ۱ ۔ یقین محکم ۔ نمبر ۲ ۔ عمل پیہم ۔ نمبر ۳ ۔ قوتِ برداشت ۔ نمبر ۴ جرأت و ہمت ۔ اطمینان دنیا کی کسی چیز سے حاصل نہیں ہو سکتا نہ دولت نہ عزت سے ۔ نہ سلطنت نہ آل اولاد سے لہٰذا معجزوں کے طالب ۔ ہو ہدایت کے طالب بنو کہ یہ اطمینان قلبی کیوں حاصل ہوا؟ اس لیے کہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ وہ لوگ جو پکے سچے مومن بن گئے ہیں اور اپنی ساری زندگی میں نیکیوں والے ہی عمل کیے اور اللہ رسول کی رضا پر چل کر اپنی دنیا بھی دین بنالی اُن کے لیے طُوبیٰ ہے ۔ یہ ایک درخت ہے جو آقائے عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جنتی گھر میں اگا ہوا ہے اُس کی شاخیں قدرتِ الٰہیہ سے جنت کے ہر گھر میں پہنچی ہوئی ہیں اگر کوئی تیز رفتار گھوڑا اُس کے سایہ میں ایک طرف سے دوڑے تو سو سال تک بھی دوسرے کنارے نہ پہنچ سکے دنیا و آخرت کے تمام پھول پھل تمام خوشبوئیں تمام رنگ اس میں موجود ہیں سوائے کالے رنگ کے وہ اُس کے سایہ میں ہے اس کی جڑ سے کافور اور سلسبیل اور تمام نہریں جاری ہیں اس کو رب تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اُگایا اور اپنی روح پھونکی اس میں سے جنتی کی خواہش کی ہر نعمت برآمد ہو گی یہاں تک کہ زیور اور کپڑے بھی اس کا پھل انگور کا ایک دانہ بڑے مٹکے کے برابر ہے دنیا کا کوئی درخت اس کے مشابہ نہیں اور جنت کا کوئی درخت اس کے برابر نہیں ۔ طوبیٰ کے ہر پتے پر ایک فرشتہ ہے جو ہمیشہ ذکرِ الٰہی کرتا ہے یا طوبیٰ کا معنی ہے جنت یا طوبیٰ کا معنی ہے مبارک باد۔ بشارت یا طوبیٰ کا معنی ہے فرشتوں کی دعائیں دنیا میں ۔ میں کہتا ہوں یہ سب ہی ہیں جس کی بنا پر مومنوں کو اطمینان اور ڈھارس ہے ۔ اور ٹھکانے کی جگہ بھی بہت ہی اچھی حسین جمیل ۔ خوبصورت پائیدار ۔ ابدی ۔ مزین معین ۔ اے حبیب کریم تم پر کروڑوں

درود و سلام ہوں۔ جس طرح پہلے انبیاء کو ہم نے امتوں میں بھیجا اور سب کے سب جیسے بھی گذریں گزر گئیں۔ اسی طرح ہم نے آپ کو بھی ایک امت میں بھیجا جو تا قیامت ساری کائنات میں عرش و فرش پر موجود ہے اس لیے بھیجا تاکہ ہماری وحی یعنی قرآن مجید جو آپ کی طرف وحی ہوا ہے ان کے سامنے تلاوت فرماؤ۔ اگرچہ آپ کا انکار اور آپ کی تعلیمات سے منحرف اور آپ کی صحبت پاک سے دور ہوتے پھر لیں۔ یہ بد عقل تو جانتے بوجھتے اور سمجھتے ہوئے بھی رحمٰن کے منکر ہیں۔ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ۔ اے رحمۃ عالمین ان ابوجہل اور ابوجہلیوں سے فرما دیجئے کہ وہ رحمٰن جس کا تم کفر رہے ہو اور جس کی معرفت کے منکر بن رہے ہو۔ وہی تو میرا رب مربی خالق حامی و ناصر اور مددگار ہے تمام کائنات میں ہر شئی کا فقط وہی معبود ہے وہی ذات و صفات کے اعتبار مستحق عبادت ہے۔ پوری دنیا میں میرا بھروسہ اسی ذات جل مجدہٗ پر ہے تمہارے شر سے بچانیوالا اور تمہارے مقابل مجھ کو قوت نصرت دے کر مدد کرنے والا وہی اللہ اور رحمٰن جس کو تم نے دو سمجھا وہ ایک ہی ذات ہے اور اسی کی طرف دنیا و آخرت میں میرا ہر معاملے میں لوٹنا ہے۔ میری مدد فرمائے گا اور میرے دشمنوں مخالفوں گستاخوں سے انتقام لے گا۔ اگر اس کے انتقام سے بچنا ہے تو صدیق فاروق۔ بلال و سلمان کی طرح میرے دامن مانیت میں آجاؤ۔

فائدے۔ ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ سچے دین کا امتحان لینا بدترین جرم اور باعث ذلت و محرومی ہے۔ لہٰذا انبیاء کرام سے معجزات کا مطالبہ اور اولیاء اللہ سے کرامات اور علماء اسلام سے مجادلہ مباحثہ گناہ کبیرہ ہے۔ یہ فائدہ لَوْ لَآ اُنْزِلَ (الخ) کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ۔** روح کی غذا ذکر الٰہی اور یاد مصطفائی ہے۔ اسی لیے اس سے مرکز روح یعنی قلب کو سکون ملتا ہے۔ **تیسرا فائدہ۔** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کی امت قیامت تلک کے مسلمان آخری امت ہے یہ فائدہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ سے حاصل ہوا۔ کہ جتنی بھی امتیں ہیں وہ سب پہلے گزر گئیں اب صرف نبی اُمَّۃٍ ہی باقی ہے۔ لہٰذا مرزا غلام قادیانی اپنے دعوئے نبوت اور دعوئے مسیحیت میں باطل اور کاذب ہے۔ کہیں اپنے عقیدت مندوں کو اپنا امتی کہتا ہے کہیں اپنے ہم زمانہ ساتھیوں کو اپنا صحابی اور خلیفہ کہتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی ان آیت پاک سے یہ مسلمان بھی نہیں اس لیے مسلمانوں کی کسی چیز کسی نام کو استعمال نہیں کر سکتا۔ **چوتھا فائدہ۔** سابقہ تمام دین اور امت ہونا اب منسوخ ہوگیا۔ اب نہ کوئی امت موسوی ہے نہ عیسوی نہ نوحی نہ ابراہیمی علیہم السلام۔ نبی اکرم سے جدا ہو کر سب کفر ہی کفر ہے یہ فائدہ قَدْ خَلَتْ فرمانے سے حاصل ہوا کہ جو بھی امتیں تھیں وہ گزر گئیں۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند مسائل فقہیہ مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ: دولت دنیا۔ اور دنیا کی خاطر چلے، وظیفے کرنے یا دینی علم پڑھنا یا اپنے تعارف اور شان و شوکت کے لیے کلمے شریف کا ورد کرنا شرعًا حرام ہے جیسا کہ بعض دنیا پرست پیروں کا حال ہے کہ جب کسی محفل میں پہنچے تو اپنے ساتھیوں مریدوں سے کلمے یا اللہ کا ورد شروع کرا دیا تاکہ لوگ پہچان لیں کہ فلاں پیر صاحب آرہے ہیں اور کھڑے ہو جائیں۔ یہ کلمے پاک کی گستاخی اور توہین ہے۔ یہ مسئلہ بذکر اللہ (الخ) سے مستنبط ہوا کہ ذکر الٰہی محض اللہ کے لیے کرنا ہی مومن کی نشانی ہے۔ اسی طرح تلاوت و تقریر کو دنیا کا جال بنانا حرام ہے۔ **دوسرا مسئلہ**: اللہ تعالیٰ کے کسی ذکر یا کلمے یا اذان، تکبیر کو اپنی مرضی سے بدلنا حرام اور کفر ہے۔ لہٰذا روافض کا اذان تکبیر اور سلام وغیرہ کے الفاظ میں زیادتی کمی اور تبدیلی قطعاً غیر اسلامی فعل اور علامت کفار ہے یہ مسئلہ یَکْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ کے شان نزول سے مستنبط ہوا کہ صلح حدیبیہ میں کفار نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا تھا جس کو کفر قرار دیا گیا۔ **تیسرا مسئلہ**: جب مسلمان کسی بات پر قسم کھائے یا کلمہ پڑھ کر قرآن مجید اٹھا کر کوئی بات کہے تو اس پر دوسرے مسلمانوں کو اعتماد کر لینا چاہیے۔ یہ مسئلہ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ قسم اور کلمہ قرآن مجید بھی ذکر اللہ ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ سے اطمینان ہونا مومن کی نشانی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا کہ کفار کہتے ہیں لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ (الخ) پھر اس کے جواب میں فرمایا گیا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ (الخ) ان دو آیتوں میں مطابقت کس طرح ہے اور یہ کفار کے قولی مطالبے کا جواب کیونکر ہوا۔

جواب۔ مطابقت اور جواب اس طرح ہے کہ کفار نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزارہا معجزات دیکھے تھے مگر ایمان نہیں لائے اور اب اپنے ایمان لانے کو معجزات لانے آیات کے نازل ہونے پر موقوف کر رہے ہیں تو فرمایا جا رہا ہے کہ اب بھی یہ جھوٹ ہی بک رہے ہیں۔ یہ ایمان نہیں لائیں گے اس لیے کہ ایمان کی ہدایت اور بے دینی کی گمراہی سب رب تعالیٰ کے قبضے میں ہے جو صرف اس کو دی جاتی ہے جو اس کے لائق ہو۔ معجزات اور مطالبات والے کو ہدایت نہیں ملتی اس مختصر اور جامع مانع جواب میں۔ وجہ علت اور سبب سب کچھ بیان فرما دیا گیا۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ ذکر الٰہی سے مومن کے دل کو چین و اطمینان ملتا ہے مگر سورۃ انفال آیت میں ہے کہ مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں میں مطابقت کیسے ہوگی۔

جواب۔ ان دونوں آیتوں میں مومن بندوں کی دو حالتوں کا ذکر ہے۔ یعنی ان کے دل ڈرتے ہیں اور مطمئن بھی ہوتے ہیں۔ یا اس طرح کہ جب خود ذکر الٰہی تسبیح و تہلیل ورد وظائف پڑھیں تو دل چین پا جاتے ہیں اور جب اُن کے سامنے حدیث و قرآن پڑھ کر سنایا جائے وعیدیں جہنم کا ذکر جباری قہاری کی شان اور بے نیازی کی شان سنیں تو دل دہل جاتے ہیں۔ یا اس طرح کہ جب کفار کی نافرمانیوں اور عذاب کا ذکر سنیں تو ڈر جاتے ہیں گھبرا جاتے ہیں ان کی طرف سے یا غافل مسلمانوں کی فکر میں اور جب رحمت و بخشش کے وعدے سنیں تو نیکیوں کے انجام سے مطمئن ہو جاتے ہیں یا اس طرح کہ اپنے اعمال عبادات ریاضت کی کمزوری دیکھتے ہیں سنتے ہیں تو ڈر جاتے ہیں جب اللہ رسول کے کرم رحم کا ذکر اور بیتے وعدے سنتے ہیں تو چین پا جاتے ہیں۔ لہٰذا اپنے اپنے مقام پر دونوں ٹھیک ہیں کہ امید و بیم کا نام ہی ایمان ہے۔

تفسیر صوفیانہ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور وہ جو باطل کے گھناؤنے پردوں میں چھپے ہوئے نا شکرے نابینا ہیں وہ کہتے ہیں۔ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۔ اس مشاہدات ربانی کے دعویدار اور کشف اسرار کے محرم پر کوئی ظاہر نظاتی کرامت کیوں نہیں نازل ہوتی اُس کے اُس رب تعالےٰ کی طرف سے جو اس کے قلب منور ہی پر جلوہ ریز ہے۔ تاکہ دعوئے ولایت کی دلیل ہوتی۔ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ اے نقارۂ شہود کے منادی عالم دھر میں منادی فرمادے کہ بیشک اللہ بے نیاز جس شقی کو چاہتا ہے بدبختی کے اندھیروں اور گہرے کنوؤں میں بھٹکتا چھوڑ دیتا ہے۔ اس طرح کہ وہ ازلی گمراہ کوئی بھی یہں انوار کی نشانی نہیں دیکھ سکتا۔ اور اگر کبھی نور سرمدی صورت الیہ نظارۂ غیبیہ کی جھلک نظر آ بھی جائے تو اس کو باطل گمان کرتا ہے اور رب کائنات اپنی بارگاہ جلال کی طرف اُن کو رشد و ہدایت عطا فرماتا ہے جو قرب کا طالب اور اس کے جمال کا مشتاق ہو۔ کیونکہ جو طلب میں صادق ہو وہی ہدایت میں ہدایت کا اہل ہے۔ اور وہ مشتاق مشاہدات ان میں سے ہے جن کی ازل میں گمراہی نہ چاہی گئی۔ کون ہیں یہ خوش بخت۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ یہ وہ خوش بخت ہیں جو احمد مجتبیٰ کے یدالٰہی دست اقدس سے بیعت ہو کر دولت ایمان پا چکے اور اُن کے پاکیزہ رفیع الشان دل اللہ جل شانہ کے ذکر لسانی ذکر سری ذکر خفی ذکر اخفیٰ سے چین پا گئے خبردار صرف قلب وحدانی ہی ذکر ذات قدیم سے چین پاتے ہیں۔ دل پانچ قسم کے ہیں کافر کا دل قلب اسود ہے منافق کا دل قلب قاسی ہے فاسق کا دل قلب ناس ہے۔ ان میں دنیا اور شہوتیں ہوتی ہیں اولیاء اللہ کا دل قلب مشتاق ہے۔ ان میں بیت المینان ہے انبیاء کرام کا دل قلب وحدانی ہے ان میں ذکر الٰہی کے خزانے ہیں اور ان کا ماہی پیرو تو قلوب اولیاء اللہ ہیں ہے۔ ذکر لسانی تشکر ہے۔ ذکر نفس تفکر ہے ذکر قلب ملکوت میں تدبر ہے۔ ذکر عقل صفات جمال کا مطالعہ ہے

ذکر سرّی مناجات ہے ذکر روح مشاہدۂ انوار ہے۔ ذکر خفا اضطراب عشق ہے اور ذکر اخفی فنائی الذات ہے جمال و جبروت کے انوار سے عاشقین کا دل قرار پکڑتا ہے اگر ایک لمحہ حجاب ہو جائے تو دل مثل طور ریزہ ریزہ ہو جائے اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ وہ جنہوں نے رب تعالیٰ کی ہر چیز کو بن دیکھے مان لیا اور قدرت کی ظاہری باطنی نشانیاں دیکھ لیں اور خلوت و جلوت میں اعمال صالحہ کیے۔ اُن کے لیے کمال صفات کا طوبیٰ ہے اور جنت قلب میں داخلے کا حسن مآب ہے یا اُن کے لیے سایۂ رحمانی والا درخت طوبیٰ ہے۔ پناہِ جمال کا حسن مآب ٹھکانہ ہے۔ یا ان کے لیے ریاضت و عبادت مراقبہ مکاشفہ کا طوبیٰ ہے اور آخرت میں دیدار رحمان لقاءِ عرفان کا ابدی محبوبِ الٰہی کا حسنِ مآب ہے كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ اے نبی رحمت ہم نے تم کو اسی طرح خزانوں کے ساتھ بنا کر بھیجا بڑی جماعت میں جس طرح بھیجنے کا حق اور ضرورت تھی اِس سے پہلے تمام وارداتِ احوال منکشف ہو چکے ہیں اور سب آپ کو ضمیر و شعور سے پہچانتے ہیں آپ کو صرف اس لیے بھیجا گیا کہ اسرار و معرفت کی وہ تمام وحی خفی جو ہم نے آپ کو فرمائی وہ طالبان معرفت کے لیے ظاہر فرما دو۔ اور قلبی کثافت ذہنی رذالت والے اللہ رحمان و رحیم کی ہر شان و جمال کے ناسمجھ اور منکر ہیں کیونکہ وہ لَا اِلٰہ اِلّا کے بھید سے ناواقف ہیں قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ۔ فرما دیجئے اے قہار کی رحمانیت ایجادی کے منکرو۔ وہی میرا ظاہر و باطن پالنے والا ہے ملک و ملکوت کا معبود وہی رحمٰن ہے قرب و وصل کی منزلوں میں اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور منزل شوق میں میری انتہا میری پہنچ اسی تک ہے۔ وحی الہام کشف و شہود شریعت طریقت سب اسی کی طلب و جستجو کا نام ہے۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ

گرچہ بیشک ایسا ہو قرآن کہ پھیرے جاتے جس سے پہاڑ یا

اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے

قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ط

پھاڑی جاتی ذریعہ جس کے زمین یا کلام کیا جاتا ذریعہ جس کے مردوں سے

یا زمین پھٹ جاتی یا مردے باتیں کرتے جب بھی یہ کافر نہ مانتے

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْــَٔسِ الَّذِيْنَ

بلکہ لیے اللہ کے ہے اختیار سب کا سب ۔ کیا پس نہ مایوس ہوئے وہ جو

بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں ۔ تو کیا مسلمان اس سے نااُمید نہ ہوئے

اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ

ایمان لائے اس سے کہ اگر چاہتا اللہ تو البتہ ہدایت دیتا

کہ اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا

جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ

سب لوگوں کو اور نہ ٹلے گی اُن سے جو کافر ہوئے جو پہنچے گی اُن کو

اور کافروں کو ہمیشہ اُن کے کیے کی سخت دھمک ۔

بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ

بدلہ اُس کا جو کیا انہوں نے دھمک یا حائل ہو قریب ہی سے

پہنچتی رہے گی یا اُن کے گھروں کے نزدیک اترے گی

دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

گھر اُن کے یہاں تک کہ آنے وعدہ اللہ کا یقیناً اللہ نہیں

یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آئے بیشک اللہ وعدہ

يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۧ ع ۱۳

خلاف کرنا وعدہ ۔

خلاف نہیں کرتا ۔

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں کفار کے ایک مطالبے کا اجمالی ذکر کیا گیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی نئی آیت رب کی طرف سے اترے تب وہ ایمان لائیں گے۔ اب ان آیتوں میں ارشاد ہو رہا ہے کہ قرآن مجید سے بڑی کونسی نشانی ہو سکتی ہے۔ ایسا قرآن بھی اگر آ جائے جو ان کے مطالبوں کو پورا کر دے تب بھی یہ ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں مطالبوں کی تفصیل بیان ہوئی جو کفار مختلف محفلوں میں کرتے رہتے تھے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ہمارے حبیب ہم پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اے ایمان والو تم بھی رب تعالیٰ کے فیصلہ پر مطمئن ہو کر اسی ذات پاک پر بھروسہ کرو اور کفار کے ایمان سے مایوس ہو جاؤ۔

تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیات میں باری تعالیٰ کی طرف سے کچھ قانونی وعدوں کا ذکر ہوا کہ کافروں کا یہ انجام ہوگا اور مومنوں کا یہ انجام۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے میں تغیر تبدل نہیں وہاں وعدہ خلافی نہیں ہے۔

شان نزول ۔ جب کفار نے معجزات کا مطالبہ کیا اور اپنے ایمان لانے کو مطالبے کے پورا ہونے پر موقوف کیا تب کچھ صحابہ نے کفار کے ایمان کی خواہش میں بارگاہ نبوی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ضرور ایسا کر دیں تب یہ آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں کو اس خواہش سے روکا گیا۔

تفسیر نحوی

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۔ واؤ سے جملہ کیونکہ اگلی عبارت علیحدہ جملہ ہے عطف نہیں لَوْ حرف شرط اس کا جواب (جزا) مَوْتٰی کے بعد پوشیدہ ہے۔ وہ ہے لَكَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ ۔ یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا تو البتہ یہی قرآن ہوتا۔ ایک قول میں واؤ حالیہ ہے لَوْ حرف شرط کا جواب پہلے گزرا ۔ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ یعنی وہ کافر رحمٰن کا انکار کرتے رہتے اگرچہ (المن) ہمارا ترجمہ اسی کی تائید میں ہے اَنَّ حرف تحقیق و تشبیہ قُرْاٰنًا اس کا اسم ہے بحالت نصب ہے قَرْنٌ یا قُرْءٌ سے مشتق ۔ بمعنیٰ ۔ ملانا ۔ مضبوط ہونا ۔ جوڑنا ۔ اسی سے ہے قَرْنٌ بمعنیٰ زمانہ دنوں کو جوڑنے والا اور قَرْءٌ بمعنیٰ پڑھنا ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فُعلان ۔ عُثمان قُطان پہلے مادے سے نون مادے کا اصلیہ ہے دوسرے مادے سے الف نون زائدتان ہے ۔ سُيِّرَتْ فعل ماضی مطلق مجہول سَيْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیدل چلنا ۔ اپنی جگہ سے ہٹنا ۔ چکر لگانا اصلاً لازم ہے مگر یہاں باب تفعیل سے متعدی کیا اس لیے مجہول آیا ۔ بِ جارہ سببیہ ہ ضمیر کا مرجع قرآن الجبالَ الف لام استغراقی اسم جامد ہے جَبَلٌ کی جمع مکسر ہے بمعنیٰ پہاڑ بحالت رفع ہے نائب فاعل ہے ۔

اَوْ حرفِ عطف تردیدی عطف ہے سُیِّرَتْ پر۔ قُطِّعَتْ باب تفعیل کا ماضی مطلق مجہول ہے صیغہ مؤنث قَطْعٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی توڑنا۔ پھاڑنا۔ کاٹنا۔ متعدی ہوتا ہے بیک مفعول بِ جارہ بِہٖ کی ضمیر واحد مذکر کا مرجع قرآن۔ اَلْاَرْضُ الف لام جنسی اَرْضٌ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی بحالتِ رفع نائب فاعل ہے اَوْ عاطفہ تردیدی۔ عطف ہے سُیِّرَتْ پر۔ کُلِّمَ فعل ماضی مطلق مجہول باب تفعیل کَلْمٌ سے بنا ہے بمعنے باتیں کرنا بِ جارہ بِہٖ کی ضمیر کا مرجع قرآن۔ اَلْمَوْتٰی الف لام جنسی یا عہدی خارجی بحالتِ رفع نائب فاعل ہے۔ مَوْتٰی۔ اسم جمع جامد ہے۔ اس کی واحد ہے مَیِّتٌ۔ تْ آخری تانیث کی نہیں بلکہ مادے کی اصلیہ ہے۔ آخری الف مقصورہ ہے۔ بَلْ حرفِ عطف استدراک کے لیے۔ لام جارہ ملکیت کا اللہ اسم مفرد معرفہ جامد ہے علم ذاتی ہے باری تعالیٰ کا۔ بحالتِ کسرہ جار و مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ پوشیدہ اسم فاعل کے اَلْاَمْرُ۔ الف لام استغراقی۔ اَمْرٌ۔ اسم مفرد جامد بحالتِ رفع فاعل ہے ثَابِتٌ پوشیدہ کا ضمیر ہے مابعد کا۔ اَمْرٌ بمعنی۔ کام۔ معاملہ۔ حالت۔ حکم۔ فیصلہ۔ قدرت طاقت۔ یہاں آخری دو معنی بن سکتے ہیں۔ جَمِیْعًا بروزن فَعِیْلًا بمعنی مجموعہ ہے صیغہ مبالغہ ہے بمعنی اسم مفعول جَمْعٌ سے بنا ہے لغوی معنی اکٹھا کرنا: اکٹھا ہونا۔ اصطلاح میں کم از کم تین افراد کو کہا جاتا ہے بحالتِ نصب ہے تمیز ہے اَمْرٌ کی۔ اَ ہمزہ حرف سوالیہ ہے فَ تعقیبیہ۔ لَمْ یَایْئَسْ فعل نفی جحد بلم مستقبل بمعنی ماضی۔ صیغہ واحد مذکر غائب یَائِسٌ لفیف مقرون ہے یا یَاْسٌ مثال یائی و مہموز العین سے ہے پہلی یٰ علامتِ مضارع ہے دوسری یٰ اصلی باب سَمِعَ سے ہے۔ بحالتِ جزم ہے۔ اگلے کلام سے جوڑنے کے لیے حرکت کسرہ دی گئی۔ یَاْسٌ کے معنی ناامید ہونا اور لفظ یاس علم کے معنی میں بھی شاذ مستعمل ہے۔ اس کا فاعل اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع ہے اپنے صلے کے ساتھ اسی لیے اَلَّذِیْنَ بحالتِ رفع ہے اٰمَنُوْا فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب باب افعال سے ہے۔ اَمْنٌ سے مشتق ہے بمعنی ماننا۔ امن میں آنا۔ ایمان لانا (یعنی دینِ اسلام قبول کرنا) یہی معنی یہاں مراد ہیں۔ اَنْ حرفِ تحقیق خفیفہ کیا ہوا اور اصل تھا اَنَّ۔ بحالتِ نصب ہے۔ مفعول بہ ہے لَمْ یَایْئَسْ کا۔ لَوْ حرفِ شرط یَشَآءُ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب شَیْءٌ سے بنا ہے بمعنی چاہنا۔ مرضی کرنا۔ ارادہ کرنا۔ یہاں پہلے معنی ہیں ہے۔ اللّٰہُ اسم معرفہ مفرد جامد بحالتِ رفع ہے فاعل ہے یَشَآءُ کا۔ لام کے جزائیہ۔ یَشَآءُ کا جملہ فعلیہ اس کی جزا ہے۔ ھَدٰی فعل ماضی مطلق باب ضَرَبَ۔ ھَدْیٌ سے بنا ہے بمعنی راستہ دکھانا۔ راستہ بتانا۔ راستے پر چلانا۔ منزل تک پہنچانا۔ پہلی ہدایت قرآن کی دوسری انبیاء کرام کی تیسری نبی کریم کی چوتھی اللہ تعالیٰ کی۔ یہاں یہ معنی ہی مراد ہیں اس کا فاعل ھُوَ ضمیر واحد مذکر کا مرجع اللہ ہے اَلنَّاسَ۔ الف لام مومنی ہے یا استغراقی نَاسٌ۔ اسم جمع ہے معرب ہوتا ہے۔ در اصل تھا اُنَاسٌ۔ پہلی ہمزہ کو گرا کر الف لام

لگادیا انسان کی غیر لفظی جمع ہے ہر قسم کے انسان کو الناس کہہ دیا جاتا ہے عاقل بالغ بچہ جوان دیوانہ عورت
مرد۔ جیسے کہ لفظ آدمی بحالتِ زبر ہے بوجہ مفعول بہ ہونے کے۔ جَمِيعًا۔ اسم مفرد لفظی صفت مشبہ اسم
مفعول کے معنی بمعنی جمع کیا ہوا بحالتِ نصب ہے بوجہ حال ہونے کے الناس کا یا بوجہ تمیز ہونے کے۔
اور یہ سب جملہ جزا ہے شرط کی۔ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا
مِنْ دَارِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔ واؤ سرجملہ۔ لَا يَزَالُ فعل مضارع
منفی بلا بمعنی مستقبل زَوَالٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ ختم۔ مٹنا۔ دور ہونا۔ لازم ہوتا ہے یہاں سب معنی بن سکتے
ہیں لا کی نفی سے زوال کی نفی ہوئی۔ اور فعل مثبت کے معنی میں آگیا کیونکہ یہ فعل ناقصہ ہے۔ لہٰذا اس کے منفی
معنی میں نہیں مٹے گا۔ نہ مٹے گا۔ نہ دور ہوگا۔ اور مثبتی معنی ہوئے ہمیشہ رہے گا۔ یا اسی طرح رہے گا۔ باب
نَصَرَ سے ہوتا ہے۔ اسی سے ہے زوال۔ زوول۔ تزویل کرنی گرانے۔ ہٹانے زوال ہے۔ خود ہٹے یا گرے
زوول ہے پھسلنے کی صورت میں تزویل ہے۔ الَّذِينَ اسم موصول جمع بحالتِ رفع ہے کفروا فعل ماضی صیغہ جمع
مذکر غائب کُفْرٌ سے بنا بمعنی شرک کرنا اس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع الَّذِينَ ہے۔ موصول صلہ مل کر مفعول بہ
ہے اگر فعل تامہ مانا جائے ورنہ فعل ناقصہ ہی رکھا جائے تو یہ خبر مقدم ہے اسم پر تُصِيبُ فعل مضارع صیغہ
واحد مؤنث غائب باب افعال اِصابۃ مصدر سے صَوْبٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی پہنچنا۔ لازم ہے یہ جملہ فعلیہ
یا اسم مؤخر ہے فعل ناقصہ لَا يَزَالُ کا یا فاعل ہے فعل تامہ لَا يَزَالُ کا تُصِيبُ کا فاعل قَارِعَةٌ ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر
منصوب متصل مفعول بہ ہے بما۔ ب جارہ سببیہ ما موصولہ عمومیہ بحالت کسرہ۔ صَنَعُوا فعل ماضی مطلق معروف
بصیغہ جمع مذکر غائب باب فتح سے ہے صُنْعٌ سے بنا ہے۔ بمعنی اعضاء ظاہری سے کام کرنا۔ عمل کرنا۔ اس
کا فاعل ھُمْ کا مرجع الَّذِينَ ہے۔ یہ موصول صلہ مل کر مجرور ہوا اور جار مجرور متعلق ہے تُصِيبُ کے قَارِعَةٌ۔ اسم
فاعل واحد مؤنث اس کی جمع سالم قارعات اور جمع مکسر قوارع ہے۔ لغوی ترجمہ ایک مضبوط چیز کو دوسری
مضبوط سے طاقت والا اس طرح زور سے مارے کہ ٹوٹ نہ مگر دھماکہ سخت ہو۔ قَرْعٌ سے بنا ہے۔ بمعنی۔
دھمک کرنا۔ مصیبت لانا۔ بلا اتارنا۔ حادثہ ہونا۔ شدت سے کھٹکھٹانا۔ راستہ بنانا۔ صحن دانگن
بنانا۔ اچانک آنے والی۔ دانتوں کو غصہ سے پیسنا۔ یہاں پہلے چار معنی بن سکتے ہیں بحالت ضمہ ہے فاعل
ہے۔ او حرف عطف تردیدیہ۔ تَحُلُّ۔ فعل مضارع معروف واحد مؤنث غائب باب نصر حَلَّ معنا عنہ
تَلاَ بِيْ ۔ سے بنا ہے۔ بمعنی اترنا حال ہونا (کھولنا گانٹھ کھولنا) حلال کرنا۔ لازم بھی ہوتا ہے متعدی بھی۔ یہاں
لازم ہے بمعنی اترنا۔ اس کا فاعل ھی ضمیر مؤنث کا مرجع قَارِعَةٌ قَرِيبًا اسم صفت مشبہ بمعنی قارب ظرف
ہے تَحُلُّ کا مِنْ جارہ ابتداء غایت کے لیے ہے دار اسم جامد بحالت کسرہ مجرور ہے ماقبل کا اور مضاف ہے

مابعد ھم ضمیر مجرور متصل کا یہ عطف ہے تصیبُ پر۔ جار و مجرور متعلق ہے تحُلُّ کا۔ حتّٰی حرف عطف ہے نہ کہ جو۔ حتّٰی جارہ مضارع پر نہیں آسکتا۔ حتّٰی عاطفہ کے تین معنیٰ۔

۱۔ یہاں تک کہ ۲۔ تاکہ۔ ۳۔ مگر۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے اس میں اَنْ مصدریہ پوشیدہ ہوتا ہے اسی لیے اس کے بعد مضارع کو نصب ہے۔ یَاْتِیَ فعل مضارع معروف بحالت نصب حتّٰی کی وجہ سے صیغہ واحد مذکر غائب اَتْیٌ سے مشتق ہے مہموز الفا اور ناقص یائی۔ بمعنیٰ دینا لینا۔ آنا۔ یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہیں وَعْدُ مصدر اسم جامد مفرد معرفہ مضاف ہے۔ بمعنیٰ عہد۔ فیصلہ۔ مدت۔ مقررہ وقت۔ یہاں مراد ہے فیصلہ۔ بحالت رفع ہے فاعل ہے یاتیؑ کا۔ اللّٰہ اسم مفرد معرفہ جامد ہے بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے۔ تُصِیبُ اور تَحُلُّ کے عطف کے بعد یہ جملہ اُن کی طرف معطوف ہے۔ اِنَّ اللّٰہ اِنَّ حرف تحقیق ابتدا میں ہوا اس لیے بکسر ہمزہ ہے لفظ اللّٰہ اس کا اسم منصوب لَا یُخْلِفُ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب باب افعال سے ہے متعدی بیک مفعول ہے خُلْفٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اُلٹ ہونا۔ پیچھے ہونا۔ خلاف ہونا۔ یہ لازم ہے مگر باب افعال نے متعدی بنا دیا یعنی خلاف کرنا اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع اللّٰہ ہے اَلْمِیْعَادُ۔ الف لام استغراقی ہے۔ مِیْعَادُ مصدر میمی ہے بروزن میلاد۔ میثاق۔ وَعْدٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ کوئی فیصلہ کرنا۔ عہد کرنا۔ مقرر کرنا۔ یہاں سب معنیٰ بن سکتے ہیں بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ خبر ہے اِنَّ کی۔

تفسیر عالمانہ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا اَفَلَمْ یَایْــٴَـسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًا

اے ایمان والو کافروں کا علاج اُن کے بیہودہ مطالبات کا پورا کر دینا نہیں۔ یہ تو اتنے بہانہ باز ہیں کہ اگرچہ بیشک اسی قرآن مجید کے ذریعے پہاڑ اسی طرح چلا دیئے جائیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے وقت اپنی ایک تجلی سے طور کو ٹکڑے کر دیا تھا یا زمین کو اسی طرح ٹکڑے کر کے چشمے جاری کر دیے جائیں جس طرح ایک خاص ضرورت کے وقت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر توریت کی آیتیں پڑھ کر اپنا عصا مارا اور بارہ چشمے جاری فرما دیے تھے یا اس قرآن مجید کی تلاوت سے پھونک مار کر کسی پرانے مردے کو زندہ کر کے باتیں کر لی جائیں جس طرح حضرت مسیح انجیل کی آیات پڑھ کر مردے زندہ فرما دیا کرتے تھے اور مردے سے کلام کر لیا جاتا تھا یہ سب کچھ کوئی اتنا مشکل نہیں حاملین اور عاملین قرآن بندوں کے لیے دشوار نہیں یہ سب کچھ تو کلام الٰہی کی طاقت برکت سے پہلے ہوتا ہی رہا ہے۔ مگر بات تو ان کفار کے ایمان کی ہے۔ وہ تو پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے قرآن مجید تو ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے نہ کہ حیران کن قدرتیں دکھانے کیلئے یہ قرآن کریم پہاڑوں کو چلانے کے لیے نہیں بندوں کو صراطِ مستقیم پر چلانے کے لیے آیا ہے زمین چیرنے کے لیے نہیں قلب انسانیت چیر کر نورِ معرفت

کے چشمے جاری کرنے کے لیے اترا ہے مردہ جسم زندہ کرنے کے لیے نہیں مردہ روحوں کو جلا بخشنے کے لیے نازل ہوا ہے اور بلکہ یہ تمام باتیں معجزے۔ قدرتیں ہدایت و گمراہی سب مکمل اللہ کے قبضے میں ہے۔ جس کو چاہے جہاں چاہے جب چاہے دے سکتا ہے دکھا سکتا ہے۔ لیکن کیا ابھی تک ہمارے پیارے ایمان والے بندے جو کفار کی چکنی چپڑی مکارانہ باتیں سن کر ان کے ایمان کی امید لگا بیٹھے ہیں اسی بات سے مایوس نہیں ہوئے کہ یہ فریب کار کافر ہدایت نہیں پا سکتے۔ اس لیے کہ منشاء باری تعالیٰ دنیوی زمانے کی زندگی میں اعمال کی آزمائش ہے۔ اس حیاتِ عارضی کو امتحان انسانیت بنایا گیا ہے۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام انسانوں کو ہدایت دے دیتا۔ حدیث پاک میں ہے کہ سرداران مکہ نے اپنے بیہودہ مطالبوں کی فہرست میں یہ مطالبے شامل کئے تھے کہ مکے کے پہاڑ ہٹا دیے جائیں تاکہ ہماری بستی کھلی ہو جائے اور ہم اچھی بڑی بڑی کھلی کوٹھیاں محلات بنائیں اور زمین سے قدرتی نہریں چشمے نکالے جائیں تاکہ پانی کی قلت اور مہنگائی ختم ہو۔ یا ہوا کو ہمارے قبضے میں کر دیا جائے تاکہ ہم منٹوں میں زمین طے کر لیا کریں اور سفر و تجارت آسان ہو۔ یا مردے زندہ کئے جائیں تاکہ ان سے جنت دوزخ قبر حشر قیامت کی باتیں پوچھ کر آپ کی تصدیق کر لیں۔ ان کا جواب فرمایا گیا کہ یہ سب کام ہمارے قرآن سے مشکل نہیں مگر پہلے ایمان لا کر ہمارے دوست ولی اللہ غوث و قطب بن جاؤ پھر سب کچھ تمہارے لیے آسان ہوگا۔ پہلے نبی پاک کی غلامی شرط ہے وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ اور وہ لوگ جو مکے کے کافر ہیں یا پورے عرب کے کافر یا زمانہ صحابہ میں پوری دنیا کے کافر یا تا قیامت اسلام کے خلاف ہر طرح کے کافر ہیں یا عملی اعتقادی قولی فعلی ظاہری اندرونی کافر ہونے ان پر وقتاً فوقتاً ان کی بدکرداری بددیانتی اور برے اعمال فسق و فجور ظلم بے انصافی۔ گستاخی کی وجہ سے رسوائیوں ذلتوں، پریشانیوں والی مصیبتیں۔ بلائیں دھماکہ خیز پہنچتی رہیں گی جو ان کو رلا کر دکھ دیں گی۔ ہزار جتن کریں بچ نہ سکیں گے۔ کبھی شکست کی صورت میں کبھی مالی نقصان تجارت میں ذلت آمیز گھاٹے کی صورت میں کبھی بیماری۔ کبھی نماری۔ کبھی دربدر بھٹکنے کی صورت میں۔ کبھی غربت۔ کبھی ملک چھن جانا اور دشمنوں کا قتل و غارت کرنا۔ یا مسلمانوں سے شکست کھانا۔ یہ تمام مصائب اور بلائیں اگرچہ سب کو دنیا میں آتی ہیں مگر کافر زیادہ محسوس کرتا ہے اس لیے کہ اس کے لیے یہ چیزیں آفتِ ناگہانی اور دھماکہ بن جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی اچانک صدمے سے اس کی موت بھی واقع ہو جاتی ہے دل پھٹ جاتا ہے۔ مگر مسلمان بحمدہ تعالیٰ ان مصائب کو امتحانِ دنیوی سمجھتے ہوئے توکل علی اللہ کی مضبوط بنیاد پر سب کچھ منجانب اللہ جانتا ہے اور برداشت کر جاتا ہے۔ نیز کافر حریص دنیا ہے۔ مومن حریص توکل

طمع اور خواہشات سے پاک ہوتا ہے۔ کافر کا مقصود ہی دولتِ دنیا ہے اس لیے یہ تکالیف اس کے لیے پہاڑ ہیں۔ اگر کوئی مومن ہو کر بھی کفار کی خصلتیں اپنے اندر پیدا کرے تو وہ بھی انہی ذلتوں سے دوچار ہو سکتا ہے۔ اگر یہ خطاب صرف کفارِ مکہ سے ہے تو جہاد کی ذلت آمیز شکستیں مراد ہیں۔ یہ مصائب تو ان کی ذات پر وارد ہوتی رہیں گی یا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے ان کے گھروں کے قریب عذاب یا دشمن یا قحط یا بیماری حائل ہو جائے جس کا وبال ان کے بے گناہ آل اولاد جانوروں یا اس پڑوس پر بھی پڑ جائے۔ اور کرے کوئی بھرے سب کا مصداق ہو جائے یا اے پیارے نبی آج تو آپ مکے سے ہجرت فرما رہے ہو مگر تھوڑے ہی دنوں بعد آپ لشکر جرار کے ساتھ ان کے گھروں کے قریب اس شان سے تشریف لائیں گے کہ یہی کافر جو دشمن بن کر نکالنے پر آمادہ ہیں غلامانہ حاضر ہوں گے اور یہ سب آپ کی بادشاہی میں داخل ہوں گے۔ اور وہ ذلت آمیزیاں اس وقت تک ان پر رہیں گی جب تک کہ اللہ کا وعدہ موت کا یا قیامت کا یا فتح مکہ کا یا فتوحاتِ اسلامیہ کا نہیں آجاتا۔ یہ سب وعدے رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائے ہوئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ کبھی کسی وعدے کے خلاف عمل نہیں فرماتا اگر یہ کافر بدعمل یا فاسق فاجر لوگ اپنی بری عادتوں سے باز نہ آئے اور مسلمان متقی نہ بنے تو اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ یہ ابتدائی ہلکی پھلکی مصیبتیں تو عبرت کے لیے اور سنبھلنے کے لیے ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ہدایت اور ایمان صرف رب تعالیٰ کے فضل وکرم کی توفیق سے ملتے ہیں جب تک یہ نہ ہو ہدایت نصیب نہیں ہوتی اگرچہ کتنی ہی آیتیں نشانیاں اور معجزات دکھا دیئے جائیں۔ یہ فائدہ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا سے حاصل ہوا کہ دیکھو ابوجہل وغیرہ کفار نے ہزارہا معجزے دیکھے جو ان کے مطالبات سے زیادہ مشکل اور حیران کن تھے مگر ایمان والائے نئے مطالبات کی فہرست لے بیٹھے۔ چاند کا چرتا دیکھا مگر کہتے ہیں زمین کو چیرو۔ سورج کا مڑنا دیکھا مگر مطالبہ ہے کہ پہاڑوں کو پھیرو پتھروں اور ابوجہل کی کنکریوں کو بولتے دیکھا مگر کہتے ہیں مردوں کو باتیں کراؤ۔ **دوسرا فائدہ**۔ اللہ تعالیٰ کے تکوینی افعال چار طرح کے ہیں۔ نمبر ۱۔ حکم سے۔ نمبر ۲۔ ارادے سے۔ نمبر ۳۔ رضا سے۔ نمبر ۴۔ چاہت اور پسندیدگی سے۔ بہت دفعہ ارادہ ہوتا ہے مگر رضا اور چاہت نہیں ہوتی اسی طرح بہت جگہ حکم ہوتا ہے مگر ارادہ رضا اور چاہنا نہیں ہوتا۔ باری تعالیٰ نے کفار کو ایمان کا حکم دیا۔ مگر ارادہ اور مشیت و چاہت نہ ہوئی۔ یہ فائدہ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ کافر کا ہر کام قارعۃ اور غلاب مصیبت ہے خواہ دینی مذہبی ہو یا دنیوی اس لیے کہ خدا تعالیٰ سے دور کرنے والا ہے اور غضب الٰہی کا باعث

ہے یہ فائدہ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ (الخ) کے فعل عمومی سے حاصل ہوا۔ اسی طرح مومن متقی مخلص کا ہر عمل باعث ثواب ہے عبادت ہے خواہ سونا جاگنا اور دنیا کا ہی کام ہو۔ اس لیے کہ وہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے بو رضاء خدا اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے **چوتھا فائدہ**۔ کافر اور نافرمان فاسق و فاجر اور ظالم اپنے ظلم۔ جرم۔ اور سرکشی کی سزا سے بچ نہیں سکتا خواہ کسی جگہ چھپ جائے۔ یہ فائدہ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو حرم شریف بیت اللہ کے حدود کتنے قابل احترام ہیں کہ وہاں جنگ و قتال منع ہے مگر اللہ کا عذاب وہاں کے چھپے یا موجود کافر پر وہاں بھی آگیا خواہ قتل و جہاد کی شکل میں یا قحط بیماری کی صورت میں۔

احکام القرآن

ان آیات مطہرات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اللہ رسول کے گستاخ بے ادب اور کافر یا بدعقیدہ انسان پر رحم کھانا یا ان کے رحم کی دعا کرنا سخت ناجائز ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کو کسی ظالم کافر اور نبی پاک کے گستاخ پر ترس کھانا یا اس کی امید کر کے اس سے دوستی لگانا اس کے مطالبات ماننا منع ہے یہ مسئلہ اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الخ) سے مستنبط ہوا۔ اور اس کے شان نزول سے بھی۔

دوسرا مسئلہ۔ جس طرح خدا تعالیٰ سے کچھ مانگنا اور سفارش شفاعت کرنا شرعاً جائز ہے بلکہ مفید اور واجب ہے اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس عالیہ میں بھی کچھ مانگنے اور کسی کی شفاعت و سفارش میں عرض و معروض کرنا بالکل جائز ہے۔ یہ مسئلہ بھی اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے شان نزول سے مستنبط ہوا دیکھو کفار مکہ کے مذکورہ بالا ان مطالبات پر صحابہ کرام نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ان کے مطالبات پورے فرما دیجئے تو رب تعالیٰ نے اس بارگاہ نبوت میں سفارش کرنے کو برا نہ فرمایا۔ بلکہ بہت حسین انداز میں کفار کی سفارش سے منع فرمایا۔ کہ ازلی بدبخت ہیں ان کے مطالبات پورے کرنا بیکار ہے۔ لہٰذا اپنے لیے یا کسی گناہ گار مسلمان کے لیے نبی پاک سے مانگنا ہر جگہ سے تا قیامت جائز ہے۔ نہ یہ شرک ہے نہ بدعت بلکہ سنت صحابہ کرام ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تیسرا مسئلہ۔ رب تعالیٰ کسی عیب پر قادر نہیں نہ جھوٹ پر نہ وعدہ خلافی پر جن خبیث اور شیطانی بندوں نے اللہ کو جھوٹ بولنے پر قادر مانا ہے وہ ابدی جہنم میں ہیں۔ یہ مسئلہ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ سے مستنبط ہوا۔ اس طرح سے کہ نحو کا مشہور قانون ہے کہ جب فقط جملہ اسمیہ ہو تو استمرار کو چاہتا ہے لیکن جب جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ مضارع والا جمع ہو جائیں اور ان حرف تحقیق بھی ہو تو کلام میں استمرار۔ دوام اور عدم خلاف ثابت ہوتا ہے۔ یہاں اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ میں یہ تمام باتیں پائی جا رہی ہیں۔

اور آیت کا نحوی ترجمہ اس طرح ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں فرما سکتا۔ کلام مثبت میں اس کی مثال اس طرح ہے۔ اِنَّ زَیْدًا قَآئِمٌ بیشک زید کھڑا رہنے والا ہے۔ اور اِنَّ زیدًا یقوم۔ بیشک زید اب کھڑا ہی رہے گا۔ یا جس طرح ڈاکٹر کسی مریض کو اچھی طرح دیکھ کر کہہ دے کہ یہ اب اندھا ہی رہے گا یا بیمار ہی رہے گا۔ یعنی اب دیکھ سکتا ہی نہیں وغیرہ اسی طرح یہاں بھی عدم قدرت ثابت ہوا اس لیے رب تعالیٰ کو کسی بھی عیب سے موصوف یا قادر ماننا گناہ بلکہ کفر ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَن لَّوْ یَشَآءُ اللّٰہُ۔ بقاعدۂ نحو یہ حرف لَوْ۔ ایک چیز کی نفی سے دوسری چیز کی نفی ثابت کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی ہدایت کو پسند نہیں فرماتا۔ کیونکہ مشیئت کے معنیٰ ہیں چاہنا پسند کرنا۔ اور جب ہدایت پسند نہیں تو ہدایت کے لوازمات ایمان اعمال عبادت ریاضت بھی پسند نہ ہوئی۔ حالانکہ اچھی چیز کو پسند نہ کرنا بھی عیب ہے۔

جواب۔ مشیئت اور پسند ایک نہیں۔ عربی زبان میں پسند کے لیے رضا کا لفظ ہے مشیئت بمعنیٰ قانون اور حکم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قانون میں یہ بات نہیں کہ سب کو ہدایت ملے۔ اب اس قانون میں کیا حکمت ہے یہ رب تعالیٰ جانے۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ۔ یعنی کافروں کو دنیا میں ان کے کئے کی سزائیں آتی ہی رہیں گی۔ حالانکہ دنیا میں تا قیامت بہت سے لوگ کافر ایسے ہیں جو مسلسل عیش میں ہیں۔ اور بہت سوں کو معافی بھی مل جاتی ہے۔ کفار مکہ کو فتح مکہ کے دن عام مکمل معافی آزادی مل گئی۔ تو یہ خبر کیونکر درست ہوئی۔

جواب۔ اس کے تفسیر بالالاد میں دو طرح جواب دیے گئے ہیں ایک یہ کہ یہاں کفار سے مراد کفار مکہ مدینہ اور اہل عرب ہیں اور سزا سے مراد جہاد کا قتال۔ قید و بند ہے اور فتح مکہ کی معافی ان کا آخری حال ہے جس کے نتیجے میں وہ مسلمان ہو گئے تھے کافر رہے ہی نہیں۔ یا اگر تا قیامت کفار ہی مراد ہوں تو سزا سے مراد غفلت ہدایت کی توفیق نہ ملنا اور قلبی مصیبتیں۔ یا گستاخوں کی شکلیں بدل جانا مناظروں میں ذلت آمیز شکست کھا جانا۔ اور بھاگے بھاگے پھرنا۔ جیسا کہ باطل فرقوں کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ اور کفر سے مراد باطنی کفر ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ یعنی اللہ کافروں کی سزا کے وعدے قارعۃ اور تحلُّ قَرِیْبًا والے خلاف نہیں فرماتا تو کیا مسلمانوں سے کئے ہوئے وعدے رحم کرم بخشش کے وعدے خلاف فرما دیتا ہے۔ یا گناہگاروں کی معافی کے وعدے خلاف ہو سکتے ہیں۔

جواب۔ معترض نے کچھ غور فکر سے کام نہیں لیا یہاں لَا یُخْلِفُ ۔ کا تعلق قَارِعَۃ اور تَحُلُّ سے نہیں

ہے بلکہ حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰہِ سے ہے۔ اور لفظ وعدہ سے مراد قیامت یا موت ہے یعنی موت اور قیامت ضرور آئے گی یا لفظ وعدہ اپنے جنسی معنی میں ہے یعنی اللہ کبھی کوئی وعدہ خلاف نہیں فرماتا۔ عذاب کا ہو یا ثواب کا۔ اس طرح سے اعتراض بالکل ختم ہو گیا۔

تفسیر صوفیانہ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ۔ اور اگر ان عارفین کے حالات سے بےخبر کسل ناسوتی میں پڑے ہوؤں کے لیے اس قرآن مجید کے ذریعے نفس امارہ کے سخت پہاڑ وادی شوق میں چلا دیئے جائیں اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ یا زمین قلب سوز و گداز قرآنی سے ٹکڑے کر دی جائے اور اس سے انوار قدس کے چشمے بہہ نکلیں۔ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى یا اسی قرآن معرفت سے رُوحانی میتوں کو اور بدبخت مردہ نفسوں کو زندہ کر کے صوت لاہوتی کی زبان میں کلام صداقت سن لیا جائے۔ تب بھی تقدیر کے برے فیصلے والے ماوحقیقت پر نہ آئیں گے بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا بلکہ یہ سب توفیقیں تو اللہ جل شانہ کے لیے ہیں۔ شقی و سعید۔ صدیق و زندیق۔ بدنصیب و خوش نصیب اسی کے ازلی فیصلے کے نمونے ہیں۔ اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًا وادی شوق کی آخری منزل تک پہنچ جانے والے مومنین مخلصین کیا ابھی تک نفس سرکش کی ہدایت اور نجات پانے سے مایوس نہیں ہوئے۔ ولایت الٰہیہ کا راستہ کوئی آسان نہیں یہ رب تعالیٰ ہی کی کریمی ہوتی ہے جو اس کی طرف طلب مراد کے قدم عشق اُٹھتے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو سب کو اسی بستی معرفت کی طرف چلنے کی توفیق عطا فرما دیتا۔ مگر ایسا اس لیے نہیں ہوتا کہ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ راہ عشق کے منکروں کافروں پر اُن کی سیاہ کاریوں کی بنا پر نصب الٰہی کی قیامتیں ٹوٹتی ہی رہیں گی۔ اور محرومی کے پردے پڑتے ہی رہیں گے۔ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ یا اُن کے جسموں پر غفلت سستی کسالت رذالت کے عذاب شقاوت آتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ نفس امارہ کی موت۔ شقاوت قلبی کی فنا اور روح پژمردہ کی ہلاکت کا وعدہ آ جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ بیشک حکیم قدیمی۔ علیم ازلی اور خبیر کلی۔ اللہ رب العزت کوئی وعدہ۔ عذاب کا یا ثواب کا عطا کا یا جزا کا۔ قرب کا یا بُعد کا کشف کا ہو یا حجاب کا کبھی بھی خلاف نہیں فرما سکتا۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں موجود کائنات تین قسم کے ہیں۔

۱۔ نقطہ مؤثر وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جس نے کہ اپنے ازلی قدیمی وعدے کے مطابق تمام اشیاء کائنات میں خلقت۔ جبلت۔ سعادت۔ شقاوت۔ مردودیت محبوبیت۔ تعزز۔ تذلل۔ رفعت و ذلت کے وعدے کے مطابق شان کمالی کا اثر فرمایا۔ نمبر ۲۔ نقطہ متاثر۔ یہ تمام اجساد عالم ہیں جو اثر قبول کرتے ہیں اسی اثر کا نام توفیق خیر و شر ہے نمبر ۳۔ مؤثر بھی متاثر بھی۔ یہ روحانیت کی شان عظمت ہے اسی پر عذاب

ثواب اور سزا و انعام کا مدار ہے۔ اثر الٰہی تقدیر ہے اثر روحانی تدبیر ہے یا تاثیر الٰہی توفیق ہے تاثیر روح توقیر ہے۔ اثر الٰہی کا نتیجہ فعل اور اثر روحانی کا نتیجہ کسب ہے اعمال۔ افعال کی خلقت رب کی طرف سے لیکن کسب فعل بندے کی طرف سے ہوتا ہے۔ کفر کی مایوسی بھی کفر ہے مگر ایمان کی مایوسی اہل ایمان کے دلوں میں کفر کی طرف سے ہوتی ہے جو عین ایمان ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

اور البتہ بیشک مذاق اڑایا گیا رسولوں کا سے پہلے آپ کے

اور بیشک تم سے اگلے رسولوں کی بھی ہنسی کی گئی تو میں نے کافروں کو

فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۟ قف

تو مہلت دیتا رہا میں لیے ان کے جو کافر ہوئے

کچھ دنوں ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا تو

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى

پھر پکڑ لیا میں نے تو دیکھا کیسا تھا عذاب میرا کیا پس وہ قائم ہے اوپر

میرا عذاب کیسا تھا۔ تو کیا وہ ہر جان پر اس کے

كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ

ہر جان کے وجہ سے اس کے جو کمایا اور بنائے ان کافروں نے لیے اللہ کے شریک بہت سے

اعمال کی نگاہ داشت رکھتا ہے اور وہ اللہ کے شریک ٹھیراتے ہیں۔

قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ

کہو کہ نام تو لو ان شریکوں کا یا ایسی خبریں دیتے ہو اس کو جس کو وہ نہیں جانتا

تم فرماؤ ان کا نام تو لو یا اسے وہ بتاتے ہو جو اس کے علم

فِی الۡاَرۡضِ اَمۡ بِظَاهِرٍ مِّنَ الۡقَوۡلِ ؕ بَلۡ

روے زمین میں یا ظاہر ہونے والی ہے صرف ایک بات بناوٹی بلکہ

میں ساری زمین میں نہیں یا یونہی اوپری بات بلکہ

زُيِّنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مَكۡرُهُمۡ وَصُدُّوۡا عَنِ

زینت دیا گیا واسطے ان کے جو کافر ہوئے کر ان کا اور روکے گئے سے

کافروں کی نگاہ میں ان کا فریب اچھا ٹھیرا اور راہ

السَّبِيۡلِ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

سیدھے راہ اور جس کو گمراہ کرتا ہے اللہ بس نہیں ہے واسطے اس کے

سے روکے گئے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت

مِنۡ هَادٍ ﴿۳۳﴾

کوئی ہدایت دینے والا

کرنے والا نہیں

تعلق | ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں موجودہ کفار کی بدخصلتوں کا ذکر ہوا تھا جس کو سن کر انہوں نے بجائے عبرت حاصل کرنے ڈرنے کے ہنسی مذاق اڑانا شروع کردیا تھا۔ مسلمان سن کر پریشان ہوئے تب یہ مسلمانوں کی تسلی کے لیے آیت اتریں اور فرمایا کہ پچھلی قوموں نے بھی اپنے نبیوں کا مذاق ہی اڑایا تھا تو ان پر کیسا عذاب آیا۔ للذا سمجھ جاؤ کہ انجام ان کا بھی خراب ہی ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیات میں موجودہ کافروں کی سختی و عذاب کا اندیشہ ذکر کیا گیا تھا کہ اس طرح ان کو عذاب پہنچ سکتا ہے۔ ان آیات میں سابقہ کفار کے ان عذابوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کو پہنچ چکا۔ یہ بھی خوف دلانے کا شاندار مفید طریقہ ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں یہ بتایا تھا کہ اللہ کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔ ان آیات میں اس بات کا ثبوت دیا جارہا ہے۔ کہ جو وعدہ انبیاء کرام

سے کیا گیا تھا۔ عذاب ان پر آکر رہا۔

شان نزول۔ ایک دفعہ کفار مکہ نے نبی پاک صاحب لولاک کی بارگاہ میں آکر کہا کہ جس طرح سلیمان علیہ السلام اور موسیٰ علیہما السلام نے زمین پر اپنی قوم کو بہت معجزے دکھائے آپ بھی پہاڑ ہٹا دیں تاکہ یہ مکہ میدانی علاقہ بن جائے اور ہم خوب کھیتیاں اگائیں اور زمین پھاڑ کر چشمے جاری کر دیں تب یہ چھ آیتیں از ۳۱ تا ۳۷ نازل ہوئی تھیں۔ آیت ۳۲ نازل نہ ہوئی۔ وہ مدنی ہے۔

تفسیر نحوی

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ۔ واؤ سرِ جملہ لام کہ معنیٰ البتہ قَدْ اسْتُهْزِئَ ایک قرأت میں قَدُ اسْتُهْزِئَ دال کو ضمہ ہے ہمزہ کے ضمہ کے بدلے ہیں دراصل تھا قَدْ اُسْتُهْزِئَ باب استفعال سے ہے مگر صحیح پہلی قرأت ہے کیونکہ قَدْ اصلاً جزم پر مبنی ہے۔ اور ساکن متحرک ہوتا ہے تو کسرے سے ہوتا ہے لفظ قَدْ تین طرح کا ہے نمبر ۱ اسم۔ معنیٰ حَسْبُ اس صورت میں مضاف ہو کر آتا ہے اور مضاف الیہ اسم ظاہر ہوگا۔ نمبر ۲۔ اسم فعل بمعنی یکفی اس صورت میں ماضی بن کر آتا ہے اور اس کا مفعول اسم ظاہر یا اسم ضمیر مفعول بہ ہوگا۔ جیسے نمبر ۱۔ قَدْ زَيْدٍ بمعنی حَسْبُ زَيْدٍ زید کو کافی ہے قَدْ زَيْدًا بمعنی یکفی زیدًا۔ قدنی بمعنی یکفینی کافی ہوتا ہے زید کو یا مجھ کو۔ نمبر ۳۔ حرف اس صورت میں ظاہر فعل پر آتا ہے اس وقت اس کے چار فائدے ہیں ۱۔ ماضی قریب بنانا بمعنی ہے ۲۔ فعل کو یقینی کرنے کے لیے بمعنی بیشک ۳۔ تقلیل فعل کے لیے بمعنی کبھی نمبر ۴۔ تکثیر فعل کے لیے بمعنی اکثر (بہت دفعہ) یہ اسم جامد ہے غیر متصرف افعال پر داخل نہیں ہوتا۔ اگر ساتھ ف ہو جیسے فَقَدْ تو تقلیل یا تکثیر کے لیے ہوگا اور اگر اس کے ساتھ لام تاکید بمعنیٰ کہ ہو تو تحقیق کے لیے ہی ہوگا۔ یہاں لام تاکید ساتھ ہے۔ اس لیے یہ فعل ماضی قریب نہیں ہے۔ اُسْتُهْزِئَ۔ ماضی مطلق مجہول۔ اس کا مصدر اِسْتِهْزَاءٌ بمعنی ہنسی اڑانا۔ مذاق کرنا۔ مادہ ہے۔ هُزْءٌ بمعنیٰ فتنہ پیدا کرنا۔ ذلیل سمجھنا۔ یہاں آخری معنیٰ مراد ہیں۔ بِ جارہ بمعیت کی رُسُلٍ جمع مکسر ہے رسول کی بحالت جر مجرور ہے ماقبل کا اور موصوف ہے مابعد کا۔ مِنْ جارہ زائدہ ہے یا ابتداء زمانہ کے لیے ہے قَبْلِ اسم ظرف ہے مضاف ہے كَ ضمیر حاضر مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ یہ جار مجرور اور بِرُسُلٍ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول موجودین کا اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے رُسُلٍ موصوف کی۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ اَمْلَيْتُ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد متکلم باب افعال اس کا مصدر اِمْلَاءٌ ہے بمعنیٰ ڈھیل دینا۔ مہلت دینا۔ لمبی امید دلانا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ متکلم ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ لام جارہ بمعنیٰ مفعولیت اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر بحالت جر اس کا صلہ ہے كَفَرُوْا فعل ماضی۔ كُفْرٌ سے بنا ہے معنیٰ شرک کرنا ثُمَّ حرف عطف تعقیب تراخی کے لیے اَخَذْتُ فعل ماضی مطلق واحد متکلم ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ هُمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ۔ اَخْذٌ سے

بنا ہے۔ بمعنی لینا۔ پکڑنا۔ یہاں دوسرے معنی میں ہے بہر حال متعدی ہوتا ہے۔ ف زائد فاصلہ کے لیے (لفظی فاصلہ) نمبر ۲ حرفِ زائد شروع کلام کے لیے۔ یہاں پر یہ زائدہ ہے۔ کَیْفَ۔ اسم مبہم غیر متمکن مبنی ہے ہمیشہ ظرف مقدم ہوتا ہے مگر ظرف مجازی ہے مثل جار و مجرور کے نہ کہ زمانی یا مکانی۔ اس کا استعمال دو طرح پر ہے۔ نمبر ۱۔ سوالیہ (استفہامیہ) سوالیہ چار طرح کا ہوتا ہے۔

نمبر ۱۔ پوچھنے کے لیے۔ نمبر ۲۔ تعجب دلانے کے لیے۔ نمبر ۳۔ توبیخ کے لیے (جھڑکنے کے لیے) نمبر ۴۔ تنبیہ یعنی نقطہ بتانے کے لیے خبردار کرنے کے لیے۔ یہاں یہ ہی آخری معنیٰ مراد ہیں یہ ظرف مجازی کبھی فعل ناقصہ کی خبر کبھی مفعول بہٖ دوم کبھی سوم کبھی مفعول مطلق کبھی حال ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ یہاں خبر کان کی جگہ ہے کان فعل ناقصہ ماضی مطلق۔ عِقَاب اس کا اسم عَقَبٌ سے بنا ہے بمعنی پیچھے ہونا آخر میں آنا۔ مراد ہے آخری سزا۔ خواہ دنیا میں ہی ہو جو جرم یا ڈھیل کے آخر میں ہوئی خواہ قیامت میں جو اس دنیا کے آخر میں ہوئی۔ دراصل تھا عقابی میرا عذاب مرکب اضافی ی ضمیر تخفیف کے لیے گر گئی اور کسرہ بطور نشانی رہ گیا ا ہمزہ سوالیہ انکاری ہے اگلی عبارت سوال ہے۔ اس کا جواب ہے لَا۔ یعنی نہیں۔ پوشیدہ اس لیے ہے کہ بندۂ مومن نے یہ جواب اپنی زبان و قلب سے دینا ہے۔ ف حرفِ زائد۔ مَنْ موصولہ واحد مبنی غیر متمکن اسم ہے۔ بحالت رفع مبتدا ہے اپنے صلے سے مل کر۔ هُوَ۔ ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل موصوف ہے قَائِمٌ اسم فاعل صیغہ واحد مذکر اپنا جملہ اسمیہ بن کر صفت سے مل جاتا ہے بمعنی عِنْدَ ظرفیہ کُلّ اسم تاکیدی معربہ کلیہ کا سور نفس بمعنی فردِ واحد۔ یعنی ایک جان ایک شخص۔ کل سے عمومیت پیدا کی بمعنی ہر جان ہر شخص۔ بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے کُلّ کا اور جار و مجرور متعلق اول ہے قائم کا۔ بِ جارہ بمعنی مع ظرفیہ مَا اسم موصول بحالت کسرہ مجرور ہے کا غیر ذوی العقول کے لیے مراد ہیں اعمال ظاہری کَسَبَتْ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مؤنث غائب اس کا فاعل ھی ضمیر مؤنث مستتر کا مرجع نفس ہے۔ نفس چونکہ مؤنث لفظی ہے اس لیے یہ صیغہ مؤنث ہوا۔ کَسْبٌ سے بنا ہے۔ بمعنی ارادہ قلبی تصدیق کلبی۔ باتیں کرنا۔ اقرار لسانی۔ نیکی کرنا۔ گناہ کرنا۔ تجارت کرنا یا مال کمانا۔ آل اولاد۔ یہاں مراد ہیں اعمال بد۔ یعنی گناہ۔ یا ہر نیک بد اعمال۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا اور وہ جار مجرور متعلق دوم ہے قائم کا اور قائم موصوف سے مل کر صلہ ہوا مَنْ کا۔ اور مَنْ مبتدا کی خبر پوشیدہ ہے۔ واؤ۔ یہ جملہ یعنی استینافیہ ابتدائیہ۔ اس جملہ فعلیہ نے دلالت کی ہے مَنْ مبتدا کی پوشیدہ خبر پر۔ ایک قول میں واؤ حالیہ ہے اور اس کا تعلق پہلے کلام اَفَمَنْ (الخ) سے ہے۔ ایک قول میں واؤ عاطفہ ہے۔ اور عطف ہے اُسْتُهْزِئَ پر مگر پہلا قول درست ہے اعلیٰحضرت کا ترجمہ اسی طرف راجع ہے جَعَلُوْا فعل ماضی مطلق جمع مذکر۔ اس کا فاعل ھُمْ مستتر کا مرجع اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ہے جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنی۔ دنی بنانا قلبی بنانا یعنی عقیدہ۔ زبانی بنانا۔ یعنی اقرار

لسانی۔ یہاں پہلوں معنی بن سکتے۔ لام جارہ مقابلے کے لیے یا بمعنی سوا۔ غیریت کا۔ اللہ مجرور متعلق ہے جَعَلُوْا کا۔ شُرَکَا۔ جمع مکسر منصرف ہے شریک کی شرکۃ سے بنا ہے۔ بمعنی ساجھی۔ ہم مثل۔ معاون۔ اللہ کا کسی کو ساجھی وغیرہ سمجھنا شرک اکبر ہے۔ یہ بحالت رفع ہے۔ مفعول بہ ہے قُلْ سَمُّوْهُمْ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِیْلِ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ قُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر خطاب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باب نصر سے ہے۔ اگلی عبارت قول تک اس کا مقولہ ہے۔ سَمُّوْا۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مخاطب ہیں بت ساز اور بت پرست کفار اس کا مصدر ہے تَسْمِیَۃٌ اور تَسْمِیَۃٌ سُمُوٌّ سے مشتق ہے۔ بمعنی نام رکھنا حقیقت بیان کرنا۔ نام لینا۔ اَمْ حرف عطف۔ دو قسم کا ہے نمبر۱۔ متصلہ بمعنی اَوْ عاطفہ تردیدیہ (یا) بمعنی خواہ (چاہت) اور بمعنی کیا سوالیہ اس میں شرط ہے کہ دو برابر حیثیت کی چیزوں کے بیچ داخل ہو اور اس سے پہلے ہمزہ سوالیہ ہو۔ نمبر۲۔ اَمْ منقطعہ بمعنی بَلْ (بلکہ) یہ دو مختلف کلاموں کے بیچ آتا ہے۔ یہاں اَمْ منقطعہ ہے۔ بل کے معنی میں تُنَبِّئُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر بمعنی حال۔ باب تفعیل اس کا مصدر تَنْبِئَۃٌ ہے۔ نَبَأٌ سے بنا ہے بمعنی خبر دینا۔ آگاہ کرنا۔ اطلاع کرنا۔ جتانا۔ خبردار کرنا۔ جتانا۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ ہٗ ضمیر واحد کا مرجع اللہ ہے بِ جارہ بیانیہ مَا موصولہ بحالت جر متعلق ماقبل فعل کا۔ لَا یَعْلَمُ فعل مضارع منفی واحد مذکر غائب اس کا فاعل هُوَ ضمیر مستتر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ علم سے بنا ہے متعدی ہے۔ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانی کے لیے۔ الف لام استغراقی الارض سے مراد ظاہر باطن خشکی تری پہاڑ میدان ساری زمین مراد ہے۔ اَمْ۔ حرف عطف منقطعہ بمعنی بَلْ ہے۔ جس کا اعلیٰحضرت کے ترجمہ میں اگرچہ اس کا ترجمہ یا کیا گیا ہے مگر مراد بلکہ ہی ہے۔ نہ کہ یا تردیدیہ کیونکہ اس میں تردد و شک ہوتا ہے۔ اور شک میں دونوں سمتیں مستوی (برابر) ہوتی ہیں یہاں یہ درست نہیں بنتا۔ اردو زبان میں توبیخ یا استہزاء کے لیے بلکہ کی جگہ یا بول دیا جاتا ہے مراد بلکہ ہی ہوتا ہے۔ بِظَاهِرٍ۔ بِ جارہ بمعنی فِیْ ظَاهِرٍ اسم فاعل بحالت کسرہ جار مجرور متعلق ہے مَظْنُوْنٌ اسم مفعول پوشیدہ کا مِنْ جارہ بمعنی بِ اَلْقَوْلِ مصدر ہے بمعنی حاصل مصدر یعنی زبانی باتیں جار و مجرور متعلق ہے ظاہر کا۔ بَلْ حرف عطف۔ حکم پھیرنے کے لیے آتا ہے معطوف علیہ سے معطوف کی طرف۔ زُیِّنَ فعل ماضی مجہول باب تفعیل۔ زِیْنَۃٌ یا زَیْنٌ سے مشتق ہے بمعنی خوبصورت بنانا۔ رونق دینا۔ ملمع کرنا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ اس کا مصدر تَزْیِیْنٌ۔ اس کا نائب هُوَ ضمیر مستتر کا مرجع جَعَلُوْا کا حاصل مصدر جَعْلٌ ہے اور مَكْرُهُمْ اس کا بدل الکل۔ مگر صحیح یہ ہے کہ نائب فاعل مَكْرُهُمْ ہے۔ لِلَّذِیْنَ۔ لام جارہ نفع کا الذین اسم موصول مجرور ہے اور متعلق ہے زُیِّنَ کے کَفَرُوْا فعل ماضی کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنی شرک یہ جملہ فعلیہ صلہ ہے۔ مَكْرُ اسم جامد نکرہ مفرد معرف بالضمیر هُمْ۔ بمعنی ان کا فریب۔ واؤ سر جملہ۔ صُدُّوْا فعل ماضی مطلق

مجہول صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ھُم ضمیر جمع مستتر کا مرجع الَّذِیْنَ ہے۔ ایک قرأت میں صَدُّوا فاعل معروف ہے۔ بہر حال متعدی ہے۔ صَدٌّ سے بنا ہے مضاعف ثلاثی ہے۔ بمعنی روکنا۔ بند کرنا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے۔ مِنْ جارّہ مجاورت کے لیے ہے یعنی کسی طرف سے ہٹ کر دوسری طرف جانا۔ یا فقط ہٹنا۔ یا فقط جانا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ یعنی ایک صراط مستقیم سے روکے گئے اور باطل راہ چلائے گئے۔ السبیل۔ الف لام عہد خارجی سبیل بروزن فعیل صفت مشبہ ہے مبالغے کے لیے بمعنی بہت کھلا راستہ اس کی جمع مکسر ہے سُبُل واؤ ابتدائیہ جو کلام کے اول ہوتی ہے۔ مَنْ اسم موصول بحالت نصب ہے برائے شرط مفعول بہ مقدم ہے یُضْلِلُ فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ باب افعال اس کا مصدر ہے اِضْلَال مشتق ہے بنا ہے۔ بہت معنی میں مستعمل ہے یہاں مراد ہے گمراہ کرنا لازم ہوتا ہے مگر افعال سے متعدی ہوا۔ اس کا فاعل ہے اللہ بحالت رفع ہے۔ فَ جزائیہ مَا حرف نفی لام جارّہ ہٗ ضمیر مجرور کا مرجع مَنْ ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے مَحْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا مِنْ جارّہ تبعیضیہ ھَادٍ۔ اسم فاعل صیغہ واحد مذکر دراصل تھا ھَادِیٌ ی لام کلمہ حرف علت بوجہ ثقل (ابوجہل) گر گئی تنوین تنکیری ہے بمعنی کوئی۔ ھَادٍ ھُدًی سے بنا ہے بمعنی راستہ دکھانا۔ جملہ اسمیہ ہو کر مجرور ہوا۔ جار و مجرور متعلق دوم ہے موجود پوشیدہ کا اور وہ جزا ہے مَنْ شرطیہ کی۔

تفسیر عالمانہ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ

اے پیارے نبی ان کے یہ مطالبے فقط دل لگی ہنسی مذاق کے لیے ہیں نہ کہ حقیقت پسندی کے لیے اور ایسے مذاق کرنا کفار کا پرانا طریقہ ہے آپ سے پہلے رسولوں سے بھی ہنسی مذاق کئے گئے اور بڑے عجیب عجیب مطالبے کیے گئے تھے تو ان کافر قوموں کو بھی میں نے ڈھیل دی اور لمبی مدت تک ان کو اسی سرکشی میں بھٹکنے دیا اس تمام عرصہ ہمارے پیارے انبیاء کرام ان کو سمجھاتے بتاتے بلاتے ہی رہے۔ لیکن جب ان کی کفریات اور بیہودگیاں گستاخیاں بڑھتی ہی گئیں تو پھر میں نے اپنی قہاریت وجباریت کا ذرا سا اظہار فرماتے ہوئے انبیاء عظام کے ان بدنصیب گستاخوں کو ایسا پکڑا اور پکڑ کر عالم انوار سے اے نبی تم نے بھی دیکھا اور اپنے اپنے وقتوں کے ایمان والوں تاریخ دانوں نے بھی مشاہدہ کیا۔ اور لکھا اور پڑھنے والوں نے پچھلے واقعات میں پڑھ لیا کہ کیسا عبرت انگیز ذلت آمیز تھا میرا دہ عذاب جو دنیوی زندگی کی آخری ہی سزا تھی ان واقعات ماضیہ سے بھی اگر یہ ابوجہل وغیرہ کافرین اور قیامت تک کے ابوجہلی گستاخ آستانہ نبوت کے بے ادب عبرت نہ پکڑیں تو حیات وموت کی ذلت والی حالت سے نہیں بچ سکتے۔ اگرچہ حبیب کریم رؤف ورحیم صلی اللہ

علیہ وسلم کے صدقہ اور طفیل سے طریقہ سابقہ کی ناگہانی ۔ طوفانی آسمانی عذاب تو نہ آئے مگر موت و زندگی میں ان کی شکست خوردہ حالت اور مرنے پر شکلیں بگڑ جانا ۔ جسموں میں بدبو پڑ جانا ۔ اور ایسی کریہہ منظر ہو جانا کہ آخری وقت بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں یہ تا قیامت ہوتا رہے گا ۔ اس لیے ہر انسان کو گستاخیٔ نبوت سے بچنا چاہیئے اور صالحین عابدین ۔ زاہدین کو گستاخوں سے بہت ہی دور رہنا چاہیئے ۔ ورنہ برا انجام کچھ دور نہیں محققین علما فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام کی بات نہ ماننا اُن کے علم ۔ شان ۔ قوت ۔ طاقت اور معجزات کا انکار کرنا اُن کے علم غیب ۔ حاضر و ناظر ہونے کو نہ ماننا یہ سب استہزا ہے اسی طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجبور و بے بس ۔ غیر مختار سمجھنا اور کہنا اور لکھنا یہ بھی استہزا ہے ۔ ابتداء آفرینش سے آج تک جتنے بھی کافر ہوئے اور جس بنا پر اُن پر طرح طرح کے عذاب آئے اُس کی بنیادی وجہ یہ ہی باطل عقائد تھے اسی وجہ سے وہ انبیاء کرام کی بات نہ مانتے تھے اور اظہار مجبوری کے لیے ہی وہ کافر اپنی مرضی کے معجزات مانگتے تھے ۔ اے مقدس و باکمال نبی ان بے ادبوں کی حماقت کا تو اندازہ لگائیے کہ نبوت کے لیے اتنی قیدیں لگا کر دوہ کرو مگر الوہیت جیسی انتہائی اہم اور قوت و طاقت در چیز کے لیے کوئی قید نہیں رکھتے ۔ لکڑی کے کھلونوں اور پتھر کے ٹکڑوں جانوروں درختوں کو معبود مان لیتے ہیں معبودیت تو بہر حال نبوت سے زیادہ قوی و با اختیار ہے تو یہ کافر اپنے بتوں سے وہ مطالبے کیوں نہیں کرتے جو آپ سے کرتے ہیں ۔ معبود حقیقی تو وہی ہو سکتا ہے جو ہر جان کے ہر عمل ہر کسب اور ہر حال پر ہر وقت ہر جگہ جاننے والا علیم و خبیر ہو اور ہر جگہ قائم بالذات ہو ۔ اس کا قیام یعنی نگاہ داشت کسی سے دور نہ ہو ۔ اور وہ تو فقط رب تعالیٰ ہی ہے ۔ تو کیا اُس ذات علیم کو واحد معبود مانتے ہوئے جو ہر نفس کے ہر اُس عمل پر خبیر ہے جو اُس نے کمایا پھر ان کو کچھ رکاوٹ ہے جو انہوں نے اس حقیقی خالق مالک کو چھوڑ کر اللہ کے شریک ٹھہرا لیے ۔ اور شریک بھی ایسے جن کا نہ سر نہ پیر نہ ابتدا نہ انتہا خود ہی اپنی پسند کے نام رکھ لیے اور خود ہی کانٹا چھری لے کر تراش خراش لیا ۔ اے نبی ۔ قُلْ ۔ پوچھ کر دیکھئے ۔ سَمُّوْهُمْ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِیْلِ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ اے بت پرستو ذرا اپنے ان بتوں کا کچھ نام تو بیان کر دیا کوئی نام تجویز کر کے سوچ سمجھ کر ان کے مقرر کرو ۔ اس لیے کہ نام یا ذاتی ہوتا ہے یا صفاتی ان کا ذاتی نام تو فقط لکڑی پتھر ہے ۔ لیکن صفاتی نام کسی صفت کے اعتبار سے ہوتے ہیں لہٰذا صفاتی نام رکھنے کے لیے وہ صفت ثابت کرنی پڑے گی خواہ نفع کی جیسے خالق رازق خواہ نقصان کی جیسے جبار و قہار وغیرہ مگر یہ بُت نہ نفع دے سکیں نہ نقصان اس لیے ان کو کوئی نام نہیں دیا جا سکتا جب یہ تم فی طور پر کوئی نام نہیں بنا سکتے نہ اُن کو کوئی نام دینے کی جرأت کر سکتے ہیں تو کیا رب تعالیٰ کے سامنے

ایسے شریکوں کو بیان کرتے پھرتے ہیں جن کے وجود کو وہ علیم و خبیر جو کائنات کے ذرے ذرے کو جانتا ہے روئے زمین پر وہ بھی نہیں جانتا۔ اگر زمین کے کسی بھی حصہ میں کوئی بھی کسی چیز میں بھی اس کا شریک ہوتا تو وہ جانتا۔ یا فقط اپنی بناوٹی باتوں سے ان بتوں کے نام گھڑتے رہتے ہو کہ یہ دولت کی دیوی ہے یہ پانی کا دیوتا۔ یہ کالی دیوی ہے یعنی کال اور قحط کو دور کرنے والی اور یہ حسن کی دیوی۔ یہ سب بیہودہ بناوٹیں ہیں تو جب یہ بت کسی صفت میں رب کائنات کے شریک نہیں تو استحقاق عبادت میں کس طرح شریک ہو سکتے ہیں اور جب ان کا کوئی صفاتی نام حقیقتاً نہیں ہو سکتا تو استحقاقی نام معبود کس طرح ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب ان کے اپنے مکر و فریب ہیں جو ان کافروں کے دل دماغ عقل و فکر عقیدے ارادے میں خوبصورت بنا دیئے گئے ہیں یا شیطان نے مزین کئے ہیں یا ان کے باپ دادوں نے یا پنڈتوں جوگیوں پادریوں راہبوں نے اور راہ حق صراط مستقیم سے روکے گئے ہیں۔ یا تو ان ہی مذکورین نے روک دیا ہے یا ان کو توفیق ہی نہیں مل سکی اور ان کی بدنصیبی نے ان کو فلاح و نجات سے روک دیا ہے۔ یا ان گندے پلید دلوں کو خود رب تعالےٰ نے ان کی ازلی ابدی گندگی کی وجہ سے دامن مصطفیٰ سے قرآن و حدیث سے پاکیزہ نورانی منزلوں سے روک دیا ہے۔ اور یہ قانونی فیصلہ مشاہدے تجربے کے اعتبار سے اٹل حقیقت ہے کہ جس کو رب العالمین گمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دیتا ہے اس کو کوئی بھی کبھی ہدایت نہیں دے سکتا۔ تفسیر کبیر نے قُلْ سَمُّوْهُمْ کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے کہ اے حبیب کریم ان کافروں مشرکوں سے فرما دو کہ جاؤ اپنے بتوں کے جو چاہو نام رکھتے پھرو۔ یا اللہ کے حضور ان کی شفاعت کے گڑگڑاتے رہو یا لوگوں میں اپنی باتوں کو ظاہر کرتے رہو ایک تفسیر اس آیت کی اس طرح بھی ہے۔ کہ اے کافرو بت پرستو تم ان مورتیوں کے کچھ نام رکھو یا نہ رکھو یہ کچھ بن نہ جائیں گے نہ ان کی حقارت کمزوری۔ اور باطل بیکار ہونا تمہاری باتوں سے ختم ہو سکے۔ نہ ان کے وسیلے سفارشیں اور نام کے ورد وظیفے اس ذات علیم و خبیر کے دربارگاہ میں کچھ فائدے دے سکیں وہ رب تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ ان دیوی دیوتاؤں کا نام و نشان بھی زمین پر نہیں اور آسمانوں پر ہونے کے تو یہ کافر خود بھی قائل نہیں۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ بندے پر سب سے بڑا عذاب ڈھیل ملنا ہے۔ دنیوی زندگی دو قسم پر منقسم ہے ۱ ڈھیل یہ کافر منافق اور فاسق کے لیے ہے یہ غضب الٰہی کی دلیل ہے نمبر ۲۔ مہلت یہ رحمت الٰہی ہے اور مسلمانوں کے لیے ہے۔ خوش قسمت بندہ وہ ہے جس پر نیکیاں آسان ہوں اور گناہ مشکل بدنصیب ہے وہ شخص جو گناہوں کو آسان کر لے اور نیکیوں کو مشکل بنا لے۔ اور اس کی عیاش زندگی فقط ایک ڈھیل بن جائے

یہ فائدہ فَاَمْلَیْتُ (الخ) سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** ۔ دین کے کام کرنے والے کو دنیا کی باتوں طعنے بازیوں اور دنیا پرستوں کی کڑوی کسیلی باتیں سن کر گھبرانا نہیں چاہیئے نہ گھبرا کر دینی کام چھوڑے بلکہ دینی کاموں میں لگا رہے۔ اسی قلبی مشقتوں پریشانیوں کا ثواب ملتا ہے یہ مذاق اور طعنے تو شروع سے چلے آ رہے ہیں انبیاء کرام سے باز نہیں آئے تو کوئی اور کس شمار میں ہے یہ فائدہ وَلَقَدِ اسْتُھْزِیَٔ (الخ) سے حاصل ہوا لہٰذا ان باتوں سے علما مشائخ اور مسجدوں کے فی سبیل اللہ کام کرنے والوں اور تعمیری فنڈ جمع کرنے والوں کو بددل نہیں ہونا چاہیئے۔ **تیسرا فائدہ** ۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب صرف آسمان سے ہی نہیں آتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی طرف سے بھی آسکتا ہے۔ لہٰذا اولیاء اللہ استاد۔ مرشد کی ناراضگی اور والدین کی بددعا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد۔ قتال غزوات یہ سب عذاب الٰہی ہے ان سب سے بچنے کی کوشش کرلی چاہیئے۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ اللہ تعالیٰ کو کسی آن بے علم سمجھنا کفر ہے وہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر چیز کو ہر وقت جانتا ہے۔ موجود کی وجودیت کو اور معدوم اشیا کے عدم کو جانتا ہے۔ ایک وہابی صاحب نے بلغۃ الحیران کتاب کے ابتدائی کسی صفحے پر رب تعالیٰ کی بے علمی لکھ ڈالی یہ ان کی کفریہ نادانی ہے ہاں البتہ وجود کے عدم کو یا عدم کے وجود کو وہ نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ ہے ہی نہیں یہ مسئلہ لَا یَعْلَمُ فِی الْاَرْضِ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ شریعت اور طریقت میں اپنی عقلیں دوڑانا حرام ہیں اسی طرح اپنی فہم کے مطابق کسی کو اچھا سمجھ لینا یا اچھے کو برا کہہ دینا بھی شرعاً حرام ہے۔ یہ مسئلہ بَلْ زُیِّنَ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا اَفَمَنْ ھُوَ قَآئِمٌ یہ جملہ سوالیہ ہے جس میں تقابل ہے اور تقابل میں شرط ہے کہ اسی قسم کا ایک اور جملہ بھی حرف عطف تردیدی کے ساتھ ہوتا کہ برابری کا سوال مکمل ہو مگر یہاں اگلی عبارت وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ (الخ) دو طرح پہلے جملے کے مطابق نہیں لگتی ایک یہ کہ واؤ عاطفہ کی جگہ حرف عطف اَوْ یا اَمْ آنا چاہیئے تھا۔ دوم یہ کہ جَعَلُوْا ۔ جملہ فعلیہ ہے جس سے کفار کا ایک فعل و عمل یا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ جب کہ پہلا جملہ اسمیہ ہے اور وہ سوال کے لیے درست ہے دوسرا جملہ اس کے مطابق نہیں بنتا۔

جواب۔ تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں ایک عبارت پوشیدہ ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ وہ عبارت کیا ہے۔ چنانچہ ایک قول ہے کہ کَمَنْ لَیْسَ کَذٰلِکَ پوشیدہ ہے۔ اور معنٰی ہے کہ جو ذات ہر نفس پر قائم ہے کیا اس کی مثل سے جواں طرح نہیں۔ اور اس کے باوجود انہوں نے اللہ کا شریک بنالیا۔ دوسرا قول ہے کہ یہاں

پوشیدہ تھا یُوَحِّدُ ۔ ہے اور معنی یہ ہے کہ کیا وہ ذات جو قائم ہے۔ اس کی توحید انہوں نے نہ مانی اور بنا لیا انہوں نے اللہ کیلیے شریک۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ہُوَ مبتدا ہے اور معنی اس طرح ہے کہ کیا وہ ذات جو قائم ہے ہر نفس پر اس کے اعمال سے اور ان کفار کے بنا لے پر اللہ کیلیے شریک۔ یعنی اللہ ہر عمل کو دیکھ رہا ہے اور شریک بنانے کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اور سوال تقابل کا نہیں بلکہ اقراری ہے یعنی کیا پس وہ ذات ہر نفس پر اور ان کے شریک بنانے کو دیکھنے والی نہیں ہے۔ ان تینوں صورتوں میں مطابقت ہوگئی۔ **دوسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا زُیِّنَ اور وَصُدُّوا یہ دونوں فعل مجہول ہیں۔ اور برے اعمال کا مزین ہونا بھی برا ہے اور مزین کرنا بھی اسی طرح حق راہ سے روکنا بھی برا ہے۔ تو یہاں مزین کرنے والا کون روکنے والا کون مراد ہے۔ اگر کہو کہ شیطان یا شیطانی لوگ مراد ہیں تو ان کو کون روکتا ہے اور اس طرح تسلسل یا دور لازم آئے گا اور دونوں باطل۔ اور اگر کہو کہ ہر شخص کا دل روکنے مزین کرنے والا ہے تو دل تو رب کے قابو میں ہے۔ اگر کہو کہ اللہ ہے تو اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے۔

جواب ۔ اس کے دو جواب ایک یہ کہ یہ دونوں مجہول نہیں ہیں بلکہ ایک قرأت میں زَیَّنَ اور صَدُّوا معروف ہے کہ عمل خوبصورت لگنے لگے اور وہ خود رک گئے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نفس امارہ نے خوبصورت بنا دیا اور نفس امارہ نے ہی روکا اور نفس امارہ کو اختیار ملا ہے جیسا کہ شیطان کو۔

تفسیر صوفیانہ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۔ اے نورِ مصطفیٰ سے چمکتے ہوئے قلب عرش اس عالم نفسانیت کو درست کرنے کے لیے جس ہادی و مرشد نے بھی رسالت عرفانی کا پیغام الٰہی سنایا تو وہ اہل شہوات سے مذاق کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر اے "نفس و ناصر" میں نے اس خباثت نفسی کو گوارہ نہ کیا تو میں نے کفر و نفاق ۔ دجل و فریب کے مکاروں کو بادیئے اولیا صورت علما بنا لینے کی کچھ ہی دن مہلت دی پھر دنیاد آخرت قبر و حشر کی رسوائیوں ذلتوں کے ساتھ میں نے پکڑا تو عرش و فرش نے دیکھا کہ کیسی تھی میری سزا۔ صوفیا فرماتے ہیں رب باری تعالیٰ ہزاروں گناہ بخش دیتا ہے مگر اپنے نبیوں ولیوں اور پیاروں کی گستاخی کبھی معاف نہیں فرماتا۔ بلکہ ان پر اعلانِ جنگ دیتا ہے أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ کیا وہ ذاتِ ازلی ابدی جو اپنی تمام مخلوق عرشی فرشی ۔ آسمانی زمینی کے ہر ہر قول فعل ارادے عقیدے خیال و گمان ہر حرکت و ہر سانس پر ہمہ وقت قائم اور نگہبان ہے ۔ ہر طریقے اور ہر زبان و لغت کے ذکر سے واقف جو کچھ کسی نے کبھی کیا اس سے باخبر۔ واردات احوال صفات کو جاننے والا وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ اور اہل باطل طالبانِ دنیا کے ۔ شرکِ نفسانیت کو بھی جاننے والا ہے جس جس کو انہوں نے اللہ کا شریک مقصود و مطلوب بنایا ۔ حالانکہ خود بھی یہ اہل نفس و شہوت حقیقت سے باخبر قُلْ ۔ اے ضمیر باشعور اپنے قالب کے ان سرکشوں سے فرما سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا

يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ..... اپنے مکروفریب کا نام ایمان واسلام رکھ لیا یا اپنی خواہشات رذیلہ کو کرامات کا نام دے لیا ہے۔ یا اپنے جادو کے شعبدوں کو عملیات ولایت سمجھ لیا۔ یا کہ رب کی طرف ایسے خالی ومعدوم چیزیں منسوب کرے جو جس کو روئے زمین پر کوئی نہیں جانتا یا بالکل ہٹ دھرمی اور ضد کی بناوٹی بات۔ صوفیاء کرام فرماتے کہ یہ آیت ظاہر میں کفار کے لیے ہیں مگر باطن میں فساق کے لیے کافرین نے بت بنا کر اسلام کا مقابلہ کیا اور فاسقین نے شریعت وطریقت کے مقابل اپنی نفسانی خواہشات سے مقابلہ کیا۔ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ بلکہ ان ہی کافرین وفاسقین کے لیے ان کی اپنی بنائی ہوئی مکر کی دنیا خوبصورت کر دی گئی اور اس جبہ ودستار نے ہی ریاضت ومشقت کے راہ سے ان کو روک دیا۔ یہاں پر قہر ربانی ہے اور جس کو وہ بے نیاز ذات راہ حق اور وادی عرفان منزل قرب میں نہ آنے دے تو پھر اس بدنصیب کو کبھی کوئی دروازۂ یار کا راستہ نہیں دکھا سکتا۔ نہ پھر اس کی ریاضت عبادت مشقت اور ترک دنیا ھادی بارگاہ بن سکے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ شقی ازلی وہی لوگ ہیں جو بغیر مرشد بغیر بیعت ولایت راہ سلوک میں قدم رکھتے ہیں۔ اور جو وسیلۂ نبوت کے منکر ہیں۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ تمام عبادات واعمال بجلی کی فٹنگ ہے اور بیعت مرشد میٹر ہے جس نے مدینے منورہ کے بجلی گھر سے مرید کا تار جوڑ دیا ہے۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ

لیے اُن کے عذاب ہے دنیوی زندگی اور البتہ آخرت کا عذاب زیادہ

انہیں دنیا کے جیتے اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے

الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ج وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ

ناگوار اور نہیں ہے لیے اُن کے طرف سے اللہ کے کوئی

سخت ہے اور انہیں اللہ سے بچانے والا

وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ

بچانے والا ۔ مثل اُس جنت کی جس کا وعدہ کئے گئے متقی لوگ جاری ہیں سے

کوئی نہیں احوال اُس جنت کا کہ ڈر والوں کے لیے جس کا وعدہ ہے

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآىٕمٌ وَّ

نیچے اُس کے نہریں اُس کے کھانے ہمیشہ اور

اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اُس کے میوے ہمیشہ اور

ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى

سایہ بھی اُس کا ۔ یہ اچھا انجام ہے اُن کا جو متقی بنے رہے ۔ اور برا انجام

اس کا سایہ ۔ ڈر والوں کا تو یہ انجام ہے اور کافروں کا انجام

الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

کافروں کا دوزخ ہے ۔ اور وہ جن کو دی ہم نے کتاب اُن کو

آگ ۔ اور جن کو ہم نے کتاب دی

یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ

خوش ہوتے ہیں سے اُس جو نازل کیا گیا طرف آپ کے اور سے گروہوں بعض

وہ اس پر خوش ہوتے ہیں جو تمہاری طرف اُترا اور اُن گروہوں میں کچھ وہ ہیں کہ

مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ

وہ ہیں جو منکر ہوتے ہیں بعض حصے سے اس کتاب کے تم فرماؤ فقط حکم دیا گیا ہوں اس کا کہ عبادت کروں

اُس کے بعض سے منکر ہیں تم فرماؤ مجھے تو یہی حکم ہے کہ اللہ کی بندگی

اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَاِلَیْهِ

اللہ کی اور نہ شرک کروں اس کا۔ اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف

کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف

مَاٰبِ ﴿۳۶﴾

سب کو لوٹنا ہے۔

مجھے پھرنا ہے۔

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں کفار کی خرمستیوں کا ذکر ہوا۔ یہاں ان آیات میں ان کی سزا کا ذکر ہے جس سے یہ آیات کا تتمہ ہو گئیں۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں بتایا گیا تھا کفار کو اپنی فریب کاریاں ہی زینت والی معلوم ہوتی ہیں اور ان کی نگاہوں میں ان کے کارنامے بداعمالیاں خوبصورت ہیں۔ اب ان آیتوں میں حقیقی اور دائمی زینت والی جنت کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق! پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اس شخص کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا جس کو رب تعالیٰ ہدایت نہ دے۔ اب ان آیتوں میں بتایا جا رہا ہے کہ رب کی ہدایت کہاں سے ملتی ہے۔ وہ آستانہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے جو نبی کریم کی پکار پر لبیک کہہ دے گا وہ ہی ہدایت یافتہ ہوگا۔

تفسیر نحوی

لَهُمْ عَذَابٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ. لام جارہ تخصیص کے لیے ھُم ضمیر جار و مجرور مقدم متعلق ہے مُوْجُوْدٌ یا ثَابِتٌ پوشیدہ کا عذابٌ اس کا فاعل ہے یا نائب فاعل خیال رہے کہ لام جارہ جو دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ ضمیر پر داخل ہو تو ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور اگر اسم ظاہر پر آئے تو ہمیشہ مجرور۔ بجز ضمیر متکلم یٰ کے کہ اس ضمیر کے ساتھ مجرور ہوگا۔ عَذَابٌ بروزن فَعَالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی سخت تکلیف۔ بری مار۔ دنیوی ہو یا اُخروی۔ فِیْ جارہ ظرفیہ اَلْحَیٰوة۔ الف لام استغراقی یا عہد ذہنی بحالت کسرہ ما قبل سے مجرور ہے۔ جار و مجرور متعلق دوم ہے ثَابِتٌ کا۔ اسم جامد کے معنی میں مستعمل ہے یعنی زندگی مصدر بھی حَیَاةٌ ہے یعنی زندہ ہونا (لازم ہے) یا زندہ کرنا۔ (متعدی ہے) حُیُوٌّ سے مشتق ہے بمعنی موجود ہونا۔ موجود رہنا۔ اصل زندگی تین قوتوں کا نام

ہے نمبر۱۔ قوتِ نامیہ۔ نمبر۲۔ قوتِ حسیہ۔ نمبر۳۔ قوتِ عقلیہ نفسیہ۔ اس لیے حقیقی زندگی انسان کے پاس ہے۔ حیوٰۃ موصوف ہے اَلدُّنْیَا۔ اسم تفضیل مؤنث صفت ہے جار و مجرور متعلق دوم۔ واؤ حالیہ لام تاکید یا زائدہ (بے عمل) اکثر مبتدا پر آتا ہے۔ عَذَابُ بحالتِ رفع مبتدا ہے تنوین سے مانع اضافت ہے اَلْاٰخِرَۃِ۔ الف لام عہدی آخرتُ اسم فاعل مؤنث ہے اُخْرٌ سے بنا ہے بمعنی بہت بعد میں ہونا۔ مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے اَشَقُّ اسم تفضیل بحالتِ رفع خبر ہے مبتدا کی۔ شَقٌّ مضاف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی بہت ہی سخت تکلیف دینا۔ مشقت ڈالنا۔ واؤ ابتدائیہ سرجملہ کا نافیہ لام جارہ نفع کا ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اَلَّذِیْنَ سابقہ ہے متعلق ہے موجودُ پوشیدہ کا مِنْ جارہ چودہ معنی میں مستعمل ہے۔

نمبر۱۔ ابتداءِ غایت کے لیے یہ اصلی معنیٰ ہے۔ نمبر۱۔ بعضیہ۔ نمبر۳۔ بیانیہ۔ نمبر۴۔ تعلیلیہ۔ نمبر۵۔ بدلیہ۔ نمبر۶۔ بمعنی مَن جارہ برائے مجاوزت۔ نمبر۷۔ بمعنی ب جارہ۔ نمبر۸۔ بمعنی فی جارہ۔ نمبر۹۔ عند ظرفیہ۔ نمبر۱۰۔ بمعنی علی۔ نمبر۱۱۔ استغراق کے لیے۔ نمبر۱۲۔ زائدہ۔ نمبر۱۳۔ بمعنی الی۔ نمبر۱۴۔ بمعنی رُبَّمَا۔ یہ مِنْ بمعنی مَن مجاوزت کا ہے۔ یا بمعنی ب ہے۔ اللہ مجرور۔ جار و مجرور متعلق دوم مِنْ جارہ بعضیت کے لیے وَاقٍ اسم فاعل باب ضرب سے ہے وَقْیٌ سے مشتق ہے لفیف مفروق ہے بمعنی بچانا۔ حفاظت کرنا بہر صورت متعدی ہے یہ صیغہ دراصل تھا وَاقِیٌ۔ تنوین کے بوجھ کی وجہ سے یٰ حرفِ علت گر گئی۔ بحالتِ کسرہ ہے متعلق سوم ہے ایک پوشیدہ موجود کا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ۔ مَثَلُ اسم مفرد جامد بحالتِ رفع مبتدا ہے۔ تجری فعل اس کی خبر ہے۔ اس کا معنی تشبیہ۔ برابر۔ کہاوت کیفیت۔ حالت۔ صفت۔ یہاں بمعنی صفت ہے۔ اصلی حقیقی معنی تشبیہ ہے۔ تشبیہ پانچ قسم کی ہوتی ہے۔ نمبر۱۔ ذاتی جس کو ند کہا جاتا۔ نمبر۲۔ کیفیت جس کو مشابہ کہا جاتا ہے۔ نمبر۳۔ جسمانی جس کو مساوی کہا جاتا ہے۔ نمبر۴۔ تعدادی اس کو ہم وزن کہا جاتا ہے۔ نمبر۵۔ صوری اس کو ہمشکل کہا جاتا ہے۔ لفظِ مَثَل سب کے لیے مستعمل ہے اَلْجَنَّۃُ۔ الف لام عہدِ خارجی جنۃ بمعنی پوشیدہ باغ۔ مراد ہے عالمِ آخرت بحالتِ کسرہ مضاف الیہ ہے مَثَل۔ موصوف ہے الّتِیْ اسم موصول واحد مؤنث صفت ہے وُعِدَ فعل ماضی مطلق مجہول صیغہ واحد مذکر غائب پورا جملہ فعلیہ صلہ ہے۔ وَعْدٌ سے بنا ہے بمعنی عہد کرنا۔ اقرار کرنا۔ معاہدہ کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ اَلْمُتَّقُوْنَ الف لام استغراقی۔ جمع مذکر سالم بحالتِ رفع نائب فاعل ہے وُعِدَ کا اس کا واحد ہے مُتَّقِیٌ۔ دراصل تھا مُتَّقِیُوْنَ یٰ اپنے ضمہ اور ماقبل کے کسرے کی وجہ سے ثقیل ہوئی لہٰذا گر گئی اور ضمہ ماقبل کو مل گیا بمناسبت واؤ۔ تَجْرِیْ فعل مضارع صیغہ واحد مؤنث غائب ضَرَبَ جَرْیٌ ناقص یائی سے مشتق ہے

بمعنی ۔ بہنا ۔ نمبر ۲ ۔ تیز چلنا ۔ تیزی سے گزرنا ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں اِس سے پہلے پوشیدہ ہے
اِن ۔ یا اِنَّہٗ ۔ اس لیے کہ یہ خبر اور بیان ہے مثل کا مِنْ جارّہ بمعنی فی ظرفیہ تحت اسم ظرف ہے بحالتِ کسرہ
ھَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع جنّۃ ہے مضاف الیہ ہے تحت الْاَنْهٰرُ الف لام عہدِ ذہنی یا استغراقی
جمع مکسّر ہے نھر کی بمعنی وہ جگہ جس کو بہنے پانی کے لیے بنایا جائے خواہ چھوٹا نالا ہو یا بڑا ۔ گہرا ہو یا نہ ہو ۔ نہر
وہ راستہ جس کو پانی خود اپنے لیے بنائے ۔ یہاں جگہ مراد نہیں بلکہ وہ پانی یا بہنے والی چیز مراد ہے گویا
سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے ۔ بحالتِ رفع فاعل ہے تجری کا اُکُلُ اسم جامد حاصل مصدر اَکْلٌ سے بنا
ہے بروزن فُعُلٌ واحد ہے بمعنی غذا ۔ کھانے (طعام) ۔ میوہ پھل ۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں ھَا ضمیر
مجرور متصل کا مرجع جنت ہے یہ جنت کی دوسری صفت ہے ۔ معطوف علیہ ہے ۔ دَآئِمٌ اسم فاعل بمعنی
ہمیشہ ہوتے رہنے والے ۔ دَوْمٌ سے مشتق ہے اسی سے ہے ۔ دوام ۔ واو عاطفہ ظِلٌّ اسم جامد ہے واحد مذکر
ہے بمعنی سایہ بحالتِ رفع معطوف ہے اُکُل کا ھَا ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے اِس کا ۔ معطوف علیہ
معطوف جُڑ کر خبر ہوئی دَآئِمٌ مبتدا دریانی کی ۔ تِلْكَ اسم اشارہ قریبی ہے لفظاً مؤنث ہے ۔ ضمیر متمکن مذکی ہے
بحالتِ رفع مبتدا ہے اس کا مشار الیہ محذوف معنوی ہے مراد ہے جنت اور اُس کی نعمتیں تِلْكَ دراصل
تِیْ ہے اس کے ساتھ لام صلہ کا لگایا اور کاف ضمیر حاضر کا لگایا اجتماع ساکنین کی وجہ سے ی گر گئی عُقْبٰی اسم
تفضیل مؤنث ہے بروزن دنیا اِس کا مذکر ہے اَعْقَبُ بمعنی بہت پیچھے آنے والی یعنی آخری انجام بحالت
رفع خبر ہے تِلْكَ کی الَّذِیْنَ اسم موصول مضاف الیہ ہے عُقْبٰی کا ۔ بحالتِ جر ہے اِتَّقَوْا فعل ماضی مطلق صیغہ
جمع مذکر غائب باب افتعال سے ہے اِس کا مصدر ہے اِتِّقَآءٌ اصل میں تھا اِوْتِقَآءٌ واو کو ت بنایا اور باب
کی تَ میں ادغام کر دیا وَقْیٌ سے مشتق ہے بمعنی ڈرنا ۔ پرہیزگار ہونا ۔ گناہوں سے بچنا ۔ واؤ سر جملہ عُقْبٰی مضاف
مرفوع الف لام استغراقی کافرین جمع مذکر سالم اِس کا واحد ہے کافر اسم فاعل کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنی شرک
کرنا مجرور کیونکہ مضاف الیہ ہے عُقْبٰی مبتدا کا ۔ اَلنَّارُ ۔ الف لام عہدِ ذہنی نار اسم جامد ہے بمعنی آگ مراد ہے
جہنم دوزخ کا نام ہے ۔ بحالتِ رفع خبر ہے مبتدا عقبیٰ کی ۔ وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَا
اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَہٗ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَآ اُشْرِكَ بِہٖ اِلَیْہِ
اَدْعُوْا وَاِلَیْہِ مَاٰبِ واؤ سر جملہ الَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر ۔ اٰتَیْنَا فعل ماضی مطلق جمع متکلم کا فاعل اللہ تعالیٰ
ھُمْ ضمیر جمع مذکر کا مرجع الَّذِیْنَ اَلْکِتٰبَ الف لام عہدی ۔ خارجی یا ذہنی کتاب بروزن فِعَال صفت مشبہ بمعنی
اسم مفعول مکتوب ۔ بحالتِ نصب مفعول بہ ہے ۔ یہ پورا جملہ موصول صلہ سے مل کر مبتدا ہے یَفْرَحُوْنَ فعل
مضارع معروف باب فتح سے ہے فَرْحَۃٌ یا فَرَحٌ سے بنا ہے بمعنی خوش ہونا ۔ خوش قسمت سمجھنا ۔

اس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی بِ جارہ تعلیلیہ مَا موصولہ اُنْزِلَ فعل ماضی مطلق مجہول باب اِفعال سے ہے مصدر ہے اِنْزَالٌ بمعنی اُتارنا۔ اوپر سے نیچے آنا۔ اِلٰی حرف جر انتہاء غایت کے لیے کَ ضمیر واحد مذکر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جار و مجرور متعلق اُنْزِلَ کا۔ اور وہ صلہ ہے مَا کا وہ متعلق ہے یَفْرَحُوْنَ کا۔ واو سرجملہ مِنْ جارہ تبعیضیہ اَلْاَحْزَابِ۔ الف لام استغراقی اَحْزَاب کی بمعنی۔ گروہ۔ فرقہ۔ جماعتیں۔ اَحْزَابْ یعنی فرقے جماعتیں۔ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول موجودٌ کے یہ جملہ اسمیہ مبتدا ہے۔ مَنْ اسم موصول۔ یُنْکِرُ فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب باب اِفعال سے ہے اس کا مصدر ہے انکار۔ نُکْرٌ سے مشتق ہے بمعنی نہ ماننا۔ علیحدہ ہٹنا۔ مخالفت کرنا بھی نفی ہے۔ اس کا فاعل ہُ ضمیر کا مرجع مَنْ ہے بَعْضَ۔ اسم جامد مفرد نکرہ بمعنی ٹکڑا۔ حصہ۔ جُزء۔ کچھ غیر معین۔ سب معنی بن سکتے ہیں بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے ہٗ ضمیر مجرور متصل کا مرجع مَا اُنْزِلَ ہے۔ قُلْ فعل امر حاضر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اگلی عبارت ساری مقولہ ہے قُلْ کا۔ اِنَّ حرف مُشَبَّہ بالفعل مَا کافہ۔ یہاں مَا کی وجہ سے اِنَّ کا عمل لغو ہے۔ اُمِرْتُ فعل ماضی مطلق مجہول صیغہ واحد متکلم باب نَصَرَ سے ہے اَمْرٌ سے مشتق ہے یہاں بمعنی حکم دینا ہے۔ اَنْ حرف مشبہ بالفعل مخففہ حاصل تھا اَنَّ۔ اس کا اسم ضمیر ہٗ پوشیدہ ہے۔ اَنَّہٗ تھا۔ مگر ایک قول میں یہ اَنْ ناصبہ ہے اور یہی صحیح ہے اسی لیے قرأت مشہورہ میں اَعْبُدَ فعل مضارع معروف واحد متکلم منصوب ہے۔ اللہ اس کا مفعول بہ ہے۔ اَعْبُدَ باب نَصَرَ سے ہے عَبْدٌ سے مشتق ہے۔ لغوی معنی جھکنا۔ منقول شرعی معنی کسی کو معبود سمجھ کر اُس کا حکم ماننا۔ واوٗ عاطفہ ہے عطف اَعْبُدَ پر لَآ اُشْرِکَ فعل مضارع معروف واحد متکلم بحالت نصب عطف تابعی کی وجہ سے اَنْ ناصبہ کا عمل یہاں بھی پہنچ گیا۔ باب افعال ہے۔ مصدر ہے اِشْرَاکٌ شِرْکٌ سے بنا ہے۔ بمعنی۔ شریک بنانا۔ ہم مثل بنانا۔ ساجھی ہم درجہ بنانا۔ کفر کرنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں بِ جارہ بمعنی مَعَ ہٖ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ اِلٰی جارہ انتہاء غایت کے لیے ہے ہٖ ضمیر مجرور کا مرجع اللہ تعالیٰ جار و مجرور متعلق مقدم ہے۔ جس سے حصر کا فائدہ ہوا۔ اَدْعُوْ۔ فعل مضارع معروف واحد متکلم۔ باب نَصَرَ سے مشتق ہے بمعنی پکارنا دعوت دینا۔ بلانا۔ یہاں آخری معنی مراد ہے واوٗ سرجملہ اِلٰی جارہ اپنے ہی اصلی معنی انتہاء غایت کے لیے ہے ہٖ ضمیر مجرور متصل کا مرجع اللہ تعالیٰ جار و مجرور متعلق کا مرجع اللہ تعالیٰ جار و مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ اسم پوشیدہ کا ثابتٌ جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوگا۔ مَاٰبِ اُس کا فاعل ہوگا۔ ایک قول میں ثَابِتٌ اِلَیْہِ جملہ مبتدا ہوگا۔ اور مَاٰب اس کی خبر ہو کر پھر جملہ اسمیہ۔ مَاٰبْ۔ اسم ظرف ہے اَوْبٌ سے مشتق ہے باب نَصَرَ سے بمعنی لوٹنا۔ یہ مَاٰب ظرف زمان بھی ہوتا ہے یعنی لوٹنے کا وقت اور ظرف مکان بھی یعنی لوٹنے کی جگہ یہاں ظرف مکان۔ بَ

لام کلمے پر کسرہ ہے کیونکہ دراصل تھا مَاٰبِیْ یعنی میرے لوٹنے کی جگہ یٔ متکلم محذوف منوی ہے اور کسرہ اس کی علامت ہے۔ یہ مصدر میمی بھی ہوتا ہے مگر یہاں ظرف مکانی واحد مذکر کا صیغہ ہے۔

تفسیر عالمانہ

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا۔ رب تعالیٰ نے کفار کی دنیوی حالت کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کے لیے دنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے۔ یا تو اس طرح کہ اس زندگی میں ہادی نہ ملنا یا ہدایت پا لینے کی توفیق نہ ملنا یہ بڑا عذاب ہے کیونکہ اخروی عذاب کا سبب ہے یا دنیا کی تکالیف مصیبتیں ذلتیں قتل و غارت اور مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں قید و بند کی صعوبتیں یہ عذاب اگرچہ یہ تکلیفیں مسلمانوں کو بھی پہنچ سکتی ہیں مگر یہی چیزیں مسلمانوں کے لیے عبرت آزمائش اور ذریعہ نجات و ترقی درجات بن جاتا ہے۔ علماء کرام کا ارشاد ہے کہ دنیا کی ہر چیز دولت ثروت۔ عزت سلطنت تجارت۔ اور بیماری غربت۔ ذلت لڑائی جھگڑا فساد جنگ کافر کے لیے عذاب ہے اور مومن کے لیے عذاب نہیں بلکہ مومن کے لیے عبرت آزمائش اور ذریعہ نجات۔ کیونکہ کافر ان ہی اشیاء سے جہنم کما لیتا ہے اور مومن ان ہی چیزوں سے جنت پا جاتا ہے۔ یہ تو دنیا کے حالات ہیں لیکن آخرت کا دائمی عذاب بہت ہی زیادہ سخت ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس کی صرف آگ کی یہ کیفیت ہے کہ جب جہنم بنائی گئی تو تین ہزار سال تک آگ بڑھائی جاتی رہی یہاں تک کہ تاحد نگاہ آگ ہی آگ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک تیز کی گئی تو پیلی ہوئی پھر ایک ہزار سال تک بھڑکائی جاتی رہی تو سرخ ہوئی پھر ایک ہزار سال تک دھکائی جاتی رہی تو نیلی ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک سختی کی جاتی رہی تو سفید ہو گئی پھر ایک ہزار تک جلائی جاتی رہی تو سیاہ ہو گئی۔ جب کہ دنیا کی آگ صرف دو درجہ گرم ہے اور جہنم کی آگ آٹھ ہزار درجے زیادہ تپش اور تیزی والی ہے اس کیفیت والی دوزخ سے کفار کو کوئی بچانے والا نہیں نہ کوئی نکالنے والا۔ اللہ کی طرف سے کوئی محافظ مددگار مقرر نہیں۔ جس نے بچنا ہے دنیا میں ہی اپنا بندوبست کر کے آئے۔ اللہ کی طرف سے بچانے والا تو صرف پیارا حبیب ہی ہے وہی واق ہے وہی محافظ وہی مشکل کشا وہی حاجت روا۔ اسی کا دامن جہنم کی پناہ ہے۔ اسی کے قدموں میں جنت ہے اس کی شان کیفیت اس کی صفت نعت اور تعریف جس جنت کا وعدہ اللہ اور قیامت سے ڈرنے والوں جہنم عذاب اور رب تعالیٰ کی نافرمانی ناراضگی سے بچنے والے پیارے بندوں سے کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے محلوں مکانوں گھروں کھڑکیوں اور تمام کمروں کی دیواروں کے نیچے سے ہر طرح کی نہریں بہتی ہیں۔ شریعت والوں کے لیے دودھ کی نہر طریقت والوں کے لیے شہد کی اہل معرفت کے لیے شراب طہور کی اہل حقیقت کے لیے

انوارِ ذات کی نہر۔ اس کا کھانا ابد الآباد تک ہے کہ جب سے پیدا ہوا ہے کبھی فنا نہیں یا اس طرح کہ اس کی لذت ہمیشہ بھوک میں بھی سیری میں بھی ہے بخلاف دنیوی کھانوں کے کہ بھوک میں اُن کی لذت ہوتی ہے مگر سیری میں کوئی لذت نہیں یا اس طرح کہ پھل توڑتے ہی دوسرا موجود یا اس طرح کہ ہر وقت کھایا جا سکتا ہے دنیوی کھانے صرف بھوک پر کھائے جاتے ہیں۔ یا اس طرح کہ ہر موسم میں ہر کھانا موجود۔ یا اس طرح کہ ہر کھانے میں غذائیت لذت اور تروتازگی ہمیشہ موجود رہے گی جنت کی تیسری چیز اور بے مثال نعمت اُس کا سایہ ہے۔ یا درختوں کا سایہ یا محلات کی دیواروں کا سایہ۔ اور یا رحمت و حمایت کا سایہ۔ یا سایہ سے مراد آرام و عافیت ہے یا یہ سارے سایہ مراد ہیں بہرکیف اس کے سایہ بھی ہمیشہ ہمیشہ قائم رہیں گے دنیوی سایوں کی طرح ختم نہ ہوں گے اُس کے درختوں کا سایہ بھی دائمی کیونکہ وہ سورج سے نہیں ہے جو ختم ہو جاتا ہے اور اُس کا رحمت و حمایت کا سایہ اور آرام و عافیت بھی دنیا کی مثل نہیں جو کبھی ہے کبھی نہیں۔ عافیتِ جنت کو ظل سے مشابہت دینے کی دو وجہ۔ یا اس لیے اہلِ عرب کے لیے سایہ بڑی نعمت ہے اسی طرح دنیا کے ہر گرم ملک کے لیے سایہ عظیم قدر و منزلت والی نعمت ہے۔ یا اس لیے کہ گرم اور سرد ہر ملک و علاقے کے لیے سایہ ضروری ہے۔ سایہ گرمی سردی۔ برسات۔ برف باری سے بھی بچاتا ہے۔ بلکہ عزت و آبرو کو بچانے والا بھی سایہ ہے۔ محققین فرماتے ہیں سایہ تیرہ قسم کا ہے۔

نمبر ۱۔ جسم کا سایہ۔ نمبر ۲۔ پناہ کا سایہ۔ نمبر ۳۔ رحمت کا سایہ۔ نمبر ۴۔ حمایت کا سایہ۔ نمبر ۵۔ عافیت کا سایہ۔ نمبر ۶۔ ماں کا سایہ۔ نمبر ۷۔ شفقت اور محبت کا سایہ۔ نمبر ۸۔ بھروسہ کا سایہ۔ نمبر ۹۔ پرورش و تربیت کا سایہ۔ نمبر ۱۰۔ حیثیت کا سایہ۔ نمبر ۱۱۔ نسبت کا سایہ۔ نمبر ۱۲۔ خاندانی سایہ۔ نمبر ۱۳۔ وطنیت کا سایہ۔ ظل اور سایہ ہر وہ چیز ہے جو کسی کو کسی مصیبت سے بچائے۔ جنت کا سایہ عزت افزائی اور بلندی شان رضا و رحمان کے لیے ہے تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ـ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ـ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ یہ جنت جس کا ذکر ابھی قریب ہی ہوا ہے اور ذکر کا عقبیٰ سے قریب ہے یا اہلِ ایمان صاحب عرفان کے مراقبے و مشاہدے کے قریب ہے ان پیارے مخلص بندوں کا آخری ٹھکانہ ہے جو متقی بن کر زندگی گزار گئے۔ اور منکروں منافقوں کافروں مشرکوں کا آخری ٹھکانہ آگ اور آگ کا علاقہ جہنم ہے۔ کیونکہ جنت کا راستہ تقویٰ ہے اور جہنم کا راستہ کفر و نفاق و بدکرداری یہ تو ابتدائی مومنوں کافروں کا انجام ہے اور وہ نو مسلم لوگ جن کو ہم نے کتاب دی تھی یہودیوں میں توریت والے اور عیسائیوں میں انجیل والے اس تیری کتاب قرآن مجید سے بھی انتہائی مسرور اور شکر گزار ہیں۔ جو اسے

پیارے نبی آپ کی طرف آپ پر اتاری گئی۔ یہاں فرحت سے مراد سرور کی خوشی ہے نہ کہ غرور کی۔ یہ اسی۸۰ مرد تھے جو علماء یہود و نصاریٰ میں سے مسلمان صحابی بنے چالیس مرد نجران کے پادری عیسائیوں کے بہت بڑے بڑے عالم آٹھ یمن کے۔ [illegible] بڑے راہب ان میں عبداللہ ابن سلام بھی تھے۔ بتیس۳۲ راہب حبشہ کے ان میں کعب احبار بھی تھے۔ تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد توریت و انجیل ہے۔ روح البیان۔ معالم کبیر نے بھی یہ ہی فرمایا۔ اور کچھ منافقوں کے گروہ میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرے مکالمے مجادلے بحث مباحثے اور اسلام میں تخریب کاری کے لیے حزب بن گئے تھے اور اسلام کے خلاف خفیہ گٹھ جوڑ کر چکے تھے ان میں کچھ جیسے کعب ابن اشرف اور عبداللہ بن ابی منافق وہ ہیں جو قرآن مجید کی بعض آیتوں کا اور بعض قرآنی فیصلوں کا اس لیے انکار کرتے ہیں کہ اس میں ان کی مرضی کی نرم اور آسان آرام طلبی کے قانون نہیں ہیں یا اس لیے کہ توریت و انجیل میں وہ قانون نہیں ہیں۔ اے پیارے نبی فرما دیجئے کہ میں فقط اسی چیز کا حکم دیا گیا ہوں کہ ہر حال ہر وقت میں نرمی گرمی میں آرام و بے آرامی میں اسی اللہ کی عبادت کروں اور کبھی بھی اس کے قانون اس کی عبادت اس کی شریعت موجودہ میں کسی اور قانون و شریعت کو شریک نہ کروں۔ اب نہ توریت نہ اس کی شریعت ہے نہ زبور نہ انجیل اب تو اس اللہ وحدہ لاشریک کی شریعت طریقت عبادت ریاضت قانون احکام سب کچھ صرف قرآن میں ہیں۔ اور میں تم کو اسی کی طرف بلا رہا ہوں۔ اب تو میری طرف اور قرآن کریم کی طرف آنا ہی رب تعالیٰ کی طرف آنا ہے کیونکہ میرا ہر معاملے میں دعوت عبادت اپنے بلانے۔ چلنے چلانے۔ اطاعت کرنے کرانے میں اسی رب کریم کی طرف آخری رجوع ہے اور میرا حکم مان کر میرے پیچھے چل کر تمہارا رجوع بھی اور تا قیامت سب جن و انس ملوک و ملک کا رجوع بھی اسی کی طرف ہے۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا کی مصیبتیں کافر کے لیے عذاب دنیوی ہے اور مومن کے لیے ترقی درجات کا باعث ہے یہ فائدہ لَهُمْ عَذَابٌ میں لہم کی تخصیص اور تقدم سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ۔** ہر مسلمان کو چاہیے کہ کافر اور ہر بدعقیدہ سے بالکل دور رہے اُن کے طور طریقے۔ محفل۔ صحبت۔ وعظ نصیحت اور کتابوں سے بچے۔ اسی طرح شکل و صورت لباس کلام سے نفرت کرے یہ فائدہ مِنْ وَّاقٍ فرمانے سے حاصل ہوا جس نے بتایا اللہ کے دوستوں کا بروں اور اللہ کے دشمنوں سے کوئی تعلق نہیں۔ **تیسرا التعلق۔** ایمان کے بعد سب سے بڑی عبادت تقویٰ ہے۔ یہ فائدہ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ سے حاصل ہوا جس سے ثابت ہوا کہ جنت اصلاً متقیوں کے لیے ہے باقی کو اُن کے طفیل یا اُن کی شفاعت سفارش اور وسیلہ سے ملے گی۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کی ہر عطا اور منزل نعمت کا شکریہ اور خوشی منانا فرض عبادت ہے۔ یہ مسئلہ۔ یَفْرَحُوْنَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ قرآن مجید یا توریت و زبور و انجیل کے ایک حرف کا انکار کرنا بھی اسی طرح کفر ہے جس طرح سب کا۔ لیکن توریت و زبور و انجیل کا یہ حکم اس وقت تھا جب یہ اپنی منزل زبانوں میں تھیں آج یہ مصنوعی بائبل اور انجیلیں یہ حکم نہیں رکھتی۔ ہاں قرآن مجید کے لیے یہ حکم تا قیامت ہے جو فرقہ صحابہ یا جبریل پر اتہام لگائے کہ انہوں نے بھول کر یا جان کر آیتیں بدل دیں وہ مطلق پکا کافر ہے۔ یہ مسئلہ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ اپنی پسند کے مسئلہ بنانے یا بنوانے گمراہی سے الا یہ کام شرعًا حرام ہے۔ یہ مسئلہ بھی مَنْ یُّنْكِرُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ ان کے لیے دنیوی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے۔ لیکن جن کفار مکہ کو یہ کہا جا رہا ہے ان میں سے تو بہت سے مسلمان ہو گئے پھر یہ خبر عذاب آخرت سب کے لیے ہی اور درست کیونکر ہوئی۔ اور سیاق کلام سے یہ جملہ قیامت کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ کی خبر جھوٹی اور خلاف نہیں ہو سکتی۔

جواب۔ اس کے دو طرح جواب دیے گئے ہیں یا یہ کہ یہ خبر صرف ان کے لیے ہے جو مسلمان نہ ہوئے ان کا ایمان ممتنع تھا۔ تقدیر الٰہی میں ان کی موت بھی کفر پر تھی بلکہ دنیوی عذاب ہی ان کی موت تک تھا۔ یا یہ کہ۔ آخرت کا عذاب اور اس کی سختی بتائی جا رہی ہے تاکہ اس سے بچیں نہ کہ کسی کے لیے خبر یا کسی خاص کی طرف نسبت کہ فلاں کو یہ اخروی عذاب ہوگا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اُكُلُهَا دَآئِمٌ جس سے ثابت ہوا کہ جنت کو فنا یا ہلاکت نہیں۔ اور دوسری آیت میں ہے كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ۔ تیسری آیت میں ہے۔ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جنت ابھی پیدا نہیں ہوئی تاکہ آیات میں مطابقت ہو جائے۔ لیکن احادیث میں آتا ہے جنت پیدا ہو چکی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا ہے۔ تو یہ مطابقت کیسے ہو۔

جواب۔ جنت پیدا ہو چکی ہے احادیث کے علاوہ قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ اور كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا (الخ) سے مراد صرف زمین کی چیزیں ہیں اور كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ (الخ) یہ عام مخصوص البعض ہے۔ لہٰذا جنت اس میں شامل نہیں اسی طرح عرش لوح قلم حور و غلمان بھی ان میں شامل نہیں اور دوزخ بھی۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا وَمِنَ الْاَحْزَابِ (الخ) اور پھر فرمایا گیا قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ (الخ) ان دونوں میں اتصال اور تعلق کیا ہے۔ ظاہرًا بالکل بے ربط کلام معلوم ہوتا ہے۔

جواب۔ اتصال اس طرح ہے کہ اے کافرو اور منافقو تم تو بعض کو مان لیتے ہو اور بعض قرآن کو نہیں مانتے مگر میں حکم دیا گیا ہوں کہ جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے اس سب کے مطابق عبادت کروں اور اسی قرآن میں یہ بھی حکم دیا گیا ہوں کہ کسی طرح کا شرک نہ کروں اور پورے قرآن کی طرف بلاتا ہوں یا یہ مطلب ہے کہ تم تو بعض قرآن مجید کو مانتے ہو بعض کا انکار کرتے ہو مگر مجھ کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور عبادت یہ ہے کہ سارے دین سارے قانون سارے قرآن پاک پر ایمان لاؤ۔ ایک حرف کا بھی انکار کیا تو کوئی کام عبادت نہ بنے گا۔

تفسیر صوفیانہ

لَهُمْ عَذَابٌ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۔ یہی وہ شیاطین جناتی و انسانی ہیں جن کے لیے بُعد کا عذاب حجاب کی لعنت جہالت کی مار اور غفلت کی سزا ہے ان کی اسی خواہشاتِ نفسانی کی دنیوی زندگی میں۔ لیکن آج دنیا میں جسمانی بھوک پیاس اور درد بیماری سے تڑپتے پھڑکتے ہیں اور روح کی بھوک پیاس کی پرواہ نہیں کرتے مگر آخرت قبر حشر میں جب محسوس ہوگا تو بے حد شدید ہوگا اور وہاں عذاب الیم نظر آئے گا یہاں جسم کا غلبہ ہے وہاں روح کا غلبہ ہوگا۔ یہاں جسمانی بیماری تڑپاتی ہے وہاں روحانی بیماری والے تڑپیں گے۔ لیکن معالج دونوں بیماریوں کے یہیں ہیں اس لیے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ آج ہی روح کی فکر کرو اور روح کی بیماری سے بچو۔ ورنہ کل قیامت میں ایسے برے دل والوں بیمار روح اور برے نفس والوں کے لیے دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا اسرار و انوار قدسیہ کے ان سدا بہار باغوں کی مثال جن کا وعدہ مسافرانِ راہِ طریقت اور وادیِ عشقِ الٰہی میں قدم رکھنے والے متقیوں سے کیا گیا ہے یہ ہے کہ ان کے نیچے کرم فضل رحمت محبت کی جاری نہریں بہتی ہیں جن میں عنایت کا دودھ۔ توفیق کا شہد اور محبوبیت کا پانی اور دیدارِ حق کا شراب طہور ہے مشاہداتِ جمال کی غذائیں اور مکاشفاتِ جلال کے میوے دنیا قبر حشر جنت میں ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں۔ اور اسی چمن توحید میں ان مقدس پاکیزہ روحوں کے لیے مقاماتِ احوال واردات کے گھنے سائے بھی ابدی ہیں تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ۔ یہ انوار کے پھولوں والے مغفرت کی ہواؤں سے لہلہاتے گلشن اُن بندوں کا آخری دائمی انعام ہے جو دنیا اور اہلِ دنیا کے کانٹوں طعنوں۔ طنزوں مذاق و دل لگی کے نشتر سے بچتے ہوئے۔ گناہوں کی تاریکیوں سے سنبھلتے ہوئے اغیار کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے خوفِ الٰہی عشقِ مصطفائی کا چراغ تقوے کے روغن سے روشن رکھتے رہے۔ دشمنی کی طوفانی ہواؤں سے بھی شمعِ عرفانی کو بجھنے نہ دیا۔ لیکن ان عشاق مخلصین کے مخالفین کافرین کا انجام محرومی کی جلن حجاب کی آگ اور حسد و بغض کے شعلے ہیں جس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ وَالَّذِیْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَہٗ ۔ اور وہ روح اور قلب جن کو ہم نے اسرار احکام اور حقائق لدنیہ کی کتاب عشق اور خزانۂ محبت عطا فرمائی وہ تو اس واردات کے نزول سے مشکور مسرور ہیں جو اسے حبیب رحمت آپ کے روح وجسم کی طرف نازل ہوئے اور آپ کے آستانے سے ہی سارے انبیا اولیا کو ملے ۔ اور نفس امارہ خواہشات باطنی ان فائدوں سے جہالت اور ان ریاضتوں عبادتوں کی مشقت کی وجہ سے مراقبے مکاشفے کے اثرات کے منکر ہیں قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَآ اُشْرِکَ بِہٖ اِلَیْہِ اَدْعُوْا وَاِلَیْہِ مَاٰبِ ۔ اے مرشدو فرشیوں کو معرفت الٰہی کی طرف بلانے سمجھانے والے صاحب اسرار راز وار خدا نبی الانبیا فرما دیجئے کہ میں ابد لاہوتی سے حکم دیا گیا ہوں کہ میں شریعت طریقت حقیقت معرفت کے راہ حق میں اللہ کی عبادت ہر آن ہر لمحہ کرتا ہی رہوں ۔ صوفیا کرام اور عارفین اکمل فرماتے ہیں کہ سات آسمان سات زمینیں عرش وکرسی آقا کائنات کے مصلے ہیں اور ملک وملکوت میں ایک انچ بھی ایسی جگہ نہیں جہاں عبادت مصطفیٰ نہ ہوئی ہو دوسرا حکم یہ دیا گیا ہوں کہ کسی نفس خواہش ظاہر باطن ۔ عقیدے ارادے ۔ خیال گمان چاہت پسند کو اپنے معبود حقیقی کے مقابل نہ لاؤں خلوت وجلوت میں اسی کی پسند میری پسند ہو ۔ اے راہ سلوک پر چلنے کی خواہش والو آؤ میری طرف میں اسی رب کی طرف تم کو بلا رہا ہوں میرے ہی قدم کا نام صراط مستقیم ہے اور میری زندگی ہی عبادت الٰہی کی روشن دلیل اور واضح آیت ہے مجھ سے ہٹنا ہی شرک عظیم ہے اسی قرب ذات کی طرف میرا چلنا میرا ٹھکانہ اور آخری منزل مقصود ہے حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کوئی عارف درجات عبودیت میں اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت فرض واجب سنت نفل ورد وظائف پر عامل کامل نہ بنے ۔

وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰہُ حُکْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَلَئِنِ

اور اسی طرح ہم نے اتارا اس کو قانون بنا کر عربی میں اور اگر

اور اسی طرح ہم نے اسے عربی فیصلہ اتارا اور اے سننے والے اگر تو

اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ

اب بھی تونے پیروی کی ان کی خواہشات کی ان کے بعد اس کے کہ آگیا تجھ کو بکھ

ان کی خواہشوں پر چلے گا بعد اس کے کہ تجھے علم ۔

الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

علم نہیں ہوگا لیے تیرے طرف سے اللہ کے کوئی مددگار اور نہ بچانے والا۔

آچکا تو اللہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمائتی ہوگا نہ بچانے والا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا

اور البتہ یقیناً بھیجا ہم نے بہت رسولوں کو سے پہلے آپ کے اور بنائیں ہمنے

اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور اُن کے لیے۔

لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

لیے اُن کے بیویاں اور بچے اور نہیں ہمت لیئے کسی رسول کے کہ

بیبیاں اور بچے کیے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ کوئی نشانی

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ

لائے کوئی معجزہ مگر سے اجازت اللہ کی لیئے ہر مدت کے

لے آئے مگر اللہ کے حکم سے ہر وعدہ کی ایک

كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ۚ صلے

ایک لکھائی ہے۔ مٹاتا ہے اللہ جس کو چاہے اور ثابت رکھتا ہے

لکھت ہے اللہ جو چاہے مٹاتا ہے اور ثابت کرتا ہے

وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ

اور پاس اسی کے ہے اصل کتاب۔ اور اگر ہم دکھا دیں تم کو

اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔ اور اگر ہم ہی دکھا دیں تمہیں

بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا

بعض وہ جو وعدہ دیا ہم نے ان کو یا وفات دے دیں ہم تم کو

کوئی وعدہ جو انہیں دیا جاتا ہے یا پہلے ہی اپنے پاس بلا لیں تو

عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾

تو فقط پر تم پہنچانا ہے اور پر ہم حساب ہے

بہرحال تم پر تو صرف پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارا ذمہ

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ ہمارے حبیب کی پکار اور دعوتِ اسلام ہی ہماری ہدایت ہے۔ جن کو ہم گمراہ کرنا چاہیں اس کو اسی بلاوے سے دور رکھتے ہیں۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ صرف ایک پکار اور بلاوا ہی نہیں بلکہ ہمارے محبوب کی ہر ادا ہماری شریعت کا حکم عربی یعنی اٹل قانون ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کا نام ہی احکام قرآن ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیتوں میں اہل کتاب کا ذکر ہوا کہ انہوں نے کلام خداوندی پڑھنے کے باوجود پھر بھی اپنی باتوں سے منہ موڑا بلکہ بعض کو مانا بعض کا انکار کیا۔ اب مسلمانوں کو فرمایا جا رہا ہے کہ تم اپنی نادانی سے ان کی اس طرح کی باتوں کو پسند نہ کرنا نہ ان کی راہ چلنا ورنہ تمہارا بھی کوئی مددگار نہ ہوگا۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں جنت اور اس کی نعمتوں کی بقا اور دوام کا ذکر ہوا۔ اب ان آیتوں میں دنیا کی نعمتوں کا نا پائیدار ہونا اور ثبوت و محو ہونے کا بیان ہے کہ یہاں ہر چیز میں فنا بقا ۔ ٹوٹنا پھوٹنا ہوتا چلا آیا ہے اور رہے گا۔ یہی سنت الٰہیہ ہے۔ لہٰذا یہاں دل نہ لگاؤ۔

شانِ نزول ۔ کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی نبوت پر یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ گرہستی ہیں بیوی بچے گھر بار کیوں بنائے نبی کو تو تارک الدنیا ہونا چاہیئے۔ یہ اعتراض دراصل عیسائیوں کا تھا جو انہوں نے مشرکین مکہ کے ذریعہ کرایا۔ اس کے جواب میں یہ پانچ آیات اتریں از آیت نمبر ۳۸ تا آیت نمبر ۴۲۔ اس کی آخری آیت نمبر ۴۳۔ مدنی ہے۔

تفسیر نحوی وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ ۔ واؤ سر جملہ ابتدائیہ کلام

کے لیے، کَذٰلِکَ حرفِ تشبیہ۔ اس کا مشبہ بہٖ سابقہ کلام اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ ہے۔ اور مُشَبَّہ لَہٗ حُکْمًا عَرَبِیًّا ہے اس لفظ کی بناوٹ اس طرح ہے۔ کاف تشبیہ کا ذا۔ اشارۂ بعید کا۔ لام لامیۃ بعیدی۔ کَ ضمیر مخاطب ہے مخاطب کی نشاندہی کرنے کے لیے۔ اسی لیے مخاطب کے لحاظ سے بدلتی جاتی ہے مثلاً مخاطب واحد حاضر ہو تو کَذٰلِکَ اسی طرح کَذٰلِکِ کَذٰلِکُمْ کَذٰلِکُنَّ کَذٰلِکُمَا۔ اَنْزَلْنٰا فعل ماضی صیغہ جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ ہے باب نصر سے ہے نُزُلٌ سے بنا ہے ہُ ضمیر واحد غائب کا مرجع اُنْزِلَ اِلَیْکَ ہے حُکْمًا اسم جامد ہے بحالت نصب حال ہے ہٗ ضمیر کا۔ بمعنیٰ قانون مراد ہے قرآن مجید۔ مسبّب بول کر سبب مراد لیا مبالغے کے لیے عربیًّا اسم جامد ہے بمعنیٰ الفاظِ عربی بحالتِ نصب ہے دوسرا حال ہے ہٗ ضمیر کا۔ واؤ سر جملہ لام مفتوح زائد ہے۔ اِنْ حرفِ شرط ہے اتَّبَعْتَ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مذکر حاضر ظاہراً خطاب نبی کریم سے ہے مگر حقیقتاً عام مسلمان سے ہے (صاوی) باب افتعال سے ہے۔ تَبْعٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ پیروی کرنا۔ تابعداری کرنا۔ بغیر سوچے سمجھے کسی کی بات ماننا۔ نقشِ قدم پر چلنا۔ اَھْوَآءَ اسم جامد ہے جمع مکسر ہے اس کا واحد ہے ھَوَاءٌ بمعنیٰ نفسانی خواہش۔ ھَوًی سے بنا ہے بمعنیٰ خواہش کرنا محبت و عشق کرنا۔ کسی پر گر پڑنا۔ کسی طرف مائل ہونا۔ اصطلاحاً نفس امّارہ کی شیطانی خواہش کو ھَوٰی کہا جاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے ھُمْ ضمیر کا مرجع مِنْ بُنْکِرُ کا مَنْ ہے یا الْکٰفِرِیْنَ ہے۔ بَعْدَ اسم ظرف ہے بمعنیٰ دور بحالتِ نصب ہے ظرفِ زمانی ہے اتَّبَعْتَ مضاف ہے مابعد مَا موصولہ کا یا یہ مَا مصدریہ ہے جاءَ فعل ماضی معروف واحد غائب جَیْئٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آنا۔ لازم ہوتا ہے کَ ضمیر واحد حاضر کا مرجع عام مخاطب مسلمان مِنْ جارّہ بعضیہ کا ہے۔ الْعِلْمُ اسم جامد ہے بمعنیٰ معلوم یا علم صفت مشبّہ ہے بمعنیٰ علم دینے والا یعنی قرآن مجید۔ مَا نافیہ برائے جزاء شرط لام جارّہ نفع کا جارہ مجرور متعلق ہے موجودُ پوشیدہ کا کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل مراد وہی عام مسلمان نہ کہ ذاتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ جارّہ بدلیت کا یا بمعنیٰ عِنْدَ یعنی اللہ کے بدلے اللہ کے سوا۔ پاس یا۔ اللّٰہِ مجرور بحرف جر مِنْ جارّہ بیانیہ یا زائدہ وَلِیٍّ۔ اسم مفرد جامد یا اسم مشتق صفت مشبّہ بروزن فعیلٌ۔ بمعنیٰ (ہر دو صورت) محافظ حامی۔ مددگار۔ دوست ساتھی۔ والی وارث۔ یہاں پہلے دو معنیٰ مراد ہیں واؤ عاطفہ عطف ہے وَلِیٍّ پر۔ لَا حرف نفی عاطفہ برائے عطف یا نفی جنس کے لیے وَاقٍ اسم فاعل وَقْیٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ بچانے والا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّۃً۔ واؤ سر جملہ لام کَدُ بمعنیٰ البتّہ قَدْ حرف تحقیق۔ اَرْسَلْنَا فعل ماضی مطلق ایک قول میں قَدْ برائے ماضی قریب ہے۔ صیغہ جمع متکلم اَرْسَلْنَا رَسْلٌ سے بنا ہے باب افعال سے ہے ارسال مصدر ہے رُسُلًا جمع مکسر ہے رسول بروزن فعول کی مبالغہ ہے مُرْسَلٌ نبی رسول مرسل کا فرق تفسیر عالمانہ میں بیان ہوگا۔ مِنْ جارّہ بیانیہ یا زائدہ ہے قَبْلِ

اسم بحالتِ کسرہ مضاف ہے اسم ضمیر کٙ ضمیر واحد حاضر مجرور متصل کی طرف واوٗ عاطفہ یا حالیہ ہے جَعَلْنَا فعل ماضی مطلق بصیغہ جمع متکلم جَعْلٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ بنانا۔ پیدا کرنا۔ ٹھہرانا۔ تجویز کرنا۔ کام کرنا۔ یہاں بمعنیٰ تجویز کرنا ہے لام جارہ نسبت کا ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع رُسُلاً ہے۔ اَزْوَاجًا جمع کثرت زَوْجَۃٌ کی بمعنیٰ بیویاں واوٗ عاطفہ ذُرِّیَّۃً۔ اسم مفرد جامد ہے ذَرٌّ سے مشتق ہے بمعنیٰ بہت چھوٹی چیز مراد ہے اولاد۔ آخر میں ۃ تانیث کی ہے۔ بحالتِ نصب ہے بوجہ معطوف ہونے کے۔ معطوف علیہ اَزْوَاجًا اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہٖ ہے جَعَلْنَا کا۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتَابِ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ واوٗ سرِجملہ مَا کَانَ فعل ماضی مطلق منفی ناقصہ ہے۔ لام جارہ بمعنیٰ مفعولیت رَسُوْلٌ بروزنِ فَعُوْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنیٰ بڑی شان سے بھیجا ہوا تنوین تنکیری ہے یعنی کسی رسول کو۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے مَاکَانَ کے اَنْ ناصبہ یَاْتِیَ فعل مضارع معرب منصوب صیغہ واحد مذکر غائب باب ضرب اَتْیٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ آنا۔ لانا یہاں بمعنیٰ لانا ہے بٙ جارہ مفعولیت کے معنیٰ میں۔ آیۃٌ اسم مفرد نکرہ مؤنث تنوین تنکیری بمعنیٰ کوئی جار مجرور متعلق ہے یَاْتِیَ کا اِلَّا حرف استثنا منقطع نے سابقہ نفی توڑ دی با جارہ اِذْنٌ۔ مصدر بھی اور اسم جامد بھی یہاں اسم جامد ہے بمعنیٰ حکم۔ ارادہ۔ مشیت اجازت یہاں آخری معنیٰ مراد ہیں۔ مجرور ہے بٙ کا۔ مضاف ہے اللہ کا۔ مرکب اضافی مجرور اپنے جار سے مل کر یَاْتِیَ پوشیدہ فعل مشتق کا متعلق ہوا۔ لام جارہ تاکید یہ زائدہ کُلّ اسم کلیہ اَجَلٌ اسم جامد نکرہ مفرد بمعنیٰ مدت زمانہ۔ وقت۔ کِتَابٌ بروزنِ فعال مصدر ثلاثی بھی ہوتا ہے اور صفت مشبہ بھی مگر یہاں بمعنیٰ مکتوب اسم مفعول ہے۔ یعنی لکھا ہوا بحالتِ رفع ہے بمتدا مؤخر اس کی خبر موجودٌ پوشیدہ جس کا متعلق ہے لِکُلِّ۔ یَمْحُوا فعل مضارع معروف باب نصر سے ہے مَحْوٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ مٹانا اس کا مصدر ہے اِثْبَاتٌ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع اَللہ ثَبْتٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ قائم رکھنا۔ باقی رکھنا ثابت رکھنا۔ موجود رہنے دینا۔ واوٗ سرِجملہ عِنْدَ اسم ظرف بحالتِ نصب ہے مضاف ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے مجرور متصل ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ظرف ہے مَوْجُوْدٌ اسم مفعول پوشیدہ کا۔ اور موجودٌ اپنے نائب فاعل اُمُّ الْكِتَابِ اور ظرف سے مل کر جملہ اسمیہ ہوگا۔ اُمٌّ اسم جامد ہے بمعنیٰ اصل۔ جڑ۔ والدہ۔ ماں خواہ نسبی خواہ نسبتی (سوتیلی وغیرہ) خواہ تعظیمی۔ یہاں بمعنیٰ اصل ہے اَلْکِتَاب۔ الف لام عہدی کتاب بمعنیٰ مکتوب۔ اُمُّ الکتاب سے مراد یا لوحِ محفوظ یا قرآن مجید کی محکم اور قانونی آیتیں۔ یا تقدیرِ الٰہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ واوٗ سرِجملہ اِنْ حرفِ شرط مَا زائدہ نُرِیَنَّ فعل مضارع معروف صیغہ جمع

متکلم ۔ بانون تاکید ثقیلہ بمعنیٰ مستقبل بالشرط ۔ لام تاکید اول میں شرط کی وجہ سے نہیں آیا ما زائدہ کی وجہ سے
نون ثقیلہ آگئی ورنہ اِنْ شرطیہ کے بعد نون تاکید نہیں آسکتی ۔ خفیفہ نہ ثقیلہ ۔ رُؤیٌ یا رائیٌ سے بنا ہے بمعنے
دیکھنا دکھانا باب افعال ہے مصدر ہے اِرَاءَۃٌ ۔ اسی سے ہے رویت مصدر ۔ ترجمہ ہے اگر ضرور ہی ہم دکھا دیں ۔
کَ ضمیر واحد حاضر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ مصدر متعدی بسہ مفعول ہوتا ہے پہلا مفعول بہ کَ ضمیر
حاضر اور دوسرا مفعول بہ بعض ہے اسم مفرد نکرہ غیر معین جامد ہے بمعنی کچھ ۔ جُزْ ۔ مقابل ہے کُل کا ۔ یعنی تھوڑا
مضاف ہے بحالتِ نصب ہے اَلَّذِی اسم موصول واحد مذکر ۔ اس کا صلہ اگلا جملہ فعلیہ نَعِدُ ۔ فعل مضارع معروف
جمع متکلم ، وَعْدٌ سے بنا ہے باب ضَرَبَ سے ہے دراصل تھا نَوْعِدُ واؤ ماقبل فتح سے بوجھل (ثقیل) ہوئی
تو گر گئی یہ مضارع بمعنیٰ حال ہے یا ماضی ۔ یعنی جو وعدہ کیا ہم نے یا جو وعدہ کرتے ہیں ہم ھُمْ ضمیر منصوب
منفصل مفعول بہ ہے نَعِدُ کا اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر جمع متکلم پوشیدہ ہے ۔ یہ سارا جملہ موصول باصلہ
مفعول دوم ہے نُرِیَنَّ کا اور اس کا تیسرا مفعول حبا ثابت یا عَذَّبْنَاکَ پوشیدہ ہے ۔ اَوْ حرف عطف
ہے نُرِیَنَّ پر ۔ نَتَوَفَّیَنَّ فعل مضارع معروف بانون ثقیلہ صیغہ جمع متکلم باب تفعّل ۔ یہاں لام تاکید شرط
کی وجہ سے نہیں آیا اور نون تاکید ما زائدہ کی وجہ سے آگیا یہاں تاکید نہیں ہے ۔ مگر نون تاکید صرف تابع لفظی
کی وجہ سے آگیا ۔ یہ فعل متعدی بیک مفعول ہے ۔ وَفْیٌ لفیف مفروق سے بنا ہے بمعنیٰ فوت کرنا ۔ پورا
کرنا ۔ وعدہ نبھانا ۔ اسی سے ہے ایفاء وعدہ ۔ یہاں مراد فوت کرنا ۔ وفات دینا ۔ کَ ضمیر حاضر مخاطب کا
مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں منصوب ہے مفعول بہ ہے اپنے فعل کا ۔ فَ جزائیہ ۔ اگلا جملہ مجازاً جزا
ہے نہ کہ حقیقی جزا اس لیے کہ حقیقی جزا معلق بوجود شرط ہوتی ہے یہاں یہ بات نہیں کیونکہ تبلیغ بہر حال فرض
ہے ۔ اِنَّ حرف تحقیق لغو یعنی عامل نہیں ۔ کیونکہ ساتھ مَا کافہ حصریہ ہے ۔ اب اِنَّمَا کا ترجمہ ہوا فقط ۔ عَلٰی
حرف جر برائے وجوب ۔ فوقیتِ باطنی کے معنیٰ میں کَ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع ذات نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم یہ جار و مجرور متعلق ہے وَاجِبٌ پوشیدہ اسم فاعل کا اَلْبَلَاغ ۔ الف لام استغراقی ہے ۔ بلاغ بروزن
فعال مصدر ہے ۔ بَلَغَ سے بنا ہے بمعنیٰ پہنچا دینا ۔ اصطلاحاً تبلیغ دین کرنا بحالتِ رفع ہے فاعل ہے واجبٌ
پوشیدہ کا ۔ واؤ حالیہ ۔ یا سنر جملہ ۔ علیٰ جازہ وجوب کے لیے ہے ہ ضمیر کا مرجع اللہ ہے ۔ جار و مجرور متعلق ہے
وَاجِبٌ پوشیدہ کا ۔ یہ وجوب اختیاری ہے ۔ الف لام استغراقی یا عہد ذہنی حسابٌ بروزن فعال مصدر
ثلاثی ہے ۔ جامد بھی مستعمل ہے ۔ مگر یہاں بمعنیٰ مصدر ہے حَسْبٌ یا حُسْبٌ ۔ سے مشتق ہے بمعنیٰ کافی ہونا ۔
کافی دینا ۔ کافی لینا ۔ یہاں آخری معنیٰ مراد ہیں یعنی پورا پورا امتحان لینا پوچھ گچھ کرنا تفتیش حالات گذشتہ
کرنا ۔ بحالتِ رفع ہے فاعل ہے پوشیدہ واجبٌ کا ۔

تفسیر عالمانہ

وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ ۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۔ اور جس طرح ہم نے اُن خوش ہونے والوں کو توریت زبور انجیل ان کی اپنی اپنی زبانوں عبرانی ۔ سریانی ۔ یونانی میں نازل فرمائی اسی طرح نازل کیا ہم نے اس قرآن مجید کو بہت محکم مضبوط اٹل نہ منسوخ ہونے والا قانون حکم بنا کر عربی زبان میں نازل فرمایا ۔ یعنی یہ قرآن مجید نزول آسمانی اور رمضان شریف کے مہینے میں اللہ کے قانون ہونے میں کلام الٰہی لفظی معنوی ہونے میں سابقہ کتب الٰہیہ کے مشابہ ہے لیکن زبان اور لغت علیحدہ ہونے میں وہ سابقہ کتب وقتی اور غیر محکم ہونے میں اور یہ دائمی ہونے میں اُن کے مشابہ نہیں ہے ۔ روح البیان ۔ روح المعانی ۔ کبیر فخرالدین رازی ۔ ابن جریر ۔ مدارک ۔ خازن ۔ جمل ۔ طبری ۔ خبیر ۔ عم تمام عربی اور اردو تفسیروں نے یہی فرمایا کہ توریت عبرانی میں نازل ہوئی زبور سریانی میں انجیل یونانی میں نازل ہوئی صرف ایک غیر محض مفسر امام سفیان ثوری نے یہ فرمادیا کہ سوائے سابقہ کتابیں عربی میں نازل ہوئیں اور انبیاء کرام صاحب کتب نے ان کو دوسری زبان میں ترجمہ کر کے دیں تمام مفسرین نے اس کی تردید فرمائی کہ یہ سفیان ثوری کی اختراع ہے ۔ ہمارے ایک مولوی کا یہ عبارت پڑھ کر دماغ چل گیا ۔ اس نے ان سابقہ کتب کے کلام الٰہی ہونے کا ہی انکار کر دیا ۔ رب تعالیٰ اس کو ہدایت دے ۔ اور لیکن اگر اے مسلمان تو نے بد مذہبوں ۔ بے دینوں ۔ گمراہوں ۔ لغو باتوں ۔ یہودیوں عیسائیوں کی اتباع کی ان کی ان خواہشوں میں کہ تم اب قرآن مجید کو چھوڑ کر توریت و انجیل کو مانو یا کعبے کو چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف نماز پڑھو یا نبی کریم کو چھوڑ کر موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے اُمتی بن جاؤ اس کے بعد کہ تجھ کو یہ معلوم ہو گیا تمام سابقہ دین اور کتابیں صرف وقتی اور اپنی اس زمانے کی قوم کے لیے تھیں دین موسوی و عیسوی وغیرہ سب ختم اور منسوخ ہو چکے ہیں اسی طرح اب سب نمازوں کا قبلہ کعبہ بن چکا ہے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا منسوخ اور حرام ہو چکا ہے ان سب باتوں کو جانتے ہوئے پھر بھی کسی یہودی عیسائی کی ان میں سے ایک بات بھی مانی تو اللہ کی طرف سے تیرا کوئی مددگار حمایتی دوست خیر خواہ بھی نہ ہوگا اور محافظ مصیبتوں اور دنیا و آخرت کے عذابوں سے بچانے والا بھی نہ ہوگا ۔ یہ سب اولیا غوث و قطب تو اُن کے مددگار مشکل کشا حاجت روا ہیں جو حبیب کریم کے اُمتی غلام ہوں ۔ اور اے نبی کریم صرف کتابیں ہی نہیں ہم نے تو البتہ بیشک رسول بھی تمام اسی آپ کی زندگی اور حیات طیبہ کی طرح بھیجے جنہوں نے بیوی بچے اختیار کئے اور ہم نے ان کے لیے بیوی اور آل اولاد بنائی یہ ہمارا قانون ہے کوئی ناجائز یا حرام نہیں ابراہیم علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کی ڈبو ڈبو اور داؤد علیہ السلام کی ننانوے یا ایک سو بیویاں تھیں اور تین سو لونڈیاں تھیں ۔ سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں اور سات سو لونڈیاں تھیں ۔ موسیٰ علیہ السلام کی تین بیویاں رہیں بچے بھی ہوئے اور اسی طرح

اے نبی پاک آپ کی بھی نوازواج پاک اور سات بیٹے بیٹیاں ہوئیں۔ اس ترتیب سے نمبرا۔ قاسم۔ نمبر۲۔ زینب۔ نمبر۳۔ رقیہ۔ نمبر۴۔ ام کلثوم۔ نمبر۵۔ فاطمہ۔ نمبر۶۔ عبداللہ۔ نمبر۷۔ ابراہیم۔ چھ اولاد حضرت خدیجہ سے اور سیدنا ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ سے اور ان کے ان گھریلو حالات سے سب یہودی۔ عیسائی باخبر ہیں پھر بھی ان پر ایمان لاتے ہیں تو آپ پر یہ بیہودہ اعتراض کیوں کرتے ہیں اور آپ پر ایمان لاتے ہوئے کیا تکلیف ہوتی ہے لہٰذا آل اولاد نہ نبوت کے منافی ہے نہ تبلیغ میں رکاوٹ بلکہ عملی تبلیغ ہی ہے مشکوٰۃ شریف بروایت ابوذر ہے کہ انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ اور دیگر روایتوں میں ہے کہ ان میں رسل عظام تین سو تیرہ ہیں اور مرسلین چار ہیں تفسیر روح البیان میں ہے ہر ایک نبی میں دنیوی مردوں کی ہر طرح کی قوت کے برابر ایک ہزار مردوں جتنی طاقت ہوتی ہے اور نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہر طرح کی چار ہزار مردوں کے برابر طاقت ہے اور جنتی مرد میں دنیوی مرد کے مقابل سو مردوں کے برابر طاقت ہوگی۔ ان قوتوں میں مردمی قوت بھی شامل ہے اس لیے وہ نبی ازواج کے حقوق پورے کرتے ہیں کوئی نبی مردمی میں کمزور یا نامرد نہ ہوا کیونکہ یہ بھی عیب ہے۔ مردمی قوت بھی جوہر انسانی ہے اور تکمیل شخصیت ہے۔ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ۔ يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ۔ وَإِنْ مَا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اے پیارے رسول ان مطالبہ کرنے والے کفار کو آگاہ کر دیجئے کہ میں اور مجھ سے پہلے جتنے بھی رسول اور مرسل تشریف لائے کسی کو یہ جائز یا لائق یا قدرت ہمت طاقت اختیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اجازت کے بغیر کوئی آیت قوم کے سامنے لے آئے یا عذاب وارد کر دے یا کوئی معجزہ ہی دکھا دیں انبیاء کرام کے قبضے اور اختیار میں جو کچھ ہوتا ہے وہ رب کی عطا رضا اور اجازت سے ہوتا ہے اس لیے انبیاء کرام کی طاقت قوت ہمت اختیار ساری مخلوق سے زیادہ ہوتا ہے وہ سب کچھ کر سکتے ہیں مگر باذن اللہ۔ لہٰذا عذاب میں جلدی نہ کرو اللہ کے ہر قانون اور فیصلہ کے لیے ایک لکھائی اور مدت ہے یا کتاب یعنی مکتوب یعنی لکھی ہوئی ہے لوح محفوظ میں خواہ توریت و انجیل کے قانون یا تقدیر الٰہی کے معین فیصلے۔ منسوخ فرما دیتا ہے جس قانون کو چاہتا ہے اپنی حکمت اور قوموں کے مفاد کی بنا پر اور باقی و ثابت رکھتا ہے جس حکم کو چاہتا ہے یا مٹا دیتا ہے جس تقدیر کو چاہتا ہے اور ثابت و موجود رکھتا ہے جس ازلی فیصلے کو چاہتا ہے۔ یا مٹاتا رہتا ہے رب تعالیٰ جس تقدیر معلق کو چاہتا ہے اور قائم رکھتا ہے تمام تقدیر مبرم کو اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔ یعنی تمام فیصلوں اور ان کی مدت بقا و نسخ نفع و نقصان کی حکمت دانائی علم اسی کے پاس ہے وہ دانا و بینا ہے کہ کب تک توریت کو رکھنے میں فائدہ اور کب اس کا نقصان یہ اچھی بات نہیں کہ ایک حکم کو ہمیشہ رکھا جائے فائدہ دے یا نہ دے دانائی یہ ہے کہ مزاج و حالات و وقت کے مطابق قانون بدلتے

دیں۔ علماء اسلام فرماتے ہیں کہ تقدیر کائنات تین قسم کی ہے۔
نمبر ا۔ تقدیر معلق جو الٰہی فیصلہ کسی دوسری چیز سے منسوب ہو جائے جیسے اگر ایسا ہوا تو ایسا ہوگا۔ نمبر ۲۔ تقدیر مبرم منسوب نمبر ۳۔ تقدیر مبرم غیر منسوب (محکم) پہلی دو تقدیریں دعا التجا فریاد اور سفارش سے بدل جاتی ہیں تیسری نہیں بدلی جاتی نہ دعا سے نہ سفارش سے۔ اے پیارے نبی آپ سے کفار کے ذلت آمیز عذابوں شکستوں قیدوبند کے جو وعیدیں کی گئی ہیں اور مسلمانوں کی عزت وشان فتح و نصرت کے جو وعدے کئے ہیں وہ یقیناً پورے کئے جائیں گے۔ ہاں البتہ یہ ہماری حکمت دانائی مصلحت بدید اور منشا پر منحصر ہے کہ کچھ وعدے وعید آپ کو آپ کی اسی حیاتِ طیبہ میں ہم دکھادیں یا کچھ وعدے کفار کی شکست قتل و ندامت اور مسلمانوں کی شاندار عالمگیر فتوحات کی شکل میں اس وقت پورے کریں جب آپ کو ہم وفات دے دیں یعنی آپ کے بعد۔ لہٰذا آپ کی ذمہ داری تو فقط ہمارے تمام احکام کی تبلیغ بلیغ فرما دینا ہے۔ اور باقی سب حساب کتاب ہمارے ذمے ہے۔ آپ غمگین نہ ہوں ہم چن چن کر حساب لیں گے۔ حدیث پاک میں ہے کہ بندوں کے اعمالِ نیک و بد سے باری تعالیٰ بندوں کی تقدیریں لوح محفوظ سے مٹاتا ہے اور ثابت فرماتا ہے چنانچہ گناہوں سے رزق اور عمر گھٹتی ہے۔ نعمتیں سلطنتیں چھن جاتی ہیں۔ اور صلہ رحمی۔ والدین کی خدمت سے برکتِ رزق اور درازی عمر و صحت ملتی ہے۔ کثرت تلاوت اور خدمت قرآن مقدس اور درود پاک ہر وقت پڑھنے سے مفلسی غربت بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ اللہ تعالیٰ بندوں کے نامۂ اعمال سے جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا۔ ثواب و عذاب کے عمل باقی رکھتا ہے اور بیکار عمل مٹا دیتا ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔
پہلا فائدہ۔ دینی دنیوی طور پر رب تعالیٰ نے جن بندوں کا درجہ اور مقام بلند فرمایا ہے اُن کا ثواب و عذاب بھی زیادہ ہے لہٰذا علما مشائخ مبلغین مقررین کا گناہ اور لغزشیں خطائیں جہلا اور عوام کے گناہوں غلطیوں سے زیادہ سخت ہیں ان کا عذاب و سزاء اُخروی زیادہ ہے یہ فائدہ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ۔** تمام انبیاء کرام انسان ہی ہوئے ہیں اور تکمیل انسانیت یہ ہے کہ انسانیت کے تمام حقوق پورے کئے جائیں ان ہی حقوق میں بیوی بچے بھی شامل ہیں گویا کہ انبیاء کرام کے گھر بار بیوی بچے اختیار فرمانا اُن کی عملی تبلیغ نبوت ہے یہ برائی سمجھنا کفار کا کام ہے اسی طرح علما اولیا کی شان ہے یہ فائدہ لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ۔** جس طرح تمام تخلیقاتِ الٰہیہ کے لیے ایک مدت اور وقت مقرر ہے اسی طرح احکام اور قوانینِ الٰہیہ کے لیے بھی وقت معین اور جس طرح موت

آیات میں حکمت خداوندی کے تحت ہے اسی طرح آیات کا نزول اور تنسیخ بھی میں حکمت سے ہے اور جس طرح نزول صرف زمانہ نبوت میں ہی ہوتا ہے بعد میں قطعاً نہیں اسی طرح نسخ آیات بھی صرف زمانہ نبوت میں ہوگا۔ نسخ آیات کی پوری تفصیل ہمارے فتاوی العطایا جلد دوم میں دیکھئے۔ اور جس طرح آیت قرآنیہ کی مکمل تفسیر حدیث پاک ہے باقی تمام تفسیریں اس کے تحت ہیں اسی طرح آیات قرآنیہ کے حکم کا نسخ حدیث پاک سے بھی ثابت ہے گویا یہ نسخ بھی تفسیر ہی ہے۔ یہ فائدہ اجل کتاب سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات پاک سے چند مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اسلامی فقہ کے مطابق ترک دینا مسلمان کے لیے حرام ہے۔ جو مسلمان بلا مجبوری نکاح شادی نہ کرے اور تا حیات کے ارادے سے جنگل میں بیٹھ جائے اس کی عبادت ریاضت نامنظور ہے۔ یہ مسئلہ لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً سے مستنبط ہوا اس لیے تمام اولیاء اللہ غوث و قطب سنت انبیاء علیہم السلام پر عمل کرتے ہوئے دنیاداری میں رہے اور بستیوں میں ہی عبادت و ریاضت فرماتے رہے جنگلوں میں جانا عارضی چلہ کشی کے لیے ہوتا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ اگر کوئی شخص کسی سے وعدہ کرے اور دوسرا جس سے کیا ہے وہ فوت ہو جائے اور وعدہ ایسا ہو کہ بعد وفات بھی اس کے وارثوں سے پورا کیا جا سکتا ہے تو ضرور پورا کرے اور یہ پورا کرنا شرعی فریضہ ہے یہ مسئلہ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فرمانے کی اشارۃ النص سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ اگرچہ بندے کے افعال تقدیر کے پابند ہیں مگر مجرم کو سزا و تعزیر ضرور ہو گی یہ مسئلہ وَيُثْبِتُ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا۔ قرآن مجید اتارا گیا۔ وہ خود تو حکم نہیں۔ اس میں قصص خبریں حمد و ثنا اور بہت کچھ ہے اس کو حکم کیوں کہا گیا اس میں تو حکم ہے مگر وہ خود نہیں۔
جواب۔ اس کا جواب تفسیر ماللادہ میں دیا گیا کہ حکم بمعنی محکم ناقابل نسخ۔ اس معنی میں سارا قرآن مجید محکم ہے۔ اور حکم اپنے ہی معنی میں ہو تو پھر سبب کو مسبب کا نام دیا گیا ہے کثرت حکم اور مبالغے کی وجہ سے۔ **دوسرا اعتراض** یہاں قرآن مجید میں فرمایا گیا اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا اور جو نازل کیا جائے وہ حادث ہے لہٰذا قرآن حادث اور یہ قرآن عربی میں ہے عربی زبان حادث تو قرآن حادث۔ اور رب تعالیٰ نے اس کو حکماً عربیاً بنایا اور جس کو بنایا جائے وہ حادث لہٰذا قرآن حادث ہے (معتزلہ)
جواب۔ نزول حادث پر دلالت نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں ہے رب نزول فرماتا ہے پہلے آسمان پر۔

در عربی ہونا حروف والفاظ کے لیے ہے نہ کہ معانی یا کلام نفسی کے لیے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حروف حادث ہیں۔ اور الفاظ و حروف کے حادث ہونے سے قرآن پاک کا حادث ہونا لازم نہیں اور جعل سے ہی حدوث ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے لیے پوری وضاحت ہمارے فتاوی العطایا جلد دوم میں دیکھئے۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں رب تعالیٰ نے پانچ چیزیں ایسی بیان فرمائیں جن کا ظاہراً آپس میں کوئی رابطہ معلوم نہیں ہوتا۔

۱۔ پہلے فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا (الخ) پھر وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا (الخ) پھر وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ (الخ) پھر فرمایا لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ پھر فرمایا يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۔ اس کی مطابقت کیونکر ہو؟۔

جواب۔ یہ در اصل کفار مکہ کے ان پانچ سوالوں کا جواب دیا گیا جو نبوت کے انکار پر کرتے تھے۔

نمبر ۱۔ کفار نے کہا نبی فرشتہ ہونا چاہیئے رب تعالیٰ نے فرمایا ہم نے پہلے بھی انسان ہی رسول بھیجے ہیں۔

نمبر ۲۔ کفار نے کہا نبی کو تارک الدنیا ہونا چاہیئے بیوی بچے نبوت کے خلاف ہیں۔ رب تعالیٰ نے جواباً فرمایا پہلے تمام انبیاء کی بھی بیویاں اور اولاد ہوئی۔ نمبر ۳۔ کفار نے کہا ہمارے مرضی کے معجزہ کیوں نہیں دکھاتے لہٰذا نبی نہیں۔ رب نے جواب دیا مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ کسی بھی رسول اور نبی کو اپنی مرضی یا کفار کی مرضی کے معجزے دکھانے کی اجازت نہیں ہو پہلے دواب۔ نمبر ۴۔ کفار نے کہا۔ جس عذاب کا وعدہ کرتے ہو وہ جلدی لاؤ۔ رب نے جواب دیا لِكُلِّ اَجَلٍ (الخ) جلدی مت کرو ہر چیز اپنے وقت پر ہو گی۔ نمبر ۵۔ کفار نے کہا اگر یہ سچے نبی ہیں تو پچھلی کتابوں دینوں اور اللہ کے سابقہ قانون کو منسوخ کیوں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ یعنی نبی منسوخ نہیں کرتے بلکہ خود قانون اور کتابوں والا اپنی حکمت کے مطابق منسوخ کرتا اور باقی رکھتا ہے۔ ہماری اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ کوئی آیت بے جوڑ نہیں۔

تفسیر صوفیانہ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا۔ اور اسی طرح ذہن و شعور والوں کے لیے ہم نے اپنے مضبوط حکم نافذ و نازل کئے ہیں تا قیامت قرب الٰہی کا بس یہی طریقہ محمدیہ محکم مضبوط اور یقینی ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ۔ عقل خرد اور بصیرت کے علم و فہم کے بعد اگر اے وادی شوق میں قدم رکھنے والے تو نے تصوف لبادہ اوڑھ کر نفس و شیطان اور اپنے روحانی دشمنوں کی پیروی کی اور مولویانہ شکل و صورت کو دام تزویر بنایا تو پھر تیری عزت عظمت رفعت کا اللہ کی طرف سے کوئی رکھوالا اور ولی مرشد نہ ہوگا اور نہ ہی ذلت روسیاہی اور دینی دنیوی سزا سے بچانے والا کوئی ہو۔ عاقل کو چاہیئے کہ اسی حیات دنیوی کی مہلت کی گھڑیوں میں طلب وحدانیت کے لیے عبودیت کے راستے پر چل کر عالم ربوبیت تک پہنچنے کی ہمت

کرے اور اپنی ساری انا کی پونجی کو اسی راہ میں خرچ اور فنا کر دے اور اگر یہ ساعتیں ضائع کر دیں تو پھر نفاق کی ظلمتوں سے اخلاص کی روشنیوں کی طرف نکال کر لانے والا کوئی بھی ولی و مددگار نہ ملے گا۔ اور نہ کوئی بُعد کے عذاب اور شرکِ خفی کے حجاب سے بچانے والا ہوگا۔ پس اخلاص کا راستہ عبادت ریاضت اور نفس کُشی اور روح کی پاکیزگی ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ عبودیت وہ عمل ہے کہ جس کی اشرفیت مقامِ نبوت سے متصل ہو جاتی ہے۔ حالتِ عبادت ہی وہ زمانہ ہے جس میں نبی اور اُمتی کا ایک نقشہ بن جاتا ہے۔ عارفین کاملین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ نبی کی عبدیت کا مقام اعلیٰ ہے یا نبی کی رسالت کا۔ متقدمین صوفیا فرماتے ہیں کہ نبی کی عبودیت کا درجہ اُسی نبی علیہ السّلام کی رسالت سے بلند و ارفع ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں پہلی دلیل یہ کہ ہر نبی اپنی عبودیت کی وجہ سے مخلوق سے خالق تک بارگاہِ قدس میں حاضر باش ہوتا ہے اور نبی اپنی رسالت کی بناپر خالق تعالیٰ کے پاس سے مخلوق کے پاس آتا ہے۔

دوسری دلیل۔ تمام انبیاءِ کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی عبودیت باری تعالیٰ کی کفالت و قرب میں ہوتی ہے۔ عبدیتِ نبی فالعشا بارگاہِ صمدیت کی ساعتوں میں ہوتی ہے اس وقت نبی کا کسی مخلوق سے رابطہ نہیں ہوتا اسی لیے عبادتِ نبوت کا کفیل اور مہماتِ انبیا کی اصلاح کی ذمہ داری رب تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہوتی ہے۔ مگر رسالت کا تعلق مخلوق کائنات سے ہوتا ہے۔ اور نبی اپنی تمام امت کے ہر فرد کے اصلاحِ حال کا کفیل ہوتا ہے۔ بعثتِ رسالت کا مقصد ہی مُہمات کی مشکل کشائی و حاجت روائی ہے۔

تیسری دلیل۔ عبودیت مقامِ جمعیت ہے اور رسالت مقامِ تفریق ہے جب انبیاءِ کرام عبادت میں شامل ہوتے ہیں تو اپنے رب تعالیٰ کے پاس ہوتے ہیں اور اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِیْ کا ظہورِ جمال ہوتا ہے اور حالتِ رسالت میں مشغولیتِ خلق ہوتی ہے۔ چوتھی دلیل۔ کلمۂ شہادت میں عَبْدُهٗ پہلے ہے "وَرَسُوْلُهٗ" بعد میں ہے۔ پانچویں دلیل۔ عبدیت میں مقامِ کرامت و تشریف ہے کہ فرمایا گیا۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ۔ رسالت میں تمام نسبت سے نبی مع اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ صوفیاء اعلیٰ ہے عبدیت سے۔ چھٹی دلیل رسالت کی وہ ہے کیونکہ عبدیت تمام مخلوق کی عبدیت لا تکمل ... عبدیت کی جزئیت ہے۔ کہ اگر واسطۂ رسول نہ ہو تو کسی کی عبودیت بارگاہ الٰہی میں مقبول نہ ہو۔ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں اِتباعِ حق شہد سے زیادہ میٹھی نور سے زیادہ سفید اور سورج سے زیادہ روشن لیکن بال سے زیادہ نازک ہے۔

حکایت:۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی شیر خدا مشکل کُشا بیمار ہوگئے تو صدیق اکبر فاروق اعظم عثمان غنی آپ کی عیادت (بیمار پُرسی) کرنے کے لیے تشریف لے گئے دیکھا کہ اُن کے پاس۔ ایک نہایت سفید چمک دار طشتری میں خالص مصفا۔ میٹھا شہد تھوڑا سا رکھا ہے اور اس میں کسی کا ایک بال پڑا ہے

علی مرتضیٰ نے فرمایا شہد کھائیے تو صدیق اکبر نے فرمایا۔ کھانے سے پہلے اس پر تبصرہ کیا جائے فاروق اعظم نے فرمایا کہ پہلے آپ ہی کچھ ارشاد فرمائیں۔ کیونکہ آپ ہم سب میں مکرم ہیں۔ تو صدیق اکبر نے فرمایا۔ دینِ اسلام طشتری سے زیادہ چمک دار اور سفید ہے اور لذت ذکرِ الٰہی شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ اور شریعت زیادہ باریک ہے بال سے۔ اسی کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر فاروق اعظم نے فرمایا کہ یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ جنت زیادہ منور ہے طشتری سے اور اُس کی نعمتیں زیادہ میٹھی ہیں شہد سے اور لیکن اُس کا راستہ جو شریعت کی گھاٹیوں طریقت کی تنگ گلیوں۔ اور جگہ جگہ لغزشوں گناہوں کے کانٹوں کی بنا پر زیادہ باریک ہے بال سے پھر عثمان غنی نے فرمایا کہ اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ قرآن مجید زیادہ نورانی ہے طشتری سے اور تلاوتِ قرآن زیادہ میٹھی ہے شہد سے اور اُس کی تفسیر زیادہ باریک ہے بال سے۔ علی مرتضیٰ نے فرمایا میرے مہمان زیادہ چمکدار ہیں اس طشتری سے اور آپ کی باتیں زیادہ میٹھی ہیں شہد سے۔ اور آپ کے پاکیزہ دل زیادہ باریک ہیں بال سے سارے اللہ ہمارے دلوں کو نور عرفان سے منور فرما اور ہم کو اسرارِ قرآن تک پہنچا۔ اس لیے کہ جب تک سرِ قرآنی کا فہم نہ ہو اتباع قرآن کریم ممکن ہی نہیں۔ بڑے بڑے علم کے دعویدار اسرارِ قرآنی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے گمراہی کے اتھاہ ظلمتوں میں ڈوبتے چلے گئے۔ نبوت و رسالت کے سہارے کے بغیر قانونِ الٰہی کی پیروی بہت مشکل ہے اسی لیے اے حبیب کریم وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ اور البتہ بیشک بھیجا آپ سے پہلے ہم نے بہت سے اپنے ازلی قانونِ الٰہیہ کے پیغام والوں کو۔ جن کو قلوبِ عارفین تک پہنچایا تاکہ وہ منزلِ طلبِ مقصود تک پہنچنے کے لیے انبیاء و مرسلین کے نقشِ قدم کی پوری پوری اتباع کرتے ہوئے آستانۂ جلال اور دروازۂ جمال تک بآسانی پہنچ سکیں۔ اور اپنے رسولوں کے لیے جذباتِ حیاتِ دنیوی کی بیویاں مطہری اور منزہ خود ہم نے بنائیں اور نسلِ انسانیت کی تعلیم و تکمیل کے لیے ذریت بھی عطیہ فرمائی۔ انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کی زندگی تکمیلِ انسانیت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ انسانیت چار حصوں میں منقسم ہے۔ نمبر ۱۔ ابتداءِ انسانیت۔ نمبر ۲۔ بلوغتِ انسانیت۔ نمبر ۳۔ شبابِ انسانیت۔ نمبر ۴۔ شیابِ انسانیت۔ اسی طرح انسان پر چار دور گزرتے ہیں۔

نمبر ۱۔ شریعت کا دور۔ نمبر ۲۔ طریقت کا دور۔ نمبر ۳۔ دورِ مریدی۔ نمبر ۴۔ دورِ مرادی۔ اور ان تمام رستوں پر چلانے کے لیے اور ہر زمانے سے صدق و صفائی اور تزکیۂ نفس سے گزرنے کے لیے تعلیم نبوت انتہا ضروری ہے اسی تعلیم سے انسانیت کی معراج ہے۔ یہی تعلیم بندوں کو فرشتوں سے بڑھانے والی ہے۔ قرب

الٰہیہ اور آستانۂ معرفت دامنِ نبوت ہی سے ملتا ہے۔ تکمیلِ بندگی کے لیے ہی انبیاء کرام مبعوث فرمائے جاتے ہیں۔ انبیاء کرام کی عملی تبلیغ سے انسان کی حیوانی شہوانی قوتیں لبادۂ ملکوتی اوڑھ کر ولایت کبریٰ اور وادیٔ معرفت کی اونچی چوٹی پر پہنچ جاتی ہیں عالم ابتداء میں عنایاتِ ربانی سے انبیاء کرام کو سرفراز فرمایا جاتا ہے اور ان کی قوتِ بشریت حیوانیت ترقی فرماتی ہوئی ولایت روحانیت کے درجوں تک پہنچتی ہے۔ پھر وہاں ترقی کرتی ہوئی نبوتِ الٰہیہ اور رسالتِ ربانی تک عروج فرماتی ہیں۔ اس مقام قدس میں بشریت کے تمام تقاضے نفسانیت سے ہٹکر شریعت و معرفت کے انوار سے منور ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ مقامِ محبوبیت ہے جہاں بندے کا ہر دینی دنیوی عمل عین منشاءِ قدرت بن جاتا ہے پھر اس کا شہوت طبیعت۔ نفسانیت۔ عادت سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ ان ہی مخصوص بندوں کے لیے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ کا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اسی لیے انبیاء کرام کی تزویج اور ذریت اولاد سب کچھ شریعتِ ربانی اور خلافتِ الٰہیہ کا مظہر ہے۔ نبی کی ذات اور اولاد رب تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کا حقیقی مظہر ہے یہ قانونِ فطرت ہے کہ جب باری تعالیٰ کسی شخصیت کاملہ کو اپنی شرافتِ خصوصیہ سے نوازتا ہے تو اس کے احکام بشریت کو مظہرِ صفاتِ خالقیت بنا دیتا ہے جس کو اہلِ دنیا اپنی کورِ باطنی اور کساوتِ قلبی کی بنا پر نہیں سمجھ سکتے اور زبانِ طعن دراز کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر کام ہی منجانب اللہ اور حکم خدا و اجازتِ الٰہیہ سے ہوتا ہے۔ شریعت ہو یا طریقت معرفت ہو یا حقیقت عالم ناسوت ہو یا لاہوت۔ جبروت ہو یا ملکوت۔ مَا كَانَ لِرَسُولٍ کسی رسول کے لیے یہ جائز نہیں یا ہمت نہیں کہ بغیر اجازتِ رحمانی اور حکم ربانی کوئی معجزہ مکاشفہ یا مشاہدہ ظاہر فرمائے۔ جب پیغمبرانِ نبوت کی شان و کیفیت یہ ہے تو ولایتِ صغریٰ و کبریٰ غوثیت و قطبیت تو آستانۂ نبوت کے ہمہ وقتی خدام و متنی ہیں۔ ان کی کرامات اجازتِ نبوت کے بغیر کس طرح ظاہر ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اے راہِ سلوک کے طالبو اگر منزلِ مراد تک پہنچنا چاہتے ہو تو شیخ و مرشد سے خرقِ عادات کرامات کی طلب مت کرو۔ کیونکہ جس طرح معجزے کے طالب کفرِ ناسوتی میں مرتے ہیں اسی طرح کرامات کے طالب وحیران کفرِ محرومی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ بارگاہِ بے نیاز سے بے طلب ہر مراد ملتی ہے لیکن لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ہر چیز کے لیے فیصلۂ الٰہیہ میں لکھا ہوا ایک وقت ہے۔ اسی میں ظہور ہوگا۔ کسی جلد بازی سے وہ آگے ہو نہ پیچھے۔ اے طالبانِ منزل یہ راستے بڑے دراز صبر آزما اور کٹھن ہیں۔ ہر امر ایک وقت میں رہن رکھا ہوا ہے۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ کچھ چیزیں کچھ وقت اور زمانے اور کچھ شخصیتیں رب تعالیٰ نے خاص بنائی ہیں۔ جن کے لیے قانون نہیں بلکہ قدرت ہے ان کو اُولوالعزم کہا جاتا ہے۔

يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ وادی فنا میں گراتا ہے وہ قدرتوں طاقتوں والا اللہ جس کو گرانا چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے رفعت و شان بقا حیات دائمی سے اور اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے کائناتِ عالم کی روح قضا۔ جو تحریرِ تقدیری اُم کتاب ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ بندے چھ قسم کے ہیں۔

نمبر۱۔ عوام۔ نمبر۲۔ اہل مشیت۔ نمبر۳۔ اہل ارادت۔ نمبر۴۔ خواص۔ نمبر۵۔ اخص الخواص۔ نمبر۶۔ اہلُ اللہ صوفیا کے مشرب میں اہلُ اللہ ہونا بندگی کا ارفع مقام ہے یہ صرف مرسلین کو عطا ہوتا ہے۔ لہٰذا اہلُ اللہ صرف انبیاء مرسلین ہی ہیں۔ باری تعالیٰ عوام میں سے جس کے چاہتا ہے اخلاق ذمیمہ مٹا دیتا ہے اور اخلاق حمیدہ باقی رکھتا ہے اہلِ مشیتِ الٰہیہ میں سے جس کے چاہتا ہے اخلاقِ نفسانیہ مٹا دیتا ہے اور اخلاقِ روحانیہ ثابت رکھتا ہے اہلِ ارادت میں سے جس کو چاہتا ہے اہل سعادت سے بنا دیتا ہے اور اس کے حرکات رذیلہ مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اہلِ شقاوت سے بنا دیتا ہے اور نیکیاں فنا کر دیتا ہے وہ صمد بے نیاز ذات شقی کو سعید بنا دے تو اس کی خیرات ثابت رکھتا ہے اور اگر سعید کو شقی کر دے تو بد عملیاں قائم رہتی ہیں۔ وہ احکم الحاکمین اپنے بندگان خواص کے اخلاق روحانیہ کو مٹاتا ہے اور اخلاقِ ربانیہ کو ثابت فرماتا ہے۔ لیکن اپنے خواص الخاص بندوں کے نشاناتِ وجود کو ختم کر کے آثارِ جود کو ثابت فرماتا ہے اور اہلُ اللہ کے حظوظِ نفسانیہ کو محو کرتا ہے اور حقوق ربانی کو ثابت کرتا ہے یہاں تک کہ مشاہدۂ خلق سے ہٹاتا ہے اور شہودِ حق میں ثابت کر دیتا ہے۔ اور خالق تعالیٰ جس کے چاہتا ہے آثارِ بشریت فنا کر دیتا ہے اور انوارِ احدیت باقی رکھتا ہے۔ یہ عجب ہے کہ بندہ خود کو مٹاتا ہے تو رب قدیر اس کو ثابت کرتا ہے۔ بندہ نیازِ عجز سے جھکتا ہے تو مولیٰ نازِ محبوبی میں قائم کرتا ہے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ رب تعالیٰ بندے کے جلال کو مٹاتا ہے جمال کو ثابت رکھتا ہے تکبر کو فنا دیتا ہے کیونکہ اسی کے پاس اُم کتاب یعنی قضاءِ قدر کی تحریر ہے روح البیان نے فرمایا کہ لوحِ قضا چار ہیں نمبر۱۔ لوح عقل۔ نمبر۲۔ لوحِ مقدر۔ نمبر۳۔ لوحِ قدر۔ نمبر۴۔ لوحِ محفوظ۔ یہ سب تو عرش اعظم پر ہیں مگر قلب مومن سینۂ زاہدین رب تعالیٰ کے اُم کتاب ہیں اہلِ ظاہر کا سینہ صفا لوحِ صوری ہے اور اہلِ باطن کا سینہ مذکیٰ لوحِ معنوی ہے۔ ان کے واردات میں تغیر و تبدل کو محو و اثبات کہا جاتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ محو ہے اور اِلَّا اللّٰہُ اثبات ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اُم الکتاب ہے۔ بعض نے فرمایا کہ مظلوم کی بد دعا سے رب محو فرماتا ہے اور محسن کی دعا سے یُثْبِتُ۔ اپنی بخشش ثابت فرماتا ہے۔ اے معرفت الٰہیہ کے خزانے لٹانے والے نبی حبیب تم کو مکاشفہ مشاہدۂ اسرار کے وہ بعض غیوب ہم نے دکھا دیئے۔ اور آئندہ کے ہونے

والے عذاب ثواب عقاب۔ عتاب کا مظاہرہ کرا دیا۔ یا کچھ اور بھی دکھائیں گے جن کے ازل سے ہم نے
مدد فرمائے یا بعد حیات دنیوی بھی آپ کا مکاشفہ مشاہدہ باقی رکھیں اے نبی اور تا قیامت نبی کے
غلاموں زمین و آسمان کے کونے کونے میں ہمارے نام کے ڈنکے بجانا اور شریعت کے میدانوں طریقت کے
ٹیلیوں معرفت کی چوٹیوں حقیقت کے مناروں پر اسم الٰہی کی تبلیغ تم پر ہے۔ اور انکار و اقرار۔ سعادت شقاوت
کا حساب ہم پر ہے۔ کس نے اس عالم ناسوتی میں کس طرح لمحات حیات گذارے اس کا پورا پورا حساب کتاب
ہم نے لینا ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد
و علی آلہ و اصحابہ و سلم۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ

کیا نہیں جانا انہوں نے کہ بیشک ہم لا رہے ہیں زمین کو کم کرتے ہیں ہم سے

کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ ہم ہر طرف سے اُن کی آبادی گھٹاتے

اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ

ہر طرف اُس کو اور اللہ قانون بناتا ہے کہ نہیں ہے پیچھے ڈالنے والا کو حکم اُس کے

آ رہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے اس کا حکم پیچھے ڈالنے والا کوئی نہیں

وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ

اور جلدی حساب لینے والا ہے۔ اور بیشک مکر کیا انہوں نے

اور اُسے حساب لیتے دیر نہیں لگتی اور اُن سے اگلے فریب

مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا

جو سے پہلے ہیں اُن کے۔ تو لیے اللہ کے تدبیر ہے تمام۔ وہ جانتا ہے کہ کیا

کر چکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے جانتا ہے جو کچھ

تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ

عمل کرتا ہے ہر نفس اور عنقریب جان لیں گے کافر، لئے کس کے

کوئی جان کمائے اور اب جاننا چاہتے ہیں کافر کہ کسے ملتا ہے

عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ

ہے اچھا انجام ۔ اور کہتے ہیں وہ جو کافر ہوئے نہیں ہیں آپ

پچھلا گھر ۔ اور کافر کہتے ہیں تم رسول

مُرْسَلًا ۗ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ

رسول تم فرما دو ۔ کافی ہے اللہ کی گواہی درمیان میرے اور

نہیں تم فرماؤ اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور

بَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۱

درمیان تمہارے اور اُن کے ۔ پاس ہے جس کے علم کتاب کا

تم میں اور جسے کتاب کا علم ہے ۔

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے ۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اے محبوب آپ کے ذمے صرف تبلیغ اور منانا ہے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا حساب کتاب ہمارے ذمے ہے ۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ ہماری بارگاہ میں نہ بھول ہے کہ کسی کا حساب پیچھے چھوڑ دیں نہ سستی ہے کہ خواہ مخواہ دیر لگائیں بلکہ اللہ جلدی حساب لینے والا ہے ۔ دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر ہے اپنے وقت پر وہ ختم ہو جانے کی ۔ ان آیات پاک میں بتایا جا رہا ہے کہ ہم دن بدن زمین کی چیزوں اور آبادیوں کو گھٹاتے چلے آ رہے ہیں جس سے بے ثباتیٔ دنیا اور قرب قیامت کا پتہ چلتا ہے کیا یہ کافر غور نہیں کرتے ۔

تعلق۔ پچھلی آیات میں نا سمجھ اور کم عقل مومنوں کو کفار کی اتباع سے روکا گیا تھا کہ علم حاصل کر کے دشمنوں سے بچو۔ اب یہاں کفار کے مکر و فریب کا ذکر ہو رہا ہے کہ کفار کا پرانا طریقہ ہے فریب کاری سے بھولے مسلمانوں کو ورغلانا مگر ہمارے سمجھدار بندے سب جانتے ہیں کہ رب تعالیٰ ہی کے قبضے میں ان کے سارے فریب ہیں

تفسیر نحوی

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۔ وَاللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَهُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ہمزہ سوالیہ استفہام انکاری کے لیے اس کے بعد ایک جملہ ینکرون مَاوَعدْنَا هُم پوشیدہ اور معطوف علیہ بن رہا ہے۔ واؤ عاطفہ لَمْ یَرَوْا فعل نفی مجد بلم مضارع بمعنیٰ ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب رأیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ دیکھنا متعدی ہوتا ہے اَنَّا دراصل تھا اَنَّ نَا۔ متصل ہے حرف تحقیق اور ضمیر جمع متکلم یہ ضمیر اسم اَنَّ ہے اور جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہوگا لَمْ یَرَوا کا۔ درمیان کلام میں ہے اس لیے اَنَّ آیا۔ نَاْتِیْ فعل مضارع معروف صیغہ جمع متکلم باب ضرب سے ہے۔ اَتْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آنا۔ لانا۔ لاتے رہنا۔ یہاں آخری معنیٰ مراد ہے۔ اور ارادہ میں لانے کے معنیٰ میں ہے۔ الْاَرْض۔ الف لام عہد خارجی ارض سے مراد علاقہ بحالت زبر ہے مفعول بہ ہے نَاْتِیْ کا نَنْقُصُ فعل مضارع صیغہ جمع متکلم نَقْصٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ کم کرنا۔ گھٹانا۔ باب نصر سے ہے استمراری معنیٰ میں ہے۔ یعنی گھٹاتے رہنا۔ ھَا ضمیر منصوب متصل مِنْ جارہ تبعیضیہ اطراف جمع ہے طرف کی بمعنیٰ حصہ جز ایک طرف ہونا۔ کنارہ یہاں یہی آخری معنیٰ مراد ہیں ھا ضمیر کا مرجع ارض ہے بحالت جر ہے۔ واؤ سر جملہ اللّٰہ اسم معرفہ مفرد بحالت رفع ہے مبتدا ہے یَحْكُمُ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ھُوَ ضمیر پوشیدہ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے حُکْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ فیصلہ کرنا۔ معطوف علیہ ہے۔ لَا حرف عطف یا لا نفی جنس۔ مُعَقِّبَ اسم فاعل باب تفعیل سے ہے اس کا مصدر ہے تَعْقِیْبٌ۔ عَقَبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیچھے کرنا۔ رد کرنا۔ ہٹانا بدلنا۔ مٹانا۔ یہاں سب معنیٰ بن سکتے ہیں لام جارہ مفعولیت کا حکم اسم مفرد نکرہ مختصر بمعنیٰ فیصلہ۔ تالوان۔ بات۔ ہ ضمیر مجرور متصل واحد مذکر کا مرجع اللہ ہے۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے مُعَقِّبَ کا۔ اور مُعَقِّبَ بحالت فتح پہلی صورت میں یہ جملہ اسمیہ معطوف ہے یَحْكُمُ کا اور دوسری صورت جب کہ لا نفی جنس ہو تو مُعَقِّبَ اسم لا ہے اور خبر پوشیدہ آخر میں مَوْجُوْدٌ۔ مُعَقِّبَ کی تنوین سے مانع پہلی صورت میں نفی کے عطف کی وجہ سے بوجہ مشابہت فعل اور دوسری صورت میں اسم لا کی وجہ سے۔ واؤ سر جملہ ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ سَرِیْعُ۔ اسم صفت مشبہ بر وزن فعیل بمعنیٰ اسم فاعل باب کرم سے ہے سُرْعٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ جلدی کرنا۔ تیز کرنا۔ یہاں سب معنیٰ بن سکتے ہیں

بحالت رفع ہے کیونکہ خبر ہے ھُوَ مبتدا کی۔ تنوین سے مانع مضاف ہونا ہے الحساب۔ الف لام عہد ذہنی یا استغراقی ہے۔ حساب مصدر ہے بروزن فعال اس سے ثلاثی مجرد شاذ کا پہلا باب حسب یحسب ہے حسیب اس کا مادہ ہے بمعنی بدلا دینا۔ بدلا لینا۔ گذشتہ زندگی کی تفتیش کرنا۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے سریع کا۔ دو خبر ہے مبتدا کی۔ وَقَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلِلّٰهِ الۡمَكۡرُ جَمِيۡعًا ۔ يَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ ؕ وَسَيَعۡلَمُ الۡكُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَى الدَّارِ ۔ واؤ سرعلیہ قد مکر فعل ماضی قریب ہے۔ واحد مذکر غائب باب نصر سے ہے مکرؔ سے بنا ہے۔ بمعنی خفیہ تدبیر کرنا۔ فریب دینا۔ چال بازی کرنا۔ دھوکا دینا۔ یہاں آخری دو معنی بن سکتے ہیں۔ اس کا فاعل الَّذِيۡنَ اسم موصول جمع مذکر ظاہر اسم ہے اس لیے فعل عامل مکرر واحد ہوا مِنۡ زائدہ برائے تاکید۔ قبل اسم ظرف مجرور ہے مضاف ہے اسم جامد ہے بمعنی پہلے۔ ہونا مقدم ہونا پہلے ہونا چار قسم کا ہوتا ہے۔

نمبر ۱۔ تقدم زمانی (وقتی) نمبر ۲۔ تقدم مکانی۔ نمبر ۳۔ تقدم رُتبی یعنی درجے اور بزرگی کا تقدم۔ نمبر ۴۔ تقدم تحریری۔ یہاں تقدم زمانی ہی مراد ہے۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع لم یزدا۔ والے موجودہ کافر ہیں ف حرف استیناف ہے یا زائدہ۔ لام جارہ ملکیت کا اللہ اسم ذاتی معرفہ ہے بحالت کسرہ ہے جار و مجرور متعلق ثابتٌ پوشیدہ اسم فاعل کا۔ المکرُ۔ الف لام استغراقی بمعنی اکٹھا ہونا۔ سب ہونا۔ سارے کا سارا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ یَعۡلَمُ۔ فعل مضارع معروف اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے علمؔ سے مشتق ہے۔ بمعنی جاننا۔ واقف ہونا۔ مَا اسم موصول بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے تکسبُ فعل مضارع واحد مونث غائب کا صیغہ۔ کُلُّ اسم تاکیدی جامد واحد لفظی جمع معنوی برائے استغراق ہے۔ مضاف ہے اس لیے تنوین نہیں آئی نفسٍ اسم مفرد نکرہ غیر معیّن لفظاً مونث ہے اس لیے تکسبُ مونث ہوا باب ضرب سے ہے اور کسبٌ سے بنا ہے بمعنی کام کرنا۔ اعمال قلبی یا لسانی یا جوارح کرنا۔ واؤ سرعلیہ س حرف تقریب ہے صرف مضارع کے ساتھ اول میں لگتا ہے اور مضارع کو مستقبل کے لیے معیّن کر دیتا ہے۔ حال کا معنےٰ نہیں رہنے دیتا۔ اسی لیے اس کو حرف توسیع اور حرف تنفیس بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ مضارع کو حال کی تنگی سے ہٹا کر مستقبل کے وسیع زمانے سے خاص کر دیتا ہے یہاں تاکید کے لیے ہے۔ یَعۡلَمُ فعل مضارع واحد مذکر غائب علمؔ سے مشتق ہے جاننا سمجھ جانا آنکھوں سے دیکھ لینا۔ پتہ چل جانا۔ یہاں سب معنی بن سکتے تنبیہ و جھڑک کے لیے ہے اس کا فاعل اسم ظاہر الۡكُفّٰرُ ہے۔ الف لام استغراقی کفارُ اسم جمع مکسر ہے۔ اس کی واحد کافر ہے کفرؔ سے بنا ہے بمعنی شرک کرنا۔ لِمَنۡ۔ لام جارہ نفع کا بھی ہو سکتا ہے ملکیت کا بھی مَنۡ اسم موصول واحد غیر معیّن کے لیے۔ بنا ہے یہاں سوالیہ ہے یعنی کون۔ (کس) مَنۡ نہ رہا ترجمہ کا

ہے جو۔ جار و مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ یا ثَابِتٌ پوشیدہ کے عُقْبَی اسم تفضیل مؤنث ہے اس کا مذکر اَعْقَبُ ہے یہ غیر منصرف ہے عُقْبَی بروزن دُنیا اسم مقصور ہے عَقْبٌ سے بنا ہے۔ بمعنی بہت پیچھے ہونے والی آخر آنے والی ۔مراد ہے آخرت ۔الدار۔ الف لام عہدی ہے دار اسم مفرد نکرہ مخصوصہ معرف باللام ہوا مراد ہے گھر ۔ بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے عُقْبَی مرفوع مضاف کا ۔اور مرکب اضافی فاعل ہے پوشیدہ کا خیال رہے کہ عُقْبَی الدار اور عاقبت جنت کا لقب ہے اور عُقْبَی النَّار جہنم کا لقب ہے وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔ واؤ سے جملہ یَقُوْلُ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب ۔ بمعنی حال قَوْلٌ سے بنا ہے بمعنی کہنا ۔زبان سے بولنا۔ باب نصر ہے اس کا فاعل اَلَّذِیْنَ موصول جمع مذکر بحالت رفع اسم ظاہر ہے اس لیے یَقُوْلُ واحد آیا ۔ کَفَرُوْا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب ۔کُفْرٌ سے مشتق ہے بمعنی شرک کرنا۔ یہ کَفَرُوْا اپنے فاعل ھُمْ ضمیر مستتر سے مل کر صلہ ہوا اور موصول صلہ فاعل ہے یَقُوْلُ کا ۔لَسْتَ فعل ناقصہ ماضی مطلق ہے صیغہ واحد مذکر حاضر اس کا اسم اَنْتَ ضمیر مستتر ۔اس کا پہلا صیغہ لَیْسَ ہے فعل منفی ہے ۔مُرْسَلًا ۔اسم مفعول باب افعال سے ہے صیغہ واحد مذکر ہے بمعنی بھیجا ہوا ۔رَسْلٌ سے مشتق ہے ۔اس کا مصدر ہے ارسال ۔ اصطلاح شریعت میں صاحب کتاب نبی کو مرسل کہا جاتا ہے۔ بحالت نصب ہے خبر ہے لَسْتَ کی یہ جملہ فعلیہ ناقصہ مقولہ ہے یَقُوْلُ کا قُلْ فعل امر حاضر واحد مذکر قَوْلٌ اجوف واوی سے بنا ہے خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ۔کَفٰی فعل ماضی معروف یہ سب اگلی عبارت مقولہ ہے قُلْ کا باب ضَرَبَ سے ہے کَفْیٌ سے بنا ہے بمعنی کافی ہونا والی ہونا اگر کفی پہلے معنی میں ہو تو اس کے فاعل پر بِ جارہ خوبصورتی اور اظہارِ عظمت کے لیے آجاتی ہے کہ کفایت الٰہیہ عظیم چیز ہے ۔ جیسے یہاں ہے اگر کفی فعل کا فاعل اللہ ہے بِ جارہ تزئین کے لیے زائدہ ہے اور لفظ اللہ ظاہرًا بحالت کسرہ ہے مگر اعراب حکائی اور باطنی میں بحالتِ رفع اور اگر کفی بمعنی وفی ہو (پورا کرنا) تو اس کے فاعل پر بِ جارہ نہیں آسکتی ۔ایک قول میں فاعل پر کبھی بِ جارہ نہیں آ سکتی اور یہاں کفی کا فاعل باللہ نہیں بلکہ اَلْکِفَاءُ مصدر ہے اور باللہ جار و مجرور اس کا متعلق ہے ۔اَلْکِفَاءُ حذف ہوا کفی کے قرینے اور باللہ کی علامت کی وجہ سے ۔ شَهِيْدًا اسم صفت مشبہ بروزن فعیل بمعنی شاہدًا اسم فاعل ترجمہ ہے گواہ شُهُوْدٌ سے مشتق ہے ۔بمعنی مشاہدہ کرنے والا بحالتِ نصب ہے کیونکہ تمیز ہے لفظ اللہ کی بَيْنِيْ مرکب اضافی ہے بَيْنَ اسم ظرف مضاف ہے اور ی ضمیر متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے ۔ واؤ عاطفہ ہو کر ظرف ہوا کفی فعل کا ۔ واؤ ۔عاطفہ ۔عطف ہے مَنْ اسم موصولہ کا باللہ پر ۔عِنْدَ اسم ظرف مکانی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل مظروف اور مضاف الیہ ہے اس کا مرجع مَنْ ہے ۔یہ مرکب اضافی ظرف

ہے ثابتٌ یا موجودٌ پوشیدہ کا ثابتٌ یا موجودٌ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا۔ اور موصول صلہ مبتدا ہوا علم۔ مصدر اور اسم جامد حاصل مصدر۔ بحالت رفع کیونکہ خبر ہے مبتدا کی الکتاب۔ الف لام عہد خارجی کتاب بمعنی مکتوب۔ مضاف الیہ ہے علم کا۔

تفسیر عالمانہ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا وَاللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَهُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ اے پیارے نبی کیا ان کفارِ مکہ نے یہ محسوس نہیں کر لیا کہ ہم مالک کائنات کفر کی حکومتوں کو اور علاقہ سلطنت کو اس طرح پیلا رہے ہیں کہ دن بدن کم کر رہے ہیں ان کے اطراف سے یا اس طرح کہ ان کے گراوکر سردار قتل وغیرہ سے مر رہے ہیں یا اس طرح کہ ان کی زمینیں مسلمان غازی مجاہد فتح کر رہے ہیں اسلامی سلطنت بڑھتی جا رہی ہے یا اس طرح کہ کافر عام اسلام قبول کرتے جا رہے ہیں جس سے کفر کا زور ٹوٹتا جا رہا ہے اور مسلمانوں میں قوت آ رہی ہے۔ سرداران کفر ذلیل ہو رہے ہیں مسلمانوں کی عزتیں بلند ہو رہی ہیں یا اس طرح کہ ان کے مال برباد ان کی کھیتیاں اجڑ اور ان کے باغ ویران ہو رہے ہیں برکتیں ختم ہو رہی ہے غربتیں اور تنگدستیاں آ رہی ہیں کیا اب بھی کسی آیت آسمانی کا مطالبہ اور انتظار کریں گے کیا یہ ذلت آمیز زندگی ان کے لیے عبرت کا سامان نہیں۔ اور کیا ان ہی فتوحات اسلامیہ اور غلبہ صحابہ مومنین سے صداقت اسلام اور بطلان شرک و بت پرستی ثابت نہیں ہوتی اب مزید نشانی کی کیا حاجت ہے اطراف سے مراد زمین کے کنارے بھی ہیں۔ امیر لوگ علما اور مذہبی رہنما بھی ہیں۔ اور مال و دولت بھی ہے۔ کیونکہ طرف کا ترجمہ ہے کنارہ اور کنارہ وہ ہوتا ہے کہ آنے جانے میں جس کی طرف رخ کیا جائے جس کی ہر حال حاجت ہو۔ اسی معنی میں دنیوی اعتبار سے امرا اور سرداروں کی طرف۔ دینی مذہبی اعتبار میں علما اور مذہبی پیشواؤں کی طرف۔ مشکلات میں مال و دولت کی طرف آنا جانا لوٹنا متوجہ ہونا ہوتا ہے اس لیے ان کو بھی اطراف کہا جاتا ہے۔ اس میں ان کفار کا ذکر ہے جنہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمانی نشانیوں اور غیب کی پیشگوئیوں کا مطالبہ کیا تھا۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ تم سے کہا گیا تھا کہ تم کو ذلت بربادی اور شکست نصیب ہو گی اور مسلمانوں کو عزت و فتح نصیب بتاؤ ایسا ہی ہوا کہ نہیں کیا یہ غیبی خبر آسمانی آیت نہیں۔ اللہ کے فیصلہ کو۔ کوئی روکنے رد کرنے۔ لوٹانے مٹانے والا نہیں وہ جو چاہتا ہے فیصلہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا اس نے کفار کو ذلیل اور مسلمانوں کو عزت دینے کا فیصلہ فرما لیا ہے۔ اس فیصلہ کو توڑنے کے لیے کفار کتنا ہی زور لگائیں لشکر بنائیں قتل و غارت کریں مال و دولت خرچ کریں پنڈت پادری اپنا زور بیان اور اثر و رسوخ استعمال کر کے قوموں میں انتقام کی آگ بڑھکا دیں مگر پھر بھی سب برباد و بیکار ہے اللہ کا فیصلہ نہ ٹلنے والا ہے کیونکہ اللہ جل مجدہٗ بہت جلدی حساب لینے والا ہے دنیا میں بذریعہ جہاد انتقام سے

اور آخرت میں بذریعہ ملائکہ حشر و نشر کے حساب اور عذاب ۔ خیال رہے کہ چار قوموں سے دنیا آباد ہے اور ان ہی چار قوموں سے دنیا برباد اور ویران ہے ۔

نمبر ۱۔ عالم حق گو باعمل ۔ نمبر ۲۔ زاہد بے ریا ۔ نمبر ۳۔ ایماندار تاجر ۔ نمبر ۴۔ غازی مجاہد ۔ عالم باعمل ۔ وارث انبیاء ہیں ۔ زاہد بے ریا اولیاء اللہ زمین کے ستون ہیں تاجر ایمان دار ۔ اللہ کے امین ہیں سپاہی مجاہد اللہ کا لشکر ہیں ۔ ان ہی کے دم سے زمین آباد ہے ۔ جب علماء اٹھ جائیں گے فوت ہو جائیں گے اور جاہل مقررین خطیب مفتی بن جائیں گے تو زمین کی بربادی اور نقصان اطراف ہے ۔ اسی طرح بے عمل ابن الوقت عالم ۔ ریاکار زاہد پیٹ پرستی کے لیے مریدوں میں دورے کرنے والا پیر ۔ بد دیانت ملاوٹ خور ذخیرہ اندوز تاجر ۔ ملک و مال گیری کے لیے جہاد کرنے والے مجاہد اور لشکری فوجی ۔ یہ لوگ دنیا کی بربادی اور ویرانی کا سبب ہیں وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۔ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّا

اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ان کفار مکہ یا یہود مدینہ نے کوئی انوکھی یا زیادہ سخت مکاریاں فریب کاریاں نہیں کی ہیں ان سے پہلے زمانوں کے کافر بھی انبیاء کرام کے مقابلے میں بڑی بڑی مکاریاں کرتے رہے جب وہ ہمارے انبیاء عظام رسولان کرام کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو یہ تو بالکل ہی کمزور ہیں اُن کی مکاریاں اور ان کی مکاریاں بھی سب رب کے قبضے میں ہیں ۔ ہزار تدبیریں کریں لاکھوں داؤں پھیلائیں ۔ کتنی ہی خفیہ چالیں چلیں مگر سب کی سب کمزور ہیں ۔ تدبیر کا نشانہ اور مخالفت کا تیر جب دشمن کو لگ جائے تو وہ تدبیر کہلاتی ہے ۔ اُس کو کامیاب چال کہا جائے گا ۔ لیکن جب مخالف کو وہ تیر نہ لگے اور چلانے والے کا تیر ضائع جائے تو وہ مکر ہے ۔ کافر لوگ مسلمانوں کے خلاف بہت چال بازیاں فریب کاریاں کرتے ہیں مگر اللہ جانتا ہے ہر شخص کو کہ وہ کیا کرتا ہے ۔ اور مسلمانوں کو آگاہ فرما دیتا ہے ۔ مسلمانوں کو بچا لیتا ہے کفر ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے اس لیے ان کی ہر تدبیر کو مکر کہا گیا ہے ۔ ہاں البتہ جب اللہ تعالیٰ کسی طریقے سے کافروں بے دینوں کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو کر ہی دیتا ہے کوئی کافر اُس کے تیر قضا سے بچ نہیں سکتا لہٰذا باری تعالیٰ کے ہر فعل کو تدبیر کہا جاتا ہے ۔ اور کافر کے ہر فعل کو مکر ۔ نامعلوم یعنی خفیہ طریقے سے کسی کو اچھا یا برا بدلہ دینا ۔ برائی یا نیکی اُس کو تدبیر کہتے ہیں ظاہر ظہور بدلہ دینا اُس کو قانون کہتے ہیں ۔ صرف دشمنی کی بنا پر تکلیف پہنچا دینا اس کو فریب کہتے ہیں ۔ اور پہنچانے کی کوشش کرنا پہنچا نہ سکتا اس کو مکر کہتے ہیں ۔ لہٰذا دنیا میں کسی کو گناہوں کی سزا جزا ملنا قانون نہیں تدبیر ہے ۔ آخرت کی سزا جزا قانون ہے ۔ یا یہ مطلب ہے کہ خیر و شر کا خالق اللہ ہی ہے تمام مکر بھی اُسی کی مخلوق ہے ۔ جسے چاہے اُس سے نقصان پہنچنے دے جسے چاہے نہ پہنچنے دے یہ کہ اور دیگر تو صرف مظہر ہیں اور ذریعہ مصدر ہیں ۔ جیسے کمان ۔ اور بندوق صرف گولی و تیر کے مظہر و مخرج و مصدر ہیں گولی و تیر کو

نشانہ پر لگانا ان کا کام نہیں ۔ اسی طرح کفار مکہ کے فقط مخرج ہیں بلکہ چونکہ مخرج بننے میں ان کو اختیار دیا گیا اور گناہ کا مخرج بنا وہ مظہر ہونا بھی گناہ اس لیے اس کے قبضہ و قدرت میں ہے کہ ان کو اس اختیار کے ناجائز استعمال پر سزا دے ۔ اور ایمان والوں کو بچائے ۔ اس کا ثبوت اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ذاتِ پاک باری تعالیٰ ہر وقت ہر جگہ ہر شخص کے عمل کو جانتا ہے جو بھی وہ اچھا یا برا عمل کرے ۔ یہ تو دنیا کی چند روزہ زندگی ہے جس کو محسوس نہیں کرتے نیک و بد کی تمیز نہیں ۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ مست و خوش و خرم پھر رہا ہے ۔ اور معیار صداقت دنیوی جاہ جلال کو سمجھ بیٹھے ہیں ۔ مگر اس دنیا کے خاتمے پر میدانِ محشر میں کافر لوگ جان جائیں گے کہ کس کے لیے ہے آخرت کا اچھا گھر کفار کا خاص کر اس لیے ذکر کیا کہ اگرچہ ظاہری آنکھوں سے تو سب ہی مومن و کافر وہاں ہی دیکھیں گے ۔ لیکن مفید ہے ۔ یقین اور ایمان کے طریقے سے مومن مسلمان یہاں بھی جانتے ہیں کہ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ کس کے لیے ہے ۔ آخرت کا اچھا گھر ۔ اور یہاں کافر بھی جانتے تو ہیں مگر عقل و شعور سے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ اے پیارے نبی یہ کافر یہود و مدینہ کہتے پھرتے ہیں کہ آپ نہیں ہیں مرسل یعنی صاحب کتاب یا رسول یعنی صاحب شریعت یا آپ کی کے نبوت کے منکر ہیں ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار یا قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا انکار مراد ہے یا اسلامی قانون اور شریعت کے خدائی قانون ہونے کا انکار مراد ہے یا سرے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا انکار مراد ہے ۔ مگر در پردہ تینوں انکار ہیں ۔ اس لیے نَبِيًّا ۔ رَسُولًا نہیں فرمایا ۔ بلکہ مُرْسَلًا فرمایا جو جامع کمالات لقب ہے ۔ ان آیات کے سب فعل مضارع اگر بمعنی حال ہوں تو ان کا قول درست ہے جنہوں نے فرمایا کہ سورت رعد کی یہ آیت مدنی ہیں باقی آیات مکی ہیں ۔ اور اگر یہ سب مضارع بمعنی مستقبل ہوں تو یہ آیات بھی مکی ماننی پڑے گی اور ان کا قول درست متصور ہوگا جنہوں نے کہا کہ سب سورتِ رعد مکی ہے اور گویا یہ آیت غیبی پیشین گوئی ہے ۔ ترجیح پہلی بات کو ہے ۔ اس قول کا قائل عبداللہ بن ابی اور رؤساء یہود مدینہ تھے اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب اپنے حبیب ہی کی زبان سے کہلوایا کہ فرما دو کافی ہے گواہی یا تائید یا تسلی یا تقویت ۔ اللہ تعالیٰ کی شہادت کے طریقہ سے میرے اور تمہارے درمیان ۔ گواہی چار قسم کی ہوتی ۔

نمبر ا ۔ قولی گواہی کہ کوئی کہدے کہ یہ شخص ایسا ہے ۔ نمبر ۲ ۔ فعلی گواہی ۔ خود مدعی ہیں ایسے نشانات و علامات ہوں جو بتا دیں کہ دعویٰ درست ہے جیسے انبیاء کرام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامات ۔ یہ گواہی پہلی گواہی سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے ۔ نمبر ۳ ۔ اپنوں کی گواہی ۔ نمبر ۴ ۔ غیروں کی گواہی یہ گواہی اپنوں کی گواہی سے مضبوط ہوتی ہے ان آیات کا طرزِ بیان شاہد ہے کہ چاروں قسم کی گواہیاں حاصل ہو جاتی ہیں ۔ پہلی گواہی رب تعالیٰ کی قولی گواہی جو [illegible] سے [illegible] دوسری گواہی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بیشمار معجزات عطا فرما دئے ۔

تیسری گواہی مَنْ عِنْدَهٗ سے ثابت ہوئی۔ اس میں مفسرین ورادیان کا اختلاف ہے کہ مَنْ سے کون لوگ مراد ہیں اور کتاب سے کونسی کتاب مراد ہے۔ پہلا قول۔ مَنْ سے مراد اللہ تعالیٰ اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اور ترجمہ اس طرح ہوگا کہ کافی ہے مجھ کو اللہ ایسا گواہ جس کے پاس لوح محفوظ کا علم ہے۔ مگر نحوی قانون سے یہ تفسیر درست نہیں کیونکہ اس معنیٰ میں مَنْ موصولہ صفت ہوگی اللہ کی حالانکہ قانونِ نحو میں موصوف کا عطف صفت پر جائز نہیں۔ اگر یہ مطلب ہوتا تو واؤ عاطفہ نہ آتی۔ دوسرا قول۔ مَنْ سے مراد خلفاء راشدین اور کتاب سے مراد قرآن مجید۔ تیسرا قول مَنْ سے مراد نو مسلم علماء یہود یعنی عبداللہ بن سلام۔ کعب احبار تمیم داری۔ سلمان فارسی۔ اور کتاب سے مراد توریت زبور انجیل۔ مگر یہ تفسیر اُسی صورت میں درست ہے جب ان آیات کو مدنی مانا جائے کیونکہ یہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعد ہجرت مسلمان ہوئے۔ چوتھا قول۔ مَنْ سے غیر مسلم اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے راہب پادری مراد ہیں اور کتاب سے مراد توریت وانجیل ہے اور روئے سخن کفار مکہ کی طرف ہے۔ یہ اُن کا قول ہے جو ان آیات کو بھی مکی مانتے ہیں۔ مگر صحیح راجح قول پہلا ہے۔ مکی مدنی ہونے میں اختلاف بعد کی پیدا وار ہے ورنہ کوئی روایت ایسی نہیں جو ان آیت کو مکی فرمائے۔ واللہُ اَعلم بالصواب۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا کی زندگی میں خوش ہونے کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ غلامی مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا مل جائے اور اس غلامی کے طفیل دینی دنیوی جو مقام و مرتبہ بھی مل جائے قابل فخر ہے دیکھو ان آیات میں مسلمانوں کی فتوحات۔ امیرانہ زندگی باغ و بہار۔ عیش و عشرت کو اسلام کی حقانیت کی دلیل بنایا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہی مال و دولت۔ عیش و عشرت جب دامن نبی سے ہٹ کر ملتا ہے تو حسرت کا سامان اور ذلیل بنادیا جاتا ہے بلکہ مسلمانوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ ان کے مال و دولت کی طرف مت دیکھو یہ ان کی حقانیت کی دلیل نہیں۔ ثابت ہوا کہ حقانیت و صداقت صرف اتباعِ مصطفیٰ میں ہے۔ دوسرا فائدہ۔ دنیوی زندگی میں سب سے بڑی نعمت علم ربانی کا ملنا ہے دیکھو رب تعالیٰ نے اپنی گواہی کے ساتھ علماء کی گواہی کو رکھا۔ دوسرے یہ کہ علم سے نبوت کو بھی فائدہ پہنچ جاتا ہے کیونکہ گواہ سے مدعی کو فائدہ ہے حالانکہ دنیا کی کوئی چیز نبوت کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی بلکہ نبی اور نبوت سے عالم کو فائدہ ہے۔ تیسرا فائدہ۔ نبی پاک اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے مومن بھی قبر حشر نشر کے حالات اور انجام سے خبردار ہیں بے علم اور بے خبر وہی ہے جو دروازۂ مصطفےٰ سے دور ہے۔ دیکھو یہاں سیعلم کا تعلق کفار سے ہے نہ کہ مسلمانوں سے۔

احکام القرآن

اِن آیات سے چند مسئلے مستنبط ہوئے۔
پہلا مسئلہ۔ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا گواہ خود اللہ تعالیٰ ہے ۔ اور گواہی کیا ہے۔ آپ کے معجزات کمالات۔ علم غیب۔ نورانیت۔ وغیرہ تو جو حضور اقدس کے معجزات و کمالات کو نہ مانے وہ بے دین ہے اور ماننا واجب ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ یہ کہ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے نبی ہیں کیونکہ کفیٰ باللہ اور عقبیٰ الدار سے انتہا کا ہی اشارہ مل رہا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ جب اللہ ہی کے قبضے میں سارے مکر ہیں تو مکار کو مکر کی سزا کیوں۔
جواب۔ اس کا جواب تفسیر میں دیا کہ اختیار اعمال بندے کو دیا گیا۔ اس اختیار کو ناجائز استعمال کرنے پر بندے کو سزا ہے۔ دوسرا اعتراض۔ علماء صوفیا فرماتے ہیں کہ جلدی کرنا شیطان کا کام ہے مگر یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ جلدی حساب لینے والا ہے۔
جواب۔ اوّلاً تو یہ ہی یقین نہیں کہ سُرعت کے معنیٰ جلدی کرنا ہے۔ کیونکہ لغوی لحاظ سے سرعت کے معنےٰ یقینی ہونا بھی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ یقینی حساب لینے والا ہے۔ اور سُرعت کے معنیٰ قابو میں رکھنا بھی ہے یعنی اللہ تعالیٰ قابو میں رکھنے والا ہے۔ ان معنیٰ کے اعتبار سے اعتراض باقی نہ رہا۔ ثانیاً اگر جلدی کرنا ہی معنیٰ کیے جائیں تو جلدی کی دو قسمیں ہیں ایک عجلت یہ منع ہے جس کو جلد بازی کہا جاتا ہے یعنی حصول و طلب اور ابتدا کی جلدی یہ بندے کے لیے منع۔ دوم سُرعت یعنی جلدی بنانا یہ جائز ہے۔ تیسرا اعتراض۔ رب فرماتا ہے ہر مکر اللہ کے قبضہ او اختیار میں ہے پھر تم لوگ اولیاء اللہ کو نفع نقصان پہنچانے والا حاجت روا مشکل کشا کیوں مانتے ہو۔ (وہابی دیوبندی)۔
جواب۔ یہاں نقصان وہ چیز یعنی مکر کا ذکر ہے اور پھر کفار کا ذکر ہے۔ لیکن اسلامی عقیدہ اہلسنت کا اولیا کے نفع کے متعلق ہے جو قرآن و حدیث میں بہت جگہ ثابت ہے یہاں نقصان کی نفی کا اشارہ ہے لیکن ہم اولیاء اللہ کے نفع پہنچانے کے قائل ہیں۔ نہ کہ نقصان کے۔

تفسیر صوفیانہ

دنیا کے گرداب ہلاکت میں میٹھی نیند سونے والوں نے کیا ابھی نہیں دیکھا کہ ہم خالق اجسادِ عالم دن بدن ان کی جسمانی زمینوں یعنی قالب کی ظاہری باطنی قوتوں کو گھٹاتے ہیں۔ بچپن کے بعد جوانی تک عروج کی منزلیں ہیں یہ تو ہوش کا وقت تمام خرمستیوں میں گزار دیا۔ پھر ہر قوت کو فنا اور ہر منزل کو دوری ہے۔ اور اے نفس امارہ کیا تو نے نہ جانا کہ ہم راہِ سلوک کے مسافروں مجاہدوں کے ذریعے تیری شیطانی لذات کی ملاقاتی زمین کم کرتے جا رہے ہیں۔ اور نفس مطمئنہ کی سلطنت کو وسعت بخش رہے ہیں

اور اللہ کا ازلی فیصلہ ہے وہ جیسا چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے کوئی سرکشی قوت اُس کے جبروتی حکم کو پھیر نہیں سکتی ۔ جوانی کی جنونی لاأبالیاں پہلے سے ہی کئے مکر و فریب سے بڑھاپے کو دھوکہ دیتے چلے آرہے ہیں اور سمجھنے سمجھانے کی یہی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ ابھی جوانی کی بہت وسیع سلطنت ہے ۔ مگر یہ ساری باگ دوڑ تو ہمارے قبضے میں ہے ۔ نفس و نفسانی لوگ اپنے جسم و اعضا کے ساتھ جو کچھ مکاریاں کر رہے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ اللہ سب کو جانتا ہے ۔ اور جب اچانک موت کا نقارہ بج جائے گا ۔ جو نہ بچے کو دیکھے نہ جوان و بوڑھے کو چھوڑے تو پھر معلوم ہوگا کہ نفس امارہ کامیاب ہے یا نفس مطمئنہ ۔ شیطانی بندے کامیاب ہیں یا رحمانی ۔ شیطان کے پھندے میں جکڑے ہوئے قرین شیطانی تو اسے پیارے نبی آپ کی شان و قوت ۔ سلطنت و شہنشاہی کا انکار ہی کرتے رہتے ہیں وہ تو اپنے جیسا بشر ہی سمجھتے رہیں گے ۔ اُن کو کیا معلوم کہ قلب مومن میں چمکنے دمکنے والا حاضر ناظر نور یہی محمد مصطفیٰ ہے ۔ آپ کو قوتیں طاقتیں اختیارات دینے والا رب تعالیٰ آپ کو کافی ہے ۔ اور وہ سینہ اولیا و قلوب اصفیا اور عقولِ علماء آپ کے لیے کافی گواہ ہیں جن کے سینہ و قلب و دماغ میں نورِ معرفت اور اسرارِ الٰہیہ کی کتابوں کے علمی خزانے موجود ہیں ۔

سورۃ رعد کے کچھ فضائل و فوائد :-

مشائخ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر روز رات کو ایک دفعہ سورت رعد کی تلاوت کرتا رہے انشاء اللہ تعالیٰ دشمن اُس سے ڈرتے رہیں گے اور جو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا وہ خود نقصان اُٹھائے گا ۔ اگر کوئی بچہ بہت روتا ہو تو یہ سورت انیس ۱۹ دفعہ پڑھ کر دم کرے اول آخر درود شریف تین دفعہ تو بہت فائدہ ہو اور بچہ خوش و خرم رہے ۔ اگر کسی شخص کو جنات یا جادو کا خطرہ ہو تو اس کا تعویذ لکھ کر بشرطیکہ زکوٰۃ تعویذ ادا کر دی ہو یا کسی عامل سے لکھوا کر گلے میں پہنے تو انشاء اللہ تعالیٰ تمام مصیبتوں سے محفوظ رہے گا ۔ اس کی زکوٰۃ علماء کرام یا صوفیاء تعویذات سے پوچھی جائے یا ہمارے سلسلہ قادری نعیمی رضوی عاملین سے پوچھ لی جائے ۔ اُس کے عدد کل ۲۴۴۶۹۲ ہیں ۔ تعویذ کا نقشہ لکھ دیا گیا ہے اگر کسی شہر یا ملک میں ظالم حاکم و افسر آگیا ہو جو ظلماً رعایا عوام یا ماتحتوں کو ستاتا ہو تو گرجتے بادل برستے میں کاغذ پر یہ سورت رعد لکھے اور بارش کے پانی سے دھو کر وہ پانی اُس کے گھر میں ڈالدے انشاء اللہ حاکم

۷۸۶

۸۱۵۶۵	۸۱۵۶۰	۸۱۵۶۷
۸۱۵۶۶	۸۱۵۶۴	۸۱۵۶۲
۸۱۵۶۱	۸۱۵۶۸	۸۱۵۶۳

معمول ہو۔ اس کی ایک آیت ۱۳ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔
یعنی آیت ۱۳ مِنْ خِیْفَتِهٖ تک پڑھ کر اور آگے عبارت جوڑ کر۔ اس وقت پڑھے جب بادل کڑکتا ہو تو جب پڑھتا رہے گا۔ بادل نہیں کڑکے گا۔ اور بجلی نہیں گرے گی۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ یہ عمل آسمانی بجلی سے بچنے کے لیے مجرب ہے۔ نیز یہی پوری آیت اگر لڑائی اور دشمن یا مخالف کے شور وغل کے وقت پڑھی جائے تو لڑائی کا شور بند ہو جائے۔ احادیث میں بھی اس کی تلاوت کا بہت ثواب لکھا ہے۔ جو شخص روزانہ اس کو ورد کرے گا کثرت ثواب قیامت میں پائے گا۔ جیل سے رہائی کے لیے اکیس ۲۱ دفعہ دوپہر کے وقت قبل نماز ظہر۔ لیکن مکروہ وقت گزار کر یا پہلے تلاوت کرے۔ اور آخر میں صرف ایک مرتبہ سجدہ تلاوت ادا کرے ایک ہی جگہ باوضو بیٹھ کر اول آخر درود شریف ۱۱ دفعہ پڑھے انشاء اللہ جلدی رہائی ہو۔ چلہ پورا کرے اگرچہ رہائی پہلے ہو جائے (از نافع خلائق)۔ لیکن زیادہ بہتر ہے کہ مغرب وعشاء کے درمیان پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شُكْرًا جَزِيْلًا وَّ اِنْعَامًا كَرِيْمًا کہ آج مورخہ ۲۲ شوال المکرم مطابق گیارہ جولائی بروز جمعرات بعد نماز عصر قبل نماز مغرب تیرھواں پارہ سورۂ رعد کی آخری آیت تک مکمل ہوئی اب آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ بروز دوشنبہ مبارکہ ۱۵ جولائی ۱۹۸۵ء مطابق ۲۶ شوال ۱۴۰۵ھ تفسیر عالمانہ شروع کروں گا۔ اب تک جن عربی تفاسیر سے استفادہ کیا گیا۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ نمبر ۱ روح البیان۔ نمبر ۲۔ روح المعانی۔ نمبر ۳۔ مدارک نمبر ۴۔ خازن۔ نمبر ۵۔ جمل۔ نمبر ۶۔ صاوی۔ نمبر ۷۔ فخر الدین رازی۔ نمبر ۸۔ مظہری۔ نمبر ۹۔ ابن کثیر۔ نمبر ۱۰۔ عرائس البیان۔ نمبر ۱۱۔ تفسیر نسفی۔ نمبر ۱۲۔ تفسیر الالفاظ۔ نمبر ۱۳۔ اسئلۃ الرازی۔ نمبر ۱۴۔ طبری۔ نمبر ۱۵۔ جلالین۔ نمبر ۱۶۔ بیضاوی۔ نمبر ۱۷۔ ابن حجر۔

سُوْرَةُ اِبْرَاهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ

ایک کتاب ہے اتارا ہم نے جس کو طرف آپ نکالیں تمام لوگوں کو سے

ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم لوگوں کو

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ

اندھیروں طرف نور کے سے حکم رب کے اپنے۔ طرف راستے

اندھیریوں سے اُجالے میں لاؤ اُن کے رب کے حکم سے اُس کی راہ کی طرف

الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

عزت والے تعریف والے کے اللہ وہ ہے کہ کا اُس ہے جو میں آسمانوں

جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے۔ اللہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ

اور جو میں زمینوں کے ہے اور ہلاکت ہے کافروں کے سے عذاب

اور جو کچھ زمین میں اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب سے

شَدِيْدِ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

سخت وہ کافر جو محبت رکھتے ہیں زندگی دنیوی سے

جنہیں آخرت سے دنیا کی زندگی پیاری ہے

عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

بدلے آخرت کے اور روکتے ہیں سے راستے اللہ کے اور

اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی چاہتے

يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾

تلاش کرتے ہیں اس کو ٹیڑھا بنانے کی۔ یہی لوگ ہیں میں گمراہی دور کی۔

وہ دور کی گمراہی میں ہیں

تعلق ان آیات کریمہ کا تعلق پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح ہے۔

پہلا تعلق: تو وہ مناسبتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے سورۃ رعد کے بعد سورۃ ابراہیم کا آنا بہت ضروری تھا۔ اس سورت کا پچھلی سورت سے معنوی تعلق کے علاوہ لفظی بھی بہت تعلق اور ربط ہے۔ اس طرح کہ سورۂ رعد کی ابتدا الف سے اور انتہا ب سے ہے اسی طرح سورۃ ابراہیم کی ابتدا بھی الف سے اور انتہا ب سے۔ اس سورت کی آخری آیتوں کا مضمون اجمالی طریقے سے ذکر ہوا۔ اس سورت کی ابتدائی آیتوں کا وہی تو مضمون ذرا تفصیل سے ذکر ہوا۔ **دوسرا تعلق:** اس سورت کے ابتدا میں بھی کتاب اللہ کی شان بیان کی گئی تھی اس سورت کی ابتدا میں بھی کتاب اللہ کی شان بیان ہو رہی ہے اس سورت میں قرآن مجید کو حکم عربی فرمایا گیا تھا۔ اس سورت میں اس کی تصریح فرمائی جائے گی۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی سورت میں خود رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نبی کو ہمت نہیں کہ رب کی اجازت کے بغیر کوئی آیت لے آئے۔ اس سورت میں خود انبیاء کرام کا ارشاد منقول ہوا کہ ہم کو یہ ہمت نہیں جو ہم کوئی سلطان یعنی آیت رب کی بلا اجازت لے آئیں۔ نیز پچھلی سورت میں حبیب پاک کے توکل علی اللہ کا ذکر ہوا۔ اور اس سورت میں تمام انبیاء کرام کے توکل علی اللہ کا ذکر ہو رہا ہے۔
چوتھا تعلق: اس پچھلی سورت میں حق و باطل کی اجمالی تمثیل بیان ہوئی مگر یہاں کلمۂ طیبہ فرما کر اس کی

تفصیل بیان ہو رہی ہے۔ نیز اُس سورت میں پہلے نشانات قدرت یعنی آسمانوں کی بلندی زمین کا پھیلاؤ چاند سورج کی تسخیر ذکر ہوئی پھر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا۔ لیکن اِس سورت میں پہلے نعمتوں کا ذکر ہوا پھر آیاتِ قدرت کا ذکر ہوا۔ پانچواں تعلق۔ اُس سورت رعد میں کفار کا مکر اور استہزار کا ذکر اجمالاً ہوا۔ مگر اِس سورت ابراہیم میں ان چیزوں کا ذکر تفصیل سے ہوا کہ ارشاد ہوا۔ اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ الخ۔

شانِ نزول۔ یہ پوری سورت مکی ہے۔ مگر دو آیتیں مدنی۔ آیت نمبر ۲۸۔ اور نمبر ۲۹۔ یہ دونوں مقتولین مشرکین بدر کے متعلق نازل ہوئیں یہ سورت نصف نصف دو بار میں نازل ہوئی۔ خیال رہے کہ علماء مفسرین کے نزدیک سببِ نزول بیان کرنا اُس وقت زیادہ ضروری ہوتا ہے جب یا تو اُس سورت میں شرعی احکام زیادہ ہوں یا ناسخ منسوخ آیات ہوں۔ وعدہ صرف واقعات۔ اور نشاناتِ الٰہیہ یا وعدہ وعید کی آیات میں مکی مدنی ہونا برابر ہے (از روح المعانی)

تفسیر نحوی الٓرٰ ۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ یہ حروفِ مقطعات ہیں۔ ان کی تحریر تو اس طرح ہی ہوتی ہے مگر ان کی ادائگی کا طریقہ یہ ہے۔ الف۔ لام۔ را۔ ان کا مفہوم ترجمہ معانی کسی شخص کسی مخلوق کو معلوم نہیں سوائے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ یہاں سب نحو و صرف لغت وقواعد فیل ہیں۔ ترکیب نحوی میں ایک قول کے مطابق اس کو اس طرح شامل کیا گیا ہے کہ الٓرٰ مبتدا اور کِتٰبٌ موصوف اپنی صفت اَنْزَلْنٰهُ جملہ فعلیہ سے مل کر خبر ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ قرآن مجید کا نام الٓرٰ نہیں ہے کسی بھی آیت و روایت میں واللّٰہ و رسولہ اعلم بالصواب۔ كِتٰبٌ اسم مفرد صفت مشبہ بمعنی مَكْتُوْبٌ بحالت رفع خبر ہے مبتدا محذوف ھٰذا یا ھٰذا القرآن کی نکرہ معین منصوص ہے۔ موصوف ہے مابعد کا۔ اَنْزَلْنَا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم باب افعال سے ہے مصدر ہے اِنْزَالٌ بمعنی اتارنا متعدی بیک مفعول فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مفعول بہ ہے۔ اِلٰى جارہ انتہاء غایت کے لیے كَ ضمیر واحد مذکر حاضر طلب مجرور متصل ہے۔ متعلق ہے اَنْزَلْنَا کے اور یہ جملہ فعلیہ مفعول اپنے مابعد جملہ علت کا۔ لام کی سببیہ ناصبہ یہاں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ اگر مضارع منفی ہو تو اَنْ ناصبہ مصدریہ ظاہر ہوتا ہے۔ تُخْرِجُ فعل مضارع معروف واحد مذکر حاضر کا صیغہ باب افعال سے اِخْرَاجٌ مصدر ہے اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر کا مرجع نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اَلنَّاسَ الف لام استغراقی ناس جمع غیر لفظی ہے انسانٌ کی یا اسم جمع ہے بغیر واحد کے جامد ہے۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے تخرج کا خَرُجَ سے بنا ہے بمعنی نکلنا۔ باب افعال میں اگر متعدی ہوا بمعنی نکالنا۔ مِنْ جارہ بمعنی فی ظرفیہ یعنی میں ۔ اَلْ الف لام استغراقی ظُلُمٰت جمع مؤنث مکسر ہے جمع کثرت کے لیے اس کا واحد ظُلْمَةٌ ہے بمعنی اندھیرا۔ اِلٰى جارہ

انتہاء غایت کے لیے۔ اَلنُّوْر۔ الف لام عہدی۔ اسم مفرد معرفہ باللام۔ جار و مجرور متعلق ہے تُخْرِجَ کا۔ بِاِذْنِ۔ بؔ جارہ۔ اِذْنِ اسم مفرد جامد مضاف ہے بمعنیٰ اجازت رَبِّ اسم مفرد معرفہ۔ ربٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ پالنا بحالت کسرہ ہے مضاف الیہ ہے ماقبل کا اور مضاف ہے مابعد ہِمْ ضمیر مجرور متصل جمع کا مرکب اضافی جار و مجرور متعلق دوم ہے تُخْرِجَ کا۔ اِلٰی حرف جر انتہاء غایت کے لیے ہے اس کی ترکیب میں دو قول ہیں ایک یہ کہ جار و مجرور متعلق سوم ہے۔ تُخْرِجَ کا۔ دوسرا یہ کہ یہ متعلق اَلنُّوْر کا اس طرح کہ یا تفسیر ہے نور کی یا بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ اور پھر متعلق ہے نُخْرِجُ کا صِرَاط اسم مفرد جامد ہے بمعنیٰ کھلا راستہ۔ اَلْعَزِیْز۔ الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِی۔ عَزِیْز۔ صفت مشبہ بروزن فعیل۔ بمعنیٰ اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے اور اسم مفعول بھی۔ مضاف الیہ ہے ماقبل کا اور موصوف ہے مابعد کا عِزٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ غالب ہونا پیارا ہونا پیارا رکھنا۔ عزت دینا۔ یہاں سب معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ اَلْحَمِیْد۔ الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیْ۔ حمید اسم صفت مشبہ بمعنیٰ محمود ترجمہ ہے تعریف کیا ہوا۔ حَمْدٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ ذاتی صفات کا بیان کرنا۔ اسم صفاتی ہے باری تعالیٰ کا۔ بحالتِ جر ہے ہے۔ کیونکہ صفت ماقبل مضاف الیہ ہے عزیز کی اور مُبْدَل منہُ ہے مَابعد۔ اَللّٰہِ کا۔ اَللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَوَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ اَللّٰهِ۔ اسم مفرد معرفہ عَلَمِ ذاتی ہے پروردگار عالم کا۔ بدل الکل ہے حَمِیْدِ کا موصوف ہے مابعد کا۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر صفت ہے، ماقبل کی اس لیے مجرور ہے جبنی ہے بدلیں وجہ اعراب ظاہر نہیں حالت باطنی میں کسرہ ہے۔ لَامْ جارہ ملکیت کا ہٗ ضمیر واحد مذکر کا مرجع اللہ ہے۔ متعلق ہے۔ پوشیدہ اسم فاعل ثَابِتٌ کا مَا موصولہ بحالتِ رفع فاعل ہے پوشیدہ ثَابِتٌ کا۔ فِی حرفِ جر اَلسَّمٰوٰتِ الف لام استغراقی۔ سمٰوٰت۔ جمع مکسر ہے سَمَاءٌ کا سَمَاءٌ خود بھی جمع ہے۔ مگر اس میں عمومیت ہے کہ واحد او جمع مذکر مؤنث سب کے لیے مستعمل ہے سمٰوٰتِ صرف مؤنث جمع کے لیے ہے واؤ عاطفہ مَا موصولہ فِی جارہ ظرفیہ الف لام اِستغراقی یعنی تمام زمین اَرْض اسم مفرد مؤنث معرف باللام بحالت جر۔ یہ سب جار و مجرور عطف وغیرہ متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول مَوْجُوْدٌ کے۔ واؤ سر جملہ وَیْلٌ اسم مفرد نکرہ مذکر بمعنیٰ۔ ہلاکت۔ ذلت شدید عذاب۔ شرمندگی۔ حسرت۔ اور جہنم کا ایک علاقہ۔ یہاں سب معنیٰ بن سکتے ہیں۔ اس کا مؤنث لفظی ہوتا ہے وَیْلَۃٌ۔ بحالتِ رفع کیونکہ بتدا ہے تنوین سے مانع مضاف ہونا ہے۔ لام جارہ نفع کا۔ الف لام استغراقی کَافِرِیْن۔ جمع ہے کَافِرٌ کی کُفْرٌ سے مشتق ہے۔ جار و مجرور متعلق اوّل ہے ثَابِتٌ پوشیدہ اسم فاعل کا اور پھر یہ جملہ اسمیہ خبر ہے وَیْلٌ بتدا کی۔ مِنْ جارہ بیانیہ یا زائدہ۔ یا تعلیلیہ عذاب اسم مفرد جامد ہے نکرہ مخصوصہ موصوف ہے شدید صفت کا۔ ایک قول میں عذاب صفت مشبہ بروزن فعال عَذْبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ سزا۔ تکلیف۔ شدید بروزن فعیل صیغہ مبالغہ ہے شَدٌّ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ باندھنا۔ سخت کرنا۔ مضبوط ہونا۔ کرخت ہونا۔ یہاں بہ

آخری معنی مراد ہیں جار و مجرور متعلق ہے ثابتٌ کا۔ اَلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر بحالت جر۔ صفت ہے کٰفِرِیْنَ کی یا بدل ہے یا عطف بیان۔ یَسْتَحِبُّوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب باب استفعال سے ہے اس کا مصدر ہے اِسْتِحْبَابٌ ۔ حُبٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنی۔ محبت کرنا۔ پسند کرنا۔ چاہنا۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع غائب مستتر (اسی میں پوشیدہ) کا مرجع کافرین ہے۔ متعدی بیک مفعول۔ اَلْحَیٰوۃَ۔ الف۔ لام جنسی حَیَاۃٌ۔ مصدر ہے آخر میں ت مصدریہ لگی ہوئی ہے۔ اس کا مادہ ہے حَیِیَ یا حَیُوٌ۔ بمعنی قوت نشوونما دینا۔ نمبر۲۔ قوتِ احیا یعنی جلا دینا۔ نمبر۳۔ قوت احساس۔ نمبر۴۔ قوتِ عقل، فہم دینا۔ دنیوی زندگی اسی کا نام ہے۔ بحالتِ زبر مفعول بہ ہے۔ اَلدُّنْیَا۔ الف لام جنسی ہے دُنْیَا اَدْنٰی اسم تفضیل مذکر کا مونث ہے عَلٰی جارہ بدلیت کے لیے اَلْاٰخِرَۃِ الف لام عہدی آخِرَۃٌ اسم فاعل صیغہ واحد مونث۔ اَخْرٌ سے بنا ہے باب نصر سے ہے بمعنی۔ پیچھے آنے والی۔ دوسری بار آنے والی۔ باقی رہنے والی۔ دیر سے ہونے والی۔ اخیر میں آنے والی۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ واؤ عاطفہ عطف ہے اَلَّذِیْنَ کے صلہ یَسْتَحِبُّوْنَ پر۔ یَصُدُّوْنَ ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع وہی کافرین ہے۔ باب نصر سے ہے صَدٌّ سے بنا ہے۔ بمعنی۔ پھیرنا۔ پیٹنا۔ آڑ لگانا۔ بندھ باندھنا۔ روکنا۔ یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں عن جارہ بمعنی مِنْ ابتداء غایت کے لیے سَبِیْلِ اسم مفرد نکرہ مخصوصہ لفظاً مذکر ہے مگر مذکر مونث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کی جمع ہے سُبُلٌ بروزنِ اُسُدٌ۔ سَبْلٌ سے مشتق ہے بمعنی پہنچنا۔ کھلا راستہ بنانا یہ صفت مشبّہ برائے مبالغہ ہے ترجمہ ہے بہت کھلا راستہ۔ سبیل اور صراط کا فرق ان شاء اللہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں بتایا جائے گا۔ سبیل جب نکرہ مفرد ہو تو حق و باطل دونوں کے لیے مستعمل بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن جب معرّف باللام ہو تو صرف راہ حق مراد ہوتا ہے۔ اور اگر نکرہ مخصوصہ یعنی معرفہ کا مضاف ہو (مرکب اضافی ہو مفرد نہ ہو) تو مضاف الیہ کی نسبت سے ہوتا ہے۔ یہاں راہِ حق یعنی دین اسلام مراد ہے۔ بحالت جر ہے۔ اَللّٰہِ اسم معرفہ علم ذاتی ہے۔ بحالت جر مضاف الیہ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ یَبْغُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع کٰفِرِیْنَ۔ باب نصر سے ہے۔ بَغْوٌ یا بَغْیٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی خواہش کرنا۔ چاہنا۔ ھَا کا مرجع سبیل ہے۔ اس ضمیر مونث سے ظاہر ہوا کہ یہاں لفظ سبیل مونث معنوی ہے۔ عِوَجًا۔ اسم مفرد نکرہ غیر معین بحالت نصب مفعول بہ ہے یَبْغُوْنَ کا۔ عِوَجًا جامد ہے بمعنی ٹیڑھ۔ کجی سیدھے کے مقابل اور خلاف۔ اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ ہے جمع اور زیادہ افراد کے لیے آتا ہے۔ اس کا مشار الیہ بعید ہوتا ہے۔ اور ان کا تذکرہ قریب ہوتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہی

مذکورین وہ ہیں جو۔ اس میں موصولیت کے معنی شامل ہوتے ہیں۔ فی جارہ ظرفیہ ضَلٰل۔ اسم مبالغہ ہے بروزن فعال بطور حاصل مصدر جامد استعمال ہوتا ہے۔ ترجمہ ہے گمراہی۔ ضل مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی بھٹکنا بے راہ ہونا۔ عاشق ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ بحالت کسرہ مجرور ہے فی کا۔ موصوف ہے بعید اسم صفت مشبہ بروزن فعیل بُعْدٌ سے بنا ہے بمعنی دور ہونا۔ جسماً۔ قلباً۔ ایماناً۔ یہاں ایمانی دوری مراد ہے بحالت کسرہ ہے کیونکہ صفت تاکیدی ضلال کی اور جار و مجرور متعلق ہے وقعوا فعل ماضی پوشیدہ کا۔ اور اولیاء ایک قول میں اس کا فاعل ہے۔

تفسیر عالمانہ

اس سورت ابراہیم میں سات رکوع ہیں۔ پہلے رکوع میں نور و ظلمت حمد و نعت آسمانی کتابوں کی زبانوں اور موسیٰ علیہ السلام و فرعون کا مختصر ذکر ہے دوسرے رکوع میں فکر و ناشکری کا بدلہ امم سابقہ کے کردار کی یاد دہانی توکل علی اللہ کا ذکر ہے تیسرے رکوع میں۔ گستاخی انبیاء ظلام کے برے انجام کا ذکر اعمال کفرہ کی ایک تمثیل اور قدرت الٰہیہ کا ذکر۔ چوتھے رکوع میں۔ روز محشر ابلیس کی بے بسی اپنے فرمانبرداروں کو ملامت کرنے۔ مومن کے اچھے انجام۔ کلمات طیبہ اور کلمات خبیثہ کی تمثیل کا ذکر ہے۔ پانچویں رکوع میں۔ ناشکری اور کنجوسی کا وبال صدقات و خیرات کا فائدہ آسمانی زمینی نعمتوں کا ذکر اور انسانوں کے ظلم و جہالت کا ذکر ہے۔ چھٹے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گیارہ دعاؤں۔ حمد باری تعالیٰ اور اولاد ملنے کا شکریہ مذکور ہے ساتویں رکوع میں قیامت کا ابتدائی نقشہ۔ قیامت کی دہشت ہولناکی۔ کفار کی التجائیں۔ رب کی طرف سے تردیدی جواب محشر میں زمین و آسمان کی کیفیت مجرمین کی حالت۔ اور سورۃ حجر کی پہلی آیت میں تعارف قرآنی ہے یہ سورت ابراہیم حیات مکی کے آخری ایام میں نازل ہوئی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ بخشنے والے آخرت میں رحمٰن اللہ کی خصوصی صفت اس لیے کہ اس کا ترجمہ بھی فعل خصوصی کا ہے رب تعالیٰ کے سوا بخشش کوئی نہیں سکتا نہ نبی نہ ولی نہ عالم نہ پنڈت پادری نہ گرجہاں انبیاء کرام اولیا علما بخشوا سکتے ہیں کیونکہ شفاعت کے ماذون ہیں۔ رحم کرنے والے دنیا میں یہ غیر خصوصی صفت ہے کیونکہ دنیا میں رحم بہت کر سکتے ہیں اسی لیے رحمان کسی کو نہیں کہا جا سکتا اور رحیم ہر اچھے رحم دل کو کہا جا سکتا ہے۔ اللہ کے نام سے کائنات عالم کی ہر چیز کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ آیت پاک یعنی بسم اللہ شریف ہر چیز کی چابی ہے۔ الف۔ لام۔ رٰ۔ اس کے مطالب و معانی کو مخلوق میں بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں جانتا۔ یہ کتاب عظیم ہے۔ اس لیے کہ مخلوق و خالق کی ہر چیز کا بیان اس میں ہے باطنی طور پر اس کی ایک ایک آیت زمین و آسمان سے بڑی ہے

حدیث پاک میں ہے آیت الکرسی سے بڑی چیز زمین و آسمان عرش و کرسی لوح و قلم میں کوئی نہیں مگر ظاہراً چند کاغذوں میں سما کر ایک ہاتھ میں آجاتی ہے یہ بھی عجیب قدرت کا راز ہے ۔ اے اچھے حبیب ہم نے ہی اس کو آپ کی طرف نازل فرمایا تاکہ آپ اپنے دستِ اقدس سے یا تعلیم مقدس سے یا تبلیغ مکمل یا اقوالِ منورہ سے یا اعمالِ جسمانی کے ذریعے کفر کی ظلمت سے اسلام کے نور کی طرف اور عقائدِ باطلہ کی ظلمت سے عقائدِ ایمانیہ کے نور کی طرف اور گمراہی سے ایمان کی طرف اُن کے رب کریم کی اجازت سے تمام کائنات کو جن و انس کو نکال لائیں اُس عزیز و حمید اللہ کے راستے کی طرف جس کا ہی ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں ملکیت خلقیت عبدیت بندگیت کے اعتبار سے علماء مفسرین فرماتے ہیں یہاں بارہ چیزیں ارشاد ہوئیں۔

نمبر۱۔ کتاب۔ نمبر۲۔ نزول۔ نمبر۳۔ لتخرج۔ نمبر۴۔ ناس۔ نمبر۵۔ ظلمت۔ نمبر۶۔ نور۔ نمبر۷۔ صراط۔ نمبر۸۔ عزیز۔ نمبر۹۔ حمید۔ نمبر۱۰۔ لَہٗ۔ نمبر۱۱۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ نمبر۱۲۔ جو کچھ زمین میں ہے۔ کتاب شریعت ہے نازل ہونا نعمت الٰہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیر اور چمکتے سورج ہیں جس کو کبھی غروب نہیں۔ تاقیامت تمام انسان مراد ہیں۔ ظلمت بائیس ہیں۔ کفر۔ نفاق۔ گمراہی۔ فسق۔ غفلت۔ تکبر۔ شرک۔ بدعت۔ نفسانیت رذالت۔ بد خلقی۔ عصیان۔ طغیان۔ فجور۔ ظلم۔ ناشکری۔ بد عقیدگی۔ بد عملی۔ فحاشی۔ بے حیائی۔ طمع۔ دنیا پرستی تمام بدکاریاں ان ہی سے ہیں اس لیے ان کو ظلمت یعنی اندھیرے کہا گیا۔ نور سے مراد حیاتِ مصطفوی گویا صفات عادات محمدی کا نام اسلام ہے۔ صراط سے مراد طریقت و معرفت ہے کہ تمام عبادات کا مقصد یہی راہ چلنا ہے عزیز یعنی جس کا مقابل کوئی نہ ہو سکے نہ اول نہ آخر نہ ظاہر نہ باطن۔ حمید۔ جس کی ہر چیز ہی ثنا کے لائق ہو۔ لَہٗ یعنی وہ مالک اور خالق ہے۔ آسمان و زمین کا ہر ذرہ بھی شامل ہے۔ یہ آیت پاک عقائدِ اہلسنت کی جامع ہے۔ وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ۔ اور ہلاکت ہے یا جہنم کا خاص بہت ہی مصیبت زدہ علاقہ ہے۔ یا کفار کا غم زدہ بہت شور و غل واویلا ہے کافروں مشرکوں منافقوں کے لیے انتہائی سخت عذاب سے یہ وہ کافر ہیں سب ہی جو دنیوی زندگی کے ہی عاشق بنے رہے آخرت کے مقابل آخرت کی پرواہ اور فکر تک نہ کی۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت بری نہیں مگر دنیا کا استحباب یعنی محبت کی طلب اور عشق حرام ہے علامت کفر اور باعثِ عذاب شدید کیونکہ محبت دنیا کی خواہش تمنا آخرت کو بھلا دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے آخرت اُس کی نظر میں مشکوک اور ہیچ اور گھٹیا ہو جاتی ہے اپنی دنیا پرستی پر فخر کرتا ہے اور دوسروں کو بھی وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ۔ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اس طرح کافر ایمان سے منافق اخلاص سے اور فاسق فاجر اعمالِ صالحہ سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ اور اپنے

باطل نظریات کو ثابت کرنے کے لیے ٹیڑھے میڑھے دلائل دیتے ہوئے یَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا تلاش کرتے رہتے ہیں اس کتاب سے لیدیا صراطِ مستقیم ہیں۔ اسلام میں یا اپنی مذہبی باتوں میں غلط تاویلیں بیہودہ اقوال تاکہ لوگ اللہ رسول کی محبت سے رُک جائیں۔ لیکن ان کی چال بھی کارگر نہ ہو گی اس لیے کہ اُولٰٓئِكَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ یہ ہر قسم کے کافر و بدطینت فساق بہت ہی دور کی گمراہی بے راہ روی میں ہیں جن کا پلٹنا راہِ ہدایت پر آنا بڑا مشکل ہے رہ ہدایت۔ ایمان۔ عرفان۔ رضاءِ رحمٰن۔ اور جنت سے بہت دور ہیں۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے

پہلا فائدہ۔ آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ اور محبت کے بغیر قرآن مجید۔ دینِ اسلام عبادت ریاضت سجدہ و سجود کسی سے بھی ہدایت نہیں مل سکتی۔ پیارے آقا ہی ایک ایسی ہستی ہیں جو سب کو ظلمت سے نور کی طرف نکالنے والے ہیں یہ بات تو احادیث و واقعات سے ثابت ہے کہ بغیر نماز روزہ صرف چہرۂ مصطفےٰ اور عشقِ مصطفےٰ کے ذریعہ مسلمان مومن متقی صحابی شہید اور جنتی ہونے کے تمام مدارج طے کر گیا مگر یہ کہیں ثابت نہیں کہ صرف قرآن مجید پڑھ کر نبی پاک سے کٹ کر نجات پائی ہو۔ لہذا یہ آیتیں سبق دیتی ہیں کہ نبی پاک کا دامن اور چوکھٹ پکڑنے میں ہی نجات ہے۔ یہ فائدہ اِلَى النُّوۡرِ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا

دوسرا فائدہ۔ قرآن کریم لوگوں کی ہدایت اور فلاح۔ پڑھنے دین سمجھنے کے لیے نازل ہوا تا قیامت۔ نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبی کریم تو پہلے ہی سب کچھ سمجھے ہوئے تھے۔ یہ فائدہ لِتُخۡرِجَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ سب کی طرف سے قرآن اس لیے نازل ہوا تاکہ آپ نکالیں یہ نہ فرمایا گیا تاکہ آپ نکلیں یا ہدایت لیں۔ نہ یہ فرمایا کہ قرآن نکالے۔

تیسرا فائدہ۔ نبی کریم رؤف و رحیم کسی خاص قوم یا قبیلے کے نبی نہیں بلکہ ساری انسانیت کے لیے زمین پر تشریف لائے۔ یہ فائدہ اَلنَّاسَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اور النّاس میں نہ علاقے کی قید ہے نہ زمانے کی۔ یہ شان صرف نبی اکرم کو عطا ہوئی۔ آپ کے علاوہ کسی نبی رسول مرسل کو عطا نہ ہوئی۔

چوتھا فائدہ۔ نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا ہی نور کے پاس آنا ہے اس لیے کہ نبی پاک نے سب کو کفر سے علیحدہ کر کے اپنے دامنِ کرم میں پناہ دی اور دوسری آیت وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ سے بھی یہ ہی ثابت ہوتا ہے۔

پانچواں فائدہ۔ آج دنیا میں رب کی طرف بلانے پکارنے والے بہت سے دعویدار ہیں۔ یہودی۔ عیسائی مرزائی ہندو سکھ وغیرہ مگر آقاء دو عالم نورِ مجسم نبیِ محترم محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بلانا اور اس ہی بلانے پر چلنے والا لبیک کہنے والا باری تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ اب تا قیامت باذنِ الٰہی بلانا صرف نبی کریم کا ہی بلانا ہے۔ یہ فائدہ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات مطہرات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ کوئی چیز بھی خدا تعالیٰ کا بیٹا بیٹی۔ یا بیوی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور ابنیت و ملکیت اسی طرح زوجیت اور ملکیت جمع نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص کسی زمانے میں اپنے بیٹے کو یا کسی اولاد کو خرید لے تو وہ فوراً آزاد ہو جائے گا اور ملکیت ختم ہو جائے گی یہ مسئلہ لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ کفار کے راستے اور طریقے پر چل کر کوئی بھی اچھا یا برا کام کرنا حرام ہے۔ یہ مسئلہ اَلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ (الخ) سے مستنبط ہوا کہ دنیوی کاروبار اگرچہ اچھے ہیں مگر کفار اس کو دنیوی محبت کے لیے کرتے ہیں اس لیے اس کی مذمت فرمائی گئی تو اگر کوئی مسلمان بھی محبت دنیا کا طلب گار ہو تو اس کا ہر دنیوی کام حرام ہوگا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ اپنی رائے سے تفسیر قرآن یا شرح احادیث کرنا حرام ہے۔ غلط تاویلیں یا غلط مسئلے بتانا بھی حرام ہے۔ اسی طرح مقررین اور خطیبوں کا لوگوں کو یا بعض پیروں کو خوش کرنے کے لیے الٹا سیدھا اپنی بناوٹ سے وعظ کرنا بھی حرام ہے۔ یہ مسئلہ عِوَجًا۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں۔ بری اور دنیوی نیت سے تو اگر اچھا وعظ کیا تو بھی ناجائز اور گناہ کا باعث ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَنْزَلْنٰہُ۔ ہم نے اس کتاب یعنی قرآن مجید کو نازل کیا اور جو چیز نازل یا منزل ہوتی ہے وہ قدیم نہیں ہو سکتی لہٰذا قرآن کریم حادث ہے اور مخلوق ہے کیونکہ ہر حادث مخلوق ہے۔ تم اہلسنت اس کو غیر مخلوق کیوں کہتے ہو۔؟

جواب۔ یہ اعتراض معتزلہ نے امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا تھا اور بہت ہی جاہلانہ اعتراض ہے۔ اس کا جواب ایک اس طرح ہے کہ ہر نازل شے حادث نہیں روایت میں آتا ہے شب کے آخری حصہ میں رب تعالےٰ نزول فرماتا ہے۔ اب وہ نزول کیسا ہے اس کی حقیقت کیا ہے یہ رب جانے مگر نزول کا لفظ رب تعالیٰ کے لیے آگیا۔ تو اگر معتزلہ کا یہ قاعدہ کہ ہر نازل حادث اور حادث مخلوق ہے تو رب تعالیٰ کو بھی کیا مخلوق کہو گے معاذ اللہ۔ اور پھر ہر حادث مخلوق نہیں رب تعالیٰ کی تمام صفات فعلی حادث ہیں مگر مخلوق نہیں۔ دوسرا جواب یہ کہ منزل اور نازل شدہ الفاظ و حروف ہیں وہ واقعی حادث ہیں مخلوق ہیں لیکن صفت قرآن اور مضمون قرآن کریم حادث اور مخلوق نہیں۔ یہ جواب کبیر نے دیا۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لِتُخْرِجَ۔ لام تعلیلیہ ہے اور تعلیل بتاتی ہے کہ نزول قرآن سے ہی رب نے بندوں کو ظلمت سے نکالا۔ ذریعہ تو وہ استعمال کرتا ہے جو عاجز ہو۔ رب تعالیٰ نے یہ ذریعہ کیوں استعمال فرمایا گیا

کیا رب تعالیٰ اس کے بغیر عاجز ہے۔ جواب۔ لتخرج کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ سے نہیں بلکہ نبی پاک سے ہے یعنی اس وسیلے کی نبی پاک کو ضرورت ہے نہ کہ رب کو۔ **تیسرا اعتراض**۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے تاکہ ظلم سے ہٹائیں نور کی طرف ثابت ہوا ظلمت بری ہے اس لیے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق نہیں۔ نیز اگر افعالِ بد کا خالق ہوتا تو نبی پاک کیوں ظلمت سے نکال کر نور میں لاتے۔ اور پھر بندے ایسے نورانی کام کرتے ہیں۔ نیز نبی کریم کا نکالنا یہ ہے کہ قرآن و حدیث سنائیں دعوت فکر و عمل دیں وہ عمل کریں غور فکر اور اعمال صالحہ درست ہو جائیں ظلمت ختم ہو جائے تو ثابت ہوا کہ بندہ ہی کا سبب ہے خود خالق ہے۔ جواب۔ ان ہی آیت میں جواب فرما دیا گیا ہے کہ ذکر ہے بِاِذْنِ رَبِّهِمْ یعنی اللہ کا اذن ہو تو نکالتے ہیں اور اذن کیا ہے۔ امر۔ مشیت خلقت۔ نیز یہ دعوتِ عمل و فکر صرف بندے کے رجحان اور توجہ کے لیے ہے نہ کہ خلقت کے لیے۔

تفسیر صوفیانہ الٓرٰ۔ یہ اسرارِ الٰہیہ ہیں جن کو بجز اللہ رسول کوئی نہیں جانتا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے بھید اور راز یہ حروفِ **مقطعات** ہیں۔ آسمانوں کے بھید فرشتے ہیں اور زمین کے بھید اولیاء اللہ ہیں کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اے رازدارِ قدرت ہم نے سینۂ مومن کے **معرفت والی کتاب** تیرے سپرد کر دی تاکہ تو اے محبوب کائنات سب انس کرنے والوں کو کثرت کی ظلمتوں سے **نکال کر نورِ وحدت** کی طرف لے آ۔ یا صفات کثرات کی ظلمتوں سے فطرت کے نور کی طرف یا اعمال و افعال کے حجاب سے نورِ ذات کی طرف یا ظلماتِ نفوس سے نورِ قلب کی طرف یا بازارِ دنیا کے ظلمتوں سے نورِ خلوت کی طرف نکال لے اہلِ دنیا کی روشنی سورج کی دھوپ سے ہوتی ہے مگر عارفین کا نور خلوت کے اندھیروں میں جلوہ فرماتا ہے۔ دنیا کی بینائی ظلماتِ ظن ہے۔ مکاشفہ مراقبے کی بند آنکھوں میں **حقیقت کا نور** ہے۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ان اہلِ محبت و شوق کے ازلی ابدی پرورش فرمانے والے **اللہ تعالیٰ کی اجازت**۔ امر۔ اور **مشیت** سے۔ اعمالِ صالحہ کی توفیق ہمت کی ہمت اور اسباب کے مہیا فرما دینے سے۔ اس کی پہچان کے راستے کی طرف جو قہر کے نور ظلمتوں پر غلبہ فرمانے والا ہے۔ حمید ہے کمالِ ذات میں۔ اور حمد کے لائق ہے مردانِ شوق کو علم معرفتِ ذات کی نعمت بخشنے پر۔ یا فانی اجسام کو بقا عطا فرمانے پر۔ اَللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اے معرفت کے طلب گار و وادیِ عشق میں قدم رکھنے والا عزیز و حمید وہ اللہ ہے۔ کہ آسمانوں میں جو کچھ ہے اسی کی ملکیت ہے۔ ہر عقل ایک معرفت کا آسمان ہے اور ہر عاجزی پستی زمینِ نیاز ہے۔ عبادت کا قیام آسمان ہے ریاضت کے سجدے زمین ہے اور ان میں جو کچھ ہے سب اللہ کے لیے۔ اسی کا ہے اسی کے لیے نہ کسی

ظیر کی ہے نہ بلندی پستی کسی کی اپنی وَ وَیۡلٌ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِیۡدٍ عقلیت کے حجاب والے منکروں اور معنویت کے وسوسوں ناشکروں کے لیے محرومی کی ہلاکت ہے۔ اور یہ محرومی سارے عذابوں سے شدید عذاب ہے اَلَّذِیۡنَ یَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَۃِ ۔ یہ بدنصیب وہ لوگ ہیں جنہوں لے ہر دم اجسام کی ظاہری دنیا کو پسند کرنے میں دنیوی زندگی کو قبول اور خرچ کیا۔ باطنی اخروی روحانی زندگی کے بدلے وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ یَبۡغُوۡنَہَا عِوَجًا اور مزید سرکشی یہ کہ راہ سلوک کے مجذوبوں سالکوں اور راہ شریعت کے عالموں عابدوں زاہدوں کو طعنوں زبان درازیوں گستاخیوں اور غافلین کو وسوسوں کے ذریعے کی راہ سعادت سے روکتے ہیں اور لذاتِ دنیا اور حرام کھانے کے لیے ٹیڑھے راستے تلاش کرتے۔ اور شریعت و طریقت میں دخل اندازی کرتے ہیں۔ تو نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ایسے تخریب کار لوگ خود ہی استقامت اور وصل الٰہی کے راستے سے منحرف کیا جاتے ہیں اور دور کی گمراہی میں پھینک دیئے جاتے ہیں کہ نام و نشان بھی مٹ جاتا ہے۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِہٖ

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر سے زبان قوم کی اُس کی

اور ہم نے ہر رسول اُس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا

لِیُبَیِّنَ لَہُمۡ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰہُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ

تاکہ قانون ظاہر بتائے لیے اُن کے پھر گمراہ کرتا ہے اللہ جس کو چاہے اور ہدایت دیتا ہے

وہ انہیں صاف بتائے پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور وہ راہ دکھاتا ہے۔

مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴﴾ وَ لَقَدۡ

جس کو چاہے اور وہ عزت والا حکمت والا۔ اور البتہ یقینا

جسے چاہے۔ اور وہی عزت حکمت والا ہے ۔ اور بیشک

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ

بھیجا ہم نے حضرت موسیٰ کو ساتھ نشانیوں اپنے کے یہ کہ نکالو قوم کو اپنی

ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۙ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ

سے اندھیروں طرف نور کے اور یاد دلا ییے اُن کو دنوں

اُجالے میں لا اور انہیں اللہ کے دن یاد

اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

اللہ کے بیشک میں اُس البتہ نشانیاں ہیں یہے ہر بڑے صابر شکر والے کے۔

دلا۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو۔

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا تعلق پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح سے ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذکر ہوا تھا کہ ہم نے یہ قرآن اس لیے اتارا کہ ہمارا حبیب سارے جہانوں اور زمانوں کے تمام انسانوں کو ہر طرح کے اندھیروں سے نکال کر ہر طرح کے نور میں لے آئے۔ ان آیتوں میں بتایا جا رہا ہے کہ ہر نبی اپنی امت کی زبان جانتا ہے جس سے اقتضاءً یہ بتانا مقصود ہے کہ عالی نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی ساری زبانیں جانتا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں بتایا گیا تھا کہ ہمارا حبیب تو سب کو سمجھا بجھا رہا ہے مگر جو بد بخت اس دامنِ کرم کے سایۂ عاطفت میں نہیں آتے اور دنیا کی عیاشیوں ہی میں پھنسے ہوئے ہیں وہ گمراہی میں بہت دور نکل گئے۔ اب ان آیات میں اُن کی بدبختی کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ اللہ غالب حکمت والا جس کو وہ گمراہی پر ڈال دے تو وہ محمد مصطفےٰ جیسے پیار کرنے والے رسول محترم کے کہنے میں بھی نہیں آتا۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے ارشاد ہوا کہ وہ اندھیروں سے نکال کر نور میں لاتے ہیں اور اب ان آیتوں میں فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ بھی اسی کام کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ مگر دو طرح فرق ظاہر ہوا۔ ایک یہ کہ نبی کریم سارے زمانوں کے تمام انسانوں کے لیے تشریف لائے اور حضرت موسیٰ صرف اپنی قوم کے لیے۔ دوسرا یہ کہ نبی پاک کا کام

اللہ کے خصوصی قرب کے راستے پڑے جاتا ہے مگر حضرت موسیٰ کا کام راستہ دکھانا اور اللہ کی نعمتیں یاد دلانا ہے یہ بات الیٰ صراط اور ذکرہم سے ظاہر ہوئی۔

شانِ نزول۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآن مجید کے متعلق فرمایا کہ یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے تو یہودیوں سے سن کر مشرکین مکہ نے اعتراض کیا کہ ابھی تک تو عربی میں کوئی کلام الٰہی نازل ہوا نہیں یہ عربی میں کلام خدا کس طرح ہو سکتا ہے تب سورۂ ابراہیم کی پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔

(از تفسیر حسینی۔ زاد المسیر)

تفسیر نحوی وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ واؤ عاطفہ ما اَرْسَلْنَا فعل ماضی مطلق معروف منفی صیغہ جمع متکلم۔ فاعل اللہ تعالیٰ جمعیت متکلم صرف حسن کلام کے لیے حقیقتاً متکلم واحد ہے۔ مِنْ زائدہ تاکیدیہ رَّسُوْلٍ اسم مفرد نکرہ بحالت جر تنوین تنکیری بمعنیٰ کوئی رسول۔ اِلَّا حرف استثنا سے سابقہ نفی ٹوٹ گئی اور یہ سابقہ مَا اَرْسَلْنَا جملہ فعلیہ مستثنیٰ منہ ہو گیا اور مابعد کلام مستثنیٰ ہوا بِلِسَانِ بے جارہ بمعنیٰ مع (ساتھ) لسان اسم مفرد ہے اس کی جمع ہے اَلْسِنَہ یہ جمع تذکیر ہے۔ بتانیث جمع اَلْسُنٌ ہے۔ لفظ لسان مذکر مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے اس کے پانچ معنیٰ ہوتے ہیں۔ نمبر۱۔ زبان عضو۔ نمبر۲۔ بولی۔ نمبر۳۔ قوت گویائی۔ نمبر۴۔ لہجہ۔ نمبر۵۔ ذکر۔ یہاں بمعنیٰ لغت اور بولی ہے۔ مضاف ہے بحالت جر ہے بے جارہ کی وجہ سے۔ قَوْمِ اسم جامد ہے لفظاً واحد معنیً جمع ہے۔ مذکر گروہ کے لیے مستعمل ہے بمعنیٰ خاندان۔ برادری۔ ہم وطن۔ ہم نسل لوگ۔ بحالت کسرہ ہے مضاف الیہ ہے ماقبل کا اور مضاف ہے مابعد ہٖ ضمیر واحد مذکر مجرور متصل کا۔ اس کا مرجع ہے رَّسُوْلٍ۔ لام کئ سببیہ اس لام سے پہلی سب عبارت سبب ہے اور یہ بعد والا جملہ فعلیہ مسبّب ہے يُبَيِّنَ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل هُوَ ضمیر مستتر کا مرجع رَّسُوْلٍ ہے۔ باب تفعیل سے ہے۔ اس کا مصدر ہے تَبْيِيْنٌ۔ ہے یہ فعل مضارع بحالت فتح ہے کیونکہ لام کئ میں اَنْ ناصبہ مصدریہ پوشیدہ ہوتا ہے وہ زبر دیتا ہے مضارع کو۔ لَهُمْ لام جارہ نفع کا یا بمعنیٰ عِنْدَ ظرفیہ مکانیہ یا بمعنیٰ فی ظرفیہ مکانیہ هُمْ ضمیر کا مرجع قوم ہے يُبَيِّنَ بَيْنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ظاہر کرنا۔ بیان کرنا۔ پہنچانا یہاں سب معنیٰ بن سکتے ہیں۔ فَ استینافیہ (ابتداء کلام کے لیے) يُضِلُّ فعل مضارع باب افعال سے ہے اضلال مصدر ہے ضَلٌّ سے بنا ہے۔ اضلال متعدی ہے بمعنے بھٹکانا بھٹکنے دینا (پرواہ نہ کرنا) یہاں یہی معنیٰ مناسب ہیں اس کا فاعل اسم ظاہر لفظ اللّٰہ ہے مَنْ اسم موصول واحد مذکر ذی عقل کے لیے ہوتا ہے۔ بحالت نصب ہے۔ مفعول بہ ہے يُضِلُّ کا۔ يَّشَآءُ فعل مضارع معروف زمانۂ حال کے معنیٰ میں ہے۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ باب فتح سے ہے متعدی ہے شَیْءٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ چاہنا۔ پسند

کرنا۔ واؤ سر جملہ۔ یَھْدِیْ فعل مضارع معروف صیغہ واحد غائب اِس کا فاعل ھُوَ ضمیر مذکر مستتر کا مرجع اللہ ہے۔ باب ضَرَبَ سے ہے ھَدْیٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ ہدایت دینا۔ راستہ دکھانا۔ توفیق دینا۔ یہاں سب معنی ہو سکتے ہیں۔ مَنْ اسم موصول بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے یَھْدِیْ کا یَّشَآءُ فعل مضارع معروف جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اِس کا۔ واؤ سر جملہ یا حالیہ۔ ھُوَ۔ ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ الف لام اسمی بمعنے الّذِیْ عَزِیْزٌ۔ بروزنِ فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے برائے مبالغہ۔ عزٌّ مضاف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنی غالب ہونا۔ پیارا ہونا۔ عزت والا ہونا۔ قاہر ہونا۔ اَلْحَکِیْمُ الف لام اسمی بمعنی الّذِیْ حکیم بروزن فعیل صفت مشبہ کے لیے ہے بحکم اور حکمتٌ بنا ہے۔ بمعنی۔ اچھی تدبیر والا۔ العزیزُ خبر اول ہے الحکیم خبر دوم ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ واؤ سر جملہ لام ابتدائیہ بمعنی اَلْبَتَّۃَ یہ صرف ماضی مثبت پر آتا ہے۔ اور مفتوح ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں چار قسم کے لام ہوتے ہیں دو مفتوح۔ نمبر ۱۔ لام تاکید۔ نمبر ۲۔ لام ابتدائیہ ایک اسم و فعل دونوں پر آتا ہے دوسرا فقط فعل پر اور دو لام مکسور ہوتے ہیں۔ نمبر ۲۔ لام جارّہ۔ نمبر ۳۔ لام امر۔ قَدْ حرف تحقیق۔ اَرْسَلْنَا۔ فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم اِس کا فاعل اللہ تعالیٰ۔ مُوْسٰی اسم مفرد معرفہ علم ہے اسم مقصورہ ہے بہر حال تقدیری اعراب ہوتا ہے۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے اَرْسَلْنَا۔ کا۔ یہ لفظ عبرانی ہے۔ دو لفظوں سے مرکب ہے۔ نمبر ۱۔ مُوْ۔ بمعنی پانی۔ نمبر ۲۔ شایا شے بمعنی لکڑی یعنی لکڑی پانی والا۔ یہ نام فرعون نے حضرت موسیٰ کا رکھا تھا۔ نہر اور صندوق کی مناسبت سے۔ بِاٰیٰتِنَا بِ جارّہ بمعنی مَعَ (ساتھ) آیات جمع ہے آیَۃٌ کی بمعنی نشانی۔ معجزہ علامت۔ کلام۔ یہاں مراد ہے معجزہ۔ مضاف ہے نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل کا۔ مرکب جار و مجرور متعلق ہے اَرْسَلْنَا فعل کا۔ اَنْ مفسرہ تعلیلیہ ہے۔ سابقہ ماقبل کی عبارت مفسَّر ہے اور یہ مابعد کی عبارت مفسِّر ہے بمعنی سبب یعنی علت و معلول۔ اَخْرِجْ۔ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر اَنْتَ ضمیر مستتر فاعل ہے خطاب حضرت موسیٰ کو ہے۔ اِس کو خطاب حکایت کہا جاتا ہے۔ باب افعال سے ہے۔ مصدر ہے اِخْرَاجٌ بمعنی نکالنا۔ خرجٌ سے بنا ہے۔ قَوْمَ اسم مفرد معنوی جمع بمعنی قبیلہ خاندان برادری۔ ہم وطن بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے اَخْرِجْ کا۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل مضاف الیہ ہے قوم کا۔ مِنْ جارّہ ابتداءِ غایت کے لیے۔ الف لام استغراقی ظلمت جمع ہے ظُلْمَۃٌ کی بمعنی اندھیرا۔ اِلٰی جارّہ انتہاءِ غایت کے لیے۔ النور۔ الف لام عہدی ذہنی یا خارجی۔ نور اسم مفرد جامد۔ اجوف واوی کا مادۂ اشتقاق بھی ہوتا ہے مگر یہاں جامد ہے بمعنی مفید روشنی۔ بحالتِ کسرہ مجرور ہے متعلق دوم ہے اَخْرِجْ کا۔ وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ۔ واؤ عاطفہ۔ عطف اَخْرِجْ پر ذَکِّرْ۔ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر۔ باب تفعیل سے

ہے اِس کا مصدر ہے تذکیر۔ بمعنیٰ۔ دھیان رکھنا خیال رکھنا۔ ذکر کرنا۔ نصیحت پکڑنا۔ یاد دلانا۔ یہاں یہ آخری معنی ہیں۔ ھُمْ۔ ضمیر جمع غائب کا مرجع قوم بنی اسرائیل ہے۔ مفعول بہ ہے ذَكِّرْ کا۔ بِ جارہ زائدہ تاکید تذکیر کے لیے اَیَّامِ۔ اسم جمع مکسّر کثرت ہے یَوْم واحد کی۔ اسم ظرف مطلق ہے۔ حقیقتاً زمانی ہے۔ یَوم کے معنیٰ ہر دن۔ جب معرفہ باللام ہو تو انتہائی مخصوص دن یعنی آج۔ اَیَّامُ بمعنیٰ بہت سے دن۔ زمانہ مدت۔ وقت۔ موقعہ۔ مضاف ہے۔ اللہِ مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی سے مراد وہ خاص زمانہ جس میں اللہ کی طرف سے کچھ ہوا ہو۔ جار و مجرور متعلق ہے ذَكِّرْ کا۔ اِنَّ۔ حرف تحقیق شروع کلام میں ہے اس لیے بکسر ہمزہ ہے۔ فِی جارہ ظرفیہ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی مبنی ہے بحالت جر ہے۔ یہ جار و مجرور متعلق مَوْجُوْدٌ اسم مفعول پوشیدہ کا وہ مرفوع ہے کیونکہ اسم ہے اِنَّ کا۔ لام تاکیدیہ۔ آیٰتٍ جمع مؤنث سالم ہے آیۃٌ کا۔ بمعنیٰ نشان قدرت بحالتِ نصب ہے کیونکہ خبر ہے اِنَّ کی لِکُلِّ۔ لام جارہ نفع کا۔ کُلّ اسم تاکیدی جمعیت کے لیے مجرور ہے لام سے۔ صَبَّارٍ اسم مبالغہ بروزنِ فعّال جوّاد۔ غفّار۔ وغیرہ صَبْر مصدر سے بنا ہے۔ بمعنیٰ بہت صبر کرنے والا۔ شَکُوْرٍ صفتِ مشبّہ بمعنیٰ شاکر۔ بروزنِ غفورٍ فعول۔ بمعنیٰ ہر وقت شکر کرنے والے بذریعہ عبادتِ الٰہیہ۔ قدردان احسان مند۔ لفظ صبّار اور شکور صفاتِ الٰہیہ بھی ہیں مگر وہ بمعنیٰ صبر قبول کرنے والا اور شکر قبول و منظور فرمانے والا۔ یہاں یہ دونوں بندے کی صفت ہیں۔

تفسیر عالمانہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ سلطانِ کائنات والو۔ اور نہیں بھیجا ہم نے از اول تا آخر کوئی رسول بھی مگر انہی رسول علیہ السلام کی قومی علاقائی زبان میں اس طرح کہ اُن نبی کی اپنی ایک لغت بھی ان ہی قوم والوں سے تھی اور جو بھی الٰہی کتاب نازل ہوئی وہ بھی اسی علاقائی زبان میں ہی نازل ہوئی مثلاً توریت عبرانی میں زبور یونانی میں اور انجیل سریانی میں۔ تمام مفسرین یہی معنیٰ بیان فرماتے ہیں سوائے ایک شخص امام سفیان ثوری کے کہ انہوں نے یہ اختراع کرلی کہ تمام آسمانی کتابیں عربی میں نازل ہوئیں پھر انبیاء نے معاذ اللہ قوم کو ترجمہ پیش کیا۔ کسی نے کہا کہ جبرئیل علیہ السلام نے ہی ترجمہ کرکے انبیاء کو سنایا۔ (تفسیر روح المعانی و قادری) حالانکہ یہ اتنا غلط عقیدہ ہے کہ اس سے سیکڑوں باطل نظریات پیدا ہوگئے۔ معتزلہ فرقہ ایسے ہی بد نظریاتی کی پیداوار ہے ہمارے دور کے بعض جہلانے اسی بطلان کا سہارا لے کر سابقہ کتب الٰہیہ کے کلام الٰہی ہونے کا ہی انکار کردیا مگر خدا تعالیٰ نے جلد ہی ان کو ذلیل و رسوا کیا۔ ہر قوم کی زبان میں وحی اور نبوت آنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے تاکہ وہ نبی اپنی اس برادری اور قوم کو اللہ تعالیٰ کا وہ کلام کھول کھول کر بیان فرمادیں اور قوم اہل زبان ہونے کی بنا پر جلدی سمجھ لے

آگے رب تعالیٰ کی منشاء حکمت ہے کہ جس کو چاہے گمراہ کردے یعنی اُس کو کھلا چھوڑ دے کہ بھٹکتا پھرے یا اُس کے جبلتِ پیدائشی میں گمراہی پیدا کردے یا اس کو توفیق ہی نہ دے کہ بھلائی کی طرف جانے اُس کا دل ہی نہ چاہے۔ یہ سب صورتیں رب کی طرف سے گمراہی ملنے کی ہیں۔ اور جس کو چاہے ہدایت دے دے یا اس طرح کہ اس کو شریعت طریقت حقیقت معرفت کی محبت ملجائے یا اس طرح کہ دل بھلائی کی طرف ہی مائل رہے یا اس طرح کہ اس کی نفسانیت تو ہر وقت گناہ تلاش کرتی رہے مگر رب تعالیٰ اس کو ہر طرف سے گناہ سے دور رکھے اور گناہ اُس سے نفرت کریں دور بھاگیں یا بندے کو ایسی کیفیت اور مقام و معاشرے میں رکھ دے کہ بندہ اپنے لباس و مرتبے کے لحاظ سے گناہ سے بچے مثلاً عالم خطیب امام۔ پیر۔ اپنی عالمیت اور قوم کے طعنوں سے بچنے کے لیے بھی بےشمار گناہوں سے بچار ہتا ہے یا رب تعالیٰ بندے کو ایسی کمزوری بزدلی۔ یا بیماری میں جکڑ دے کہ وہ گناہ نہ کر سکے یہ سب رب تعالیٰ کی مختلف شکلوں کی ہدایتیں ہیں۔ بندے کو ان سب حالات میں اس ہدایت پر شکرِ الٰہی بجالانا چاہیئے۔ دنیوی زندگی میں کوئی رد کنے ٹوکنے والا نہ ہونا بھی عذاب ہے۔ اور وہ اللہ اپنے ہر کام میں عزیز یعنی غالب ہے کہ اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں اور حکیم یعنی حکمت والا ہے کہ کوئی کام بے کار بے وقت بے فائدہ نہیں اُس کا ہر عمل ہر شخص کے ساتھ بالکل حکمت مصلحت بروقت اور فائدے مند ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ اور البتہ بیشک کبھی کسی زمانے میں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنی کتاب کی آیتوں کے ساتھ یا نو معجزات کے ساتھ اسی لیے بھیجا تھا کہ وہ صرف اپنی قوم برادری کو ظلمات اندھیریوں سے نکال کر نور روشنی کی طرف لیجائیں یا ظلمات سے مراد فرعون کے ظلم ہیں اور نور سے مراد صحبت پاک موسوی کا آرام و عافیت ہے یا ظلمات سے مراد بے علمی کی جہالت ہے اور نور سے مراد حضرت موسیٰ کے وعظ اور توریت کی تعلیم کی روشنی ہے کیونکہ یہ بنی اسرائیل سینکڑوں سال سے فرعونیوں میں پھنس کر مذہبی اور غیر مذہبی سب علم بھول چکے تھے۔ یا نور سے مراد ایمان ہے اور ظلمات سے مراد کفر ہے یا نور سے مراد عبادت و تقویٰ ہے اور ظلمات سے بدعملی فسق و فجور مراد۔ یا نور سے مراد نیک محفلیں ہیں اور ظلمات سے مراد فرعون کی بری مجلسیں صحبتیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ سب کچھ ہی مراد ہے۔ احادیث مطہرات میں ہے کہ اللہ کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیاں ملیں۔

نمبر ۱۔ عصا۔ نمبر ۲۔ ید بیضا یہ دونوں معجزے ہدایت کے لیے تھے۔ نمبر ۳۔ مکڑی کا چھا جانا۔ نمبر ۴۔ مینڈکوں کی کثرت۔ نمبر ۵۔ ہر چیز کا خون بن جانا۔ نمبر ۶۔ جوؤں کی کثرت۔ نمبر ۷۔ بارشوں کا بند ہونا قحط سالی غربت۔ نمبر ۸۔ ہر چیز کا خون ہو جانا۔ نمبر ۹۔ طوفان دریا میں غرقابی یہ عذاب بددعا موسیٰ علیہ السلام سے

ہوئے۔ اور ہدایت نہ لینے کا نتیجہ ان کے علاوہ حضرت موسیٰ کے معجزات بھی ہیں۔
نمبر ۱۔ پہاڑ کا قوم کو پناہ دینا۔ نمبر ۲۔ من و سلویٰ۔ نمبر ۳۔ بادل کا سایہ کرنا۔ نمبر ۴۔ مقام تیہ میں کپڑوں کا میلا نہ ہونا غسل کی حاجت نہ ہونا۔ نمبر ۵۔ پتھر سے چشمہ جاری ہونا۔ نمبر ۶۔ کوہِ طور پر حاضری کہ قوم کا مر کر زندہ ہونا۔ رب تعالیٰ کا دوسرا حکم موسیٰ علیہ السلام کو یہ تھا کہ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰامِ اللّٰهِ ان بنی اسرائیل سے اللہ کے دنوں کی یادگار منواؤ تاکہ یہ خود بھی اور ان کی آئندہ نسلیں بھی دنوں کی یاد مناتے رہیں کہ جب وہ دن تاریخ معینہ سال بعد لوٹ کر آئے تو یہ رب کی نعمتوں کو جو اس دن ملیں تھیں یاد کر کے شکر کے سجدے بجا لائیں کریں۔ یاد دلانے کا طریقہ کیا ہے یا اس طرح کہ ہر فرد کو علیحدہ علیحدہ بتاؤ مگر یہ تو بہت مشکل ہے اور وقت بھی بہت خرچ ہو گا۔ تو بہتر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہوار یا سالانہ تمام بنی اسرائیل کو جمع کر کے بڑا اجتماع کرو بڑی محفل سجاؤ۔ اور اس میں بطور وعظ تقریر حمد و ثنا کرتے ہوئے بتاؤ کہ لوگو تم پر اللہ کی یہ نعمتیں برکتیں رحم و کرم ہوئے۔ نمبر ۱۔ تم کو انبیاء کرام کی نسل و اصل بنایا۔ نمبر ۲۔ تم کو تمام جہانوں پر جن و ملک پر فضیلت دی نمبر ۳۔ شریعت کے نور طریقت کے پھول دیے۔ نمبر ۴۔ تم کو دنیا پر بادشاہتیں دیں۔ نمبر ۵۔ تم کو اپنے کلام کی وحی اور صحیفے اور تورات دی۔ نمبر ۶۔ اس کے باوجود کہ تم نے نافرمانیاں کر کے اپنے پر عذاب نازل کروائے اور فرعون کی غلامی اور ذلت مصیبت میں جا پڑے مگر رب تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے بار بار تم کو عزت رحمت برکت سے نوازا۔ اور تمہارے دشمنوں کو ذلیل و خوار کر کے غرق کر دیا اور تمہاری شان بڑھا دی۔ بنی اسرائیل یہ سب باتیں اور سبق بھول چکے تھے اے کلیم محترم دیا ہے موسیٰ ان کو یاد دلاؤ۔ اور توریت پڑھاؤ سابقہ عذاب سناؤ ہم نے انسان بنایا۔ بندہ تم بناؤ بے شک اے آقا کی نسلو۔ مومنو۔ کافرو۔ ان پہلی نشانیوں میں انبیاء کی تبلیغوں میں قوموں کے عذابوں میں۔ عبرت مہلت بچنے سنبھلنے کے لیے البتہ بڑی کھلی واضح آیتیں ہیں۔ ہر صبار کے لیے۔ جو ہر وقت ہر حالت میں صبر کرے اور ہر شکور کے لیے جو ہر وقت ہر حالت میں رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ہر سانس جو اندر جاتی ہے وہ اس میں مومن شکر کرتا ہے اور جو سانس باہر آتی ہے وہ مومن کے صبر کی ہوتی ہے حدیث پاک میں ہے۔ کہ یقین ایک درخت ہے جس کا آدھا باطن یعنی جڑیں ہیں اور آدھا ظاہر یعنی شاخیں ہیں۔ باطنی درخت صبر مومن ہے اور ظاہری درخت شکر مومن ہے اور پورے درخت کا نام ایمان ہے۔ گویا کہ صبر بھی آدھا ایمان شکر بھی آدھا ایمان کامل مومن وہ ہے جس کے یقین کا پورا درخت سرسبز ترو تازہ اور پُر بہار ہو۔ صبر کی بھی پانچ قسمیں۔
نمبر ۱۔ صبر عملی۔ نمبر ۲۔ صبر قولی۔ نمبر ۳۔ صبر لسانی۔ نمبر ۴۔ صبر قلبی۔ نمبر ۵۔ صبر وجودی اور شکر کی بھی پانچ قسمیں۔
نمبر ۱۔ شکر عملی۔ نمبر ۲۔ قولی۔ نمبر ۳۔ لسانی۔ نمبر ۴۔ شکر قلبی۔ نمبر ۵۔ شکر وجودی۔ انتقام سے رکنا صبر عملی ہے۔

بدزبانی سے رکنا صبر قولی ہے شکوہ شکایت سے رکنا صبر لسانی ہے ظلم کو بھول جانا اور تکالیف کو حکمتِ الٰہی جاننا صبر وجودی ہے اسی طرح احسان و عبادت کرنا شکر عملی ہے۔ نعمتوں کا چرچہ کرنا شکر قولی ہے۔ حمد وثنا کرنا شکر لسانی ہے اپنے گناہوں خطاؤں لغزشوں اور کمیوں کا معترف ہونا رب تعالیٰ کے کرم و فضل پر نگاہ رکھنی شکر قلبی ہے۔ نفس وذات اور خودی کو مٹانا شکر وجودی ہے۔ جو ایک قسم کا شکر صبر کرے کبھی نہ کرے وہ صابر شاکر ہے جو پانچوں قسم کے صبر و شکر کرے وہ صبار و شکور ہے۔ آقاء کل داناء سبل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن عجیب خوش قسمت ہے کہ اُس کا ہر کام خیر ہی خیر ہے۔ وہ دکھ میں صبر کرکے ثواب پالیتا ہے اور سکھ میں شکر کرکے رضاء الٰہی پالیتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ امتِ مصطفےٰ کو دو نعمتیں ملیں۔ نمبر۱۔ عقل۔ نمبر۲۔ علم۔ عقل سے صبر ملا علم سے شکر ملا۔ عقل کی کثرت نے مومن کو صبار بنایا اور علم کی کثرت نے شکور بنایا اور یہ دونوں انعام فضلِ ربی ہیں۔

فائدے

ان آیاتِ مطہرات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ آقاء دو عالم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی زبانیں جانتے ہیں یہاں تک کہ پتھروں لکڑیوں اور جانوروں کی زبانیں بھی جانتے سمجھتے ہیں۔ یہ فائدہ بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا اور نیز کثیر احادیث سے یہ حقیقت واقعی ہے۔ تمام مخلوق عرشی و فرشی نبی پاک کی قوم ہیں۔
دوسرا فائدہ۔ انبیاء کرام اور خاص کر رحمۃ عالمین علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا والوں کو ہر عیب ہر برائی سے پاک کرنے والے اور بچانے والے ہیں اس لیے ان کے پاس بیٹھنے والا ہر شخص ہر عیب سے پاک ہوتا ہے۔ یہ فائدہ مِنَ الظُّلُمٰتِ میں ظلمات جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ کفر۔ گمراہی۔ منافقت۔ لالچ۔ بد دیانتی۔ بدعملی۔ تقیہ۔ جھوٹ فریب۔ غداری وغیرہ سب ظلمت میں داخل ہیں۔ لہٰذا اب جو شخص کسی بھی صحابیٔ پاک کو ذرہ برابر کسی غلطی یا برائی کی تہمت لگائے تو وہ قرآن کریم کا منکر ہے۔
تیسرا فائدہ۔ نبی کی ذات نور ہے اسی طرح انبیاء کرام کا وعظ۔ کلام۔ اور کتاب۔ وحی الٰہی بھی نور ہے۔ مگر ذات اور جسم خلقتاً نور ہونا نبی علیہم السلام کی شان ہے باقی اسلام کی چیزوں کا نور ہونا صفتاً بمعنیٰ ہدایت کی روشنی۔ یہ فائدہ نور کو واحد فرمانے سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ۔ رب تعالیٰ کو وہ بندہ بہت پسند ہے جو صبار ہو شکور ہو۔ اگرچہ صابر شاکر عابد زاہد ہونا بھی ایمان کی نشانی ہے مگر صبار اور شکور کی زیادہ فضیلت ہے۔ اور یہ ہمہ وقتی صفت ہے۔ پانچواں فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کی غیر خصوصی صفات بھی ہوتی ہے اور خصوصی صفات بھی۔ غیر خصوصی صفات غیر اللہ کے لیے استعمال کرنی جائز ہیں۔ یہ فائدہ صَبَّار اور شَکُوْر فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بھی نام ہیں اور یہاں بندوں کو انہی صفاتی ناموں سے ذکر کیا گیا۔ لہٰذا نبی پاک کو۔

رحیم کریم اور غیب داں ۔ حاضر وناظر اور بخشنے والا کہا جا سکتا ہے ۔ کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی غیر خصوصی صفات ہیں ۔ قرآن مجید میں مختلف جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چوبیس تقریباً صفاتی نام نبی پاک کو بھی عطا فرمائے ۔

چھٹا فائدہ ۔ آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام صرف اپنی اپنی مخصوص قوم و قبیلے کی طرف ہی مبعوث ہوئے ۔ یہ فائدہ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا ۔ جب کہ ابھی پہلی آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لِتُخْرِجَ النَّاسَ ارشاد ہوا ۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔

پہلا مسئلہ ۔ اچھے دنوں کی یادگاریں قائم کرنا جائز بلکہ واجب ہیں اس سے دینی دنیوی بہت فوائد ہیں ۔ یہ مسئلہ وَذَكِّرْهُمْ (الخ) سے مستنبط ہوا ۔ کیونکہ ذَكِّرْ امر ہے اور امر اصلی معنیٰ میں وجوب کے لیے ہوتا ۔ لہٰذا محفل میلاد و شب معراج ۔ اور گیارھویں ۔ بارھویں پاکستان کی یادگار وغیرہ سب جائز ہیں ۔ محفل میلاد کے مکمل ثبوت کے لیے ہمارا فتویٰ میلاد کا مطالعہ فرمایا جائے ۔

دوسرا مسئلہ ۔ اللہ تعالیٰ کی چیزوں کو پیارے اور نیک متقی بندوں کی چیزیں کہنا جائز ہے اور بندوں کی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی چیزیں کہنا جائز ہے خاص کر انبیاء کرام کی طرف اس طرح کہنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے ۔ یہ مسئلہ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ سے مستنبط ہوا ۔ دیکھو چند مخصوص دنوں کو اللہ کے پیاروں ۔ اور نبیوں ۔ اور کچھ نعمتوں سے نسبت ہو گئی تھی تو رب تعالیٰ نے ان کو اَيّٰمِ اللّٰهِ ۔ اللہ کے دن فرمایا ۔ پس اسی طرح ۔ نیکوں کی بات کو اللہ کی بات کہہ سکتے ہیں ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کہنا بھی ٹھیک ہے ۔ اسی طرح اللہ کی مسجدوں کو مسجد نبوی ۔ مسجد غوثیہ کہنا بھی جائز ہے ۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں ۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ سابقہ امتوں کے لیے تو یہ درست ہے اور کافی ہے کہ ایک قوم اور ایک زبان کے لیے ایک نبی ہوتے تھے علیہ السلام لیکن نبی کریم تو ایک قوم کے لیے تشریف نہیں لائے آپ تو كَافَّةً لِّلنَّاسِ ہیں جب عربی قرآن مجید اترا تو عربیوں کے لیے کافی ہو گیا ان کا عذر ختم ہو گیا لیکن تا قیامت دوسروں کے لیے ہر زبان میں قرآن مجید کیوں نہیں نازل ہوا ۔

جواب ۔ تین وجہ سے ۔ نمبر ۱ ۔ قرآن مجید کی بھرپور انتہائی بلاغت و فصاحت کی وجہ سے صرف عربی دانی سے نہیں آ سکتی اس کے لیے بہت بھاری تفسیر کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام تا قیامت علماء ۔ صوفیاء ۔

مفسرین کے دامن لگا ہی تھا اس لیے ویسے ہی ایک زبان میں آیا تاکہ دوسروں کو تفسیر کے ساتھ ساتھ ان کے ترجمے بھی کر کے یہ ہی علما مفسرین سکھائیں تاکہ زیادہ محنت سے زیادہ ثواب بھی ملے اور علما فقہا کا ایک طبقہ پیدا ہوتا ہے اور دنیا کے ہر کونے میں ہر شکل میں پہنچ بھی جائے اور پھر ایک بھی رہے۔ اتحاد کی کیسی بہترین عالمگیر شکل پیدا ہو گئی۔ اگر ہر زبان میں علیحدہ قرآن نازل ہوتا تو اپنا اپنا کلام لے کر ہر شخص علیحدہ ہو جاتا کوئی کسی دوسرے سے تعلق نہ رکھتا یہاں تک کہ عربی بھی کو بھول جاتے۔ نمبر۲۔ عربی دنیا کے علاوہ قبر و حشر اور جنت کی زبان ہے۔ نمبر۳۔ ایک زبان میں ہونے کی وجہ سے تاویل تحریف اور تبدیلی سے بچ گیا۔ اور پھر تشہیر میں بہت فائدہ کہ ساری دنیا میں منزل قرآن پہنچ گیا۔ نمبر۴۔ دوسری زبانوں میں اتنا اختصار۔ اتنی فصاحت بلاغت نہیں جو عربی میں ہے۔

دوسرا اعتراض۔ بلسان قومہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم بھی صرف عرب قوم کے لیے ہوں نہ کہ ساری اقوام کے لیے۔ اور یوں قرآن اگر معجزہ اپنی فصاحت و بلاغت کی بنا پر ہے تو وہ بھی صرف اہل عرب کے لیے ہوا دوسرے عجمیوں کو اس کی فصاحت کی کیا سمجھ لہٰذا نہ قرآن ساری دنیا کے لیے نہ محمد رسول اللہ دنیا کے لیے (فرقہ یہودیہ عیسویہ)

جواب۔ صرف قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت ہی معجزہ نہیں بلکہ کسی کے لیے بلاغت کسی کے لیے تلاوت کسی کے لیے اس کی حفظ اور ساری کتاب کو بہت آسانی سے یاد کر لینا۔ کسی کے لیے اس کی لذت سمجھ آئے یا نہ آئے۔ بے سمجھ لذت ہونا بھی بتا رہا ہے کہ ساری کائنات کے لیے ہے کسی کے لیے اس کی تفسیر اس کے اسرار مسائل غرض کہ اس کی ہر چیز معجزہ ہے اس لیے یہ ہر ایک کے لیے معجزہ ہے اور یہ نبی کریم کا ہے تو نبی کریم بھی ساری کائنات کے لیے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ اور ہم نے بھیجے ہر پیغام لانے والے کو اسی پیغام کے ساتھ بھیجا جس کی طالب حقیقت کو ضرورت تھی تاکہ اپنی استعداد قوت فہم طاقت ادراک کے مطابق سمجھے کلام اور کلام کے لانے والے کا فیض پورا پورا حاصل کرے اور بیان اسرار کا فائدہ ہو۔ اہل شریعت کے لیے شریعت ہی بیان کی جائیں طریقت کے وعظ نہ کئے جائیں اور طلباء طریقت کے سامنے مراقبے اور مکاشفے کے وعظ سنائے اور سبق لکھوائے جائیں۔ ہر نبی ہر صدیق کی کلام معرفت اور طریق محنت میں اصطلاح علیحدہ ہے۔ عوام کے سامنے اصطلاحات صوفیا بیان کرنا حرام ہے۔ ورنہ گمراہ ہو جائیں گے یا بدظن۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے منتہی طلبا کو بھی محی الدین ابن عربی اور وحدت الوجود اور ہمہ اوست کی کتابیں نہ پڑھنے دیتے تھے۔ بعض صوفیا اپنے مریدین کو نقشبندیوں سے دور رکھتے ہیں اس لیے کہ یہ راستے کٹھن ہیں۔ مگر یہ باتیں پہلوں کی ہیں آج تو نہ قادریت کا کسی کو پتہ ہے نہ نقشبندیت و سہروردیت کا صرف جبہ و دستار ہی باقی رہ گئی ہے۔

یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ عرفان سے دور بھٹکتا چھوڑ دیتا ہے
اللہ جس مغرور کو ناپسندی نارا ضگی میں پاتا ہے اور جس عاجز مسکین مخلص کو چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی آسانیوں سے
نوازتا ہدایت دیتا ہے۔ اور وہی رب کائنات بندوں پر عزیز ہے اور اپنے اعمال میں حکمت والا ہے۔ اللہ جس
کو چاہتا ہے محجوبیت سے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مجذوبیت سے ہدایت وصل عطا فرماتا وہ واصلین
کو عزت دینے والا ہے۔ اور نااہلوں کو دور رکھنے میں حکمت و مصلحت والا ہے۔ اس لیے کہ مجذوب تو محبت کے نشے
میں مدہوش ہوتا ہے اور شراب محبت کے نشہ میں وادیٔ حیرت میں سرگرداں ہوتا ہے لیکن محروم وہ سکر سے
حیرت میں اور کبھی حیرت سے سکر میں ... اس کی ضلالت ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ
اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ ... وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ
صَبَّارٍ شَکُوْرٍ اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے وصلِ الٰہی کے جام پینے والے موسیٰ کلیمی کو اپنے مشاہدات کی
بہت نشانیاں دیں تاکہ اپنی خصائل حمیدہ والی قوم کو غفلتوں کے ظلمات سے اعمالِ صالحہ محنتِ شاقہ کے نور کی
طرف نکالے۔ اور مراقبے اور مکاشفے والے انعامِ الٰہی کے دنوں کی یاد رکھے۔ اسرار کے مکاشفے کو انتہا سمجھے
وابتدا تھی۔ بیشک اس قرب و بعد۔ وصل و حجاب۔ اسرار و انوار میں شاہکارِ قدرت کی بیشمار نشانیاں ہیں۔
ہر قضاو قدر پر صبر کرنے والے۔ اور عالم بالا کی شناس پانے والے شکر گزار کے لیے صوفیا فرماتے ہیں کہ صابر وہ ہے
جو اپنے نفس سے غم دنیا کو نکال پھینکے اور صبار وہ ہے جو قضا و قدر کے فیصلوں پر جبین نیاز خم کردے۔ کم کھائے
کم بولے۔ شاکر وہ ہے حسن اخلاق کو طور رکھے اپنے رب کریم کے مراقبے میں رہے۔ اور شکور وہ ہے جو اپنے اسرار
کو چھپائے اللہ سے ہمیشہ خائف رہے سبب پر بھروسہ کرے مصائب پر شکوہ نہ کرے عابد وہ ہے جو ظاہری کرے
اور باطنی کو سپرد خدا کرے۔ زاہد وہ ہے جو راحت و امارت کو ترک کرے۔ شہواتِ نفسانی سے باز رہے۔
نفس کو شریعت کے شکنجے میں کسے۔ مجاہد وہ ہے جو تدبر تفکر میں غفلت نہ برتے۔ یہ منزلیں ہیں جن سے آگے مقام
صبر و شکر ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

اور یاد کرو	جب	فرمایا	موسیٰ	نے	کو	قوم	اپنی	کہ چرچا کرو	نعمت	کا	اللہ کی

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان

عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ

پر تم جب کہ بچایا تم کو سے فرمانبرداروں فرعون کے جو ذلیل رکھتے تھے تم کو

جب اس نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو بری مار دیتے تھے

سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ

بری تکلیفوں سے اور قتل کرتے تھے بیٹوں کو تمہارے اور زندہ رکھتے تھے بیٹیوں کو تمہاری

اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کا

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ع

اور بیچ اس امتحان تھا طرف سے رب کے تمہارے بڑا

بڑا فضل ہوا۔ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ

اور یاد کرو جب کہ اعلان فرمایا رب نے تمہارے البتہ اگر تم شکر کرو گے البتہ زیادہ دوں گا میں تم کو

سنا دیا کہ اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۔ وَقَالَ

اور ضرور ہے کہ اگر ناشکری کرو گے تم بیشک عذاب میرا یقینا سخت ہے ۔ اور فرمایا

سخت ہے۔ اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور زمین

مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

حضرت موسیٰ اگر کفر کرو تم اور وہ جو میں زمین ہیں

میں جتنے ہیں سب کافر ہو جاؤ تو بیشک اللہ بے پرواہ

جَمِيۡعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيۡدٌ ‏

سب بس بیشک اللہ البتہ بے نیاز ہے حمد والا ہے

سب خوبیوں والا ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم نے حضرت موسیٰ کو اس لیے بھیجا کہ اپنی قوم کو رب تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاؤ۔ اب ان آیات میں حضرت موسیٰ کا اپنی ڈیوٹی ادا فرماتے ہوئے قولی تبلیغ کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں اللہ کی نعمتوں کا ذکر ہوا اب ان آیات میں ان نعمتوں کی کچھ تفصیلی فہرست بتائی گئی۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیتوں میں صابر و شاکر بندوں کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیات میں صبر و شکر کرنے کا فائدہ بیان ہو رہا ہے۔ **چوتھا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں حضرت موسیٰ کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد بیان ہوا کہ حضرت موسیٰ نے اپنا مقصد بعثت پورا فرمایا۔ اب ان آیات میں قوم کی بعثت کا مقصد بیان ہوا کہ اگر تم اپنا مقصد خلقت یعنی ایمان و عبادت الٰہیہ پورا نہ کرو گے تو کسی کو بھی تمہاری پروا نہ ہوگی۔ کیونکہ اللہ غنی اور حمید ہے۔

تفسیر نحوی وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهِ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ اَنۡجٰٮكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ وَيُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ نِسَآءَكُمۡ‌ؕ وَفِىۡ ذٰلِكُمۡ بَلَاۤءٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ ۔ واؤ عاطفہ ہے جملہ اِذۡ۔ اسم ظرفیہ زمانیہ بمعنی جب۔ جب کہ۔ جس وقت۔ یہ اصلاً تو زمان ماضی کے لیے ہوتا ہے مگر کبھی زمان مستقبل کے لیے ہوتا ہے۔ اسی طرح اصلاً تو ظرف زمانی ہے مگر کبھی مکانی کے لیے بھی آتا ہے بمعنی جس جگہ۔ اِذۡ ظرفیہ کے بعد ہمیشہ اذۡكُرۡ امر واحد حاضر یا اذۡكُرُوۡا امر جمع حاضر پوشیدہ ہوتا ہے۔ یہ خود اس پوشیدہ کا اکثر ظرف (مفعول فیہ) ہوتا ہے مگر کبھی مفعول بہ کبھی بدل۔ اور کبھی مبتدا کی خبر ہوتا ہے۔ یہاں ظرف زمان اور مفعول فیہ ہے پوشیدہ کا۔ کبھی اِذۡ ظرفیہ کا نہیں ہوتا بلکہ مفاجائیہ ہوتا ہے بمعنی اچانک۔ اور کبھی تعلیلیہ قَالَ فعل ماضی موسیٰ اسم مقصور اس کا فاعل ہے۔ یہ عجمی عبرانی لفظ ہے مگر عجمی غیر منصرف نہیں۔ کیونکہ اب بھی عجمی ہے عربی لفظ نہیں بنا۔ بحالت رفع ہے۔ لام زائدہ مفعولیت کا ہ ضمیر کا مرجع موسیٰ ہے جار و مجرور متعلق ہے قَالَ کا۔ اگلی عبارت جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہے قَالَ کا۔ اور یہ قول اپنے مقولے سے مل کر اُذۡكُرۡ کا مظروف مفعول بہ ہوا اُذۡكُرُوۡا فعل مرجع حاضر مذکر ذِكۡرٌ سے بنا ہے بمعنی یاد کرنا

باب نَفَعَ سے ہے اس کا فاعل ھُمْ ضمیر مستتر کا مرجع قوم ہے۔ نِعْمَۃَ اسم مفرد جامد بمعنی انعام احسان۔ نفع اور
آرام دینے والی چیز۔ بلا معاوضہ ملنے والی چیز۔ اس کی جمع ہے نِعَم۔ بحالت فتح مفعول بہ ہے۔ اللہ اسم معرفہ مجرور
ہے۔ علی جارہ بمعنی فوقیت یا بمعنی لام نفع کا۔ کُمْ ضمیر جمع حاضر مجرور متصل کا مرجع قوم ہے۔ متعلق ہے اُذْکُرُوا کا۔ اِذْ اسم
مبنی ظرفیہ زمانیہ یا تعلیلیہ۔ اَنْجٰی۔ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔ باب افعال۔ نَجْیٌ سے مشتق ہے بمعنی
نجات دینا۔ بچانا۔ دور رکھنا۔ چھٹکارا دینا یا دلانا۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں باب افعال سے ہے۔ دراصل تھا
اَنْجَیَ ی کو الف سے بدلا گیا ماقبل کے زبر کی وجہ سے۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع اللہ ہے کُمْ ضمیر کا مرجع
قوم مخاطب ہے۔ مِنْ جارہ بمعنی عن جارہ برائے تجاوز۔ آل اسم مفرد جامد ہے مگر اس کی اصلیت میں تین قول ہیں
نمبر۱۔ اصل میں اَھْلٌ نمبر۲۔ اَھْل تھا اَوْلٌ نمبر۳۔ اصل تھا اَوْلٌ بمعنی فرماں بردار مطیع۔ زیر پرورش لوگ۔ پہلا
قول   چند وجہ سے صحیح نہیں۔ یا اس لیے کہ لفظ اہل ہر ایک کے لیے مستعمل ہے۔ خواہ اس کا مضاف
الیہ عقل والا ہو یا بے عقل جانور، جمادات وغیرہ مگر آل کا لفظ غیر عقل اور گھٹیا انسان کے لیے نہیں آسکتا۔ دنیوی لحاظ
سے بڑے آدمی کی نسبت آل کی طرف ہوتی ہے یا اس لیے کہ آل کا مضاف الیہ جب علیحدہ بھی آئے تو آل مضاف
الیہ میں شامل نہیں ہوگا۔ جیسے عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اور جب علیحدہ ہو تو آل میں مضاف الیہ بھی شامل ہو
گا۔ جیسے یہاں آل فرعون یہ بات اہل میں نہیں۔ اسی اختلاف سے اس کی تصغیر ہے۔ اُھَیْل یا اُوَیْل۔ بحالت جر ہے
فِرْعَوْنَ اسم جامد عبرانی لفظ ہے۔ شاہ مصر کا لقب ہوتا تھا جیسے آجکل صدر۔ پریذیڈنٹ یا ملک ہوتا ہے۔
یَسُوْمُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع غائب مستتر اس کا فاعل مرجع آل او
فرعون دونوں۔ سَوْمٌ سے مشتق ہے بمعنی مجبور کرنا۔ ذلیل کرنا۔ تکلیف دینا۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں باب
نصر سے ہے کُمْ اس کا مفعول بہ مرجع قوم سُوْءَ اسم مفرد جامد بمعنی۔ برا۔ ذلیل۔ آفت۔ گناہ۔ غمگین کرنے والا
یہاں ہر معنی ہو سکتا ہے۔ شدت پیدا کرنے کے لئے آتا ہے۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ دوم۔ اَلْعَذَابِ
الف لام عہد خارجی عذاب صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی سزا، آفت، مصیبت ہے بحالت کسرہ ہے۔ واؤ
عاطفہ۔ عطف ہے یَسُوْمُوْنَ پر یُذَبِّحُوْنَ۔ فعل مضارع باب تفعیل۔ مصدر تَذْبِیْحٌ یا تَذْبِیْحَۃٌ
ہے۔ صیغہ جمع مذکر غائب فاعل ھُمْ ضمیر کا مرجع وہی فرعون و فرعونی۔ ذَبْحٌ سے بنا ہے۔ بمعنی گلا کاٹنا۔
قتل کرنا۔ اُن لٹانا۔ مار ڈالنا۔ خون بہانا۔ یہاں مراد ہے۔ مار ڈالنا۔ ھُمْ ضمیر فاعل کا مرجع وہی فرعون و فرعونی
اَبْنَاءَ۔ جمع ہے ابن کی بمعنی نسلی بیٹا۔ خواہ اپنا نطفہ ہو یا پوتا وغیرہ۔ لغوی معنی۔ والا۔ کے بھی آتے ہیں۔ جیسے ابن السبیل
راستے والا (مسافر) بحالت فتح مفعول بہ ہے یُذَبِّحُوْنَ کا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع قوم ہے۔ واؤ عاطفہ
عطف ہے یُذَبِّحُوْنَ پر یَسْتَحْیُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر کا مرجع فرعون و فرعونی

باب استفعال سے ہے مصدر ہے۔ اِسْتِحْیَاءٌ۔ حَیْیٌ۔ یا حَیٌّ۔ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ زندگی میں رکھنا۔ زندگی بخشنا۔ زندہ چھوڑنا۔ زندگی کو چھپانا۔ حیا کرنا۔ یہاں پہلے تین معنیٰ مراد ہیں۔ نِسَاءٌ۔ اسم جمع جامد ہے۔ اس کا لفظی واحد کوئی نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا غیر لفظی واحد مَرْأَۃٌ ہے۔ واللہ اعلم۔ بمعنیٰ۔ بیویاں۔ عورتیں۔ مؤنثیں۔ یہاں مؤنث کے معنیٰ میں ہے۔ مراد ہے بچیاں۔ نساء اس لیے فرمایا گیا کہ بڑھاپے تک ان کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ بحالتِ نصب اس لیے ہے کہ مفعول بہ ہے۔ کُمْ ضمیر کا مرجع قوم بنی اسرائیل ہے۔ واؤ حالیہ فی جارہ ظرفیہ۔ ذٰلِکُمْ۔ اسم اشارہ بعیدی ہے۔ یعنی اُس میں۔ خطاب چونکہ مخاطبین کثیرہ کو ہے اس لیے اشارہ میں کُمْ ضمیر جمع حاضر آئی۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ بتدا کا بَلَآءٌ۔ اسم مصدر ہے بمعنیٰ حاصل مصدر۔ بہ مادہ باب نصر میں آتا ہے بمعنیٰ۔ آزمائش۔ امتحان۔ کبھی نیکی میں آتا ہے بمعنیٰ۔ غم۔ پریشانی۔ یہاں دونوں طرح معنیٰ بن سکتے ہیں۔ بحالتِ رفع خبر ہے پوشیدہ بتدا کی مِنْ جارہ ابتداء غایت کے لیے رَبِّ۔ اسم مضافی ہے بحالت کسرہ مجرور ہے۔ جار و مجرور ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے بَلَاءٌ مصدر کے۔ کُمْ ضمیر جمع حاضر مجرور متصل مضاف الیہ۔ عظیم صفت مشبہ بروزن کَرِیْمٌ فَعِیْلٌ۔ بمعنیٰ بہت بڑی بمعنیٰ اسم فاعل ہے۔ عَظْمٌ سے مشتق ہے۔ معنیٰ ہے مضبوط۔ سخت۔ دراز۔ یہاں بمعنیٰ سخت ہے۔ بحالتِ رفع ہے کیونکہ صفت ہے بَلَاءٌ کی۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ وَقَالَ مُوْسٰی اِنْ تَکْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَاِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔ واؤ ابتدائیہ سرخلہ یا عاطفہ۔ پہلی صورت میں اِذْ ظرفیہ زمانیہ کے بعد اُذْکُرْ پوشیدہ ہے اور خطاب نبی کریم سے ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور تذکرہ تمام تاقیامت مسلمانوں کا ہے۔ عبارت نئی ہے۔ دوسری صورت میں عطف ہے سابقہ مقولے پر یہ کلام موسیٰ علیہ السلام کا اور اُذْکُرُوْا۔ ہم جمع پوشیدہ جس کا مرجع قوم موسیٰ بنی اسرائیل ہیں۔ تَاَذَّنَ۔ فعل ماضی مطلق معروف باب تفعّل صیغہ واحد مذکر غائب اُذْنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بات کو کان تک پہنچانا۔ خبر کرنا۔ سنانا۔ اسی سے ہے اسم جامد اُذُنٌ بمعنیٰ کان اور اسی سے ہے اذان مصدر بمعنیٰ کانوں میں ہاتھ رکھ کر آواز دینا جیسے نمازوں کی اذان۔ رَبُّ اسم جامد نام ہے مضافی بحالت رفع فاعل ہے تَاَذَّنَ کا۔ تنوین سے مانع مضاف ہونا ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرورہ متصل کا مرجع قوم موسیٰ علیہ السلام یا تاقیامت مسلمان۔ لَئِنْ۔ لام زائدہ برائے تاکید۔ اِنْ حرف شرط شَکَرْتُمْ۔ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ شُکْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ احسان ماننا۔ اظہارِ نعمت کرنا۔ قدر پہچاننا۔ اسی کے ہم معنیٰ ایک مصدر شُکْرٌ ہے ان دونوں کا مقابل کُفْرٌ اور کُفْرَانٌ باب نصر سے ہے۔ لام جزائیہ بمعنیٰ فَ جزائیہ برائے جواب شرط ہے لام تاکید ہمیشہ لام شرط کے بعد آتا ہے جیسے یہاں۔ اور دونوں لام مفتوح ہوتے ہیں اَزِیْدَنَّ فعل مضارع معروف صیغہ واحد متکلم۔ مرجع ذاتِ باری تعالیٰ۔ بحث لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ فعل مستقبل معروف زَیْدٌ سے بنا

ہے یا زادٌ سے باب ضَرَبَ سے ہے۔ بمعنیٰ زیادہ دینا۔ زیادہ کرنا۔ بڑھانا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل مفعول لہٗ ہے یا مفعول بہ۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ پر لام نائمہ تاکیدیہ۔ اِنْ حرف شرط کَفَرْتُمْ فعل ماضی مطلق جمع مذکر حاضر یہ جملہ شرطیہ ہے باب نَصَرَ سے ہے کُفْرٌ بمعنیٰ کُفْرَانٌ سے بنا۔ ترجمہ ہے ناشکری کرنا۔ اِنَّ حرف تحقیق اس سے پہلے فَ جزائیہ پوشیدہ ہے۔ دراصل تھا فَاِنَّ۔ فَ جزائیہ اُس وقت پوشیدہ ہوتی ہے جب شرط میں تاکید یا قسم سے شدت پیدا ہو جائے۔ یہاں بھی لئن کے لام تاکیدیہ سے شدت پیدا ہوئی۔ عذَابِ اسم جامد بمعنیٰ سزا۔ مضاف بطرف یاء متکلم۔ مرکب اضافی بحالتِ نصب ہے اسم ہے اِنَّ کا۔ لام ابتدائیہ ہے برائے تاکید ہے شَدِيْدٌ اسم صفت مشبہ ہے۔ بمعنیٰ اسم مفعول یعنی مَشْدُوْدٌ یا اسم فاعل بمعنیٰ مُشْتَدٌّ۔ اس کی جمع ہے شِدَادٌ یا اَشِدَّاءُ۔ شَدٌّ مضاف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ مضبوط۔ سخت۔ پکا۔ بندھا ہوا۔ کڑا۔ تنگی والا۔ یہاں آخری معنیٰ مراد ہے۔ بحالتِ رفع خبر اِنَّ ہے۔ اور یہ سب عطف معطوف مل کر مفعول بہ ہے تَاَذَّنَ کا۔ واؤ عاطفہ ہے۔ یا سرجملہ۔ پہلی صورت میں عطف پہلے قَالَ پر اور بیچ کی عبارت یا جملہ معترضہ یا پہلے قَالَ کا مقولہ۔ دوسری صورت میں علیحدہ جملہ ہے قَالَ فعل ماضی مطلق کا فاعل لفظ موسیٰ ہے۔ اور اگلی عبارت اس کا مقولہ ہے۔ اِنْ حرف شرط مجزوم ہے شدت سے اس بیعہ اس کی جزا میں فَ جزائیہ آگئی۔ تَكْفُرُوْا۔ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ شرک کرنا یا کُفْرَانٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ناشکری کرنا۔ باب نصر سے ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر اس کا فاعل ہے۔ اس کا مرجع قوم موسیٰ علیہ السلام۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل برائے عطف لائی گئی۔ قانونِ نحویہ کلیہ ہے کہ جب ضمیر متصل یا مستتر پر کسی ظاہر اسم کو عطف کیا جائے گا تو اسی صیغے کی ضمیر منفصل لائی جائے گی۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ اسم موصول مرفوع معطوف ہے اَنْتُمْ پر۔ فِیْ جارہ بمعنیٰ علیٰ۔ یا اپنے ہی ظرفیت کے معنیٰ میں ہے۔ الف لام استغراقی۔ بمعنیٰ تمام۔ اَرْضٌ۔ یعنی روئے زمین جار مجرور متعلق ہے موجُوْدٌ پوشیدہ کا۔ جَمِيْعًا۔ اسم تاکیدی ہے بروزن فَعِيْلٌ بمعنیٰ اسم مفعول مجموعًا۔ بحالت نصب حال ہے مَنْ کا۔ یہ موجُوْدٌ پوشیدہ جملہ اسمیہ بن کر صلہ ہوا مَنْ موصولہ کا۔ فَ جزائیہ جواب شرط ہے۔ اِنَّ حرف تحقیق۔ اللہ اس کا اسم ہے۔ لام زائدہ ابتدائیہ برائے تاکید۔ غَنِيٌّ۔ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ۔ بمعنیٰ۔ بے نیاز۔ یہ صفتِ خصوصی ہے باری تعالیٰ کی اور بمعنیٰ۔ بے غرض۔ قانع صابر۔ غیر محتاج۔ یہ غیر خصوصی صفت ہے۔ اس کی جمع ہے اَغْنِيَاء۔ غِنٰی سے بنا ہے ترجمہ ہر چیز کا مالک یا کسی کا محتاج نہ ہونا۔ کسی چیز کی اُس کو ضرورت نہ ہونا۔ حَمِيْدٌ بروزنِ فَعِيْلٌ یہ بھی صفتِ مشبہ ہے۔ حَمْدٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ تعریف کرنا۔ تعریف کرانا۔ حمید بمعنیٰ محمودٌ ہے۔ لائق تعریف ثنا۔ یا مستحق ثنا۔ یا قابلِ ثنا۔ پہلے دو معنیٰ میں صفتِ خصوصی ہے باری تعالیٰ کی۔ تیسرے معنیٰ میں بندے کی صفت ہے۔ وہ بھی صرف نبی پاک کی یہ دونوں اسم نکرہ مرفوع ہیں

کیونکہ خبریں میں ان کی۔ یہ جملہ اسمیہ جزا ہے۔

تفسیر عالمانہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ۔ اور یاد کیجئے اے پیارے حبیب اس آنکھوں دیکھے واقعے کو جب حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا اپنی قوم بنی اسرائیل کو کہ یاد مناتے رہو تم اللہ کی اس نعمت کی جو تم پر ہوئی۔ یاد اس طرح مناؤ کہ خود بھی یاد کرو اور آئندہ نسلوں کو بھی رب تعالیٰ کی نعمتوں احسانات کے متعلق پرانے قصے سناتے رہو تاکہ تم سب شکر گزار بندے بنے رہو۔ کیونکہ یادگاریں منانے کا اصل مقصد یہی ہے۔ رب کریم کا ایک شاندار احسان اس وقت ہوا تھا جب اسی اللہ نے تم کو فرعون اور اس کی ظالم حکومت اور اس کے افسروں حاکموں اور پوری قبطی قوم سے نجات دی تھی۔ وہ فرعونی لوگ تم کو ذلت والی سزائیں تکلیف دہ کام اور بے اجرت دیتے مزدوری اور بلا قصور ایذائیں دیتے رہتے تھے۔ تاریخوں روایتوں میں ہے کہ قبطی لوگ بنی اسرائیل کو فرعون کے ظالمانہ قانون کے مطابق سات قسم کے ظلم اور ذلت والے سلوک سے برتاؤ کر کے ستاتے تھے۔ نمبر ۱۔ تمام عورت و مرد کو لونڈی غلام بنایا ہوا تھا اور یہ غلامیت نسلوں سے چلی آ رہی تھی۔ نمبر ۲۔ بھنگیوں والے غلیظ کام اور شدید مشکل کام لیے جاتے تھے۔ نمبر ۳۔ جھوٹا موٹا بچا ہوا کھانا اور کپڑے ان کو دیے جاتے تھے۔ نمبر ۴۔ کوئی بھی اسرائیلی قبطی سے اونچی بات یا نگاہ اٹھا کر دیکھ نہ سکتا تھا نہ اپنا حق مانگ سکتا تھا۔ نمبر ۵۔ جھوٹی شکایت پر بھی بغیر تحقیق جیل وغیرہ کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ نمبر ۶۔ نوجوان لڑکیوں کو شادی کرنے سے بلا وجہ روکا جاتا تھا۔ نمبر ۷۔ قبطی کا جرم کالعدم سمجھا جاتا تھا اور اس کے بدلے اسرائیلی کو سزا ملتی تھی۔ ایک دفعہ فرعون نے خواب دیکھا کہ آگ لگی ہے جس نے قبطیوں کے تمام گھر جلا دیے مگر اسرائیلیوں کا کوئی گھر نہ جلا۔ صبح اس کی تعبیر کاہنوں سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر تجھ کو اور تیری ساری قوم کو بری طرح ذلیل و خوار کرے گا اور تیری سلطنت کو تباہ و برباد کرے گا۔ خیال رہے کہ دنیوی باطنی علم والے تین قسم کے ہیں۔

نمبر ۱۔ عراف جو ماضی کی چھپی باتیں بتائیں۔ نمبر ۲۔ قیاف۔ جو علامات و نشانات دیکھ کر موجودہ کی باتیں بتائیں۔ نمبر ۳۔ کاہن۔ جو اپنے سفلی علم سے مستقبل کی باتیں بتائیں۔ یہ تینوں قسم کی باتیں غلط بھی ہوتی ہیں اور صحیح بھی مگر اکثر غلط ہوتی ہیں۔ کاہنوں سے یہ تعبیر سن کر فرعون بہت ڈرا اور حکم دے دیا کہ آج کے بعد جو بچہ بنی اسرائیل میں پیدا ہو وہ مار دیا جائے۔ پہلے سال اسی طرح ہوا۔ اہل دربار نے کہا کہ اگر اسی طرح سب بچے قتل کر دیئے گئے تو ہماری خدمت کون کرے گا۔ تو قانون بنا کہ ایک سال کے زندہ رکھو اور ایک سال کے مار دو۔ یہاں اسی کا اختصاراً

اگر ہے کہ وہ فرعونی تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے تاکہ لونڈیاں بن کر خدمت گزاری
کریں ۔ اور ان تمام چیزوں میں تمہارے لیے بہت بڑی بلا تھی ۔ یا ان ذلتوں عذابوں اور قتل فرزندان میں بڑی مصیبت
اور آزمائش تھی ۔ مصیبت رسوائی اور غم کی آزمائش اس طرح کہ مرد ختم ہوتے گئے عورتیں بڑھتی گئیں شادی بیاہ کی
عجیب مصیبتیں پریشانیاں ہوئیں ۔ یا اس نجات اور دیگر سابقہ اور بعد والی رب کی نعمتوں میں تمہارے لیے بڑی
آزمائش تھی کہ اگر تم شکر کرتے ہو تو یہ سب کچھ نعمت ہے اور ناشکری کرتے ہو تو یہی عیش و عشرت وبال دنیا و
آخرت ہے ۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۔ وَقَالَ
مُوْسٰى اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ اور اے بنی اسرائیل فرعون
سے نجات پانے والو اُس وقت کو بھی یاد اور اس دن کو بھی یاد رکھو جب غرق فرعون و فرعونیوں کے بعد تمہاری
نجات کے بعد تمہارے رب تعالیٰ نے تم کو اچھی طرح یہ بات بتا سمجھا دی تھی یا تاذن اپنے ذمہ کرم پر یہ لازم فرمالی
تھی کہ اگر تم نے نعمتوں کا شکر ادا کیا اور شکر قائم رکھا تو البتہ ضرور بہت زیادہ نعمتیں دوں گا ۔ اور البتہ اگر ناشکری کی عادت
ڈال لی تم نے ۔ تو عذاب ہوگا تم کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی یا فقط آخرت میں ۔ بیشک میرا عذاب یقیناً بہت
سخت ہے ۔ تفسیر معانی و کبیر نے فرمایا کہ شکر کی جامع مانع تعریف یہ ہے کہ نعمت دینے والے کو پہچانے ۔ نعمت کو
پہچانے ملنے کا اقرار کرے ۔ اور منعم کی تعظیم کرے اور نعمت کو ضرور استعمال کرے اس سے فائدہ حاصل کرے اور
نعمت کو اُس کی صحیح جگہ خرچ کرے ۔ ان میں سے کوئی کام نہ کرنا ناشکری اور کفران نعمت ہے ۔ اصولی نعمتیں پانچ ہیں ۔
نمبر ۱ ۔ ظاہری جسم اور نمبر ۲ ۔ جسم کے لوازمات اور نمبر ۳ ۔ جسم کو پرورش کرنے والے ۔ نمبر ۴ ۔ روحانی نعمتیں مصیبتوں ۔
بیماریوں سے بچانے والی اور نمبر ۵ ۔ سب سے بڑی نعمت وہ ہے جو جسم و روح کو عذاب جہنم سے بچائے ۔ اور رب تعالیٰ
کی فروعی نعمتیں شمار سے باہر ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے شکر کرنے اور ناشکری سے بچنے کے لیے عقل ۔ علم ۔ فہم ۔ فکر اور انبیاء کرام
علماء اسلام ۔ اولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام اور کتب آسمانی بندوں کے پاس بھیجے تاکہ تعلیم انبیاء تبلیغ علماء اور تربیت اولیاء کے
ذریعے شکر و ناشکری کا عوام کو پتہ لگے اور جان جائیں کہ شکر کا فائدہ اور ناشکری کا نقصان خود بندوں کو ہی ہے ۔ اس
تمام وعظ و نصیحت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اب بھی کفر یا ناشکری تم کرو اور اگر تمام زمین والے بھی
تمہاری طرح ناشکرے بن جائیں ۔ تو اے بندو تمہارا ہی نقصان ہے کیونکہ جس طرح شکر کا فائدہ تم کو ہی پہنچے گا ۔ اس لیے
کہ شکر پہلی نعمتوں کی زنجیر ہے اور آئندہ نعمتوں کے لیے شکاری کہ پہلی کو جانے ختم ہونے نہیں دیتا اور آئندہ مزید کو گھیر کر
لے آتا ہے ۔ اسی طرح ناشکری کا وبال بھی بندوں کو ہی پہنچے گا ۔ بہرکیف اللہ تعالیٰ البتہ ہر شے سے غنی بے پرواہ ہے اور
اپنی ذات ۔ صفات ۔ کلمات ۔ اقوال ۔ قانون ۔ اعمال ۔ افعال ۔ عادات میں حمید ہے تعریف کے لائق ہے ۔ بندے کے
اچھے برے عمل سے اس کی شان میں فرق نہیں پڑتا ۔

حکایت

ایک عابد زاہد نوجوان صالح غریب فقیر کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ اے نوجوان تیری قسمت میں ایک وقت دولت ہے۔ یا اس کو ابھی جوانی میں لے لے یا بڑھاپے میں لے لے ابھی لے لو تو بڑھاپے میں نہ ملے گی۔ جوان عابد نے سوچا کہ ابھی تو جیسے تیسے وقت محنت مزدوری کرکے گزر ہی جاتا ہے لہٰذا بڑھاپے میں مانگنی چاہیئے۔ لیکن اس نے کہا کہ اے فرشتے مجھ کو مہلت دے کہ میں اپنی بیوی سے مشورہ کر لوں مہلت مل گئی بیوی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ابھی لینی ہے۔ عابد نے پوچھا کیوں۔ اور کہا کہ بڑھاپے کی غربت تو بڑی کٹھن ہے بیوی نے عرض کیا کہ ہم جوانی میں دولت سے نعمتیں لیں گے اور شکر سے بڑھاپے تک باقی رکھیں گے اور یہی آیت پڑھی چنانچہ دعا قبول ہوئی تو بیوی نے اتنا شکر اور صدقہ وخیرات فرمایا کہ قسمت ہی بدل گئی۔

فائدے

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ ہر وہ چیز جس سے مسلمانوں کو نفع اور بھلائی پہنچے وہ اللہ کی نعمت ہے خواہ وہ چیز دنیوی ہو یا دینی۔ اس لیے اس دن کو منانے کے لیے اللہ کا ہی شکریہ سجدے عبادت اور کھانے پکا کر اللہ کے نام پاک پر غریبوں نیکوں میں تقسیم خیرات کرنی چاہیئے۔ دنیوی اور شیطانی کھیل تماشے نہ کرنے چاہیئے۔ جیسے کہ پاکستان کا یادگاری دن اس طرح منایا جائے کہ رب تعالیٰ نے اس دن ہم کو انگریزوں اور ظالم ہندوؤں سے نجات دی اور نبی پاک کا صدقہ ہم کو آزاد ملک عطا فرمایا۔ اس دن حکومت اور عوام کو چاہیئے کہ سارا دن عبادت اور شکر الٰہی میں مشغول رہیں اور قانوناً تماشے بند کئے جائیں اور اپنے محسن قائد اعظم لیاقت علی سردار عبدالرب نشتر اور پیر جماعت علی۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے ختم شریف اور تذکرے کئے جائیں کیونکہ انہوں نے ہی اور ان کے ساتھی لیڈروں مشائخ وعلما نے پاکستان کی بنیادوں میں عظیم کام کیا۔ اور یہ بھی رب تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جائے کہ خدا تعالیٰ نے اس نازک وقت میں دیوبندیوں احراریوں کے فتنے سے مسلمانوں کو بچایا کیونکہ سب وہابی دیوبندی پاکستان کے سخت مخالف تھے۔ اس کے مکمل ثبوت کے لیے ہمارا فتاویٰ العطایا دوم ملاحظہ کیا جائے۔ یہ فائدہ اُذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ ۔ دنیا میں کافروں کے ہاتھوں جو تکالیف مسلمانوں کو پہنچی ہیں وہ دراصل مسلمانوں کی غفلت۔ گناہ فسق و فجور نافرمانی۔ غرور۔ تکبر کی بنا پر رب کی طرف سے ہی نازل ہوتی ہے صرف ذریعہ کفار بن جاتے ہیں اگر اس تکلیف سے کبھی کچھ مسلمان مر جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ کفارۂ سیئات ہوگا۔ لہٰذا مصیبت میں مبتلا مسلمانوں کو ہر دم معافی مانگنی اور فسق و فجور کو یکسر ختم کرنا چاہیئے تاکہ کفار کا تسلط ٹوٹے۔ یہ فائدہ سُوْءَ الْعَذَابِ فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ اصطلاحی طور پر عذاب صرف خدائی سزا کو کہتے ہیں۔ خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔

تیسرا فائدہ۔ دینی دشمن کافر۔ منافق۔ بدعقیدہ۔ اور ظالم کی موت پر خوشی منانا چاہیئے۔ اللہ کے دشمن کی موت پر غم کرنا گناہ ہے۔ یہ فائدہ۔ غرق فرعون کے دن منانے کے ذکر کے بعد لَئِنْ شَكَرْتُمْ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ بعض مسلمان لیڈروں نے ملکہ وکٹوریہ اور گاندھی۔ نہرو کے مرنے پر غم اور سوگ منایا تھا یہ ان کی جہالت یا سیاست تھی۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ پہلی امتوں کی وہ اچھی باتیں اور عبادتیں جن کو قرآن مجید نے بغیر خصوصیت اور بغیر تردید کے ذکر فرمادیا۔ وہ سب کام مسلمانوں پر کرنے بھی لازم ہیں۔ اسی لیے اولاً عاشورے کا روزہ غرق فرعون کی خوشی میں مسلمانوں پر فرض ہوا تھا پھر تاقیامت نفل مستحب اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ مسئلہ ان آیات پاک کے اشارۃ النص اور حدیث پاک کے عمل سے مستنبط ہوا یہ بھی ایک حکمت ہے ان واقعات کے جگہ جگہ ذکر کرنے کی۔ **دوسرا مسئلہ۔** ویسے تو ہر وقت ہی مسلمانوں کو کھیل تماشے حرام ہیں لیکن خاص طور پر کسی یادگاری دن میں کھیل تماشے کرنا زیادہ حرام ہیں کیونکہ وہ ناشکری اور کفران نعمت میں شامل ہوں گے یادگاری دنوں میں کھیل تماشے کفر کی نشانی ہے دیکھو ہولی دیوالی۔ کرسمس۔ گرو دن میں کھیل۔ ناچ گانے ہوتے ہیں عید ین میں نماز تکبیریں اور قربانی خطبے ہوتے ہیں۔ اسی طرح میلاد۔ معراج کی یادگاروں میں قرآن خوانی نعت خوانی ہوتی ہے۔ **تیسرا مسئلہ۔** مسلمانوں پر ہر حال میں صبر و شکر فرض ہے کیونکہ شکر سے نعمت اور صبر سے خالق نعمت ملتا ہے۔ اور بے صبری بے شکری حرام ہے۔ یہ مسئلہ إِنَّ عَذَابِي (الخ) سے مستنبط ہوا۔ اس لیے کہ عذاب ترک واجب اور ارتکاب حرام سے آتا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَيُذَبِّحُوْنَ اور سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا بغیر واؤ کے يُذَبِّحُوْنَ اور اعراف میں فرمایا گیا يُقَتِّلُوْنَ بغیر واؤ کے تو یہاں واؤ کیوں لائی گئی؟

جواب۔ ان دو سورتوں میں يذبحون اور يُقَتِّلُوْنَ کو عذاب کی تفسیر بنایا گیا کہ فرعون کیا عذاب دیتا تھا یعنی ذبح اور قتل۔ اور چونکہ واؤ تفسیری قرآن مجید میں کہیں استعمال نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی یہاں واؤ عاطفہ آسکتی تھی اس لیے بغیر واؤ دونوں جگہ آیا۔ اور یہاں عذاب سے مراد قتل اولاد نہیں بلکہ عذاب اور ہے قتل ابناء اور ہے جس کی تفسیر ہم نے بیان کردی۔ اس لیے یہاں واؤ عاطفہ لائی گئی۔ جو نحوی یہ کہتے ہیں کہ واؤ تفسیریہ ہوتی ہی نہیں ان کی دلیل یہ آیت بن سکتی ہے۔ ایک دفعہ ایک وہابی دیوبندی نے نبی پاک کے نور ہونے کا انکار کرتے ہوئے مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کہا کہ واؤ تفسیریہ ہے اور نور سے مراد کتاب ہے تو حضرت قبلہ مفتی امین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مفسرین کا یہ قول

بھی پیش کر کے فرمایا کہ اگر واؤ تفسیری کوئی چیز ہوتی تو یہاں رب تعالیٰ ضرور فرماتا۔ وہابی اس جواب سے خائب خاسر ہوا۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرعون اور آل فرعون کی ایذاؤں ظلموں کو بَلَاءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ کیوں فرمایا گیا۔ **جواب**۔ اس لیے کہ یہ جو کچھ ذلتیں ان کو اٹھانی پڑی تھیں ان کی اپنی نافرمانیوں گستاخیوں بدعملیوں کی وجہ سے خدائی قہر اور عتاب ربانی تھا گویا یہ دنیوی عذاب الٰہی تھا۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہ کیا وجہ ہے کہ شکر کے بدلے میں لَاَزِيْدَنَّكُمْ فرمایا گیا۔ لیکن ناشکری کے بدلے میں لَاُعَذِّبَنَّكُمْ نہیں فرمایا گیا۔

جواب۔ یہ کرم رب تعالیٰ کا مسلمان پر انتہائی فضل و کرم ہے کہ شکر کا بدلہ صاف صاف بیان فرمادیا لیکن ناشکری کی سزا کا صرف اشارہ فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سینۂ مومن تجلیات الٰہی کا مثل طور ہے اور قلب مومن اسرار و کلام الٰہی کا مثل موسیٰ ہے۔ اور اعضاء ظاہری و باطنی مثل قوم موسیٰ ہے۔ نفس امارہ مثل فرعون ہے نفسانیات مثل آل فرعون ہے۔ وسواس شیطانی مثل سوء العذاب ہے عبادات مجاہدات ریاضت و محنت مثل ابناء ہے۔ غفلت سستی کمزوری کاہلی مندی سہولتیں مثل نساء ہے جسم انسانی میں ان سب کی موجودگی اور مقابلہ بَلَاءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ہے۔ نفسانیت کا غلبہ اس کی بڑائی ہے۔ اور اتنی کشمکش کے باوجود بندۂ مومن کا معراج قرب کو حاصل کرنا۔ عالم شریعت اور لائق طریقت اور خالق معرفت بنتے چلے جانا۔ اس گہوارۂ آتشیں میں دل کا سلامتی سے سارے وجود انسانی کو ظلمات رذائل سے پار لگا کر وادی نور عرفان میں لے جانا نعمت ربانی ہے۔ اسے مصر ایمانی کی فضاؤں میں چین کی زندگی گزارنے والے اس وقت کو یاد کر جب تیرے دل نے ہر سانس کے ساتھ تجھ کو فرمایا تھا کہ اللہ کی اس نعمت کو یاد کر جب تم سب کو نفس و نفسانیات کے جہنم سے تم کو بچایا تھا۔ وسوسوں کے عذاب سے تمام برائیوں کی جڑ وسوسے ہے کفر نفاق۔ بدگمانی شرک۔ بدعت بدعقیدگی۔ گناہ سب کچھ اسی کی شاخیں ہیں۔ عبادات کو ذبح کر دیتا ہے۔ غفلتوں کو پروان چڑھاتا ہے ان سے بچ کر نکل جانا اللہ کا بڑا احسان ہے وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور اے بندہ اس اعلان روحانیت کو بھی یاد کرو جو فرمایا تمہارے رب پرورش کرنے والے مشہور قدوس نے کہ اگر شکر کرو گے تم تو بہت ہی زیادہ نعمتیں دوں گا۔ تم پر شکر لازم ہے جیسے کرم پر نعمت کی فراوانی۔ اگر شکر احسان کا ہوگا تو نعمت معرفت کی ہوگی اگر شکر معرفت کا ہوگا تو نعمت وصل کی ہوگی اور شکر وصل کا ہوگا تو نعمت قرب کی ہوگی اگر شکر قرب کا ہوگا تو نعمت انس کی ہوگی اگر شکر انس کا ہوگا تو نعمت عشق الٰہی کی ہوگی۔ اگر شکر عشق کا ہوگا تو نعمت جذب کی ہوگی اگر شکر جذب کا

ہوگا تو نعمت بقا کی ہوگی شکر کے بہت مرتبے ہیں سب سے اعلیٰ اظہار بندگی اور اقرار عجز ہے۔ اظہار بندگی اہل شریعت کا شکر ہے اور اقرار عجز اہل معرفت و طریقت کا شکر ہے۔ اور اگر کسی بھی مقام پر کسی شکر کو چھوڑ دیا تو میری محرومی کا حجاب محرومی کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ ترک شکر ہی ناشکری اور کفران ہے۔ وَقَالَ مُوْسٰى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔ قلبِ کریم کی تو صدا یہی پکار ہے کہ بے نیاز ذات صرف خالق تعالیٰ ہی ہے۔ اگر ساری کائنات ہی اُس کے شکر سے منہ موڑ لے تو اللہ ہر حمد سے غنی ہے۔ حمد صرف اسی کی ہے۔ شکر و ناشکری میں بندوں کا ہی نفع نقصان ہے شکر سے اہل ظاہر کو ظاہری دنیوی مال و دولت ملتی ہے اور اہل باطن عارفین سالکین کی منزلیں طے ہو جاتی ہیں۔ جس طرح دنیا والے کی دنیوی دولت ختم ہو جانے تو اس کو پریشانی ہوتی ہے صوفیا کو قلق و پریشانی تب ہوتی جب ان سے وصل، قرب کی نعمت چھن جائے اہل دنیا غربت سے غمگین ہوتے ہیں اہل شریعت بندگی کی غفلت سے اہل طریقت حجاب انوار سے اہل دنیا کے لیے غربت عذاب ہے اہل اللہ کے لیے فرقت عذاب شدید ہے۔ فناء دولت دنیا نفوس پر عذاب شدید ہے۔ لیکن وصل ذات کے انعام کا فوت ہو جانا ارواح قلوب پر عذاب شدید ہے حضرت ابی ہریرہؓ نے فرمایا کہ چھ خلق ہیں چھ شکر ہیں چھ زیادتیاں ہیں۔

نمبر ۱۔ توفیق اس کا شکر عبادت میں جلدی اُس کی زیادتی لذت ہے نمبر ۲۔ صبر۔ اس کا شکر استقامت اس کی زیادتی ثواب۔ نمبر ۳۔ توبہ اُس کا شکر خلوص اس کی زیادتی قبولیت نمبر ۴۔ استغفار اُس کا شکر اقرار گناہ اس کی زیادتی مغفرت نمبر ۵۔ دعا۔ اس کا شکر رونا ہے اس کی زیادتی اجابت ہے۔ نمبر ۶۔ صدقہ۔ اُس کا شکر احسانمندی اس کی زیادتی جنت ہے مائل وہ ہے جو شکر ادا میں کرے۔ وہ رب تعالیٰ غنی بھی ہے لیکن بھی

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ

کیا نہ آئیں پاس تمہارے خبریں اُن کی جو تم سے پہلے تھیں کی قوم

کیا تمہیں اُن کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھیں نوح کی قوم

نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛ

حضرت نوح اور عاد اور ثمود اور وہ جو سے بعد اُن کے

اور عاد اور ثمود اور جو اُن کے بعد ہوئے انہیں

لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

نہیں جانتا اُن کی صحیح گنتی کو مگر اللہ۔ آئے اُن کے پاس رسول اُن کے ساتھ ظاہر معجزوں کے

اللہ ہی جانے اُن کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ

فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا

تو پھیرا انہوں نے ہاتھوں کو اپنے میں مونہوں اپنے کے اور بولے ضرور ہم نے

اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے اور بولے ہم منکر ہیں

كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا

انکار کیا اُس کا بھیجے گئے ساتھ جس کے اور ضرور ہم البتہ ان میں شک ہے اُس

اُس کے جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا اور جس راہ کی طرف ہمیں بلاتے ہو اُس میں ہمیں وہ شک ہے

تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۹

بلاتے ہو تم طرف جس کی الجھن میں ڈالنے پر

کہ بات کھلنے نہیں دیتا

تعلق اِن آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیتوں میں حضرت موسیٰ اور اُن کی قوم کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیتوں میں دوسری قوموں اور دیگر انبیاءِ کرام کا ذکر ہوا جس سے موجودہ کفار کو متنبہ کیا گیا گویا کہ اِس سب تذکرے کا مقصد ایک ہی ہے **دوسرا تعلق** - پچھلی آیات میں بتایا گیا کہ اگر ساری زمین کے انسان بھی کافر ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ ان آیات میں اِس دعوے کے دلائل پیش کئے جا رہے ہیں کہ پہلی کتنی ہی قوموں نے کفر کیا اور ہمارے انبیاء کو جھٹلایا۔ یہاں تک کہ کافر ہی مرے مگر اللہ کی سلطنت و حکومت یا انبیاءِ کرام کی شانوں میں کچھ فرق نہ پڑا۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں اُس قوم کا ذکر ہوا تھا جس پر رب تعالیٰ نے بہت انعامات کئے مگر وہ بگڑے ہوئے ناشکرے بن کر کافر ہوئے اب اِن آیتوں میں اُن قوموں کا ذکر ہوا جن کے پاس بہت کھلی اور صاف

عقل میں آنیوالی نشانیاں اور قانونِ الٰہی کی آزمائیں آئیں مگر وہ لوگ بے عقل بن کر کافر ہوئے گویا کہ پہلے ناشکری کے کافروں کا ذکر ہوا۔ اور اب بے عقلی کے کافروں کا ذکر ہے۔

تفسیر نحوی

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۔ ا ہمزہ استفہام تقریری کیلئے لَمْ یَاتِ ۔ فعل نفی جحد بلم مضارع بمعنی ماضی مطلق معنوی ۔ صیغہ واحد مذکر غائب اَتٰی سے بنا ہے بمعنی آنا ۔ دراصل تھا یَاتِیْ لَمْ جازمہ نے آخر کا لام کلمہ ی حرفِ علت گرا دیا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل مفعول بہ ۔ یا یہاں عنہ پوشیدہ ہے تب یہ بحالت کسرہ مکانی ہے ۔ نَبَؤُ ۔ اسم ملفو جامد بمعنی الخبر، اطلاع ۔ نَعْتُہٗ ۔ بحالت رفع فاعل ہے لَمْ یَاتِ کا ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر مضاف الیہ ہے بحالت کسرہ ہے ۔ مِنْ جارہ زائدہ ہے قبلِ اسم ظرف زمانی ۔ بحالت جر مِنْ جارہ کی وجہ سے اور مضاف ہے مابعد کُمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل کا ۔ قَوْمِ اسم مفرد لفظاً واحد ہے معنیً جمع ۔ بحالت جر ہے کیونکہ یہ سب اضافت اور عطف وغیرہ کل کا بدل الکل یا البعض ہے ۔ نُوْحٍ عَلَم ہے بحالت کسرہ مضاف الیہ ۔ و عاطفہ عَادٍ اَب لقب ہے ایک قوم کا لیکن پہلے یہ نام تھا ایک آدمی کا جو جدِ اعلیٰ تھا اس قوم کا بحالت کسرہ ہے عطف تابع کی وجہ سے و عاطفہ ثَمُوْدَ اسم غیر منصرف ہے بوجہ عَلَم اور عجمی ہونے کے ۔ مبنی ہے فتح پر بحالت جر ہے عطف کی وجہ سے ۔ یا یہ عَلَم ہے ایک آدمی کا اُس کے نام پر قبیلہ کا نام ہوا نوح علیہ السلام کا تیسری نسل کا پوتا تھا ۔ یا یہ نام علاقہ ثمد کا بمعنی تھوڑا پانی ۔ اُس نام پر اِس قوم کا نام ہوا ۔ لفظ عربی ہے عربی میں مستعمل ہے ۔ کیونکہ یہ قوم عربی النسل تھی واؤ عاطفہ ہے ۔ عطف ہے پہلے اَلَّذِیْنَ پر اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر بحالت جر ہے ۔ مِنْ حرف جر زائدہ بَعْدِ اسم ظرف زمانی هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل مضاف الیہ ہے ۔ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے پوشیدہ فعل اَتَوْا کا ۔ صلہ موصول سے مل کر ذو الحال ہوا ۔ لَا یَعْلَمُ فعل مضارع منفی معروف هُوَ ضمیر واحد مذکر مستتر نفی مطلق ۔ ترجمہ ہے کوئی نہیں جانتا ۔ باب نَصَرَ سے ہے عِلْمٌ سے مشتق ہے بمعنی جاننا ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل ۔ مفعول بہ ہے ۔ اِلَّا حرفِ استثنا متصل یا منقطع ماقبل عبارت مستثنیٰ ہے ۔ اور مابعد لفظ اللہ مستثنیٰ ہے ۔ یا اِلَّا لو بمعنی غیر ہے اور یہ صحیح ہے اللّٰهُ اسم جامد ملفو معرفہ بحالت رفع ہے یا استثنا مفرغ ہے اور اللّٰهُ فاعل ہے لَا یَعْلَمُ کا ۔ پہلی صورت میں ایک فعل یَعْلَمُ پوشیدہ اس کا فاعل ہے ۔ یہ جملہ استثنائیہ حال ہے ماقبل ذو الحال کا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ فِیْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۔ جَآءَتْ فعل ماضی مطلق بمعنی الفعل بعید ۔ معروف صیغہ واحد مؤنث غائب اس کا فاعل اسم ظاہر مذکر جمع ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل مفعول لہٗ ہے یا بہ جَآءَتْ کا ۔ باب ضَرَبَ سے ہے ۔ جَیْئٌ سے بنا بمعنی آنا ۔ اَتٰی ثلاثی اور مجید اگرچہ

ہم معنیٰ ہیں مگر پانچ طرح فرق ہیں۔ اَتٰی ۔ با سہولت آنا۔ اور ظاہر ظہور آنا جَیْئٌ عام ہے ہر طرح سے آنے کو اس کا مصدر بھی جَیٌّ ہے۔ رُسُلٌ ۔ جمع مکسر منصرف ہے رَسُوْلٌ کی بحالت رفع فاعل ہے جَآئَتْ کا ۔ بقانون نحو۔ فاعل اسم ظاہر جمع مکسر اور مونث لفظی کے لیے واحد مونث اور واحد مذکر دونوں طرح فعل حامل ہوسکتا ہے۔ ھُمْ ضمیر کا مرجع عاد و ثمود وغیرہ کی قومیں ہیں۔ بِ جارہ بمعنیٰ مَعَ ۔ الف لام استغراقی بَیِّنٰتٍ ۔ جمع ہے بَیِّنَۃٌ بمعنی ظاہر ظہور۔ کھلی ہوئی۔ روشن نشانیاں۔ بَیِّنٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے۔ ظاہر ہونا ۔ بیان کرنا۔ کھول کر سامنے لانا۔ پردہ اٹھانا۔ فَ حرف تعقیبیہ۔ رَدُّوْا ۔ فعل ماضی مطلق معروف جمع مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر جمع مستتر اس کا فاعل۔ مرجع ہے یہی قومیں۔ باب تفعیل سے ہے۔ دراصل تھا رَدَدُوْا ۔ رَدٌّ سے بنا مضاعف ثلاثی ہے۔ اس کا مصدر ہے تَرْدِیْدٌ بمعنی ۔ واپس کرنا۔ لوٹانا۔ لے جانا۔ اَیْدِیْ ۔ جمع ہے یَدٌ کی بمعنی ہاتھ۔ بحالت فتح ہے کیونکہ مفعول بہ ہے رَدُّوْا ۔ ایک قول میں رَدُّوْا باب نصر سے ہے ھُمْ ضمیر کا مرجع اقوام مذکورہ بالا ہیں۔ فِیْ جارہ ظرفیہ اپنے ہی معنیٰ میں ہے اَفْوَاہ ۔ جمع ہے فُوْہٌ کی بمعنی منہ دھن۔ اس کو مستتر کرکے فَمٌ بھی پڑھا بولا جاتا ہے۔ بحالت جر ہے۔ فِیْ کی وجہ ھِمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع قومیں ہے یا رُسُل ہے واؤ عاطفہ ۔ عطف رَدُّوْا پر۔ قَالُوْا فعل ماضی مطلق صیغہ۔ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ھُمْ ضمیر کا مرجع اقوام سابقہ ہیں۔ اگلی ساری عبارت مقولہ اس قَالُوْا کا۔ اِنَّا ۔ یہ دو لفظ ہیں۔ اِنَّ نَا ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل فی العمل۔ نَا ضمیر جمع متکلم ۔ کَفَرْنَا ۔ باب نصر کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ انکار کرنا۔ بِمَا ۔ بِ جارہ زائدہ مَا ۔ اسم موصول۔ بحالت جر۔ اُرْسِلْتُمْ فعل ماضی مطلق مجہول صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اس کا نائب فاعل اَنْتُمْ ضمیر حاضر جمع مذکر۔ اس کا مرجع رُسُلٌ ہے۔ بِہٖ ۔ بِ جارہ مفعولیت کے لیے یا زائدہ ہے ہٖ ضمیر کا مرجع مَا ہے اور مَا سے مراد شریعت ہے۔ جار و مجرور کا مرجع اُرْسِلْتُمْ ہے۔ واؤ ۔ عاطفہ عطف پہلے اِنَّا پر۔ لام زائدہ تاکید یہ حرف جر پر داخل ہوا لَفِیْ ہو کر۔ فِیْ جارہ ظرف مکانی کے لیے شَکٍّ اسم معرفہ ہے۔ شَکٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ اس کی جمع ہے شُکُوْکٌ ۔ شک کی پوری تشریح عالمانہ تفسیر میں بیان ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ مِنْ ابتداء غایت کے لیے یا بمعنی بِ ہے، مَا اسم موصول۔ تَدْعُوْنَ ۔ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر باب نصر سے ہے۔ اَنْتُمْ ۔ ضمیر جمع حاضر مستتر اس کا فاعل اور مرجع رُسُل ہیں دَعْوٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی پکارنا بلانا۔ اسی کا مصدر ہے دُعَاءٌ ۔ نَا ضمیر جمع متکلم کا مرجع مخاطب لوگ کفار قومیں مذکورہ بالا۔ اِلٰی حرف جر بمعنی انتہاء غایت کے لیے ہے۔ ہٖ ضمیر کا مرجع مَا ہے جار و مجرور متعلق ہے تَدْعُوْنَ کے مُرِیْبٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ۔ باب افعال سے ہے اس کا مصدر اِرْبَابٌ یا اِرْیَابٌ ۔ بمعنیٰ ایسے شک میں ڈالنا یا ہونا جو بےچین کردے۔ رَیْبٌ اجوف یائی سے بنا ہے۔ بحالت جر ہے صفت ہے شَکٍّ کی۔

تفسیر عالمانہ

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

اے میری قوم نجات یافتہ اسرائیلیو تم نے فرعون والوں کی تکلیفیں بھی دیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ کے کرم و محبت بھی اس کو شکر گزار بندہ پیارا ہے ناشکرا بندہ ناپسند ہے اگر اُس کی محبت عظیم ہے تو اُس کا عذاب بھی شدید ہے وہ غنی ہے تمہارے کردار سے تو حمید ہے ساری کائنات سے اگر تم نے اس بات پر غور نہیں کیا یا تم اس کا ثبوت چاہتے ہو تو کیا تمہارے سامنے تمہارے پاس میرے وعظ و تقریری خطبوں میں یا توریت میں یا سفر میں آتے جاتے یا سناتے سنتے یا تاریخوں میں اُن قوموں کے واقعات ان لوگوں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے گزریں نوح علیہ السلام کی قوم۔ قوم عاد قوم ثمود ان کا کچھ تفصیلی بیان سورۃ ھُود میں گزر گیا۔ اور وہ لوگ وہ بیشمار قومیں جو اُن کے بعد ہوئیں جن کے پورے تاریخی جغرافیائی حالات و عادات کو اللہ کے سوا آج کوئی نہیں جانتا جب بھی کبھی اُن کے پاس اُن کے رسول مکرم کھلی نشانیوں معجزوں کے ساتھ تشریف لائے۔ بعض مفسرین نے فرمایا یہ کلام موسیٰ علیہ السلام کا نہیں اس لیے کہ سابقہ اُمتوں کا ذکر اور قوم نوح و عاد و ثمود کے قصے توریت میں نہیں۔ بلکہ یہ کلام نیا جملہ ہے اور رب تعالیٰ کا خطاب ہے کفار مکہ کو۔ واللہ ورسولہٗ اعلم۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ دسویں دادا عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان تیس والدوں اور نانوں کے نام نایاب ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نسبت جوڑنے والے نسّاب لوگ جھوٹے ہیں۔ کیونکہ وہ تو ہر ایک کا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک جوڑتے چلے جاتے ہیں حالانکہ قرآن مجید کی یہ آیت بتاتی ہے کہ بہت سی قومیں ایسی گذریں جن کو رب تعالیٰ کے سوا جانتا ہی کوئی نہیں (از تفسیر حقی)، جب درمیان میں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں شجرۂ نسب نامعلوم ہے تو نسّاب یقیناً غلط بیانی کرتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مِنْۢ بَعْدِهِمْ سے مراد قوم ایکہ قوم لوط قوم مدین قوم تبع والے اور لَا یَعْلَمُهُمْ سے مراد ان کی گنتی ہے کہ کتنے نافرمان تھے جن پر عذاب آیا اور کتنے فرماں بردار۔ لیکن پہلا قول درست ہے اسی لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام میں سے چند ہی کا ذکر ملتا ہے۔ نہ ان انبیاء علیہم السلام کا نام مذکور نہ ان کی قوموں کا کہیں تذکرہ ہے اُن کی ذات صفات آثار اور حرکتیں مٹ چکیں نبی کریم کے دسویں دادا عدنان موسیٰ علیہ السلام کے صحابی تھے۔ وہاں تک نسب درست ہے بعد کی تاریخ مضطرب ہے۔ تفسیر روح البیان نے اس جگہ فرمایا کہ لَا یَعْلَمُهُمْ کی نفی میں نبی اکرم داخل نہیں کیونکہ اللہ نے اپنے حبیب کو سب کچھ بتا دیا خود نبی اکرم فرماتے ہیں کہ ہم ماکان ما یکون کو جانتے ہیں۔ قوم نوح طوفان سے قوم عاد طوفانی آندھی سے قوم ثمود چیخ سے ہلاک ہوئی۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ آثار و نشانات ظاہر ہوں یا پوشیدہ تذکرے موجود ہوں یا معدوم تاریخ کسی قوم کا ذکر کرے یا نہ کرے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اُن کو اور اُن کی قوموں کے خاندانوں کو جانتا ہو تا تو بتلاتا ہو مگر نوح علیہ السلام سے لے کر کفار مکہ تک جس قوم کے پاس بھی کوئی

نبی بھی شرعی عامدی کی کھلی نشانیاں لے کر تشریف لایا تو۔ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ فِیْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا کَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ پس اُن کافروں نے پھیر دیے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر یا اپنے منہ میں۔ اس جملے کی تفسیر میں چھ قول ہیں۔

نمبر ۱۔ ان کافروں نے اپنے انبیاء کی باتیں اور پیغام الٰہی سن کر بہت شدید غصہ میں آکر اپنے ہاتھ کاٹنے شروع کر دیے اپنے منہ سے۔ نمبر ۲۔ اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر روکی ہنسی ہنسنے لگے مذاق کرتے ہوئے۔ نمبر ۳۔ اپنے ہاتھ کی انگلی اپنے منہ پر رکھ لی کر خاموش رہو ہم کو اپنے خدا کی باتیں نہ سناؤ۔ نمبر ۴۔ اپنے ہاتھ اُن کے منہ کی طرف لیجا کر ان کو منع کیا کہ خاموش ہو جاؤ تبلیغ بند کر دو۔ نمبر ۵۔ اپنے ہاتھ ان کے منہ پر رکھ دیے کہ بس بس زیادہ مت بولو تقریر یہ ختم کرو۔ نمبر ۶۔ اپنے ہاتھ سے اشارہ ان کے منہ کی طرف کیا کہ لیجاؤ اپنی جنت اور نعمتیں رحمتیں برکتیں اور وحی پیغام ہمیں نہیں چاہیئے۔ غرضیکہ اُن کفار نے ہر طریقے سے انبیاء کرام کو ستایا اور باوجود سمجھدار ہونے کے سب کا ایسا شاندار نامردوں عزت والا پیغام اور دعوت ایمان کے ساتھ رعادہ پروردگار سن کر بھی یہی بولے کہ بیشک جو تم پیغام سناتے ہو جس کے ساتھ تمہارے قول کے مطابق تم بھیجے گئے ہو ہم سب چھوٹے بڑے صاف صاف اُس کے منکر ہیں۔ اور ہم تمہاری باتوں کے کافر ہیں لہٰذا ہمارے پاس ایسی باتیں لے کر مت آیا کرو۔ کیونکہ ہم تمہاری حقانیت صداقت کے منکر ہیں ہم اس بات کو بھی نہیں سمجھتے کہ تم لوگ اللہ کے رسول ہو اور اُس نے تم کو اپنا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ اور بیشک ہم سب بڑے بڑے منکر پرلے عقل بے عقل تمہاری ان باتوں قول اقرار اور جن کی طرف تم ہم کو بلاتے رہتے ہو جس کو تم نے توحید۔ وحی۔ قانون الٰہی۔ ایمان۔ اخلاص۔ عبادت۔ پاکدامنی۔ دیانت داری۔ خلوص نیت خوش خلقی۔ حلال کمائی کا نام دیا ہے۔ ان سب کو سمجھنے پر کھلے سے بہت ہی بڑے شک میں ہیں۔ ایسا شک جس نے ہم کو پریشان ہمارے دلوں کو بے آرام اور عقل کو ماؤف دماغ کو حیران فہم کو مضطرب کر دیا اور نفسوں کو بے اطمینانی میں ڈال دیا۔ ہم کو تمہاری اس ایسی حالت پر بڑا قلق ہے۔ گھر گھر میں بحث تکرار والی جھگڑا شروع ہو گیا کوئی تم کو اچھا سچا کہتا ہے کوئی بُرا خراب کہتا ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہم کو اسی طرح پہلے کی طرح اطمینان سے رہنے دو۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ تاریخی واقعات کی معلومات تاریخی علم پڑھنا۔ سننا اور تاریخ پر یقین رکھنا اسلام اور شریعت پاک میں معتبر اور قابل قبول ہے بلکہ تاریخ لکھنا اور پڑھنا ضروری ہے۔ یہ فائدہ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا سے حاصل ہوا۔ ہاں اگر کوئی تاریخ حدیث و قرآن کے خلاف ہو تو نہ مانی جائے گی کیونکہ مؤرخ کی بددیانتی مشہور ہو گی۔

دوسرا فائدہ۔ جو واقعہ یا نیکی یا گناہ عوام میں مشہور ہو جائے وہ درست مانا جائے گا اور دیانتاً وہ آدمی جس کے بارے میں کوئی کام مشہور ہو جائے اس کا فاعل اور مبتلا یا ملوث تسلیم کیا جائے گا۔ اگرچہ عند القاضی حد ثبوت تک نہ پہنچے۔

مثلاً جو نیکی تقوے میں مشہور ہو جائے یا گناہ بدکاری فحاشی میں مشہور ہو جائے اس کو اسی جیسا مانا جائے گا مگر حد یا تعزیری سزا نہ ملے گی۔ **تیسرا فائدہ**۔ کوئی شخص بھی سارے انبیاء کو نام بنام نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ نبی کریم کے پیچھے تمام انبیاء کرام نے معراج میں نماز پڑھی اس لیے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخلوق میں سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہر طرح جانتے ہیں۔ **چوتھا فائدہ**۔ جس طرح ہم تمام انسان بجز چند پیغمبران کرام کے اسماء پاک اور مختصر حالاتِ زندگی کے اور کچھ نہیں جانتے مگر ایمان تمام انبیاء پر ہے۔ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اسی طرح ہم کو یہ بھی عقیدہ اور یقین ایمان رکھنا چاہیئے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے ہر ایک پر وحی بھی نازل ہوتی رہی اور ہر ایک کو معجزہ بھی عطا ہوا خواہ ایک یا دو یا زیادہ۔ ہاں صحیفہ یا کتاب ہر ایک کو نہ ملی نہ شریعت ہر ایک کی علیحدہ ہوئی البتہ وحی صرف رہنمائی یا وقتی عارضی قانونِ الٰہی کے لیے ہوتی تھی۔ یہ فائدہ لَا یَعْلَمُهُمْ (الخ) سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند مسائل فقہی مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ جب تک کسی شخص کو اپنا خاندانی نسب نامہ نہایت یقینی طریقہ سے معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اپنا شجرۂ نسب نہ کسی کو بتائے نہ لکھے تاکہ نہ جھوٹ اور کذب ہو اور نہ غیر کی طرف نسبت ہو جانے سے ماں کی گالی بنے۔ فقہاء کرام نے خود ساختہ نسب نامے کو حرام لکھا ہے۔ نسب میں بناوٹ حرام ہے۔

دوسرا مسئلہ۔ کسی شخص کا بھی نسب نامہ حضرت آدم علیہ السلام تک معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے نسب کے شجرے کو حضرت آدم تک لے جانا گناہ و ناجائز ہے۔ یہ دونوں مسئلے لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ سے مستنبط ہوئے۔ خاص کر آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا شجرۂ پاک تو بالکل زیادتی سے بیان نہ کرے۔ کہ اس میں سخت گستاخی کا اندیشہ ہے۔ ہاں جہاں تک خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا بس اس سے آگے نہ بڑھے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ نساب جھوٹے ہوتے ہیں۔ اسی لیے وہ دنیا میں ذلیل ہی رہتے ہیں ہماری زبان میں ان کو مراثی کہتے ہیں۔ البتہ اگر آقا صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو تا آدم علیہ السلام اپنا شجرہ بیان فرما دیتے کہ آپ عالم ما کان و ما یکون ہیں۔ دوسرا کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ قرآن و حدیث کا کوئی حکم قانون سن کر یا کسی عالم دین کے بھلانے مسئلہ بتانے سے غصہ۔ نفرت یا غرور تکبر یا کج بحثی کرنا سخت ناجائز اور حرام ہے رب تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے۔ اس بیہودہ عادت کو علامتِ کفر و کفار قرار دیا گیا ہے۔ یہ مسئلہ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ سے مستنبط ہوا۔ آج کل جہلا اور شیطانی لوگوں نے علماء دشمنی کی آڑ میں اللہ تعالیٰ کے صاف صاف واضح احکام و قوانین کی جو مخالفت شروع کر رکھی ہے اور ہر مسئلہ پر اخبار و رسائل کے ذریعے عورتوں مردوں کا احتجاج شروع ہو جاتا ہے اور سڑکوں پر بر ملا اللہ کے دین کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ کبھی عورتوں کی گواہی کا مسئلہ کبھی دیت کا رونا رو دیا جاتا ہے۔ کبھی پردے کی مخالفت کبھی نامحرم کے

اور کتاب ہے۔ ساتھ ملتی ہے کہ شرعی قانون قدرتی بنایا جاتا ہے جیسے سب علوم اور کتابیں چھوتھا مسئلہ۔ دین اسلام کا قانون ہر انسانی ترقی کا حامی و فطرت کے مطابق ہے منسوب ہوا

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ یعنی قوم نوح۔ عاد۔ ثمود کے بعد۔ کیونکہ ہم ضمیر کا مرجع یہی تین قومیں ہیں پھر فرمایا لَا يَعْلَمُهُمْ یعنی ان تین کے علاوہ قوموں کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اور ان تینوں کو دوسرے بھی جانتے ہیں۔ حالانکہ ان تینوں کو بھی اللہ کے بتانے سے جانا اور ان کے علاوہ چند قومیں ہیں جن کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے تو ان کو بھی لوگوں نے جان لیا۔ تو پھر یہ لَا يَعْلَمُهُمْ کی نفی اور اِلَّا اللّٰہ کا استثنا کیونکر درست ہوا؟۔

جواب۔ مِنْ بَعْدِهِمْ میں ہم ضمیر کا مرجع صرف ان تین کی طرف نہیں بلکہ قرآن مجید کی بیان کردہ تمام قوموں کی طرف ہے۔ اور بعد بمعنی درمیان ہے۔ یعنی تمام قوموں کے درمیان کچھ قوموں کا ذکر نہیں لیکن یہ تین قومیں سب میں پہلے ہیں۔ اس لیے یہاں ان کی وضاحت ہوئی۔ **دوسرا اعتراض۔** یہاں فرمایا گیا کہ ان کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ حالانکہ معراج کی رات سارے انبیاء کرام نے آقائے دو عالم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ نیز بہت انبیاء کرام کا نام اور حالات نبی کریم نے احادیث میں بیان فرمائے اسی طرح بہت سے بنی اسرائیل اور سابقہ امتوں کے واقعات صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک سے سنے گئے جن کا ذکر قرآن مجید میں قطعاً نہیں نہ رب تعالیٰ نے کسی کو بتایا۔ تو پھر بھی یہ اِلَّا اللّٰہ کا استثنا کس طرح ٹھیک ہوا۔

جواب۔ اس کا جواب تفسیر میں دے دیا گیا کہ لَا يَعْلَمُهُمْ کی نفی میں۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں۔ بلکہ عام انسان ہیں ایک جواب یہ ہے کہ یہ سورت معراج سے پہلے نازل ہوئی بعد میں نبی کریم کو سب کا علم آ گیا۔ ایک جواب یہ ہے کہ نبی کریم تمام انبیاء کرام کو جانتے ہیں یہاں اس کی نفی نہیں بلکہ یہاں تو قوموں کے حالات کا ذکر ہے۔ مگر پہلا جواب درست ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم کی ہر چیز کو ابتداء آفرینش سے جانتے ہیں۔ **تیسرا اعتراض** یہاں لَا يَعْلَمُهُمْ فرما کر عوام کے علم کی نفی کی گئی۔ حالانکہ پرانی کتابوں اور تاریخوں میں ایسی قوموں کے حالات ملتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں اسی طرح بعض علاقوں میں انبیاء کرام کے مزارات ہیں جن کو وہاں کے علاقے والے جانتے ہیں ہمارے ضلع گجرات کے علاقے جلالپور جٹاں سے آگے دو نبیوں کے مزار مقدس ہیں ایک کا نام حضرت تمانوح علیہ السلام اور ایک کا نام حضرت موسیٰ حجازی علیہ السلام۔ ان کے مزارات بارہ فٹ تقریباً لمبے ہیں۔ یہ مزار تو پہلے سے ہیں مگر صاحب مزار کا نبی ہونا حضرت سائیں گوہر رحمۃ اللہ علیہ بنیدھر شریف والے۔ ان کے مکاشفے سے معلوم ہوا۔ تو یہ نفی کیونکر درست ہوئی۔

جواب۔ اس کے چند جواب ہیں۔ اولاً یہ کہ کسی تاریخ یا کتاب میں کسی مستقل قوم کی تاریخ موجود نہیں جو کچھ ہے سب افسانہ یا

بناوٹ ہے اسی طرح انبیاء کرام کے حالات بھی جو اللہ رسول نے بتا دئیے بس وہی حتمی یقینی ہیں اس کے علاوہ کسی کو یقینی نبی نہیں کہا جا سکتا اگر کوئی کہے کہ ان مزار کے اندر جو ہے ہیں ان کو نبی نہیں مانتا تو اس کو کافر نہ کہا جائے گا۔ دوم یہ کہ مکاشفہ سے نبوت کا پتہ لگانا اگرچہ یقینی نہیں ہو سکتا مگر یقین ہو بھی جائے تو صرف نام کا ہی پتہ لگے گا پوری تاریخ حالاتِ زندگی تو پھر بھی کسی نے نہ جانے۔ سوم یہ کہ یہاں قوموں کے حالات کی نفی ہے ذکر فقط ناموں کے ملے ہیں۔ نام کے علم ہو جانے سے قوم کی تاریخ تو پھر بھی مجہول ہی رہی صرف نام سے کوئی فائدہ نہیں عبرت یا نصیحت تو واقعات سے ملتی ہے۔ لہٰذا یہ نفی اور استثنا سب کچھ بالکل درست ہے

تفسیر صوفیانہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ راہ سلوک میں شیخ کامل کا مرید با صفا کے لیے پہلا سبق۔ عبرت ہے۔ جس میں مقہورین و مجبورین کا حال و انجام بتایا سنایا بلکہ دکھایا جاتا ہے۔ تاکہ پچھلوں کے انجام دیکھ کر آئندہ وادی حیرت کی لغزشوں سے بچیں۔ قرآن مجید کے یہ تمام واقعات عذاب وقہر ودرس عبرت کی سب سے زیادہ ضرورت اہل طریقت کو ہے کیونکہ ان کا ہر قدم دو دھاری تلوار پر ہے۔ لغزش کھا جانے والے یا آئندہ آنے والوں کے لیے عبرت کی تاریخیں چھوڑ جاتے ہیں یا وادی خائیں ایسے روپوش ہو جاتے ہیں کہ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ان کو اللہ خالق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ عبرت کے لیے حکمت کے قدم چاہئیں جس سے وادی شوق میں چلا جائے اور زبان صدق چاہیے جو عارفین کے دلوں پر اثر کرے ان اقوال تفصیل ضروری جو زبا بدل پر اثر کریں۔ حکمت یہ ہے کہ لقاء الٰہی کے وقت آداب واحترام کی رہے اور جذبہ عبادت بھی صرف وہ ہے مقہور کے واقعات سے عبرت لے مجبورین کے لیے دعا کرتے علما سے فیض لے جہلا سے دور رہے۔ غیر اللہ کو چھوڑ کر رب سے وابستہ رہے۔ مشتاق وہ ہے جس پر معارف منکشف کئے جائیں اور طلب والوں کے قصے سنا کر خوف و بکا کی طرف لایا جائے تاکہ تکبر و غرور کا جذبہ مٹایا جائے۔ تکبر ہی ایسا خطرناک مرض ہے جس کا کوئی علاج نہیں اسی نے سابقہ قوموں کو تباہ برباد کیا۔ تقرب الی اللہ کے لیے قریبی راستہ انبیا اولیا کی محبت ہے۔ اس راستے میں تین کانٹے ہیں۔

نمبر ۱۔ تکبر۔ نمبر ۲ بے ادبی۔ نمبر ۳۔ نفسانیت۔ ان کو توڑ جانے سے شوق کے پودے لگتے ہیں جن میں مشاہدات کے پھل کھلتے ہیں۔ یہ پھول و کانٹے بتاتے ہیں کہ ہر شے حادث ہے اور حادث قدیم کا ادراک نہیں کر سکتی۔ جب حادث کا وصل قدیم سے ہوتا ہے تو عاشقین ذات کے دل معرفت کے پروں سے پرواز کرتے ہیں اور شوق و محبت۔ عطا اور تمنا۔ جذبہ و لقاء انوار انس کی منزل پر چلے جاتے ہیں مگر یہ تزکیٔ نفس اور روح کی پاکیزگی سے حاصل ہوتا ہے۔ آج تو ہر شخص پیر اور شیخ ہونے کا دعویدار ہے۔ مگر کاملین کے نزدیک ہر وہ چیز پیر و مرشد ہے جو مرید کو عالم حضوری میں پہنچا کر غائبانہ حفاظت کرے اخلاق سنوارے باطن اس طرح روشن کر دے کہ صحبت یافتہ بھی منور ہو جائیں مقام ولایت

مجاہدات و ریاضت سے حاصل ہوتے ہیں نہ کہ زیادہ کھانے پینے سے۔ خیال رہے کہ شریعت طریقت کی تائید ہے اور طریقت شریعت کی کیونکہ شریعت مکلف بناتی ہے اور طریقت معرفت عطا کرتی ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں آستانہ نبوت سے ملتی ہیں۔ نبی مثل بادل کے ہیں جو اُمت کے پاس آکر فیض دیتے ہیں اسی لیے فرمایا گیا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ انبیاء کرام کی عملی و قولی تبلیغ آٹھ طرح کے مدارج پر ہے۔ نمبر۱۔ مخالفت نفس۔ نمبر۲۔ زہد۔ نمبر۳۔ تقویٰ۔ نمبر۴۔ صدق۔ نمبر۵۔ یقین۔ نمبر۶۔ وصل۔ نمبر۷۔ تقرب۔ نمبر۸۔ نور قلب۔ یہ وہ اعمال و مدارج ہیں جو انسان کو مرد کامل بنادیتے ہیں۔ کامل کے دس نشانات ہیں۔

نمبر۱۔ مرید ہونا۔ نمبر۲۔ متوکل۔ نمبر۳۔ شاکر۔ نمبر۴۔ مخلص۔ نمبر۵۔ زاہد۔ نمبر۶۔ مجاہد۔ نمبر۷۔ فقیر۔ نمبر۸۔ مذبر۔ نمبر۹۔ منکر۔ نمبر۱۰۔ مراقب ہونا۔ یہ نشانات جب قائم ہوجائیں تو بندہ مرید سے مراد بن جاتا ہے۔ نبوت کا پہلا پیغام زہد ہے۔ زہد کی تین حالتیں ہیں۔ نمبر۱۔ فریضہ یعنی ترک حرام۔ نمبر۲۔ فضیلت متشابہات میں تمیز کرنا۔ اور دور رہنا۔ نمبر۳۔ قربت۔ یعنی حلال کو بے لینا۔ راہ معرفت کی دوسری منزل ورع ہے یعنی ہر شے سے منہ موڑ کر مکمل تقویٰ حاصل کرنا۔ دربار نبوت کی تیسری سیڑھی اخلاص ہے۔ جس کی نشانی یہ ہے کہ مشاہدۂ حق مخلوق کے درمیان آڑ بن جائے۔ یہاں پہنچ کر بندے کی فنا کو بقاء ابدی حاصل ہوجاتی ہے۔ جو لوگ اپنے نبی علیہ السّلام کی نہیں مانتے وہ باطن کو ماسوا اللہ سے جانتے ہیں ان کے دلوں پر حرص و ہوس کا لباس آجاتا ہے اور حقیقت سے غافل ہو جاتا ہے۔ نبوت کے قرب سے معرفت ملتی ہے معرفت سے مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور مشاہدے کے بعد وصل الٰہی ہوتا ہے۔ وصل باللہ کے ذریعے مکاشفہ اسرار۔ اور صاحب اسرار سے ظہور انوار ہوتا ہے۔ مرد سالک کو اس مقام پر روحانی لباس پہنایا جاتا ہے۔ جس میں تخمیص کا لبادہ تقریب کی قمیص اور تہذیب کا پاجامہ ہوتا ہے۔ تقریب سے مشاہدے کی منزل ملتی ہے۔ تہذیب موحد بناتی ہے اور تخمیص انفرادیت اور یکتائی پیدا کرتی ہے۔ اور یہ لباس بندے کا وجود بن جاتا ہے پھر وجود مجسم شہود ہوتا ہے جہاں سلوک کی آخری منزل ہے کہ بندہ سجدۂ عجز میں گر کر اَمَوْجُوْدٌ اِلَّا اللہ کی تسبیح پڑھتا ہے۔ مشاہدۂ تام یہ ہے کہ شاہد اپنے وجود کو خود فنا کردے۔ جس طرح نشہ والا اپنے وجود سے بے خبر ہوتا ہے۔ شاہد کو مشاہدے کا خمار اس سے کہیں زیادہ ہے اس سے اہل وجد کی روحیں معطر ہوتی ہیں شاہد کا وجود مردہ دلوں کو حیات نو بخشتا ہے۔ عقل عرفانی میں اضافہ کرتا ہے شاہد کی پہلی نعمت یہ ہے کہ تمام حجابات اٹھا دیے جاتے ہیں۔ عالم کائنات اور خالق کائنات کے سب سے پہلے اور عظیم شاہد محمد مصطفیٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ وجدان نبوت کے دو مقام ہیں۔ نمبر۱۔ اوّل ناظر۔ نمبر۲۔ دوم منظور۔ ناظر جو مشاہدۂ حق خود کرے اور منظور وہ جس کو مشاہدہ کرایا جائے۔ جب کوئی نبی کسی قوم کے پاس تشریف لاتے ہیں تو ان کے دامن میں رب تعالیٰ کی محبت کے اٹھارہ خزانے ہوتے ہیں۔

نمبر۱۔ صداقت۔ نمبر۲۔ عدالت۔ نمبر۳۔ غنیٰ۔ نمبر۴۔ شجاعت۔ نمبر۵۔ علم۔ نمبر۶۔ عمل۔ نمبر۷۔ اجتہاد۔ نمبر۸۔ فکر۔ نمبر۹۔ تدبر۔ نمبر۱۰۔ شکر و صبر۔ نمبر۱۱۔ تقوے۔ نمبر۱۲۔ ولایت۔ نمبر۱۳۔ تصوف۔ نمبر۱۴۔ روحانیت۔ نمبر۱۵۔ غوثیت۔ نمبر۱۶۔ قطبیت۔ نمبر۱۷۔ ابدالیت۔ نمبر۱۸۔ افرادیت۔ ولایت الٰہیہ کی تمام منزلیں دربار نبوت ہی میں طے کی جاتی ہیں۔ عوام اور ناشکرے کیا جانیں کہ شانِ نبوت کیا ہے اور ان کا آنا کتنا مفید اور مشکل کشا ہے یہ تو اہلُ اللہ ہی جان سکتے ہیں کیونکہ نبوت کا اصل فائدہ غوث و قطب کو ہے۔ پھر علما زاہدین عابدین کو۔ نبوت مثل بارش فیض بخش ہوتی ہے۔ اور علما استاد شیخ پیر مرشد مثل کنواں دریا چشمہ فیض دیتے ہیں نبوت خود تشریف لاتی ہے مگر مرشد کے پاس چل کر جانا پڑتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مِنْهَا۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

فرمایا رسولوں نے اُن کے کیا اللہ کے شک کرتے ہو تم پیدا کرنے والا ہے وہ آسمانوں کو

اُن کے رسولوں نے کہا کیا اللہ میں شک ہے آسمان اور زمین۔

وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

اور زمین کو بلاتا ہے تم کو تاکہ بخش دے لیے تمہارے کو گناہوں تمہارے

کا بنانے والا تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے کچھ گناہ بخشے اور موت کے مقرر

وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ

اور مہلت دے تم کو تک مدت مقرر۔ بولے نہیں ہو تم

وقت تک تمہاری زندگی بے عذاب کاٹ دے بولے تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو تم

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا

مگر بشر مثل ہماری تم ارادہ کرتے ہو کہ روک دو تم ہم کو سے اس سے

چاہتے ہو کہ اُس سے ہمیں باز رکھو جو ہمارے باپ دادا

كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ

کہ پوجتے تھے باپ دادا ہمارے تو لاؤ تم ہمارے پاس کوئی دلیل روشن

پوجتے تھے۔ اب کوئی روشن سند ہمارے پاس لے آؤ ان کے

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

فرمایا ان کو رسولوں نے ان کے نہیں ہم مگر بشر مثل تمہاری

رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط

اور لیکن اللہ احسان فرماتا ہے پر جس چاہتا ہے میں سے بندوں اپنے

اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ

اور نہیں ہے لائق ہے ہمارے یہ کہ لائیں ہم تمہارے پاس کوئی دلیل مگر سے اجازت

اور ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے پاس کچھ سند لے آئیں مگر اللہ کے حکم سے

اللّٰهِ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۱۱

اللہ کی اور پر اللہ ہی چاہیئے بھروسہ کریں مومن

اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیئے۔

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں انبیاء کرام کے مبعوث ہونے کا ذکر ہوا اب ان آیات میں انبیاء کرام کی محبت آمیز تبلیغوں کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ اسی طرح پچھلی آیات میں قوموں کے کفر کا ذکر ہوا۔ اب

آیتوں میں ان کے نہ ماننے اور کفر کرنے کی وجہ کا ذکر ہو رہا ہے کہ اُن کے پاس نہ ماننے کا عذر کیا ہے۔

تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیات میں بتایا گیا تھا کہ انبیاءِ کرام اللہ کی طرف سے بہت سی آیتیں اور نشانیاں لے کر آئے اب یہاں اِن آیتوں میں فرمایا جا رہا ہے۔ کفار بجائے ان کو ماننے کے اور نئے مطالبے کرتے رہے کہ اور کوئی سلطان یعنی اپنی نبوت پر نشانی لاؤ۔ یہی حال موجودہ کافروں کا ہے یہی بات سمجھانے کے لیے اگلی اور پچھلی آیتیں نازل ہوئیں۔

تفسیر نحوی

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى۔ قالت فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مؤنث غائب قولٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل رُسُلُ جمع مکسر منصرف۔ بقاعدہ نحو جمع مکسر اور مؤنث لفظی کے لیے فعل کی مطابقت شرط نہیں بلکہ مذکر مؤنث ہر طرح جائز ہے۔ کیونکہ جس طرح جملہ فعلیہ میں مقابلہ اسمیہ وسعت و استمرار ہے اسی طرح مذکر میں وہ وسعت نہیں جو مؤنث میں ہے۔ ھُم ضمیر جمع کا کافر قومیں ہیں۔ أ ہمزہ استفہام انکاری ہے فی جارہ ظرفیہ اس کے بعد لفظ توحید۔ یا شان۔ یا لفظ وجود پوشیدہ ہے۔ اللہ۔ اسم مفرد معرفہ بحالت کسرہ مجرور اور جار متعلق ہے یکون فعل تامہ پوشیدہ کے شکٌّ اس پوشیدہ کا فاعل ہے۔ بعض نے کہا یہ فاعل ہے اور یکون جملہ فعلیہ تامہ ہو کر خبر مقدم مگر یہ ٹھیک نہیں اس لیے کہ آگے جملہ فاطر اس لفظ اللہ کی صفت ہے یا بدل اور قانون ہے کہ موصوف صفت و بدل وغیرہ میں اجنبی کا فاصلہ جائز نہیں۔ مبتدا اجنبی ہوتا ہے۔ فاعل بوجہ جملے کی جزء ہونے کے اجنبی نہیں ہوتا۔ شکٌّ اسم معرفہ حاصل مصدر ہے۔ فاطر اسم فاعل ہے فطرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ایجاد کرنا۔ پھاڑنا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ باب نصر یا ضرب سے ہے۔ بحالت جر ہے۔ یا صفت ہے اللہ موصوف کی یا بدل الکل ہے اللہ کا اور اعراب بالتبع ہے۔ الف لام استغراقی ہے سمٰوٰت جمع مکسر ہے سماءٌ کا سموٌّ سے مشتق بمعنیٰ بلند ہونا واؤ عاطفہ جمع کے لیے بلا تعقیب و تراخی۔ الف لام استغراقی۔ معطوف علیہ معطوف بحالت کسرہ ہے بوجہ مضاف الیہ۔ یدعوا فعل مضارع بمعنیٰ حال معروف صیغہ واحد مذکر غائب دَعْوٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ بلانا۔ پکارنا۔ باب نصر سے ہے اس کا فاعل ھُو ضمیر مستتر کا مرجع اللہ ہے۔ کُم ضمیر ظاہر منصوب متصل کا مرجع کفار قومیں ہیں۔ مفعول بہ ہے یدعو کا۔ لام کئے اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے بمعنیٰ تاکہ یغفر فعل مضارع معروف باب ضرب سے ہے غفرٌ سے بنا ہے۔ معاف کرنا۔ مٹانا۔ ڈھانپنا۔ چھپانا۔ دور کرنا۔ یہاں پہلے دو معنیٰ بن سکتے ہیں۔ حالت فتح ہے۔ لام نے زبر دیا۔ اللہ کی ضمیر ھو اس کا فاعل ہے اسی لیے مرفوع ہے۔ لکم جار و مجرور اس کا متعلق ہے۔ من جارہ تبعیضیہ ہے۔ یا بیانیہ تاکیدیہ ہے۔ من جارہ بیانیہ ذُنُوب جمع مکسر ہے ذنب کی لغوی ترجمہ ہے جانور کی دم پکڑنا میں تو الی تو ہوتا ہے کہ پیشاب وغیرہ اسی طرف ہوتا ہے۔ جانور لات بھی مار سکتا ہے۔ مگر فائدہ کوئی نہیں اسی معنیٰ میں گناہ کو ذنب کہتے ہیں۔ برے ڈول کو بھی ذنب کہہ دیا جاتا ہے۔ اس کی اَذْنِبَہ۔ ذنائب اور

ذناب جمع بھی آتی ہے۔ کُمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے واؤ عاطفہ یُؤخِرْ۔ باب تفعیل کا فعل مضارع۔ مصدر ہے تاخیر۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع۔ اللّٰہ ہے بحالت نصب ہے کیونکہ عطف ہے یغفر پر۔ کُمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ اِلٰی جارہ انتہا کے لیے اَجَل۔ اسم مفرد نکرہ جامد بمعنی مدت مُسَمًّی۔ اسم مفعول باب تفعیل سے سُمُوٌّ یا سُمِیٌّ یا اِسْمٌ سے بنا ہے۔ دراصل تھا مُسَمَّیٌ یٰ لکھکر حرف علت بوجہ تنوین ثقیل ہوا تو گر گیا۔ ماقبل کا فتح تنوین سے بدل گیا۔ کسرہ نہیں آسکتا اگرچہ بحالت کسرہ ہے بوجہ صفت اَجَل کی اس لیے کہ اسم مفعول کی اس دوسری میم کا فتح علامت ہے۔ جو گرائی نہیں جاسکتی۔ ترجمہ ہے مقرر کی ہوئی مدت۔ یا فیصلہ کی ہوئی۔ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ پہلی ساری عبارت مُسَمًّی تک مقالت کا مقولہ تھا۔ یا اگلی عبارت جواب ہے قالوا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب فاعل ھُمْ ضمیر کا مرجع وہی مذکورہ بالا قومیں ہیں۔ اِنْ حرف شرط ہے مگر یہاں نافیہ ہے اِلَّا کی وجہ سے۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر مرفوع منفصل فاعل ہے کُنْتُمْ فعل تامہ پوشیدہ کا۔ دراصل تھا ما کُنْتُمْ اِلَّا۔ اِلَّا حرف استثنا لغو بمعنی ہوا۔ یا اِلَّا متصل ہے اور بَشَرٌ مستثنیٰ منہ ہے۔ اور اَنْتُمْ مستثنیٰ منہ یہ دونوں مل کر فاعل ہوئے۔ بَشَرٌ۔ اسم جامد مفرد نکرہ ہے۔ بمعنی ظاہر کھلی ہوئی کھال۔ اسی لیے جانوروں کو بشر نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کی کھال بالوں سے ڈھکی ہوتی ہے خواہ ابتداءً یا تا عمر۔ بجز انسان کے۔ اسی لیے اصطلاح میں اب صرف انسان کو بشر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بدن کی کھال پر شروع سے آخر تک بال نہیں ہوتے۔ مِثْلُ۔ اسم تشبیہی ہے مفرد ہے نکرہ مخصوصہ بحالت رفع صفت ہے بَشَرٌ کی مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ مجرور متصل کا تُرِيْدُوْنَ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ باب افعال سے ہے مصدر ہے اِرَادَۃٌ اور اِرَادَۃٌ رَوْدٌ یا رَيْدٌ سے۔ بمعنی چاہنا۔ پسند۔ ارادہ کرنا۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ ہے اس کا مرجع رُسُلٌ ہے۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ یہ پورا جملہ فعلیہ مفعول بہ ہے۔ تُرِيْدُوْنَ کا۔ تَصُدُّوْ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر فاعل کا مرجع بھی رُسُلٌ ہے۔ دراصل تھا تَصُدُّوْنَ نون اعرابی آخری اَنْ ناصبہ کی وجہ سے گر گئی۔ صَدٌّ سے مشتق ہے بمعنی روکنا۔ بند کرنا۔ باب نَصَرَ سے ہے۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر کا مرجع رسل ہیں یہ فاعل ہے نا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ عَمَّا۔ دراصل تھا عَنْ مَا۔ عَنْ حرف جر بمعنی بَ جارہ یا مِنْ ابتدائیہ۔ مَا موصولہ بحالت جر۔ اور جار و مجرور متعلق ہے تَصُدُّوْ کا کَانَ يَعْبُدُ فعل ماضی استمراری معروف۔ صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل اسم ظاہر جمع ہے۔ باب نَصَرَ سے ہے عَبْدٌ سے مشتق ہے بمعنی پوجا کرنا۔ عبادت کرنا۔ معبود سمجھنا۔ آبَاءُ اسم جمع مکسر۔ اس کا واحد ہے اَبٌ بمعنی باپ۔ آبَاءُ کا معنی باپ دادے۔ مضاف ہے۔ نا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ مرجع کفار قومیں۔ فَ جزائیہ مابعد کا جملہ جزا ہے۔ اس کی شرط مقدر ہے۔ دراصل تھا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فِيْ دَعْوَاكُمْ فَاْتُوْا۔ اٰتُوْا۔ فعل امر حاضر معروف۔ صیغہ جمع مذکر۔ باب ضَرَبَ سے ہے۔ اَتْیٌ۔ مہموز الفا اور ناقص یائی سے مشتق ہے۔

بمعنیٰ ۔ لانا ۔ دینا ۔ یہاں بمعنیٰ دینا ہے ۔ نَا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل کا مرجع کفار قریش ہیں مفعول بہ ہے اُتُوْ کا ۔ بِ جارہ بمعنیٰ مَعَ بمعیت ۔ یعنی کوئی سُلطٰن بروزن فُعلان ۔ سُلطان سَلَطُ سے مشتق ہے بمعنیٰ قوت ۔ طاقت ۔ زور ۔ حجت ۔ سند ۔ بادشاہ ۔ بادشاہت ۔ روشنی دینے والا تیل ۔ اسی سے ہے سلیط بمعنیٰ زیتون کا تیل جو چراغ میں ڈالا جاتا ہے دلیل کو سلطان بھی اسی معنیٰ سے کہا جاتا ہے یعنی روشن دلیل ۔ اور دعوے کو دکھانے والی ۔ اس کا معنیٰ معجزہ بھی ۔ دلیل اور معجزہ اور طاقت کے معنیٰ میں ہو تو اس کی جمع نہیں ہوتی کیونکہ مصدر کی مثل ہوتی ہے ۔ جب بمعنیٰ بادشاہ یا حکومت ہو تو اس کی جمع ہے سلاطین ۔ یہاں بمعنیٰ معجزہ ہے یا دلیل یا سند ۔ الف نون زائدتان ۔ منصرف بوجہ ایک سبب ۔

مُّبِیْنٍ باب افعال اسم فاعل ہے بَیْنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ۔ ظاہر کرنے والا ۔ ثابت کرنے والا ۔ ثابت ہونے والا ۔ یہاں دوسرا معنیٰ مراد ۔ بحالت جر بمعنیٰ صفت ہے سلطٰنٍ کی ۔ اور جار و مجرور متعلق ہے اُتُوْا کا ۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ قَالَتْ فعل ماضی مطلق صیغہ واحد مؤنث ۔ یہ عبارت جواب الجواب ہے ۔ لام جارہ بمعنیٰ مفعولیت یعنی اُن کو ۔ هُمْ ضمیر کا مرجع ہر نبی کی قوم ہے رُسُلُ جمع مکسر ہے رَسُوْلٌ کی اسم ہے بحالت رفع ہے فاعل ہے قَالَتْ هُمْ ضمیر جمع کا مرجع سابقہ قومیں ۔ یہ سب جملہ فعلیہ قول ہے ۔ اِنْ حرف چار طرح کا ہوتا ہے ۔

نمبر ۱ ۔ اِنْ شرطیہ یہی اصلی اور حقیقی ہے ۔ نمبر ۲ ۔ اِنْ مؤکدہ ۔ نمبر ۳ ۔ اِنْ مخففہ ۔ یہ اَنَّ سے بدل کر آتا ہے ۔ نمبر ۴ ۔ اِنْ نافیہ یہ اکثر اِلَّا سے پہلے آتا ہے ۔ بعض دفعہ لَمَّا سے پہلے بھی ۔ اور بہت کم اکیلا ان کے بغیر آتا ہے ۔ یہاں اِنْ نافیہ ہے ۔ یہ سب عبارت مقولہ ہے قول کا ۔ نَحْنُ ۔ ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل بحالت رفع مبتدا ہے ۔ اِلَّا حرف استثنا ۔ لغو ہے زائد ہے بَشَرٌ اسم نکرہ مفرد بمعنیٰ صاف کھال والا جاندار یعنی انسان بحالت رفع خبر ہے مبتدا کی ۔ موصوف ہے مابعد کا مِثْلُ ۔ اسم ہے تمثیل ۔ مفرد معرفہ مصنوعی ہے (یعنی بنایا ہوا معرفہ) اضافت ضمیر نے اس کو معرفہ بنایا ۔ ہر وہ نکرہ جو معرفہ کا مضاف بن جائے وہ معرفہ بن جاتا ہے ۔ یہ صفت ہے ۔ كُمْ ضمیر جمع حاضر مجرور متصل مضاف الیہ ۔ واؤ عاطفہ لٰكِنَّ حرف تشبیہ بالفعل استدراک کے لیے ہے اللّٰهَ اسم مفرد معرفہ بحالت نصب ہے کیونکہ اسم ہے لٰكِنَّ کا يَمُنُّ فعل مضارع معروف باب نصر سے صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل هُوَ ضمیر مستتر کا مرجع اللہ ہے ۔ مَنٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ احسان کرنا ۔ عَلٰی جارہ بمعنیٰ فوقیت ہے یا بمعنیٰ مَعَ (ساتھ) مَنْ اسم موصول مفرد واحد کے لیے آتا ہے ۔ يَشَآءُ ۔ فعل مضارع معروف ۔ باب فتح سے ہے ۔ شَيْءٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ ۔ چاہنا ۔ پسند کرنا ۔ مِنْ جارہ بمعنیٰ مِنْ جارہ یا بَ جارہ ۔ عباد ۔ جمع مکسر ہے عَبْدٌ کا ۔ اسم جامد بمعنیٰ اسم فاعل عابِدٌ ۔ یہ مصدر مبالغے کے لیے جامد بنایا گیا ۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے یہ جار و مجرور متعلق ہے يَشَآءُ کے اور وہ جملہ فعلیہ مَنْ سے متعلق ہو کر خبر ہے لٰكِنَّ کی واؤ ۔ سرِ جملہ

مَاکَانَ فعل تامہ ماضی منفی صیغہ واحد غائب اس کا فاعل قدرتٌ پوشیدہ ہے۔ لَنَا۔ جار و مجرور اس کا متعلق ہے لام جارہ بمعنی مَعْ یا بمعنی عِنْدَ۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ یہ جملہ فعلیہ مفعول بہ مَاکَانَ کا۔ ایک قول میں کَانَ ناقصہ ہے اور لَنَا ایک فعل پوشیدہ یَنْبَغِیْ کے متعلق ہو کر خبر مقدم ہے۔ اور اَنْ نَاْتِیَ جملہ فعلیہ اسم مؤخر ہے۔ نَاْتِیَ فعل مضارع معروف منصوب ہے۔ نَ ناصبہ ہے۔ اَتْیٌ سے بنا ہے بمعنی لانا۔ کُمْ ضمیر جمع حاضر منصوب متصل مفعول بہ ہے اور اگر اَتْیٌ کا معنی دینا ہو تو یہ ظرف ہے بمعنی عِنْدَ کُمْ۔ بِ جارہ زائدہ تاکیدیہ۔ سُلْطٰنٍ اسم مفرد نکرہ بمعنی دلیل۔ معجزہ یا سند۔ تنوین (دو زیریں) تنکیری ہے بمعنی کوئی۔ اِلَّا لغو بمعنی وَاوْ حالیہ بِ جارہ بمعنیٰ اِذْنٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ اجازت مجرور ہے بِ جارہ سے۔ اور مضاف ہے۔ اللہ اسم مفرد معرفہ مضاف الیہ ہے۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ فعل نَاْتِیَ کا اور یہ جملہ فعلیہ حال ہے پہلے نَاْتِیَ کا۔ وَاوْ سرجملہ عَلٰی جارہ برائے فوقیت یا بمعنی بِ جارہ یا اِلٰی جارہ۔ اللہ مجرور متعلق مقدم ہے اس تقدیم سے حصر کا فائدہ ہوا۔ فَ حرف عطف زائدہ فاصلہ کے لیے لِیَتَوَکَّلْ فعل امر غائب صیغہ واحد مذکر۔ باب تَفَعَّلَ وَکْلٌ مثال واوی سے مشتق ہے۔ بمعنی بھروسہ کرنا۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ۔ الف لام۔ استغراقی مُؤْمِنُوْنَ جمع مذکر سالم ہے مُؤْمِنٌ کی باب افعال کا اسم فاعل ہے۔ اس کا مصدر ہے اِیْمَانٌ۔ اَمْنٌ سے مشتق ہے بمعنی ماننا۔ اسلام قبول کرنا۔ دین قبول کرنا۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ بحالتِ رفع ہے کیونکہ فاعل ہے اَمر کا۔

تفسیر عالمانہ

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے دور کے کفار سے یہ مشکوک باتیں اور بہانے بازیاں سن کر فرمایا کہ اے کم عقلو نادانو کیا اللہ میں شک کرتے ہو۔ یا اس لیے کہ تم دہریہ ہو چکے ہو اور وجود باری تعالیٰ کے ہی منکر ہو اللہ کے ہونے میں ہی شک میں پڑ گئے ہو یا مشرک ہونے کی بنا پر رب تعالیٰ کی توحید میں شک کرنے ہو یا اس کی صفات خالقیت میں شاکی ہو۔ حالانکہ اس کا وجود اس کا ہونا اس کی توحید اس کی صفتِ خالقیت کروڑوں دلیلوں کے علاوہ ایک یہ ہی کتنی عظیم ظاہر سامنے موجود اور تمہارے سب آباؤ اجداد کو تسلیم کرو واقعی وہ اللہ ہی صرف اکیلا۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور ہم رحیم کریم اتنا کہ تمہاری اسی سرکشی کفر ظلم یا شرک فتنہ۔ فساد کے باوجود۔ ہم کو بھیجا اور ہمارے قول۔ کلام پیغام کے ذریعے تم کو دعوت دیتا ہے۔ ایمان کی۔ مغفرت کی جنت کی تاکہ تمہارے سارے صغیرہ کبیرہ حقوق اللہ بخش دے جو پہلے تم سے گناہ ہو چکے یا تمام گناہ حقوق العباد بھی معاف کر دے۔ بایک حدیث کا فرمان ہے۔ یا صرف کبیرہ گناہ معاف کر دے یہ بعض کا قول ہے یا بعض گناہ معاف کر دے۔ یہ مختلف اقوال مِنْ کی وجہ سے ہیں۔ اخفش نحوی نے فرمایا یہ مِنْ زائدہ ہے۔ جمہور نحاۃ بصری کہتے ہیں کلام موجب میں مِنْ زائدہ نہیں آسکتا۔ لہٰذا مِنْ تبعیضیہ ہے یا بدلیہ ہے یا بیانیہ۔ اعلیٰ حضرت نے ایک روایت کے مطابق تبعیضیہ مانا ہے ہم نے مندرجہ بالا روایت کی بنا پر بیانیہ تسلیم کیا

کیا ہے۔ اور دعوت الہیہ کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تاکہ تم کو آخر تک مہلت دے۔ مقرر شدہ موت کی آخری گھڑی تک۔ اور ایمان لانے کی بدولت تم اپنی اس دراز عمر میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کر سکو۔ کافروں کی عمریں گھٹا کر ان کو عذاب دنیوی سے ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ اور مومن دراز زندگی پا کر اپنی طبعی موت سے وفات پاتے تھے۔ کیونکہ کافر کی زندگی بیکار بلکہ نقصان دہ اور مومن کی زندگی دنیا جہان کے لیے فائدہ مند۔ نیکیوں بھلائیوں سے بھرپور۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دو وعدے ہیں ایک ایمان کا اور دوسرا ایمان لانے کی دراز مدت کا۔ ایمان لانے سے تو سابقہ تمام کفریات وغیرہ معاف اور دراز مدت سے ایمان اور توبہ کی مہلت بہت دی کہ آخری سانس پر بھی ایمان اور توبہ قبول ہے سکرات موت سے پہلے پہلے۔ کافر کے صغیرہ بھی کفریات کے اندر شامل ہیں قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اتمام دلائل اور نصیحانہ پیغمبرانہ وعظ سننے کے بعد بھی کافروں نے کہا۔ تم تو ہم جیسے ہی بشر ہو۔ تمہارا ہر کام تمہاری ہر عادت ہر ادا شکل صورت طاقت ہمت چال اعمال کھانا پینا شادی بیاہ نکاح اولاد کاروبار غرض کہ ہر بات میں تم ہم جیسے ہی ہو نبوت رسالت والی تم میں کوئی بات نظر نہیں آتی۔ کیا تم ہی رہ گئے تھے پیغمبر بننے کے لیے کیا اللہ کو تمہارے سوا کوئی اچھا نظر نہیں آیا۔ اگر اللہ نے تم جیسے کمزور انسانوں کو ہی نبی بنانا تھا تو ہم کو کیوں نبی نہ بنا دیا۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ تم صرف ہم کو ہماری اس بہترین عبادت سے روکنا چاہتے ہو جس کو ہمارے باپ دادے کرتے چلے آئے ہیں اور تمہارا مقصد محض اپنی سرداری چمکانا ہے۔ لیکن تم اگر واقعی اپنی بات اور اپنے دعوئے پیغمبری میں سچے ہو تو وہ معجزے ہم نہیں مانتے جو تم نے دکھائے وہ تو ہو سکتا ہے تم نے جادو سیکھا ہو ہم تو خود طور پر اپنی مرضی کے معجزے مانگتے ہیں ہمارے پاس تمہاری سچائی بیان کرنے والی کھلی دلیل لاؤ۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کا یہ عامیانہ احمقانہ جواب سن کر جواباً فرمایا کہ اس سے ہم کو انکار نہیں کہ ہم تمہاری طرح بشر ہیں۔ واقعی ہم ظاہری بشریت کھانے پینے میں اور دنیوی زندگی کے تمام تقاضے پورے کرنے میں تم جیسے ہی بشر ہیں نہ جن ہیں نہ فرشتے نہ آسمانی مخلوق۔ لیکن ہماری ظاہری بشریت سے تم نے جو ہماری صفات۔ روحانی طاقت اور قربت خداوندی اور نورانیت کا انکار کر کے ہم کو اپنی طرح کمزور اور ضعیف سمجھ لیا یہ تمہاری نادانی اور کور چشمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر وہ احسان کیا ہے اور وہ طاقتیں دی ہیں۔ صلاحیتیں علمی خزانے روحانی انوار عطا فرمائے جو زمین و آسمان عرش و فرش پر کسی مخلوق کو عطا نہ فرمائے ہم کو ساری مخلوق میں غنی بنا دیا ساری مخلوق کو ہمارا محتاج کر دیا ہم کو دینے والا اور سب کو ہمارے آستانوں سے مانگنے والا بنا دیا۔ ہماری سب طاقتیں نوری ہیں۔ غیب و حاضر کا علم سب رب تعالیٰ کی عطا ہے۔ ہم کو اپنی کسی روحانیت کے لیے مجاہدہ مراقبے کرنے کی

ضرورت نہیں۔ ہماری کوئی چیز ذاتی نہیں سب عطائی ہے۔ کائنات کے کسب و عمل محنت و ریاضت عبادت مشقت سے وہ حاصل نہیں ہو سکتا جو ہم کو اُس کی عطا سے مل گیا یہ سب محض اُس پروردگار عالم کا احسان ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے۔ تم نے ہماری نبوت کے ثبوت یقینی واقعی کے لیے معجزہ طلب کیا تو یاد رکھو کہ حقیقتاً معجزات بھی ہمارے پاس ہیں ہم کو اُن پر اختیار بھی ہے مگر اللہ کی اجازت کے بغیر ہماری مجال نہیں کہ تمہارے سامنے تمہارے مطلوبہ معجزات ہم ظاہر کریں۔ نہ ہم کو تمہاری بیہودہ مرضی کے پیش نظر اجازت مانگنے کی کوئی ضرورت ہے۔ ہمارا اصل کام تو رب تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ اور تمہاری عقل دل دماغ کو اس طرف لگانا ہے کہ بجائے معجزوں کے پیچھے پڑنے کے خود سوچو سمجھو غور کرو کہ آسمان و زمین کی خلقت کے علاوہ خود تمہارے جسم تمہارا وجود ہی توحید خالق کی منہ بولتی شُلعلیٗ نبیین ہے۔ تمہارا ظاہر و باطن قدرت کا کتنا بڑا شاہکار ہے ہم تو تم کو دعوت غور و فکر دے کر مومن بنانا چاہتے ہیں اور مومن کی پہلی عبادت پہلی سوچ یہ ہے کہ وہ اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کریں۔ لہٰذا جو شخص یہ سبق سیکھنا ہے اسی کی اتباع میں ہمہ تن مشغول ہو جاؤ باپ دادوں کی حماقتوں پر جھوڑ دو کیونکہ نبوت کے یہ اسباق فطرت کے عین مطابق ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا و کائنات میں تمام اسلامیات کا مدار و مدار نبی کی ذات مقدس پر ہے۔ نبی میں یا نبی کی کسی بات میں شک کرنا سب سے بڑا کفر ہے۔ یہ فائدہ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ کفار مکہ اور یہود و نصاریٰ نے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات اور شان و قوت واختیار میں شک کیا تھا جس کو ذات الٰہی میں شک کرنا قرار دیا گیا۔ اس سے وہابیوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو شانِ نبی میں شک و انکار کرتے ہیں۔

دوسرا فائدہ۔ انبیاء کرام۔ علماء اسلام اور اولیاء اللہ کی اطاعت ہر انسان پر فرض ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا بلانا اللہ تعالیٰ کا بلانا ہے اور علما اولیا کی تبلیغ و دعوت بلانا انبیاء عظام ہی کا بلانا ہے یہ فائدہ یَدْعُوْکُمْ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ انبیا کے بلانے کو اللہ کا بلانا کہا گیا۔ **تیسرا فائدہ**۔ انبیاء کرام کو اپنے جیسا بشر سمجھنا شیطان اور کفار کا طریقہ اور علامت ہے۔ اور یہ عقیدہ سب کفریات کی جڑ ہے۔ یہ فائدہ بَشَرٌ مِّثْلُنَا (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ نے بھی کسی نبی مکرم کو بشر کہہ کر خطاب نہ فرمایا۔ انبیاء کرام کا خود اپنے آپ کو بشر کہنا عجز و انکسار کے لیے ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی نبی ہرگز ہم جیسے بشر نہیں بلکہ ہم سے کروڑوں درجے بلند مرتبے والے نوری بشر ہیں۔

چوتھا فائدہ۔ انبیاء کرام اپنے معجزات دکھانے میں با اختیار ہوتے ہیں جب چاہیں جس کو چاہیں دکھائیں جو معجزے عطا ہوتے ہیں ان کی اجازت مل چکی ہوتی ہے۔ ہاں کفار کے مطالبے والے معجزات کی اجازت لینی پڑتی ہے۔ قبضے میں وہ بھی ہوتے ہیں نیز بشریت صفت ہے کہ ذات لہٰذا انبیاء صفات میں ہم مثل ہوتے ہیں نہ کہ ذات میں۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ اسلام میں قوم یا وطن پرستی حرام ہے۔ قوم پرستی وغیرہ یہ ہے کہ حدیث و قرآن کے مقابل اپنے باپ دادا یا رسم و رواج کو زیادہ اہمیت دی جائے۔ یہ مسئلہ۔ اَنْ تَصُدُّوْنَا سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ ۔ کوئی کافر مسلمان ہو جائے تو اس کے صرف حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے اسی طرح جو حج کرے یا شہید ہو جائے اس کا بھی یہ ہی حکم ہے۔ یہ مسئلہ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ میں مِنْ تبعیضیہ سے مستنبط ہوا۔

تیسرا مسئلہ ۔ حرام اور حلال ہونا۔ مِن قانون شریعت ہے اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی کسی چیز کو حرام یا حلال نہیں کر سکتا۔ یہ مسئلہ بِسُلْطٰنٍ کی ایک تفسیر اور عموی ترجمہ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں پہلے فرمایا گیا قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ یہاں لَهُمْ نہیں ہے پھر دوسری آیت میں فرمایا گیا۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ یہاں لَهُمْ ہے اس کی کیا وجہ؟

جواب۔ تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ لَهُمْ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات جو یہاں بتائی جا رہی وہ خاص موجود مخاطبین کو سنائی گئی ہے کیونکہ نبی کو بشر کہنے والے یہ کچھ لوگ تھے اس لیے لَهُمْ یعنی خاص ان کو کہا۔ پہلی جگہ۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک کا ذکر ہے اس کفر میں سب چھوٹے بڑے جنگلا تھے لہٰذا وہ کلام عام تھا اس لیے لَهُمْ نہ فرمایا گیا۔ **دوسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا مِنْ ذُنُوْبِكُمْ تمہارے کچھ گناہ معاف کئے جائیں گے۔ یہاں نحوی قانون سے مِنْ زائدہ ہو سکتا ہی نہیں کیونکہ سیبویہ نحوی فرماتے ہیں کہ کلام مثبت میں مِنْ زائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سب گناہ معاف نہ ہوں گے مگر دوسری آیت میں فرمایا گیا یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ یعنی تمہارے سب گناہ معاف ہوں گے اس میں مطابقت کیونکر ہو۔

جواب۔ تفسیر کبیر نے اس کے چند جواب فرمائے نمبر ۱۔ یہاں کفار سے خطاب ہے اور دوسری آیت میں مومنوں سے خطاب ہے اس لیے یہ فرق ہے۔ نمبر ۲۔ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ کا معنی ہے بغیر توبہ کے صرف اسلام کی وجہ سے کچھ گناہ معاف ہوں گے۔ اور ذُنُوْبِكُمْ کا معنی ہے توبہ کرو گے تو سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ نمبر ۳۔ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ میں تبعیضیہ مِنْ نہیں ہے نہ زائدہ بلکہ بیانیہ یا بدلیہ ہے اور مراد سارے گناہ ہیں۔ نمبر ۴۔ چوتھا جواب یہ کہ مِنْ میں بھی بعض گناہ مراد ہیں اور ذُنُوْبَكُمْ سے بھی کچھ گناہ مراد ہیں۔ نہ کہ سب صرف۔ جمع سے کلیت ضروری نہیں۔ **تیسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَيُؤَخِّرَكُمْ اگر ایمان لاؤ گے تو تم کو نئی مدت تک مؤخر کر دیا جائے گا۔ حالانکہ دوسری آیت میں ہے کہ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ایک منٹ آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ اس کی مطابقت کس طرح ہے۔ جواب۔ اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ يُؤَخِّرَكُمْ کا مقصد موت آگے پیچھے کرنا نہیں موت تو اَجَلٍ مُّسَمًّى ہی رہے گی تاخیر عمل صالح کرنے کے لیے وقت اور توفیق و سہولت ملنا ہے۔ دنیوی آلام و مصائب میں مبتلا کرنا ہے۔ یا سابقہ قوموں کا عذاب ڈالنا ہے۔ جواب دوم یہ

کہ یہاں ہے یُؤَخِّرُ۔ اللہ خود مؤخر فرمانے والا اور وہ کار وقیوم ہے۔ دوسری آیت میں لَا یَسْتَاخِرُوْنَ کافر خود آگے پیچھے موت کو نہیں کر سکتے۔ پہلا جواب اعلیٰ حضرت کے ترجمہ باکمال نے حل فرما دیا۔ دوسرا جواب میری طرف سے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ خود بھی اور اپنے ولیوں کو بھی موت کو آگے پیچھے کرنے کی قوت عطا فرما رہا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى الہامات الٰہیہ کے پیغمبروں نے جو ان کی ہی ضمیروں میں تشریف لائے۔ فرمایا کہ کیا آسمانِ عقل اور زمینِ عجز کے پیدا کرنے والے الٰہ میں شک کرنے والے ہو۔ ضلالت وشقاوت کے دبیز اندھیروں میں پھنسے ہو۔ تم کو مقامِ سعادت پر بلاتا ہے تاکہ ڈھک دے یا مٹائے تمہارے ظلمتوں کے حجاب کو اپنے نور کی تجلیات سے اس سے یقین کی جلا پیدا ہو تاکہ استعداد سعادت کی توفیق دے کر فیصلہ تقدیر تک مہلت فکر عطا فرمائے قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ قربِ مکانی نے ان کو اتباعِ ہدایت سے روک دیا۔ بولے سب اشقیا۔ تم تو ہماری مثل ہی واردات نفسی ہو۔ تم نفس و عقل اور ذاتی فکر و تدبر سے روکنے والے ہو خودی و تکبر سے ہٹا کر بیخودی کی طرف لے جانے والے۔ دنیوی ترقی سے دور کر کے راہ سلوک پر چلانا چاہتے ہو اگر تمہاری راہ سچی ہے تو کوئی تابناک مثالی یا یعنی مضبوط دلیل پیش کرو۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ الہامات سرمدی نے خطاب فرمایا جنسیتِ خلقت میں ہم تمہاری ہی مثل ہیں۔ تم نے آواز کی یکسانیت کو دیکھا مگر یہ نہ جانا ہم صوتِ الٰہیہ کے پرتو ہیں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے خاص احسانات ازلیہ سے نواز دیتا ہے۔ ہمارے یہ انوار اسی کی جانب سے ہیں ہم اپنی مرضی سے بغیر اس کی اجازت تم کو کچھ نہیں دے سکتے۔ کافر انبیاء کے گستاخ و منکر ہوئے اور بد باطن اولیاء اللہ کے منکر حالانکہ ولی کی کرامات مظہر معجزات اور انبیاء کا صدقہ ہے۔ نبی کی نگاہ سے اولیاء کی محنت سے ایمان ملتا ہے۔ اور مومن کا دل ربوبیت میں اور جسم عبودیت میں ہوتا ہے اس لیے مومن ہی متوکل ہے اور متوکل نہیں چاہتا مگر وہی جو اس کا اللہ چاہے کامل نہیں پسند کرتا اظہارِ کرامت کو۔ انسان پانچ قسم کے ہیں۔

نمبر ۱۔ اکمل یہ شانِ نبوت ہے نبی کامل گر ہے۔ نمبر ۲۔ کامل یہ شانِ ولایت ہے خود کامل مگر کسی کو کامل کر سکتا نہیں۔ نمبر ۳۔ ناقص یہ بے عمل ہے۔ نمبر ۴۔ ضال یہ گمراہ ہے۔ نمبر ۵۔ مضل یہ گمراہ بھی اور گمراہ گر بھی ہے۔ ہر قوم کے پڑھے لکھوں اور علماء کی تباہی دو چیزوں سے ہوتی۔ نمبر ۱۔ علم پر عمل نہ ہو۔ بناوٹی مسئلوں پر عمل کیا جانے لگے۔ نمبر ۲۔ دوسروں کو امر و نہی خود کو آزاد سمجھا جانے پہلے لوگ اول شریعت پھر طریقت پر چلنے اور عمل کرنے روح کو پاک کرنے کا حکم دیتے تھے اس وقت اور ان زمانوں یہی درست تھا لیکن آج کل طریقت پہلے رکھی جائے تاکہ شریعت پر عمل کیا جائے۔

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ط

اور کیا ہے ہم کو کہ نہ بھروسہ کریں ہم پر اللہ حالانکہ یقیناً ہدایت دی اُس نے ہم کو ہماری شریعت کی

اور ہمیں کیا ہوا کہ اللہ پر بھروسہ نہ کریں اُس نے تو ہماری راہیں ہمیں دکھا دیں

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ط وَعَلَى اللّٰهِ

اور البتہ ہم ضرور صبر کریں گے پر اُس جو تکلیفیں دیتے ہو تم ہم کو اور اللہ پر ہی

اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اُس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ع ١٢ وَقَالَ الَّذِيْنَ

پس چاہیئے کہ بھروسہ کریں تمام بھروسہ کرنے والے۔ اور کہا انہوں نے جو کافر

اللہ پر ہی بھروسہ چاہیئے۔ اور کافروں نے اپنے رسولوں

كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ

ہوئے کو رسولوں اپنے البتہ نکال دیں گے ہم تم کو سے علاقہ اپنے یا

سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے

لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ط فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ

لوٹ آؤ تم بیچ دین ہمارے تو وحی کی طرف اُن کے رب نے اُن کے

یا تم ہمارے دین پر ہو جاؤ۔ تو انہیں اُن کے رب نے وحی بھیجی کہ

لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ لا ١٣ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ

کہ ضرور ہلاک کر دیں گے ہم ظالموں کو اور ضرور آباد کریں گے ہم تم کو زمین میں

ہم ضرور اِن ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ضرور ہم تم کو ان کے بعد زمین

مِنْ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ

سے بعد اُن کے ۔ یہ واسطے ہے اُس کے جو ڈرتا ہو کھڑے ہونے سے سامنے میرے اور ڈرا

میں بسائیں گے یہ اُس کے لیے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے

وَعِيْدِ ۱۴

عذاب سے میرے

اس سے خوف کرے

تعلق

ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے ۔ **پہلا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں انبیاء کرام کی تبلیغ کا کچھ حصہ مذکور ہوا اور کچھ گفتگو ان آیات میں ذکر ہوئی ۔ تو یہ آیتیں پچھلی آیات کا تتمہ ہیں ۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں انبیاء کرام کی اُس گفتگو کا تذکرہ ہوا جو نہایت ہی سلجھے ہوئے پیارے انداز میں انہوں نے اپنی قوم سے فرمائی اب ان آیتوں میں قوم کے احمقانہ متکبرانہ جواب کا ذکر ہے ۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں قوم کے کفر ۔ ناشکری اور گستاخی کا ذکر ہوا ۔ اب ان آیات میں انبیاء کرام کے توکل صبر شکر اور تحمل کا تذکرہ ہے ۔

تفسیر نحوی

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۔ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ واؤ عاطفہ یا ابتدائیہ جملہ زائدہ ۔ مَا حرفِ نفی اس کے بعد منفی فعل پوشیدہ ہے یا مَا نافیہ اسم فاعل پوشیدہ ہے ۔ لَنَا ۔ لام جارہ مفعولیت کا ۔ نَا ۔ ضمیر جمع متکلم مجرور متصل متعلق پوشیدہ فعل کا اَلَّا ۔ دو حرف جڑے ہوئے ہیں ۔ دراصل ہے اَنْ لَا ۔ اَنْ حرف ناصبہ مصدریہ مضارع کو زبر دیتا ہے ۔ یہ سب عبارت بتاتی ہے فاعل ہے فعل مضارع پوشیدہ کا ۔ نَتَوَكَّلَ فعل مضارع منفی صیغہ جمع متکلم باب تفعّل سے ہے وکل سے مشتق ہے بمعنی بھروسہ کرنا ۔ سپرد کرنا ۔ یقین کرنا ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر جمع متکلم مستتر ہے عَلٰی جارہ فوقیت حقیقت ہے اللہ اسم مجرور ۔ جار و مجرور متعلق ہے نَتَوَكَّلَ کے واؤ حالیہ قَدْ هَدٰىنَا ۔ فعل ماضی قریب صیغہ مذکر غائب اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر ہے اسی میں نَا ضمیر جمع متکلم مفعول بہ ہے ۔ اس لیے منصوب ہے اپنے عامل سے جڑی ہوئی ہے اس لیے متصل ہے ۔ سُبُلَ ۔ اسم جمع مکسر ہے اس کا واحد ہے سبیل بمعانی نصب ہے کیونکہ مفعول بہ دوم ہے قَدْ هَدٰىنَا کا ۔ نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے اس کا مرجع رُسُل ہے ۔ واؤ ابتدائیہ تاکیدیہ

لَنَصْبِرَنَّ فعل لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ مضارع معروف صیغہ جمع متکلم باب ضَرَبَ سے ہے صبرٌ سے مشتق ہے بمعنی رکنا یا روکنا۔ اگر اس کے بعد عَنْ جارہ ہو تو معنی ہے روکنا خود کو یا کسی کو اگر اس کے بعد علیٰ جارہ ہو تو معنی ہے رکنا۔ صبر چار قسم کا ہے۔

نمبر ۱۔ فریاد اور شکوہ شکایت نہ کرنا اس کا مقابل جزعٌ فزعٌ۔ نمبر ۲۔ بزدل نہ ہونا اس کا مقابل جُبنٌ۔ نمبر ۳۔ حوصلہ نہ ہارنا۔ اس کا مقابل ہے ضجرٌ۔ نمبر ۴۔ خاموش رہنا۔ اس کا مقابل ہے مَذَلٌ۔ صبرٌ کے معنی انتظار کرنا۔ بے باک ہونا اور سہار لینا بھی ہے کوئی کام کرتا رہنا بھی صبر ہے۔ یہاں صبر تمام معنی کے اعتبار سے ہے۔ علیٰ جارہ فوقیت کے لیے مَا اسم موصول بحالت کسرہ ہے۔ اٰذَیْتُمُوْ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ باب افعال سے ہے اذًی سے مشتق ہے۔ بمعنی جاندار کو تکلیف دینا۔ جسمانی یا روحانی دنیوی یا اُخروی۔ اِس کا فاعل تُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر بعض نحوی کہتے ہیں کہ اَنْتُمْ ضمیر مستتر ہوتی ہے ضمیر متصل مستتر نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم بالصواب نا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل اس کا مفعول بہ ہے۔ واؤ سرجملہ۔ علیٰ حرف جر اپنے ہی فوقیت کے معنی میں۔ اللہ اسم مفرد معرفہ۔ فَ زائدہ برائے تحسین۔ یہ جار و مجرور متعلق مقدم ہے برائے حصر۔ لْیَتَوَکَّلْ فعل امر غائب معروف صیغہ واحد مذکر غائب اَلْمُتَوَکِّلُوْنَ۔ الف لام استغراقی۔ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے ماقبل فعل کا۔ یہ دونوں فعل فاعل باب تَفَعُّلٌ سے ہیں اور وَکْلٌ سے مشتق ہیں بمعنی بھروسہ کرنا۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا۔ واؤ سرجملہ اگلی عبارت جوابُ الجواب ہے قَالَ فعل ماضی مطلق قَوْلٌ سے بنا ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع اسم ظاہر اس کا فاعل ہے۔ کَفَرُوْا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب۔ کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنی انکار کرنا لام جارہ برائے مفعولیت رُسُل اس کا مجرور ہے رسولٌ کی جمع مکسر ھم ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ لام تاکید۔ لَنُخْرِجَنَّ فعل مضارع لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ بمعنی مستقبل۔ نَحْنُ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے کُمْ ضمیر جمع حاضر منصوب متصل مفعول بہ کا مرجع رُسُلٌ ہیں۔ مِنْ حرف جر تبعیضیہ ارض اسم جامد مؤنث نقلی مراد ہے علاقہ نَا ضمیر متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے اَوْ حرفِ عطف تردیدی۔ لَتَعُوْدُنَّ فعل مضارع لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر بمعنی التیئسی امر۔ باب نَصَرَ سے ہے۔ عَوْدٌ اجوف واوی سے مشتق ہے بمعنی۔ لوٹنا۔ پھر جانا۔ پھر آنا۔ یہاں پہلے معنی مراد نہیں نہ ہی دوسرے بلکہ پھر جانا مراد ہے۔ اور اگر خطاب عام مومنین سے ہو تو پہلے یا آخری معنی میں ہے۔ فِیْ جارہ بمعنی اِلیٰ۔ مِلَّتٌ اسم مفرد جامد ہے اس کی جمع ہے مِلَلٌ مَلِیْلٌ سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے۔ گرم راکھ۔ بخار کی گرمی۔ قانون بھی سخت اور گرم ہوتا ہے اس لیے اصطلاحاً قانون کا نام مِلَّتٌ ہے۔ منقول عرفی میں ہر اُس دین کو مِلَّتٌ کہا جاتا ہے جس میں قانون اصول منوانے ہوں۔ خواہ دین الٰہی ہو یا باطل ادیان۔ یہاں باطل دین ہی مراد ہے۔ بحالت کسرہ ماقبل سے اور مضاف ہے

مِنْ بَعْدِكُمْ ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ اس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ یہ ساری عبارت مقولہ ہے قَالَ کا۔ فَاَوْحٰی اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِیْنَ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ۔ فَ حرف عطف برائے تعقیب بمعنی ثُمَّ۔ اَوْحٰی فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مذکر غائب باب افعال سے ہے وَحْیٌ سے مشتق ہے۔ لفیف مفروق ہے۔ بمعنی۔ پیغام پہنچانا حکم دینا۔ اشارہ کرنا۔ راہ دکھانا۔ دل میں ڈالنا۔ بذریعہ جبرئیل بات سنانی۔ یہاں آخری دو معنی بن سکتے ہیں اس کا صلہ ہے اِلَیْهِمْ اِلٰی جارہ۔ انتہاء غایت کے لیے ہِمْ ضمیر کا مرجع رُسُل ہے۔ رَبُّ۔ اسم مفرد معنوی معرفہ بوجہ اضافت الی معرفہ ضمیر۔ بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے اَوْحٰی کا۔ رَبُّ صیغہ مبالغہ ہے بمعنی اسم فاعل۔ لغوی معنی پالنے والا۔ ترتیب دینے والا۔ اصطلاحی ترجمہ ازل سے ابد تک ہر مخلوق کو پرورش کرنے والا ہُمْ ضمیر جمع مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ لَنُهْلِكَنَّ فعل مضارع لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ بمعنی مستقبل۔ صیغہ جمع متکلم باب افعال سے ہے مصدر ہے اِهْلَاكٌ هَلَكٌ سے بنا ہے بمعنی۔ تباہ کرنا۔ فنا کرنا۔ باب افعال میں متعدی ہوا۔ مادہ مصدر هَلَكٌ لازم ہے بمعنی تباہ ہونا۔ فنا ہونا۔ اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر جمع متکلم کا مرجع واحد ہے یعنی رَبّ الظّٰلِمِیْنَ الف لام استغراقی یا عہدی ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔ ظَالِمِیْنَ۔ اسم جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے ظَالِمٌ۔ اسم فاعل ہے باب ضرب سے ہے ظُلْمٌ سے مشتق بمعنی نقصان کرنا۔ اپنا یا کسی کا۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے ما قبل فعل کا وَاوْ عاطفہ۔ مابعد عبارت کا عطف ہے لَنُهْلِكَنَّ پر۔ اور پورا جملہ عاطفہ مفعول بہ ہے اَوْحٰی کا۔ لَنُسْكِنَنَّ باب افعال کا فعل مضارع معروف لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ بمعنی مستقبل۔ صیغہ جمع متکلم۔ اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر جمع متکلم کا مرجع ذات واحد ہے یعنی رب تعالیٰ یہ جمعیت فقط فصاحت کلام کے لیے ہے۔ اس کا مصدر ہے اِسْكَانٌ سُكُوْنٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ آرام دینا۔ رحمت دینا۔ برکت دینا۔ اطمینان دینا۔ بسانا۔ آباد کرنا۔ ٹھہرانا۔ اسی سے ہے سکون۔ تسکین اور سکین بمعنی چھری ہے۔ کہ وہ بھی ذبح کر کے چلتے پھرتے کو ڈال دیتی ہے۔ باب افعال نے متعدی کیا اس لیے۔ یہاں آخری تین معنی بن سکتے ہیں۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ ما قبل کا اَلْاَرْضَ الف لام عہد ذہنی یا خارجی ہے ارض اسم مفرد معرف باللام۔ بحالت فتح ہے مفعول فیہ ہے اسی فعل کا مراد ہے علاقہ۔ مِنْ جارہ زائدہ تاکیدیہ۔ بَعْدِ۔ اسم ظرف زمانی ہے بحالت کسرہ اکثر مضاف ہو کر آتا ہے۔ اور معرب ہو جاتا ہے۔ تینوں اعراب میں آجاتا ہے۔ اس کو مضاف الیہ بھی ہر اسم ہو سکتا ہے۔ جب مضاف نہ ہو تو مبنی ہو جاتا ہے پر یا معرب نصبی ہوگا یعنی مبنی فتح۔ یہاں معرب مضاف ہے۔ ہِمْ ضمیر مذکر غائب۔ مضاف الیہ ہے۔ مرکب جارہ مجرور ہو کر متعلق ہے۔ لَنُسْكِنَنَّ کا ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید ہے اس کا مشار الیہ سُكُوْنٌ اِهْلَاكٌ پوشیدہ ہے۔ بحالت رفع ہے مبتدا ہے۔ لام جارہ۔ پہلی صورت یعنی سکون فی الارض کی پوشیدگی میں

لام نفع کا ہے اور دوسری صورت میں لام سببیہ ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ لیے دوسری صورت میں ترجمہ ہو گا وجہ سے۔ مَنْ اسم موصول واحد مذکر غیر معین کے لیے بحالت جر لام کی وجہ سے۔ یہ جار و مجرور ثابت پوشیدہ اسم فاعل یا واقع سے متعلق اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ذالک مبتدا کی۔ خاف فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔ باب فتح سے خوف اجوف واوی سے بنا ہے۔ بمعنی۔ ڈرنا۔ مرعوب ہونا۔ دہشت میں آنا۔ نافرمانی سے بچنا۔ یہاں یہ سب معنی بن سکتے ہیں۔ مَقَام اسم ظرف واحد کا صیغہ ہے۔ بمعنی کھڑا ہونے کی جگہ۔ درجہ۔ مرتبہ۔ ذات مع صفات۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ باب نصر سے۔ قوم اجوف واوی سے مشتق ہے بمعنی کھڑا ہونا۔ کھڑا رہنا۔ جم جانا۔ مضبوط ہونا۔ جتھہ بنانا۔ کھڑے ہونے کی پانچ قسمیں۔

نمبر ۱۔ حفاظت کے لیے۔ نمبر ۲۔ تعظیم کے لیے۔ نمبر ۳۔ ادا کرنے کے لیے۔ نمبر ۴۔ ہیبت پانے کے لیے نمبر ۵۔ استقبال یا وداع کے لیے۔ مقام بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے خاف کا۔ یْ ضمیر واحد متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے مقام کا۔ ایک قول میں مقام مصدر میمی ہے۔ مضاف یاء متکلم کی طرف نہیں ہے بلکہ دراصل یہاں عند قرینہ مکانیہ پوشیدہ ہے وہ مضاف ہے یاء متکلم کی طرف۔ عبارت اس طرح ہے مقام عندی۔ یعنی میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس صورت میں مقام مفعول بہ ہوگا اور عندی ظرف مکان یہ ترکیب زیادہ مناسب ہے یہی حضرت نے پسند فرمائی۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے مابعد خاف کا ماقبل خاف پر۔ خاف فعل ماضی مطلق معروف واحد مذکر غائب خوف سے مشتق ہے۔ ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع مَنْ موصولہ ہے وعید۔ اسم معرف باللام مصدر ہے ثلاثی کا بروزن فعیل۔ رَحِیْل۔ بمعنی شدت کا وعدہ یعنی خوف دلانا۔ ڈرانا۔ جھڑکنا۔ مراد ہے عذاب کا وعدہ۔ عذاب کا فیصلہ بحالت نصب ہے محلی یعنی اصل پوشیدہ اعراب۔ مفعول بہ ہے خاف کا۔ یہ ظاہری کسرہ علامت یاء متکلم ہے دراصل تھا وَعِیْدِیْ۔ ترجمہ ہے میرے وعیدے ڈرا۔ یہ سب عطف کا جملہ صلہ ہوا موصول مَنْ کا۔

تفسیر عالمانہ

وَمَا لَنَا اَلَّا نَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰہِ وَقَدْ ھَدٰنَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا۔ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ اور کیا کام ہے یا ضرورت ہے ہم تمام انسانوں کو۔ یا ہم گروہ انبیاء کو۔ یا ایمان والوں کو کہ ہم اپنے اللہ جل مجدہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اسی رب کائنات نے ہماری عزت۔ نصرت۔ فلاح و بہبود۔ اسرار۔ انوار۔ قرب جمال کی اور شریعت طریقت حقیقت معرفت کی تمام راہیں ہم کو دکھا دیں اور خود ہی پروردگار نے ہم کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ اور ہر طرح تائید و حمایت کے سچے طریقے فرمائے زندگی کی تمام اطمینانیاں عطا فرمائیں۔ اور ہمارے توکل علی اللہ کی پہلی حالت یہ ہے کہ البتہ بیشک ہم ضرور ضرور ان تمام مصیبتوں اور تکلیفوں۔ برا بھلا کہنے اور ستانے پر صبر کریں گے جو تم ہم کو پہنچائے

ہو یا آئندہ پہنچاؤ گے ۔ اور ہر وہ شخص جو سچے توکل کو اپنانا چاہتا ہے ۔ اور متوکل بننے کا خواہش مند ہے تو اس کو اللہ پر بھروسہ کرنا اور ثابت قدم رہنا چاہیے ۔ کیونکہ اللہ کی ذات پر ہی بھروسہ توکل ہے ۔ باقی سب دھوکا ہے کامل توکل چار چیزوں کا نام ہے ۔

نمبر۱ ۔ جسم عبودیت میں رہے ۔ نمبر۲ ۔ دل ربوبیت سے لگے ۔ نمبر۳ ۔ نعمت پر شکر ہو ۔ نمبر۴ ۔ بلا پر صبر ہو ۔ وہی اللہ اپنے ایسے بندے کی ہر منزل پر رہنمائی فرماتا ہے ۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ہر قسم کی نعمت محنت الفت اور ایثار سچائی بھلائی کی باتیں سننے کے باوجود لاجواب کافر اپنی ضد کے پکے ہٹ کے پورے کسی خیر کی طرف مائل نہ ہوئے بلکہ انبیاء کرام کی ہر قوم نے عموماً اشاروں کنایوں میں یا اپنے سلوک سے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے خصوصاً صاف صاف علی الاعلان کہا اپنے معظم رسولان کرام کو کہ ہم ضرور تم کو نکال دیں گے اپنے علاقے سے تمہاری وعظ تقریروں سے ہم بہت دل برداشتہ ہو چکے ہیں ۔ اور آج آخری تنبیہ ہے ۔ اب اگر تم نے پھر ہم کو اپنے دین کی تبلیغ کی تو پھر کچھ تم کو مہلت نہ دیں گے ۔ یا ایک صورت یہ ہے کہ تم البتہ لوٹ جاؤ ہمارے ساتھ اپنے اسی پچھلے طریقے میں کہ تم ہم سے کوئی چھیڑ خانی نہ کرو ہم تم کو کچھ نہ کہیں جس طرح پہلے تم خاموشی سے وقت گزار رہے تھے اب بھی اسی طرح بھلے مانسوں کی طرح چپ رہو نہ ہم کو برا کہو نہ ہمارے دین کو اگر ہم برے دین پر ہیں تو رہنے دو ۔ یا یہ کہ تم ہمارے دین پر آجاؤ یا اے قوم والو تم میں جو مومن امتی بن چکے ہیں وہ پھر اپنے پرانے دین پر آجائیں اور انبیاء کو چھوڑ دیں تب تم رہ سکتے ہو ۔ ورنہ تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیں گے پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی ۔ یہ آخری حتمی گفتگو سن کر انبیاء کرام اصل اہل ایمان کفار کے ایمان سے مایوس ہو گئے تب رب تعالیٰ نے ایمان والوں کی تسلی کے لیے اپنے محبوبین نبیین کی طرف وحی فرمائی ۔ کہ اے مخلص بندو مطمئن رہو یہ کیا تم کو نکال سکتے ہیں ۔ البتہ ہم ہی ان کو جو شرک گستاخی بے ادبی اور ایذا رسانی کر کے بدترین ظالم بن چکے ہیں عذاب آسمانی سے ہلاک ۔ تباہ و برباد کر دیں گے ۔ کہ ان کی اجڑی ہوئی بستیاں رہ جائیں گی اور خود ان کے وجود کا نام و نشان بھی نہ رہے گا ۔ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ۔ اور اے پیارے نبیو ۔ اور ان کے مخلص متقی غلامو البتہ بے شک ضرور تم ہی لوگوں کو اس ہی ملک میں ان ظالموں مشرکوں مغروروں کے ہلاکت تباہ برباد ہو جانے کے بعد نہایت شان و شوکت عزت و وقار ۔ آرام و اطمینان کے ساتھ ہم خود آباد کریں گے ۔ یہ خوشحالی آبادی تا قیامت ہر اس خوش قسمت شخص کے لیے ہے جس نے اپنے دل میں میرے جلال کی ہیبت رکھی ۔ دنیا میں حضور قرب میں ہونے سے اور آخرت میں عدالت عالیہ الٰہیہ کی پیشی ہونے سے اور جو شخص ڈرتا رہا آخری سانس تک میری پکڑ کی،

شدت اور عذاب کی عالمگیر خبر ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص اپنے پڑوسی کو ایذا اور تنگی تکلیف دے گا اللہ تعالیٰ اس ظالم کا مکان اسی مظلوم کو عطا فرمائے گا۔ اور ظالم حسرت سے ہی دیکھتا رہ جائے گا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ خوف پانچ قسم کا ہے۔

نمبر ۱۔ خوف عذاب یہ عوام کو ہونا چاہیئے۔ نمبر ۲۔ خوف ہیبت یہ خواص کو ہوتا ہے۔ روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک عیسائی حکیم کے پاس صدیق اکبر کا قارورہ لے جایا گیا تو عیسائی قارورہ ملاحظہ کر کے مسلمان ہو گیا لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ جس کا یہ قارورہ ہے اس کا جگر اور گردے ہیبت الٰہی سے سوختہ ہو چکے ہیں۔ نمبر ۳۔ خوف حجاب یہ خاص الخواص کو ہوتا ہے۔ نمبر ۴۔ خوف عتاب یہ محبوبین الٰہیہ کو ہوتا ہے۔ نمبر ۵۔ خوف انتظار یہ انبیاء کرام کو ہوتا ہے۔ پہلے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا اگر ایک آن مجھ کو انوار قدس اور نظارۂ جمال الٰہیہ کا انتظار کرنا پڑے تو خوف عشق سے میرا قلب شق ہو جائے۔ عاشق کو اپنے معشوق کا کتنا ہی قرب اور وصل میسر ہو مگر فراق و ہجر کا ہمیشہ ہی کھٹکا لگا رہتا ہے۔ ان ہی تمام خوفوں کا نام درجہ بدرجہ ایمان ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر خوشی ایک وعدہ ہے اور ہر ناراضی ایک وعید ہے۔ جس طرح ہر نیک وبد کے لیے ایک وعدۂ الٰہی ہے اسی طرح ہر نیک وبد کے لیے اس کی حیثیت کے مطابق ایک وعید ہے۔ اور ہر شخص اپنی اپنی وعید سے ڈرتا ہے لیکن کافر فاسق اور ظالم بے خوف رہتا ہے۔ اس لیے محروم رہتا ہے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ سب سے بڑی عبادت اللہ رسول پر بھروسہ کرنا ہے۔ خیال رہے کہ انبیاء کرام کا بھروسہ صرف رب تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے مگر امت کا بھروسہ اللہ رسول پر ہونا چاہیئے اس لیے کہ انبیاء پر اعتماد کے بغیر اللہ پر اعتماد ہو سکتا ہی نہیں۔ یہ فائدہ وَمَا لَنَآ (الخ) کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ۔** بد اعمالی اور ظلم سے دنیوی زندگی بھی تنگ ہو جاتی ہے۔ آخرت کا عذاب اور تکالیف تو اس کے علاوہ ہیں۔ اسی طرح نیک حصلتوں سے حیاتِ دنیوی بھی خوشگوار ہوتی ہے۔ یہ فائدہ لَنُخْرِجَنَّ اور لَنُسْكِنَنَّ فرمانے سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ۔ خوفِ الٰہی انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی ہوتا ہے۔ مگر عام خوف نہیں۔ بلکہ انبیاء عظام کا خوف بھی بے مثل ہے۔ اس کی تفصیل۔ تفسیر میں بیان کر دی گئی ہے۔ یہ فائدہ خَافَ مَقَامِیْ (الخ) کے عموم سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ کفر کا مشورہ دینا بھی کفر ہے اور گناہ کا مشورہ دینا بھی گناہ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی عورت کو ظالم خاوند کے پنجے سے چھوٹنے کے لیے مذہب تبدیل کرنے اور کفریہ

دین بدلنے کا مشورہ دے تو وہ خود مرتد ہو جائے گا اور اس ارتداد کی وجہ سے اس کا اپنا نکاح ٹوٹ جائے گا یہ مسئلہ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ الخ سے مستنبط ہوا۔ (نور العرفان) اسی طرح زنا یا چوری یا سود خوری کا مشورہ دینا۔ اسی قسم کے اور اسی درجہ کے گناہ ہیں (حدیث پاک) دوسرا مسئلہ ۔ بغیر قانونی یا شرعی جرم کے کسی شخص کو اس کے ملکیتی گھر سے بیدخل کرنا حرام شرعی ہے ۔ یہ مسئلہ لَنُخْرِجَنَّكُمْ الخ سے مستنبط ہوا کہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ اور اس بے دخلی سے مالک کی ملکیت ختم نہ ہوگی۔ اور یہ عمل بد سراسر ظلم ہے اسی طرح جو شخص صاف لفظوں میں نہ نکالے مگر ستا کر ایسے حالات پیدا کردے کہ وہ مظلوم نکلنے پر مجبور ہو جائے یا کوئی اپنے پڑوسی کو ایذارسانی کرے اور اس کا قلبی ارادہ یہی ہو کہ یہ میرا پڑوسی بھاگ جائے یہ سب کام بدترین ظلم ہے ۔ حدیث پاک میں ہے جو شخص اپنے نیک پڑوسی کو بلاوجہ ستائے تو قدرت الٰہیہ ظالم سے گھر چھین کر مظلوم کو دیدیتی ہے ۔

تیسرا مسئلہ ۔ کفار کی زمین ان کے مکانات ان کے عبادت گاہوں میں رہائش کرنا یا اُن کی عبادت گاہوں کو اپنی عبادت گاہوں میں تبدیلی کرنا جائز ہے۔ صرف اُس کو کفریہ نشانات اور دھوکر ظاہری گندگی سے پاک کرنا فرض ہے ۔ یہ مسئلہ۔ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ الخ سے مستنبط ہوا۔ ہاں البتہ کفار کی اس بستی میں رہنا مسلمانوں کو حرام ہے جس میں عذاب آسمانی آیا ہو۔ نُخْرِجَنَّ کا معنیٰ ہے ان کو وہاں بستی سے نکال دینا یا جنگ میں ہلاک

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ پہلے فرمایا فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ اور پھر ساتھ ہی دوسری آیت میں فرمایا گیا فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ دو دفعہ کیوں فرمایا گیا اور اختلاف کیوں رکھا گیا۔

ج ۔ پہلے جملے کا معنی ہے توکل کرنا چاہیئے ۔ دوسرے جملے کا معنیٰ ہے توکل پر ثابت قدم رہنا چاہیئے ۔ اس لیے دونوں دفعہ بھی درست ہے۔ یہ لفظی اختلاف بھی عین مناسب ہے ۔ دوسرا اعتراض :۔ یہاں فرمایا گیا کہ کفار نے اپنے نبیوں سے گستاخانہ طریقے سے کہا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا یا تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ ۔ اور لوٹنا وہاں بولا جاتا ہے جہاں پہلے بھی ہو۔ تو کیا یہ انبیاء کرام پہلے اُن ہی کے دین میں تھے ؟ ۔

جواب :۔ تفسیر کبیر اور مسلم الرازی نے بھی اس کے چار جواب دیے ہیں نمبر ا۔ یہ انبیاء کرام ان ہی میں ابتداء سے رہائش پذیر تھے مگر ابھی تبلیغ نبوت کی اجازت الٰہیہ نہ تھی اس لیے خاموشی سے وقت گذار رہے تھے تو کفار یہ سمجھے تھے کہ شاید یہ بھی ہمارے دین میں ہیں اس لیے لوٹنے کی بات کی ۔ نمبر ۲۔ یا ملت سے مراد طریقہ ہے ۔ اور معنی یہ ہے کہ جس طرح تم پہلے خاموش تھے اب بھی خاموشی کا طریقہ ہمارے ساتھ رکھو ہمارے بتوں کو برا نہ کہو۔ نمبر ۳۔ یا یہ خطاب ایمان والے نئے مومنوں سے ہے ۔ مگر انبیاء کرام سے ۔ نمبر ۴۔ یا لوٹنے کا معنیٰ بدل جانا یعنی تم اپنا

دین بدل کر ہمارے دین میں آجاؤ۔ اور عربی میں عَوْدٌ بمعنی صَیْرٌ بہت مستعمل ہے **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا مِنْۢ بَعْدِهِمْ یعنی ان کے ہلاک کرنے کے بعد تم کو وہاں سکونت دیں گے۔ وہ مومنین اور انبیاء کرام تو پہلے ہی وہاں رہائشی تھے۔

جواب: یا اس لیے کہ عذاب کے وقت ان انبیاء عظام اور مومنین کو وہاں سے نکال دیا جائے گا جب عذاب سے کافر ہلاک ہو جائیں تو پھر تم کو ان ہی مکانات میں بلا لیا جائے گا۔ مگر یہ جواب اس لیے کمزور ہے کہ تاریخ کے خلاف ہے کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ جس جگہ آسمانی عذاب آیا وہاں تا قیامت آبادی نہیں ہوئی۔ اور نہ وہاں ٹھیرنا جائز ہی ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ جنگ میں ان کفار کو بذریعہ قتل ہلاک کرا کر تم کو اس شہر کا قبضہ دیا جائے گا تیسرا جواب یہ کہ ان کو ہلاکت دینے کے بعد تم کو عزت قوت بادشاہت حکومت اور زمین کی رہائش و سکونت دی جائے گی خواہ اسی جگہ یا کسی دوسری سرزمین پر۔ یہ جواب شاندار ہے۔ اور مضبوط۔

تفسیر صوفیانہ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اے دعوت ربانی سے منہ پھیر کر دنیا کی طرف دیکھنے والو اور اہل دنیا پر بھروسہ کرنے والو ہم تو اپنے مولیٰ پر ہی بھروسہ کریں گے۔ معرفت کا پہلا قدم توکل ہے اس دعوت الٰہی کا فائدہ بندوں کو ہے ہم کو رب کی حاجت ہے نہ کہ رب کو ہماری ہم بندے ہو کر اس پر بھروسہ کیوں نہ کریں کہ اس ذاتِ وحدہٗ لاشریک نے آسمانوں اور زمین کی ظلمتوں کے پردوں سے اپنی صفت مغفرت کی طرف بلایا تاکہ تمہاری بھول کو دور فرمائے اور تم کو اپنے راستوں کی ہدایت دے بیشک اس نے ہم کو تو اپنے خاص کرم سے ہمارے ایمان معرفت اور محبت اولیٰ کے راستوں پر چلایا ہے یہی وصل الٰہی اور مقام عشق کے رستے ہیں۔ اے اخلاقِ قدس سے منکرو تمہاری ایذاؤں پر جو وسوسہ نفسانی، اضطراب ایقانی کی صورت میں قلب پر وارد ہوتی ہیں ہم صبر سے برداشت کریں گے ایک وقت آئے گا جب ہم مقام شکر کو پالیں گے۔ اس وقت تک ہر اہل نور متوکل ابرار کو اپنے خالق مالک اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ توکل کے تین مقام ہیں۔ پہلا توکل ابتدائی یہ کہ حصول مقاصد میں اسباب سے ہٹ کر مسبب پر بھروسہ۔ دوسرا توکل وسطی۔ مسبب ہی کی طلب ہو جائے مقاصد کو بھی نظر انداز کر دیا جائے تیسرا توکل انتہائی یہ کہ خودی کو بھی فنا کر دیا جائے۔ مصطلحات صوفیا میں خودی کی بلندی کا طالب اشرار اور مردودین میں ہے۔ طالب معرفت پر اس لیے توکل اشد لازم ہے کہ اس کا پہلا حال داد و احسان میں ہے دوسرا حال ضیافتِ الٰہی میں تیسرا حال خلق امتحان میں ہے صابر کے لیے بلاء منکرین پر صبر کہیں زیادہ آسان ہے حجاب انوار سے۔ کسی نے حضرت منصور حلاج سے پوچھا جب کہ ان کے ہاتھ پیر کاٹے جا رہے تھے کہ اے منصور عشق کیا۔ فرمایا ظاہر تو یہ ہے جو تو دیکھ رہا ہے اور باطن قرب دوست

ہے ۔ عاشقِ صادق ہر چیز سے نفرت کرتا ہے اور وصلِ یار کی خاطر مصائب پر ہنستا ہے ۔ کیونکہ ہر چیز سے محبت کرنا بدبختی اور شقی کی نشانی ہے ۔ شقاوت کی تین نشانیاں ہیں ۔

نمبر۱ ۔ علم ہو عمل نہ ہو ۔ نمبر۲ ۔ عمل ہو مگر اخلاص نہ ہو ۔ نمبر۳ ۔ صحبتِ صالحین ملے مگر احترام اور ادب نہ ہو ۔ عارفین فرماتے ہیں علم حفاظت ہے جہل غرور ہے ۔ صدق امانت اور قوت ہے ۔ صلہ رحمی بقا ہے قطع رحمی مصیبت ہے ۔ صبر شجاعت ہے ۔ کذب اور جھوٹ کمزوری ہے ہدایت والا وہ ہے جس کا معاملہ دو طرفہ صاف ہو ۔ خود بھی شریعت سے باخبر ہو اور اپنی قوم کو باخبر رکھے غفلت والوں کی حفاظت کرے ان کی ایذاؤں کو برداشت کرے یہی اس آیت نے طالبِ معرفت کو سکھایا ۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۚ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۔ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ

حق و باطل میں یہ بھی بڑا امتیازی فرق ہے کہ حق کی مضبوطی کثیر دلائل سے ہوتی ہے اور باطل کے پاس صرف غرور و تکبر ہوتا ہے یا ظاہری چند روزہ جاہ و مرتبہ اسی بنا پر جب بھی کبھی حق و باطل کا ٹکراؤ ہوا تو دلائل کے مقابل انہوں نے فقط یہی کہا جو باطل راہ میں کافر ہوئے اپنے مرشدین کو کہ ہم ضرور تم کو اپنی زمینِ قالب سے نکال پھینکیں گے یعنی نیکی کے ارادۂ قلبی کو غالب نہیں آنے دیں گے یا جب تک کہ وہ نیکی اور اچھائی ہی کو نہ سمجھیں جو ہمارے نزدیک اچھائی ہے ۔ نیکی کے راہ چلنے والے مخلص بندے کے دل و دماغ میں وسوسوں اور صوتِ سرمدی کی یہ بحث تکرار راہِ سلوک کے ہر قدم پر جاری رہتی ہے ۔ یہاں تک کہ الہاماتِ ربانی سے قلبِ مومن کی دستگیری ہوتی ہے کہ اے عارف و طالب ہم ضرور ضرور ظالم نفس کو ہلاک کر کے تجھ کو اس سے بچائیں گے ۔ اور زمینِ قالب پر تیری ہی سلطنت قائم فرمائیں گے کہ مومن سالک کے ہاتھ پیر آنکھیں پیٹ ۔ فرج ۔ خیالات سماعت و بصارت و بصیرت سب پر روح اور دل کا قبضہ ہوگا ۔ وہ کیفیتِ روحانی اور قوتِ جدائی اور سکونتِ ایمانی رفعتِ وصل والا انعام ہے اسی کے لیے جو ہیبتِ خوف میں رہے میرے مقامِ جلال سے اور خوفِ تقویٰ رکھے میرے فراق کی نار وعید سے ۔ عوام کا خوف دخولِ نار سے ہوتا ہے ۔ فاسق فاجر کا خوف مقامِ نار سے ہوتا ہے ۔ خواص کا خوف مقامِ جنت کے فوت ہونے سے ہوتا ہے ۔ نیکوں کا خوف دخولِ جنت کی رکاوٹ سے لیکن اخص الخواص کا خوف مقامِ وصول قرب کے فوت ہونے سے ہوتا ہے ۔ اور انبیاء کرام کا خوف امت کی طرف ہوتا ہے ۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں جو محبتِ الٰہی کا شراب پیتا ہے اس کا نشہ بغیر مشاہدۂ الٰہی کے نہیں اترتا ۔ عشقِ خدا محبتِ مصطفیٰ کا نشہ رات ہے اور اس کی صبح مشاہدۂ احمد مجتبیٰ ہے اور دوپہر دیدارِ جمالِ انوارِ کبریا ہے ۔ صداقت درخت ہے ۔ اس کا پھل مجاہدہ و ریاضت ہے ۔ خوفِ الٰہی کے نو نشانات ہیں ۔

نمبر۱ ۔ شریعت سے مروت ہو ۔ نمبر۲ ۔ قول میں صدق ہو ۔ نمبر۳ ۔ فعل رضا ہو ۔ نمبر۴ ۔ زبان میں ذکر اللہ ہو ۔ نمبر۵ ۔ ظاہر میں اغیار سے روگردانی ہو ۔ نمبر۶ ۔ باطن میں تقویٰ و پاکیزگی ہو ۔ نمبر۷ ۔ قلب میں اسرارِ الٰہی پر ثابت قدمی ہو ۔ نمبر۸ ۔ دماغ

میں مجاز ہو۔ نمبر ۹۔ طریقت کی ہدایت ہو۔ اس طرح کر تمام وقتوں کو ماسواء اللہ سے منقطع کر دے۔
اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مِنْھَا۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ

اور کشادگی چاہی اُن کفار نے حالانکہ نامراد ہوا ہر سرکش ضدی۔ سے

اور انہوں نے فیصلہ مانگا اور سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا!

وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾

پیچھے اُس کے دوزخ ہے اور پلایا جائے گا کچھ پانی پیپ کا چھوٹے گھونٹ لے گا۔

جہنم اُس کے پیچھے لگی اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا!

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ

اُس کے اور نہیں قریب ہے کہ نگلے اُس کو اور آئے گی موت کی مصیبت

بمشکل اُس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا اور گلے سے نیچے اتارنے کی امید نہ ہوگی اور اُسے

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ

ہر طرف سے حالانکہ نہ ہوگا وہ مُردوں سے اور سے پیچھے اس کے

ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں اور اُس کے پیچھے ایک

عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ

بڑا عذاب گندا۔ مثال اُن کی جو منکر ہوئے سے رب اپنے

گاڑھا عذاب اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ!

أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي

اعمال ان کے جیسے کہ راکھ سخت چلی پر اُس ہوا میں

اُن کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اُس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کے

يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ

دن آندھی کے کہ نہ قادر رہے وہ سے اُس جو کچھ کمایا تھا انہوں نے پر

دن میں۔ ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا۔

شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝

کسی چیز وہی ہے گمراہی دور کی

یہی ہے دور کی گمراہی

تعلق

اِن آیت کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے

پہلا تعلق - پچھلی آیات میں کافروں کا وہ گستاخانہ قول نقل ہوا جو انہوں نے انبیاء کرام کی گستاخیوں میں کیا تھا کہ ہم تم کو اپنے وطن سے نکال دیں گے۔ اب ان آیات میں اللہ کی طرف سے انبیاء کرام کو محبت اور تسلی بھرا جواب سنایا جا رہا ہے۔ کہ ہمارے نبیوں کو کوئی نہیں نکال سکتا۔ بلکہ یہ کافر خود ہی ان علاقوں سے نکل کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیات میں کفار کی اُن متکبرانہ باتوں کا ذکر ہوا جن میں انہوں نے اپنی قوت طاقت کا اظہار کیا۔ اب یہاں رب تعالیٰ کی طرف سے اُن کی اور اُن کے اعمال کی کمزوری کا نقشہ کھینچا گیا کہ وہ مثال راکھ کے کمزور بے وقعت ہیں۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیات میں انبیاء اور مومنین کا ذکر ہوا کہ جو ہم سے تقویٰ رکھتے ہیں اُن کو دنیا کی بادشاہت اور عزت بھی ملے گی کافر کی دنیوی عزت بھی عارضی ہے۔ اب یہاں کافروں کی دائمی جہنم اور وہاں کے حالات کی خبریں سنائی جا رہی ہیں۔

تفسیر نحوی

وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ مِّنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ - يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ - وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۔ واؤ عاطفہ اور عطف ہے اُن پر۔ اسْتَفْتَحُوا فعل ماضی

مطلق معروف صیغہ جمع مذکر غائب باب استفعال سے ہے طلب کے لیے۔ فتح" سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ فیصلہ کرنا۔ کھولنا۔ غلبہ ہونا۔ فتح حاصل کرنا اور ظاہر ہونا۔ یہاں مراد فیصلہ چاہنا ہے۔ یا غلبہ چاہنا۔ اس کا فاعل ھُم ضمیر اسی میں مستتر ہے اس کا مرجع یا کافر قومیں ہیں۔ یا قریش مکہ کفار ہیں اور یا انبیاء کرام ان تیسری صورت میں ترجمہ غلبہ چاہنا فتح چاہنا۔ ایک قول میں یہ فعل امر ہے حاضر معروف جمع مذکر۔ عین کلمہ تؕ کو زبر ہوگا۔ اس قول میں اَنتم ضمیر جمع حاضر مستتر کا مرجع رُسُل ہوگا واؤ سر جملہ یا حالیہ خَابَ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد غائب باب ضرب سے ہے خَیبۃٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی تباہ ہونا۔ ذلیل و رسوا ہونا۔ نامراد ہونا۔ خراب ہونا کُلُّ نا کُلُّ اسم تاکیدی استغراقی بحالت رفع فاعل ہے خَابَ کا۔ مضاف ہے۔ لفظاً واحد معنیً جمع ہے اس لیے یہ مذکر مؤنث واحد اور جمع سب کے لیے مستعمل ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ۱۔ کُل مجموعہ۔ نمبر ۲۔ کُل افرادی۔ اکثر مضاف ہوتا ہے اس کا مضاف الیہ۔ ظاہر۔ اور ضمیر ہر قسم کا اسم ہو سکتا ہے۔ اگر مضاف الیہ معرف باللام ہو تو کُل مجموعہ ہوگا اور ترجمہ ہوگا تمام اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو معنیٰ ہوگا ہر۔ یا ہر ایک یہاں اس کا ترجمہ ہے ہر۔ جَبَّارٍ۔ اسم نکرہ مفرد مضاف الیہ ہے۔ کل افرادی کا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے جَبْرٌ سے بنا ہے بمعنی ضدی۔ اڑیل۔ سرکش۔ زبردست۔ خود مختار۔ عاجز کرنے والا۔ یہاں پہلے تین معنیٰ میں سے ایک ہے۔ یہ کفار و گنہگار کی حالت و کیفیت کا ذکر ہے۔ دوسرے تین معنی کے لحاظ سے رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے ماقبل کا اور موصوف ہے مابعد عَنِیْدٍ کا۔ عَنِیْد اسم نکرہ مفرد بروزن فعیل صفت مشبہ بمعنیٰ اسم فاعل بحالت جر صفت ہے عَنَدٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ عناد رکھنے والا۔ کینہ اور بغض رکھنے والا۔ کو مٹے رہنے والا۔ یہاں ہر معنی درست ہیں۔ مِن جارّہ زائدہ بیانیہ۔ وَرَاءِ۔ اسم ظرف ہے معرب ہوتا ہے۔ اکثر مضاف ہوتا ہے مضاف الیہ موجود اسم ظاہر یا ضمیر ہوتا ہے۔ مضاف الیہ یا فاعل ہوتا ہے یا مفعول بہ۔ دراصل مصدر ہے وَرْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آڑ۔ پردہ حد۔ فاصلہ / علاوہ۔ پس پشت۔ پہلے معنیٰ کے اعتبار سے اس کا ترجمہ ہوگا آگے۔ اور آخری معنیٰ کے اعتبار سے ترجمہ ہوگا پیچھے وہی یہاں مراد ہے۔ بحالت کسرہ ہے مِن جارّہ سے ہ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ کا مرجع جَبَّار ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے موجود / پوشیدہ کا اور یہ جملہ اسمیہ حال ہے خاب جملہ فعلیہ کا یا جبار کا جَهَنَّمُ۔ اسم عجمی فارسی ہے جس کی اصلیت ہے جہنام معرب و متغیر کیا گیا اور جہنم عربی میں مستعمل ہوا۔ لغوی معنیٰ ہے آگ کی تپتی انگیٹھی اصطلاح میں مراد ہے دوزخ۔ بحالت رفع ہے نائب فاعل ہے موجود / پوشیدہ اسم مفعول کا۔ واؤ سر جملہ یُسْقٰی۔ فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب باب افعال سے ہے۔ مصدر ہے اسقاءٌ سقیٌ یا سقیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پانی پلانا۔ سیراب کرنا۔ پانی سینچنا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں ھُوَ ضمیر مستتر نائب فاعل کا مرجع جَبَّار ہے۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ۔ مَاءٍ اسم مفرد نکرہ بمعنیٰ پانی بحالت کسرہ مِن جارّہ سے موصوف ہے صدید صفت کا۔ بروزن فعیل صَدٌّ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ بہیپ زخم۔ گچلهو۔ بحالت کسرہ۔ یَتَجَرَّعُہٗ فعل مضارع بمعنیٰ مستقبل صیغہ

واحد مذکر غائب باب تفعّل سے ہے۔ جرعٌ سے مشتق ہے بمعنی پانی پینا۔ گھونٹ بھرنا۔ باب تفعّل میں اکثر معنی
ہوتا ہے نیز گھونٹ بھرنے یعنی خالص پینا اور اس باب میں اکثر ترجمہ ہوا آہستہ آہستہ اٹک اٹک کر پینا۔ گھونٹ
گھونٹ کرکے پینا۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع جبّار ہے ہٗ ضمیر منصوب متصل مفعول بہٖ کا مرجع ماء ہے۔ واؤ عاطفہ۔
عطف ہے یَتَجَرَّعُہٗ پر۔ اور یہ سب عطف یا حال ہے یُسْقٰی کا یا صفت ہے مَاءٍ کی۔ لَا یَکَادُ۔ فعل مضارع حرف
نفی۔ صیغہ واحد مذکر غائب باب کَادَ ہے شاذ مجرد کا تیسرا باب کَوْدٌ سے بنا ہے معنی قریب ہونا۔ ظرف زمانی یا مکانی
کے لیے ہوتا ہے اس لیے اس کے بعد کوئی اسم زمانہ فعل مضارع ہی ہوتا ہے۔ جو مصدری معنی سے اس کا فاعل ہو جاتا ہے
یُسِیْغُہٗ۔ باب افعال کا مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے اِسیاغ اور اِسَاغَۃٌ۔ سَیْغٌ اجوف یائی
سے بنا ہے۔ بمعنی نگلنا۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع جبّار ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر منصوب متصل کا مرجع ماء ہے مفعول بہٖ
ہے۔ یہ جملہ فعلیہ فاعل ہے لَا یَکَادُ کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے یَتَجَرَّعُہٗ پر۔ یَاْتِیْ۔ فعل مضارع معروف صیغہ
واحد مذکر غائب باب ضرب سے ہے اِتْیٌ سے مشتق ہے بمعنی آنا۔ ہٖ ضمیر واحد غائب منصوب متصل مفعول بہٖ
ہے الموتُ۔ الف لام عہد ذہنی۔ یا خارجی۔ موت اسم مفرد جامد بمعنی وفات۔ روح کی علیحدگی۔ بحالت رفع ہے
فاعل ہے یَاْتِیْ کا مِنْ جارہ بمعنی اِلٰی۔ کُلِّ اسم مفرد تاکیدی افرادی ہے مَکَانٍ اسم ظرف باب نصر سے ہے کَوْنٌ
سے بنا ہے بمعنی ہونا۔ مراد ہے ہر جگہ۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے یَاْتِیْ کا۔ واؤ حالیہ مَا نافیہ مشبہ بلیس۔ ھُوَ ضمیر مرفوع
منفصل اس کا اسم بِ جارہ زائدہ مَیِّتٍ۔ اسم مفرد جامد بمعنی بے جان۔ مذکر ہے لیکن مؤنث پر بھی مستعمل ہے۔
اس کا مؤنث مَیْتَۃٌ ہے بمعنی مردار۔ موتٌ سے بنا ہے بحالت کسرہ ہے یہ جار و مجرور متعلق ہے کائنا پوشیدہ
اسم فاعل منصوب کا اور وہ جملہ اسمیہ ناقصہ خبر ہے مَا کی۔ واؤ سرِ جملہ۔ یا حالیہ ہے مِنْ جارہ زائدہ۔ وَرَاءِ اسم ظرف بمعنی
علاوہ ہٖ ضمیر کا مرجع یُسْقٰی ہے۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول موجودٌ کا اور جملہ اسمیہ خبر مقدم ہے عَذَابٌ
اسم مفرد صفت مشبہ جا لیئے کے ہے بروزن فَعَالٌ بحالت رفع مبتدا مؤخر ہے۔ بمعنی اُخروی سزا موصوف ہے
غَلِیْظٌ۔ اسم مشتق صفت مشبہ بروزن فعیلٌ ثقیلٌ۔ غلظٌ سے بنا ہے بمعنی سخت۔ آخری۔ بھاری۔ یہاں مراد
سخت ہے۔ بحالت رفع۔ صفت ہے عذابٌ کی۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ
بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ۔ مَثَلُ۔ اسم مفرد تشبیہی اس کی جمع
ہے امثال بمعنی کہاوت مشابہت بحالت رفع ہے مبتدا ہے۔ مضاف ہے الذین اسم موصول جمع مذکر کا۔ کفروا
فعل ماضی صیغہ جمع مذکر کفرٌ سے بنا ہے بمعنی انکار کرنا۔ شرک کرنا ب جارہ زائدہ رَبِّ اسم صفاتی مفرد معرفہ ھِمْ ضمیر جمع
غائب جار و مجرور متعلق ہے کَفَرُوْا کا۔ اعمال اسم جمع مکسر ہے اس کا واحد عَمَلٌ ہے۔ بمعنی جان بوجھ کر بالارادہ کام کرنا۔
صرف انسانی کاموں کو عمل کہا جاتا ہے۔ اچھے برے سب کو ہی شامل ہے۔ عمل اور فعل کا فرق تفسیر بالمانہ میں بتایا

جائے گا انشاء اللہ بحالت رفع اس لیے کہ ما قبل کی خبر یا مبتدا ہے اور مابعد کا مبتدا ہے ھُمْ ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ کَ حرفِ تمثیل و تشبیہ جارہ ہے رَمَادٌ اسم مفرد جامد نکرہ اس کی جمع ہے اَرْمِدَۃٌ بمعنی لکڑی یا کوئلے کی راکھ۔ چھوٹی نون تنوینِ جر کی جگہ ہے۔ اتصال کے لیے لائی گئی اِشْتَدَّتْ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مؤنث غائب بابِ افتعال سے ہے مصدر ہے اِشْتِدَادٌ شَدٌّ مضاف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنی سخت ہونا۔ تیز ہونا۔ تیز چلنا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں ب جارہ بمعنی علیٰ ہٖ ضمیر واحد مجرور متصل کا مرجع رَمَادٌ ہے اَلرِّیْحُ الف لام جنسی رِیْحٌ اسم مفرد معرّف ہے اس کی تصغیر رُوَیْحَۃٌ ہے دراصل تھا رِوْحٌ۔ واؤ کو بوجہ کسرہ ی سے بدلا۔ بمعنی ہوا۔ آندھی۔ لُو۔ باس یہاں مراد آندھی ہے۔ فِیْ جارہ ظرفیہ یَوْمٍ اسم مفرد نکرہ بمعنی دن۔ زمانہ۔ وقت۔ روشنی۔ یہاں مراد زمانہ ہے۔ عَاصِفٍ اسم مفرد اسم فاعل ہے بابِ حَسِبَ یا ضَرَبَ سے ہے۔ عصف سے بنا ہے بمعنی ہوا کا تیز چلنا۔ بحالتِ جر صفت ہے یَوْم کی یہ مرکب توصیفی مبالغے کے لیے ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے اِشْتَدَّتْ کا۔ پورا جملہ فعلیہ صفت ہے رَمَادٌ کی اور وہ مجرور ہو کر متعلق ہے مَثَلٌ یا مَثَلُ فعل پوشیدہ کا اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی لَا یَقْدِرُوْنَ فعل مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع مستتر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ مِنْ جارہ بمعنی علیٰ مَا موصول مجرور متعلق ہے ما قبل کا۔ کَسَبُوْا فعل ماضی مطلق معروف جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ کَسْبٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ نفع اور فائدے کی نیت سے کوئی کام محنت مشقت ہمت طاقت اور عقل سے کیا جائے خواہ اُخروی یا دنیوی یہاں مراد اُخروی اعمالِ صالحہ ہیں۔ لغوی معنی ہیں کمانا۔ حاصل کرنا۔ علیٰ جارہ اپنے معنی میں ہے یعنی فوقیت۔ شَیْءٍ اسم مفرد نکرہ جامد ہے اس کی جمع مکسر ہے اَشْیَاءُ بحالت کسرہ ہے۔ جار و مجرور متعلق دوم ہے لَا یَقْدِرُوْنَ کا ذٰلِکَ اسم اشارہ بعیدی۔ بحالتِ رفع کیونکہ مبتدا ہے ھُوَ ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل تاکید اور حصر کے لیے ہے اَلضَّلٰلُ الف لام عہدی ضلال اسم مصدر جامد بمعنی گمراہی۔ بحالتِ رفع خبر ہے مبتدا کی۔ الف لام توصیفی بمعنی الذی۔ اسمی ہے بعید صفت مشبہ بروزنِ فعیل۔ یا مصدر ہے ثلاثی کا۔ بُعْدٌ سے بنا ہے۔ بمعنی بہت دور ہونے والا۔ بحالتِ رفع ہے صفت ہے ضلال کی۔ اور یہ مرکب توصیفی خبر ہے مبتدا کی۔

تفسیر عالمانہ

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ۔ اور فتح مانگی انہوں نے یہاں مفسرین کے پانچ اقوال ہیں۔

نمبر ۱۔ فتح مانگی انبیاء کرام نے کہ یا اللہ ہم اپنی اپنی ان کافر قوموں کے ایمان سے مایوس ہو گئے ہیں اب ہم کو ان کے مقابلے میں غلبہ عطا فرما۔ اس طرح کہ ان کو عذابِ آسمانی سے ہلاک فرما دے یا اس طرح سے کہ ہم کو اجازت

جہاد اور قوت عطا فرما۔

نمبر ۲۔ فتح مانگی کافروں نے یا اپنے بتوں سے یا اپنی بددعاؤں سے کہ یا اللہ یا اے بتو۔ ان نبیوں کو فوت کر دو یا ہم سے دور کر دو۔ یا مباہلے سے کہ اگر وہ نبی سچے ہیں تو ہم پر عذاب آئے اور اگر ہم سچے ہیں تو یہ نبی فوت ہو جائیں۔

نمبر ۳۔ فتح مانگی انبیاء کرام اور مومنوں نے اور اُدھر غلبہ مانگا کافروں نے۔

نمبر ۴۔ فتح مانگی آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کفار مکہ کے مقابل۔

نمبر ۵۔ فتح مانگی کفار مکہ نے اس طرح کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو ہم پر پتھر برساوے تاکہ ہم پر یہ بات فتح ہو جائے کھل جائے کہ کون سچا۔ پہلا قول جمہور کا ہے اس لیے زیادہ مناسب ہے۔ مگر ہر قول کی تائید مختلف آیات قرآنیہ سے ہو رہی ہے نیز نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے بددعائیہ اقوال سے پہلے قول کی تائید ہوتی ہے اور ناکام ہو گیا ہر متکبر سرکش یا اس طرح کہ ان پر عذاب آسمانی آگیا۔ یا اس طرح کہ وہ انبیاء اور مومنین کا کچھ نہ بگاڑ سکے یا اس طرح کہ ان کے بعد ان کا کچھ نہ بنا سکے۔ یا اس طرح کہ وہ لوگوں کو ایمان سے روکتے تھے اور مومنوں کو واپس مرتد ہونے کی ترغیب و لالچ دیتے تھے مگر نہ لوگ رکے اور نہ اہل ایمان مرتد ہوئے۔ جبار کے تمام معنی اور عنید کی اقسام تفسیر نحوی میں بیان کر دی گئیں۔ یہ تو ان بدنصیبوں کی دنیوی ذلت آمیز حالت ہوئی مگر اتنی سزا سے ہی چھوٹنے نہیں بلکہ اس زندگی یا اس ذلت یا اس عذاب آسمانی یا جہادوں میں قتل ہونے کے فوراً بعد قبر میں ہی یا بعد حشر بڑا جہنم ان کا منتظر ہے۔ یا یہ کہ کافروں کی منحوس زندگی ایک مختصر چھوٹی سی ایک آڑ ہے کہ ادھر آنکھیں میچیں اور ادھر جہنم کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ جہنم میں چودہ قسم کا عذاب ہے نمبر ۱۔ گرمی۔ نمبر ۲۔ آگ۔ نمبر ۳۔ ٹھنڈک۔ نمبر ۴۔ بھوک۔ نمبر ۵۔ پیاس۔ نمبر ۶۔ بدبو۔ نمبر ۷۔ برا کھانا۔ نمبر ۸۔ برا پانی۔ نمبر ۹۔ گرم جھلسا دینے والی ہوائیں۔ نمبر ۱۰۔ فرشتوں کی مار۔ نمبر ۱۱۔ زہریلے جانور۔ نمبر ۱۲۔ گرم پتھر اور لوہے کے کانٹے۔ نمبر ۱۳۔ آپس میں دوزخیوں کی لڑائی۔ نمبر ۱۴۔ شور و غل چیخ و پکار۔ ان میں سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ اور پلایا جائے گا۔ یا اس طرح کہ شدت پیاس سے خود پانی کو تلاش کریں گے تو ایک نہر یا بڑی گندی نالی نظر آئے گی جس کی طرف لپکیں گے۔ اس میں جو پانی ہوگا وہ پیپ کی طرح گاڑھا لیس دار خون کی طرح سرخ۔ انتہائی بدبودار سخت ترین گرم۔ بہت ہی کڑوا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دوزخیوں کے زخموں آبلوں کا پیپ اور دھوون ہی ہوگا۔ اس پانی کو خود پئیں گے یا اس طرح کہ فرشتے جبراً ان کے منہ میں انڈیلیں گے۔ پیپ والے پانی کو شدت پیاس یا فرشتوں کے جبر کی بنا پر یَتَجَرَّعُهُ گھونٹ تو اس کا بھر جائیں گے۔ یہ گھونٹ ان کے منہ کی مقدار کی مناسبت سے تقریباً چالیس ہزار من کا ہوگا۔ لیکن نگل نہ سکیں گے جلدی۔ یعنی جس طرح پیاسا آدمی مناسب ٹھنڈے

پینے پانی کو فوراً جلدی سے نگل جاتا ہے اس طرح وہ نگل نہ سکیں گے بلکہ بہت تھک تھک کر گھونٹ گھونٹ لے گا۔ یا پینے پس و پیش ہونے کی وجہ سے گھونٹ ہوتے کی بنا پر وہ ہر گھونٹ پیاس بجھا سکیں گے سانس میں باہر پھینکنے کی طاقت نہ ہوگی کیونکہ دمے والے مریض کی طرح سانس سینے میں اٹکی ہوگی۔ جہنم کا یہ سارا ماحول اتنی سخت تکلیف دہ ہوگا کہ ہر طرف دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے سے موت آئے گی یعنی اسباب موت کے مگر دنیا میں کوئی سی تکلیف بھی آجاتی ان میں سے ایک تو فوراً مر جاتے پس جلتے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ یا یہ کہ ان کے جسم کے ہر عضو میں اتنی شدید تکلیف ہوگی اور سر سے پاؤں تک ہر بال ہر رونگٹے میں وہ ٹیسیں اٹھتی ہوں گی کہ اگر موت ہوتی تو ایک لخت مر جاتے اور چین پا جاتے حالانکہ وہ مرنے والے نہ ہو سکیں گے باوجود اس کے کہ تمنا کریں گے۔ یہ تو اس ماحول کا شدید تر اور پانی کی تکلیف اور مصیبت ہوگی لیکن اس کے علاوہ سخت ذلت آمیز اور بھی عذاب ہوگا۔ یا فرشتوں کی مار۔ یا ہمیشہ رہنے کی خبریں۔ یا آگ۔ تپش۔ اور کیڑے مکوڑے اور سانپ بچھو کے زہریلے ڈنگ۔ شکر ہے رب تعالیٰ کا جس نے ہم کو مومن اور پیارے حبیب کی امت بنا دیا۔ اے میرے رحیم کریم اللہ ہم سب مسلمانوں کے ایمان کو ابدی محفوظ فرما۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ کفار کو جہنم کے یہ دائمی رسوائی مصائب والا عذاب اس لیے ہے کہ ان کے اعمال کی مثال جنہوں نے انتہائی جہالت ضد اور ہٹ دھرمی بے عقلی سے جانتے بوجھتے اپنے پالنہار خالق مالک اور سچے معبود کا کفر بھی کیا اور شرک بھی اُس راکھ کے ڈھیر کی طرح ہے کہ جس پر شدت سے تیز ہوا چلے آندھیوں کے دنوں میں۔ اور ایک ہی جھٹکے سے طوفان سے ساری راکھ کا ذرہ ذرہ دور دور تک بکھیر کر رکھ دے۔ اور اکٹھا جمع کرنے والے کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے۔ اسی طرح کفار بھی نہ قابو میں رکھ سکیں گے اپنے اُن اعمال سے جو ساری دنیوی زندگی میں اپنے اخلاق۔ مال۔ دولت۔ محنت۔ شفقت۔ انسانی ہمدردی۔ صلہ رحمی وغیرہ سے اچھے کام حاصل کئے۔ کچھ بھی۔ کیونکہ کافر منافق کی تمام اچھائیاں۔ دنیوی نام و نمود کے لیے ہیں۔ اعمال کھوکھلے تو ہیں مگر خیمے کی مثل بغیر بنیاد۔ ڈھانچے ہیں مگر روح کے بغیر۔ شاخیں ہیں مگر جڑ کے بغیر۔ ڈھیر ہے مگر نفع کے بغیر محض راکھ۔ کافر اپنی دنیوی زندگی میں جو کچھ کرتا ہے کفریات اور ظلمات۔ اُس کے کفریات باقی رہتے ہیں اس لیے جنت سے دور ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی اچھائیاں مثل راکھ کے ہلکی اور بے قیمتی ہوتی ہیں کہ نہ تو اس راکھ میں ایمان کی چنگاری رہتی ہے جو کچھ تو نفع کی امید دلاتے اور نہ اُس راکھ میں توفیق کا پانی رہتا ہے نہ ندامت کی تراوٹ آتی ہے جو کچھ تو اس کو وزنی بنا کر عذاب و قہر کی آندھیوں سے بچا لے۔ اس لیے جس طرح کافر قبر میں اپنے باطل دین کو بھی بھول جاتا ہے۔ اُسی طرح میدان قیامت میں اپنے اعمال کو بھی بالکل بھول جائے گا۔ قیامت کا ایک جھٹکا ہی اُن کے ذہن عقل دماغ سے اعمال دنیوی کی ساری راکھ اڑا کے رکھ دے گا صرف اتنا یاد رہے گا کہ میں نے کچھ اچھے کام کئے تھے اس کی جزا کا طالب ہوگا۔ مگر وہ مطالبہ دور کی گمراہی اور فضول ہوگا کہ نہ اُس کے ہاتھ پیر اُس کے حق میں گواہی

دیں گے نہ اُس کو ذہن بنا سکے گا۔ معمول اس لیے ہوگی کہ وہ دن خاص رب تعالیٰ کا ہے اس دن صرف وہی بھلائی باقی رہے گی جو رب کے لیے کی جائے گی۔ جو کام دنیا کے لیے کئے تھے اُس کی جزا حسب خواہش عزت دولت مرتبہ۔ سلطنت وزارت امارت کی شکل میں دے دیا گیا تھا۔ اور جو کام بتوں کے لیے کئے تھے ان کی جزا بتوں سے مانگنی چاہیئے۔ یہاں اعمال کو راکھ سے مثال دی نہ کہ افعال کو۔ اس لیے کہ افعال اور اعمال میں پانچ طرح فرق ہے نمبر ۱۔ افعال کا تعلق صرف دنیا سے ہے اچھے ہوں یا برے مگر اعمال کا تعلق آخرت سے ہے۔ نمبر ۲۔ افعال ظاہری اعضا کے کاموں کا نام ہے مگر اعمال ظاہری اور باطنی اعضا کے کاموں کا نام ہے۔ نمبر ۳۔ افعال صرف کرنے والے کاموں کا نام ہے مگر اعمال کرنے اور نہ کرنے سب کو شامل مثلاً نماز پڑھنا بھی عمل ہے اور نہ پڑھنا بھی عمل ہے۔ پہلا نیک عمل دوسرا گناہ اور بد عمل۔ مگر نماز پڑھنا فعل ہے نہ پڑھنا فعل نہیں۔ نمبر ۴۔ فعل ارادے کو نہیں کہتے مگر ارادے کو عمل کہا جائے گا۔ نمبر ۵۔ فعل ہر کام کو کہدیتے ہیں خواہ بیکار ہو یا مفید ہو یا نقصان دہ لیکن عمل صرف کار آمد کو کہا جاتا ہے خواہ نفع والا یا نقصان والا۔ بیکار کام عمل نہیں۔ کافر کے اچھے کام مثلاً پچھلے زمانے میں غلام آزاد کرنا یا قیدی چھڑانا سرائے بنانا۔ صلہ رحمی۔ مہمان نوازی۔ غریبوں کی مدد یا اب سکول بنانے رفاہ عوام کے لیے کام کرنے۔ مسافروں کی امداد۔ رحم دلی وغیرہ فعل تو ہیں مگر اعمال نہیں کیونکہ راکھ ہوگئے یاں کافر کی بد نیتیاں باقی ہیں۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ کفار کی ہلاکت کی دعا مانگنی اور فسادیوں کے مرنے کی دعا کرنی چاہیئے۔ ہاں ذاتی یا خاندانی یا سیاسی دشمنوں کی ہلاکت کی دعا نہ مانگنی چاہیئے۔ یہ فائدہ وَاسْتَفْتَحُوْا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ اعمال کا دارو مدار عقائد پر ہے عقائد مثل جڑ کے ہیں اور اعمال مثل پھول پھل کے۔ ہدایت الٰہی مثل پانی کے ہے۔ جب تک عقائد درست نہ ہوں کوئی نیکی پھلدار شاخ نہیں بن سکتی۔ یہ فائدہ کَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ گناہگار مومن ضال ہے اور کافر ضلال بعید ہے اور اس کو ورزمین کی طرح جس پر کتنی ہی محنت سے عمارت کھڑی کی جائے مگر ٹھیر نہ سکے۔ گناہگار مومن وہ پختہ زمین ہے جس پر عمارت کھڑی رہنے کی صلاحیت تو ہے مگر غفلت سے بیکار چھوڑی ہوئی ہو۔

احکام القرآن ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ قانون شریعت کے مطابق خون پیپ اور ہر وہ پانی یا پتلا مادہ جو جسم جاندار سے زخم کے ذریعے نکلے وہ ناپاک اور حرام ہے۔ خواہ زخم چھوٹا سا ہو یا بڑا۔ یہ مسئلہ مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ کے اشارۃ النص سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ کافر کے کسی اچھے کام کو نیکی نہیں کہنا چاہیئے خواہ اُس کے کسی کام سے

عوام کو کتنا ہی فائدہ پہنچتا ہو۔ اسی طرح کسی کافر کو نیک بھی نہ کہنا چاہیئے۔ ضرورت کے موقعہ پر اس کو اچھا یا عقلمند یا نرم دل کہہ سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا سے مستنبط ہوا۔ لہٰذا جو نادان مسلمان شاعر یا سیاسی لیڈر کافروں کو بڑے اسلامی القاب سے نواز دیتے ہیں وہ عبرت پکڑیں۔ ہمارے ایک اسی قسم کے شاعر کہتے ہیں۔ دکتوریہ نہ مرد کہ نام نکو گذاشت۔ یہ سب گناہ ہے اور شاعر کی جہالت اور کفر نوازی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیئے جاسکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ جہنم میں عذاب تو بہت سی قسم کے ہوں گے لیکن یہاں بڑے اہتمام سے ماءِ صدید کا ذکر کیوں فرمایا گیا۔ دوسرے عذاب کا ذکر کیوں نہ کیا گیا (تفسیر کبیر)

جواب:۔ اس لیے کہ سب سے زیادہ عذاب شدید ہے اور ذلت والا بھی ہے۔ اس ظاہر و باطن میں عذاب الیم ہے گویا کہ یہ پانی بہت سے عذابوں کا مجموعہ ہے اور پھر یہ کفار اپنے ہاتھوں سے خود لیں گے۔ دوسرے عذاب دوسری طرف سے آئیں گے نیز یہ پانی کا عذاب ہمیشہ طاری ہی رہے گا۔ **دوسرا اعتراض**۔ کفار کے اعمال کو رماد یعنی راکھ کیوں فرمایا گیا۔

جواب:۔ تین وجہ سے ایک یہ کہ کافر اپنی اچھی باتوں اچھے کاموں کو نام و نمود و ریا کاری کی آگ میں جلا دیتا ہے۔ نمبر ۲۔ دوسری وجہ یہ کہ شرک کی گرمی سے وہ خشک ہو جاتی ہے۔ نمبر ۳۔ اور کفر کی ہوائیں اس کو اڑا دیتی ہیں۔ راکھ کی پانچ خاصیتیں ہیں۔ نمبر ۱۔ نہایت ہلکی۔ نمبر ۲۔ سیاہ۔ نمبر ۳۔ بیکار۔ نمبر ۴۔ ہلکی سی ہوا سے اڑ جائے نمبر ۵۔ کوئی چیز اس کو فائدہ مند نہ بنا سکے۔ اسی طرح کفر کی پانچ خاصیتیں ہیں۔ نمبر ۱۔ نرا جھوٹ۔ نمبر ۲۔ غرور و تکبر کی بنیاد۔ نمبر ۳۔ بے اطمینانی۔ نمبر ۴۔ اندھی عقل۔ نمبر ۵۔ بے اصولی لاقانونیت۔ اس لیے کفریہ اعمال کو راکھ سے تشبیہ دی گئی۔

تفسیر صوفیانہ

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیْغُهٗ وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ ...... ہر دنیا والے نے اس دنیا میں عیش و عشرت کی فتح یعنی کشادگی طلب کی حالانکہ اس جہان اور اس جہان میں ہر نفسانی خواہشات والا جبار یعنی مغرور اور عنید یعنی اہل اللہ سے دشمنی رکھنے والا ذلیل و رسوا ہے اس ذلت کے علاوہ محرومی کی نار دوزخ ہے۔ غم کا ماءِ صدید ہے جس میں گناہوں کی بدبو حرام خوری کی کڑواہٹ ہے۔ پریشانیوں کے گھونٹ بھرتا ہے لیکن حرام مال سے لتھڑے ہوئے حلق کے نیچے نہیں اتار سکتا۔ ایسے بدنصیب کو اخروی ذلتوں اور قدرتی رسوائیوں کی موت ہر طرف سے آتی ہے مگر بھٹکاسی زندگی سے نجات پانے والا نہیں ہے۔ مردود ازلی تو چاہتا ہے کہ اس کو ظلمتوں کی موت ہی آجائے مگر

یہ آمد و پوری نہ ہو گی۔ بلکہ یہی دنیا اُس پر عذاب شدید اور سزاء غلیظ بن کر پے در پے نازل ہو گی۔ آج کوئی
بھی دنیا میں رہ کر آخرت کی فکر کرنے والا نہیں۔ سب غافل دنیا ہی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ جب کہ دنیا
ہر شخص کو یکساں ملے گی۔ مر جائے گا تو فرق یہی کہ تفاوت یہ ہے کہ دنیا کا مال دار کل ولادائی کو فضا سے دور کرتے اور اپنے ہی مذہب کر لیے۔ لعنت ہے صرف اتنا تعلق
مٹنے کا سبب بن سے۔ نگے تو دنیا ہی مانگے ... سب کی دلیل میں کر رہے کہ دنیوی وجاہت سے تو جس کا حصہ دنیا میں اُس کا اجر آخرت میں بھی
عمل والے کا درجہ ... بھی ملتا ہے مگر اس صورت میں کہ روح پاکیزہ اُس کا قلب منور اُس کا دماغ معطر کر دیا جاتا ہے
بھڑک پیاس ترشیدہ روح ہے حکم سے ہی نفس کا اندھا پن ہے۔ شوقِ عبادت لذتِ ذکر۔ آنکھوں کا آنسو یہ اعمال
صالحہ کے دنیوی اجر ہے۔ اشقیا کو ان کے اچھے اعمال کا بدلہ نہ یہاں ملے نہ وہاں اس لیے کہ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا
عَلٰى شَيْءٍ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيْدُ اُن ریاکاروں کی نیکیوں کی مثال جو اپنے کریم رحیم خالق مالک ازلی ابدی
پروردگار سے دور ہوئے اُن کے دکھلاوے اور دنیا کی طمع والے بے خلوص عمل نفرت کی اُس بے قیمتی ہلکی پھلکی راکھ کی
طرح ہے جس پر خاک کی شدید طوفانی ہوا چل جائے بے نیازی الٰہی کی آندھیوں والے دنوں میں۔ ایک ہی جھونکے میں
مشقتوں ریاضتوں والی ساری حسن اعمالیاں برباد ہو جائیں اور کمائی کا کچھ حصہ بھی ہاتھ نہ لگے۔ اے غافل ابھی وقت
ہے زندگی کا سورج ابھی ڈھلا نہیں ذرا سوچو کہ یہ بربادی کتنی دور کی گمراہی ہے اسے بیایسے ہم سفر و عالم ناسوت
کے مسافرو اس دنیا میں ہر کام اپنے رب کے لیے کرو۔ اہلِ معرفت فرماتے ہیں کہ بدنصیب تین شخص ہیں۔
نمبر ۱۔ جس مرید کو محافظِ قلب نہ ملے وہ بد بخت ہے اس کے سب عمل بھی راکھ کا ڈھیر ہیں۔ نمبر ۲۔ جس کے قلب پر
فہم و فراست اور معرفتِ حق کی بارش نہ ہو۔ وہ خالی بادل ہے کہ نہ اُس میں عشق کی بجلی ہے نہ عقل کی کڑک
ہے نہ خرد کی چھڑک ہے نہ محبت کے آنسوؤں کا پانی ہے نہ اُس کی ذات سے کسی کو فائدہ بلکہ اس کی نفسانی گھٹاؤں
کی ظلمتوں سے نقصان ہی نقصان ہے۔ نمبر ۳۔ جو شخص مرید اور طالب اپنے آقا مرشد کی صحبتِ محفل سے یا مجلس
خلوت سے راضی اور قانع نہیں ہوتا وہ بڑا کم نصیب ہے اُس کو محفل سے اٹھا دیا جاتا ہے۔ مساجدِ الٰہیہ سے
روک دیا جاتا ہے اور غافلین غلاموں کی صحبت میں بھیج دیا جاتا ہے۔ مخلوق میں مشغولیت محرومی کی دلیل ہے
اور مخلوق سے وحشت اُنسِ مولیٰ کی دلیل ہے۔ یہ دنیا چند روزہ ہے ابھی اعمال کی فرصت ہے خواہ راکھ کے
ڈھیر جمع کر لو یا عشقِ الٰہی کی پونجی حاصل کرو کامیابی یہ ہے کہ علما زاہدین اور صوفیا کی کتب پڑھو۔ بروں کی مخلوں
کتابوں سے بچو۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ

کیا تم نے نہ دیکھا بیشک اللہ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے

کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان و زمین حق کے ساتھ بنائے

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۙ وَّمَا

اگر چاہے تو ختم کر دے تم کو اور لے آئے مخلوق نئی اور نہیں

اگر چاہے تو تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے اور یہ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ۝ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا فَقَالَ

وہ تبدیلی اوپر اللہ کے کچھ غالب اور حاضر ہوئے قیامت میں لیے اللہ کے سب لوگ تو گویا کہنے لگا

اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔ اور سب اللہ کے حضور علانیہ حاضر ہوں گے تو

الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا

کمزوروں نے کو ان جنہوں نے غرور کیا بیشک ہم تھے تمہارے تابع

جو کمزور تھے بڑائی والوں سے کہیں گے ہم تمہارے تابع تھے

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ

تو کیا تم بچانے والے ہو ہم کو کچھ عذاب سے اللہ کے کچھ

کیا تم سے ہو سکتا ہے کہ اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہم

شَیْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ

تھوڑا سا بولے قیامت میں اگر ہدایت دیتا ہم کو اللہ تو ہدایت دیتے ہم تم کو برابر ہے

پر سے ٹال دو۔ کہیں گے اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں کرتے۔ ہم پر ایک سا ہے

عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾

برابر ہے ہم پر	گھبراہٹ کریں ہم	یا	صبر کریں ہم	نہیں ہے	لیے ہمارے	کوئی	بچنے کی جگہ
چاہے	بیقراری کریں	یا	صبر سے	رہیں	ہمیں	کہیں	پناہ	نہیں

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں کفار کے جلدی عذاب مانگنے کا ذکر ہوا تھا جس سے تباہی اور فنا ہی ہونا تھا اب اس آیت میں اللہ کی اس قدرت کا ذکر ہے کہ اللہ جب چاہے کسی بھی قوم کو فنا کر کے اس کی جگہ دوسری نئی نسل لے آئے ۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں کفار کے اعمال کی حالت کا ذکر ہوا اب ان آیتوں میں ان ہی عمال کے حساب کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں گمراہوں کے حالات کا ذکر ہوا کہ کل قیامت میں اپنے عذاب کے باعث موت کی حالت طاری ہوگی مگر مریں گے نہیں۔ اب ان آیات میں گمراہوں کے پیشواؤں بانیوں اور چالتوں کا ذکر ہے ۔

تفسیر نحوی اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔ ا ہمزہ استفہام تقریری کے لیے ۔ یعنی دیکھا ہے ۔ لَمْ تَرَ فعل نفی جحد بلم مضارع معروف بمعنیٰ ماضی رَاٰیٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ دیکھنا صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر اس کا فاعل ہے اس کا مرجع عام انسان مخاطب ہے ۔ اَنَّ حرف تحقیق عمل میں مشابہ فعل ہے ۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ یہ جملہ اسمیہ مفعول بہ ہے اللہ اس کا اسم منصوب خَلَقَ ۔ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مذکر غائب یہ جملہ فعلیہ خبر ہے اَنَّ کی ۔ الف لام استغراقی سموات جمع ہے سَمَاءٌ ۔ سَمُوٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ بلندی مراد ہیں سات آسمان جمع مؤنث سالم ہے بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے ۔ واؤ عاطفہ عطف ہے سموات پر الف لام استغراقی ارض اسم مفرد مؤنث لفظی بحالت نصب معطوف ب جارہ بمعنیٰ مع ۔ یا مصاحبت و ملابست کی ۔ یا یہ ب سببیہ ہے یعنی حق کے ساتھ یا حق کے سبب یا بالکل حق اور درست بنایا ۔ جار و مجرور متعلق ہے خَلَقَ سے اِنْ حرف شرط یَشَاْ فعل مضارع معروف باب فَتَحَ سے ہے ۔ صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر واحد مذکر مرفوع مستتر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ۔ مشیت مصدر سے بنا ہے بمعنیٰ چاہنا یہ جملہ فعلیہ شرط ہے ۔ یُذْهِبْ فعل مضارع معروف باب افعال صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع اللہ ذَهَبَ سے مشتق ہے بمعنیٰ جانا لازم ہے باب افعال نے اس کو متعدی کیا بمعنیٰ لے جانا کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل مفعول بہ ہے واؤ عاطفہ ۔ عطف ہے یُذْهِبْ

یَاْتِ۔ فعل مضارع معروف اِس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر جس کا مرجع ہے اللہ۔ باب ضَرَبَ سے ہے۔ اَتْیٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ لانا متعدی ہے۔ یہ تینوں مضارع۔ یَشَا۔ یذھب۔ یاتِ۔ مجزوم ان کی وجہ سے۔ پہلا فعل شرط ہوا۔ دوسرا جزا۔ تیسرا معطوف۔ بِ زائدہ مفعولیت کے لیے خَلْقٍ اسم مصدر۔ مبالغہ کے لیے بمعنیٰ مخلوق بحالت جر ہے موصوف ہے جَدِیْدٍ۔ اسم صفت مشبہ بروزن فعیل بمعنیٰ نیا۔ یعنی نئی مخلوق واؤ حالیہ ہے یا سرجملہ۔ ما نافیہ مشبہ بلیس۔ ذالِکَ اسم اشارہ بعیدی اس کا مشار الیہ اِتْیَانٌ و ذَھَابٌ پوشیدہ ہے۔ بحالت رفع ہے کیونکہ اسم ہے مَا کا۔ عَلٰی جارہ فوقیت کے لیے اللہ اسم مفرد معرفہ مجرور متعلق اوّل ہے کائنًا پوشیدہ اسم فاعل کے اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مَا نافیہ کی۔ بِ زائدہ ہے منفی خبر کی وجہ سے۔ عَزِیْزٍ۔ اسم صفت مشبہ بمعنیٰ مشکل۔ بوجھل۔ سخت۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ بحالت کسرہ ہے متعلق دوم ہے پوشیدہ اسم فاعل۔ ایک قول ہے کہ مَا نافیہ کے بعد کَانَ فعل تامہ پوشیدہ ہے۔ اصل میں ہے مَا کَانَ ذَالِکَ اب ترکیب آسان ہے وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا فَھَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ واؤ سرجملہ بَرَزُوْا فعل ماضی مطلق معروف صیغہ مذکر غائب بمعنیٰ مستقبل۔ بُرُوْزٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ کھلنا۔ نکلنا ظاہر ظہور۔ میدان بن جانا۔ یہاں نکلنا مراد ہے۔ لِلّٰہِ۔ لام جارہ اللہ اسم مفرد معرفہ عَلَم ذاتی ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے بَرَزُوْا کا جَمِیْعًا۔ اسم تاکیدی ہے بحالت نصب ہے حال ہے بَرَزُوْا کے فاعل ھُمْ ضمیر کا۔ فَ عاطفہ بمعنیٰ ثُمَّ۔ قَالَ فعل ماضی مطلق قَوْلٌ سے بنا ہے اس کا فاعل اسم ظاہر جمع ہے اس لیے یہ واحد آیا۔ الف لام استغراقی۔ ضُعَفَآءُ اسم جمع مکسّر ہے ضعیف کا بمعنیٰ کمزور۔ ماتحت۔ نوکر غلام۔ غریب۔ یہاں سب کو شامل ہے بحالت رفع ہے فاعل ہے قَالَ کا۔ لام جارہ مفعولیت کا الَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر مجرور متعلق ہے قَالَ کا۔ اِسْتَکْبَرُوْا فعل ماضی مطلق معروف صیغہ مذکر جمع۔ باب استفعال سے ہے مصدر ہے اِستکبار بمعنیٰ خود کو بڑا سمجھنا۔ بڑا بننا۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے یہ سب جملہ صلہ ہے۔ اِنَّ حرف تحقیق عمل میں مشابہ فعل۔ یہ سب عبارت ختم تک اس کا مقولہ ہے۔ نَا ضمیر جمع متکلم منصوب ہے اسم ہے اِنَّ کا۔ کُنَّا فعل ماضی مطلق بمعنیٰ بعید صیغہ جمع متکلم اس کا واحد کَانَ ہے یہاں تامہ ہے ایک قول میں ناقصہ ہے فاعل۔ نَا۔ ضمیر جمع متکلم ہے۔ لام جارہ بمعنیٰ بِ۔ یا مفعولیت کا ہے کُمْ ضمیر مجرور متصل کا مرجع الَّذِیْنَ ہے جار و مجرور متعلق ہے کُنَّا کا تَبَعًا اسم جمع مکسّر ہے تَابِعٌ کی جیسے صَحْبٌ صاحب کی جمع بمعنیٰ پیروی کرنے والے ہر اچھی بری بات ماننے والے۔ بحالت نصب ہے کیونکہ خبر ہے یا حال ہے کُنَّا کا۔ فَ عاطفہ۔ عطف سببی کے لیے بمعنیٰ وجہ سے۔ ھَلْ حرف سوال استفہام۔ ہمیشہ جملہ موجبہ پر داخل ہوتا ہے جب مضارع پر داخل ہوتا ہے مستقبل کے لیے معیّن کر دیتا ہے۔ ماضی پر بھی اور اسم ضمیر اسم جامد اسم مشتق پر بھی آجاتا ہے۔ تصدیق ایجابی کے طلب کے لیے آتا ہمیشہ۔ یعنی کیا ایسا ہوگا۔ ہمزہ سوالیہ بھی طلب تصدیق کے لیے آتا ہے مگر وہ موجب سالبہ (مثبت منفی) سب پر آتا ہے۔ ھَلْ اور

ہمزہ سوالیہ میں دس طرح فرق ہے ۔ هَلْ کے سوال میں صرف تحقیق حال مطلوب ہوتی ہے تقریب نہیں ہوتی ۔ هَلْ بمعنی کیا ۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل ۔ مبتدا ہے ۔ مُغْنُوْنَ باب افعال کا اسم فاعل ہے صیغہ جمع مذکر غنیٰ سے مشتق ہے بمعنی غنی کرنا ۔ بے پرواہ کرنا ۔ بچانا ۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں ۔ عَنْ جارہ بمعنی مفعولیت نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل ۔ مِنْ جارہ بیانیہ ۔ عَذَاب اسم مفرد جامد بمعنی سزا ۔ تکلیف ۔ ذلالت ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں مجرور مِنْ سے مضاف ہے مابعد کا اللّٰہ اسم مفرد معرفہ الیہ ہے ۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ ۔ شَیْءٍ اسم مفرد نکرہ بمعنی کچھ ۔ کسی چیز سے ۔ یہ تینوں جار مجرور متعلق ہیں مُغْنُوْنَ کے اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا اَنْتُمْ کی اور جملہ اسمیہ معطوف ہے اِنَّا کُنَّا کا ۔ اور مقولہ ہے قول کا ۔ قَالُوْا ۔ لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۔

قَالُوْا فعل ماضی مطلق بمعنی مستقبل صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر کا مرجع متکبرین کفار ۔ لَوْ حرف شرط ۔ هَدٰی فعل ماضی مطلق بمعنی تمنائی شرطی صیغہ واحد مذکر غائب نَا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل اس کا مفعول بہ ہے اللّٰہ اسم مفرد معرفہ مرفوع ہے فاعل ہے هَدٰی کا ۔ یہ جملہ فعلیہ شرط ہے حرف لَوْ شرطیہ جو دو جملہ فعلیہ ماضیہ پر اول میں آتا ہے پہلا جملہ سبب یعنی شرط ہوتا ہے دوسرا جملہ مسبب یعنی جزا ہوتا ہے ۔ مضارع حال یا مستقبل پر نہیں آتا ۔ لام جزائیہ زائدہ هَدَيْنَا فعل ماضی مطلق بمعنی تمنائی جزائی ۔ صیغہ جمع متکلم ضمیر نَا کا مرجع وہی متکبرین ہیں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوا اور پورا جملہ شرطیہ مقولہ اول ہے ۔ قَالُوْا کا ۔ دونوں فعل هَدٰی ناقص یائی سے مشتق ہیں بمعنی ۔ دین الٰہی کی توفیق اور تعلیم دینا ۔ سَوَآءٌ نکرہ اسم جامد بمعنی مصدر استواءٌ یعنی برابر ہونا ایک قول میں سواءٌ بمعنی مستوٍ اسم فاعل کے یعنی برابر ہونے والا اس کا تثنیہ جمع نہیں ہوتا ۔ بحالتِ رفع ہے مبتدا ہے علیٰ جارہ بمعنی لام تعلیلیہ ۔ نَا ضمیر جمع متکلم ۔ جار و مجرور متعلق ہے معنوی مصدر سَوَآءٌ کے یا معنوی اسم فاعل کے اَ ہمزہ سوالیہ استفہامیہ بمعنی اَوْ ۔ جَزِعْنَا ۔ فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم فاعل ضمیر نَا جمع متکلم کا مرجع متکبرین ہیں ایک قول میں سب کفار ہیں ۔ باب سَمِعَ سے ہے جَزَعٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنی بے قراری سے شور مچانا ۔ اَمْ حرف عطف تردیدی ۔ کبھی سوال کے لیے بمعنی کیا یہ کیا یہ ؟ کبھی مشابہ کے لیے بمعنی خواہ یہ ۔ کبھی خبر کے لیے بمعنی یا یہ یا یہ ۔ یہاں اَمْ خبریہ ہے ۔ کبھی زائدہ بھی ہوتا ہے ۔ اور کبھی بمعنی بَلْ ہوتا ہے ۔ صَبَرْنَا ۔ فعل ماضی مطلق بصیغہ جمع متکلم ۔ باب نَصَرَ سے ہے صَبْرٌ سے مشتق ہے بمعنی چپ رہنا ۔ برداشت کرنا ۔ بے قراری نہ کرنا ۔ یہاں سب معنی مناسب ہیں ۔ سب سے میری مراد ہے کوئی بھی ایک معنی کر لیا جا سکتا ہے ۔ مقصد نہیں بدلتا ۔ یہ عبارت معطوف علیہ معطوف فاعل ہے سواءٌ بمعنی مستوٍ اسم فاعل کا یا بمعنی معنوی مصدر کا ۔ مَا ۔ حرف نفی مشبہ بلیس ۔ لَنَا ۔ لام جارہ نفع کا نَا ضمیر متکلم اس کا مجرور ۔ جار و مجرور متعلق ثابتٌ یا کائنٌ یا موجودٌ پوشیدہ کا ۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ زائدہ مَحِيْصٍ ۔ اسم ظرف مکان بمعنی لوٹنے کی جگہ ۔ پناہ گاہ ۔ باب نَصَرَ یا ضَرَبَ سے ہے جو مَحْصٌ یا حَيْصٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی پناہ پکڑنا ۔ کھال یا کپڑا سینا ۔ پردہ ڈھکنا ۔ اسی معنی میں چمڑے

ملے ہوئے تھے کو توحش کہتے۔ بمحالت جر ہے مِن جارہ لغو ہے۔ اس لیے صرف لفظاً مجرور ہے مانافیہ کی۔ اور باطناً بحالت نصب ہے۔ اگرچہ ظاہراً کسرہ ہے مِن کی وجہ سے بعض نے کہا مانافیہ کے بعد کان تامہ پوشیدہ ہے اور یہ دونوں جار مجرور اُس کے متعلق ہیں۔ اور یہ جملہ خبریہ ہے۔ سوا اُس کی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تفسیر عالمانہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ اے انسان کیا تو نے شانِ قدرت کو نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا بلند آسمانوں کو اور نیچی زمین کو بالکل حق درست ٹھیک کام ہر طرح ہر وقت مفید۔ وہ اللہ اگر چاہے تو تم سب سرکشوں نافرمانوں بدکاروں کو اس طرح فنا میں لے جائے کہ تمہارا نام و نشان بھی نہ رہے۔ اپنی اس باغ و بہار والی زمین کو آباد کرنے کے لیے نئی مخلوق فوراً پیدا فرما کر لے آئے جو ساری زندگی اُس کی نعمتیں استعمال کر کے تسبیحیں پڑھیں شکر کریں اُس کے لیے سجدہ ریز ہوں۔ اور وہ سب پیدائش رد و بدل اور آسمان و زمین کی خلقت موجودہ انسانیت کو ایک آن میں فنا کرنا نئی گروہ مخلوق کو ایک دم لے آنا اللہ تعالیٰ جبار و قہار پر کچھ مشکل نہیں۔ ان آیت میں یہ بات واضح فرمائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب کام حکمت پر مبنی اور قائم ہیں۔ لیکن بندے کے کسی کام کی کوئی ذاتی حکمت اور سمجھ بوجھ نہیں۔ بڑے بڑے ذی عقل کافر فاسق بالکل بیکار فضول بے مقصد اور عارضی کام کر دیتے ہیں جن کو کے ڈھیر سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اور انہی فضولیات میں ساری عمریں گزار جاتے ہیں۔ ما سوا یک فریب لیکن اہل ایمان متقی ایمان کے ایسے جوہر بکھیر دیتا ہے کہ ایک ایک عمل مقدس کی قیمت دنیا جہان نہیں بن سکتا۔ راکھ کو فنا ہے اور جوہر کو بقا ہے۔ یہی رب تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے کہ مومن کی ہر چیز کو بقا ہے۔ دنیا کے اعمالِ انسانی تین قسم کے ہیں۔

نمبر ۱۔ اعمالِ ایمانی۔ نمبر ۲۔ اعمالِ کفریہ۔ پہلے عمل مفید ہیں۔ دوسرے عمل نقصان دہ۔ نمبر ۳۔ اعمالِ فضولیات یہ عمل بیکار نہ ثواب نہ عذاب۔ مثلاً مومن کی نیکیاں مفید کافر کی نیکیاں بیکار۔ اور کافر کی کفریہ برائیاں نقصان والی رب تعالیٰ نے یہاں تین چیزوں کا ذکر فرمایا۔ نمبر ۱۔ آسمان و زمین کی پیدائش یہ گویا مومن کی نیکیاں ہیں۔ نمبر ۲۔ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ یہ گویا دنیوی اور اخلاقی اعتبار سے کافر کے اچھے کام ہیں۔ نمبر ۳۔ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ۔ یہ گویا کافروں کی برائیوں کی جگہ مومن کی نیکیاں قائم فرمانا ہے۔ رب تعالیٰ بندے کے کسی بھی اچھے عمل کو ضائع نہیں فرماتا بندہ خود ہی اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس کی اچھائیوں کو فانی یا باقی کر دیا جائے۔ مومن اپنے ایمان کے قلعے میں اپنی اچھائیوں کو بچا لیتا ہے اور کافر کی اچھائیاں آتش شرک میں جل کر راکھ بن جاتی ہیں اور اُس پر کفر کی آندھی چلتی ہے جو اُس کو اڑا کر رکھ دیتی ہے۔ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ۔ اور سارے ہی جن و انس نیک و بد مومن و کافر

مخلص و منافق ایک دم سب مل کر اپنی ہر طرح کی قبروں اور عالم برزخ سے نکل پڑیں گے یقیناً۔ اللہ تعالےٰ قہر و جلال والے رحم و جمال والے کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے۔ نہ کوئی رک سکتا ہے نہ کسی کو روک سکتا ہے نہ کوئی بھاگ کر چھپ سکتا ہے۔ نہ دامن بچا کر گزر سکتا ہے سب ہی کو حاضر ہونا ہے اس حاضری سے کسی کو مفر نہیں۔ جو کام یقینی ہونا ہوتا ہے اس کو ماضی بمعنیٰ مستقبل سے ذکر کیا جاتا ہے گویا ہو گیا۔ جب میدان محشر میں سب جمع ہو جائیں گے۔ اور ہر ایک کا پورا مکمل حساب کتاب ہو جائے گا۔ ہر شخص اپنے متعلق فیصلۂ الٰہیہ سن لے گا تو تمام کافر گروہ کی شکلوں میں یا فرداً فرداً اپنے اپنے سرداروں سے کہیں گے۔ ان کو ضعفا دنیا کے اعتبار سے کہا گیا ورنہ قیامت میں یہ سب ہی ضعیف خستہ حال مرجھائے چہرے والے ہوں گے۔ دنیا کے اعتبار سے یہ نوکر خادم یا معتقدین ہوں گے اور غریب جاہل بے پڑھے گنوار بھی ان ہی میں شامل ہوں گے۔ دنیا میں تو یہ اپنے آقاؤں سرداروں سے التجا اور فریاد کے طریقہ پر کچھ مانگتے تھے مگر وہاں بشکل التجا فریاد یہ کہنا ہوگا کیونکہ یہ ضعیف بھی ان کی بے بسی کی حالت دیکھ رہے ہوں گے بلکہ یہ مطالبہ غصہ اور توبیخ کے طریقے سے ہوگا (جمل) یا یہ قول اس وقت ہوگا جب سارے کفار اور سرداران کفر کو ایک جگہ باندھ کر آگے پیچھے چلاتے ہوئے ملائکہ عذاب لے کر جا رہے ہوں گے ایک قول ہے کہ یہ کلام اُس وقت ہوگا جب اپنی اپنی جہنم میں سب کافر گروہوں کی صورت میں عذاب بھگت رہے ہوں گے۔ اور یہ ہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ عذاب کی کمی کا ہی مطالبہ ہے۔ ان لوگوں سے جن لوگوں نے دنیا میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا تکبر کیا۔ خیال رہے کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا خودی اور تکبر اور علامات کفر ہے۔ اور کسی کا قدرتی بڑا ہو جانا یہ اللہ کی نعمت ہے یہاں اِسْتَکْبَرُوْا فرما کر یہ ہی بتایا جا رہا ہے کہ دنیا میں کوئی کتنا ہی عروج و مرتبہ حاصل کرے مگر ایک مقام آتا ہے کہ یہاں بندے کو عاجزی ہی سجتی ہے وہاں عاجز ہونا پڑتا ہے اگر کوئی بدبخت وہاں بھی عاجز نہ ہو تو وہ مستحق عذاب و رسوائی ہے۔ متبعین مریدین معتقدین کفر بطلان کہیں گے کہ اے سردارو دنیا میں ہم نے ساری زندگی ہر طرح تمہاری پیروی کی ہر جائز و ناجائز تمہاری مانی تم نے اللہ سے روکا ہم رک گئے تم نے شرافت دیانت امانت نیکی اور وحدہٗ لاشریک کی عبادت سے منع کیا ہم باز رہے۔ تم نے کہا تھا کہ ان انبیاء کی نہ ماننا ہم ان کے پاس بھی نہ پھٹکے۔ تم نے ان رسولوں کریموں پیاروں نبیوں کی ولیوں کی گستاخی بے ادبی اور ایذا رسانی کے حکم دیے ہم نے جی بھر کے ان کو ستایا تمہارے وعظ جلسوں مدرسوں کتابوں کو سن کر تم کو بہت کچھ سمجھ لیا تھا اور ان انبیاء کرام کو اپنے جیسا بشر ہی کہتے رہے۔ تمہارے گستاخانہ جلسوں تقریروں کی ہم نے رونق بڑھائی تمہارے نعرے لگائے تم نے کہا تھا کہ ہم اور ہمارا فلاں فلاں بہت شان والا اور بڑے ہیں۔ اور انبیاء کرام کو مجبور و غیر مختار کہا ہم نے تائید کی تھی لیکن آج ہم تو عذاب میں ہیں اور نبیوں ولیوں کے عوض نوان متابع قرآن انوار الٰہی کے دامن میں ان امتیوں کی سفارش و شفاعت ان کے آقا ہی اور سعدی مشائخ علماء

کر دی کیا تم بھی ہم کو اللہ تعالیٰ کے جبر و قہر والے عذاب جہنم سے پورا نہ سہی تو تھوڑا سا بھی بچا سکتے ہو۔ ہم نے تو تم سے ہی کہنا ہے ہم ان کے پاس کس منہ سے جا سکتے ہیں قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ بولیں گے وہ سرداران کفر بے ادب، گستاخ لیڈر رہنما۔ انتہائی دہشتانی خستہ حالی جھکے منہ مایوسی کی زبان سے کہ یہ سب باتیں دنیا کی تھیں یہ مطلب ہے دنیا میں کرنے کرانے کے تھے آج یہاں کچھ نہیں ہو سکتا دنیا میں اگر اللہ نے ہم کو ہدایت پر چلنے کی توفیق سعید عطا فرمائی ہوتی یا ہم کو ہدایت کا خزانہ دیا ہوتا تو ہم بھی تم کو دنیا میں ہدایت کا راستہ دکھا دیتے اور ہدایت کی روشنی سے تم کو کچھ دے دیتے۔ ہم نے دنیا میں اپنے لیے بھی گمراہی کو پسند کیا تھا اور تمہارے لیے بھی۔ دامن نبوت کی شکلت ہی کا انکار کیا دیوبند کے گستاخ بنے اللہ کو بھی سچے طریقے سے نہ مانا تو پھر آج یہ ہی حشر ہونا تھا۔ ایک تفسیر اس طرح ہے کہ اگر اب ہمیں دنیا میں لوٹنے کی ہدایت دے تو البتہ یقیناً ہم تم کو بھی ہدایت دیں گے۔ ایک قول ہے کہ اگر رب نے ہماری عقلیں درست کی ہوتیں تو ہم تم کو بھی عقل سلیم کی بات بتلاتے سمجھاتے اب کچھ نہیں ہو سکتا خواہ ہم سب غم سے روئیں پیٹیں یا غصے اور افسوس سے چیخیں دھاڑیں۔ ہماری جزع فزع آج کام نہ دے گی۔ یا ہم خاموشی سے صبر کریں اور سہتے رہیں جھیلتے رہیں ابدالآباد تک یہ تمام عذاب مصیبتیں ذلتیں۔ خیال رہے کہ کفار کو قبر حشر اور جہنم میں اپنے اچھے کام تو سب بھول جائیں گے کیونکہ رکھ رکھا کر اڑا دیے گئے لیکن اپنے کفریات اور دنیوی بدخصلتیں اپنے سرداروں کی جان پہچان اور سرداروں کو اپنے معتقدین کی پہچان میدان محشر میں بھی ہوگی اور جہنم میں بھی۔ اور ایک دوسرے کو پہچان کر یہ سب گفتگو ہو گی۔ سے یہاں ان پر چھا گیا بعد اور آج تو صبر بھی ہماری مجبوری ہے فائدہ کوئی نہیں۔ اس لیے کہ ہم کو جہنم سے نکل بھاگنے کا تو اب خیال و تصور بھی نہیں ہو سکتا اب فرار کا کوئی راستہ نہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے پیدا ہونے سے پہلے بجسد نوری مع روح اور مع جسم کائنات میں مخلوق ہو چکے تھے اور تمام واقعات عالم ملاحظہ فرما رہے تھے۔ یہ فائدہ اَلَمْ تَرَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ اسی لیے جگہ جگہ تقریباً ہر واقعے کے ساتھ اَلَمْ تَرَ۔ وَاذْكُرْ۔ وغیرہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور یاد وہی چیز کرائی جاتی ہے جو یا پڑھی ہو یا سنی ہو یا دیکھی ہو۔ آقاء کائنات نے نہ تو کسی کتاب کو پڑھا نہ کسی یہودی عیسائی پادری راہب سے سنا۔ کیونکہ زمین مکہ میں کوئی توریت وغیرہ جاننے والا نہ تھا۔ نیز بہت سے سچے اور حقیقی واقعے توریت انجیل وغیرہ میں نہیں ہیں جیسے فرعون موسیٰ کی گفتگو اور نعش کا اب تک مصر میں موجود ہونا وغیرہ۔ پس لامحالہ نبی کریم کو یاد کرانے کا مقصد یہی ہے کہ وہ آنکھوں دیکھا واقعہ یاد کیجئے۔ بخلاف ہی سائل وغیرہ کو یاد کرانا ان کے پڑھنے کو یاد کرانا ہے نہ کہ دیکھنے کو۔

دوسرا فائدہ - نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان کی ہر چیز جمادات نباتات حیوانات - جنات ہر ہر چیز کی حکمت - تاثیر - اور فوائد و نقصانات سے پوری طرح واقف ہیں - یہ فائدہ بالحق فرمانے سے حاصل ہوا - دنیا کے عقلا الحکیم و ڈاکٹر - فلاسفہ سائنسدان کثیر محنت کر کے آج جن چیزوں کو معلوم کر رہے ہیں ہمارے آقا نے وہ سب کچھ سینکڑوں سال پہلے بتا دیں تھیں - **تیسرا فائدہ** - قیامت میں نبی ولی - اور علما کا وسیلہ مفید ہوگا - کافر کا بیکار - غیر کفر کے سردار بے بس اور مجبور ہوں گے مومنوں کے سردار - با اختیار - قوت اور شفاعت والے ہوں گے - یہ فائدہ فقال الضعفوٓا کی پوری گفتگو بیان کرنے سے حاصل ہوا - کیونکہ ضعیف کفار اہل ایمان کی شفاعت دیکھ کر ہی اپنے سرداروں سے بھی فریاد کریں گے -

احکام القرآن

ان آیات سے چند مسائل فقہی مستنبط ہوتے ہیں -

پہلا مسئلہ - دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء - اس لیے قانون شریعت - فقہی اصول و فروع - اور نماز - روزہ - حرام و حلال سب اسی زندگی کے فرائض و واجبات ہیں یہاں کے ہر عمل ہر عقیدہ سے اچھے برے کا آخرت میں فائدہ و نقصان ہے - مگر آخرت میں کسی بھی عمل کا نہ فائدہ ہے نہ نقصان یہ مسئلہ اجزعنا ام صبرنا الآیۃ سے مستنبط ہوا - **دوسرا مسئلہ** - دنیا میں اللہ والوں کا وسیلہ - طریقہ - اور سہارا پکڑنا ہر مسلمان پر فرض ہے - اور برے فاسقوں - بدکاروں - بدعقیدوں - منافقوں - کافروں - بدمذہبوں سے دور بھاگنا اشد واجب ہے - یہ مسئلہ انا کنا لکم تبعا سے مستنبط ہوا - کہ بروں کا ساتھ دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں بیکار - **تیسرا مسئلہ** - اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی طرف بری اور غلط بات منسوب کرنی حرام ہے - کیونکہ بے ادبی اور گستاخی ہے طریقہ کفار ہے - یہ مسئلہ لو ھدنا اللہ (الخ) سے مستنبط ہوا - کہ کفار نے انتہائی جھوٹ بولتے ہوئے قیامت میں اپنے مریدین سے پیچھا چھڑاتے ہوئے کہا کہ اگر ہم کو خدا نے ہدایت دی ہوتی تو ہم تم کو بھی دیتے - یہ بڑا جھوٹ ہے اس لیے کہ رب تعالیٰ نے انبیاء کرام - اولیاء اللہ - قرآن و حدیث علماء اسلام کے ذریعے شریعت و طریقت معرفت حقیقت ہر طرح کی ہدایت بھیجی مگر ان مغرور ظالموں نے خود ہی قبول نہ کی نہ کرنے دی -

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں -

پہلا اعتراض - یہاں فرمایا گیا - الم تر ان اللہ خلق السمٰوٰت - آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر ہے - اس سے پہلی آیت میں کافروں کے اعمال کے راکھ ہونے کا ذکر ہے آپس میں کوئی ربط کوئی جوڑ کوئی تعلق نہیں یہی نہیں بلکہ اکثر جگہ یہ خلل ہے - لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ رب کا کلام نہیں محمد صاحب نے اپنے پاس سے بنایا ہے (آریہ پنڈت دیانند سرسوتی اور موجودہ زمانے کے عیسائی اور یہودی)

جواب - ستیارتھ پرکاش میں اس طرح کے احمقانہ بہت سے اعتراض قرآن پاک پر کیے گئے ہیں - جیسے کہ

جواب صدر الافاضل مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مطبوعہ کتاب میں دیئے والد محترم حضرت حکیم الامت بدایونی نے بھی اپنی تصنیفات میں دیئے ہیں۔ دیانند ہچلا، تو زندگی بھر مسلمان مناظرین سے پٹتا ہی رہا اور میدان سے بھاگتا ہی رہا مگر میں اس پاگلانہ اعتراض کا جواب اس طرح عرض کرتا ہوں کہ اولاً تو ہم نے پندرھویں پارے تک ہر ہر آیت کا ربط اور تعلق ثابت کر دیا ہے اس آیت کا بھی کثیر طرح تعلق درج کر دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود میں کہتا ہوں کہ ربط ہونا کیا ضروری ہے۔ اور کس نے کہا ہے کہ کلام الٰہی کے لیے ربط ہونا شرط ہے آج دنیا میں بہت سے مصنفین ناول نگار افسانہ نویس بڑے ربط سے اپنے مضامین لکھتے ہیں تو کیا وہ سب رب تعالیٰ کے کلام ہو جائیں گے۔ نیز ایک مالی جب باغیچہ لگاتا ہے تو انتہائی ترتیب سے پودے لگاتا ہے۔ لیکن اللہ کے جنگلات بالکل بے ترتیب اُگے ہوئے ہیں اور ان کو اللہ کی صنعت و قدرت اور اللہ کی چیزیں تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حکومت نہروں کو مضبوط ترتیب سے بناتی ہے۔ مگر رب کے دریا بالکل بے ترتیب ہیں۔ مگر یہ چون و چرا ہر شخص ان کو رب کا شاہکار مانتا ہے۔ لہٰذا صرف بے ربطی کا بیہودہ بہانہ بنا کر کلام الٰہی ہونے کا انکار کر دینا پاگل پن اور جہالت ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں پہلے ہے۔ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ اللہ کے سامنے جمع ہوں گے پھر ہے۔ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا ان پڑھ کافر سرداروں سے کہیں گے آج ہم کو بچاؤ دنیا میں ہم نے ہی تمہاری سرداری چمکائی تھی۔ پھر ہے سردار کہیں گے کہ اگر ہم کو ہدایت ملتی تو ہم تم کو بھی دیتے ان تینوں کی مطابقت کیونکر ہے۔

جواب:۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ وہ رب کے حضور حساب اور دنیوی سرکشی کی باز پرس کے لیے جمع کئے جائیں گے تو اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہوئے سرداروں کی طرف دیکھ کر ان سے باز پرس کریں گے گویا یہ ایک طرح کا اپنی باز پرس کا جواب ہے۔ سردار لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ کہہ کر اپنی مجبوری بیان کر کے جان چھڑانے کی کوشش کریں گے۔ دوسرا جواب یہ کہ بَرَزُوْا کا جملہ علیحدہ ہے اور دوسری عبارت جہنم میں پہنچ کر ہے۔ اس تفسیری جواب سے اعتراض پڑتا ہی نہیں۔ تیسرا اعتراض۔ پہلے ہے۔ لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ پھر ہے سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا یہ مطابقت کس طرح ہے۔

جواب:۔ چھوٹے کافر دوزخ میں تڑپتے مچلتے ہوئے بڑوں کو لعن طعن کریں گے۔ تب وہ ان کو طعنے بازی کا جواب دیتے ہوئے یہ بات کہیں گے کہ کچھ بھی کر دو رہنا یہیں پڑے گا۔

تفسیر صوفیانہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ اے روح کائنات کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ صانع ظاہر و باطن نے پیدا فرما لیا آسمانِ حیات کو اور زمینِ جسمیات کو بالکل درست اپنے اپنے مقام و صفات سے۔ ان آسمانوں زمین کو انسانیت کبریٰ کے جواہر قائم فرمائے۔ ان

میں فیض لطف اور فیض قہر کو قبول کرنے والی مختلف متعدد شخصیتیں ہیں۔ اگر اللہ چاہے تو ان تمام واردات محسوسہ کو ایک دم ختم کرکے ایک دم دوسری واردات کی جلوہ گری فرما دے کیونکہ جو خالق تعالیٰ جواہر خمسہ انسانیہ میں پیدا کرنے پر قادر مطلق ہے۔ اس کے لیے واردات قلبیہ کو تبدیل کرنا کچھ دشوار نہیں ہے۔ پس عاقل پر واجب ہے کہ ہر وقت اپنے رب سے ڈرتا رہے اس کی پناہ طلب کرتا رہے کیونکہ وہ قہر و جلال اور کبریائی والا ہے وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا۔ سب کو ہی اسی قہار کی منزل جلال پر حاضری دینی ہے۔ خیال رہے کہ حاضری بارگاہ تین قسم کی ہے۔ نمبر۱۔ موت ارادی سے وہ صفات نفس کے حجاب سے نکل کر میدان قلب میں حاضر ہونا ہے۔ نمبر۲۔ موت جسمانی سے یعنی قبر کی پہلی رات۔ نمبر۳۔ قیامت کبریٰ کی حاضری وہ انا کے حجاب سے نکل کر حقیقت وحدت کی فضاؤں میں پہنچنا ہے۔ پہلی حاضری ہر شقی و سعید کو دنیا میں ہی میسر ہو جاتی ہے اور ضمیر ہی بتا دیتا ہے کہ بندہ کس زمرے میں ہے۔ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ۔ معاد باطنیہ کو رابطۂ قلبی کے وقت پتہ لگتا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا اس وقت کوئی پناہ دینے کے لیے تیار نہیں۔ نفس امارہ ہی کی طرف توجہ باطنی ہوتی ہے اور اس سے التجا۔ لیکن واردات قہر کے وقت وہ بھی ہلاکت میں پڑا ہوا جواب دیتا ہے کہ نہ ہم نے توفیق الٰہی کو حاصل کیا نہ تم نے۔ اب جو اعمال کر لیے گئے ان کا بدلہ تو ضرور ملے گا خواہ فریاد کریں یا صبر۔ اب پہلے جیسی نہ بشاشی مل سکتی ہے نہ سکون ناسوتی اب تو جفا بھوک پیاس کی آگ میں جلنا ہی پڑے گا۔ اب مرشد برحق کی لگام میں جکڑا ہی جانا ہے۔ کوئی فرار یا بچاؤ نہیں ہے۔ نجات کا آلہ اور وقت تو ہم نے خود ہی ضائع کر دیا۔

وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ

اور بولا شیطان جب کہ فیصلہ کر دیا گیا حساب کتاب کا۔ بیشک اللہ نے وعدہ کیا تھا تم سے

اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکے گا۔ بیشک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا

وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِیَ

وعدہ سچا اور جو وعدہ میں نے کیا تھا تم سے تو خلاف کیا میں نے تم سے اور نہیں تھی لیے میرے

اور میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور میرا

عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ

پر تم کچھ زبردستی مگر یہ کہ بلایا میں نے تم کو تو بات مان لی تم نے میری۔ تو نہ ملامت کرو تم

تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تو تم نے میری مان لی تو اب

لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ

مجھ کو اور ملامت کرو تم اپنے آپ کو نہیں میں مشکل کشا تمہارا

مجھ پر الزام نہ رکھو خود اپنے اوپر الزام رکھو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ

اور نہ تم کچھ مشکل کشا میرے بیشک میں نے انکار کر دیا اس کا جو شریک ٹھیرایا تھا تم نے

نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو وہ جو پہلے تم نے مجھے شریک ٹھیرایا تھا

مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

مجھ کو سے پہلے بیشک ظالم لوگ لیے اُن کے ہے عذاب دردناک۔

میں اس سے سخت بیزار ہوں بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیات میں اُن باتوں کا ذکر ہوا جو قیامت میں کافر گمراہ اپنے پیشواؤں سے کہیں گے اب ان آیتوں میں اُن باتوں کا ذکر ہے جو میدانِ قیامت میں کافروں کا بڑا پیشوا شیطان اپنے مریدوں سے کہے گا۔

دوسرا تعلق - پچھلی آیات میں دوسرے گمراہوں کافروں کی اُن باتوں کا ذکر ہوا جو وہ اپنے کافر مریدوں سے کہیں گے۔ اب ان آیات میں کفار کے اُن سہاروں کا ذکر ہوا جن پر یہ لوگ بھروسہ کئے بیٹھے ہیں۔

تیسرا تعلق - پچھلی آیات میں رب تعالیٰ کی ایک قدرت کا ذکر ہوا کہ وہ مخلوق کے بقا اور فنا پر قادر ہے۔ اب کفار کی زبان سے رب تعالیٰ کے وعدے کی شان بیان ہو رہی ہے۔

تفسیر نحوی

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ

واؤ ابتدائیہ قَالَ فعل ماضی مطلق معروف واحد غائب مستعمل بمعنیٰ اس کا فاعل اسم ظاہر اَلشَّیْطٰنُ ہے۔ الف لام عہدی یا اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیْ شیطٰن بر وزن فَیْعَالٌ یا بروزن فَعْلَانٌ۔ یہ شَطْنٌ یا شَیْطٌ سے مشتق ہے دوسری صورت میں الف نون زائدتان ہے۔ بمعنیٰ سرکشی کرنے والا مبالغے کا صیغہ ہے بحالت رفع فاعل ہے قَالَ کا لَمَّا اسم ظرف۔ قُضِیَ فعل ماضی مطلق مجہول بمعنیٰ قریب لَمَّا کی وجہ سے۔ باب ضَرَبَ سے ہے قَضْیٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ فیصلہ کرنا۔ الف لام عہدِ خارجی اَمْرُ اسم جامد حاصل مصدر بمعنیٰ حکم۔ معاملہ۔ قانون۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے بحالتِ رفع فاعل ہے قُضِیَ کا یہ جملہ فعلیہ مظروف ہے لَمَّا ظرف کا۔ اِنَّ حرف تحقیق یہ پوری عبارت مقولہ ہے قَالَ کا۔ اللّٰہ بحالتِ نصب اسم ہے اِنَّ کا۔ وَعَدَ فعل ماضی بمعنیٰ بعید واحد غائب اس کا فاعل ھُوَ ضمیر کا مرجع اللّٰہ ہے کُمْ ضمیر منصوب متصل اس کا مفعول بہ ہے۔ وَعْدَ اسم مصدر بحالتِ نصب مفعول مطلق ہے وَعَدَ فعل کا اَلْحَقِّ۔ الف لام عہدی حَقٌّ اسم جامد حاصل مصدر بمعنیٰ مطابق۔ مناسب۔ سچ۔ موافق۔ ذمہ۔ یہاں بمعنیٰ سچ ہے بحالتِ کسر مضاف الیہ ہے وَعْدَ کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے وَعَدَکُمْ۔ وَعَدْتُّ۔ فعل ماضی مطلق صیغہ واحد متکلم مرجع شیطٰن ہے۔ وَعْدٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ معاہدہ وعدہ کرنا۔ مقرر کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے کُمْ ضمیر مفعول بہ۔ فَ تعقیبیہ اَخْلَفْتُ۔ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد متکلم۔ باب افعال سے ہے مصدر اِخْلَافٌ بمعنیٰ پیچھے ڈالنا۔ الٹ کرنا۔ وعدہ توڑنا۔ نافرمانی کرنا۔ یہاں مراد وعدہ توڑنا ہے۔ ضمیر متکلم کا مرجع شیطان ہے۔ کُمْ ضمیر منصوب متصل جمع مذکر حاضر مفعول بہ کا مرجع شیطانی لوگ ہیں۔ (دوزخی) وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ۔

واؤ مستانفہ یا حالیہ مَا كَانَ فعل ماضی منفی بعید کا صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل اسم ظاہر ہے۔ لام جارہ زائدہ تاکیدیہ یا بیانیہ یِ ضمیر واحد متکلم مجرورہ متصل کا مرجع شیطٰن۔ جار و مجرور متعلق اول ہے مَا كَانَ کا عَلَيْكُمْ جار و مجرور متعلق دوم ہے عَلٰی جارہ فوقیت کے لیے کُمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل۔ مِنْ حرف جر۔ زائدہ ہے لغو ہے۔ فاعل پر داخل ہے۔ سُلْطٰنٍ۔ اسم الف نون زائدتان بروزن فُعْلَان عُثْمَان۔ اسم مبالغہ ہے۔ بمعنیٰ۔ طاقت۔ حکومت۔ حجت۔ دلیل بادشاہ۔ یہاں مراد۔ طاقت ہے۔ ظاہراً یہ بحالت کسر ہے مِنْ کی وجہ سے باطناً بحالتِ رفع ہے کیونکہ فاعل ہے مَا كَانَ کا اِلَّا حرفِ استثنا منقطع کے لیے ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ مذکور نہیں اور سلطان دعا کا مستثنیٰ منہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ سلطان قہر کی چیز ہے اور دعا کمزوری کی حالانکہ استثنا میں کیفیت کا اتحاد شرط ہے۔ ایک قول میں استثنا متصل ہے کیونکہ دعا صورت میں بھی ایک قہر ہے۔ شیطان کی دعوت وسوسہ ہے اور وسوسہ بھی غالب آ جاتا ہے۔ اگرچہ قہر نہیں اگر منقطع ہو تو اِلَّا بمعنیٰ لیکن اور متصل ہو تو اِلَّا بمعنیٰ مگر۔ اَنْ۔ مخففہ حرفِ مشبہ لغو دراصل تھا اَنَّہٗ۔ دَعَوْتُ فعل ماضی مطلق

معروف مثبت واحد متکلم۔ باب نصر سے ہے۔ متکلم وہی شیطان ہے۔ دَعْوٌ ناقص واوی سے بنا ہے بمعنی بلانا
پکارنا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول بہ ہے دَعَوْتُ کا۔ فَ تعقیبیہ بلاتراخی۔ اِسْتَجَبْتُمْ فعل ماضی مطلق معروف
مثبت صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع دوزخی لوگ باب استفعال سے ہے مصدر ہے۔ اِسْتِجَابَۃٌ
دراصل تھا اِسْتِجْوَابٌ۔ جَوْبٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی جواب دینا۔ مان لینا۔ قبول کرنا۔ دوسرے دو معنی مراد ہیں۔
لام جارہ نفع کا ی ضمیر واحد متکلم۔ مجرور متعلق ہے اِسْتَجَبْتُمْ کے۔ فَ سببیہ یا تعقیبیہ۔ یا بمعنی فی ظرفیہ مگر صحیح تر یہ ہے
کہ فَ زائدہ ہے لَا تَلُوْمُوْا فعل نہی حاضر معروف باب نصر سے ہے۔ صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل
ہے جس کا مرجع سب دوزخی ہیں۔ لَوْمٌ سے بنا ہے بمعنی۔ ملامت کرنا۔ الزام دینا۔ مجرم بنانا۔ برا بھلا کہنا۔ گالیاں
دینا۔ یہاں ہر معنی درست ہے نِیْ نون وقایہ (اعراب بچانے والی) ی ضمیر متکلم۔ منصوب متصل۔ اتصال اور فعل
کو بچانے کے لیے۔ نون آیا واؤ عاطفہ۔ عطف ہے لَا تَلُوْمُوْنِیْ پر لُوْمُوْا فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر باب نصر سے
لَوْمٌ بمعنی برا بھلا کہنا وغیرہ سے مشتق ہے۔ اَنْفُسَ جمع مکسر ہے نَفْسٌ کی۔ اسم تاکیدی ترجمہ ہے۔ خود۔ اپنا
اپنا آپ بحالت نصب مفعول بہ ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر برائے تاکید۔ مضاف الیہ ہے۔ اس کو اضافت نفسی کہتے ہیں
محض تاکید کرتی ہے۔ مَا۔ حرف نفی مشبہ بلیس۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم مرفوع منفصل اسم ہے مَا کا۔ بِ جارہ زائدہ بیانیہ
مُصْرِخٌ باب افعال کا اسم فاعل صیغہ واحد مذکر صَرْخٌ سے بنا ہے بمعنی چیخنا۔ فریاد کرنا۔ لازم ہے باب افعال میں
متعدی ہوا بمعنی فریادرس ہونا۔ مشکل کشا ہونا۔ بحالت جر ہے بِ جارہ کی وجہ سے کُمْ ضمیر مضاف الیہ جار و مجرور متعلق
ہے لَا ئِقًا یا قَادِرًا پوشیدہ اسم فاعل کے اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مَا نافیہ کی۔ واؤ سرجملہ مَا نافیہ مشبہ بلیس
(لیس فعل ناقصہ کے مشابہ عمل اور معنی میں) اَنْتُمْ ضمیر مرفوع منفصل اسم ہے اس کا۔ بِ جارہ زائدہ بیانیہ مُصْرِخِیَّ۔ اسم فاعل
صیغہ واحد مراد جمع ہے کیونکہ اس کا منسوب اَنْتُمْ ضمیر جمع ہے۔ یْ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ جار و مجرور متعلق ہے
قَادِرُوْنَ پوشیدہ اسم فاعل جمع کے۔ اور وہ جملہ اسمیہ منفوعہ خبر ملاہے اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ۔
اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل۔ یاء متکلم بحالت نصب بالمعنی اسم اِنَّ ہے کَفَرْتُ فعل
ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد متکلم مرجع شیطان ہے۔ باب نصر سے ہے۔ کُفْرٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ کفر کرنا۔
نہ ماننا۔ انکار کرنا۔ رد کرنا۔ یہاں آخری معنی میں ہے۔ بِ جارہ مفعولیت کے لیے مَا اسم موصول بحالت جر۔ جار و مجرور
پوری عبارت متعلق ہے کَفَرْتُ کے۔ اَشْرَکْتُمُوْ فعل ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر مستتر کا
کا مرجع وہی اہل جہنم ہیں۔ واؤ زائدہ نون وقایہ کے اتصال کے لیے۔ نون وقایہ مکسور۔ کسرہ علامت یاء متکلم ہے۔
دراصل تھا نِیْ۔ مِنْ جارہ بیانیہ قَبْلُ اسم ظرف مبنی بر ضمہ پر۔ کیونکہ اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے۔ جار و مجرور
متعلق ہے اَشْرَکْتُمُوْ کے۔ اِنَّ حرف تحقیق۔ الف لام استغراقی۔ ظَالِمِیْنَ۔ جمع مذکر سالم ہے ظَالِمٌ کا۔ بحالت نصب

اسم ہے اِنَّ۔ لام جارہ بیانیہ مفعولیت کا حکم ضمیر جمع مذکر غائب۔ مجرور متصل۔ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ موجود یا واجبٌ یا ثابتٌ کا اور د وجملہ اسمیہ موکر خبر ہے اِنَّ کی عَذَابٌ اسم مفرد نکرہ تنوین تعظیم کی ہے یعنی بڑا عذاب بمعنے اخروی سزا بحالت رفع۔ نائب فاعل یا فاعل ہے پوشیدہ کا۔ اَلِیْمٌ اسم صفت مشبہ نکرہ مفرد بمعنیٰ فاعل ہے۔ اَلَمٌ سے بنا ہے یعنی دکھ دینے والا۔ دردناک۔ ذلیل کرنے والا۔ زخم لگانے والا۔ بحالت رفع کیونکہ صفت ہے عذابٌ کی۔

تفسیر عالمانہ

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مفسرین فرماتے ہیں کہ جب تمام فیصلے ہو چکیں گے گنہگار تو انبیاء کرام کی بارگاہوں اور ولیوں کے آستانوں کی طرف اپنی شفاعت کے لیے دوڑیں گے ور تمام انبیاء کرام دعائیں دیں گے مگر شفاعت کے لیے کسیؐ کی تلاش کا مشورہ عطا فرمائیں گے طالبان شفاعت پھرتے پھراتے آستانۂ رؤف رحیم پر حاضر ہوں گے پیارے آقا کی چوکھٹ سے ایسی خوشبو اٹھے گی کہ سب خوشبوء دل آویزی سے مست ہو جائیں گے پیارے رحمٰن رحیم کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے۔ اور آپ کی شفاعت منظور ہو گی کروڑوں کو اس شفاعتِ مصطفیٰؐ کے صدقے شفیع مذنبین بنا دیا جائے گا۔ پھر غوث قطب ابدال اوتاد افراد عالم محقق مفسر پیر استاد حافظ قاری چھوٹی اولاد لاکھوں شفاعت والے کروڑوں کو بخشوائیں گے یہ دیکھ دیکھ کر کفار بھی دل میں خواہش کریں گے پس تو اپنے سرداروں کے پیچھے پڑیں گے میدان محشر میں ہی یا جہاں کہیں بھی۔ اُن سے جو جواب سنیں گے وہ پہلی آیت میں گزر گیا وہاں سے منہ لٹکائے ہوئے جب جہنم پہنچیں گے تو دیکھیں گے کہ ایک جگہ ابلیس آگ کی زنجیروں سے جکڑا پڑا سسک رہا ہے۔ جہنم میں سب سے پہلے ابلیس لایا جائے گا۔ اور صرف ایک جہنم کا فرشتہ اس کو گھسیٹتا ہو جہنم میں دور سے پھینک دے گا۔ ایک عام فرشتے کی طاقت اتنی ہے کہ ستر ہزار ابلیس اگر ہوں تو اُس کے سامنے رائی برابر ہیں۔ جنت میں سب سے پہلے حضرتِ بلال جائیں گے جیسا کہ حدیث معراج سے ثابت ہوتا ہے۔ جب جہنمی کافر ابلیس کو دیکھیں گے تو اس کو لعنت ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ آج تو ہماری شفاعت کر کیونکہ دنیا میں ہم نے تیرا کہنا مانا تجھ کو خوش کیا تھا۔ تو شیطان جواباً کہے گا۔ میں تمہاری کیا شفاعت کر سکتا ہوں میں تو زنجیروں میں قید ہوں۔ جب جہنمی اُس کو زیادہ برا بھلا کہیں گے تو وہ قریبی آگ کے ایک ٹیلے یا منبر پر چڑھ کر یہ خطاب کرے گا کہ اے دوزخیو۔ دنیا میں تم سے اللہ تعالیٰ نے کچھ وعدے کئے تھے اور میں نے بھی کچھ وعدے کئے تھے تم کو دونوں کے وعدے بالکل حرف بحرف یاد ہیں۔ اور تم نے یہ بھی اپنی آنکھوں دیکھ لیا کہ رب تعالیٰ کے سارے وعدے سچے ثابت ہو گئے اور میرے سارے وعدے جھوٹے نکلے۔ اب تم اسی سے اندازہ لگا لو کہ آج میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ آج

تو میں تم سے زیادہ ذلیل اور تم مجھ سے زیادہ ذلیل۔ آج اللہ کے دربار میں میری شفاعت کی حیثیت ہی کیا ہے۔ آج تو اللہ کے دربار میں انبیا و اولیا کی ہی شان بلند ہے۔ رہا یہ کہنا کہ تم نے میری پیروی دنیا میں کی تھی۔ تو یہ تمہاری صاف بدبختی۔ بدنصیبی تھی میری کوئی ہیبت طاقت قدرت حکومت تم پر مسلط نہ تھی نہ میں تم کو جبراً پکڑتا ڈراتا تھا۔ تم نے تو دنیا میں مجھ کو دیکھا تک نہ تھا۔ میں تو خود تم سے چھپتا پھرتا تھا مجھ کو تمہارے محافظ فرشتوں کا اور نیکوں ولیوں کا ڈر لگا رہتا تھا ہاں البتہ میں صرف اتنا کرتا تھا کہ تمہارے دلوں میں اپنے وعدوں کے وسوسے ڈالتا تھا بس یہی میری ایک دعوت تھی جس کے ذریعے میں نے تم کو بلایا اور تم نے میری دعوت کو اتنی جلدی قبول کر لیا جیسے پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ تم کو تمہارے نبی ولی غوث و قطب پیر و مرشد علما ائمہ صحابہ اہل بیت پکارتے بتاتے بچاتے ہی رہ گئے مگر تم تھے کہ ہر آواز سے کان لپیٹ کر میری طرف میرے راستے پر دوڑتے ہی چلے آئے۔ میں اگر تمہارے آنے پر چند لمحوں کے لیے خوش ہو گیا تو مجھ پر کیا احسان۔ تم نے تو خود ہی اپنی عاقبت خراب کر لی لہٰذا آج مجھ کو لعن طعن ملامت اور برا بھلا نہ کہو بلکہ پہلے اپنے آپ کو برا بھلا اور ملامتیں کرو اپنے ہاتھ کاٹو۔ اپنے پیٹ کو نوچو۔ منہ پر تھپڑ مارو۔ یہ خبیث آج در غلانے والا اس دن کیسا صاف سچا جواب دے جائے گا۔ قربان جائیں ہم اپنے قرآن مجید کی عظمت پر کہ اس نے ساری کائنات کو پہلے سے کیسا صاف صاف اس کی ساری باتیں سب کو بتا دیں کوئی سب بھی نہ سمجھیں تو کیسی بدبختی مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیشمار وعدے فرمائے جو دنیا میں مشاہدے تجربے سے سب سچے ثابت ہو چکے اور قیامت تک میں مزید ثابت ہو جائیں گے۔

نمبر ۱۔ عالم ارواح کا وعدہ میں تمہارا رب ہوں ہر جہان میں تم کو پرورش فرماؤں گا۔ نمبر ۲۔ میرے نبی تشریف لائیں گے۔ نمبر ۳۔ وہ صاحب اختیار بن کر اور نعمتوں کے خزانے لے کر آئیں گے۔ نمبر ۴۔ انبیا کا قرب رب تعالیٰ کا قرب اور ان سے دوری رب سے دوری ہوگی۔ نمبر ۵۔ میرا کلام بھی نازل ہوگا۔ نمبر ۶۔ میری طرف سے ہدایت و ایمان بھی آئے گا۔ نمبر ۷۔ میرے نبی ظلمت سے نکالیں گے نور میں پہنچائیں گے۔ نمبر ۸۔ میرے ولی اور علما قیامت تک رہنمائی کے لیے آتے رہیں گے اور میری قوت کے مظہر ہوں گے۔ نمبر ۹۔ شکر کا ثواب بھی ملے گا اور دنیوی نعمتیں عزتیں بھی زیادہ ہوں گی۔ نمبر ۱۰۔ ناشکری کا عذاب بھی ضرور ہوگا اور دنیا میں غربت ذلت بھی۔ نمبر ۱۱۔ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں پیر فقیر قبر کو تعظیمی سجدہ حرام معبودی سجدہ کفر ہے۔ خواہ بندہ خودی میں ہو یا بیخودی میں۔ نمبر ۱۲۔ شیطان و نفس امارہ کو تمہارا دشمن بنایا جائے گا۔ نمبر ۱۳۔ انبیا علیہم السلام اور اولیا علما کو تمہارا خیر خواہ اور ہادی بنایا جائے گا۔ لہٰذا دوست دشمن کو پہچاننا۔ دوست کی ماننا دشمن کی نہ ماننا۔ نمبر ۱۴۔ تم کو دنیا میں بے خبر نہ رکھا جائے گا شریعت طریقت دنیا قبر حشر عذاب ثواب سب کی پوری خبریں دی جائیں گی۔ نمبر ۱۵۔ شریعت کے تمام قانون برحق ہیں حرام بھی ہے حلال بھی۔ عبادت بھی امر بھی نہی بھی اس پر عمل میں امن ہے بے عملی اور انکار میں مصیبت ہے۔ نمبر ۱۶۔ اللہ

رسول کے حکم سے خرچ کرنے صدقہ وخیرات سے امیر ہو جاؤ گے۔ نمبر ۱۷۔ کنجوسی بخیلی سے غریب و ذلیل۔ نمبر ۱۸۔ موت کے بعد دائمی زندگی ہو گی۔ نمبر ۱۹۔ قبر کا حساب عذاب ثواب بھی ضرور ہوگا اور قیامت کا حساب عذاب ثواب بھی ضرور ہوگا کیونکہ قیامت اور جنت دوزخ برحق ہے۔ نمبر ۲۰۔ مومن متقی کو جنت۔ فاسق فاجر کو سزا یا شفاعت اور کافر کو دائمی جہنم سزا ملے گی۔ یہ سب وعدے قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ شیطان نے جو وعدے اپنے معتقدوں فاسقوں کافروں سے کئے وہ سب جھوٹے۔

نمبر ۱۔ انبیاء بے اختیار ہیں۔ نبی ولی کچھ نہیں دے سکتے۔ نمبر ۲۔ نبی ولی کی عزت مت کرو ان کی نہ مانو۔ نمبر ۳۔ نبی ولی کی گستاخی توحید ہے ان کی عظمت اور نعت خوانی شرک ہے۔ نمبر ۴۔ نبی ولی کی اللہ کے دربار میں کوئی عزت و شان نہیں ان کے پاس مت جاؤ ان کو کوئی اختیار کوئی قوت نہیں۔ نمبر ۵۔ حرام کچھ نہیں سب حلال ہے سب کچھ کھاؤ کماؤ۔ نمبر ۶۔ عبادت شریعت سب بیکار و بے فائدہ ہیں۔ نمبر ۷۔ قبر میں کوئی عذاب ثواب نہیں۔ نمبر ۸۔ قیامت کوئی نہیں یہ جہاں یونہی رہے گا۔ نمبر ۹۔ زکوٰۃ صدقہ خیرات مت دو غریب ہو جاؤ گے۔ نمبر ۱۰۔ غیر اللہ کو پیر فقیر قبر کو سجدہ جائز ہے۔ نمبر ۱۱۔ خانقاہیں دوسے غلط ہیں۔ نمبر ۱۲۔ بت پرستی جائز ہے۔ نمبر ۱۳۔ طریقت وتصوف غلط ہے نمبر ۱۴۔ ہولی دیوالی کی چیزیں چڑھاوے جائز ہیں۔ گیارہویں بارہویں اور محرم کی نیاز حرام ہے۔ نمبر ۱۵۔ شریعت کی مت مانو۔ نمبر ۱۶۔ صانع عالم کوئی نہیں سب کچھ خود ہی بن بگڑ رہا ہے۔ نمبر ۱۷۔ بس یہ دنیا کی زندگی ہی ہے لہٰذا خوب فحاشی عیاشی کر لو۔ پھر وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہ ہیں شیطانی وعدے جو اس نے اپنے چیلوں کے ذریعے سب کو سنانے پہنچائے۔ قیامت میں انہی کا ذکر کر کے کہے گا میرے سب وعدے جھوٹے تھے اور مجھ کو پتہ تھا کہ میں جھوٹے وعدے کر رہا ہوں۔ تم نے اس وقت میری کیوں مانی ؟ لہٰذا آج۔

مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ نہ میں تمہارا مشکل کشا حاجت روا ہو سکتا ہوں اور نہ تم میرے حاجت روا مشکل کشا ہو سکتے ہو یہ شان تو اللہ کے پیاروں کی ہے اور پھر دنیا میں تم کو میں نے صرف دھوکے دیئے تم کو یہ تو نہیں کہا تھا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لو یا اس طرح کہ میری پوجا کرنے لگ جاؤ جیسا کہ بعض ہندو شیطان دیوتا کے پجاری ہیں یا اس طرح کہ اللہ کی بات چھوڑ کر میری بات اس طرح عقیدت سے ماننے لگ جاؤ جس طرح کہ اللہ کی بات ماننی چاہیئے۔ یا نبیوں ولیوں کو چھوڑ کر مجھ کو حاجت روا سمجھ لو۔ یا یہ معنی ہے کہ دنیا میں میری وجہ سے تم نے بتوں وغیرہ کا شرک کیا۔ میں تمہاری ان سب حرکتوں سے اس وقت بھی راضی نہ تھا مگر آج تو سخت بیزار ہوں بلکہ میں صاف منکر ہوں۔ اور تم سے سخت متنفر ہوں۔ بیشک تم اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہو۔ تم نے تو ایسی چالیں ایسے مکر کئے تھے ایسے کفریات ایجاد کر لیے تھے جو میری سوچ سمجھ سے بھی زیادہ تھے تمہارے چیلے فریب میری استادی

سے بڑھ گئے تھے۔ اور ظالموں کے لیے آج ابد تک بہت بڑا دردناک عذاب ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں نیکی کے کام آسان ہیں اکثر گناہ کے کام مشکل ہیں مگر کافر فاسق آسان کام سے منہ موڑتے ہیں اور مشکل کاموں کو خوشی سے کر جاتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کی عبادت ریاضت آسان ہے لیکن کفار جوگی راہبوں کی ریاضتیں ترک دنیا وغیرہ سخت مشکل مگر شیطان کے جال میں جکڑے ہونے کی وجہ سے اسلامیات سے روگرانی اور دوری۔ غافل دن میں دو قدم چل کر مسجد تک آنے میں مصیبت سمجھتا ہے مگر تماشے کے لیے سفر وقت اور دولت خرچ کرنے پر خوشی سے تیار ہو جاتا ہے۔ محققین فرماتے ہیں کہ شیطان کے وسوسے ڈالنے کے بہت طریقے ہیں سب سے بڑا طریقہ یہ ہے کہ ابلیس یا اس کا چھوٹا شیطان کندھوں کے بیچ نفس امارہ کے وتھڑے پر بیٹھ کر قلب کی رگ زنجیر شعور ہلاتا ہے تو قلب گناہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی جگہ بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ دنیا کی آٹھ چیزوں کا اثر انسانی دل پر وارد ہوتا ہے جس کی بنا پر انسان اچھا یا برا بنتا ہے۔

نمبر ۱۔ محفل مجلس۔ نمبر ۲۔ کلام۔ نمبر ۳۔ کتاب اور تحریری مضامین۔ نمبر ۴۔ محبت و عشق۔ نمبر ۵۔ حسن و ادا۔ نمبر ۶۔ آواز سریلی۔ نمبر ۷۔ نور۔ نمبر ۸۔ نار۔ رب تعالیٰ نے وعظ کلام کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا محفل مجلس کے لیے اولیاء علماء کو پیدا فرمایا کلام کے لیے کتابوں کو نازل فرمایا۔ محبت و عشق کے لیے اپنی ذات کا تعارف کرایا حسن و ادا کے لیے سیرت النبی کو بھیجا آواز کے لیے تلاوت کلام کا حکم دیا۔ نار کے لیے عشق پیدا فرمایا اور نور کے لیے رحمۃ عالمین تشریف لائے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ میدان محشر میں کفار کو اپنے سب بداعمال یاد ہوں گے اور اپنے گمراہ کرنے والوں کو بھی پہچانیں گے یہاں تک کہ ابلیس کو پہچان لیں گے حالانکہ دنیا میں صرف نام ہی سنا ہے دیکھا کبھی نہیں سب کافروں کی ذہنی کیفیت یہ ہوگی تو مومن کی شان تو اس سے کہیں بلند ہے۔ لہٰذا مومنین بھی سب کو پہچانتے ہوں گے کفار صرف اپنے اچھے عمل بھول جائیں گے جو انہوں نے انسانی ہمدردی میں کئے ہوں گے۔ کفار کے دنیا میں اچھے کام صرف وہی ہیں جو انہوں نے رفاہ عام کے لیے کئے جیسے غریبوں کی دیکھ بھال سڑکیں۔ ہسپتال۔ وغیرہ ورنہ ان کی پوجا پاٹ اور ترک دنیا کی مشقتیں۔ بتوں کی بھینٹ نذرانے تو بالکل ہی بیکار ہیں۔

دوسرا فائدہ۔ ابلیس اور تمام سرکش جنات کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اگرچہ یہ آگ کے بنے ہوئے ہیں مگر آگ کا عذاب ان کو تکلیف دے گا۔ اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی کے گناہ سے خوش راضی ہو اس کو بھی عذاب ہو گا اگرچہ وہ خود گنہگار نہ ہو۔ روایتوں میں آتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے ماتحتوں سے اپنی عبادت پر راضی ہوں وہ بھی جہنم میں اس رضا کی بنا پر بھی ڈالے جائیں گے دیگر کفر اس کے علاوہ ہوں گے یہ فائدہ اِذْ دَعَوْتُكُمْ سے

فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ تمام ایمان کی اصل ایمانِ رسالت ہے۔ دیکھو شیطان ابلیس۔ نبوت کے علاوہ سب کچھ مانتا تھا۔ توحید کا قائل جنت دوزخ قبر محشر کا قائل۔ عذاب و ثواب پر ایمان تھا۔ صرف نبوت پر ایمان نہ تھا لہٰذا سب کچھ بیکار ہو گیا۔ اور جہنم میں ڈال دیا گیا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اپنے متعلق ایسی بات کسی یا لوگوں مریدوں شاگردوں عقیدت مندوں سے کہلوانی جائز نہیں جو حق نہ ہو یا شریعت کے خلاف ہو۔ اسی طرح خاص لباس یا کوئی لقب۔ یا عہدہ وغیرہ جو اس میں نہ ہو وہ برتنا کبھی کہلوانا یا لکھنا جائز نہیں کل قیامت میں اس پر سزا مل سکتی ہے یہ مسئلہ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ کہ شیطان قیامت کے دن اپنے پر الزام تراشی اور دوسروں کو بہلانے سے منکر ہوگا۔ حالانکہ شیطان کی ان ہی حرکتوں اور پسندیدگیوں نے اس کو جہنم میں ڈالا ہوگا۔ لہٰذا جو پیر خود کو سجدے کرائے۔ یا غیر سید خود کو سید یا شاہ جی کہنے سے خوش ہو یا جاہل شخص علما کا لباس پہنے۔ یا اپنے آپ کو مفتی وغیرہ کہلوائے حالانکہ فتویٰ نہ لکھتا ہو وہ سب اپنا انجام سوچ لیں۔ اس زمانے میں یہ چیزیں فیشن بن چکی ہیں۔ ہم کتنے ہی پڑھے ہوں مگر خود کو ڈاکٹر۔ جج۔ اور کمشنر ایس پی وغیرہ نہیں کہہ اور کہلوا سکتے کیونکہ ایسا کہنے سے حکومت سخت سزا دیتی ہے تو اسلامی خطابات بھی نااہل کے لیے استعمال کرنا حرام ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ دنیوی زندگی میں ایسے کام کرنا جو قرآن و حدیث کی رو سے قابلِ ملامت ہوں حرام ہے۔ کل قیامت میں ایسے کاموں سے بڑی ذلت و رسوائی ہوگی۔ لہٰذا موجودہ زمانے میں ملامتیہ فرقہ گمراہ ہے۔ بلکہ بعض اپنی جہالت کی بنا پر کفر تک چلے جاتے ہیں۔ گویا کہ دینی ملامت حرام ہے دنیوی ملامت جائز ہے یہ مسئلہ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ جہنم میں کفار و شیطان کی ایک دوسرے کو ملامت اسی دینی بدعملی کی بنا پر ہوگی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ شیطان نے کہا وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ دنیوی گناہوں پر اپنے آپ کو ملامت کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بندہ اپنے فعل کا خود خالق ہے۔ نہ کہ باری تعالیٰ اگر رب تعالیٰ خالق گناہ ہوتا تو شیطان کہہ دیتا کہ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلَا اَنْفُسَكُمْ (معتزلی فرقہ)

جواب۔ مفسرین نے دو جواب دیے ہیں نمبر ۱۔ یہ شیطان کا کلام ہے اس سے دلیل پکڑنا بھی شیطانی ہے۔ نمبر ۲۔ مسلکِ اہلسنت یہ ہے کہ خالق گناہ رب تعالیٰ ہے مگر کاسب گناہ بندہ ہے۔ اور ملامت و عذاب کسب پر ہے نہ کہ خلق پر۔ یہ جواب زیادہ مضبوط ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَقَالَ الشَّيْطٰنُ قال فعل ماضی ہے جو گزشتہ کی خبر دیتا ہے حالانکہ یہ قول تو قیامت میں ہوگا۔ جواب۔ نحو کا مشہور قاعدہ کلیہ ہے کہ جہاں کوئی

ایسا نشان و قرینہ موجود ہو جو فعل کو التباس اور غلط یا مشتبہ ہونے سے بچالے تو وہاں مضارع کی جگہ ماضی کو ماضی کی جگہ مضارع استعمال کرنا جائز ہے۔ وہاں استعمال کا فائدہ یقین دلانا ہے۔ ماضی کی جگہ مضارع ہونا یہ بتاتا ہے کہ یہ گزشتہ کام اتنا یقینی ہے کہ گویا ابھی ہو رہا ہے اور مضارع مستقبل کی جگہ ماضی ہو تا یہ بتاتا ہے کہ یہ کام جو آئندہ ہوگا اتنا یقینی ہے گویا ہو ہی گیا۔ یہاں لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ وہ قرینہ ہے جو قَالَ ماضی سے ماضی کا اشتباہ دور کر کے مستقبل کو ثابت کر رہا ہے۔ لہٰذا بالکل درست ہے اشتباہ بھی دور ہوگیا اور یقین کا فائدہ بھی ہوگیا۔

تیسرا اعتراض۔ شیطان نے کہا اَشْرَكْتُمُوْنِ میں تمہارے اس شرک سے انکاری ہوں جو تم نے مجھے کیا۔ شیطان کو تو کوئی نہیں پوجتا۔ ہندو بھی شیطان کو برا سمجھتے ہیں تو یہ بات کیونکر درست ہوئی؟

جواب۔ اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ بدھ مت کا ایک فرقہ تھنو نامی شیطان ابلیس کو معبود کہتا ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ۔ شرک بمعنی خدا تعالیٰ کے مقابل کسی کی بات ماننی۔ اس اعتبار سے اللہ رسول کا ہر نافرمان مشرک ہے، دھرم اور اسلام کا مخالف شیطان کا پجاری ہے۔ **چوتھا اعتراض**۔ شیطان نے یہ کیوں کہا کہ مجھ کو ملامت مت کرو۔ حالانکہ اس کے سب کام لائق ملامت و قابل عذاب ہے۔

جواب۔ اس لیے کہ تم اپنے فعل بد پر مجھ کو ملامت نہیں کر سکتے تم نے جو بدعملی کی اپنی خوشی سے کی رہی میری بات تو میں خود اپنے کو ملامت کروں گا یا ملائکہ کی طرف سے یا اللہ کی طرف سے یا مومنین کی طرف سے مجھ پر ملامت لعنت پھٹکار آئے گی۔ اور عذاب تو آ ہی گیا۔ تم بھی دیکھ رہے ہو۔ **لطیفہ**۔ ایک دفعہ چکوال ضلع جہلم میں مرزائی مناظر نے دہابیوں کو اسی بات پر شکست دیدی تھی کہ تم ہم سے مرزا کی نبوت پر مناظرہ نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارے قاسم نانوتوی نے خود ختم نبوت کا انکار کیا ہے ہاں ہم سے مناظرہ صرف بریلوی کر سکتے ہیں یا شیعہ لوگ۔

تفسیر صوفیانہ

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اور بولا غرورِ نفسانی جب دارِ داتِ تقدیر کا فیصلہ سنایا گیا بیشک ربِ کائنات نے قہر و جمال کے جو وعدے کئے وہ بالکل برحق ہیں اور اس کے مقابل جو متکبرانہ وعدے میں نے کئے تو وہ سب غلط تھے محض ظاہری دکھلاوا دھوکہ اور فریب تھا میں باطل میرے سب کام باطل اور باطل میں کچھ زور و سلطانیت نہیں ہوتی اے اعضاء قالب تم پر میرا کچھ زور نہ تھا صرف غیر مرئی وسوسہ اور راہِ ہدایت سے ہٹ جانے کا مشورۂ باطنی ہی تھا جس کو تم نے قبول کر لیا۔ اب محرومی کے جہنم میں ضربات قہر کے وقت مجھ کو برا کہکر مت کوسو یہ سب فیاشیاں خرمستیاں تمہاری اپنی ہیں میرا تو صرف بہانہ ڈھونڈا اور تمہارے نفسوں نے خود تم کو خودی کے چکر میں پھنسایا لہٰذا انہی کی مذمت کرو۔ اور اب ملامت سے بھی کچھ

فائدہ نہیں۔ لمحاتِ زندگی وسوائسِ نفسانی اور شہواتِ جسمانی میں پھنسنے کے لیے نہیں یہ تو معرفتِ صفاتِ تعالیٰ کے لیے دیے گئے ہیں۔ اور معرفتِ صفات کے لیے فکرِ قلب ضروری۔ فکر کے لیے عقل اور عقل کے لیے تدبر۔ تدبر کے لیے حکمت ضروری۔ حکمت ہی خزانہ قلب ہے اور بندۂ مومن کا انعام ہے۔ اشقیا تابعِ حرص و ہوس ہو کر کورچشمی کرتے ہیں۔ حالانکہ فرش سے عرش تک تمام مخلوق اور اُس کے ذرے وحدانیت کی منہ بولتی نشانیاں اور دلیلیں ہیں۔ ساری کائناتِ ظاہری اور جسمانیاتِ باطنی اہلِ بصیرت کے لیے کتابِ مبین ہے۔ حیاتِ دنیوی اسی فکر و غور کے لیے دی گئی ہے مگر یں نے اپنی رذالت سے تم نے اپنی حماقت سے ان بیش لمحات کو گنوا دیا۔ اس لیے آج۔ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ نہ میں تم کو منزلِ مراد تک پہنچا کر تمہاری فریاد رسی اور مشکل کشائی کر سکتا ہوں نہ تم میری (مشکل کشا تو اہلِ دل ہوتے ہیں) تم سب نفس پرست ہو آج میں تمہاری اس پرستش اور عبادت سے بیزار ہوں جو تم نے مغروریت کے ساتھ ادا کیں تم نے غرورِ نفس کے سامنے اسی طرح سرنگوں کیا جس طرح اہلِ ایمان معبودِ حقیقی ربِّ کائنات کے سامنے کرتے تھے مومن کی نماز تو قرآن و حدیث کی نیازمندی سکھاتی ہے علما زاہدین عابدین کا ادب سکھاتی ہے لیکن تم نے نمازیں پڑھیں سر میں غرور رکھ کر سجدے کئے مگر عقل میں فتور رکھ کر۔ یہ عبادت نہیں بلکہ شریعت و طریقت کے ساتھ جفا و ظلم ہے اور یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ دنیا میں محرومیِ انوار کا۔ اور آخرت میں ناقابلِ ثواب کا۔ خیال رہے کہ شیطان و نفس کی محبت ہی اُس کی پوجا ہے اور اس کو رب تعالیٰ کا شریک بنانا ہے۔ محبت کا دوسرا نام ایمان ہے۔ مگر حقیقی محبت صرف رب تعالیٰ سے ہے۔ یہی محبت کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ نمبر ۱۔ وفا۔ نمبر ۲۔ ادب۔ نمبر ۳۔ مروت۔ محبت خدا کی نشانی اہل اللہ کی حرمت ہے۔ اور محبتِ مصطفیٰ کا پہلا انعام مشاہدۂ الٰہیہ میں ثابت قدمی ہے۔ دوسرا انعام نورِ ازلی سے موانست پیدا کرنا ہے۔ جس بندے کو یہ نعمتیں مل جاتی ہیں وہ فراق سے بچ جاتا ہے اور وصلِ انوارِ الٰہی سے ہمکنار ہوتا ہے اور اپنے باطن میں عشقِ جمال کی آگ فروزاں دیکھتا ہے۔ مگر تمام کمالات کے لیے دامنِ مصطفیٰ کی ہر مقام پر رہنمائی شرط ہے اسی دروازے کی نسبت غرورِ شیطانی اور تکبرِ ابلیسی سے بچا سکتی ہے۔ ہماری نمازیں روزے صدقہ و خیرات کی پہنچ تو فقط آستانہ مصطفیٰ تک ہے دروازۂ الٰہیہ تک ہم کسی بھی عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتے تمام اولیاء علماء ظاہری باطنی روحانی عرفانی وسیلے صرف آستانہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم تک پہنچا سکتے ہیں۔ یہیں سے ہی تو راز ضیا ہے کہ ہر کس و ناکس کو بگڑا کر بارگاہ رب کائنات میں پیش کر دیں۔ دین ہو یا دنیا قبر ہو یا حشر۔ ہر جگہ رحمۃ عالمین کی رحمت کی حاجت ہے۔ مخلوق کے لیے وہی اللہ کی طرف سے حاجت روا مشکل کشا۔ فرمایا اس بنا کر بھیجا گیا لہٰذا اے بندے۔

دونوں عالم کا تجھے منظور گر آرام ہے۔ تو ان کا دامن تھام لے جن کا محمد نام ہے۔

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ

اور داخل کر دیے گئے وہ جو مومن بنے اور عمل کیے اچھے ۔ باغوں میں

اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ باغوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ

جاری ہیں سے نیچے جن کے نہریں دائمی رہنے والے ہیں وہ میں ان ۔ سے اجازت

داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اپنے رب کے حکم

رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ

رب اپنے کی ۔ عزت افزائی ان کی ہیں ان سلام کرنا ہے ۔ کیا تم نے نہ دیکھا

سے اس میں ان کے ملتے وقت کا اکرام سلام ہے کیا تم نے نہ دیکھا

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ

کیسی بیان فرمائی اللہ نے مثال کلام پاکیزہ کی

اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ لا تُؤْتِيْۤ

جیسے کہ درخت اچھا جڑ اس کی قائم اور شاخیں اس کی ہیں آسمان دیتا رہتا ہے

جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں ہر وقت اپنا پھل

اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ

پھل اپنے ۔ ہر وقت ۔ سے اجازت رب کی اپنے اور بیان فرماتا ہے اللہ

دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کے لیے

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ

تعالیٰ بہت مثالیں لیے لوگوں کے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ۔ اور مثال

مثالیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ سمجھیں اور گندی بات کی مثال

كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۣاجْتُثَّتْ مِنْ

کلام برے کی جیسے کہ درخت برا جو کاٹا گیا ہے

جیسے ایک گندا پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا

فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

اوپر زمین کے نہیں ہے لیے اس کے کچھ ٹھہرنا

اب اُسے کوئی قیام نہیں

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں جہنمی کفار اور ان کے رہنماؤں کا ذکر ہوا تھا۔ اب یہاں جنتی لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں کفار کی آپس میں لعنت ملامت کا ذکر ہوا اب ان آیات میں مومن متقی اور اللہ کے پیارے بندوں کے سلام دعا اور آپس کی گفتگو کا تذکرہ ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں کفار کے سارے سہارے ٹوٹ جائیں گے اور سب گمراہ کرنے والے ان گمراہوں کو چھوڑ جائیں گے مگر مومن کی یہ حالت نہ ہوگی مومن مصیبت میں جن اولیا غوث قطب کو پکارتا ہے وہ محشر میں بھی اُن کی مدد کریں گے۔ اب ان آیات میں یہ مثال بیان ہو رہی ہے کہ مومن شجر طیب کی مثل ہے۔ اور کافر شجر خبیث کی مثل کمزور اور ٹوٹنے والا ہے۔

تفسیر نحوی

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۔ واؤ ابتدائیہ اُدْخِلَ فعل ماضی مطلق مجہول باب افعال سے ہے مصدر اِدْخَالٌ ۔ داخل کرنا۔ متعدی ہے یہاں بمعنی مستقبل ہے اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر بحالت رفع نائب فاعل اُدْخِلَ کا اٰمَنُوْا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع غائب مستتر اس کا

فاعل ہے۔ واؤ سر جملہ۔ عَمِلُوْا فعل ماضی مثبت معروف صیغہ جمع غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر اس کا فاعل ہے۔ الف لام۔ استغراقی حرفی۔ یا اسمی بمعنی الذین۔ صٰلِحٰت جمع مؤنث سالم واحد ہے صَالِحَةٌ بمعنی درستی والے کام (نیکیاں) یہ سب جملے فعلیے عطف معطوف کے صلے ہوئے الذین کے اور جنّٰت اسم جمع مؤنث سالم واحد ہے جَنَّةٌ بمعنی چھپا ہوا باغ چار دیواری وغیرہ میں۔ بحالت نصب میں اس پر کسرہ آتا ہے۔ مفعول فیہ ہے اُدْخِلَ کا۔ موصوف ہے۔ تَجْرِیْ فعل مضارع بمعنی حال معروف صیغہ واحد مؤنث جَرْیٌ سے بنا ہے بمعنی بہنا۔ مِنْ جارہ بیانیہ تَحْتِ اسم ظرف ہے۔ معرب ہے مگر تنوین یعنی دو زبر۔ زیر۔ پیش نہیں آسکتی۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور متصل جار و مجرور متعلق ہے تجری کے اَلْاَنْھٰرُ الف لام عہد ذہنی اَنْھٰرُ جمع مکسر ہے نَھْرٌ کا بمعنی بہتا ہوا پانی۔ دراصل نہر اس جگہ کا نام ہے پانی پہنچانے کے لیے بنایا جائے لیکن مجازاً اس میں بہتے پانی کو بھی نہر کہدیا جاتا ہے۔ گویا سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا۔ بحالت رفع ہے۔ فاعل ہے تَجْرِیْ کا۔ خٰلِدِیْنَ اسم فاعل ہے باب نصر کا صیغہ جمع مذکر۔ واحد ہے خَالِدٌ خُلُوْدٌ سے بنا ہے بمعنی ہمیشہ رہنا۔ فِیْ جارہ ظرفیہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جنّت ہے۔ کیونکہ غیر ذوی العقول جمع کے لیے واحد مؤنث کی ضمیر آتی ہے۔ بِ جارہ بمعنی مَعَ (ساتھ) اِذْنِ اسم مفرد جامد۔ بمعنی۔ مشیت چاہت۔ پسند۔ حکم۔ ارادہ۔ اجازت۔ یہاں ہر معنی مناسب ہیں۔ مجرور ہے بِ جارہ سے متعلق دوم ہے خٰلِدِیْنَ کا۔ متعلق اول فیھا ہے۔ مضاف ہے رَبِّ اس کا مضاف الیہ ہے اور مضاف ہے مابعد ھِمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل کا۔ تَحِیَّتُ اسم مصدر حاصل مصدر ہے۔ باب تَفَعُّلٌ سے ہے دراصل تھا تَحْیِیٌ۔ حَیٌّ سے مشتق ہے۔ بمعنی زندگی ملنا۔ زندگی دینا۔ زندہ رہنا۔ دو ی ایک جگہ جمع ہوئیں تو دوسری ی لام کلمہ کو ت مصدریہ سے بدل دیا۔ اسی سے ہے حَیٰوۃٌ بمعنی زندگی۔ یہاں اسم جامد ہے بمعنی زندگی سلامتی کی دعا۔ قائم مقام سلام ہے۔ یا بمعنی مبارک بادی۔ بحالت رفع مبتدا ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل اس مصدر کا فاعل مضاف الیہ ہے اگر اس کا سلام دعا مراد ہو اور اگر مبارک بادی مراد ہو اور اگر فرشتوں کی تحیت مراد ہو تو ھُمْ ضمیر مفعول مضاف الیہ۔ مرجع جنتی لوگ ہیں۔ فِیْ جارہ ظرفیہ ھَا ضمیر مؤنث کا مرجع جنّت ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے تحیت مصدر کا۔ سَلٰمٌ اسم مفرد نکرہ نکرہ۔ یا صفت مشبہ ہے سَلَمٌ سے بنا ہے بمعنی۔ ظاہری۔ باطنی آفتوں برائیوں سے بچنا۔ بچا ہوا رہنا۔ یہ بھی دعائیہ فقرہ ہے بحالت رفع ہے کیونکہ خبر ہے مبتدا کی۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ اَ ہمزہ استفہام اقراری کے لیے۔ لَمْ تَرَ فعل نفی جحد بلم مضارع معروف بمعنی ماضی مطلق اختیاری۔ صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر فاعل کا مرجع یا نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا عام انسان یا مسلمان۔ باب ضَرَبَ سے ہے۔ رَاْیٌ۔ مہموز العین اور ناقص یائی سے بنا ہے بمعنی۔ غور کرنا۔ تدبر کرنا۔ سمجھنا۔ دیکھنا۔ تفکر کرنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے کَیْفَ۔ اسم سوالی برائے تعجب

مبنی غیر مُتَمَکِّن اسماءِ مبہمات میں سے ہے کیف کی تین حالتیں ہیں۔ نمبر ۱۔ ظرف زمانی۔ نمبر ۲۔ ظرفِ مکانی۔
نمبر ۳۔ ظرفِ مجازی۔ یہاں اسی حالت میں ہے ظرف ہے لم تری کا لہٰذا بحالتِ نصب ہے۔ ضَرَبَ۔ فعل ماضی مطلق
معروف صیغہ واحد مذکر غائب فاعل اسم ظاہر اللّٰہُ۔ بابِ ضَرَبَ سے بنا ہے۔ بمعنی۔ مارنا۔ بیان کرنا۔ یہاں مراد ہے
بیان کرنا۔ مَثَلاً۔ اسم تشبیہی ہے۔ دو کمی چیزوں کی تشبیہ کے لیے بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے ضَرَبَ کا۔ مُبدَل
منہ ہے کَلِمَۃً کا کَلِمَۃً اسم مفرد مؤنث دراصل ہے کَلْمٌ ت تانیث آخر میں لگی۔ کَلْمٌ سے بنا ہے بمعنی زخم لگانا۔ بات
کرنا کوئی حقیقی کام کرنا۔ کَلِمٌ مذکر کی جمع ہے کَلِمٌ یا اَکلام یا کلم۔ اور کَلِمَۃٌ مؤنث کی جمع کَلِمَاتٌ یہاں کَلِمَۃ
سے مراد قولِ الٰہی یا فیصلۂ الٰہیہ۔ بحالتِ نصب ہے بدل تابع ہے طَیِّبَۃً تشبیہ کے لیے شَجَرَۃٍ اسم مفرد
نکرہ بحالتِ جر۔ موصوف ہے طَیِّبَۃٍ صفت کا۔ اس کی جمع مؤنث سالم ہے شَجَرَاتٌ۔ مذکر ہے شَجَرٌ مذکر مکسر
جمع ہے اَشْجَار۔ شَجْرٌ سے بنا ہے بمعنی گھنا درخت۔ لمبی تنا میں۔ لڑیوں والی چیز۔ اسی معنی میں سلسلۂ نسب و شریعت و
طریقت کو شجرہ کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہرا درخت ہے یہ مرکب ترصیفی جار و مجرور ہو کر متعلق ضَرَبَ کا۔ اَصْلُ۔ اسم مفرد
معرفہ بحالتِ رفع مبتدا ہے۔ تنوین سے مانع اضافت ہے اس کی جمع ہے اصول۔ اصل کا معنی جڑ۔ قاعدہ۔ ضابطہ۔
یہاں معنی جڑ ہے۔ ہا ضمیر مضاف الیہ ہے لہٰذا مجرور متصل ہے۔ ثَابِتٌ اسم فاعل۔ واحد مذکر کا صیغہ باب نَصَرَ سے
ہے ثَبْتٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ قائم رہنے والا۔ موجود ہونا۔ ظاہر ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ واؤ۔ عاطفہ یا حالیہ۔
فَرْعُ۔ اسم مفرد معرفہ اس کی جمع ہے فُرُوْع۔ فَرْعٌ کا لغوی ترجمہ ہے ہر چیز کا اوپر والا ظاہری حصہ جو اصل سے بلند
ہو۔ سردار کو بھی فرع کہتے ہیں۔ اولاد کو فرع اسی معنی سے کہتے ہیں کہ ماں باپ دنیا سے چھپ جاتے ہیں۔ اور نسل
باقی و ظاہر رہتی ہے۔ یہاں مراد ہے درخت کی شاخیں یہ واحد جنسی ہے جو سب شاخوں کو شامل ہوتی یا مراد ہے
درخت کا تنا جو واحد ہی ہوتا ہے۔ تب یہ فَرْعُ واحد حقیقی ہے یعنی ایک فرع۔ بحالتِ رفع ہے مبتدا ہے تنوین سے
مانع اضافت ہے ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کی طرف۔ فی جارہ ظرفیہ السَّمَاءِ۔ الف لام عہد ذہنی سماء اسم مفرد
معرف باللام۔ سمو سے بنا ہے بمعنی بلندی۔ آسمان۔ یہاں مراد آسمانِ حقیقی ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے۔ موجود
یا مرفوع پوشیدہ اسم مفعول کے اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر۔ خبر ہے مبتدا فرعہا کی۔ تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ
رَبِّهَا وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ
اِجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ تُؤْتِیْ۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث غائب باب
افعال سے۔ اس کا مصدر ہے اِیْتَاءٌ۔ اَتْیٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی آنا۔ لانا۔ دینا۔ یہاں مراد ہے دینا۔ ھی ضمیر
مرفوع مستتر اس کا فاعل ہے اس کا مرجع شَجَرَۃٍ طَیِّبَۃ ہے اُکُلُ۔ اسم جامد حاصل مصدر بمعنی خوراک غذا۔ طعام۔
مراد ہیں پھل۔ بحالتِ فتحہ ہے مفعول بہ ہے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث مجرور متصل یہ مرکب اضافی نفسی ہے۔ کُلَّ اسم تاکیدی

بحالتِ فتحہ ظرف ہے تؤتی کا۔ مضاف ہے حِینٍ کا حِینٍ اسم مفرد نکرہ معرب اسم متمکن۔ جب مضاف ہو تو
فتحہ پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَحْیَانٌ۔ بمعنی۔ مطلق وقت۔ سال۔ مدت۔ ساعت۔ یہاں مراد مطلق وقت ہے یعنی ہر
وقت۔ بعض نے کہا بمعنی سال ہے یعنی ہر سال۔ بِ جارہ بمعنی۔ اِذْنِ اسم مفرد بمعنی اجازت مضاف ہے رب اسم
مبالغہ صفاتی نام ہے۔ ھَا ضمیر کا مرجع شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ واؤ مستانفہ۔ یَضْرِبُ۔ فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب ضَرْبٌ
سے بنا ہے بمعنی بیان کرنا۔ اللّٰہُ اسم مفرد معرفہ بحالت رفع ہے فاعل ہے۔ الف لام استغراقی اَمْثَالُ جمع ہے مَثَلٌ کی
بمعنی تشبیہ کہاوت۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے۔ لام جارہ بمعنی بِ۔ النَّاسِ الف لام استغراقی ناس
اسم مفرد لفظاً واحد ہے۔ معناً سب انسانوں کو شامل ہے۔ واحد جمع مذکر مؤنث بچہ بوڑھا۔ عاقل۔ غیر عاقل سب
کو۔ نُوْسٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی بھولنا۔ محبت کرنا۔ اس کی تصغیر نویس ہے لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ فعل مضارع معروف
صیغہ جمع مذکر غائب۔ باب تَفَعُّلٌ سے ہے۔ ذِکرٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی یاد کرنا۔ نصیحت پکڑنا۔ چرچہ کرنا۔ واؤ عاطفہ
عطف ہے کَشَجَرَۃٍ پر تُؤْتِیْ پورا جملہ فعلیہ صفت ہے شَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ کی۔ وَیَضْرِبُ علیحدہ جملہ فعلیہ معترضہ
ہے۔ مَثَلُ۔ اسم مفرد جامد تشبیہی ہے۔ بحالتِ رفع مبتدا ہے۔ تنوین سے مانع اضافت ہے کَلِمَۃٍ۔ مؤنث لفظی ہے۔
بحالت جر مضاف الیہ ہے مَثَلُ کا۔ موصوف ہے مابعد کا۔ خَبِیْثَۃٍ اسم مؤنث واحد ہے اس کی جمع ہے خَبِیْثَاتٌ
اس کا مذکر ہے خَبِیْثٌ مذکر جمع ہے۔ خُبَثَاءُ جمع سالم ہے خَبِیْثُوْنَ صفت مشبہ ہے۔ خُبْثٌ سے مشتق ہے
بمعنی۔ کمزور۔ بے فائدہ۔ بے پھل۔ بانجھ۔ خراب۔ گندہ۔ ناپاک۔ بدعقیدہ۔ بے دین۔ بددیانت۔ گناہ۔ نقصان دہ۔
یہاں مراد کمزور بے پھل ہے۔ بحالتِ کسرہ ہے صفت کلمہ کی۔ کَ حرفِ جر تشبیہی اسمی ہے ہم معنیٰ مَثَلٌ مثل ہے
کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ میں بھی ایسا ہی ہے۔ شَجَرَۃٍ اسم مفرد نکرہ مجرورہ موصوف ہے خَبِیْثَۃٍ صفت ہے۔ یہ مرکب توصیفی
موصوف ہے مابعد جملے کا۔ اور جار و مجرور متعلق ہے یَکُوْنُ فعل پوشیدہ کا۔ وہ جملہ فعلیہ تامہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی ن تنوین
کی عوض ہے۔ اُجْتُثَّتْ فعل ماضی مطلق مجہول مثبت صیغہ واحد مؤنث غائب۔ باب افتعال سے ہے۔ مصدر ہے
اِجْتِثَاثٌ۔ جَثٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی۔ جڑ سے اکھیڑنا۔ تنا کاٹنا۔ زمین کے ساتھ ملا ہوا تنا کاٹنا۔ یہاں
یہی آخری معنی مناسب ہے۔ مِنْ جارہ بمعنی بِ جارہ یا اپنے ہی ابتداء غایت کے معنی میں ہے۔ فَوْقِ اسم ظرف معرب
ہے کیونکہ مضاف الیہ ظاہر موجود ہے۔ بحالتِ جر ہے مِنْ جارہ سے۔ ظرفِ مکانی ہے اوپر۔ الْاَرْضِ۔ الف لام جنسی۔
اَرْض اسم مفرد معرف باللام بمعنی سطح زمین۔ بحالت جر ہے مضاف الیہ ہے فوق کا۔ یہ مرکب اضافی جار و مجرور
ہو کر متعلق اُجْتُثَّتْ کا اس کا نائب فاعل ھِیَ ضمیر مستتر کا مرجع شَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃٍ ہے اور ذوالحال ہے۔ مَا لَھَا جملہ اسمیہ
کا۔ مَا نافیہ مشبہ بلیس لَھَا۔ لام جارہ برائے مفعولیت ھَا ضمیر مجرور متصل۔ متعلق ثابت پوشیدہ کا اور یہ جملہ اسمیہ
ہو کر اسم ہے مَا کا مِنْ جارہ زائدہ قَرَارٍ اسم مفرد نکرہ۔ بروزن فَعَالٌ ثلاثی مصدر ہے۔ اور یہاں مصدری معنی میں ہی۔

کبھی ظرف بھی ہو جاتا ہے یعنی ٹھیرنے کی جگہ۔ مگر یہاں بمعنی ٹھیرنا ہے۔ قرار سے بنا ہے۔ بحالت کسرہ ظاہراً لیکن بلفظاً بحالت فتحہ ہے کیونکہ خبر ہے مانافیہ کی۔ مانافیہ کا پورا جملہ اسمیہ ہو کر حال اُجْتُثَّتْ کے نائب فاعل یعنی ضمیر مؤنث کا۔

تفسیر عالمانہ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ۔ اور داخل کئے جائیں گے۔ ایک قرأت ہے ادخلُ متکلم یعنی میں داخل کروں گا۔ ان لوگوں کو جو ایمان لائے تمام شریعت طریقت معرفت حقیقت پر اور ظاہر و غائب پر حدیث و قرآن پر۔ اور تمام زندگی اچھے اور اللہ رسول کی خوشنودی والے کام کئے ایسے پوشیدہ باغوں ڈھکے چھپے چمن میں جن کے اندر خوبصورت ٹھنڈی میٹھی نہریں جاری ہیں۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کی اجازت سے ان میں ہمیشہ ہی رہیں گے کبھی بھی اس میں سے نکلنا نہ ہوگا۔ احادیث میں ہے کہ جہنم کے فرشتے ڈراؤنی شکلوں میں نہایت ذلت کے ساتھ دوزخیوں کو پکڑ جکڑ اور گھسیٹ گھسیٹ کر دوزخ میں لے جا کر پھینک دیں گے دوزخیوں کے جسموں سے سخت بدبو نکلتی ہوگی اس لیے ملائکہ نفرت سے جلدی پھینک کر باہر نکل آئیں گے۔ مگر نہایت خوبصورت فرشتے بہت شان و شوکت عزت کے ساتھ جلوس کی شکل میں نور کے جھنڈوں کے ساتھ جنتیوں کو بہشت بریں میں لے کر جائیں گے۔ اذنِ الٰہی ہوگا کہ اے پیارے بندو یہ جنت تمہاری ابدی ملکیت ہے۔ اتنی خوشی ہوگی یہ سن کر کہ اگر موت ہوتی تو خوشی سے دل لبریز ہو کر پھٹ جاتے۔ اس جنت میں ہمیشہ تک آنے جانے ملنے ملانے کے وقت اُن کی آپس کی مبارکبادی یا ملائکہ کا استقبال یا باری تعالیٰ کی طرف سے تحیت یعنی پیغام سلام ہوگا۔ قرآن مجید کی آیتوں سے تینوں سلام ثابت ہیں۔ نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ نمبر۲۔ ملائکہ کی طرف سے وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔ نمبر۳۔ جنتیوں کی آپس کی ملاقات میں وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا۔ یہاں رب تعالیٰ نے بندوں کی عبادتیں بیان فرما کر اُس کے ضمن ثواب کا ذکر فرمایا۔ نمبر۱۔ ایمان۔ نمبر۲۔ خلوص۔ نمبر۳۔ اعمال صالحہ۔ اس کے بدلے میں جنت تحیۃ اور ہمیشگی۔ گویا بندے کی طرف سے نیکی مکمل ہوگی تو رب کی طرف سے ثواب مکمل ہوگا۔ عمل صالح کی تین علامتیں ہیں نمبر۱۔ محنت لگن۔ نمبر۲۔ صحیح طریقہ۔ نمبر۳۔ اور خلوص۔ اللہ ہم کو توفیق عطا فرمائے۔ چونکہ پہلے بَرَزُوْا۔ میں سب ہی نیک و بد شامل تھے اس لیے سب کی حاضری کی حالت ابتدائی و انتہائی بیان فرمائی۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ اے عشق و محبت کی چاشنی چکھنے والے پیارے بندے کیا تُو نے

نہیں دیکھا کہ اللہ کس کس پیار سے مثالیں بیان فرماتا ہے کلمہ طیبہ کی مفسرین نے فرمایا کہ کلمہ طیبہ میں سات قول ہیں یا اس سے مراد کلمہ اول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یا اس سے مراد قرآن مجید ہے یا اس سے مراد اسلام ہے یا شریعت یا سیرت النبی ہے صلی اللہ علیہ وسلم یا مرلوبندۂ مومن مگر عرفا فرماتے ہیں اس سے مراد ذات مصطفیٰ ہے۔ اور سیرت مصطفیٰ کے پندرہ اسباق ہیں۔ اس لیے بندۂ کامل کی پندرہ علامتیں ہیں۔

نمبر۱۔ عہد میں مضبوطی۔ نمبر۲۔ طبیعت میں خوشگواری۔ نمبر۳۔ سیرت و عادت میں پاکیزگی۔ نمبر۴۔ فکر کی بلندی نمبر۵۔ روح میں سرمستی۔ نمبر۶۔ اخلاق میں لطافت نمبر۷۔ جسم میں پاکیزگی۔ نمبر۸۔ معاشرت میں عدل وانصاف۔ نمبر۹۔ معاملات میں حسن سلوک۔ نمبر۱۰۔ سیاست میں دیانت۔ نمبر۱۱۔ قتال میں شرافت۔ نمبر۱۲۔ قلب میں سوز۔ نمبر۱۳۔ مزاج میں ذوق۔ نمبر۱۴۔ عبادت میں خلوص۔ نمبر۱۵۔ ظاہر عجز باطن عشق۔ یہی وہ کلمہ ہے جس کی مثال ایسے درخت کی ہے جو طیب یعنی مضبوط میٹھے پھلوں والا خوشبو والا مفید ہرا بھرا گھنا۔ گہرا ہے اُس کی جڑ ثابت یعنی نیچے زمین کی گہرائیوں تک جس کو کوئی طاقت کوئی طوفان نہ ہلا سکے اور اُس کی شاخیں آسمانوں میں پہنچی ہوئیں۔ اپنے پھل ہر موسم میں ہر آن ہر زمانہ ہر گھڑی۔ ہر وقت دیتا ہے۔ اپنے پروردگار کے حکم اور اجازت سے۔ سیرت ذات پاک احمد مصطفیٰ کا مکمل نقشہ کھینچا گیا ہے مومن کی یہی زندگی ہے۔ آستانۂ نبوی شجرِ طیبہ ہے ارواح اولیاء اللہ اُس کی شاخیں ہیں پھول، احادیث مبارکہ ہیں پھل آیات قرآنیہ ہیں اور اُس کی جڑیں سینۂ مومن تک پہنچی ہوئی ہیں فیضان اولیاء علما اس کے ملن ہیں۔ اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ حین کم سے کم ایک سنت ہے اور زیادہ سے زیادہ چھ ماہ ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا بتاؤ شجرۂ طیبہ سے کونسا درخت مراد ہے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر میں چھوٹا بچہ تھا بول نہ سکا پھر بیان آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے بعد میں مجھ کو اپنے نہ بولنے پر افسوس بھی ہوا میں نے اپنے والد پاک حضرت عمر سے یہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس وقت بیان کر دیتے تو مجھ کو سرخ اونٹ ملنے سے زیادہ خوشی ہوتی۔ یہ عجیب حکمت کی مثالیں ہیں جس کو اللہ قدرتوں والا بیان فرماتا ہے۔ پتے پاکیزہ عقل و دماغ والے مقدس روحوں والے انسانوں کے لیے تاکہ نصیحت و سمجھداری حاصل کریں ایک قول ہے کہ شجرۂ طیبہ سے مراد جنتی درخت ہے۔ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ جس طرح کلمۂ طیبہ ایمان وعرفان کی اور شجرۂ طیبہ مومن و عارف کی مثال ہے اس طرح کفر و کافر کی مثال فرمائی جا رہی کہ خبیث اور ناپاک بات کی مشابہت اُس کمزور بیکار بے پھل۔ کڑوے کسیلے بدبودار درخت کی طرح ہے جو اکھاڑ پھینکا گیا ہو زمین کے اوپر سے۔ یا اس لیے کہ اُس کی جڑ اتنی چھوٹی تھی کہ درخت کا بوجھ نہ سہار سکے اور درخت اکھڑ کر خود گر گیا۔ یا اس لیے کہ ہوا نے اکھیڑ کر پھینک

دیا یا اس لیے کہ باغ کے ملی نے اس خودرو بیکار بلکہ نقصان دہ پودے کو اکھیڑ پھینکا۔ بہر حال جب زمین پر گرا تو مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ اب اس کو زمین پر اس جگہ کوئی ٹھہرنے نہ دے گا جانوروں انسانوں کی ٹھوکروں سے نہ جانے کہاں کہاں روندا جائے گا۔ اس کے لیے کہیں قرار نہ ہوگا شجر خبیث کے بارے میں محققین کے دس قول ہیں۔

نمبر ۱۔ امام ضحاک کا قول ہے کشوث (زنحور) مراد ہے۔ نمبر ۲۔ زجاج کہتے ہیں لہسن مراد ہے۔ نمبر ۳۔ اکثر کا قول ہے حنظل (تمبہ) مراد ہے۔ نمبر ۴۔ ہر کانٹے والا درخت۔ نمبر ۵۔ پانی کے اوپر کا جی۔ نمبر ۶۔ بدبھیڑ۔ (برساتی ورگندی جگہ چھتری والا سفید پودا۔ نمبر ۷۔ بے پھول پھل کا ہر درخت ۸۔ جھاڑی۔ نمبر ۹۔ دودھک (زمرلی بوٹی) نمبر ۱۰ ابن عباس فرماتے زمین پر پیدا ہی نہیں ہوا۔ اسی طرح مومن شجرہ طیبہ ہے کافر شجر خبیث عالم عامل شجر طیب ہے بے عمل جاہل شجر خبیث عشق والا شجر طیب ہے نکتہ چین شجر خبیث۔ نگاہِ مصطفےٰ سے نوازا جانے والا شجر طیب ہے۔ پیارے آقا کی نگاہ کرم سے گر جانے والا شجر خبیث ہے۔

نہ اُٹھ سکے گا قیامت تک خدا کی قسم
کہ جس کو تو نے نظر سے گرا کے پھینک دیا

جو در نبی پر قائم ہوا وہ شجر طیب بن گیا جو دور ہوا بے قرار ہوا۔

ٹھوکریں کھاتے پھروگے اُن کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اوّل گیا آخر گیا

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ کافروں کی زبان پہلے عربی ہوگی کافی دن بعد میں بدل دی جائے گی اور گدھوں کتوں بلوں جیسی ہو جائے گی جیسا کہ پہلے بیان ہوا مگر جنتیوں کی زبان قبر سے ابدالاباد تک عربی ہی رہے گی۔ اسی لیے ان کو عربی زبان میں ہی سلام کیا جائے گا اس سے ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ کو عربی زبان بہت پسند ہے۔ یہ فائدہ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ کے نزدیک سب سے بہترین عمل اور خصلت استقامت فی الدین ہے اسی لیے باری تعالیٰ نے مومن صالح کی مثال شجرہ طیبہ کی استقامت دی۔ استقامت کی مختصر اور جامع مانع تعریف یہ ہے کہ جو بھی کار خیر شروع کیا جائے اس پر ہمیشگی ہو پھر نہ چھوٹے گرچہ تھوڑا ہو۔ یہ فائدہ اُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ سے حاصل ہوا تیسرا فائدہ باطل کی سب سے آسان اور بہترین پہچان یہ ہے کہ اس کو اپنی کسی بات میں ٹھہراؤ اور قرار نہیں ہوتا۔ صبح کچھ شام کچھ باتیں کچھ تحریر کچھ کرتے کچھ ہیں کہتے کچھ ہیں تمام باطل اور جھوٹے بدمذہبوں کا یہی حال ہے۔ یہی کیفیت ان کی کتابوں کی ہے۔ کہ پہلے کچھ لکھ دیا بعد میں وہ عبارتیں کاٹ کر دوسری عبارت لکھ دی۔ یہ فائدہ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ سے حاصل ہوا رب تعالیٰ نے غلط فرقوں کی خوب اچھی نشاندہی

فرمادی ہے۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر اپنے دوسرے مسلمان سے ملاقات کے وقت سلام کرنا سنت ضروری سنت ہے۔ اور جواب دینا فرض ہے۔ مگر زیادہ ثواب اور درجہ سلام کرنے کا ہے اور یہ ایسی عبادت ہے جو جنت میں بھی جاری رہے گی۔ یہ مسئلہ۔ فِيهَا سَلَامٌ سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ سلام کرتے وقت وہی لفظ استعمال کرے جس کا ذکر قرآن و حدیث میں منقول ہے۔ السلام علیکم۔ وعلیکم السلام اس میں تبدیلی کرنا۔ یا سلام و جواب میں ایک ہی لفظ بولنا۔ یا کفار کے الفاظ استعمال کرنا ناجائز ہیں۔ ہاں کافروں کے لیے اُن کے لفظ استعمال کر سکتا ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ دین کے لیے دنیوی چیز کا استعمال کرنا استعمال کرنا مثال دینے کے لیے جائز ہے۔ اس میں دین کی بے ادبی نہیں ہوتی اسی طرح کسی بھی نباتات جمادات حیوانات کی بلائی کو کافر کی مثال بنانا جائز ہے۔ یہ مسئلہ۔ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ چوتھا مسئلہ۔ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض ہے یہ مسئلہ سلام کو تحیت بنانے سے مستنبط ہوا اس لیے تحیۃ خوشی کی مبارکبادی اور فرض ایک لازمی ذمے داری بن جاتی ہے خوشی کو اس میں دخل نہیں رہتا۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ابتدائی سلام حضرت آدم نے نور مصطفےٰ احمد مجتبیٰ کو کیا اس لیے سلام کرنا سنت بن گیا اور جواب رب تعالیٰ نے دیا تھا اس لیے جواب دینا فرض بنا دیا گیا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ سلام تو سلامتی کی دعا ہے جنت میں تو ہر تکلیف و مصیبت سے دائمی سلامتی ہے پھر یہ دعا کیوں؟

جواب مفسرین فرماتے ہیں کہ دنیا میں بھی سلام صرف دعا ہی نہیں بلکہ بہت مقاصد کے لیے جاری فرمایا۔ جن میں سے میل محبت اور ملاقات کی اجازت بھی شامل۔ جنت میں یہ سلام صرف مبارکبادی کے طور پر بولا جائے گا۔ اسی لیے اس کو تحیۃ فرمایا۔ یعنی دائمی زندگی مبارک ہو۔ بعض نے فرمایا یہ سلام خبر ہے نہ کہ انشا۔ دعا انشا ہوتی ہے۔ اب معنی یہ ہے کہ تم کو دائمی سلامتی ہے۔ جب کہ دعا کا معنی ہوتا ہے تم کو دائمی سلامتی ہو۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی۔ دیکھا تو واقعہ جاتا ہے۔ مثال اور بیان تو سنا جاتا ہے یہاں چاہیئے تھا اَلَمْ تَسْمَعْ کیا تم نے نہ سنی وہ مثال۔ جواب۔ يَرَىٰ رَأْيٌ سے بنا ہے۔ جس کا اصلی معنی ہے غور کرنا۔ اس کا معنی دیکھنا جو کیا جاتا ہے وہ بھی قلبی دیکھنے کے معنی میں ہے۔ لہٰذا اب اعتراض کوئی نہ رہا۔ کیونکہ غور و فکر ہر جگہ مستعمل بلکہ ضروری ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ دنیا میں

تو کوئی ایسا درخت نہیں جو ہر وقت پھل دے تو یہ کس درخت سے تمثیل پیش کی گئی ہے۔
جواب۔ یہاں درخت کی تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ نمبر۱۔ جڑ مضبوط۔ نمبر۲۔ شاخیں بلند۔ نمبر۳۔ ہر وقت اس کا پھل ملتا ہے۔ یہ تینوں صفتیں صرف کھجور کے درخت میں پائی جاتی ہیں۔ ہر وقت پھل ملنے کا مطلب یا یہ ہے کہ بازار میں ہر وقت پھل ملتا ہے یہ کھجور ہی کی شان ہے کہ پھل بھی ہے اور غلہ بھی اور لذت اور خوراک بھی ہے۔ اور بقا کے اعتبار سے غلہ ہے اور کوئی پھل اپنی اصلی حالت میں بغیر دیکھ بھال کے سال بھر تک نہیں ٹھیر سکتا۔ یا ہر وقت کا معنیٰ یہ ہے کہ بعض کھجوریں سال میں دو دفعہ لگتی ہیں۔ اور ہر وقت ان پر مختلف حالتوں میں پھل اُگتے رہتے ہیں ایک موسم اترا کہ دوسرا شروع ہوگیا۔

تفسیر صوفیانہ

وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ۔ اور داخل کئے جائیں گے وہ لوگ اہل سعادت جو اسرار غیب پر ایمان لاچکے اور وادیٔ سلوک کو لقاء شوق کے قدموں سے طے کرکے عمل صالح کی مشقتیں کیں۔ رضاء حقانی کے باغوں میں جن کے نیچے انوار تجلیات کی شفاف نہریں جاری ہیں ہمیشہ اُن میں مراقبۂ باطنی سے لذاتِ وصل میں رہنے والے ہیں۔ اپنے رب کی اذن توفیق سے۔ اُن کے استقبال اُن ہیں انوار میں سلامتی کے ساتھ ہملہ گل رہتے جس پر وہ شاداں و فرحاں ہیں۔ اگرچہ ان کا ظاہر پراگندہ حال ہو۔ لیکن نہ ہیبت ہے نہ دہشت صوفیا فرماتے ہیں کہ صوفی کی جنت محبت اور جنت ہیبت و انس کے درمیان قلب کو معلق کرنا ہے۔ مگر طریقت اس سے آگے ہے اس کی علامت یہ ہے کہ تعلق محبوب اور لقاء مطلوب عقل خالص پر اس طرح غالب آجائے۔ کہ موت شیریں ہوجائے یہی مقام جنتِ عاشقین ہے اسی منزل پر حق کا ظہور ہوتا ہے۔ بندہ کیا ہے بذاتِ خود کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ جنتی نہ جہنمی نہ سعید نہ شقی۔ پوست بے مغز ہے مغز بے عدد ہے۔ لیکن کسی سے لگ کر کچھ بنتا ہے اس لیے کہ چھلکوں کی قیمت مغز سے ہوتی ہے۔ مکان کی مکین سے اور لوگوں کی قیمت عقل سے ہوتی ہے۔ بندے کی قیمت بندگی سے ہوتی ہے۔ محبت کی آگ اشرار کو فنا کر دیتی ہے اور اسرار کو باقی رکھتی یہی خَالِدِينَ فِيهَا کا نقشہ کامل ہے۔ توفیق بندگی اذنِ الٰہی ہے۔ شریعت کے اعمال صالحہ نماز روزہ ہے مگر طریقت کے اعمالِ صالحہ یہ ہے کہ بندۂ صادق سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حکم اور حاکم بااختیار بنالے اور شیخ کے افعال و حرکات پر بلا اعتراض تعمیلِ حکم کرے اپنے ہر عمل کو حقیر جانے مرشد کا سہارا ہی اصل اذنِ الٰہی ہے لہٰذا خلوص کے دستے کو مضبوطی سے تھامے۔ یہ کام ابتدائی مراحل ہیں اور باعث نجات ہیں۔ وادیٔ سلوک کی مسافرت کا پہلا قدم تو اگلے عمل ہیں۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ

اسے روحِ کائنات کیا تو نے چشمِ نعمت اور نورِ محبوبیت سے مشاہدہ نہ فرمایا کہ کس شانِ یکتائی اور صفتِ بے نیازی سے مثال بیان فرمائی اللہ نے مومن مخلص کی کہ جس کے سینے میں کلمۂ توحید اور نفسِ طیبہ ہے درختِ حق کی طرح طیب ہے۔ ارواحِ مقدسہ کے چمنِ عرفانی میں اُس کی مضبوط جڑ ہے۔ اور توفیقِ کامل سے ثابت ہے اُس کی اعمالِ مخلصہ کی شاخیں آسمانِ قربِ الٰہی میں ہیں عنایاتِ ربانی کے پانی سے سیراب ہیں۔ اس کا تنا معرفت اور اُس کے پھول محبت ہے اُس کے پتے شوقِ دید ہے اس کی چار دیوار رعایتِ خداوندی ہے۔ تمام نفوسِ قدسیہ میں لطائفِ محبوبیت کے پھل دینے والا ہے اور معرفتِ انوارِ ربوبیت کی غذائیں پہنچانے والا ہے۔ کہ ایک مومنِ کامل سے کروڑوں جانوں کی بہارِ زندگی ہے۔ مومن وہ درختِ کبریا ہے جس کی جڑ اطمینانِ ذکر اللہ سے ثابت ہے اور جس کی شاخیں برہانِ الٰہی کے آسمانِ اعتقاد میں ہیں حکمت وحقائق اور معارف کے پھل ہمیشہ ہی اُس کی تنہائی کی زبان سے بانٹے جاتے ہیں۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ اور مثال خبیث کلمے کی جو خبیث بندے کے سینۂ منافقت میں اُگا ہوا ہے۔ اس خبیث بدمزہ بدبودار پودے کی شکل ہے جو زمینِ مجرہ سے جدا کر دیا اور نورِ معرفت کی جڑوں سے کاٹ دیا گیا۔ جس کو کبھی حالِ سکونِ قلبی حاصل نہیں ہو سکتا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ شہوتوں کا درخت ہے اس کی زمین نفسِ امارہ ہے اس کا پانی لمبی دنیوی امیدیں ہیں اس کے پتے غفلت و سستی ہے اُس کے پھل گناہ ہیں اس کا انجام نارِ جہنم ہے اور صلہ اُس آگ کا رنج و حزن ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي

باقی رکھتا ہے اللہ ان کو جو مومن بنے رہے پر بات مضبوط کے میں

اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

زندگی دنیوی اور میں آخرت اور گمراہ کرتا ہے اللہ

کی زندگی میں اور آخرت میں اور اللہ ظالموں کو گمراہ

الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۲۷ اَلَمْ تَرَ اِلَى

ظالموں کو اور کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے ۔ کیا نہیں دیکھا تم نے طرف

کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرے کیا تم نے انہیں نہ

الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ

اُن کے جنہوں نے بدل ڈالا نعمت کو اللہ کی ناشکری کرکے اور لاڈالا قوم کو اپنی

دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر

دَارَ الْبَوَارِ ۲۸ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۲۹

گھر میں ہلاکت کے وہ جہنم ہے گھس جائیں گے یہ سب اُس میں اور برا ہے ٹھکانہ

اتارا وہ جو دوزخ ہے اُس کے اندر جائیں گے اور کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ

اور بنا ڈالے اِن کافروں نے لیے اللہ کے برابر تاکہ گمراہ کرتے رہیں سے راہ اُس کی ۔ تم فرماؤ

اور اللہ کے لیے برابر والے ٹھہرائے کہ اُس کی راہ سے بہکادیں تم فرماؤ

تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۔

کچھ نفع لے لو کیونکہ پھرنا ہے تمہارا طرف آگ کے

کچھ برت لو کہ تمہارا انجام آگ ہے

تعلق

ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے ۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں شجرِ طیبہ اور اُس کے ثابت اور مضبوط ہونے کا ذکر ہوا تھا ۔ لیکن واضح نہیں ہوا تھا کہ شجرِ طیبہ کون ہے ۔ اب اِن آیات میں شجرِ طیبہ کی صفات یعنی ثابت ہونا باقی ہونا مومن میں بیان فرماکر

یہ واضح کیا گیا کہ مومن ہی اسلام کا شجر طیب ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں شجر خبیث اور اس کی صفت خبیثہ کا ذکر ہوا مگر واضح نہ ہوتا تھا کہ دنیا میں شجر خبیث کون ہے۔ اب اس جگہ کفار کے جہنم میں برے قرار کا ذکر فرما کر اشارہ فرما دیا کہ کافر ہی شجر خبیث ہیں۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں اَلَمْ تَرَ فرما کر اپنے پیارے حبیب کی توجہ اپنی قدرت اور کلام الٰہی کی طرف مبذول کرائی تھی۔ اب ان آیت میں اَلَمْ تَرَ فرما کر کفار کی حرکتوں کی طرف توجہ فرمانے کا در پردہ حکم دیا گیا جس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ہر طرف متوجہ ہونے کی قدرت رکھتے ہیں۔

تفسیر نحوی

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۔ يُثَبِّتُ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب باب تفعیل سے اس کا مصدر ہے تَثْبِيْتٌ ثَبْتٌ سے بنا ہے۔ بمعنی۔ قائم رکھنا۔ روک رکھنا۔ جمائے رکھنا۔ حکم لگا دینا۔ باقی رکھنا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ اللّٰہ اسم مفرد معرفہ علم ذاتی ہے خالق تعالیٰ کا بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے يُثَبِّتُ کا۔ اسم موصول جمع مذکر بحالت فتحہ مفعول بہ ہے۔ الَّذِيْنَ کا اٰمَنُوْا فعل ماضی مطلق معروف مثبت باب افعال سے ہے مصدر ہے اِيْمَانٌ۔ اَمْنٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ ماننا تسلیم کرنا۔ اسلام قبول کرنا۔ یہاں یہی معنی ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع مستتر (پوشیدہ) اس کا فاعل ہے جس کا مرجع ہے الَّذِيْنَ۔ ب جارہ بمعنی مع۔ الف لام عہدی (خارجی یا ذہنی) قَوْلِ اسم مفرد جامد۔ حاصل مصدر۔ بمعنی۔ حکم۔ فیصلہ۔ بات۔ وعدہ۔ یہاں وعدہ ایمانی مراد ہے۔ موصوف ہے الثَّابِتِ الف لام اسمی بمعنی الَّذِيْ ثَابِتٌ اسم فاعل باب نصر سے ہے ثَبْتٌ سے بنا ہے۔ بمعنی مضبوط۔ قائم۔ دائم۔ یہاں ہر معنی درست ہے۔ بحالت جر ہے صفت قول کی جار و مجرور متعلق اول ہے يُثَبِّتُ کا۔ فِيْ جارہ ظرفیہ زمانیہ۔ الف لام استغراقی حَيٰوة اسم مفرد جامد بمعنی زندگی۔ موجودگی۔ بحالت جر ہے فِيْ جارہ سے۔ موصوف ہے۔ الف لام جنسی یا اسمی بمعنی الَّتِيْ۔ دُنْيَا۔ اسم تفضیل مؤنث اس کا مذکر ہے اَدْنٰى دُنُوٌّ سے مشتق ہے بمعنی۔ قریب ہونا۔ حقیر ہونا۔ عالم ناسوت کا زمانۂ قیام۔ یہاں پہلے معنی مناسب ہیں واؤ عاطفہ۔ عطف ہے پہلے فِيْ پر۔ فِيْ جارہ ظرفیہ الف لام اسمی بمعنی الَّتِيْ۔ اٰخِرَة اسم فاعل صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اٰخِرٌ سے بنا ہے بمعنی پیچھے آنا۔ بعد میں ہونا۔ بعد میں ہونا۔ عالم بقا۔ قیامت۔ یہاں مراد ہے عالم بقا۔ بحالت کسرہ مجرور ہے فِيْ سے۔ یہ پوری عاطفہ عبارت متعلق دوم ہے يُثَبِّتُ کا۔ واؤ ابتدائیہ۔ يُضِلُّ۔ فعل مضارع معروف باب افعال سے ہے اس کا مصدر ہے اِضْلَال۔ بمعنی گمراہ کرنا۔ گمراہ ہونے دینا۔ چھوڑے رکھنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہیں اللّٰہ اسم مرفوع فاعل ہے يُضِلُّ کا۔ الف لام استغراقی ظالمین۔ اسم فاعل جمع ہے ظالم کی۔ ظُلْمٌ سے بنا ہے۔ بمعنی نقصان کرنا اپنا یا کسی کا۔ کفر کرنا۔ شرک کرنا۔ یہاں آخری دو معنی مراد ہیں جمع مذکر سالم بحالت فتحہ ہے۔ مفعول بہ ہے۔ واؤ دوسرا جملہ۔ يَفْعَلُ فعل مضارع معروف باب فتح سے ہے۔ فِعْلٌ سے مشتق ہے بمعنی کوئی ایسا کام کرنا جس کا کوئی اثر باقی

ہے اَللّٰہُ بحالت رفع اس کا فاعل ہے۔ مَا اسم موصول بحالت نصب مفعول بہ یَفْعَلُ کا۔ غیر ذوی العقول کے لیے استعمال۔ مگر ذوی العقول کے لیے مستعمل ہے۔ یَشَاءُ فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ واحد مذکر مستتر اس کا فاعل۔ مرجع ہے اللہ۔ باب فتح سے ہے اس کا مادہ ہے شَیْءٌ بمعنی چاہنا۔ یہ جملہ فعلیہ صلہ ہے ما موصول کا۔ اور مفعول بہ ہے یَفْعَلُ کا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔ اَلَمْ ہمزہ استفہام تعجب کے لیے ہے۔ لَمْ تَرَ فعل نفی جحد بلم مضارع معروف بمعنی ماضی صیغہ واحد مذکر حاضر خطاب ہے نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ رؤیت سے مشتق ہے بمعنی بغور و فکر دیکھنا۔ اِلٰی جارہ انتہا کے لیے ہے الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا اسم موصول کا صلہ ہے۔ فعل ماضی مطلق معروف مثبت باب تفعیل سے ہے صیغہ جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع اس کا فاعل ہے مرجع الَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر ہے مصدر ہے تَبْدِیْلٌ۔ بدل سے مشتق ہے بمعنی۔ اچھا چھوڑنا برا لینا۔ تغیر کرنا۔ بدلنا۔ ہٹانا۔ یہاں پہلے معنی مناسب ہیں۔ نعمت اسم مفرد مؤنث۔ بمعنی نفع والی چیز۔ بلا معاوضہ ملنے والی چیز۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے۔ مضاف ہے اللہ مضاف الیہ ہے اس لیے مجرور ہے۔ کُفْرًا مصدر ماذہ ہے بمعنی۔ شک۔ یا ناشکری۔ حال ہے بَدَّلُوْا کی ضمیر جمع ہے۔ واؤ عاطفہ۔ عطف بَدَّلُوْا پر۔ اَحَلُّوْا۔ باب افعال کا ماضی مطلق معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔ مصدر ہے اِحْلَالٌ۔ حلال مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنی حلال ہونا۔ لازم ہے باب افعال میں تعدی پیدا ہوئی۔ بمعنی حلال کرنا۔ کھولنا۔ حلول کرنا بمعنی گھسنا۔ حل کرنا بمعنی آسان کرنا۔ اتارنا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ هُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے اس کا مرجع ہے الَّذِیْنَ قَوْمَهُمْ اسم مفرد لفظاً واحد معنیً جمع ہے بحالت نصب مفعول بہ ہے اَحَلُّوْا هُمْ ضمیر کا مرجع الَّذِیْنَ ہے۔ دَارَ اسم مفرد جامد بمعنی گھر بحالت نصب اَحَلُّوْا کا مفعول فیہ ہے اس کی جمع ہے دیار مجازاً ہر اس جگہ کو دار کہا جاتا ہے جس میں کوئی گھر جائے اسی معنی سے چار دیواری۔ قلعہ شہر اور جہان کو دار کہا جاتا ہے۔ اَلْبَوَارِ الف لام جنسی یا عہدی۔ بَوَار مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فعال بَوْرٌ سے مشتق ہے بمعنی ہلاکت۔ برائی۔ ہلاکت۔ مبالغہ نے زیادتی کے معنی پیدا کیے یعنی بہت ہلاکت۔ اصطلاح میں ہلاکت کے معنی میں ہے۔ جَهَنَّمَ اسم مفرد جامد منتغیر عجمی ہے۔ فارسی سے لیا گیا ہے۔ دوزخ کا نام ذاتی ہے بحالت نصب ہے عطف بیان ہے دار کا۔ یَصْلَوْنَ۔ فعل مضارع معروف مثبت صیغہ جمع مذکر غائب بمعنی مستقبل کیونکہ خبر ہے آئندہ کی۔ باب فتح سے ہے۔ صَلْیٌ سے بنا ہے بمعنی داخل ہونا۔ هُمْ ضمیر جمع غائب مستتر فاعل کا مرجع قوم ہے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع جَهَنَّمَ ہے منصوب متصل ہے کیونکہ مفعول فیہ ہے۔ واؤ حالیہ۔ بِئْسَ فعل ذم اس میں هُوَ ضمیر پوشیدہ کا مرجع دار ہے وہ مخصوص بالذم ہے اور اَلْقَرَارُ اس کا فاعل ہے القرار الف لام عہدی۔ یا زائدہ حرفی ہے۔ قرار اسم مصدر ثلاثی ہے بمعنی ٹھہرنا۔ اسم ظرف بمعنی ٹھہرنے کی جگہ آرام کی جگہ

آرامی جملہ بحالت رفع ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ۔ و فو ہتدیہ امر بلد جَعَلُوْا فعل ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ جمع مذکر غائب ضمیر جمع غائب اس میں مستتر ہے وہ اس کا فاعل ہے اور مرجع الذین ہے باب فتح سے ہے۔ جعل سے مشتق ہے معنی بنانا۔ کرنا۔ ٹھہرانا۔ لام جارہ مقابلہ۔ اللہ اسم مفرد معرفہ بحالت کسرہ ہے مشتق ہے الوہ سے۔ اَنْدَادًا جمع مکسر منصوب جمع ند کی۔ ند کہتے ہیں ذات میں شریک۔ یعنی برابر۔ مثل کے معنی بھی برابر ہوتے ہیں مگر وہ صفات میں شریک ہونے کی برابری کے لیے مستعمل ہے۔ لام کئے تعلیلیہ سببیہ مضارع کو جزم دیتا ہے۔ اس کے جزم کی وجہ سے آخر کا نون اعرابی گر گیا۔ دراصل تھا يُضِلُّوْنَ باب افعال سے ہے۔ اس کا مصدر ہے اضلال۔ ضلال سے مشتق ہے متعدی ہے معنی راہ سے ہٹانا غلط راہ چلانا یا صحیح راہ سے روکے رکھنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ عن جارہ مجاوزت کے لیے یعنی ہٹانے کے لیے یا فقط زوال شی کے لیے ہے یا زوال حق اور وصول ناحق کے لیے۔ سَبِيْلِ اسم مفرد مضاف۔ مصدر ثلاثی ہے بروزن فعیل رعیل۔ سَبْل سے بنا ہے۔ بمعنی۔ اٹھانا اگانا۔ دامن جھوڑنا۔ راستہ بنانا۔ سبیل کے معنی ہے کھلا اور آرام دہ راستہ مراد ہے شریعت اسلامیہ کی تبعیت سبیل وہ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع اللہ ہے۔ قُلْ فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر۔ انت ضمیر متصل منفصل اس کا فاعل ہے مرجع ذات پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تَمَتَّعُوْا فعل امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر حاضر انتم ضمیر جمع مذکر منفصل اس کا فاعل ہے۔ اور مرجع کفار مکہ ہیں باب تفعل سے ہے۔ متع سے بنا ہے۔ بمعنی نفع لینا فائدہ اٹھانا۔ یہ امر تہدید کا ہے۔ نہ کہ حکمی۔ ف عاطفہ تاکیدیہ یا بیانیہ۔ ان حرف تحقیق مفید۔ مصدر میمی ہے۔ صار فعل ناقص کا بمعنی۔ لوٹنا۔ پھرنا۔ رجوع کرنا۔ بدل جانا۔ بمعنی آ جانا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ بحالت نصب کیونکہ اسم ہے ان کا۔ تنوین سے مانع مضاف بنا ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور متصل مضاف الیہ ہے میکا۔ اِلٰی جارہ انتہاء غایت کے لیے ہے۔ النار۔ الف لام عہد ذہنی یعنی جہنم۔ نار اسم مفرد جامد معرف باللام۔ بمعنی لغوی تپش جلن۔ تیز روشنی جو نا پسندیدہ ہو اصطلاح میں آگ کو کہتے ہیں جو تپش کی حالت میں ہو۔ یہاں مراد ہے عذاب جہنم (عالم دوزخ) بحالت کسرہ ہے۔ الی جارہ سے۔ تنوین سے مانع الف لام ہے۔ یہ جار مجرور متعلق واقع یا واجب پوشیدہ اسم فاعل کے اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ان کی۔ خیال رہے کہ معرب پر تنوین سے مانع صرف تین چیزیں ہوتی ہیں۔ نمبر ۱۔ اضافت میں مضاف ہونا۔ نمبر ۲۔ الف لام تعریفی کا آنا۔ نمبر ۳۔ غیر منصرف ہونا۔ یہ نحو کا قاعدہ کلیہ ہے۔

تفسیر عالمانہ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۔ یہی کلمہ طیبہ جو شجرہ طیبہ

کی طرح بلند و بالا سرسبز و شاداب سدا بہار ہے اس کے ذریعے ثابت و قائم فرماتا ہے اللہ تعالیٰ قادر و قیوم اُن خوش نصیب لوگوں کو جو اپنے اللہ رسول کی ہر ہر ادا ہر ہر چیز پر نہایت صدق دل سچی زبان سے ایمان لے آئے ثابت مضبوط دل نشین جاں گذین پیارے نورانی قول بنا کر زبان مومن پر جاری کر کے اور قلب مومن میں ثابت کر کے دنیا کی زندگی میں اس طرح کہ اسی کلمۂ ایمانی قول حرفانی اور کلام ربانی کے ذریعہ بندۂ مخلص ولی غوث قطب بن جاتا ہے۔ اور عالم محدث مفسر بن جاتا ہے۔ صابر و شاکر عابد بن جاتا ہے۔ مفکر مدبر متحمل بن جاتا ہے ہزارہا مصائب کو دل و جان سے برداشت کر لیتا ہے۔ ظالم کے ظلم کے سامنے برداشت کا پہاڑ بن جاتا ہے۔ شیطانی فریب کاریوں سے دھوکا نہیں کھاتا۔ معاشرے میں پیکرِ خلق و مروت اور با اصول باشعور بن جاتا ہے۔ یہی کلمہ طیبہ اہلِ ایمان کو سکون و اطمینان سے دل بخشتا ہے۔ وادیٔ شکوک کی گمراہیوں سے بچاتا ہے۔ مومن مسلمان اسی کلمۂ طیبہ کی وجہ سے ورد ذکر و اذکار سے تزکیۂ روح کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ کلمۂ ایمانی کا نعرہ بلند کرنے والوں کو کتنی مشکلات مصائب اور ابتلا کا سامنا کرنا پڑا مگر کہیں بھی رب تعالیٰ نے ان حوصلہ مند جفاکشوں کے قدموں۔ قلبوں اور زبانوں میں ذرہ بھر تزلزل نہ پیدا ہونے دیا۔ سابقہ زمانوں میں حضرت یحییٰ۔ ذکریا علیہما السلام اور جرجیس شمعون۔ اصحاب اخدود۔ اصحاب کہف پھر صحابہ کرام حضرت بلال صہیب خبیب مہاجرین صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کتنے کتنے ان پر ظلم ہوئے ظالموں کافروں نے اُن کے ساتھ کونسا ظلم چھوڑا اسی کلمے کو چھڑانے کے لیے ہزاروں ظلم عذاب سزائیں ڈھائیں بھڑکتی آگ کھولتا تیل لوہے کی گنگیاں ان کے جسموں پر آزمائی گئیں۔ پہاڑوں سے گرایا گیا۔ بچوں کو ننگا ہوں کے سامنے ذبح کیا زندہ جلایا گیا تپتے ریت پتھر پر لٹایا گیا اونٹ گھوڑے سے باندھ کر دوڑایا گھسیٹا گیا۔ پھر اولیاء اللہ سے سرکشوں لشکروں۔ شیطانوں ابلیسوں نے کیا کچھ نہ کیا۔ کتنے ہی روپ بدل بدل کر غوث اعظم جیلانی جیسی پاکباز ہستی کو دھوکہ دینے کی کوشش کی پھر ۱۹۴۷ء میں ان ہی کلمہ گو مسلمانوں کو ہند میں دہلی آگرہ امرت سر میں کس بے دردی سے قتل کیا گیا آج فلسطین بیروت شتیلہ کیمپ میں مسلمان بچوں عورتوں، مردوں بوڑھوں پر کتنے ہی ظلم کئے جا رہے ہیں پہلے کبھی اسپین قرطبہ غرناطہ میں انگریزوں عیسائیوں نے عہد شکنی بد عہدی کرتے ہوئے کتنے عربوں کو ہلاک کیا اور ہر طرح کے ظلم ڈھائے یہ سب کچھ بد سلوکی مسلمانوں سے اسی کلمۂ طیبہ اور توحید الٰہی کی بنا پر کی گئی مگر کسی بھی مسلمان کا دل نہ گھبرایا نہ کلمہ چھوڑا۔ اس لیے کہ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ کا ربانی وعدہ ہر مومن کے قلب و جگر میں شمع نورانی کی شکل روشن ہے یہ کلمہ پاک آخرت میں بھی مومن کامل کو مفید ہے چنانچہ آخرت کی پہلی منزل قبر میں جب منکر نکیر تشریف لاتے ہیں تو تین سوال کرتے ہیں یہ سوالات آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ پاک سے شروع ہوئے۔ عذاب قبر تو پہلے سے تھا مگر سوالاتِ قبر آقائے کائنات کی بعثت سے شروع ہوئے یہ امت پر کرم ہے کہ پہلے سوالات کئے

جاتے ہیں پھر ناکامی یا کامیابی کے بعد ثواب و عذاب شروع ہوتا ہے مگر پہلے آتے ہی عذاب یا ثواب شروع ہوجاتا تھا منکر نکیر کے دو سوال پہلے یہ ہیں۔ نمبر ۱۔ مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے۔ نیک بندہ جواب دیتا ہے۔ رَبِّیَ اللّٰہُ میرا رب اللہ ہے۔ نمبر ۲۔ پھر سوال ہوتا ہے مَا دِیْنُكَ تیرا دین کیا ہے دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ بندہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ نمبر ۳۔ تیسرا سوال عجیب شان کا ہوتا ہے اہلسنت تو دنیا میں ہی اس کی چاشنی سے انتظار موت میں ہیں جیں خطا کار و سیاہیوں کے باوجود بھی منتظر موت ہوں کہ سزا تو بد عملی کی ملی ہی ملنی ہے مگر دیدار جمال آقا تو نصیب ہو ہی جائے گا۔ ان دو سوالوں کے بعد ایک طرف سے کھڑکی کھلتی ہے نور و خوشبو کی فضائیں پھوٹ پڑتی ہیں۔ بندہ محو نظارۂ جمال مصطفےٰ ہوتا ہے مَا تَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ (ترمذی شریف) اس نورانی جمال جہاں آرا والے چہرۂ انور کے بارے میں دنیا میں کیا کہتا تھا۔ سنتے تو تڑپ کر بولے گا یہ میرے آقا یہ میرے مولا۔ بدبختی تو دنیا آخرت میں اُن لوگوں کے لیے ہے کہ جن کے بارے میں ارشاد ہوا۔ یُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ اللہ گمراہ کرتا ہے ظالموں کو دنیا میں اس طرح کہ نبیوں سے دور ولیوں سے علیحدہ مجلس علما سے فرار دماغ میں انتشار دولت کا خمار۔ بے اطمینانی پریشانی۔ تفکرات دنیا کا ہجوم۔ شعر

اہل دنیا کافران مطلق اند
روز و شب در زق زق و در بک بک اند

نہ توفیق خیر نہ مروت نہ ہر بات میں نکتہ چینی ہر چیز میں شک بدگمانی۔ نہ چین دن نہ آرام شب۔ یہی ظالموں کی دنیوی گمراہی ہے بھٹکنے ٹھوکریں کھانے کی باری ہے پھر جب آغوش موت میں پہنچ کر کانٹوں بھری آخرت کی پہلی منزل قبر میں آتے ہیں تو وہاں پریشانی حیرانی کی نئی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے حساب میں ناکامی امتحان قبر میں لاجواب۔ حدیث پاک میں ہے کہ بدکار فاسق۔ کافر ہر سوال کے جواب میں کہتا ہے ہاہ لَا اَدْرِیْ ہائے میں نہیں جانتا۔ جو لوگ کہتے تھے وہی میں کہدیتا تھا۔ یہ خیر و شر۔ توفیق دینے توفیق ہدایت و گمراہی یہ اللہ تعالیٰ کے حکمت کے فیصلے ہیں اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ یَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ اس آیت میں ان ظالموں کی نشاندہی فرمائی جا رہی ہے کہ اے پیارے نبی کیا تم نے ان خبیثوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر کر کے بدل ڈالا۔ یا اس طرح کہ ان کو فائدہ برکتیں انوار تجلیات حاصل کرنے کے لیے ہم نے ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائیں مگر انھوں اپنی بد نصیبی سرکشی سے اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا یا اس طرح کہ ناجائز فائدہ اٹھایا۔ یا اس طرح کہ بخیلی کرتے ہوئے نہ فائدہ اُٹھایا نہ اٹھانے دیا یا اس طرح کہ جن کو نعمت ملی اس نے تو اپنی جہالت ناواقفی کی بنا پر فائدہ نہ اٹھایا دوسروں نے اس کی چیزوں سے دنیا آخرت کا فائدہ اٹھایا یا اس طرح کہ ناشکری سفروری کی جب وجہ سے نعمت چھین لی گئی خیال رہے کہ دنیا میں جب کسی کو جو بھی دولت عزت ذہانت

عزت یا رضا ہی ملتی ہے وہ آخرت سنوارنے کے لیے ملتی ہے یہاں تک کہ مقدس مقامات کی رہائش بھی اخروی خیر و برکت حاصل کرنے کے لیے عطا کی جاتی ہے۔ خانہ کعبہ حرم مکہ۔ مدینہ منورہ بیت المقدس۔ بغداد شریف وغیرہ میں وطنیت اور رہائش مناسب تعالیٰ کی نعمت ہے خوش بخت اس کی اہمیت پہچانتے ہوئے غفلت خرمستی کو ترک کرکے ادب احترام اور شکرانے میں لمحات زندگی گزارتے ہیں مگر شیطانی لوگ حرم پاک حرمین طیبین میں رہتے ہوئے بھی قرآن۔ کعبہ اور روضہ۔ پاک کی گستاخی بے ادبی ہی کی زندگی گزار جاتے ہیں۔ خود بھی ہلاک ہوتے ہیں اور اپنے ماتحتوں پیروکاروں کو بھی تباہی بربادی والے گھر جہنم میں ڈال دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ابدی طور پر چلے جاتے ہیں اس جہنم میں میں اور وہ انتہائی سخت گندا غلیظ برا ٹھکانہ ہے ذرا سی عقل والا بھی اس میں کبھی جانے کے لیے آمادہ نہ ہو۔ کیسی اندھی عقل ہے کفار کی کہ اتنے سمجھانے کے باوجود پھر بھی دوزخ سے بچنے کی ذرا کوشش نہیں کرتے۔ خیال رہے کہ کفر کی زندگی تین حصوں میں اس طرح تقسیم ہے کہ بچپن پستی میں۔ جوانی غفلت و مستی میں اور بڑھاپا سستی میں گزرتا ہے۔ آخرت کا خیال بھی نہیں آتا۔ مگر مومن کی زندگی اس طرح ہے کہ بچپن علم کی آغوش میں جوانی عبادت کے ہوش میں۔ بڑھاپا خدا کے خوف میں گزرتا ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ۔ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ان ظالموں ناشکروں کافروں نے انبیاء کی حسد میں ان کی تعلیم شریعت قانون وعظ و نصیحت سے بچنے کے لیے ایک بہانہ بناتے ہوئے اللہ کے شریک گھڑ لیے ہیں۔ اس طرح کہ خود ہی لکڑی پتھر لوہے کے بت بنائے اور مورتیاں تراشیں اور خود ہی ان کی عبادت شروع کر دی۔ بقول شخصے۔

ع۔ خدا تراشا لیا اور بندگی کر لی

اور اپنی سوچ سے ہی اللہ کے نام ان کو دے لیے مثلاً لات۔ معبود وغیرہ۔ یہ کیوں کیا؟ صرف اس لیے تاکہ اللہ کے راستے سے شریعت اسلامیہ کے بنائے قانون انبیاء کرام کے وعظ و نصیحت سے ان کو بھاگنے گمراہ ہونے کا اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا موقعہ ہاتھ لگ جائے بہانہ مل جائے اور دنیا کے سامنے بات کر سکیں کہ ہمارے پنڈت پادری گرو راہب تو یہ کہتے ہیں ہم تو ان کی مانیں گے ہماری وید بائبل۔ مگر تمتعوا میں تو نعمتیں استعمال کرنے آخرت سنوارنے کا وہ حکم نہیں تھا جو انبیاء نے بتایا۔ ایک تفسیری قول اس طرح ہے کہ انہوں نے اللہ کے شریک اس لیے گھڑ لیے تاکہ وہ شریک گمراہ کر دیں ان کو۔ کچھ تو وہ شریک بنائے جن کو خود تراشا یا اور کچھ وہ شریک بنائے جن کو رب تعالیٰ نے پیدا کیا ہے مثلاً سورج ملائکہ۔ آسمان درخت۔ گائے۔ آگ۔ اور کچھ وہ شریک بنا لیے جو حقیقت میں اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں مثلاً حضرت یسوع مسیح کو ابن اللہ بنا ڈالا یا حضرت علی کو رب کہہ کر ان کی فوٹو کو یا خود ساختہ مزار کو پوجنا شروع کر دیا جیسا کہ نجف میں ہوتا ہے۔ یہ سب دنیوی کھیل ہیں ہمارے پیارے نبی ان سب گمراہیوں سے فرما دیتے۔ اپنے بناوٹی دین کا نام لے کر چند دنیا کے دنوں میں حرب عیاشی نفس پرستی خواہشات کی لذت بے غیرتی بے حیائیوں کے مزے لوٹ لو پھر دیکھ

آخر کار تمہارا دائمی لوٹنا تو آگ کی طرف ہی ہے۔ آج دنیا پرستوں کا بھی تقریباً یہی حال ہے دین کی جو بات ان کی عیاشی اور خواہشات نفسانیہ میں رکاوٹ بنتی ہوائیں کی مخالفت کے لیے طرح طرح کے بہانے تراشے جاتے ہیں علماکو تنگ نظر کہا جاتا ہے۔ نام مولوی اور ملا کا لیا جاتا ہے لیکن مخالفت اسلام قرآن اور حدیث پاک کی جاتی ہے۔ ان سب کی آخری منزل نارِ جہنم ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ عذاب قبر برحق ہے جو کفر کی بنا پر تو لازمی ہے مگر بعض گناہوں کی وجہ سے بھی ہوتا ہے جیسے چغل خوری۔ اور ناپاک کپڑوں میں رہنا۔ یہ فائدہ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ اگرچہ ہر فعل کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ مگر کسب بندے کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ یہ فائدہ۔ یُضِلُّ اللّٰهُ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ ناشکری اصل علامت کفار کی ہے۔ اور نعمت کو چھوڑنا۔ استعمال نہ کرنا۔ یا غلط استعمال کرنا سب ناشکری میں داخل ہیں۔ اور یہ سب حرکتیں نعمت بدلنے کے معنی میں ہے یہ فائدہ۔ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ**۔ جہنم کفار کا ٹھکانہ اور رہائش گاہ ہے۔ مگر گنہگار مسلمان کی فقط گزرگاہ کی مثل ہے۔ یہ فائدہ۔ بِئْسَ الْقَرَارُ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و نعت ذکر کرنا فرض ہے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ نبی کریم کی کسی چیز کی ذرہ توہین کرنا کفر ہے۔ یہ مسئلہ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ یہ مسلمان پر فرض منصبی ہے کہ دنیوی نعمتوں کو اس طرح استعمال کرے کہ وہ نجات اُخروی کا ذریعہ بن جائیں اور صرف تمتع ہی نہ ہوں بلکہ عبادت دائمی ہوں یعنی حلال طریقے سے استعمال میں لائے۔ اس لیے کہ کافر۔ ان نعمتوں کو برتتا ہے تو اُس کا برتنا محض وقتی نفع ہے۔ یہ مسئلہ قُلْ تَمَتَّعُوْا فرمانے سے مستنبط ہوا۔ ہر چیز میں حقوق اللہ اور حقوق العباد و حقوق النفس کا خیال رکھنا مومن کی نشانی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔ حالانکہ بہت سے ظالم نیک طیب متقی بلکہ ولی اللہ بن جاتے ہیں۔ غوث اعظم کی کرامت بھی مشہور ہے کہ آپ نے چور کو قطب بنا دیا اور بچپن میں ڈاکوؤں کو نیک بنا دیا۔ پس مطابقت کیسے ہو۔

جواب۔ ظالم جب تک ظلم پر قائم رہے گا اس کی سب باتیں حرکتیں اور اعمال گمراہی ہی ہوں گے اور نقصان دہ یہ نہیں

ہو سکتا کہ ظالم ظالم بھی رہے اور متقی یا ولی اللہ بھی بنا دیا جائے۔ ہاں جب جستجوئے حق پر راغب ہوگا تو توفیق الٰہی سے دستگیری بھی ہو جائے گی۔ دوسرا جواب یہ کہ تقدیر میں جن کا کافر و ظالم ہونا مقدر ازلی ہو چکا ہے وہ گمراہی میں ہی جائیں گے۔ تیسرا جواب یہ کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ جنت کے راستے سے دور فرمائے گا۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ کفار نے اللہ کا شریک بنایا تاکہ اللہ کے راستے سے گمراہ ہو جائیں۔ حالانکہ مشرکین کا مقصود تو یہ نہیں ہوتا وہ تو سمجھتے ہیں کہ ہم بتوں کے ذریعے خدا کے قریب ہو رہے ہیں خود قرآن مجید میں دوسری جگہ اس طرح ارشاد ہے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى تو یہ مطابقت کس طرح ہوگی۔؟

جواب۔ لِيُضِلُّوْا میں لام عاقبت کا ہے نہ کہ غرض کا۔ یعنی بت پرستی اور شرک سے کفار کی غرض خواہ کچھ ہو مگر گمراہی اتنی یقینی اور قریب ہے کہ گویا شرک کیا ہی اس لیے ہے۔ اور یہ جملے تو عام محاوروں میں مستعمل ہیں۔ مثلاً ایک شخص کو بار بار منع کیا جاتا ہو کہ باہر نہ نکلنا پھر بھی نکل جائے اور کسی کوئیں میں گر جائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ بدبخت نکلا ہی گرنے کے لیے تھا اسی طرح یہاں ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا قُلْ تَمَتَّعُوْا تم فرماؤ کہ نفع حاصل کر لو۔ اور دوسری آیت میں ہے کہ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ کفار نے ایسی تجارت کی جس کا نفع بالکل نہیں ہے۔ دونوں آیتیں تضاد بیانی بتلاتی ہیں مطابقت کس طرح ہوگی۔

جواب۔ اعلیٰحضرت کے ترجمے نے اس کا جواب دے دیا کہ تَمَتَّعُوْا کا معنی برتنا ہے۔ خیال رہے کہ متع اور ربح میں چار طرح فرق ہے۔ نمبر ۱۔ متع وہ نفع ہے جو اپنی ذات کے لیے ہو۔ ربح وہ نفع جو مال کے لیے ہو۔ نمبر ۲۔ متع سے مال کم ہوتا ہے ربح سے مال بڑھتا ہے۔ نمبر ۳۔ متع کا اثر فانی ہے ربح کا اثر باقی ہے۔ نمبر ۴۔ متع باطنی نفع۔ اور ربح ظاہری نفع۔ اس سب کی مثال یوں سمجھو کہ ایک شخص اپنی دکان کی چیزیں پھل غلہ دانہ خود کھا رہا ہے بیچتا نہیں ہے اور دوسرا دکاندار اپنا مال دھڑا دھڑ بیچ رہا ہے۔ پہلے نے جو فائدہ حاصل کیا وہ متع ہے چند دن میں دکان ختم ہو جائے گی۔ چند دن کی عیاشی ہے۔ دوسرے دکاندار کا نفع ربح ہے دکان ختم نہ ہوگی سودا بھی بڑھتا جائے گا اور گھر دولت بھی ڈھیر لگ جائے گا۔

تفسیر صوفیانہ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اس دنیاء ناسوت میں اہلِ ایمان دو قسم کے ہیں کچھ صاحب اعمال ہیں کچھ صاحب احوال۔ صاحب اعمال کی سیر منازل شریعت میں ہے اور صاحب حال کی سیر ملکوت یزدانی میں ہے۔ عمل والوں کا تعلق قبر میں شروع ہوتا ہے لیکن صاحب حال کا تعلق ابدالآباد تک ثابت رہتا ہے اس طرح کہ اللہ ثابت فرماتا ہے ایمانی جوہر والوں کو مضبوط قول یعنی اسم اعظم سے کہ ان کے سینہ منور ہیں کہ طیبہ قائم ہو جاتا ہے۔ دنیوی زندگی یعنی جسم ظاہری پر اور اخروی زندگی یعنی قالب باطنی میں ثابت فرماتا ہے

نشہ اُن کی روحوں کو ذکر اللہ کے انوار جاری رکھتا ہے اُن کی سیر کو ملکوت آسمانی میں اور طاری رکھتا ہے ان کی پرواز کو عالم جبروت میں ۔ نفی کے پروں سے ۔ اور نفی و اثبات کی تجلی قائم فرماتا ہے ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم قدم پر چلتا ہے اور عابد قدم پر چلتا ہے ۔ اور زاہد لَا اِلٰہ اور اِلَّا اللہ کے دو پروں پر اُڑتا ہے ۔ جو اس وادی جذب میں دنیا کا طالب بن کر ظالم ہوا اور اللہ ظالموں کو ویرانۂ غرور میں گمراہ کر ڈالتا ہے ۔ وہ ذات بے نیاز ہے جو ارادہ فرماتا ہے وہ کرتا ہے ۔ راہ شوق بڑا نازک مقام ہے ۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ یَصْلَوْنَهَا وَ بِئْسَ الْقَرَارُ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۔ اے نور فطرت کیا تو نے اُن بد بختوں کی طرف غور نہ فرمایا جنہوں نے ہدایت سینہ اور نور فطری کی نعمت کو بدل لیا حجاب کے کفر اور بد عملی کی گمراہی سے اور جسم ظاہر کے تمام اعضا کو جنہوں نے ان بد خصلت نفسوں کے کہنے پر بُرے عمل کئے ہلاکت فنا کے گھر اور وادی محرومی کی جہنم میں پھینک دیا اور متاع دنیا ۔ فیاشی شہوت ۔ حرص ہوس کو اللہ کا شریک اُس کے مقابل بنا ڈالا ۔ کہ جو محبت انسان کو اللہ سے کرنی چاہیئے تھی وہ دنیا داری سے کرنے لگے ۔ حالانکہ یہ دنیا وہ ہے کہ جس نے اُس کی طرف نگاہ کی یا توجہ پھیری اسی کو اُس نے نفسانی خواہشات میں گم کر دیا ۔ اور دنیا سازی و متاع فانی میں اس طرح پھنسا کہ ایک لمحہ بھی خدا کی یاد نہ آئی ۔ اے نظرت سلیم اہل نفس کو کہہ دے چند دن کی عیش و عشرت ہے پھر ابدی محرومی کی آگ میں دائمی ٹھکانہ ہے ۔ انہوں نے تین نعمتوں کو بدلا تین خصلتوں سے ۔ نمبر ۱ ۔ نعمت معبودیت کو بدلا کفر سے ۔ نمبر ۲ ۔ نعمت خالقیت کو بدلا دہریت اور وجود صانع کے انکار سے نمبر ۳ ۔ رزاقیت کو بدلا ناشکری و جحود سے ۔ اور روح بدن اور نفسوں کو دوری بارگاہ کی گمراہی اور رضاء الٰہی کی محرومی میں تباہ کر دیا ۔ یہی وہ بد نصیب ہیں جن کے دل اندھے اور دماغ گونگے ہو گئے ۔ تم فرماؤ کہ شہوات کی لذتوں کا کچھ نفع لے لو آخری انجام حسرت کی آگ ہی ٹھکانا ہے ۔ نفس کو محرومی ہے اور قلب کو حسرت ہے ۔ شریعت میں یہ خطاب کافر سے ہے مگر طریقت میں یہ خطاب غافل سے ہے ۔

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ

فرما دیجئے کو بندوں میرے وہ جو ایمان لائے کہ قائم رکھیں نماز کو اور

میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور

يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ

خیرات کریں سے اُس جو رزق دیا ہم نے اُن کو پوشیدہ نفلی اور ظاہر فرضی سے

ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر خرچ کریں اُس دن

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۔ اَللّٰهُ

پہلے اس کے کہ آئے وہ دن نہیں ہے تجارت اس میں اور دوستانہ ۔ اللہ

کے آنے سے پہلے جس میں نہ سوداگری ہوگی نہ یارانہ اللہ ہے

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ

وہ ہے کہ پیدا کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُتارا طرف سے

جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اُتارا تو اُس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کو

السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا

آسمان کے پانی تو نکالا ذریعہ اُس کے سے پھلوں رزق بنا کر

پیدا کیے

لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ

لیے تمہارے اور عاجز کیا لیے تمہارے کشتی کو تاکہ تیرے میں دریا

اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر کیا کہ اُس کے حکم سے دریا

بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ ۳۲ وَسَخَّرَ لَكُمُ

سے حکم اُس کے اور عاجز کیا لیے تمہارے نہروں کو ۔ اور عاجز کیا لیے تمہارے

میں چلے اور تمہارے لیے ندیاں مسخر کیں اور تمہارے لیے سورج اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ
سورج کو اور چاند کو کہ مسلسل چلنے والے ہیں اور عاجز کیا لیے تمہارے
چاند مسخر کیے جو برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے
الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۚ ﴿٣٣﴾
رات اور دن کو
رات اور دن مسخر کیے

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے خطاب فرمایا۔ اب ان آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں سے مخاطب ہونے کا ذکر ہے ۔ گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ اے حبیب اب ہماری قدرتوں کو دیکھتے رہو اور کافروں پر کوئی نگاہ رکھو اور باتیں صرف مومنوں سے فرماؤ ۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں کفار کا نعمت کو بدلنے کا ذکر ہوا تھا کہ وہ ناشکری کے کفرت اللہ کی نعمت چھنوا بیٹھتے ہیں اب یہاں وہ طریقہ بیان ہو رہا ہے جس کو اختیار کرنے سے نہ نعمت تبدیل ہو نہ چھینی جائے یعنی راہ خدا میں خیرات کرنا ۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ کافر لوگ بتوں وغیرہ کو اللہ کے برابر سمجھتے ہیں اب فرمایا جا رہا ہے کہ ۔ آسمان زمین اور کائنات کی ہر چیز تو خالق کائنات اللہ رب العزت نے پیدا کی ہے پھر ان بتوں کو کس چیز میں اللہ کے برابر بنا رہے ہیں ۔

تفسیر نحوی قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۔ قُلْ فعل امر معروف واحد مذکر قَوْلٌ اجوف واوی سے بنا ہے بمعنی کہنا ۔ امر کا ترجمہ ہے تم فرماؤ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہے ۔ لام جارہ بمعنی مفعولیت عباد جمع ہے عبد کی بمعنی بندے ی ضمیر متکلم واحد کا مرجع اللہ تعالیٰ مراد ہیں عبادت گزار لوگ ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول مبہمات میں سے ہے ۔ مبنی اصل ہوتے ہیں بحالت جر ہے بدل ہے یا نعت ہے عبادی کی ۔ اٰمَنُوْا ۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب ۔ باب اِفعال سے ہے مصدر ہے اِیْمَانٌ ۔ بمعنی اسلام قبول کرنا ۔ اَمْنٌ اس کا مادہ ہے بمعنی ماننا ۔ امن میں آنا یہاں ماننا مراد ہے یُقِیْمُوْا ۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر غائب باب افعال سے ہے اس کا مصدر ہے قَوْمٌ اور اِقَامَةٌ ھُمْ ضمیر جمع مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع عباد ہے اَلصَّلٰوةَ ۔ اسم مفرد

جامد بمعنی نماز بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے۔ واؤ عاطفہ عطف ہے یُقِیْمُوْا ۔ یُنْفِقُوْا فعل امر غائب معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔ باب افعال سے ہے۔ مصدر ہے اِنْفَاقٌ نَفْقٌ سے بنا ہے بمعنی۔ خرچ کرنا۔ خیرات کرنا۔ مِمَّا۔ دو لفظ ہیں۔ مِنْ جارہ۔ تبعیضیہ۔ اور مَا موصولہ۔ جار و مجرور کا پورا جملہ متعلق ہے یُنْفِقُوْا کا رَزَقْنَا فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم نَحْنُ۔ ضمیر جمع متکلم مستتر اس کا فاعل ہے مرجع ذات باری تعالیٰ۔ باب نصر سے ہے رِزْقٌ سے بنا ہے بمعنی نعمت۔ نفع والی چیز۔ ھُمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع عِبَادُ ہے سِرًّا۔ اسم مفرد جامد اس کی جمع ہے اَسْرَارٌ بمعنی چھپی بات۔ دل کا راز۔ پوشیدہ کام۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ بحالت فتح ہے حال ہے یُنْفِقُوْا کا واؤ عاطفہ۔ عطف ہے سِرًّا پر عَلَانِیَۃً اسم مفرد جامد معطوف ہے اس لیے بحالت فتح ہے بمعنی ظاہر ظہور۔ مِنْ جارہ زائدہ۔ قَبْلِ اسم ظرف ہے بمعنی پہلے چار طرح مستعمل ہے۔

نمبر ۱۔ قبل زمانی وہی یہاں مراد ہے۔ نمبر ۲۔ قبل مکانی۔ نمبر ۳۔ قبل رتبی اور درجے اور مرتبے میں پست ہونا نمبر ۴۔ قبل ترتیبی ہمیشہ مضاف ہوتا ہے جب مضاف الیہ ظاہر ہو تو اسم متمکن ہوتا ہے یعنی عامل کے مطابق زبر۔ زیر آتا ہے۔ قبل۔ قُبَیْلَ وغیرہ جب مضاف الیہ محذوف منوی ہو تو مبنی ہوتا ہے ضمہ پر یہاں بحالت کسرہ ہے مِنْ سے۔ اگلی عبارت اس کی مضاف الیہ ہے۔ اَنْ حرف ناصبہ مصدریہ یَاْتِیَ۔ فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اَتْیٌ سے بنا ہے بمعنی آنا۔ بحالت نصب ہے اَنْ ناصبہ سے۔ یَوْمٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنی دن۔ وقت۔ زمانہ۔ یہاں تینوں معنی بن سکتے ہیں بحالت رفع فاعل ہے یَاْتِیَ کا۔ موصوف ہے مابعد عبارت کا۔ لَا۔ حرف نفی۔ عمل میں لیس کے مشابہ ہوتا ہے۔ بَیْعٌ اسم نکرہ مفرد مصدر مادہ اجوف یائی ہے۔ بمعنی بیچنا اسم ہے لَا کا۔ فِیْہِ۔ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ موجودًا کا اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لا نافیہ کی۔ واؤ عاطفہ عطف ہے بَیْعٌ پر۔ لَا نافیہ۔ دوبارہ اس لیے آیا کہ بقاعدہ نحوی جب لا مشبہ بلیس کے اسم پر کسی کا عطف ہو اور معطوف علیہ معطوف دونوں نکرہ ہوں تو تکرار لا۔ واجب ہے۔ خِلَالٌ۔ اسم نکرہ بحالت رفع کیونکہ تابع عطفی ہے بَیْعٌ کا۔ بعض نحات نے کہا یہ مصدر ثلاثی ہے بَیْعٌ مصدر کی مطابقت کی بنا پر۔ بمعنی مُخَالَّۃٌ۔ یعنی دوستی لگانا۔ دوست بننا۔ بعض نے کہا یہ اسم مکسر ہے خُلَّۃٌ کی بمعنی دوست۔ دلی نسبت والے۔ مددگار۔ بروزن قَلَّالٌ قُلَّۃٌ اور رِجَالٌ رَجُلٌ۔ بحالت رفع ہے کیونکہ عطف تابعی ہے بَیْعٌ پر اور لا نافیہ اپنے معمولات سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے یَوْمٌ کی یَاْتِیَ جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ ہے قبل کا۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَللّٰہُ۔ اسم مفرد ذاتی علم ہے بحالت رفع ہے مبتدا ہے اَلَّذِیْ۔ اسم موصول واحد مذکر مرفوع ہے۔ خَلَقَ۔ فعل ماضی مطلق متعدی ہے۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع اَللّٰہُ ہے اَلسَّمٰوٰتِ۔ الف لام استغراقی۔ سموات۔ جمع ہے سماء کی واؤ عاطفہ۔ عطف ہے سموات پر۔ الف لام استغراقی ارض۔ اسم مفرد مؤنث لفظی۔ بحالت رفع۔ معطوف علیہ معطوف مفعول بہ ہے خَلَقَ کا اور جملہ فعلیہ خبر ہے مبتدا اللہ کی۔ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۔ واؤ عاطفہ عطف ہے اگلی ساری عبارت کا پچھلی عبارت خَلَقَ پر۔ اَنْزَلَ فعل ماضی مطلق مثبت
معروف صیغہ واحد مذکر غائب باب افعال سے ہے مصدر ہے اِنْزَالٌ متعدی ہے۔ نُزُوْلٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے اتارنا
اترنا، اوپر سے نیچے آنا۔ مِنْ جارہ ابتداء غایت کے لیے ہے۔ الف لام عہد ذہنی سَمَاءِ اسم مفرد جامد ہے بمعنی آسمان۔
یا بمعنی بلندی۔ اگر معنی آسمان ہوں تو مِنْ بمعنی سُوْءِ طرف، مَاءً اسم جامد مذکر منصرف پانی تنوین تنکیری ہے۔
بحالت فتح ہے مفعول بہ ہے۔ فَ تعقیبیہ بمعنی ثُمَّ یا تراخی۔ اَخْرَجَ۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف باب افعال
اِخْرَاجٌ مصدر متعدی ہے ہے۔ اَنْزَلَ اور اَخْرَجَ دونوں میں ھُوَ ضمیر مستتر ہے جو ان کا فاعل ہے اور مرجع اللہ ہے
بِ حرف جر سببیہ ہے۔ ہ ضمیر مجرور متصل واحد مذکر کا مرجع مَاءً ہے۔ مِنْ حرف جر بعضیت کے لیے۔ الف
لام استغراقی یا جنسی۔ ثَمَرٰت۔ اسم معرفہ جمع مؤنث سالم واحد ہے ثَمَرٌ مؤنث ہے ثَمَرَۃٌ۔ اس کی جمع مکسر ثِمَارٌ ہے
ترجمہ ہے پھل فروٹ۔ رِزْقٌ۔ اسم مفرد جامد بحالت فتحہ مفعول لہٗ ہے یا حال ہے ثمرات کا۔ بمعنی نفع والی چیز۔
خواہ دنیوی یا دینی بدنی، روحانی۔ اصطلاح میں غذا کو رزق کہا جاتا ہے۔ مجازاً پھلوں کو بھی رزق کہدیا جاتا ہے۔
یہاں اسی معنی میں ہے۔ لام جارہ نفع کا کُمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل متعلق ہے اَخْرَجَ کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے
اَنْزَلَ پر سَخَّرَ فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس میں پوشیدہ ھُوَ ضمیر واحد مذکر فاعل
ہے جس کا مرجع اللہ ہے۔ باب تفعیل سے ہے مصدر ہے تَسْخِیْرٌ سَخْرٌ سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ۔ قابو میں کر۔
قابو میں دینا۔ مقرر کرنا۔ عاجز کرنا۔ جبراً کام میں لگانا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ لام جارہ نفع کا کُمْ ضمیر مذکر حاضر مجرور متصل
متعلق ہے سَخَّرَ کے۔ الف لام استغراقی ہے فُلْكَ۔ اسم معرفہ جمع ہے۔ بروزن اُسْدٌ۔ اس کا واحد بھی فُلْكٌ ہوتا ہے
بروزن قُفْلٌ۔ ترجمہ ہے کشتیاں بحالت نصب ہے۔ مفعول بہ ہے سَخَّرَ کا۔ لِتَجْرِيَ۔ لام کَیْ اس میں اَنْ ناصبہ
پوشیدہ ہوتا ہے۔ لام بدلے مثبت ترجمہ ہے تاکہ۔ تَجْرِيَ۔ فعل مضارع معروف مثبت صیغہ واحد مؤنث غائب
باب ضرب سے ہے جَرْیٌ ناقص یائی سے مشتق ہے بمعنی بہنا۔ جاری ہونا۔ چلنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں منصوب
ہے۔ لام کی کی وجہ سے۔ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ۔ الف لام جنسی بَحْرٌ اسم مفرد جامد ہے اس کی جمع ہے بِحَارٌ۔ ترجمہ ہے دریا۔
سمندر۔ بِ جارہ سببیہ اَمْرٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنی حکم۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے اللہ جار و مجرور متعلق ہے۔
تَجْرِيَ کے۔ واؤ عاطفہ۔ عطف سَخَّرَ ماقبل پر۔ سَخَّرَ۔ فعل ماضی۔ باب تفعیل سے ہے۔ تَسْخِیْرٌ سے بمعنی عاجز کرنا پست
رہنے دینا۔ ھُوَ مستتر کا مرجع اللہ ہے۔ لام جارہ نفع کا کُمْ ضمیر مجرور متصل جمع مذکر ان تمام ضمیروں کا مرجع عباد ہیں خواہ
مومن۔ خواہ کافر۔ الف لام استغراقی اَنْهَارٌ اسم جمع مکسر منصرف جمع ہے نَهْرٌ کی بمعنی۔ بناوٹی کھودی ہوئی خواہ بڑی ہو خواہ
چھوٹی نالی مگر یہاں اصطلاحی معنی مراد ہیں یعنی نہریں جاری پانی۔ گویا کہ سبب بول کر مسبب مراد ہے بحالت فتحہ ہے

مفعول بہ ہے سخر کا۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ واؤ عاطفہ عطف ہے پہلے سخر پر۔ سخر۔ فعل ماضی تسخیر مصدر سے بمعنی کام میں لگانا۔ لام جارہ نفع کا کُم ضمیر کا مرجع تمام بندے (عباد) جار و مجرور متعلق ہے سخر کا۔ الف لام عہد خارجی شمس۔ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی ہے اس کی تصغیر شُمَيْسَةٌ ہے اس کی جمع شُمُوْسٌ ہے مجازی جمع ہے کیونکہ حقیقۃً شمس کائنات میں ایک ہی ہے اس کو منطق میں کلی ممکن الوجود فرد واحد کہا جاتا ہے۔ ترجمہ سورج آفتاب۔ بسبب مجاز کی بنا پر دھوپ کو بھی شمس کہہ دیا جاتا ہے بحالت نصب ہے مفعول بہ سخر کا۔ واؤ عاطفہ ہے شمس پر۔ الف لام عہد خارجی قمر اسم مفرد جامد ہے اس کی جمع ہے اَقْمَارٌ یہ بھی مجازی جمع ہے کیونکہ دنیا میں ایک ہی چاند ہے۔ قمر اسم جنسی ہے اسم صفاتی تین ہیں۔ نمبر۱۔ ہلال۔ نمبر۲۔ بدر۔ نمبر۳۔ محاق بحالت فتحہ ہے بوجہ عطف تابع۔ ترجمہ ہے چاند۔ دائبین اسم تثنیہ فاعل ہے اس کا واحد دائبٌ ہے دأْبٌ مہموز العین سے بنا ہے بمعنی مسلسل چلنا۔ بحالت نصب ہے کیونکہ حال ہے شمس و قمر کا یا صفت ہے ان کی۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے پہلے سخر پر لکم اس کا متعلق ہے۔ الف لام استغراقی لیل۔ اسم مفرد جامد اس کی جمع مکسر ہے لیالی لفظی مذکر ہے۔ بمعنی رات مفتوح ہے مفعول بہ ہے سخر کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے لیل پر۔ الف لام جنسی۔ نہار۔ اسم مفرد جامد ہے بمعنی روشن دن طلوع اور ظہور آفتاب کا زمانہ اگرچہ بادل یا دھند سے پوشیدہ ہو۔ یعنی دن دہاڑ۔ بعض لوگوں نے اس کو اسم جنس مانا ہے۔ ان کے نزدیک اس کی جمع کوئی نہیں، حالانکہ اس کی جمع ہے نُهُوْرٌ یا نُهُرٌ یا اَنْهُرٌ۔ بحالت فتحہ ہے تابع عطف ہے لیل پر۔

تفسیر عالمانہ

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ......

اس حیات دنیوی میں کافر کو بھی قُل سے خطاب ہے اور مومن کو بھی۔ مگر کافر کو تہدید ہے مومن کو تنبیہ ہے۔ کافر کو مہلت ہے مومن کو محبت ہے۔ کافر کو بیزاری ہے مومن کو تمکن ہے اسی لئے کافر کو تمتعوا فرمایا جا رہا ہے اور مومن کو یقیموا اور ینفقوا کا کس پیارے انداز سے خطاب ہے کہ اے پیارے نبی فرما دیجئے میرے ان بندوں کو جو سچے پکے مخلص ہو کر اللہ رسول کی ہر چیز پر ایمان لے آئے ہیں۔ وہ ہر وقت نماز کو اپنے دل و جان جسم و روح سے قائم رکھیں اس طرح کہ نفل سنت فرض کا بھی پورا اہتمام ہو اور شریعت کا بھی پورا قانون ہو ولیکن عشق الٰہی ہو جسم پر طریقہ مصطفائی ہو۔ باطن میں سوز و گداز ہو اور ظاہر میں فقہ کا لحاظ ہو۔ پوری طہارت اہتمام سے تکبیر تحریمہ خدا کے خوف سے قیام ذوق سے، رکوع ادب سے سجدہ لذت سے اور قعود عجز و انکسار سے سلام مروت سے دعا التجا سے۔ اور یہ ساری عبادت عشق ایسے خشوع سے ہو کہ محبت الٰہیہ سے قرب کی معراج بن جائے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر اللہ کے رزق سے جو بھی ہم نے ان کو رزق دیا ہے خوب خرچ کریں۔ اپنے پر۔ اپنوں پر پرایوں پر آل پر اولاد پر رشتے داروں پر۔ مسجد اور مدرسوں

پر والدا استاد مرشد پر۔ پوشیدہ بھی یعنی نفلی صدقہ و خیرات ختم ایصال ثواب مال بھی دینی اور انسانی ہمدردی میں خرچ کریں اور علم ہنر بھی اور علانیہ ظاہر ظہورا اعلان کرکے یعنی فرضی واجبی زکوٰۃ صدقات قربانی فطرانہ وغیرہ فقہاء کرام اور اہل شریعت فرماتے ہیں کہ۔ اقامۃ نماز کی بارہ شرطیں ہیں۔

نمبر۱۔ تینوں مکمل طہارتیں۔ جگہ۔ لباس۔ جسم۔ نمبر۲۔ خوف الٰہی۔ نمبر۳۔ خشوع یعنی نماز حاضری بارگاہ باری تعالیٰ سمجھ کر انتہائی ادب سے ادا کرے۔ نمبر۴۔ خضوع یعنی نہایت عاجزی اور ہیبت سے۔ نمبر۵۔ ساری چیزوں سے زیادہ نماز کا اہتمام کرے۔ نمبر۶۔ نماز عشق سے پڑھے۔ نمبر۷۔ وقت پر پڑھے۔ نمبر۸۔ ہر وقت نماز کے خیال میں رہے نمبر۹۔ خیال کی یکسوئی پیدا کرے۔ نمبر۱۰۔ الفاظ نماز کی ادائیگی اور طریقہ نماز کے صحت کا بہت خیال رکھے فقہ کے مسائل یاد کرے جاہل آدمی کو نماز اس کے منہ پر ماری جائے گی۔ اللہ بچائے۔ نمبر۱۱۔ غرور و تکبر اور غصہ ختم کرے اگر کوئی مسئلہ بتائے تو عاجزی سے سنے اور اس کا خیال رکھتے عمل کرے وہ رہبر بھی نماز میں نفلی نماز کو برباد کر دیتی ہے۔ نمبر۱۲۔ کبھی بھی نماز سے ریاکاری کا ارادہ نہ کرے خواہ ظاہر کرکے پڑھے یا پوشیدہ۔ خیال رہے کہ نفلی عبادت ظاہر کر دینا یا کسی کو بتانا سخت گناہ ہے۔ اور فرضی واجبی عبادت چھپانا گناہ ہے۔ ان شرعی شرائط پر مکمل عمل کرنا نماز کا قائم کرنا ہے۔ علماء دین ارشاد فرماتے ہیں مومن کی ہر خیرات اور خرچ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے یہاں تک کہ خود کو نابالغ بچوں کو کھلانا بھی۔ نیز جس کے پاس جو رزق ہو وہ خرچ کرے۔ امیر کا رزق مال دولت ہے اور ہنرمند کا رزق ہنر ہے علما کا رزق ان کا دینی علم ہے۔ اور پڑھانا مسئلے بتانا ان کی خیرات صدقات ہیں۔ اہل طریقت کا رزق ان کی روحانیت ہے۔ جس کا فیض پہنچانا ان کی خیرات ہے۔ یہ جو سلطان العارفین حضرت باہو نے فرمایا۔ ع۔ بغداد شہر دے میں ٹکڑے منگساں۔ بابا محمد صاحب کھڑی شریف والوں نے فرمایا۔ ع۔ پا ذکرم دا ٹوٹا۔ یہاں روٹی کے ٹکڑے مراد نہیں بلکہ فیض روحانی کا حصہ مراد ہے۔ اسی لیے اہل دل فرماتے ہیں کہ علماء زاہدین۔ عابدین کے پاس زیارت کے لیے جاؤ تو وہاں خاطر تواضع چائے دودھ کی آرزو لے کر مت جاؤ اور خاطر داری نہ کرنے پر گلہ شکایت بھی مت کرو۔ بلکہ طلب روحانیت کی نیت سے کر جاؤ۔ اے پیارے نبی ان ایمان والوں سے فرمائیے کہ یہ اعمال خیر۔ نماز۔ زکوٰۃ صدقہ و خیرات۔ اس دن کے آنے سے پہلے کریں جس دن نہ کوئی تجارت خرید و فروخت ہوگی نہ کوئی دوستی برادری۔ یعنی نہ بیع ہوگی کہ دولت پاس ہو نہ دوستی ہوگی کہ ان پر خرچہ کیا جائے۔ وہ دن یا قبر کا زمانہ یا حشر کا۔ یا یہ سارا ہی زمانہ موت سے حساب کتاب تک ایک یہ تفسیر ہے کہ نہ بیع ہوگی تاکہ اپنی مرضی کے اعمال خرید لیے جائیں نہ دوستی ہوگی کہ بدکاروں کی کوئی مدد کر سکے۔ یا یہ کہ آج نماز نہ پڑھو اس دن تو کسی کو تن بدن کا ہوش نہ ہوگا۔ بیع اور دوستی کس کو یاد ہوگی۔ غرض کہ بندوں کو تین چیزیں دی گئی۔

نمبر۱۔ جسم۔ نمبر۲۔ دولت۔ نمبر۳۔ اور وقت۔ ان تینوں کو اسی کی راہ میں مصروف کر دو۔ اسی زندگی میں بعد میں نہ جسم قابو میں ہوگا نہ دولت ہوگی نہ نماز پڑھنے کا وقت ہوگا۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ اے اہل ایمان اپنی نمازوں زکوٰتوں سے رب تعالیٰ کا شکر بجالائیں کیونکہ اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور بندوں کی ساری ضروریات اور چیزیں یہاں تک کہ خود بندے بھی ان آسمان و زمین سے وجود میں آیا ہے کہ روح آسمانی ہے اور جسم زمینی کائنات ظاہری کی باقی تمام اشیا بھی ان ہی اجرام سماوی اور انواع زمینی میں ہیں۔ اور آسمان کی طرف سے ہی بشکل بارش و شبنم اور برف اور اولے کئی قسم کا پانی اتارا جن کی تاثیریں بھی مختلف ہیں قدرت الٰہی سے جسم سماوی سے پانی بادل تک پہنچایا۔ بادل سے زمین پر آیا۔ یا پہلے زمین کے سمندر سے پانی بھاپ بن کر بلندیوں پر پہنچا پھر بادل بن کر برس گیا مگر پہلا قول درست ہے پھر اس پانی کے ذریعے ہزارہا پھلوں میں سے کچھ کہیں کچھ کہیں اگا کر نکالے۔ ایک قول ہے کہ یہ مِنْ حرف جر بیانیہ ہے اور معنی ہے کہ تمام پھل ایک قول ہے کہ یہ مِنْ تبعیضیہ ہے اور معنی ہے کہ کچھ پھل۔ ہم نے دونوں تفسیروں کو جوڑ دیا کہ رب نے تمام پھل اگائے مگر کچھ کہیں کچھ کہیں۔ اگر دونوں کو جوڑا نہ جائے بظاہر دونوں قول غلط ہو جاتے ہیں کیونکہ نہ باری تعالیٰ نے کوئی پھل آسمان پر کھایا ہے نہ سب ایک جگہ نکالے۔ اور یہ سب پھل رزق ہیں اے بندو تمہارے لیے یعنی نفع والی چیز خواہ کھانے کا پھل ہو یا غذا کا یا دوا کا یا فقط پہننے کا سونگھنے کا یا برتنے کا جیسے کپاس وغیرہ کہ اس سے لباس بنائے جاتے ہیں۔ آسمانوں کو رب نے قوتِ عطا دی ہے پانی کی قوتِ فاعلی اور زمین کو قوتِ قبولیت۔ ثمرات کو قوتِ مدافعت کہ ضروریات پوری ہو کر مضر چیزیں بھوک سردی گرمی دور ہوتی ہے اور حصولِ رزق کے لیے مسخر اور ماتحت کر دیا تمہارے لیے کشتیوں کو کہ خود ہی بناؤ خود ہی چلاؤ استعمال کرو چھوٹی شکاری اور سیاحت کی کشتی سے لے کر بڑے بحری جہاز تک سب کو فلک کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے آب دوز بحری جہاز نوح علیہ السلام نے بنایا یہ کشتیاں رب تعالیٰ نے مسخر فرمائی ہیں تاکہ اسی کے حکم سے جاری رہیں سمندر اور دریا میں۔ اور کشتیوں کی سلامتی کے لیے ہم نے دریاؤں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے عظیم پانی کو بالکل مسخر کر دیا تاکہ کشتی اور سفر اور مسافروں کی جانیں محفوظ رہیں۔ بحر العلوم میں ہے کہ دنیا میں اصل دریا پانچ ہیں۔ نمبر ۱۔ نیل مصر میں۔ نمبر ۲۔ فرات کربلا میں۔ نمبر ۳۔ دجلہ بغداد میں۔ نمبر ۴۔ جیحون۔ بلخ میں۔ نمبر ۵۔ سیحون ہند میں یہ پانچوں جنت کے ایک چشمے سے ہیں باقی دریا ان کی فروع ہیں (روح البیان) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور اے انسانو تمہاری زندگی کاروبار سفر حضر۔ وقت بتانے اور کھیتیاں پکانے دن چمکانے بلکہ تمہارے لاکھوں فائدوں کے لیے تمہارے ہی لیے اللہ کریم نے سورج کو مسخر کیا اور ترکاریوں۔ سبزیوں ترشوں چاندنیوں پھلوں کی مٹھاس کے لیے چاند کو بھی مسخر کر دیا کہ وہ تا قیامت ایک مقرر شدہ راستے پر دوڑتے پھر رہے ہیں۔ اور سورج کے ذریعے مسخر کیا یعنی بنایا تمہارے آرام آسائش سکون سونے اور جاگنے کے لیے رات کو اور دن کو کہ کبھی

ٹھنڈی کبھی گرم کبھی اندھیرا کبھی اجالا۔ کبھی دھوپ کبھی بادل کا سایہ۔ کبھی بڑے کبھی چھوٹے تاکہ ہمارے یہ نازک مزاج بندے اپنی زندگی کے ہر موڑ پر لمحے میں ہر نعمت سے ہر طرح کا آرام حاصل کرلیں۔ اور ہر سانس میں ہمارا شکر ادا کریں۔ اور بندہ بن کر زندگی گزاریں۔ اس لیے کہ جب اتنی چیزیں اُن کے لیے اللہ نے مسخر فرما دیں تو یہ فقط اپنے آپ کو نہایت تھوڑی محنت کے لیے قانونِ الٰہی کے لیے مسخر کردیں۔ یہی انصاف اور وفاداری کا تقاضہ ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ ساری مخلوق میں انسان اشرف اور انسانوں میں سب سے زیادہ شرافت ایمان والوں کو یہ فائدہ بعبادی فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ رب تعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنی طرف نسبت فرمایا۔ دنیا کی ساری نعمتوں سے یہ نسبت سب سے بڑی نعمت ہے۔ **دوسرا فائدہ۔** مومن جہنم سے آزاد ہیں یہ فائدہ بھی عبادی فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ نسبتِ الٰہی عتق کو لازم فقہ میں ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو کہہ دے میرا بیٹا یا اے میرے بیٹے تو وہ غلامیت سے آزاد ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا کسی خوش قسمت کو عبادی کہہ دینا اس سے کہیں زیادہ اہم اور قیمتی و مفید ہے کیونکہ اللہ کا عبد ہونا عظیم خوش بختی ہے۔ **تیسرا فائدہ۔** غذائی نعمتوں میں سے پانی انسانی حیوانی زندگی کے لیے بہت ہی اشد ضروری اور یہ بہت بڑا کرم ہے۔ اسی لیے کئی مقام پر رب تعالیٰ نے بہت اہتمام سے اس کا ذکر فرمایا نیز تمام پانی آسمان کی طرف سے ہے خواہ کوئیں کا یا چشموں کا سب کا ذکر فرما کر رب تعالیٰ نے شکر الٰہی کی طرف بندوں کی توجہ کو مبذول فرمایا۔ لہٰذا ہم بندوں کو ہر وقت ہر دم اُس کے حضور حاضری لازم ہے۔

احکام القرآن

ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ حیاتِ دنیوی میں کافر صرف ایمان لانے کا مکلف ہے اور مومن عبادت اسلامیہ نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ کا مکلف۔ لہٰذا کافر کو صرف ایمان کی تبلیغ کی جائے اور مومن کو صرف اعمال صالحہ کی یہ مسئلہ قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا فائدہ۔** بدنی عبادت جیسے نماز روزہ اور وظیفہ عبادت کا وظیفہ ہر شخص کو اپنا اپنا ہی کرنا لازم ہے۔ کوئی دوسرا کسی کی طرف سے ادا نہیں کرسکتا۔ لیکن مالی عبادت کی ادائیگی کے لیے کسی دوسرے کو مختار بنایا جا سکتا ہے جب کہ خود کچھ مجبور ہو۔ مثلاً قربانی حج بدل وغیرہ۔ زکوٰۃ اس اعتبار سے نماز کی مثل ہے کہ صاحبِ مال کی دولت میں سے ہی ادا کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ حساب کتاب کوئی دوسرا شخص لگا دے اور ادا اس کا ذاتی خزانچی کردے۔ یہ مسئلہ یُقِیْمُوْا۔ اور یُنْفِقُوْا کے قانونی حکم سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ۔** مومن پر پانچ طرح کی عبادتیں فرض ہیں۔

نمبر۱۔ سمندر کے ذریعے یعنی حج۔ نمبر۲۔ شمسی ذریعوں سے پانچ وقت نمازیں۔ نمبر۳۔ قمری عبادتیں یعنی روزے و عیدین۔ نمبر۴۔ دن کی عبادت یعنی روزہ۔ نمبر۵۔ رات کی عبادت یعنی عشاء اور دیگر تراویح تہجد وتر وغیرہ۔ یہ مسئلہ سَخَّرَ لَكُمُ کے اشارۃ النص سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ نماز و خیرات اس دن سے پہلے کرلو جس دن بیع یعنی تجارت نہ ہوگی اور دوستی بھی نہ ہوگی۔ تو نماز خیرات کا تجارت و دوستی سے کیا تعلق ہے۔

جواب۔ دنیا میں دو طرح نفع حاصل کیا جاتا ہے۔

نمبر۱۔ تجارت۔ نمبر۲۔ ہدیوں۔ تحفوں سے۔ فرمایا یہ جا رہا ہے اس دن نہ تجارت کا نفع ہو نہ دوستی ہو کہ ہدیے تحفے یا میراث ملے۔ حالانکہ اس دن نفع کی شدید ضرورت ہوگی۔ وہ ضرورت دنیوی زندگی کی نماز خیرات سے پوری ہوگی۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ قیامت میں دوستی نہ ہوگی لیکن دوسری آیت میں ارشاد ہے۔ کہ متقین آپس میں دوست ہوں گے۔ اور حدیث پاک میں ہے ہر شخص اپنے دنیوی محبوب کے ساتھ ہوگا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب۔ یہاں کا فر فاسق کی دوستی کی نفی ہے۔ اور حدیث پاک میں دوستی کا ذکر نہیں صرف ساتھ رکھے جانے کا ذکر ہے خود اپنی خوشی سے ساتھ نہ ہوں گے بلکہ رب تعالیٰ کے حکم سے ساتھ رکھے جانے کا بلکہ بدکاروں کو بدکاروں کے ساتھ جکڑا جانے کا ذکر ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ اللہ نے تمہارے لیے چاند سورج رات و دن کو مسخر کیا۔ حالانکہ مسخر تو وہ ہوتا ہے جو مطیع و فرماں بردار ہو۔ جیسے غلام۔ یا گھوڑا۔ ریل گاڑی موٹر۔ کشتی جہاز وغیرہ کہ جب چاہو چلاؤ جب چاہو روکو۔

جواب۔ چاند و سورج رات و دن کے مسخر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی مرضی سے رک نہیں سکتے۔ اور ہمارے لیے مسخر ہونے کا معنی ہے کہ اس کے سب فائدے اور نفع ہمارے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے مسخر ہونے کا مطلب ہے کہ وہ روک بھی سکتا ہے الٹا پکڑ بھی چلا سکتا ہے اور ان تمام کی باگ ڈور اپنے انبیاء اولیاء کے ہاتھوں میں دے بھی سکتا ہے **چوتھا اعتراض**۔ کیا وجہ ہے کہ آسمان کا ذکر پہلے۔ زمین کا بعد میں اور رات کا ذکر پہلے دن کا بعد میں کیا گیا۔

جواب۔ آسمان فیض دینے والا ہے زمین فیض لینے والی اس لیے آسمان کا ذکر پہلے ہوا نیز آسمانوں کو پہلے پیدا کیا گیا زمین کو بعد میں۔ رات کو مقدم کیا تین وجہ سے۔

نمبر۱۔ رات رب کے لیے ہے دن بندوں کے لیے۔ نمبر۲۔ رات معراج عشق و معرفت کے لیے۔ دن مخلوق میں مشغولیت کے لیے۔ نمبر۳۔ رات معرفت ذات کے لیے ہے دن ظہور صفات کے لیے ہے۔

تفسیر صوفیانہ

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ۔

اے محبوب فرما دیجئے میرے طالبوں سے جو ہوا و ہوس کے بندے نہ بنے بلکہ ہر مصیبت و آرام میں میرے در پر پڑے میرے ہی بنے جو نور عنایت پر ایمان لائے اور نعمتِ الوہیت کی معرفت حاصل کر لی اور کفران سے تبدیل نہ کی چاہیے کہ وہ نمازِ عشق و عبادتِ قرب قائم رکھیں اور سجادۂ عبودیت پر سجدہ ریز رہیں بسترِ قرب پر اعتکاف بیٹھیں او مناجات کے ذریعہ اپنے اللہ سے ہم کلام ہوں - اور اپنی شان مخلصین کو جو رزق - اسرارِ الوہیت و احکامِ عبودیت کا ہم نے ان کو دیا - اس کو مریدین طالبین پر خرچ کریں - اسرار کو سرًا خرچ کریں اور احکام کو طریقۂ ربوبیت میں علانیۃ ظاہر طور خرچ کریں - اس سے پہلے کہ میدانِ معرفت اور گہوارۂ تیر - تنہائی اور خلوتِ قرب میں روح و بدن کی جدائی کا وقت آ جائے جس دن نہ بیعت ہو سکے نہ تعلق اتفاق نہ پیری مریدی کا ہو سکے - اور نہ ہی بجز پروردگار کے کسی کی دوستی کا جوش ہو گا - یہ مریدوں کی طلب میں ملاقات کی خواہشیں یہ محبت و دستار کی تمنا اسی وقت تک ہیں جب تک کہ اس کی زیارتِ جمال نصیب نہیں ہوئی - مسافر سلوک کا ایمان اعمال باطنی قلبی ہیں اور خیالاتِ یار و تصورِ دوست نمازِ تصوف ہے - اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ وہی اللہ وہ ہے جس نے آسمانِ دماغِ انسانی کو اور زمینِ قلبِ انسانی کو پیدا فرمایا - اور اتارا آسمانِ ولایت کی طرف سے عشق و معرفت کا نورانی پانی پھر زمینِ قلب سے اُس پانی کے ذریعے علم شریعت و طریقت کے ہر دل میں مختلف پھل لذتِ ایمانی سے اور غذاء روحانی سے بھرے ہوئے نکلے تم سب اہلِ ایمان کے لیے دائمی [illegible] رزق [illegible] اور نفوسِ قدسیہ کی کشتی جو زمینِ قلبِ منور میں خزانۂ انوار سے بھری ہوئی ہے تمہارے ہی جیسے اہلِ سعادت کے لیے مسخر فرما دی جو دریاء معرفت میں قربِ الٰہی کے کنارے کی طرف بہتی چلی جا رہی ہے اُسی خالق تعالیٰ کے حکم ازلی سے اور اُسی ربِ کائنات نے تمہارے لیے اس نیک بختو مسخر کر دیا یعنی آسان کر دیا راہِ سلوک کی نہروں کو اور محبتِ الٰہی کی لہریں تم کو آغوشِ عافیت میں لینے کے لیے مسخر ہیں یعنی جھکی ہوئی ہیں - لہٰذا کفر شرک نفاق اور قلبی کھوٹ سے بچتے ہوئے معرفت کی کشتی میں سوار ہو جاؤ - وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اور تمہارے لیے ہی مدان الوارسیم کو مسخر کر دیا جو مدینۂ اسلام کا سورج یعنی دامنِ مصطفےٰ ہے اور صحبتِ اولیا یعنی ولایت کا چاند تمہارے ہی فیضان کے لیے بھیجا - اور اے بندو تمہاری تذکیۂ نفس کے لیے ہی شریعت کا دن اور طریقت کی رات کو تمہارے پاس ہزار آسانیوں کے ساتھ مسخر کیا - تاکہ اپنی حیاتِ دنیوی میں دنیا کو بھی دین کے سانچے میں ڈھال کر دونوں جہان کی نعمتوں سے شادان و فرحاں رہو -

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا

اور دیا تم کو اُن تمام چیزوں سے جو مانگا تم نے اس کو اور اگر تم گننا چاہو

اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو

نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ

نعمتیں اللہ کی تو نہیں گن سکتے اُس کو بیشک انسان البتہ ظالم

شمار نہ کر سکو گے بیشک آدمی بڑا ظالم بڑا

كَفَّارٌ ۳۴ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا

ناشکرا ہے ۔ اور اے نبی یاد کرو جب کہ عرض کیا ابراہیم علیہ السلام نے اے رب میرے بنا اس

ناشکرا ہے ۔ اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب اس شہر کو

الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ

شہر کو امن والا اور بچائے تو مجھ کو اور میرے خاندان کو اس سے کہ پوجیں ہم بتوں کو

امان والا کردے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ

اے میرے رب بیشک اُن بتوں نے گمراہ کر دیا بہت سوں کو لوگوں میں سے تو جس نے

اے میرے رب بیشک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیے تو جس نے

تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ

پیروی کی میری تو بیشک وہ میرا ہے اور جس نے نافرمانی کی میری تو یقیناً تو بخشنے والا

میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿٣٦﴾

رحم والا ہے

مہربان ہے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں باری تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ ہم نے تمام پھل اور خشک و تر اشیاء تمہارے لیے پیدا کیں اب ان آیات میں وہ نعمتیں بندوں کو دینے کا ذکر ہوا۔ **دوسرا تعلق۔** پچھلی آیات میں ایمان والے مومنوں کے دینے کا ذکر ہوا کہ وہ ظاہر پوشیدہ نفلی فرضی ہر طرح غریبوں کو دیتے ہیں اب یہاں رب تعالیٰ کی عطا کا ذکر ہوا کہ اس کی دین سب مخلوق پر ہے اور اتنی کثرت ہے کہ کوئی ان کو گن نہیں سکتا۔

تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات سے ثابت ہوا تھا کہ آسمان و زمین اور ان کی ساری چھوٹی بڑی چیزیں رب تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ اب ان آیت میں حضرت ابراہیم کی دعا سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ سب انسان بھی اللہ کے قبضۂ اختیار میں ہیں۔

تفسیر نحوی وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۔ واؤ سر جملہ۔ اٰتٰی۔ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مذکر غائب باب افعال سے ہے ایتاءٌ مصدر ہے اتی سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے دینا۔ کُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ ہے اور اس میں پوشیدہ ضمیر ھُوَ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے وہ ضمیر واحد مذکر اس کا فاعل ہے۔ مِنْ حرف جر بیانیہ ہے کُلِّ اسم تاکیدی ہے۔ مضاف ہے بحالت کسرہ ہے۔ مَا اسم موصول مضاف الیہ ہے اس لیے باطن میں مجرور ہے ظاہراً اسم غیر متمکن مبنی ہے۔ سَاَلْتُمُوْہُ۔ سَاَلْتُمْ فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر مذکر حاضر مستتر فاعل ہے اس کا مرجع عباد ہے۔ سَاَلَ سے بنا ہے بمعنی مانگنا۔ طلب کرنا۔ فریاد کرنا۔ پوچھنا۔ دعا کرنا۔ یہاں مانگنا مراد ہے۔ واؤ اشباع یعنی بھراؤ کے لیے ہے ضمیر ہ سے جوڑنے کی وجہ سے۔ ہُ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے اس کا مرجع ہے مَا۔ واؤ سر جملہ۔ اِنْ حرف شرط تَعُدُّوْا۔ فعل مضارع معروف مثبت صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ ہے مستتر ہے اس کا فاعل ہے۔ عَدٌّ سے بنا ہے گننا۔ شمار کرنا۔ تَعُدُّوْا دراصل تھا تَعُدُّوْنَ۔ نونِ اعرابی اِنْ شرطیہ جازمہ نے گرا دی۔ نِعْمَةَ اسم مفرد جامد بمعنی۔ فضل بلا معاوضہ عطیہ۔ احسان۔ آسائش۔ اس کی جمع ہے نِعَمْ۔ مفتوح ہے مفعول بہ ہے۔ مضاف ہے اس لیے تنوین نہیں آسکتی اَللّٰہ۔ اسم ذاتی علم معرفہ ہے

مجرور ہے مضاف الیہ لَا تُحْصُوْا۔ فعل مضارع منفی۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ باب افعال سے ہے۔ مصدر ہے
اِحْصَاءٌ بمعنیٰ مستقبل ہے۔ حَصْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پورا انتہا تک گننا۔ شمار کرنا۔ گھیرنا۔ دراصل تھا لَا تُحْصُوْنَ نونِ
اعرابی اِنْ شرطیہ نے گرا دیا۔ کیونکہ یہ جملہ فعلیہ اس کی جزا ہے۔ ھَا ضمیر اس کا مفعول بہ ہے اور اس کا مرجع ہے نِعْمَۃَ
اِنَّ حرف تحقیق۔ الف لام جنسی اِلْاِنْسَانَ۔ اسم مفرد جامد ہے۔ اُنْسٌ سے بنا ہے بمعنیٰ میل جول۔ محبت۔ تعلق۔ رشتوں
برادریوں والا ہونا۔ واحد جمع۔ مذکر مؤنث سب کے لیے مستعمل ہے۔ بحالتِ نصب ہے اسم ہے اِنَّ کا۔ یہ
عبارت علیحدہ ہے اس لیے اِنَّ آیا بکسرِ ہمزہ لام ابتدا ہے یا لام تاکید۔ ظَلُوْمٌ۔ بروزنِ فعولٌ مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنیٰ
ظالم یعنی بہت زیادہ ظالم۔ واحد مذکر ہے۔ کَفَّارٌ۔ صفت مشبہ ہے مبالغے کے لیے بروزنِ فعّال۔ کُفْرٌ سے مشتق ہے
بمعنیٰ ناشکری کرنا۔ اسی سے ہے کُفْرَان۔ یہ دونوں اسم دو خبریں ہیں اِنَّ کی۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ
ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ واؤ سر جملہ۔ اِذْ۔ اسم ہے۔ اس کے بارے میں چار قول ہیں۔ نمبر۱۔ یہ
ظرفِ زمان ہے اور یہی حقیقی ہے۔ نمبر۲۔ ظرفِ مکان۔ نمبر۳۔ حرفِ مؤکد۔ نمبر۴۔ مفاجاتیہ ہے۔ اس طرح بھی مستعمل
ہے مگر قلیل۔ اکثر بمعنیٰ مستقبل ہوتا ہے لیکن کبھی زمانہ ماضی کے لیے آتا ہے یہاں ماضی کے لیے ہے۔ ظرفِ زمان ہے
بمعنیٰ اِذَا۔ قَالَ فعل ماضی مطلق معروف مثبت اِبْرٰھِیْمُ اسم عجمی غیر منصرف ہے عَلَم ہے اب عربی لفظ ہے پہلے عبرانی یا سریانی
لفظ تھا اس لیے عجمی کہلایا مرفوع کیونکہ قال کا فاعل ہے۔ رَبِّ۔ دراصل تھا رَبِّیْ (میرے رب) بَ کا کسرہ علامت
یاءِ متکلم ہے نہ کہ اعراب۔ یہاں حرفِ ندا پوشیدہ ہے یہ اس کا منادیٰ ہے۔ اصل میں یا ربِّ یاءِ متکلم اور اگلی ہمزہ وصل
اس لیے حذف ہوئی کہ بَ کو جِ سے جوڑنا تھا۔ رَبِّ منادیٰ ندا محذوف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا کیونکہ اَدْعُو کے معنیٰ میں
ہوتا ہے۔ اِجْعَلْ۔ فعل امر باب فتح سے ہے جَعْلٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ بنانا۔ بنا متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اَنْتَ ضمیر مستتر اس
کا فاعل ہے۔ ھٰذَا اسم اشارہ قریب کے لیے بمعنیٰ یہ مبنی اصل ہے باطنی اعراب جس کو اصطلاحِ نحات میں اعرابِ حکائی بھی
کہا جاتا ہے۔ اس کا اعرابِ حکائی فتحہ ہے مفعول بہ اوّل ہے اِجْعَلْ کا اَلْبَلَدَ الف لام عہدِ خارجی ہے بَلَدٌ اسم مفرد جامد
ہے اس کی جمع ہے بِلَادٌ۔ ترجمہ ہے شہر۔ بڑی آبادی۔ واقفیت والی جگہ۔ مشار الیہ ہے ھٰذَا کا اس لیے مفتوح ہے۔
اٰمِنًا۔ اسم فاعل ہے واحد مذکر کا صیغہ اَمْنٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ امن دینا۔ امن لینا۔ یہاں دونوں معنیٰ بن سکتے ہیں منصوب
نکرہ ہے مفعول بہ دوم ہے یا حال ہے بلد کا۔ واؤ عاطفہ ہے عطف ہے اِجْعَلْ پر۔ اُجْنُبْ۔ فعل امر حاضر معروف واحد
مذکر۔ اَنْتَ ضمیر مرفوع منفصل اس کا فاعل ہے مرجع ہے رَبّ۔ باب نصر سے ہے جُنُبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بچانا۔
دور رکھنا۔ بہر حال متعدی ہے۔ نون وقایہ (یعنی اعراب بچانے والی) یٔ ضمیر متکلم۔ منصوب متصل مفعول بہ ہے
واؤ عاطفہ عطف ہے یاءِ متکلم پر۔ بَنِیَّ۔ دراصل ہے بَنِیْنَ یٔ بَنِیْنِیْ جمع مذکر سالم ہے اِبْن کی۔ یاءِ ابن کی مضاف
ہوا یاءِ متکلم کی طرف تو نون جمع اعرابی گر گئی اور یٔ کا یٔ میں ادغام ہوگیا۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ عطف تابع ہے پہلی

یاءِ متکلم مفعول بہٖ کا۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ (مضارع کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے) نَعْبُدَ۔ فعل مضارع مثبت
معروف صیغہ جمع متکلم۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم مستتر اس کا فاعل ہے مرجع ابراہیم اور بَنِیَّ ہے۔ باب نصر سے ہے عَبْدٌ سے
بنا ہے بمعنی عبادت کرنا۔ متعدی ہے بیک مفعول۔ منصوب ہے اَنْ ناصبہ سے۔ الف لام استغراقی۔ اَصْنَامُ جمع مکسر
صَنَمٌ کی اسم جامد ہے بمعنی مجسمہ۔ مورتی۔ بُت۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہٖ ہے نَعْبُدَ کا یہ جملہ فعلیہ مفعول بہٖ ہے
اُجْنُبْ کا رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ۔ فَمَنْ تَبِعَنِي فَاِنَّهُ مِنِّي۔ وَمَنْ عَصَانِي فَاِنَّكَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ رَبِّ۔ دراصل تھا یَا رَبِّی۔ یا حرفِ ندا کو تخفیف کے لیے حذف کیا قرینہ ہے تقدم اور اضافتِ یاءِ متکلم۔
یاءِ متکلم محذوف منوی ہوئی بوجہ (ثقیل) ہونے کے کیونکہ ی کے بعد ہمزہ مکسورہ ہے جس نے ی کو ثقیل کر دیا لہٰذا
گر گئی اور اُس کی نشانی بٌ کا کسرہ ہے۔ اِنَّ حرف تحقیق حتٰی۔ ضمیر منصوب متصل جمع مؤنث غائب اسم ہے اِنَّ کا
مرجع ہے اَصْنَام۔ بقاعدۂ نحو یہ غیر عقل والی چیزوں کے لیے مؤنث کی ضمیر آتی ہے اَضْلَلْنَ فعل ماضی مطلق معروف
مثبت صیغہ جمع مؤنث غائب۔ هُنَّ ضمیر مؤنث اس کا فاعل ہے۔ جس کا مرجع اَصنام ہے چونکہ فاعل اسم ظاہر نہیں اس
لیے صیغہ جمع آیا۔ باب افعال سے ہے۔ مصدر ہے اِضْلَالٌ۔ ضَلَّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ اِضلال متعدی
ہے بمعنی گمراہ کرنا۔ ضَلَّ لازم ہے بمعنی گمراہ ہونا۔ كَثِيرًا۔ اسم صفت مشبہ اسم فاعل کی طرح عامل مشتق ہے۔ مِنْ حرف
جر۔ بعضیت کے لیے۔ الف لام استغراقی ہے یا جنسی ہے۔ نَاس اسم جمع مذکر ہے اس کی واحد کوئی نہیں نہ تثنیہ اصلاً مذکر
ہے۔ مؤنث کے لیے بھی مستعمل ہے۔ مجرور ہے مِنْ جارہ سے۔ جار و مجرور متعلق ہے۔ كَثِيرًا کا۔ اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر
مفعول بہٖ ہے اَضْلَلْنَ کا۔ فَ حرف عطف لغو بیانیہ۔ مَنْ اسم موصول شرطیہ۔ تَبِعَ۔ فعل ماضی مطلق معروف باب
سَمِعَ سے ہے صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبْعٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ نقش قدم پر چلنا۔ پیچھے چلنا۔ فرمانبرداری کرنا۔ بات
ماننا۔ وغیرہ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مستتر ہے جس کا مرجع مَنْ ہے۔ نون وقایہ ی
ضمیر واحد متکلم کا مرجع ابراہیمؑ ہے۔ فَ جزائیہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کی ضمیر واحد مذکر غائب اس کا اسم ہے اس لیے
منصوب ہے اور عامل سے جزی ہے اس لیے متصل ہے۔ مِنْ حرف جر انتہاء غایت کے لیے ہے نون وقایہ مدغم ہے
مِنْ کی نون سے دراصل تھا مِنْ نِیْ۔ یاءِ متکلم مجرور متصل۔ جار و مجرور متعلق ہے ملحقٌ پوشیدہ اسم مفعول کا اور وہ جملہ
اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اسم خبر سے مل کر جزا ہے مَنْ تَبِعَ شرط کی۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے جملے کا جملے پر۔ مَنْ
موصولہ شرطیہ۔ عَصَا۔ فعل ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ واحد مذکر غائب باب نصر سے ہے۔ عَصْوٌ اجوف واوی
یا عَصْیٌ اجوف یائی سے بنا ہے۔ بمعنی نافرمانی کرنا۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم بحالت فتحہ مفعول بہٖ ہے۔ فَ جزائیہ
اِنَّ حرف مشبہ بالفعل كَ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع رب ہے۔ منصوب ہے کیونکہ اسم ہے غَفُوْرٌ۔ بروزن
فَعُوْلٌ اسم نکرہ مبالغہ کے لیے بحالت رفع خبر اول ہے رَحِیْمٌ صفت مشبہ کا صیغہ مرفوع ہے خبر دوم ہے اِنَّ کی۔

غَفُوْرٌ غفر سے بنا ہے بمعنی ڈھانکنا۔ بخشنا۔ مٹانا۔ غفور کے معنی ہیں بہت بخشنے والا۔ رحیم رحم سے بنا ہے بمعنی بہت اور ہمیشہ رحم کرنے والا۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جزا ہوئی مَنْ عَصَانِیْ جملہ شرطیہ کی۔ اور یہ سب آیات اور اگلی آیات مقولہ ہے قَالَ اِبْرَاهِیْمُ کا۔

تفسیر عالمانہ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ سابقہ مذکور مسخرات تو وہ نعمتیں ہیں جو بن مانگے رب نے عطا فرمائیں۔ اور ان کے علاوہ بھی ہر وہ نعمت برکت عظمت۔ عزت۔ رزق۔ فائدے تم کو دیے جو تم نے زبان حال سے اور زبان قال سے اور زبان ضرورت زندگی سے اپنے رب تعالیٰ سے مانگیں۔ ایک تفسیر میں . مَا منفی ہے اور معنی یہ ہے کہ اور اللہ نے دیا تم کو وہ تمام کچھ جو نہ مانگا تم نے۔ اس صورت میں کُلّ مضاف نہ ہوگا۔ کائناتِ موجودات کی نعمتیں جو رب تعالیٰ نے بندوں کو عطا فرمائیں وہ دو قسم کی ہیں۔ نمبر ۱۔ جو بندوں کے مانگے بغیر رب کریم نے پیدا فرمائیں اگر اس میں کروڑہا زندگی کے فائدے ہیں مثلاً آسمان زمین چاند سورج وغیرہ۔ نمبر ۲۔ جو طلب دعا سے ملیں۔ زبان حال سے طلب اس طرح کہ بندے کی حالت بقاء زندگی کے لیے اس چیز کی ضرورت مند ہو۔ زبان قال سے یعنی بندہ دعا مانگے۔ یا اس کی عبادت میں مشغول ہو جائے۔ اور زبان ضرورت مثلاً۔ حالت ایسی ہو کہ دیکھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہاں اس شی کی ضرورت ہے۔ ایک آدمی پھٹے لباس میں آپ کے دروازے پر کھڑا ہو جائے۔ یہ زبان حال سے مانگ رہا ہے اور دوسرا شخص صدا لگاتا ہے وہ زبان قال سے مانگتا ہے تیسرا شخص مرجھائے چہرے خشک لب سے کہیں بیٹھا ہے۔ وہ کھانے پانی کا ضرورت مند ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز حیوانات جمادات نباتات اپنے خالق تعالیٰ کی بارگاہ میں ان ہی تین شکلوں پر مدد کی طالب ہے اور رب تعالیٰ سب کو عطا فرما رہا ہے اور اتنا عطا فرما رہا ہے کہ اے ساری مخلوق انسان جنات اور ملائکہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنتی کرنا چاہو یا سب مل کر گننے کا ارادہ کرو تو ساری زندگی کبھی شمار میں نہیں لا سکتے۔ گننا تو بڑی بات ہے۔ انسانی غور و تدبر۔ فکر و خیال میں بھی نہیں آسکتیں۔ ایک جسم انسانی حیوانی کے بقا کے لیے ایک نوالہ جو خدا تعالیٰ نے بندے کو عطا فرمایا اس کی محض تیاری کے لیے کتنی اشیاء عطا فرمائیں۔ زمین آسمان پانی چاند سورج ایک دانے کو اُگانے اور بنانے کے لیے پھر لوہا۔ اور مشینیں اس کو کاٹنے چھنے صاف کرنے کے لیے پھر آگ۔ پانی۔ توا۔ چولھا۔ اس کو کھانا بنانے کے لیے پھر ہر انسان کے ساتھ ہر لقمے کی دیکھ بھال کے لیے ہماری عزا سمہ نے پانچ ڈاکٹر مقرر فرمائے۔ ہاتھ نے اس کی سردی گرمی کا اندازہ لگا لیا۔ اور آنکھوں کے قریب کر دیا۔ آنکھوں نے اس کی اچھی بری رنگت اور اس میں ضروری غیر ضروری چیز کو دیکھ لیا اگر کوئی بال یا تنکا پڑا ہو تو نکال دیا جائے۔ پھر ناک نے اس کو سونگھ لیا کہ سڑا بھسا تو نہیں پھر دانتوں نے کنکر پتھر اور ریت کے ذرے تک کا پتہ لگا لیا۔ اور زبان نے ذائقہ کی

لے لی کہ کڑوا ہے یا کھٹا میٹھا۔ بکسا۔ کسیلا۔ اتنے قدرتی ڈاکٹروں نے پاس کیا تب رب رحمٰن رحیم نے بندے کے پیٹ میں ایک لقمہ پہنچایا۔ پھر سر سے پاؤں تک ہر مسام ایک نعمت ہے۔ جسمانی کے علاوہ روح میں کروڑوں نعمتیں ہیں۔ اللہ اکبر۔ کون شمار کر سکتا ہے۔ بس اعتراف ہی اس کی بارگاہ میں منظور مقبول ہے اس سے بھی انسان غفلت کرتا ہے۔ بیشک انسان بہت ظلم کرنے والا ہے۔ اور سب سے دور بھاگتا ہے کیونکہ ناشکرا ہے ایک روایت میں ہے۔ کہ ظلوم سے مراد ابوجہل اور اس کی قوم بنی مغیرہ ہیں اور کفار سے مراد بنی امیہ قریشی ہیں۔ علما فرماتے ہیں انسان کی دو دو عادتیں جبلی یعنی پیدائشی ہیں۔ نمبر ۱۔ نسیان۔ نمبر ۲۔ اور غفلت کرتا ہے اور دو عادتیں نفسانی ہیں یعنی خود ساختہ۔ نمبر ۱۔ انکار نمبر ۲۔ جہالت۔ غفلت و نسیان کی بنا پر انسان ظلوم ہے اور انکار و جہالت کی بنا پر انسان کفار ہے نسیان سے نقصان کی بیماری غفلت سے پریشانی و عجلت کی بیماری انکار سے دوری کی اور جہالت سے شکوے کی بیماری پیدا ہوتی ہے رب تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ دو دو عادتوں کا رخ موڑ دیں کہ نسیان و غفلت دین سے ہٹ کر دنیا کی طرف ہو جائیں۔ اور دو دو عادتوں کو مٹا دیں۔ شریعت نے نسیان کو طریقت نے غفلت کو حقیقت نے انکار کو معرفت نے جہالت کو ختم فرمایا۔ اسی لیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بارگاہ صمدیت احدیت میں عرض کیا۔ اے پیارے نبی آپ بھی یاد کیجئے اس وقت کو جب کہا ابراہیم خلیل نے اے میرے کثیر نعمتیں دینے والے رب اور چاند سورج رات و دن کو مسخر بنانے والے معبود اس شہر مکہ کو بھی تا قیامت امن والا بنا دے اور ہر ظالم فسادی بدامنی پھیلانے والے جفاکار۔ تخریب پسند دہشت گرد کو یہاں کے لیے ایسا مسخر کر دے کہ کسی جاندار کا دل دکھانا تو درکنار یہاں کا گھاس تنکا بھی نہ اکھاڑ سکے۔ اور اگر کوئی کرے تو خود ہی تباہ ہی ہو جائے یہاں تک کہ یہاں کی ہوائیں فضائیں اور موسم بھی یہاں کوئی موذی امراض نہ لا سکے۔ نہ کبھی قحط سالی آئے۔ غرض کہ چاروں طرف ہر طرح کا امن و امان رہے۔ اور دور دور تک یہ علاقہ حرم شریف بن جائے۔ اور مجھ کو بھی دور رکھ اس طرح کہ میری عصمت قائم رہے اور کسی گناہ کی قدرت ہی نہ رہے جیساکہ عصمت کی شان ہے ورنہ تا عمر باقی رہے انبیا کی خلقت میں مادۂ گناہ پیدا ہی نہ کیا گیا۔ مگر عصمت ختم کرنے پر رب تعالیٰ قادر ہے اس لیے یہ دعا طلب کی گئی۔ اور اے کریم میرے بیٹوں کو بھی دور رکھ اس بات سے کہ ہم میں سے کوئی کبھی پتھر لکڑی لوہے یا چاند سورج ستاروں یا آگ کے بتوں کو پوجیں۔ اور اتنا دور کر دے کہ دل میں بھی خیال نہ آئے۔ نہ کسی کی محبت پیدا ہو۔ نہ ان کی تعظیم ہی ہم کر سکیں۔ اس لیے کہ۔ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۔ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اے میرے رحیم کریم ہادی رب بیشک ان بتوں نے اپنے وجود کے سبب یا اپنی چمک دمک خوبصورتی سے متاثر کر کے یا اپنی تیزی۔ گرمی جاہ جلال سے مرعوب کر کے بہت سے احمق بیوقوف ظالم جاہل لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ سچے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیا۔ اے اللہ تیرے حکم کے مطابق ان تمام انسانوں

کو اپنی قوم کو تیری شریعت بتاتا۔ سناتا۔ سمجھاتا رہوں گا پھر اس میری تبلیغ کو سن کر جس نے میری اتباع فرمانبرداری کی میرے طریقے کو اپنایا اور نیک پاک مومن مخلص ہو گیا۔ تو بیشک وہ مجھ سے یعنی میرے امتیوں میں سے ہے اور جس شخص نے میری ہر طرح نافرمانی مخالفت اور مخاصمت کی۔ اس طرح کہ نہ شریعت پر عمل کیا نہ دین قبول کیا۔ نہ متقی بنے نہ مخلص۔ یا بدعمل ہوئے یا منکر تو بیشک تو اسے وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ سچے معبود توبہ کی توفیق دے کر بخشنے والا معاف فرمانے والا ہے اور ایمان کی توفیق دے کر دنیا و آخرت میں رحم فرمانے والا ہے میں نافرمانوں کا معاملہ و برتاؤ تیرے سپرد کرتا ہوں کیونکہ تو مجھ سے زیادہ رحم والا ہے۔ بہرکیف جب تک نافرمانی کرتے رہیں گے میرا ان سے کوئی رابطہ تعلق اور قومی رشتے داری نہ ہوگی میں ہزاروں ایسے رشتوں کو تیرے رشتۂ محبت پر قربان کردوں گا۔ اس لیے کہ میری نافرمانی دراصل تیری ہی نافرمانی ہے۔ کیونکہ میرا سب کچھ تیرا ہی ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ ندا کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ذکر کر کے فرمایا کہ میں اپنی امت کی بخشش کا ہی طالب ہوں اور کافی دیر تک آہ و زاری کے ساتھ رب کی بارگاہ میں عرض کرتے رہے۔ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اے رحیم میری امت کو ضرور ضرور معاف فرما۔ جبرائیل امین اللہ تعالیٰ کے حکم سے حاضر بارگاہ ہوئے اور عرض کیا اے آقا آپ کیا چاہتے ہیں فرمایا کہ امت کی بخشش رب نے بذریعہ جبریل پیغام بھیجا کہ اے پیارے حبیب ہم تم کو تمہاری امت کے بارے میں راضی رکھیں گے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

فائدے

ان آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنا بارگاہِ الٰہیہ میں بہت پسندیدہ عبادت ہے۔ اس لیے دعا کا کوئی وقت معین نہیں۔ بلکہ دیگر عبادتیں بھی دعا کو جاری اور قائم رکھنے کے لیے فرض فرمائی گئی ہیں۔ نیز ہر عبادت میں دعائیں شامل فرمائی گئی ہیں کوئی عبادت دعا سے خالی نہیں۔ لہٰذا جو دعاؤں کی مخالفت کرے یا اپنے پاس سے وقت کی قیدیں لگاتا پھرے وہ گمراہ ہے۔ یہ فائدہ مَا سَاَلْتُمُوْهُ کے عموم سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ قرآن مجید کے طریقۂ بیان اور طرزِ ذکر کے مطابق۔ عمومی خطاب یا عام لفظوں میں خواص کو شامل نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا جب کبھی لفظ انسان مذکور ہو یا انسان کو خطاب ہو تو انبیاء کرام اور اولیاء اللہ اس میں شامل نہ ہوں گے۔ جو شخص عام خطابات میں انبیاء کرام علیہم السلام کو شامل مانے یا سمجھے وہ بدترین جاہل و گستاخ ہے یہ فائدہ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ کے بعد لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ۔** آقاء کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانیں اور صفات تمام دنیا و ما فیہا سے زائد ہیں۔ یہ فائدہ لَا تُحْصُوْهَا داخل فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ دیکھو رب تعالیٰ نے تمام ان کو قلیل فرمایا۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ تو جو قلیل ہے اس کو تو تمام

انسان و جنات گن نہیں سکتے۔ پس جس کو رب تعالیٰ عظیم فرمائے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اس کو کس طرح شمار کیا جا سکتا ہے۔ کتنے بدنصیب اور احمق ہیں وہ لوگ جو نبی کریم کی تعریف سے جلے مرتے ہیں اور اہلسنت پر طعن کرتے ہیں کہ تم اپنے آقا کی شان کو حد سے بڑھا دیتے ہو۔ ایک دفعہ ہمارے پیارے اعظم چشتی نعت خوان نے ایک بہت بڑے ان کے مذہبی لیڈر خطیب پاکستان سے ان کے اسی طرح کے اعتراض پر فرمایا کہ حضرت جی تم سب مل کر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی حد بتادو۔ حضرت جی ایسے چپ ہوئے کہ منہ چھپاتے بنی۔ یہ حال تو ان کے بڑوں کے علم کا ہے۔ اور ہاتھ کہاں ڈالتے ہیں۔ پیارے آقا ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں کی شان کی حد ہی کسی کو معلوم نہیں تو حد سے بڑھے گا کیسے۔

احکام القرآن

اِن آیتِ پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ قانونِ شریعت کے مطابق کسی شخص کا ذاتی نام لے کر اُس کی چغلی یا غیبت یا برائی کرنا منع ہے۔ جب کہ برائی میں مشہور نہ ہو۔ لیکن علم نام لئے کر برائی بیان کرنا جائز ہے۔ جیسے کہ کوئی یہ کہے لوگ برے کام کرتے ہیں۔ یا نبی کریم کے گستاخ گمراہ ہیں صحابہ کرام کو برا کہنے والے ظالم ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ مسئلہ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ جو چیز گناہ کا سبب ہو اُس کو مجرم قرار دینا یا ایسے شخص کو سزاءِ شرعی کا مستوجب گردا ننا شرعاً جائز ہے۔ یہ مسئلہ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا سے مستنبط ہوا کہ دیکھو حضرت خلیل علیہ السلام نے گمراہی کا مجرم بتوں کو قرار دیا۔ حالانکہ پتھر کے بت تو کسی کو گمراہ ہونے کا حکم یا مشورہ نہیں دیتے نبی کی زبان قانونِ الٰہی کی زبان ہوتی ہے۔ لہٰذا والد اگر اولاد کو عالم استاد اپنے شاگردوں کو خطیب و امام اپنے مقتدیوں کو۔ پیر اپنے مریدوں کو والدہ اپنی بیٹیوں کو۔ بادشاہِ اسلام اپنی رعایا کو ٹھیک تربیت نہ دے تو شرعی مجرم ہے کہ وہ ذریعہ بن رہا ہے ان لوگوں کی بے راہ روی کا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ کافر کو اپنا سمجھنا شرعاً حرام ہے۔ اگرچہ اپنا قرابت دار یا ہم قوم یا اولاد ہو۔ یہ مسئلہ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ سے مستنبط ہوا کہ نافرمانوں اور بے دینوں کو اپنا نہ فرمایا گیا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں فرمایا گیا۔ هٰذَا الْبَلَدَ۔ اَلْبَلَدَ کا معرفہ اور سورۂ بقرہ میں ہے هٰذَا بَلَدًا نکرہ۔ جواب۔ سورۂ بقرہ شریف میں اُس وقت کی دعا کا ذکر ہے جب ابھی یہ جگہ جنگل بیابان تھی اس کو شہر بھی بنانا ہے اور امن والا بھی۔ اس لیے هٰذَا علیحدہ ہے اِجْعَلْ کا مفعول بہ اول بَلَدًا اٰمِنًا یہ مرکب توصیفی علیحدہ ہے مفعول بہ دوم۔ لیکن یہاں اُس وقت کی دعا کا ذکر ہے جب کہ مکہ مکرمہ شہر بن چکا ہے اب صرف امن والا ہونے کی دعا ہے۔ اس لیے هٰذَا الْبَلَدَ جڑ کر مفعول بہ اول ہے اور اٰمِنًا۔ علیحدہ ہے مفعول بہ

دوم یہ دونوں کا ترجمہ اس طرح ہے۔ سورۃ بقرہ۔ اے رب اس جنگل کو امن والا شہر بنا دے۔ سورۃ ابراہیم آیت یہی۔ اے رب اس شہر کو امن والا بنا دے۔ اس چیز کو بتانے کے لیے اس طرح یہاں ہوا اور اسی طرح حضرت ابراہیم نے اس وقت دعا مانگی تھی۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تمام چیزیں دیں جو تم نے مانگیں۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے نہ ہم سب کو وہ چیزیں دیں جو ہم نے مانگیں نہ ہم میں سے بعض کو وہ سب دیں۔ جو انہوں نے یا ہم نے مانگیں۔ اور نہ ہی پوری چیز عطا فرمائی اور نہ ہر شخص کو تھوڑی تھوڑی عطا فرمائی تو پھر اس آیت کا معنی کیا ہے۔

جواب۔ اس کا جواب تفسیر عالمانہ میں گزر گیا کہ ہمارا مانگنا صرف زبانِ قال ہی سے نہیں ہے بلکہ زبانِ حال اور زبانِ ضرورت سے بھی ہم مانگتے ہیں اور رب تعالیٰ نے ہماری ساری ہی ضرورتیں پوری فرما دیں۔ اگر ایک ضرورت بھی پوری نہ ہو تو بندہ مر جائے۔ ہم زبانِ قال سے مانگتے ہیں وہ اس لیے تمام نہیں دی جاتیں کہ ہم بلا ضرورت یا ضرورت سے زائد یا اکثر اپنے لیے نقصان دہ چیز مانگ لیتے ہیں اپنی کم عقلی سے۔ اس لیے وہ حکمت والا ہم کو نہیں دیتا۔ بعض نے جواب اس طرح دیا کہ اصل عبارت اس طرح ہے۔ وَآتَاكُمْ بَعْضًا مِنْ جَمِيعِ مَا سَأَلْتُمُوهُ ترجمہ۔ اور دیا تم کو اُن تمام میں سے بعض جو تم نے مانگا۔ مگر یہ جواب خواہ مخواہ تکلف ہے۔ جہاں تک ہو سکے پوشیدہ عبارت بنانے سے بچنا چاہیئے۔ **تیسرا اعتراض**۔ اہلسنت کہتے ہیں کہ نبی کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے مگر یہاں یہ دعا کہ اس شہر کو امن والا بنا قبول نہ ہوئی کیونکہ کعبہ پر اور مکے پر بہت دفعہ حملہ کیا گیا۔ اور کعبہ شہید کیا گیا یہ موجودہ کعبہ تعمیرِ خلیل نہیں ہے بلکہ تعمیر قریش اور نبی پاک ہے (دیوبندی وہابی)

جواب۔ امن سے مراد آفاتِ آسمانیہ بیماری قحط اور آپس کی خانہ جنگی ہے اس سے واقعی آج تک بلکہ تا قیامت محفوظ ہے۔ اور دعا حقیقتاً قبول ہے۔ بعض نے کہا یہ دعا پورے شہر کے لیے ہے کہ یہ ویران و برباد نہ ہو۔ اس لحاظ سے بھی قبول ہے **چوتھا اعتراض**۔ انبیاء تو معصوم ہوتے ہیں گناہ پر قادر ہی نہیں ہوتے پھر یہ دعا کہ وَاجْنُبْنِي مجھ کو بت پرستی سے بچا۔ کیوں مانگی ہے۔

جواب۔ اس کے بارے مفسرین کے تین قول ہیں۔ نمبر ۱۔ اس لیے کہ مجھ کو معصومیت پر قائم رکھ۔ نمبر ۲۔ یا اس لیے کہ بت پرستی کے وسوسوں سے بچا یعنی قلبی خیال سے بچا۔ کہ یہ شرکِ خفی ہے۔ نمبر ۳۔ اس لیے کہ اظہار بندگی عجز اور دعا میں شمولیت رہے۔ **پانچواں اعتراض**۔ حضرت ابراہیم نے دعا میں کہا وَبَنِيَّ۔ اور میرے بیٹوں کو بھی بت پرستی سے بچا۔ حضرت ابراہیم کے بیٹے حقیقی صرف دو تھے حضرت اسماعیل اور اسحاق۔ اور بَنِيَّ جمع ہے ان کی جس سے مراد آپ کی آئندہ نسل ہے اور وہ قبیلہ قریش سے۔ وہ بت پرست ہوئے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ دعا بھی قبول نہیں ہوئی۔ (وہابی دیوبندی)

جواب ۔ تفسیر میں اس کا جواب دیا گیا ہے یہاں اتنا سمجھو کہ یہ دعا اس وقت موجودہ اولاد بیٹوں پوتوں کے لیے تھی اور اس وقت وہ سب مومن و صحابی ہی رہے۔ لہٰذا دعا قبول ہوئی ۔ بعد میں قبیلہ قریش والے اگر گمراہ ہو جائیں تو دعا کی قبولیت میں فرق نہیں آیا اور قریش بھی سارے کافر ہونے تھے جس سے ثابت ہوا کہ دعاء خلیل بعض کے لیے قیامت تک قبول ہوئی ۔ چھٹا اعتراض ۔ مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ کا معنیٰ من بعضیت کی وجہ سے یہ کیا جائے کہ بعض کو دیا بعض کو نہ دیا ۔ یا ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا دیا گیا جائے تو یہ معنیٰ تین وجہ سے غلط ہوتا ہے نمبر۱ ۔ آگے ارشاد ہے لَا تُحْصُوْهَا تم ان نعمتوں کو گن نہیں سکو گے اور نہ گن سکنا کثرت کو ثابت کرتا ہے جب کہ بعضیت کثرت کے خلاف ہے ۔ آپ کے تفسیری معنیٰ سے تعارض آیات ہو گیا ۔ نمبر۲ ۔ لَا تُحْصُوْهَا فرمانا احسان جتلانا ہے اور بعض پر احسان نہیں مناسب ہوتا ۔ لَا تُحْصُوْهَا میں تو سب کو شامل کیا گیا لیکن دینے میں بعض کو دیا ۔ تو لَا تُحْصُوْهَا کی عمومیت کیونکر درست ہوگی ۔

جواب ۔ سابقہ جوابات میں ہمارا جواب تو یہی ہے کہ اللہ نے سب بندوں کو سب ہی نعمتیں عطا فرمائیں صرف مانگنے والی زبانوں کا فرق ہے زبان قال زبان حال اور زبان ضرورت ۔ اس جواب پر تو کوئی اعتراض نہیں پڑتا آپ کا یہ اعتراض جواب دوم پر ہے اور ان کی طرف سے جواب اس طرح ہے کہ رب تعالیٰ کی بعض نعمتیں بھی اتنی کثیر ہیں کہ لَا تُحْصُوْهَا گنی نہیں جا سکتیں نیز یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ بعض دیں بعض نہ دیں اور جو بعض دیں وہ ان بعض سے زیادہ ہوں جو نہ دیں ۔ اور رہا یہ کہنا کہ جن بعض افراد کو بالکل نہ دیں وہ کیا گنیں گے الخ لَا تُحْصُوْهَا میں کیوں شامل کیا گیا تو اس کا جواب یہ کہ وہ لوگ ان نعمتوں کو گنیں جو بن مانگیں دی گئیں لَا تُحْصُوْهَا میں یہ قید تو نہیں ہے کہ کونسی نعمتیں گنو ۔ بن مانگے تو ہر شخص کو ہی دی گئیں اور کثیر دی گئیں ۔ بعضیت کا احتمال تو فقط سَاَلْتُمُوْهُ والی نعمتوں میں ہے ۔ ساتواں اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا کہ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔ تعد اور احصا عربی لغت میں مرادف یعنی ہم معنیٰ ہے تو نفی کیونکر درست ہوئی ۔ ترجمہ اس طرح ہوگا کہ اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو نہ گنو ۔ یا نہ گن سکو ۔ یہ تو عجیب فقرہ (جملہ) بن گیا ۔

جواب ۔ یہ دونوں ہم معنیٰ نہیں ہیں بلکہ تَعُدُّوْا کا معنیٰ ہے گننے لگو یعنی گننا شروع کرو ۔ یہ ابتدا تو ہر انسان کے لیے ممکن ہے ۔ آگے نفی ہے وہاں دوسرے مادہ مصدر کا فعل استعمال فرمایا کہ لَا تُحْصُوْهَا اس کا معنیٰ ہے گنتی کی صحیح تکمیل کرنی ۔ یہ انسانی جناتی اور ملکوتی طاقت و علم سے ناممکن ہے ۔ اسی مثال آگے آٹھویں اعتراض جواب میں عرض کی گئی ۔ آٹھواں اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا لَا تُحْصُوْهَا گن نہیں سکتے ۔ جس سے ثابت ہوا کہ نعمتیں غیر متناہی ہیں حالانکہ نعمتیں مخلوق ہیں اور مخلوق غیر متناہی نہیں ہو سکتی ۔

جواب ۔ لَا تُحْصُوْهَا سے ہرگز غیر متناہی ہونا ثابت نہیں ہوتا نہ ہو سکتا ہے ۔ بلکہ یہاں کثرت نعمت کی بنا پر

گننے کی طاقت اور ہمت کی نفی ہے۔ اور انسانی طاقت بہت ہی غیر متناہی تو کنار معمولی متناہی اشیا گننے سے بھی کامر ہے۔ دیکھو ایک بڑے درخت کے پتے بہت متناہی اور تھوڑے ہیں مگر انسان گن نہیں سکتا اور اسی طرح دریا کے قطرے اللہ کی نعمتیں تو اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ ان آیات کی تفسیر صوفیانہ اگلی آیت ۳۷ تا آیت ۳۹ کے ساتھ کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ

اے رب ہمارے بیشک میں نے آباد کیا کچھ اولاد اپنی کو جنگل بے کھیتی

اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی

زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا

والی تیرے عزت دئے ہوئے کے ۔ اے رب ہمارے چاہیئے کہ قائم رکھیں

نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اس لیے کہ وہ نماز

الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ

وہ نماز کو پس بنا دے تو دلوں کو طرف سے لوگوں کے کہ جھک جائیں

قائم رکھیں تو تُو لوگوں کے کچھ دل اُن کی طرف مائل

اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ (۳۷)

طرف ان کی اور رزق عطا فرما تو ان کو کچھ پھلوں کا تاکہ شکر کرتے رہیں

کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰی

اے رب ہمارے بیشک تو ہی جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور نہیں چھپ سکتی

اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾

پر اللہ کے کوئی چیز میں زمین اور نہ میں آسمان

کچھ چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ

کروڑوں حمد ہیں ہے اللہ کے وہ جس نے عطا کیا مجھ کو بر بڑھاپے اسمٰعیل

سب خوبیاں ہے اللہ کے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل و

وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

اور اسحاق - بیشک رب میرا البتہ سننے والا ہے دعا کا۔

اسحٰق دیئے بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق - پچھلی آیت میں حضرت ابراہیم کی دعا کا ذکر ہوا جس کے تین پہلو تھے۔ نمبر ا۔ عقائد نمبر ۲۔ اعمال۔ نمبر ۳۔ رزق حلال۔ پہلے ایک حصہ نقل فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں دوسرے دو حصہ نقل فرمائے گئے۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیت میں رب تعالیٰ کی عطا اور کثرت نعمت کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں حضرت ابراہیم کی دعا قبول فرما کر اس کا عملی ثبوت پیش فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں انسان کو ظالم اور کافر ارشاد ہوا اب ان آیتوں میں فرمایا جا رہا ہے کہ انبیاء اور اولیاء اللہ اور ان کے اہل مجلس اللہ تعالیٰ کے شاکر بندے ہیں۔ اور یہ معلوم ہوا کہ عام الفاظ و القاب خطابات میں خواص شامل نہیں ہوتے۔

تفسیر نحوی

رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔ رَبَّنَا۔ دراصل تھا یا ربنا۔ رب مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ بقاعدۂ نحو منادیٰ مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے۔ یہاں رَبَّ اسی لیے منصوب ہے۔ اِنَّ حرف تحقیق ی ضمیر واحد متکلم اسم ہے اِنَّ اس لیے محلاً۔ اَسْكَنْتُ فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد متکلم باب افعال

سے ہے۔ مصدر ہے اِسْکَانٌ۔ متعدی بیک مفعول ہے بمعنی ٹھیرانا سُکُوْنٌ سے مشتق ہے لازم ہے بمعنی ٹھیرنا۔ رہائش رکھنا۔ سکونت اختیار کرنا۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ ذُرِّیَّت اسم مفرد جامد مؤنث ہے ذُرُوٌّ یا ذَرْیٌ سے بنا ہے۔ بمعنی چھوٹی اولاد۔ بکھرے ذرات سے پیدا کی ہوئی چیزیں۔ یہاں پہلے معنیٰ ہیں۔ اصطلاح میں ہر بڑی چھوٹی اولاد کو ذریت کہتے ہیں۔ مضاف ہے مجرور ہے مِنْ سے ی ضمیر متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ بِ جارہ بمعنی فِیْ ظرفیہ مکانیہ وَادٍ۔ اسم فاعل ہے دراصل تھا وادی تخفیف کے لیے ی لام کلمہ کو گرا دیا اور عوض میں تنوین لگا دی وَدْیٌ سے بنا ہے بمعنی جنگل میدان۔ بیابان۔ جب اس کے آخر میں تاء تانیث ہو تو معنی ہوتے ہیں پہاڑ کی دَرہ نالہ۔ پہاڑوں کے درمیان لمبا تنگ راستہ۔ یہاں مراد مکہ مکرمہ کا اس زمانے کا ریگستانی لق و دق میدان ہے۔ مجرور ہے بِ جارہ سے تنوین عوضی ہے موصوف ہے مابعد کا۔ غیر حرفِ استثنائی ہے مجرور ہے مضاف الیہ ماقبل کا اور مضاف ہے مابعد کا اس لیے کسرہ بلا تنوین ہے۔ ذِیْ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ہے۔ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اسم ظاہر کی طرف۔ بحالتِ کسرہ ہی ہوتی ہے۔ مضاف الیہ ہے غیر کا اس لیے مجرور ہے زَرْعٍ۔ مصدر بمعنی اسم مفعول بمعنی مزروع یا ترجمہ ہے کھیتی۔ اسم نکرہ ہے تنوین تنکیری ہے یعنی بالکل کھیتی نہیں۔ عِنْدَ اسم ظرف مکانی ہے بمعنی قریب پاس ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اس کا مضاف الیہ ظاہر بھی ہوتا ہے ضمیر بھی۔ بَیْتِ۔ اسم مفرد جامد اس کی جمع مکسر بُیُوْتٌ بَیْتٌ مصدر مادہ کا حامل مصدر ہے باب ضرب میں جاری ہوتا ہے۔ بمعنی رات گزارنا ہے۔ اصطلاح میں کوٹھری کو یا بڑے کمرے کو بیت کہتے ہیں۔ مجرور ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے عِنْدَ کا۔ تنوین نہ آئی کیونکہ مضاف ہے کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل کا جس کا مرجع رَبَّنَا ہے۔ مرکب اضافی موصوف ہے۔ الف لام اسمی بمعنی الَّذِیْ۔ مُحَرَّمِ اسم مفعول واحد مذکر باب تفعیل سے ہے مصدر تَحْرِیْمٌ ہے حُرْمٌ سے بنا ہے بمعنی عزت کرنا اسی سے ہے احترام اور بمعنی منع کرنا۔ اسی سے ہے حرام اور بمعنی روکنا۔ اسی سے ہے محروم۔ مُحَرَّم بمعنی عزت کیا ہوا یہ صفت مفعولی ہے یعنی لوگ اس کی عزت کریں محرم بمعنی حرام کیا ہوا یہ صفت فاعلی ہے یعنی اس کی ہیبت نے بعض کا یہاں حرام کر دیئے۔ بحالت جر ہے صفت ہے بیت کی۔ رَبَّنَا۔ اسم منادیٰ مضاف برائے تاکید وَ لِیُقِیْمُوْا فعل امر غائب معروف صیغہ جمع مذکر ھُمْ ضمیر فاعل مستتر کا مرجع ذریت ہے۔ باب افعال سے ہے۔ مصدر ہے اقامت۔ الف لام عہد خارجی صَلٰوۃ اسم معرفہ لغوی ترجمہ دعا ہے منقول شرعی نماز ہے۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ فَ تعلیلیہ بمعنی اس لیے اِجْعَلْ فعل امر حاضر واحد مذکر۔ اَنْتَ ضمیر واحد اس میں مستتر ہے فاعل ہے اس کا مرجع رَبَّنَا ہے باب فَتَحَ سے ہے جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنی بنانا۔ بہر حال متعدی ہوتا ہے۔ اَفْئِدَۃً اسم جمع مکسر نکرہ ہے اس کا واحد فُؤَادٌ ہے ترجمہ ہے دل کا اندرونی باطنی حصہ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے اِجْعَلْ کا مِنْ جارہ زائدہ بیانیہ مضاف الیہ پر داخل ہو وضاحت اور بیان کے لیے۔ الف لام استغراقی۔ ناس اسم جنس معنوی جامد اور جمع ہوتا ہے جار و مجرور متعلق ہے اِجْعَلْ کا تَھْوِیْ

فعل مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث ۔ هَوِیٌّ سے بنا ہے ۔ باب ضَرَبَ سے ہے بمعنی خواہش کرنا ۔ مائل ہونا۔ جھکنا ۔ تیزی سے گزر جانا ۔ پھینک دینا۔ گر پڑنا۔ یہاں پہلے دو معنی مراد ہیں ھِیَ ضمیر واحد مؤنث اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اَفْئِدَۃً ہے فاعل جمع ضمیر ہے لیکن صیغہ واحد آیا اس لیے کہ غیر ذوی العقول ہے ۔ یہ جملہ حال ہے اَفْئِدَۃً کا اِلٰی حرف جر انتہاء غایت کے لیے ہے ھِمْ ضمیر کا مرجع ذریت ہے ۔ واؤ عاطفہ ۔ عطف ہے اِجْعَلْ پر اُرْزُقْ ۔ باب نَصَرَ کا امر حاضر معروف واحد مذکر ہے اَنْتَ ضمیر اس میں مستتر ہے وہ اس کا فاعل ہے اس کا مرجع رب تعالیٰ ہے ۔ رِزْقٌ سے بنا ہے روزی دینا ھُمْ ضمیر منصوب متصل کا مرجع ذریت ہے مفعول بہ ہے ۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ الف لام استغراقی ثَمَرٰتِ ۔ اسم جامد جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے ثَمَرَۃٌ اور اس کا مذکر ثَمَرٌ ہے جمع مکسر مذکر اَثْمَارٌ یا ثُمُرٌ ہے۔ ترجمہ ہے پھل میوہ ۔ مراد ہر قسم کی نعمتیں ہیں۔ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ فعل مضارع احتمالی ۔ صیغہ جمع مذکر غائب ۔ باب نَصَرَ سے ہے متعدی بیک مفعول ہے ۔ اس کا مفعول بہ لفظ اللہ پوشیدہ ہے ۔ شُکْرٌ سے بنا ہے بمعنی احسان مند ہونا ۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع ذریت ہے ۔ یہ جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہے ماقبل افعال کا ۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ رَبّ مُنادیٰ مضاف ہے اس لیے منصوب ہے نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ہے منادیٰ کا ۔ یا حرف ندائیہ پوشیدہ ہے ۔ اِنَّ حرف تحقیق ۔ ہمزہ اصلیہ مکسور ہے یا اس لیے ہوا کہ قَالَ کے بعد ہے اگرچہ دور ہے مقولہ سب ایک ہی ہے ۔ یا اس لیے ہوا کہ یہاں سے علیحدہ عبارت ہے اور اِنَّ شروع کلام میں واقع ہوا ۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل اسم اِنَّ ہے ۔ اور اس کا مرجع رَبَّنَا ہے ۔ اگلا جملہ اِنَّ کی خبر ہے ۔ تَعْلَمُ ۔ باب سَمِعَ کا فعل مضارع بمعنی حال صیغہ واحد مذکر حاضر ۔ اَنْتَ ضمیر حاضر مستتر اس کا فاعل اور مرجع رب ہے ۔ عِلْمٌ سے مشتق ہے بمعنی جاننا متعدی بدو مفعول ہوتا ہے ۔ یہاں بیک مفعول ہے ۔ مَا اسم موصول ۔ محلاً منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے تَعْلَمُ کا غیر عقل کے لیے مستعمل ہے مگر یہاں عموم کے لیے ہے ۔ نُخْفِیْ ۔ فعل مضارع معروف مثبت باب افعال سے ہے مصدر ہے اِخْفَاءٌ ۔ بمعنی چھپانا باب افعال ہمیشہ متعدی ہوتا ہے ۔ خُفْیٌ ناقص یائی سے مشتق ہے بمعنی چھپنا ۔ صیغہ جمع متکلم نَحْنُ ضمیر جمع متکلم اس کا فاعل اس کا مرجع تمام انسان خطاب رب حضرت ابراہیم اور ذریت سے ہے ۔ واؤ عاطفہ ۔ عطف ہے مَا نُخْفِیْ پر مَا اسم موصول بحالت نصب کیونکہ معطوف ہے پہلے مَا پر ۔ نُعْلِنُ ۔ باب افعال کا فعل مضارع معروف مثبت صیغہ جمع متکلم ۔ مصدر ہے اِعْلَانٌ ۔ بمعنی ظاہر کرنا ۔ عَلَنٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی چیخ کر بولنا ۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ صلہ ہوا مَا کا ۔ اسی طرح وہ پہلا موصول صلہ ہوا ۔ اور یہ تمام جملہ عاطفہ مفعول بہ ہے تَعْلَمُ کا ۔ واؤ حالیہ یا سرجملہ مَا یَخْفٰی باب فَتَحَ کا مضارع منفی۔ معروف مَا نافیہ اکثر ماضی کو منفی بناتا ہے مگر جب مضارع میں زمانی عموم ہو تو اس پر مَا آجاتا ہے ۔ اس کا نام ہے منفی بِمَا ۔ صیغہ واحد مذکر غائب ۔ ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع مَا موصولہ سابقہ ہے مگر ظاہرا مِنْ شَیْءٍ فاعل ہے ۔ اور مِنْ زائدہ

تنکیر یہ فاعل پر داخل ہوا ہے۔ فی حرف جر بمعنی عند ظرفیہ ہے۔ یعنی اللہ کے نزدیک۔ اللہ اسم مفرد معرفہ ذاتی علم ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے مَا یَخْفٰی کا۔ مِنْ جارہ زائدہ لغو ہے۔ شَیْءٍ ظاہراً مجرور ہے مِنْ سے مگر محلاً (یعنی) مرفوع کیونکہ فاعل ہے مَا یَخْفٰی کا۔ بعض کے نزدیک یہاں کُلُّ یا جَمِیْعُ پوشیدہ ہے اور مِنْ شَیْءٍ اُس کے متعلق اور وہ فاعل ہے متعلق فعل کا۔ شیء موصوف ہے۔ فی جارہ ظرفیہ۔ الف لام استغراقی ارض اسم مفرد مؤنث لفظی جار و مجرور معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ جمع کے لیے لَا عاطفہ تاکید کے لیے فی جارہ ظرفیہ۔ الف لام استغراقی سماء اسم مفرد جامد علم صفاتی ہے۔ سماءِ حقیقی کا جار و مجرور معطوف ہے۔ پھر دونوں متعلق ہیں موجود پوشیدہ کا۔ اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے شیءٍ کی۔ ایک ترکیب میں۔ صرف پہلا جار و مجرور متعلق ہے موجود پوشیدہ صفت کا۔ ولا فی السماء کا عطف مَا یَخْفٰی پر ہے۔ اور یہاں ایک فعل یَخْفٰی پوشیدہ پہلے فعل مَا یَخْفٰی کے قرینے سے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔ الف لام استغراقی بمعنی تمام حمدٌ۔ اسم مفرد حاصل مصدر جامد۔ بمعنی ذاتی صفات کی شان و فضیلت بیان کرنا۔ حمد۔ مدح۔ ثنا الشکر اور شکر کا فرق انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں بیان کیا جائے گا۔ لام جارہ ملکیت کا۔ اللہ بحالت کسرہ ہے لام جارہ کی وجہ سے حمد بحالت رفع مبتدا ہے۔ للہ سے پہلے ثابتٌ اسم فاعل پوشیدہ ہے جار و مجرور کا پورا جملہ ثابتٌ کے متعلق ہے اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے۔ حمد مبتدا کی۔ اللہ موصوف ہے۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر۔ وَهَبَ۔ فعل ماضی مطلق معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے اور اُس کا مرجع اللہ ہے۔ باب ضَرَبَ۔ لِیْ۔ لام جارہ مفعولیت کا ی ضمیر واحد متکلم کا مرجع ابراہیم ہے۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے وَهَبَ کا۔ وَهَبَ وَهْبٌ سے مشتق ہے بمعنی بخشنا عطا کرنا۔ بغیر طلب کے دینا۔ علیٰ حرف جر بمعنی فی ظرف زمانی۔ الف لام عہدی یا جنسی۔ کِبَر۔ اسم مفرد حاصل مصدر جامد ہے۔ ایک قول میں مبالغے کا صیغہ ہے بمعنی بڑھاپا۔ بروزن فِعَل جار و مجرور متعلق دوم ہے وَهَبَ کا۔ اسمٰعیل۔ اسم عجمی اور علم ہے۔ عبرانی یا سریانی لفظ تھا اب عربی ہوا۔ اس لیے غیر منصرف ہے۔ بحالت فتحہ ہے مفعول بہ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے اسمٰعیل پر۔ اسحٰق۔ اسم مفرد عجمی علم ہے عبرانی یا سریانی لفظ ہے اب عربی ہے لہٰذا غیر منصرف ہے تنوین سے مانع بھی غیر منصرف ہوتا ہے۔ بحالت فتحہ عطف تابع ہے اسمٰعیل پر۔ اِنَّ۔ حرف تحقیق بمعنی بیشک۔ یقیناً۔ یہ نیا کلام ہے۔ ربی۔ مرکب اضافی بمعنی میرا رب اسم اِنَّ ہے۔ لام کے لغو زائدہ ہے۔ تاکید خبریہ کے لیے ہے سَمِیْعُ۔ اسم صفت مشبہ مبالغے کے لیے۔ بمعنی بہت اور ہمیشہ ہر ایک کی۔ سننے والا۔ باب کَرُمَ سے ہے۔ سَمْعٌ سے بنا ہے بمعنی سننا بحالت رفع ہے کیونکہ خبر اِنَّ ہے مضاف ہے۔ اَلدُّعَآءِ۔ الف لام استغراقی۔ دُعا اسم مصدر بمعنی طلب کرنا۔ مانگنا۔ فریاد کرنا۔ شکایت کرنا۔ یہاں ہر معنی ہو سکتا ہے۔ یہاں حاصل مصدر اسم جامد بھی ہو سکتا ہے۔ بحالت کسرہ ہے مضاف الیہ ہے۔ سَمِیْعُ کا۔ دَعْوٌ مادۂ اشتقاق ہے۔ بمعنی بلانا۔ پکارنا۔

مانگنا۔ دعا کی جمع ادعیہ۔ اسی دعوت جس کی جمع ہے دعوات۔

تفسیر عالمانہ

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔ اے ہمارے پالنے والے بیشک میں نے صرف تیری رضا کی خاطر چھوڑ دی ہے اپنی کچھ اولاد اور ذریت اہل خانہ یعنی اسماعیل اور ان کی آئندہ نسل بیت مٹیوں کی ایسی میدانی جنگل میں جو بنجر خشک پتھریلی چٹیل بے کھیتی والی زمین ہے تیرے عزت احترام والے اور طوفانِ نوح سے بچائے ہوئے مکرم گھر کے پاس۔ یہاں کی سکونت اس لیے ہے تاکہ وہ نماز قائم رکھیں نمازی بنیں۔ اے ہم سب کے رب کریم یہاں کی سکونت میں بجز تیری عبادت کے اور کوئی غرض دنیوی نہیں کیونکہ یہاں تو دنیوی کوئی چیز ساز و سامان ہے ہی نہیں کھیتی باڑی تک نہیں۔ مقصود تیری شریعت ہے نماز ان میں سب سے بڑا رکن ہے۔ نماز سارے ایمانیات کی اصل ہے۔ اور تیرا یہ گھر کعبہ معظمہ مرکز اسلام و قرآن و حدیث ہے۔ خیال رہے کہ حضرت ابراہیم کا غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ کہنے سے تین مقصد ہیں ایک یہ کہ یہاں کوئی دنیوی غرض کے لیے دور سے نہ آئے۔ دوئم یہ کہ یہاں کے رہنے والے اپنے آپ کو محض رب تعالیٰ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ تمام ظاہری دنیوی اسباب سے یکسر منہ موڑ لیں۔ سوئم یہ کہ حضرت ابراہیم بھی ساری زندگی دعائیں مانگتے رہے اور یہاں رہنے والے بھی اپنی ہر ضرورت کے لیے ہمیشہ اسی رب کے آگے ہاتھ پھیلائے رہیں پس اے کریم جل جلالہٗ۔ کچھ لوگوں کے دلوں کو محبت سے بھر کر ان کی طرف جھکا دے مائل کر دے کہ وہ ادھر آئیں ان کی مختلف مجلسوں سے شریعت طریقت اور معرفت الٰہی کے درس لیں موحد مومن مخلص بنیں خالی جھولی آئیں مرادوں سے بھری جھولی لے کر جائیں۔ تجلیات کعبہ سے نور کی جلا پائیں۔ ان کے بلانے میں بھی کوئی دنیوی غرض نہیں ہے۔ اے رازق مالک اللہ ان کی دنیوی اغراض ضروریات تو ہی پوری فرما اور رزق عطا فرما ان کو ہر موسم میں ہر قسم کے پھلوں کا۔ میری غرض الٰہی عادتوں سے یہ ہے تاکہ وہ شکر کریں فراغت دامن و عافیت کا رزق پاکر ہر وقت تیری بارگاہ میں نمازوں نیازوں سے سجدہ ریز رہیں۔ اور شاید تیری توفیق ان کی دستگیری فرمائے تو واقعی وہ شاکر بندے بنے رہیں۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔ اے ہمارے رب کریم بیشک تو وحدہٗ لاشریک یقیناً ان تمام باتوں رازوں بھیدوں کو جانتا ہے جو ہم تمام تا قیامت انسان اپنے دل دماغ اور سینوں میں۔ قلبی ارادوں عقلی نکتوں اور سینے کے غم و فراق کو چھپاتے رہیں گے اور اس کو بھی تو جانتا ہے جو ہم اپنی زبانوں دعاؤں اپنی حالتوں۔ باتم

بیرے کے عملوں سے ظاہر کرتے ہیں۔ یہ تو اللہ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ہمارے متعلق کلی علم ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر تو کوئی چیز بھی مخفی نہیں نہ تو نیچے زمین پر نہ آسمان میں۔ ہر ہر ذرہ اس پر عیاں ہے خود انسان کو اپنے اندر کا اپنی پشت کا نہیں پتہ مگر اللہ ان تمام کو بھی جانتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل تو خود انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کاملین کا عطائی علم ہے۔ یہاں علم نبوت کی نفی نہیں۔ اور جاننے والے قلبی ارادوں کو اور دعاؤں کو سننے والے اللہ تعالیٰ کا کروڑ کروڑ شکر ہے حمد ہے۔ اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے عطا فرمایا مجھ کو اسمٰعیل فرزند اکبر جو میری سینکڑوں دعاؤں کی شان ہے۔ آپ نے اپنے پہلے بیٹے کا نام بھی اپنی دعا کی یادگار مناتے ہوئے اسمٰعیل رکھا۔ جس کا ترجمہ ہے ربِ دعوت سن لے یا اللہ دراصل تھا اسمع یا ایل۔ ایل عبرانی میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی یا صفاتی بھی الٰہ نام ہے۔ یا اس کا معنی ہے بہت ہی فرماں بردار بھولا بھالا۔ جس وقت اسمٰعیل پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر شریف ننانوے ۹۹ سال تھی (روح البیان) بعض قول میں چونسٹھ ۶۴ سال تھی۔ اور مجھ کو دوسرا بیٹا اسحٰق عطا فرمایا یہ بھی عبرانی لفظ ہے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ دراصل تھا ضحاک۔ جس وقت حضرت اسحٰق پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر ایک سو بارہ ۱۱۲ سال تھی اور حضرت اسمٰعیل تیرہ ۱۳ سال کے بچے تھے۔ صحیح روایت کے مطابق ذبح کا واقعہ ولادت اسحٰق سے تقریباً دو ۲ سال پہلے ہو چکا تھا اور تعمیر کعبہ کا واقعہ چار سال بعد ہوا۔ اس وقت آپ نے یہ دعا مانگی۔ بیشک میرا اللہ جو میرے سارے معاملات کا پروردگار ہے۔ البتہ یقیناً قبولیت کا سننے والا ہے میری دعا کو۔ ایک قول میں۔ وما یخفی سے السماء تک جملہ معترضہ ہے اللہ تعالیٰ کا قول ہے لیکن ایک صحیح قول میں یہ بھی حضرت ابراہیم کا ہی مسلسل قول ہے۔

ان دعاؤں کا تاریخی اور تفسیری اقوال سے مختصر واقعہ اور پس منظر

یہاں سورۃ ابراہیم میں آیت ۳۵ سے آیت ۴۱ تک حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقریباً نو ۹ دعائیں مانگی ہیں۔ ایک قول میں ہے کہ یہ سب دعائیں تعمیر کعبہ کے بعد ایک ہی دفعہ ایک محفل میں ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر مانگی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سب دعائیں علیحدہ علیحدہ مختلف وقتوں میں مانگی گئیں۔ تیسرا قول ہے کہ یہ سب دعائیں ایک دم ہی مانگیں مگر اس وقت جب کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل شیر خوار کو پہلی دفعہ لق و دق بیابان جنگل ریگستان میں چھوڑ کر گئے تو کعبہ مکرمہ سے تقریباً ایک میل دور ثنیہ پہاڑی جانب شام کھڑے رخ بطرف کعبہ فرما کر یہ دعائیں مانگیں مگر پہلا قول زیادہ درست ہے۔

مختصر قصہ یوں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً اکیس سو ۲۱۰۰ سال قبل علاقہ فلسطین دار الخلافہ

بابل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت پاک ہوئی سوائے آپ کے والدین کے باقی سب اہل قرابت بت پرست تھے آپ کا چچا آذر بت پرستوں کا سردار تھا۔ یہ زمانہ نمرود بن کوش بن حام بن نوح علیہ السلام کا تھا۔ یہ اپنے ایک زمانہ میں کچھ منصف ساری دنیا کا بادشاہ گزرا ہے اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا حضرت ابراہیم نے اپنی تیس سالہ عمر سے نمرود کا مقابلہ فرمایا آپ کی عمر تقریباً اکیاون سال تھی جب نمرود نے آپ کو آگ میں ڈالا آپ بحکم پروردگار چالیس دن آگ میں رہے۔ تمام کافروں نے دیکھا مگر تائب اور نمرود دادر اس قوم کے تمام افراد کافر ہی رہے صرف ایک ہزار مومن بنے۔ آپ کی کل امت پانچ ہزار کے قریب تھی جب کہ آپ کی پوری قوم چھ لاکھ تھی۔

جب قوم ونمرود کی سختیاں حد سے بڑھیں تو آپ اپنے والد تارخ اور اپنے دو بھائیوں کے ساتھ ہجرت کر کے شام چلے آئے وہاں آپ کی پہلی شادی نکاح اپنی ماموں زاد حضرت سارہ سے ہوئی۔ آپ کافی زمانہ شام میں رہے پھر جب وہاں قحط کے آثار شروع ہوئے تو حضرت ابراہیم اپنی بیوی سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ شام سے ہجرت کر کے مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سارہ کی عمر حضرت ابراہیم سے دس سال چھوٹی تھی آپ خوبصورت تھیں۔ مصر کی ہجرت قبل مسیح بیس سو چھیاسی سال ہے۔ اس اعتبار سے اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر پچھتر سال اور سارہ کی عمر پینسٹھ سال ہوتی ہے۔ اس وقت مصر کا پہلا بادشاہ فرعون اول طوان بن سنان بن نحور بن سروج بن رعو بن فالغ بن عابر ہود علیہ السلام بن سلخ بن ارفکسد بن سام بن نوح علیہ السلام بن لمک بن متوسلخ بن ادریس علیہ السلام بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام بقول مصنف انبیاء قرآن یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ننھیال ہے۔ یہ سب مومن موحد ہوئے ہیں۔ فرعون اول طوان بہت زبردست مومن بادشاہ گزرا ہے قوم ہود علیہ السلام میں سے تھا اور حضرت ہود کا امتی تھا مگر بہت عاشق مزاج حسن پرست تھا شہر میں جو خوبصورت عورت آتی اس کو جبراً ظلماً حاصل کر کے اپنی بیوی بنا لیتا تھا۔ اگر خاوند کے ساتھ ہوتی تو خاوند کو قتل کرا کے بیوہ بنا کر حاصل کر لیتا اور اگر کنواری ہوتی اور والد یا بھائی کے ساتھ ہوتی تو بہت سا مال جانور دے کر حاصل کر لیتا۔ حضرت ابراہیم کو اپنے علم غیب کے ذریعہ اس کی اس عادت کا پتہ چل گیا۔ آپ نے سارا سے فرمایا کہ جب تم سے بادشاہ کے لوگ یا بادشاہ پوچھے کہ تم کس کے ساتھ ہو تو کہنا کہ اپنے بھائی کے ساتھ ہوں اور دل میں دینی بھائی ہونے کا ارادہ کرنا۔ اور جب تم سے نکاح کرے تو تم زبان سے کچھ بھی نہ بولنا دل میں انکار کرنا۔ پھر آگے اللہ حفاظت فرمانے والا ہے چنانچہ بادشاہ کے مخبر نے بادشاہ کو خبر دی اور آپ کو پکڑوا کر محل میں بلوالیا گیا۔ پہلے سارا سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ ابراہیم تمہارا کیا ہے آپ نے فرمایا میرا بھائی۔ پھر خود ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا آپ نے بھی فرمایا میری بہن ہے تب اس نے حضرت ابراہیم کو بہت سا مال دیا اور رخصت کر دیا اور پھر جب حضرت سارا کو خلوت میں بلوا کر ہاتھ لگانے لگا تو ہاتھ خشک ہو گیا بہت گھبرایا اور دعا کی درخواست آپ نے دعا

کی تو ٹھیک ہوگیا پھر ہاتھ لگانے لگا تو پھر فالج زدہ ہوگیا پھر دعا کی درخواست آپ نے پھر دعا کی اچھا ہوگیا۔
اس طرح سات مرتبہ ہوا تو وہ بہت گھبرایا اور کہا تو جادوگرنی ہے جا چلی جا ایک روایت میں ہے کہ اس نے یہ کہتے ہوئے کہ میرے پاس ایک اور بھی جادوگرنی ہے وہ بھی تو اپنے ساتھ لیجا اور حضرت ہاجرہ کو پکڑ کر حضرت سارہ کے حوالے کر دیا اور سارہ ہاجرہ کو لے کر حضرت ابراہیم کے پاس آئیں اور تمام واقعہ سنایا اور کہا کہ یہ ہاجرہ میری لونڈی بن کر خدمت کرے گی اس روایت کے مطابق حضرت ہاجرہ سلطان مغرب کی شہزادی تھیں کسی جنگ میں شکست ہوئی اور طلوان نے ہاجرہ کو قیدی بنالیا اور بادشاہ کو قتل کر دیا ان کا والد بادشاہِ مصر ہی تھا طلوان بادشاہ نے شکست دی اور ہاجرہ کی خوبصورتی کی بنا پر ان کو اپنی بیوی بنالیا مگر ہاجرہ راضی نہ تھیں آپ بچپن سے بہت ہی عابدہ زاہدہ اور ولیہ کاملہ تھیں۔ جب طلوا بادشاہ ان کو ہاتھ لگانے لگا تو اس وقت بھی اس کا ہاتھ سوکھ گیا تھا ان پر بھی کسی طرح تمام مدت قابو نہ پاسکا تھا اس لیے آج اس نے دونوں عورتوں کو جادوگر کا لقب دیا۔ دوسری روایت اس طرح ہے کہ جب طلوان نے سارہ کو جادوگرنی کہا تو آپ نے سب حقیقتِ حال بیان فرمادی کہ میں جادوگرنی نہیں بلکہ رب تعالیٰ نے تیرے ظلم سے مجھ کو بچایا ہے۔ اس نے کہا تو میری جائز بیوی ہے ظلم کب ہے تو آپ نے فرمایا ابراہیم میرے خاوند ہیں اور ہم نے تیرے ظلم سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو دینی بہن بھائی ظاہر کیا ہے وہ ابراہیم اللہ کے نبی ہیں ان کو کچھ نہ کہنا اور تو نے ایک مصیبت تو ابھی دیکھ لی ہے حسب نسب پوچھا تو اپنی قرابت نکلی اس لیے اور بھی بادشاہ بہت متاثر ہوا اور اپنی سگی بیٹی ہاجرہ خدمت گزاری کے لیے حضرت سارہ کو بخش دی اس طرح حضرت ہاجرہ ابراہیم علیہ السلام کے اہل خانہ میں شامل ہوئیں۔ آپ سب کو لے کر کئی علاقوں میں پھرے مگر آپ کا دل نہ لگا تو آپ چھ سال کی سیاحت کے بعد پھر مستقل طور پر یرشلم میں مکمل رہائش پذیر ہو گئے۔ اس رہائش کے تقریباً تین سال بعد حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم سے عرض کیا کہ آپ اس شہزادی سے نکاح فرمالیں شاید رب تعالیٰ ہم کو کوئی اولاد عطا فرمائے آپ نے نکاح فرمالیا اس وقت آپ کی عمر شریف پچاسی سال تھی۔ اس ترتیب سے وہ قول غلط ہو جاتا ہے کہ چونسٹھ سال کی عمر میں تھے تو حضرت اسماعیل پیدا ہوئے ایک روایت ہے حضرت سارہ نے ہاجرہ کے ملنے کے پندرہ سال بعد جب آپ کی عمر شریف ستانوے سال تھی تب نکاح کرایا اور ایک سال بعد جب خلیل علیہ السلام کی عمر ننانوے سال تھی تب حضرت اسماعیل پیدا ہوئے اور یہ درست ہے۔ حضرت ہاجرہ سارہ سے دس سال تقریباً چھوٹی تھیں یہ دوسری شادی ایک روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ سے بیس سو پچھتر سال پہلے ہوئی۔ اور مکہ مکرمہ خانۂ کعبہ کے پاس ہجرت انیس سال بعد ہوئی مگر صحیح یہ ہے بیس سو تہتر یعنی دو سال بعد ہوئی۔ جب کہ حضرت اسماعیل کی عمر تقریباً گیارہ ماہ تھی۔
جب فرزندِ ہاجرہ ولادت ہوا تو حضرت سارہ کو غیرت آئی اور غصہ میں کہا کہ میں ہاجرہ کے ناک کاٹ کر اس کو بدصورت کروں گی اور اس پر آپ نے قسم کھالی۔ حضرت ابراہیم کو پتہ لگا تو آپ نے فرمایا یہ تو حرام ہے۔ اور قسم اس طرح پوری کر

لگہ دونوں کان اور ناک کے نرم گوشت میں سوراخ کر دو اور ایک جگہ کھینک دی حضرت سارہ نے اس طرح اپنی قسم پوری کی حضرت ہاجرہ نے خوب کھا لگائی۔ ناک اور کانوں میں سونے چاندی کے کیل بنے اس سے صورت بڑھ گئی تو آپ نے زرگر سے کیل بنوا کر کان ناک میں پہن لیے سارہ نے دیکھا کہ یہ تو اب زیادہ خوبصورت لگ رہی ہیں تب آپ نے قسم کھالی کہ اس کو وہاں نکلوا دونگی جہاں بھوک پیاس سے مر جائے۔ اور حضرت ابراہیم سے عرض کیا کہ ہاجرہ اور اس کے شیر خوار بچے کو جنگل میں چھوڑ آؤ اب یہ میرے پاس نہیں رہ سکتی۔ حضرت ابراہیم نے استخارہ کیا تو رب کی طرف سے جواب آیا اے ابراہیم جیسے سارہ کہتی ہے ویسے ہی کرو اور ان کو فاران کی پہاڑیوں میں مروہ کے پاس چھوڑ آؤ۔ چنانچہ عاشورہ کے دن حضرت ابراہیم گھر سے نکلے اور خچر لیے ایک پر خود بیٹھے ایک پر حضرت ہاجرہ اپنے بچے کے ساتھ بیٹھیں بوقت عصر شام کے علاقے سے خانہ کعبہ کے پاس پہنچ گئے ایک روایت میں ہے کہ تین دن کے سفر کے بعد پہنچے آپ نے حضرت ہاجرہ کو وہاں اتارا ایک مشکیزہ پانی کا ایک تھیلی کھجوروں کی دی۔ اور واپس چل پڑے ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیچھے دوڑ پڑیں اور پکاریں کہ اے میرے خلیل اس سنسان میدان بیابان ریگستان نہ پانی نہ سایہ نہ کوئی مکان۔ نہ کہیں جان نہ پہچان۔ کس کے سہارے چھوڑ کر جاتے ہو۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا آپنے گیارہ دفعہ یہ کلمات عرض کئے اور گیارہویں بار کہا کیا آپ کو رب تعالیٰ نے اس کام کا حکم دیا ہے تب آپ نے صرف اشارہ سے سے فرمایا ہاں تو آپ واپس پلٹ آئیں اور عرض کیا کہ اب ہم کو کوئی فکر نہیں۔ اللہ ہم کو ضائع نہ فرمائے گا حضرت ابراہیم دونوں خچر لے گئے ایک روایت میں ہے کہ ایک ہی خچر تھا جس پر دونوں بیٹھے تھے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ تین یا چار دن انہی کھجوروں اور پانی پر گزارہ فرمایا جب ختم ہو گیا تو آپ فکر مند ہوئیں ادھر اسماعیل علیہ السلام شدت گرمی اور بھوک پیاس سے بے حال ہو رہے تھے۔ آپ سے یہ دیکھا نہ گیا۔ آپ بچے کو اسی طرح اپنے دوپٹے پر لٹا کر کوہ صفا کی طرف دوڑیں اور اوپر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کہیں کوئی آدمی کوئی دانہ کہیں گھر نظر آئے۔ مگر ہر طرف ویران بیابان تھا۔ پھر وہاں سے اتر کر دوڑیں اور مروہ پر چڑھیں اس طرح سات چکر لگائے اور ہر چکر میں اپنے لخت جگر کو دیکھتی جاتی تھیں جب نیچی ہوتیں اور بچہ نظر نہ آتا تو بیتابی میں دوڑ پڑتی تھیں۔ آج یہی سنت ہاجرہ ہے جس کی یاد ہر وقت سعی سے منائی جاتی ہے۔ جب ساتواں چکر پورا ہوا تو کچھ آواز سنائی دی آپ نے اپنے سے فرمایا صہ یعنی چپ ہو سانس روک کر آواز سنی پھر آپ بچے کی طرف دوڑ پڑیں تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل کے قدموں کی جگہ سے پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔

آپ انتہائی خوش ہوئیں اور ریت کی دیوار بنا کر چاروں طرف پانی کو حکم دیا زم۔ زم۔ ٹھیر جا ٹھیر جا۔ یعنی بہنے سے رک جا۔ حدیث پاک میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حضرت ہاجرہ۔ زم۔ زم۔ نہ فرماتیں تو یہ پانی ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا معلوم ہوا کہ نیز جن حضرات کا پانی وغیرہ اولیاء اللہ کے تابع فرمان ہے۔ ساتھ بچے زم زم فرمانے سے یہ چشمہ کنویں کی شکل اختیار کر گیا۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ پانی کس طرح نکلا۔ ایک قول ہے کہ جبریل نے پر مار کر پانی نکالا۔ دوسرا قول ہے کہ حضرت ہاجرہ کے عصا سے پانی نکلا تفسیر عزیزی اور نعیمی نے یہ قول بھی نقل فرمایا کہ حضرت اسماعیل کے قدموں کی رگڑ سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ اور یہ ان کا بچپنی معجزہ یعنی ارہاص تھا۔ میرے نزدیک یہ قول قوی ہے اس

لیے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تو اس چیز کو مخفی رکھا گیا نہ جبرئیل کا نام لیا گیا نہ حضرت ہاجرہ کے خود دیکھنے کا کسی روایت میں ذکر ہے نہ جبرئیل کا کوئی اور فرشتہ۔ لیکن البتہ نبی کے قدموں کی ٹھوکر اور پاؤں مارنے کی رگڑ سے چشمہ جاری ہونے کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح موجود ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم فرمایا اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ (سورہ ص ۴۲) ترجمہ۔ اے ایوب اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماریئے۔ جب آپ نے پاؤں سے ٹھوکر ماری تو چشمہ جاری ہو گیا۔ اور فرمایا گیا یہ ہے چشمہ نہانے اور پینے کو۔ جب یہاں نبی کی ٹھوکر سے اللہ تعالیٰ چشمے بہا سکتا ہے تو حضرت اسماعیل کے چھوٹے چھوٹے پاؤں کی رگڑ سے بھی چشمہ جاری ہو سکتا ہے۔ اس طرح کہ آپ خاموشی سے انگوٹھا چوس رہے تھے اور بچوں کی طرح پاؤں چلا رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس سال اپنے ان گھر والوں کو یہاں چھوڑا تو اس وقت وہ دعا مانگی جو پہلے سیپارے میں درج ہے سورۃ بقرہ آیت ۱۲۶ یوم الآخر تک۔ لیکن سورۃ ابراہیم والی دعائیں اس وقت مانگی جب حضرت اسمٰعیل تقریباً سترہ ۱۷ یا اٹھارہ ۱۸ سال کے تھے اور کعبہ معظمہ بنا کر فارغ ہوتے تھے کعبے شریف کی تعمیر ابراہیمی حضرت مسیح سے دو ہزار چون ۲۰۵۴ سال پہلے ہوئی۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جنگل میں چھوڑنے کے وقت ہی یہ سب دعائیں مانگیں ان پر یہ سوال پڑتا ہے کہ ان دعاؤں میں تو بیتک ہے حالانکہ جس وقت حضرت ہاجرہ کو چھوڑ گیا اس وقت تو بیت اللہ تعمیر ہی نہ ہوا تھا۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کو غیب سے پتہ تھا کہ یہاں پہلے بیت اللہ تھا میں اسی کے پاس چھوڑ رہا ہوں۔ مگر یہ جواب کمزور ہے اس لئے کہ بیت کا پتہ تھا مگر حرم نہ تھا حرم ابراہیم علیہ السلام نے ہی بنایا۔ حضرت ابراہیم نے تین وقت دعائیں مانگیں۔ نمبر ۱۔ جنگل میں چھوڑتے وقت۔ نمبر ۲۔ تعمیر کعبہ کے وقت۔ نمبر ۳۔ تعمیر سے فارغ ہو کر۔ خانہ کعبہ کے بارے میں تین قول ہیں ایک یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا بنایا ہوا کعبہ طوفان نوح میں آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔ دوم یہ کہ کعبہ وہیں سلامت رہا تھا مگر طوفان اس کے آس پاس آیا مگر کعبہ سے دس۔ دس میل دور رہا تھا یہ بعد میں شہید ہوا سوم یہ کہ طوفان سے ہی کعبہ شہید ہوا اور طوفان نے تمام پتھر بہا دیئے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ حضرت ابراہیم کی کل عمر ایک سو پچھتر ۱۷۵ سال ہوئی حضرت سارہ کی ایک سو ستائیس ۱۲۷ سال اور حضرت ہاجرہ کی نوے ۹۰ سال عمر ہوئی حضرت سارہ کے انتقال کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر شریف ایک سو سینتیس سال تھی احادیث مشہورہ معتبرہ سے تو آپ کی صرف دو بیویاں مذکور ہیں مگر بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ حضرت سارہ کے انتقال کے بعد آپ نے ایک عورت قطورہ سے شادی کی جس سے چھ ۶ بیٹے ہوئے حضرت شعیب کا نسب انہی سے چلتا ہے انجیل پیدائش میں بھی یہ لکھا ہے مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ حضرت شعیب بنی اسرائیل سے تھے اور سب بنی اسرائیل اسحاق سے ہیں نہ کہ کسی قطورہ کی اولاد سے۔ حضرت اسماعیل کی کل عمر ایک سو سینتیس ۱۳۷ سال ہے وفات خلیل علیہ السلام کے وقت آپ کی عمر شریف نواسی ۸۹ سال تھی۔ حضرت اسحاق آپ سے تیرہ ۱۳ سال چھوٹے تھے اسحاق علیہ السلام کی کل عمر ایک سو اسی ۱۸۰ سال ہے۔ وصال ابراہیم علیہ السلام کے وقت آپ کی عمر شریف چھہتر ۷۶ سال تھی۔ حضرت ہاجرہ قبطی نسل

تھیں۔ مفسرین نخفی اور نعلن میں چند اقوال فرماتے ہیں۔ نمبر ۱۔ نخفی یعنی چھپانے سے مراد وہ محبت ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں حضرت ہاجرہ کی تھی اور وہ شفقت و پیار جو حضرت اسماعیل کا تھا اور نعلن سے مراد حضرت سارہ کی وہ زیادتی جو سوکن کے گھر لڑکا اور اولاد ہونے کی وجہ سے کی اور حضرت خلیل کا ان کو جنگل بیابان میں چھوڑ جانا کہ ظاہراً یہ ظلم تھا مگر عین حکمت باری تھی اس لیے کوئی قصور وار نہیں نمبر ۲۔ نخفی سے مراد دلی دعا اور نعلن سے مراد زبانی دعا۔ نمبر ۳۔ نخفی سے مراد بذاتِ خود ہاجرہ اور ان کا فرزند ہے جن کو جنگل میں قبیلے سے دور چھپا دیا۔ اور نعلن سے مراد خود سارہ ہیں جن کو پاس رکھ لیا۔ ظاہراً یہ ہاجرہ و اسمٰعیل کی حق تلفی ہے مگر حکم ربی تھا اس لیے دعاؤں میں اُس کا ذکر کیا۔ بہرحال رب تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی ساری دعائیں قبول فرمائیں اور ملک شام کا ایک نہایت ہی سرسبز پھلدار علاقہ ملک شام سے بذریعہ جبریل اٹھوا کر۔ مکہ مکرمہ سے قریب رکھ دیا اس کا نام طائف رکھ دیا گیا اس لیے کہ شام سے اٹھا کر لایا گیا اور اس طرح لائے جانے کو عربی میں طواف کہتے ہیں۔ یا اس لیے کہ حضرت جبریل نے اس پورے پہاڑ کو اپنے ہاتھ پر اٹھا کر کعبہ کے سات چکر لگوائے۔ جس کو آج بھی طواف کہا جاتا ہے مطاف میں حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کے علاوہ تقریباً ستر انبیاء کرام کے مزارات ہیں جن میں آدم علیہ السلام بھی ہیں۔ حضرت سارہ اسحاق۔ ابراہیم علیہما السلام کے مزارات شام کی ایک مسجد میں ہیں اس گاؤں کا نام آج کل الخلیل ہے۔

فائدے

ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ بارگاہِ خداوندی میں صرف رب تعالیٰ کے انبیاء وہ شان رکھتے ہیں کہ ان کی ہر دعا قبول ہوتی ہے اور یہ محبوبیت کی اعلیٰ نشانی ہے۔ نبی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کوئی محبوب نہیں۔ ادھر تو دیوبندی وہابی اس چیز کے منکر ہیں اور ادھر بعض پیر پرست جاہلوں نے انبیاء کی توہین کے لیے ایسی گستاخانہ کہانیاں بنا ڈالی ہیں فلاں کو ہلاک کر دے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے بارے یہ کہانی بنا ڈالی کہ۔ ایک عورت نے بچے کے لیے دعا کرائی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے ذکر کیا رب نے فرمایا اس کی قسمت میں اولاد نہیں پھر ایک ولی اللہ جوگدا گر تھا (بھیک مانگنے والا) اس نے گلی میں آواز لگائی کہ جو مجھ کو روٹی کھلائے گا اُس کو اولاد (بیٹا) ہوگا۔ ایک روٹی کا ایک بچہ۔ دو کے بدلے دو۔ اُس عورت نے دو روٹیاں کھلائیں تو دو بیٹے ہوئے وہ موسیٰ علیہ السلام کو دکھانے لائی تو موسیٰ علیہ شرمندہ اور پریشان ہو گئے اور رب تعالیٰ سے طور پر جا کر عرض کیا مولیٰ یہ کیا مجھ سے فرمایا کہ اس کی قسمت میں نہیں اور اب اس کو دے دیے رب نے کہا ہمارے ایک محبوب نے وعدہ کر لیا تھا۔ جو تم سے زیادہ محبوب ہے کہ تم ہمارے نام پر اپنا سر نہیں دے سکتے مگر وہ دیتا ہے۔ (استغفر اللہ) یہ کسی خبیث آدمی کی بناوٹی کہانی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی بھی گستاخی ہے کہ گویا معاذ اللہ پہلے رب نے بھی غلط بیانی کی۔ پھر ہمارے اخباری خطبا سوچتے سمجھتے نہیں اندھے بن کر

لکھ دیتے ہیں بیان کر دیتے ہیں یہ کہانی کئی مرتبہ اخبار جنگ لندن میں چھپ چکی ہے یہ سراسر کفر ہے۔ ولی تو درکنار غوث و قطب بلکہ صحابی بھی انبیاء کرام کے آستانوں کے جھاڑو کش ہیں۔ اور یہی خدمت ان کی بلند شان کی وجہ ہے۔ یہ تو محلا فقتا کی خود ساختہ بیہودہ باتیں ہیں مگر بارگاہ الٰہیہ میں ان کی بہت شانیں ہیں یہ فائدہ۔ تَسۡمِیۡعُ الدُّعَآءِ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ جس طرح تمام عبادات میں ثواب کے اعتبار سے روزہ سب سے افضل اسی طرح قرب الٰہی کے اعتبار سے نماز سب عبادات سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اسی لیے حضرت خلیل علیہ السلام نے آبادی مکہ کو نماز کا سبب قرار دیا یعنی یہ شہر مکرم نماز کے لیے آباد کر رہا ہوں۔ تیسرا فائدہ۔ نیک متقی لوگ خاص کر نمازیوں کی عزت اور عوام کے دلوں میں اُن کی الفت و محبت ہونا رب تعالیٰ کا کرم اور دعاء خلیل کا اثر ہے کہ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا تو صرف اہل مکہ کے لیے مانگی تھی مگر دیگر نیکوں کی بھی بات بن گئی اور ان تک بھی اس دُعا کا اثر ہو گیا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر صاحب اولاد مسلمان پر واجب ہے کہ اپنی کچھ اولاد کو مکمل طور پر دینی تعلیم دینی خدمات کی طرف لگائے اور کچھ اولاد دنیوی ضروریات کی طرف مائل کرنا مستحب ہے یہ مسئلہ۔ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ میں مِنۡ تبعیضیہ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ۔** انبیاء کرام کے متعلق یہ بدگمانی کرنی کہ ان کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں سخت حرام ہے۔ یہ مسئلہ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً (الخ) اور حضرت ابراہیم کی ان تمام دعاؤں کے موجودہ مشاہداتی تاثر سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ۔** اللہ تعالیٰ سے دینی دنیوی دونوں دعائیں مانگنی جائز ہیں یہ مسئلہ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ اور وَارۡزُقۡہُمۡ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ کہ پہلی دعا تَہۡوِیۡۤ۔ (الخ) دینی دعا ہے کہ حج اور عمرے اور حاضری کعبہ کی دعا ہے۔ اور دوسری وَارۡزُقۡ (الخ) دنیوی دعا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں اُس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اتنی کثیر دعائیں مانگیں مگر جس وقت نارِ نمرود میں جا رہے تھے تو کوئی دعا نہ مانگی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب۔ تین وجہ سے۔ نمبر ۱۔ اس لیے کہ وہاں امتحان اور ابتلا تھا آج التجا ہے۔ نمبر ۲۔ اس لیے کہ وہاں اپنا معاملہ تھا یہاں غیروں کا معاملہ ہے یعنی تا قیامت اولاد و مومنین کی فلاح و نجات کی دعا۔ ۳۔ وہاں صرف نارِ نمرود تھی جس کا تعلق صرف ذاتِ خلیل سے تھا اور امتحان ربّ جلیل کا تھا۔ جہاں جلنا ضروری تھا۔ جانے میں ہمت اور قوت نبوت اور خودداری کا ثبوت دینا تھا۔ اور نہ جلنے میں اور بچنے کی دعائیں مانگنے میں بزدلی کا اعتراض ہونا تھا۔ اور جا کر نارِ نمرود کو گلزار بنوانا قدرت الٰہیہ کی شان دکھانا اور سیکڑوں نمرودیوں کو کمر چڑھانا تھا۔ یہاں نورِ مصطفیٰ سے کعبے کو سجانا

تھا اہل سعادت کی جبینوں سے حرمِ پاک کو بسانا تھا اور تا قیامت کروڑوں اہل اللہ کا کام بنانا تھا۔ اس دعا کا تعلق بہت سے لوگوں کے بہت سے معاملات سے تھا۔ اس لیے اب دعاؤں کا وقت ہے۔ کہ رب جلیل نے کہا تو خلیل نے مانا اب خلیل کی باری ہے جلیل مانے گا۔ **دوسرا اعتراض**۔ حضرت ابراہیم نے دعا میں کہا اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ۔ چاہیے تھا کہ اَفْئِدَةَ النَّاسِ فرماتے بغیر مِنْ کے۔ **جواب**۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اگر مِنْ جنسیت کا دعا میں شامل نہ کیا جاتا تو دوسرے دین والے بھی حج کرنے آ جاتے اور کفار کو روکا نہ جا سکتا نیز حضرت ابراہیم کی اپنی خواہش بھی تھی کہ نہ حدود کعبہ میں مشرکین داخل ہوں نہ اتنے اَہل کہ اذدحام عوام یہاں کے باشندوں کو بار خاطر ہو اور کفار و مشرکین کا حج و عمرہ کرنا فضول بھی ہے کہ جب ایمان نہ ہو تو حاضری بیکار۔ بعض نے کہا کہ اَفْئِدَة کا ترجمہ گروہ ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ بمعنیٰ دل ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ جب رب تعالیٰ نے ازل ہی سے سب کا رزق مقسوم فرما دیا تو دعاء رزق کیوں مانگی۔ **جواب**۔ دعا رزق کی نہیں بلکہ رزق کی اقسام کی ہے یعنی پھل بھی عطا ہوں اور اسی شہر میں بکیں۔ یہاں کے لوگوں کو اپنی قسمت کمانے کے لیے کہیں جانا نہ پڑے۔ **چوتھا اعتراض**۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ یہ تو شکر ہے۔ پھر اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔ کیوں عرض کیا؟

جواب۔ یہ اشارہ الحمد للہ کی طرف نہیں بلکہ اپنی اس پہلی دعا کی طرف ہے جو رَبِّ هَبْ لِيْ سے مانگی تھی۔

چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ اے میرے رب بیشک میں نے سکونت دی اپنی کچھ ذریت کو بغیر کھیتی والی جنگل میں۔ آپ کی تفسیر عالمانہ سے معلوم ہوا کہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ دعا اس وقت مانگی جس وقت حضرت ہاجرہ کو چھوڑ کر گئے لیکن بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ دعا سولہ سال بعد اس وقت مانگی جب تعمیر کعبہ مکمل ہو چکی۔ لیکن دونوں تفسیروں پر اس طرح اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر پہلے وقت کی دعا مراد لی جائے جب ابھی چھوڑ کر گئے ہیں تو اَسْكَنْتُ فرمانا ٹھیک نہیں کیونکہ اَسْكَنْتُ کا معنیٰ ہے خانہ آبادی گھر میں رہائش دینا۔ اسی سے ہے تسکین۔ سکینہ۔ اس کا مادہ اشتقاق ہے سُكُوْنٌ سَكَنٌ جس کا معنیٰ ہے آرام دینا۔ تو جب ابھی نہ گھر نہ در نہ کھانا نہ پینا۔ نہ کوئی آس نہ پاس نہ خیمہ نہ بستر۔ تو پھر یہ سکونت کیونکر ہوئی۔ یہاں بجائے اَسْكَنْتُ کے اَتْرَكْتُ یا تَرَكْتُ یا اَنْزَلْتُ ہونا چاہیے۔ تھا یعنی میں نے چھوڑا۔ یا میں نے اتارا۔ اور اگر تعمیر کعبہ کر چکنے کے بعد یہ دعا مانگی گئی تو پھر لفظ وَادٍ کہنا غلط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وادی کا لغوی ترجمہ ہے بیابان اور ویران جنگل۔ حالانکہ تعمیر کعبہ کے وقت یہ جگہ قبیلہ جُرہم کی آمد سے ایک چھوٹا شہر بن چکا تھا۔ اب یہ وادی نہ رہی تھی۔ اس کا ازالہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ **جواب**۔ ہم نے اپنی تفسیر عالمانہ میں اگرچہ یہ دونوں قول نقل کیے ہیں مگر ترجیح ہم نے اس بات کو دی ہے کہ یہ دعا تعمیر کعبہ سے فراغت کے بعد مانگی تھی۔ اور اس وقت حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام بہت پہلے اور مکمل طریقہ سے آبادی اور سکونت اختیار کر چکے تھے۔ اس لیے اَسْكَنْتُ فرمانا اس اعتبار سے

بالکل درست ہوا۔ رہا اس شہر کو وادی فرمانا تو خیال رہے کہ وادی صرف جنگل بیابان کو نہیں کہا جاتا۔ بلکہ ہر اس جگہ کو کہا جاتا ہے جس کو چھوٹے یا بڑے پہاڑوں نے گھیرا ہو۔ وہ جگہ خواہ بہت بڑا میدان ہو یا جنگل ہو یا چھوٹی جگہ۔ اور لمبائی میں نالے کی شکل ہو تو "اَودِیَہ" کہا جاتا ہے۔ لیکن لمبائی اور چوڑائی والے میدان کو وادی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ وہاں شہر بنا ہو۔ اس معنی کے لحاظ سے آج بھی مکۃ مکرمہ کو وادی مکہ کہا جاتا ہے۔ دیکھو مقام تیہ جہاں تقریباً پانچ لاکھ بنی اسرائیل چالیس سال آباد رہے اس کو وادی تیہ کہا گیا صرف آس پاس پہاڑوں کی وجہ سے۔ لہٰذا اس بستی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وادی کہنا درست ہے لغتاً کوئی اعتراض نہیں

تفسیر صوفیانہ

وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ۔ اے عالم ناسوت کے باشندو تمہاری زمین نفس پر قلب کا آسمان پیدا فرمایا اور حکمت کا پانی نازل کیا اور اعمال عقول کے پھل نکالے تمہاری ارواح کا رزق لذات و تقویت بنا کر شریعت کی کشتی کو طریقت کے دریا میں تمہارے لیے مسخر اور جاری فرمایا حق اور حقانیت کے ارادۂ باطنی سے نہ کہ خواہشات و طبیعت کے حکم سے۔ اس لیے تا قیامت یہ کشتی لاہوتی دریائے معرفت میں منزل طریقت کی سمت ابدالآباد تک رواں دواں رہے گی کروڑہا مخالفتوں سے بھی نہ رک سکے گی۔ جو کشتی ہوا و ہوس کی لہروں پر خواہشات کے امر سے چلتی ہے وہ جلدی ڈوبتی ہے اور ساحل حقیقت پر نہیں پہنچتی حالانکہ محنت و مشقت اور فاصلۂ سفر دونوں کا برابر ہوتا ہے یہی فرق دنیا میں دنیا داروں اور دین داروں کا ہے سارے مسائل ہم نے تمہاری طلب تمہارے بغیر مانگے اپنے کرم سے تمہارے بغیر مانگے اپنے کرم سے تمہارے لاکھوں فائدوں کے لیے علوم دینیہ کی نہریں مسخر کردیں۔ اس لیے قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی تم پر آسان ہوگیا۔ اور مکاشفے کے سورج اور مشاہدات کے چاند کو تا قیامت مسخر فرما دیا جو دامن قادریت چشتیت نقشبندیت سہروردیت کے آسمانوں میں ہمیشہ دائبین ہیں کشف و مشاہدے سے چلنے والے ہیں۔ انہی سے لیل بشریت۔ بشریتِ انسانیتِ کمال کی رات اور روحانیت کا دن مسخر کیا تاکہ فیض الٰہی کی قبولیت کی استعداد ہر ایک کو میسر ہو یہ نازل کا حسن استعداد تھا۔ لیکن عالم وجود انوار جسم اسرار احسن تقویم کا لباس فاخرہ تم کو اسی اللہ نے دیا پھر سفلیات میں تم کو نازل فرما کر تمہاری خواہشات طبعیات۔ ضروریات کے مطالبہ پر تم کو بے شمار توفیق و ابتلا کی نعمتیں اور اسباب دیئے تاکہ تم پھر اسفل السافلین میں سے اعلیٰ علیین کی طرف معراج مسعود اور تاج معرفت حاصل کرلو۔ یہ تمام اتنی کثیر نعمتیں ہیں کہ اگر تم گننا چاہو تو نہیں گن سکتے۔ کچھ نعمتیں مخلوق سے متعلق ہیں اور کچھ نعمتیں معارف ربوبیت اور لطائف الوہیت سے متعلق ہیں اور ان تمام کا فائدہ مخلوق کو ہی ہے یہ سب ہی غیر متناہی رب کے انعام ہیں اور انسانِ کامل شجرِ کائنات کا وہ پھل ہے جس نے مقصد کائنات کو ظاہر کر دیا لیکن ناقص ظالم ہے کیونکہ اس نے اپنی خداداد استعداد اور صلاحیت کو حق تعالیٰ سے دوری اور باطل سے نزدیکی کے لیے استعمال کیا۔ اور سخت ناشکرا ہے

کہ انعاماتِ الٰہیہ کی قدر کی معرفتِ انوار حاصل نہ کی۔ اور خزانۂ اسرار سے منہ پھیرا۔ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ
اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ
فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور التجاء فرمائی ابراہیم
ضمیر اور خلیل اللہ نے اے میرے اخلاقِ حمیدہ کی پرورش فرمانے والے اس شہرِ قلب کو تمطِ انوار مرضِ فراق اور مصائب
حجاب سے امن والا بنا۔ اور میرے سینۂ بے کینہ کو اپنے انوار کے مکین سے امن کی رونق والا بنا۔ اور مجھ کو بھی حسب
سابق اور میری روح و جسد کو بھی جن سے میرے اعمال کی نسل چلتی ہے دنیوی خواہشات اور مشتبہات ہوائے
نفس کے بتوں کی عبادت و اطاعت دور سے رکھ۔ اور مجھ کو مشاہدۂ خلیل اللہ اور میرے اہلِ نسل کو مشاہداتِ نبوت
کے آستانے سے دور نہ فرما۔ اے کریم مالک توفیق۔ ہماری محبتِ الٰہیہ کے لمحاتِ سعید میں غفلت کے ایسے خطرات
بھی نہ آئیں جس سے ہم میں کوئی نفرت کے بتوں کی طرف مائل ہو۔ کیونکہ خانۂ جسدی میں خواہشاتِ حرص و ہوس
کے کئی بت موجود ہیں اے سب باز رکھو ہم کو شرکِ خفی سے کہ ہم اپنی ذات کو تیرے وسیلہ کے بغیر دیکھیں۔ عارفین کے
لیے وسیلۂ عظمیٰ ذاتِ مصطفیٰ ہے کہ انہی کے اسوۂ حسنہ سے نفوسِ عارفین کو مہار ہے اور سینہ و دل کا نکھار ہے اور
ظاہر و باطن کا سنوار ہے۔ جب کہ نفسِ امارہ منہ اکھرہے۔ اے میرے محبوبیت کو پرورش فرمانے والے میرے اللہ۔
ان خواہشاتِ دنیا اور لالچ دولت نے تجھ سے دور حجابِ باطل میں پھنسا کر اور دنیا پرستی میں جذب کر کے بہت سوں کو
گمراہ کر دیا اور تجلیاتِ انوار کی لذت سے بھٹکا دیا تو مجاہدۂ شوق اور غلبۂ ذوق سے میرے کہنے اور نقشِ قدم پر چلے گا۔
اور جس نے قوتِ روحانیہ کو تیری بارگاہ میں حنیح کیا تو وہ مجھ سے ہے۔ کہ اس کا قلب میرا قلب ہے اس کی طینت (طینت
خلیلی) میری طینت ہے اور اس کی روح میری روح اس کا سر یعنی بھید میرا بھید ہے۔ اس کا مشرب میرا مشرب ہے
اس کا قرب میرا قرب ہے۔ وہ میرا پیارا اور میں تیرا پیارا۔ اور جس بڑے نصیب والے نے میری نافرمانی کی کر تیرے حجاب
اور دوری والا راستہ اختیار کیا تو ہر مقام میں وہ تیرے سپرد ہے خواہ اس کی ظلمۂ کثیف کو نورِ لطیف سے بدل دے۔
اور خزانۂ بخشش سے نوازدے یا فضائلِ کمال سے رحمت فرمائے سارے رب مخلوق میں تیری نافرمانی کی جرأت کون کر سکتا
ہے کہ تو سب کی پیشانی پر قبضۂ قدرت فرمانے والا ہے سب اہلِ غضب و عذاب نبوت کے ہی نافرمان ہیں جس کی جا
پر کسی پر غضب کسی پر عذاب کسی پر عتاب نازل ہوتا ہے۔ عارفین فرماتے ہیں کہ کافر کا صنم۔ لکڑی پتھر لوہے۔ پیتل
کاغذ اور رنگ کی تصویریں اور بت ہیں۔ نفس کا صنم دنیا ہے۔ دل کا صنم عقبیٰ کی لذتیں ہیں۔ روح کا صنم۔ قوتِ روحانی کی
خواہش پرواز ہے اور درجاتِ عُلیٰ کی تمنا ہے۔ سرِ مخفی کا صنم۔ عرفانِ قرب ہے۔ ضمیرِ باطنی کا صنم مکاشفات و مشاہدات
کی چاہت ہے۔ روحِ خالص کا صنم کرامات ہیں۔ لیکن سالکِ راہ ان تمام صنموں بتوں سے وراء الوراء ہے وہ ان تمام کے
فنا اور ذاتِ واحد کے بقا کے جلوۂ اسکار میں مستغرق ہے۔ خیال ہے کہ پیری مریدی کی چاہت بھی دنیا پرستی کا ایک در وازہ

ہے۔ مرید تین قسم کے ہیں۔ نمبر ۱۔ اہل دنیا۔ نمبر ۲۔ اہل عقبیٰ۔ نمبر ۳۔ اہل مولیٰ۔ معرفت مثل ملک ہے۔ اہل مولیٰ مثل بادشاہوں کے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اہل عقبیٰ مثل وزراء مملکت ہیں اور اہل دنیا مثل رعایا بہت زیادہ ہیں۔ فَمَنْ تَبِعَ سے اہل مولیٰ مراد ہیں۔ وَمَنْ عَصَانِیْ سے اہل عقبیٰ اور أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا سے اہل دنیا مراد ہیں (روح المعانی وروح البیان)

صوفیا فرماتے ہیں کہ اپنا وجود صنم ہے اور منزل حجاب گمراہی ہے۔ رب کائنات کی بخشش کا ثواب مطیعین کے لیے ہے اور رحمت کی بھیک اور نجات درگاہ بگڑوں کے لیے ہیں اور محرومی کا پیغام کافرین کے لیے ہے۔ اہل دنیا بدبخت ہیں ان کی نشانی یہ ہے کہ قلب گریہ زاری کی طرف نہیں آتا۔ اہل عقبیٰ زاہدین ہیں ان کا پہلا قدم اہل دنیا کا آخری ہوتا ہے۔ اہل مولیٰ متوکلین ہیں ان کا پہلا قدم زاہدین کا آخری قدم ہوتا ہے۔ جو شخص اپنے نفس کی مخالفت کرکے قرب الٰہی کی تمنا کرے رب تعالیٰ اپنی غفوریت اور رحیمیت سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ متقین کے تین عمل ہیں۔

نمبر ۱۔ نفس کی مخالفت۔ نمبر ۲۔ تقدیر پر رضا۔ نمبر ۳۔ قلب میں راسخ ومضبوط خوف خدا۔ یہ اعمال خواہشات نفس کو جلا ڈالتے ہیں۔ بزرگی نور قلب کی آز ہے۔ سچائی کا وسیلہ ہی رب تعالیٰ کی رضا ہے۔ بَلَدًا آمِنًا شہر معرفت ہے اس کا دروازہ یقین کامل ہے۔ یقین کا مخلص خوف خدا ہے۔ اس میں داخلہ مراقبہ ذات ہے۔ سچا مراقبہ یہ ہے کہ علم ادب۔ دنیا اور دنیا کی خواہشات کا ہوش نہ رہے۔ رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔ اے ہم سب کی ازل سے ابد تک پرورش کرنے والے خالق تعالیٰ بیشک میں نے اپنے اعضاء ظاہری و باطنی میں کچھ اعضا یعنی قلب دماغ اور مطمئنہ کو اور ہاتھ پیر وغیرہ اعضاء ظاہری کو شوق باطنی اور عمل ظاہری کے سہارے وادی سلوک کے لق ودق بیابان جنگل میں ٹھیرا دیا کہ جہاں حیات دنیوی کی کوئی کھیتی نہیں نہ لذت نہ عیش نہ عشرت نہ یسرت نہ نصرت نہ غرور دنیا کا سایہ نہ دولت کا پانی نہ عزت کا کھانا تیرے ستر کی حرمت والے معشق گھر کے پاس کہ جہاں بجز تیری ذات کے کسی پر بھروسہ نہیں ہوسکتا۔ اس وادی حیرت میں سب سہارے ٹوٹ جاتے ہیں خود اپنا وجود بھی لاموجود کی آغوش میں جا پڑتا ہے۔ وادی عشق میں سالک دنیا سے ہجرت کرنی پڑتی ہے کہ تیری جوار کرامت میں تیرے الطاف خسروانہ کے لیے نماز صدق اور [illegible] محبت قائم رکھیں اور عبد کا وصل معبود سے ہوجائے اور کعبہ مراد تجلیات سرمدی کا آئینہ بن جائے۔ پس اے رب کعبہ جلال کے معتکفین کو صفت ارادہ اور محبت سے ان کی طرف پھیر دے۔ اور نفس ونفسانیات کے قلوب اجنبیہ کو ادھر مائل فرمادے۔ ابن عطا نے فرمایا کہ جو بندہ مخلوق سے بالکل منقطع ہوجاتا ہے باری تعالیٰ مخلوق کو اس کی طرف جھکاتا ہے اور اس کی مودت ان کے سینوں میں اور محبت ان کے دلوں میں جلوہ گن ہوتی ہے۔ علاوہ عاشقین کی محبت کی چاشنی سے ربوبیت فرمانے والے کریم ان طالبانِ حقیقت کو اطاعت الٰہیہ کے پھل مقامات رفیعہ کے رزق اور درجات شریفہ کی غذائیں عطا فرما۔ قلب کے پھل حکمت

اور علم کی نسیں اور نومیں ہیں ۔ ریحش الحکمت احسان الٰہی ہے ۔ اخیار فرماتے ہیں کہ علم کی تین قسمیں ہیں۔
نمبر۱۔ علم من اللہ یہ علم لدنی ہے ۔ اسی کو علم ظاہری کہتے ہیں ۔ نمبر۲۔ علم مع اللہ ۔ یہ وابستگی الٰہی ہے اسی کو علم باطنی کہتے ہیں
نمبر۳۔ علم باللہ یعنی اللہ کے لیے ۔ علم حکمت اسی کو کہا جاتا ہے پہلے دو علم پڑھنے سے بڑھتے ہیں یہ علم خاموشی سے بڑھتا
ہے ۔ اسی لیے بڑی عبادت خاموشی ہے کہ اس سے بڑا علم اور حکمتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے ۔ خاموشی عقل کی جلا ہے نفس کی
فنا ہے ۔ علم و عقل کا پردہ خواہشات ہیں ۔ تکمیل خواہشات عقل کی فنا اور نفس کی جلا ہے ۔ دنیا پرستوں کے خیال میں خوش
بخت وہ ہے جس کی خواہشاتِ طبیعت کی تکمیل ہوتی ہے اہلِ دل فرماتے ہیں جس کی خواہشاتِ طبیعت کی تکمیل ہو جائے
وہ بڑا بد قسمت ہے ہاں جس کی خواہشاتِ الٰہیہ کو مکمل کیا جائے اور رضائے خالق تعالیٰ کے پھلوں کا رزق حاصل ہو جائے
وہ بڑا خوش بخت ہے ۔ رویۂ جمال یزدانی دنیا و آخرت کا رزق ہے ۔ جس کو یہ ملے اُس پر شکر واجب ہے ۔ اور سب سے
اچھا شکر عاجزی ہے ۔ بندوں کو معرفتِ الٰہی کا روحانی رزق اسی لیے دیا جاتا ہے ۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ تاکہ وہ شکر کریں
اور جان لیں کہ بجز رب کائنات کے کوئی مستحق شکر نہیں ۔ شاکرین فرماتے ہیں کہ جس طرح دنیا کا پھل امراض جسمانیہ کو
دور کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ حکمت کے پھل اُمراضِ قلب کو ختم کردیتے ہیں ۔ اے رب کریم میری ذریت کو عشقِ
مصطفیٰ کی دولت کے پھل عطا فرما ۔ کیونکہ یہی شجرِ ابراہیم کا پھل اور دعاءِ خلیل کے چمن کی کلی ہے ۔ یہی حنفی الحنفیا
اتقی الاتقیا و افضل الخلق والتقی ہے ۔ اسی آستانے سے فیض معرفت پانے والے حبیب ذی العظمت والکبریا
ہے ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہی وہ شخصیت بے مثل ہے جس کی نعت حمد باری تعالیٰ ہے اور جس کی ثنا شکر الٰہی ہے
اور جس کا ذکر لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ کی مکمل جامع مانع تفسیر ہے ۔ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَى عَلَى
اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَ
إِسْحَاقَ ۔ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ۔ اے ہمارے ظاہر و باطن خفی و جلی کو بحفاظت کاملہ پالنے والے بے شک
تو ازل سے ابد ابتداء سے انتہا تک جانتا ہے اُس محبت کو جو ہم قلوب عشق کی گہرائیوں میں چھپاتے ہیں اور اس شکر کو جو ہم
ظاہر کرتے ہیں یا جو فکر و تدبر ہم چھپاتے ہیں اور عمل جو ہم ظاہر کرتے ہیں ۔ یا اُن احوال کو جو ہم چھپایا کرتے ہیں اور اُن آداب
کو جو ہم ظاہر کرتے ہیں یا اُس عجز و تضرع و عاجزی کو جو ہم تیری عبودیت میں چھپاتے ہیں اور اس ظاہر اطاعت شریعت کو جو
ہم ظاہر کرتے ہیں یا جو اسرار معرفت ہم چھپاتے ہیں اور وظائف عبادت ہم ظاہر کرتے ہیں ۔ اور اس کو تو جانتا ہے جو
ہم اپنے دلوں میں جذبہ شوقِ الٰہی چھپاتے ہیں اور غلبہ ذوقِ طلب ہم ظاہر کرتے ہیں ۔ اور اللہ ذاتِ وحدہٗ لاشریک کے
سامنے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی نہ زمین اجسام میں نہ آسمان ارواح میں تمام کائناتِ دہر کی تعریفیں اور خوبیاں اچھائیاں
اللہ جل شانہ کے لیے ہی ہیں ہر کیفیت ہر آن ہر حال میں ۔ وہ رحیم جس نے مجھ کو کمزور ضعیف کو صبر کا اسمٰعیل اور شکر کا اسحٰق
عطا فرمایا ۔ طلب سے لذتِ دین اور بے طلب کے لذتِ نعمت عطا فرمائی اور جس نے مجھ کو اسمٰعیل شریعت اور اسحاق طریقت

عطا فرمایا۔ بیشک میرا رب۔ میرے جسم و روح عقل و حواس کا رب میرے قلب و صدور کا رب میرے افکار و اشغال کا رب۔ لہٰذا بہت ہی قبولیت و محبت کا سننے والا ہے میری دعا کو۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ راہ ولایت میں بندے کے تیرہ حالات ہیں۔

اول رضا۔ دوم۔ قناعت۔ سوم۔ ورع چہارم۔ توکل۔ پنجم۔ ادب۔ ششم۔ مشیت۔ ہفتم۔ مریدی۔ نہم۔ طالبیت دہم۔ مطلوبیت۔ یازدہم۔ مراد۔ دوازدہم۔ عبدیت۔ سیزدہم۔ شیخیت۔ رضا پر قناعت ورع ہے۔ توکل کی آخری منزل ترک اسباب ہے مگر جب تک توکل مستحکم نہ ہو اور ظاہری باطنی اعتبار سے مخلوق سے منقطع نہ ہو جائے ترک اسباب گناہ ہے غیر متوکل بندہ ناقص ہے۔ شیخ کو جائز نہیں کہ مرید کو ترک اسباب کی اجازت دے۔ عبدیت نام ہے ادب کلی کا انبیاء اولیاء۔ اللہ کا گستاخ عبد نہیں ہو سکتا خواہ مدعی ہو جائے۔ شاکر وہ ہے جو مشیت پر شکوہ نہ کرے مرید وہ ہے جو اس طرح متوجہ الی اللہ ہو کہ کسی جانب نہ دیکھے۔ مقصود پیروی مرید کی صرف قرب الٰہی کا حصول ہے خلیل بننے سے پہلے تین چیزوں کی فنا یقینی ہے۔ نمبر ۱۔ راہ جلال کا سفر تاکہ اقامت آقا کو فنا ہے۔ نمبر ۲۔ حقیقت احوال کا انکشاف جس سے ظلمت نفس کی دعوت ہو۔ نمبر ۳۔ عوام قسمت کا انکشاف تاکہ اجل ترکیبی زندہ نہ رہے بندہ جب ان مقامات کو طے کرے تب دعا مانگنے کا حقدار ہے۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ

اے رب میرے بنا تو مجھ کو قائم رکھنے والا نماز کا اور بعض سے نسل اولاد میری

اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿٤٠﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ

اے رب ہمارے اور قبول اور قبول فرما دعا میری ۔ اے رب ہمارے بخش دے مجھ کو اور کو والدین میرے

اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو

ع ۲ ۱۸ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ

اور سب مومنوں کو اس دن کہ قائم حساب اور نہ گمان کر تو خبردار

اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ

اللہ کو بے خبر سے اُس جو عمل کرتے ہیں ظالم لوگ ۔ فقط مہلت دیتا ہے اُن کو

اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے انہیں ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ

لیے اُس دن کے کہ حیران ہوں گی بیچ جس تمام آنکھیں اندھا دُھند دوڑنے والے ہوں گے اٹھانے والے

ایسے دن کے لیے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی ۔ بے تحاشا دوڑتے نکلیں گے

رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ

سروں کو اپنے نہ پھیریں گی طرف اُن کے پلکیں اُن کی اور دل اُن کے

اٹھائے ہوئے کہ ان کی پلک اُن کی طرف لوٹتی نہیں اور اُن کے دلوں میں

هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

لرزنے والے

کچھ سکت نہ ہوگی

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں حضرت ابراہیم کی دعا کا ایک پہلو ذکر ہوا جس میں رزق حلال کی طلب تھی ۔ اب ان آیتوں میں دعا کا تیسرا پہلو ذکر ہوا جس میں حسن عمل کی توفیق ملنے کی دعا ہے ۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیتوں میں حضرت ابراہیم کے اولاد ملنے پر رب کے شکریے کا ذکر تھا اب ان آیتوں میں اولاد اور نسل کے راہ خدا پر قائم دائم رہنے کی دعا ہے ۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ رب تعالیٰ دعاؤں سے غافل نہیں بلکہ سننے والا ہے ۔ اب ان آیت میں بتایا گیا کہ صرف دعا ہی نہیں وہ کریم تو تمام اعمال کا جاننے والا ہے کسی سے غافل نہیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں ۔

تفسیر نحوی ۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ

وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ رَبِّ۔ دراصل ہے یارَبِّیْ۔ (اے میرے رب) یا ندائیہ تخفیف کے لیے حذف کر دیا اور یاء متکلم الحاق کے لیے، حذف کیا گیا۔ ب کا کسرہ ی ضمیر متکلم کی نشانی ہے۔ اِجْعَلْ باب فَتَحَ کا امر حاضر معروف ہے صیغہ واحد مذکر۔ اَنْتَ ضمیر اس میں مستتر ہے جس کا مرجع رب ہے نون وقایہ ی ضمیر متکلم اس کا مفعول بہ ہے۔ جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنی بنانا۔ متعدی بدو مفعول ہے۔ مُقِیْمَ باب افعال کا اسم فاعل مصدر اِقَامَۃٌ اور تَقْوِیْمٌ بمعنی درست صحیح اور پابندی سے کوئی کام کرنا۔ لغوی ترجمہ ہے خوش دلی سے کھڑا ہوا اس کا مادہ قَوْمٌ باب نَصَرَ صیغہ واحد مذکر ہے۔ بحالت جر ہے مفعول بہ دوم ہے اِجْعَلْ کا مضاف ہے اس لیے تنوین نہیں۔ الف لام جنسی ہے صلوٰۃ بمعنی نماز مجرور ہے واؤ عاطفہ۔ عطف ہے ی ضمیر منصوب متصل پر۔ مِنْ جارہ بیانیہ۔ ذُرِّیَّۃٌ اسم مفرد مؤنث بمعنی اولاد۔ نسل۔ ی ضمیر متکلم کا مرجع ابراھیمؑ ہے۔ جار مجرور متعلق ہے اِجْعَلْ سے اور عطف یاء متکلم پر ہے ایک قول میں مِنْ جارہ زائدہ لغویت مفعول بہ معطوف پر داخل ہوا ہے لہٰذا اس کو جار مجرور کہا جائے گا۔ رَبَّنَا۔ منادیٰ مضاف ہے اس کا مضاف الیہ نا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل ہے۔ واؤ۔ زائدہ جس کا حذف اور ذکر برابر ہے۔ خیال رہے کہ واؤ عربی میں سترہ معنی میں مستعمل ہے۔ تَقَبَّلْ فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر مستتر فاعل کا مرجع رَبَّنَا۔ باب تَفَعُّلٌ کا فعل ہے مصدر ہے تَقَبُّلٌ بمعنی قبول کرنا۔ مان لینا۔ قَبُوْلٌ سے مشتق ہے۔ دُعَاءِ۔ دراصل ہے دُعَائِیْ (میری دعا) دعا اسم مصدر بھی ہو سکتا ہے اور اسم جامد حاصل مصدر بھی۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ مانگنا۔ بلانا۔ پکارنا۔ دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔ التجا فریاد۔ پکار۔ سوال۔ طلب ہم ندا۔ اور دعا کا فرق ان شاء اللہ تعالیٰ عالمانہ تفسیر میں بیان کریں گے۔ ی محذوفہ اس کا مضاف الیہ ہے۔ کسرہ آخری۔ یاء متکلم کا نشان ہے۔ ورنہ یہ محلاً منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے تَقَبَّلْ کا۔ رَبَّنَا اسم منادیٰ مضاف ہے۔ یا حرف پوشیدہ ہے اس کا قرینہ ب کا فتحہ ہے۔ اِغْفِرْ باب ضَرَبَ کا امر حاضر معروف ہے۔ غَفْرٌ سے بنا ہے بمعنی مٹانا چھپانا۔ بخشنا۔ معاف کرنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ اَنْتَ اس میں پوشیدہ ضمیر مذکر حاضر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع رَبَّنَا ہے۔ لام جارہ نفع کا بمعنی مفعولیت ی ضمیر واحد متکلم مجرور۔ متعلق ہے اِغْفِرْ کے۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے۔ ی پر۔ لام جارہ مفعولیت کا۔ وَالِدَیَّ اسم تثنیہ مضاف ہے یاء متکلم کی طرف دراصل تھا وَالِدَیْنِ نون اعرابی مکسورہ اضافت کی وجہ سے گر گئی کیونکہ یہ نون تنوین کے قائم مقام ہوتی ہے اور تنوین اضافت میں مضاف پر نہیں آ سکتی۔ یہ تثنیہ ہے والد اور والدہ کا یعنی گے اسی ماں باپ۔ لفظ اَبٌ اور والدٌ اور اُمٌّ اور والدۃٌ۔ اور اِبْنٌ اور ولدٌ میں نسبت عام خاص مطلق ہے۔ کہ ہر والد ہر والدہ ہر ولد کو اَبٌ۔ اُمٌّ اور اِبْنٌ کہا جا سکتا ہے لیکن باقی اَبٌ۔ اُمٌّ۔ اِبْنٌ کو۔ والد۔ والدہ۔ ولد نہیں کہا جا سکتا۔ ان میں کئی طرح فرق ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں بیان ہوگا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے وَالِدَیَّ پر۔ الف لام استغراقی یا اسمی بمعنی الذی۔ مؤمنین جمع مذکر سالم ہے مؤمن کی۔ مومن اسم فاعل ہے باب افعال کا۔ بحالت کسرہ ہے کیونکہ مجرور ہے لام جارہ مفعولیہ کے۔ یَوْمَ اسم مفرد جملہ سے بمعنی۔

روشن دن۔ زمانہ۔ وقت۔ یہاں مراد وقت ہے۔ بحالت نصب ظرف ہے اِغْفِرْ کا۔ تنوین سے مانع مضاف ہوتا ہے۔ یَقُوْمُ۔ فعل مضارع مثبت معروف بمعنی مستقبل۔ قَوْم یا قِیَامٌ سے مشتق ہے۔ معنی قائم ہونا۔ کھڑا ہونا۔ شروع ہونا۔ جاری ہونا۔ یہاں مراد ہے شروع ہونا۔ الف لام۔ عہدی حِسَابٌ بروزن فِعَالٌ ثلاثی مصدر ہے۔ حَسْبٌ سے بنا ہے۔ بمعنی گن۔ گنتی کرنا۔ چھان بین کرنا۔ نتیجہ بتانا۔ جواب طلب کرنا یعنی حساب لینا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے یَقُوْمُ کا۔ اور یہ جملہ فعلیہ مضاف الیہ ہے یَوْمَ کا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ واؤ ہے جملہ استینافیہ۔ لَا تَحْسَبَنَّ فعل نہی بانون ثقیلہ صیغہ واحد مذکر حاضر باب حَسِبَ سے ہے اَنْتَ ضمیر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع ہے انسان۔ یہ عبارت علیحدہ۔ حضرت ابراہیم کا مقولہ اَلْحِسَابُ تک ہے حُسْبَانٌ سے مشتق ہے بمعنی وہ خیال جس میں دل ودماغ کی تمنا شامل ہو۔ یہ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے۔ اللّٰہ۔ اسم اعظم ذات باری تعالیٰ کا علم ذاتی ہے جامع صفات ہے۔ بحالت نصب مفعول بہ اوّل ہے غَافِلًا۔ مفعول بہ دوم غَافِلًا اسم فاعل باب نَصَرَ سے غَفْلٌ سے بنا ہے بےخبر ہونا۔ بھول جانا۔ بیوقوف ہونا۔ بھولا بھالا ہونا۔ یہاں پہلے معنی ہیں۔ واحد مذکر کا صیغہ ہے منصوب ہے عَمَّا دو حرف ہیں۔ عَنْ جارہ بمعنی ب جارہ مَا موصولہ مجرور ہے عَنْ سے۔ یَعْمَلُ۔ فعل مضارع مثبت معروف عام ہے زمانہ حال واستقبال کو باب سَمِعَ سے ہے صیغہ واحد مذکر غائب عَمَلٌ سے بنا ہے بمعنی سوچتے بوجھتے عمل کرنا۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ۔ ظَالِمُوْنَ اسم فاعل ہے جمع مذکر سالم۔ واحد ہے ظالم۔ ظُلْم سے بنا ہے بمعنی نقصان کرنا اپنا یا کسی کا یہاں مراد گنہگار اور کفر کرنے والے ہیں۔ بحالت رفع ہے فاعل اسم ظاہر ہے یَعْمَلُ فعل واحد کا۔ بقاعدہ نحو فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہر صورت واحد صیغہ ہوگا۔ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ۔ اِنَّ حرف تحقیق۔ ہے ماکافہ کی وجہ سے کچھ عمل نہیں کرتا۔ یا اِنَّمَا ایک لفظ ہے بمعنی فقط يُؤَخِّرُ فعل مضارع مثبت صیغہ واحد مذکر غائب۔ ھُوَ ضمیر واحد مذکر متصل مستتر ہے اس کا فاعل ہے اور مرجع اللہ۔ باب تفعیل سے ہے مصدر تاخیر اَخْرٌ معہ الفات مشتق ہے۔ بمعنی پیچھے کرنا۔ ڈھیل دینا۔ آخر میں کرنا بمعنی حال ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع ظالمون میں منصوب متصل ہے مفعول بہ ہے يُؤَخِّرُ کا۔ لام جارہ الیٰ انتہاء غایت کے معنی میں ہے۔ يَوْم۔ اسم مفرد جامد بمعنی وقت یا روشن دن خصوصی نکرہ ہے تنوین تعظیمی ہے۔ یعنی بڑا دن۔ مجرور ہے لام جارہ سے موصوف مابعد جملہ کا۔ تَشْخَصُ فعل مضارع معروف مثبت باب فتح سے ہے صیغہ واحد مؤنث غائب ھِیَ ضمیر مؤنث اس کا فاعل ہے جس کا مرجع بصیغہ واحد ہے۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ اگلا لفظ اَبْصَار اس کا فاعل اسم ظاہر ہے شُخُوْصٌ سے بنا ہے۔ بمعنی ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا۔ غور کرنا۔ اوپر چڑھنا۔ آنکھوں کا پلک نہ جھپکنا۔ یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ اسی سے ہے تشخیص بمعنی غور کرنا۔ ذات کو شخص اسی لیے کہتے کہ ترقی کی منازل پر چڑھتا ہے۔ فی جارہ ظرفیہ زمانیہ ہٖ ضمیر واحد مذکر کا مرجع یَوْم ہے۔ مجرور

متصل ہے۔ اس جار و مجرور کا تعلق تَشْخَصُ سے ہے۔ الف لام استغراقی۔ اَلْاَبْصَارُ جمع مکسر منصرف ہے بَصَرٌ کا۔ بحالتِ رفع
ہے کیونکہ فاعل اسم ظاہر ہے تَشْخَصُ کا۔ اسم جامد ہے۔ اس کا مصدر مادہ بَصَرٌ ہے بمعنی دیکھنا آنکھ کی بینائی۔ یا خود آنکھ۔
تَشْخَصُ کے پیچھے فاعل کے اعتبار سے یہاں اَبْصَارُ نہیں بلکہ اِبْصَارٌ مصدر ہے باب افعال کا۔ مادہ بَصَرٌ کا معنی آنکھ ہے۔
اور فیہ جار مجرور متعلق مقدم اِبْصَار کا اور یہ جملہ اسمیہ مصدریہ صفت ہے پوشیدہ بَصَرٌ کی اور عبارت کا ترجمہ اس طرح ہوگا
چڑھ جانے وہ آنکھ یا کھلی کی کھلی رہ جائے گی وہ آنکھ جس میں دیکھتا ہے۔ مگر یہ سب تکلفات ہیں۔ آسان ترکیب دوسری
ہے۔ مُهْطِعِيْنَ اسم فاعل صیغہ جمع۔ کہ باب افعال سے ہے اس کا واحد ہے مُهْطِعٌ۔ ثلاثی مصدر ہے هَطْعٌ
سے بنا ہے۔ بمعنی تیز دوڑنا۔ گردن جھکا کر تیز دوڑنا۔ جلدی آنا۔ گھبرا کر بغیر سوچے چلا جانا۔ یہاں ہر معنی درست ہے
صفتِ دوم ہے یوم کی۔ پہلی صفت تَشْخَصُ کا جملہ فعلیہ ہے۔ بحالتِ نصب ہے محلاً۔ کیونکہ حال ہے ظَالِمُوْنَ
کا اور بحالتِ کسرہ ہے ظاہراً کیونکہ صفت ہے یوم کی۔ مُقْنِعِیْ اسم فاعل ہے صیغہ جمع مذکر باب افعال سے ہے مصدر
ہے اِقْنَاعٌ۔ قَنْعٌ سے بنا ہے۔ بمعنی منہ اٹھانا۔ آسمان کی طرف دیکھنا۔ گردن اونچی کرنا۔ مضاف ہے اس لیے
نون اعرابی گر گئی کیونکہ تنوین کے قائم مقام ہوتی ہے اور تنوین مضاف پر نہیں آسکتی۔ دراصل تھا مُقْنِعِيْنَ۔
بحالتِ کسرہ ہے صفتِ سوم ہے یوم کی یا بحالتِ نصب ہے حال ہے ظالمون کا۔ مُقْنِعِیْ کی وجہ سے
مُهْطِعِيْنَ کا ترجمہ مُعْتَيْنَ ہوگیا تیز دوڑنا۔ گردن جھکا کر دوڑنا یہاں درست نہیں ہوسکتا۔ رُءُوْس جمع مکسر ہے رَأْسٌ کی
بمعنی سر یعنی چہرہ وغیرہ گردن کے اوپر والا حصہ بحالتِ جر ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے مُقْنِعِیْ کا اور تنوین سے مانع مضاف
ہونے مابعد ہِمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل مضاف الیہ کا۔ لَا يَرْتَدُّ فعل مضارع منفی بمعنی مستقبل۔ باب افتعال سے
ہے۔ دراصل ہے لَا يَرْتَدِدُ دونوں دال کا ادغام کر دیا گیا کیونکہ ہم مخرج ہونے کی وجہ سے ثقیل ہوگئیں۔ ثلاثی مصدر
ہے اِرْتِدَادٌ۔ رَدٌّ سے بنا ہے بمعنی پھرنا۔ لوٹنا۔ یہاں لوٹنا مراد ہے۔ اِلٰی حرف جر بمعنی سُوْءِ یعنی طرف یا اپنے ہی معنی
میں ہے انتہاء غایت کے لیے ہِمْ ضمیر کا مرجع ظالمون ہے جار مجرور متعلق ہے لَا يَرْتَدُّ کا۔ طَرْفٌ۔ اسم مفرد جامد
ہے بمعنی کنارہ۔ مراد ہے آنکھ کا کنارہ یعنی پلک اور پردۂ چشم۔ اس کی جمع مکسر ہے اَطْرَاف تثنیہ ہے طرفین مونث طَرْفَۃٌ
ہے۔ ہُمْ ضمیر مجرور متصل کا مرجع ظالمون ہے۔ مضاف الیہ طرف کا اور یہ مرکب اضافی فاعل ہے لَا يَرْتَدُّ کا۔ واؤ
عاطفہ ہے۔ عطف ہے تَشْخَصُ پر۔ یا حالیہ اور اگلی عبارت حال ہے۔ ظالمون کا۔ اَفْئِدَۃٌ اسم جمع مکسر منصرف ہے۔
اس کا واحد ہے فُؤَادٌ بمعنی دل کا اندرونی حصہ۔ بحالتِ رفع ہے کیونکہ مبتدا ہے۔ تنوین سے مانع مضاف ہونا ہے
ہُمْ ضمیر مجرور مضاف الیہ ہے۔ هَوَآءٌ اسم مفرد مذکر جامد ہے۔ بمعنی خالی جگہ۔ فضا کو هَوَآءٌ اور نفسانی خواہش کو هَوٰی
اسی لیے کہتے ہیں کہ کسی مافیہ یا فائدے سے خالی ہوتی ہے۔ یہاں مراد ہے دل کی بہادری کی جرأت۔ سوچ سمجھ سے خالی
ہونا۔ بحالتِ رفع ہے۔ خبر ہے مبتدا کی۔

تفسیر عالمانہ

رَبِّ اجْعَلْنِىْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۞ رَبَّنَا اغْفِرْ لِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۞

جب حضرت ابراہیم نے پہلی دعا میں یہ عرض کر دیا کہ میں نے ان لوگوں کو اس بیت اللہ کے پاس اس لیے آباد کیا ہے تاکہ نماز قائم کریں۔ تو اب اُسی کے لیے توفیق کی دعا مانگ رہے ہیں کہ اے میرے پروردگار جو میرا کام اور ارادہ تھا وہ میں نے کر دیا۔ تیرا کام ان کو نیک متقی مومن مخلص نمازی بنانا ہے اے کریم رحیم مولیٰ مجھ کو بھی سدا نماز قائم کرنے والا بنا اور میری آئندہ پیدا ہونے والی نسل میں سے کچھ اولاد کو بھی نماز کی ادا۔ پابندی۔ شرطوں۔ رکنوں۔ نماز کی تمام حدود۔ احترام وغیرہ کی حفاظت کی توفیق عطا فرما۔ اور حفاظت کرنے والا بنا۔ اہل عشق کے نزدیک اقامت کا ایک معنی حفاظت کرانا ہے۔ ذریت کا معنی آئندہ نسل ہے۔ مِن بول کر بعض اولاد کو شامل کیا۔ کیونکہ آپ کو اپنے علم غیب سے معلوم ہو گیا تھا کہ میری نسل میں کچھ لوگ کافر ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ آپ کو یہ کافر ہونا غیب سے نہ پتہ لگا تھا بلکہ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ کے فرمان ربی سے معلوم ہوا تھا۔ مگر یہ قول کچھ کمزور ہے۔ اس لیے کہ یہ فرمان الٰہی اس طرف اشارہ فرما رہا ہے کہ ممکن ہے آپ کی اولاد میں ظالم ہوں۔ اس سے صرف اندازہ تو ہو سکتا ہے یقینی نہیں۔ جب کہ مِن ذریتی میں بعض کو خارج کرنا یقینی ہے۔ باری تعالیٰ نے یہ دعا بھی اس طرح قبول فرمائی کہ فرزند اسمٰعیل علیہ السلام قیدار سے لے کر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تک پوری لڑی کو مومن موحد بنایا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام آباء حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک سارے ہی مومن موحد ہوئے کیونکہ یہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے کہ یہ دعا بعض کے لیے ہے اور یہ ثابت ہے کہ دعا قبول بھی ہوئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اولاد ابراہیم اور بنی اسمٰعیل میں تو اس دعا کا مستحق نبی کریم کی اس حسب نسب والی لڑی سے زیادہ کون ہو سکتا ہے۔ گویا کہ حضرت ابراہیم نے یہ دعا مانگی ہی اس اصل مصطفیٰ کے لیے تھی اور بعض سے مراد یہی تمام اصول تھے۔ اسی دعا کو مزید مضبوط فرمانے کے لیے عرض کیا۔ اے رب ہمارے اور قبول فرما میری دعا۔ بعض نے کہا کہ دعا سے مراد عبادت ہے یعنی میری عبادت قبول فرما (روح البیان)، مگر میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے۔ اس لیے کہ اگر دعا سے عبادت ہی مراد ہوتی تو دُعاء یعنی میری عبادت نہ ہوتا۔ بلکہ دُعائنا ہوتا یعنی ہم سب کی عبادت۔ کیونکہ جب عبادت کرنے میں سب کو شامل فرمایا تو قبولیت میں دوسروں کو چھوڑ کر صرف اپنا تذکرہ کیوں؟ لہٰذا صاف ترجمہ ہی مناسب ہے یعنی دعا بمعنیٰ دعا۔ اور وہ چونکہ مانگنے والے واحد تھے اس لیے دعاء قبولیت میں واحد متکلم کی ضمیر ہی لائی گئی۔ نیز یہاں دعاء عرض کیا گیا۔ نداء نہیں کہا۔ اس لیے کہ محققین کے نزدیک دعا اور نداء میں چھ طرح فرق ہے نمبر۱۔ اگرچہ انشائیات کی دس اقسام میں نداء اور دعا دونوں ہی شامل ہیں مگر نداء عام ہے دعا خاص۔ نمبر۲۔ نداء بمعنیٰ پکارنا خواہ چھوٹا بڑے کو یا بڑا چھوٹے کو پکارے۔ لیکن دعا بمعنیٰ التجاء چھوٹے کی طلب بڑے سے ہوتی ہے۔ نمبر۳۔ نداء دینے کے لیے بھی ہوتی ہے اور لینے کے لیے بھی مگر دعا صرف مانگنے کے لیے ہوتی ہے۔ نداء میں قبولیت کی تمنا نہیں

ہوتی مگر دعا میں ہوتی ہے۔ نمبر۵۔ ندا عبادت نہیں مگر دعا عبادت ہے۔ اسی لیے کسی بت کو ندا کرنی شرک نہیں ہوسکتی بت سے دعا مانگنی شرک ہے۔ نمبر۶۔ ندا صرف زبان یا ظاہری اعضاء سے ہوتی ہے مگر دعا زبان سے۔ ظاہری اعضاء اور حالت سے۔ اور دل دماغ سوچ فکر سے بھی ہوتی۔ خیال رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین دفعہ دعا مانگی۔ نمبر۱۔ ہجرت ہاجرہ کے وقت آپ کا اصلی نام ہاغار ہے حضرت سارہ نے آپ کا نام آجر رکھا یعنی اجرت والی خدمت گذار۔ پھر حضرت ابراہیم نے ان کو ہاجرہ کا لقب دیا یعنی ہجرت والی۔ نمبر۲۔ تعمیر کعبہ کے دوران۔ نمبر۳۔ تعمیر کعبہ کے بعد مگر دو باتیں قابل غور ہیں۔ نمبر۱۔ ایک یہ کہ تینوں دفعہ دعاؤں کی نسبت صرف اسمٰعیل کی طرف ہی ثابت ہوتی ہے اسحٰق علیہ السلام کے لیے کوئی دعا ثابت نہیں دوم یہ کہ حضرت ابراہیم نے اپنی کسی دعا کے لیے۔ قبول ہو جانے کی فریاد اور دعا نہ فرمائی لیکن جب اپنی بعض اولاد کے ایمان تقوے اور نماز کی دعا مانگی تو فوراً التجا کی کہ اے اللہ میری یہ دعا ضرور قبول فرما۔ اسی لیے دُعَاء واحد ہے۔ اگر سب دعاؤں کی قبولیت کی التجا ہوتی تو یہاں اَدْعِیَہ ہوتا جمع کے صیغہ سے یا دَعَوَاتْ ہوتا جمع مؤنث۔ اس سے ثابت ہوا کہ ساری دعاؤں میں یہ دعا زیادہ اہمیت والی ہے۔ آخر کیوں؟ صرف اس لیے کہ اس دعا کا تعلق احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد سے یہ خاندان مصطفیٰ کے ایمان وتقوے کی دعا ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اس میں حضرت اسحٰق کی اولاد بالکل شامل نہیں کیونکہ پہلے فرمایا گیا کہ اقامت نماز کے لیے خانہ کعبہ کے پاس چھوڑا جا رہا ہے اور یہاں بھی اقامت نماز کی دعا ہے حضرت ابراہیم نے دعا کے اس پیارے انداز سے تاقیامت لوگوں کو بتا دیا کہ پیارے مصطفےٰ کے آبا واجداد میں کوئی کافر منافق بلکہ فاسق تک نہ ہوگا بلکہ عابد زاہد اولیاء اللہ ہوں گے۔ یہاں تو اجداد مصطفیٰ کا ذکر ہو گیا لیکن خود حضرت ابراہیم کی آباؤ اجداد کی کیا شان ہے وہ اگلی دعا میں مذکور ہے۔ کہ اے ہمارے رب مجھ کو بھی اپنی رحمتوں برکتوں اور بخششوں میں ڈھانپ دے اور میرے سگے والدین جنہوں نے مجھ کو جنا ان کو بھی مغفرت بخشش عطا فرما اور تاقیامت تمام مومنوں کی بھی بخشش فرما۔ اُس دن تک یا اس دن میں جس دن قائم ہو حساب یعنی شروع ہو حساب آخرت یا قائم ہوں حساب دینے کے لیے تیرے روبرو۔ یا کھڑے ہوں قبروں سے حساب کے لیے۔ یہاں وَالِدَیَّ میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سگے ماں باپ مومن متقی موحد تھے آپ کی والدہ کا نام مثلی بنت نمر تھا اور والد کا تارخ ابن نحور تھا حضرت ہود کی امت میں سے تھے۔ یہ دعا اپنے ان ہی سگے والدین کے لیے تھی۔ آذر آپ کا سگا چچا تھا اس کے لیے ایک دفعہ آپ نے دعاء مغفرت اس کی زندگی میں مانگی تھی مگر اس سے منع فرما دیا گیا۔ دوسرا قول یہ کہ معاذ اللہ آپ کے ماں باپ کافر تھے اور یہ دعا ان کے لیے ہی تھی اور یہ دعا ممانعت سے پہلے تھی آپ کو اس وقت علم نہ تھا کہ کافر کے لیے دعاء مغفرت منع ہے۔ اور آذر ہی آپ کا والد تھا تیسرا قول یہ کہ دعا حضرت آدم اور حضرت حوا کے لیے تھی۔ چوتھا قول یہ کہ یہ دعا اپنے دونوں بیٹوں کے لیے تھی اور آیت کے الفاظ میں وَلِدَیَّ ہے نہ کہ وَالِدَیَّ ہماری تحقیق کے مطابق صرف پہلا قول ہی درست ہے اور آیت قرآنیہ اور

روشن کلام کے مطابق ہے۔ باقی تین اقوال قطعاً غلط اور قرآن مجید کے سیاق و سباق کے خلاف ہے۔ چار وجہ سے۔

وجہ اول۔ یہ دعا حضرت ابراہیم نے اپنی آخری عمر بڑھاپے میں مانگی اس کے بعد ممانعت کا ثبوت نہیں۔ نیز احادیث سے ثابت ہے کہ آذر کے لیے آپ نے بخشش کی دعا نارِ نمرود سے پہلے مانگی تھی وہ آپ کی جوانی کا دور تھا اس کے بعد ممانعت ہوئی اگر یہ دعا بھی آذر کے لیے ہی ہو اور آذر آپ کا والد تھا تو نتیجہ نکلے گا کہ گویا حضرت ابراہیم نے ممانعت کی مخالفت کی حالانکہ یہ کفر ہے یا کم از کم گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔ نیز قرآن مجید میں جہاں بھی آذر کا ذکر آیا وہاں صرف اَبٌ یا اَبِیْ واحد کا ذکر آیا وہاں اَبَوَیَّ کہہ کر ماں کو شامل نہیں کیا گیا۔

وجہ دوم۔ یہاں والدہ اور والد دونوں کا ذکر ہے۔ آپ کی والدہ کے مومنہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں تو اگر یہاں کافر آذر کو ہی والد کہا گیا ہے تو یہاں بھی واحد ہی ہوتا۔ ماں کو شامل نہ کیا جاتا۔

وجہ سوم۔ یہاں حضرت آدم و حوا بھی مراد نہیں ہو سکتے اس لیے کہ لفظ والد۔ والدہ۔ اور وَلَد بالکل سگے ماں باپ اور بیٹے کے لیے مخصوص ہیں۔ دادا نانا۔ دادی نانی کو بھی والد والدہ نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت آدم و حوا کے لیے رب تعالیٰ نے سورہ اعراف میں فرمایا آیت نمبر ۲۷ ارشاد ہے كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یہاں اَبَوَیْ فرمایا نہ کہ وَالِدَیْ اگر یہاں دعا میں حضرت آدم و حوا مراد ہوتے یہاں اَبَوَیَّ ہوتا۔ خیال رہے کہ ولد کا لغوی ترجمہ ہے نطفہ والی نسل۔ والدہ کا معنی نطفے جننے والی۔ والد کا ترجمہ ہے نطفہ ڈالنے والا اس لیے یہ منفرد المعنی ہے نہ کہ مشترک۔ لیکن لفظ اُم مشترک ہے اسی طرح لفظ اَبٌ اور لفظ اِبْنٌ بھی۔ اُم کا معنی اصل۔ جڑ۔ ماں چچی نانی دادی وغیرہ اور والدہ کو بھی کہہ دیتے ہیں یا اسی طرح اَبٌ کا معنی مالک۔ والا۔ چچا۔ دادا پڑدادا نانا وغیرہ ابن کا معنی والا۔ غلام۔ خادم۔ بھانجا۔ بھتیجہ۔ اور سگا بیٹا بھی۔

وجہ چہارم۔ وَالِدَیَّ بھی کسی قرأت میں ثابت نہیں لہٰذا۔ ہر طرح سے ثابت ہو گیا کہ یہ دعا والدین کے لیے ہی ہے نہ کہ چچا کے لیے چچا کو والد نہیں کہا جاتا ہاں اَبٌ کہہ دیا جاتا ہے۔ اور آپ کے والدین مومن تھے رب تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ترجمہ۔ ابراہیم مشرکین میں سے نہیں پیدا ہوئے تھے۔ ثابت ہوا کہ آپ کے بھی تمام آباء حضرت آدم تک مومن ہی تھے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ اے مسلمان تا قیامت یا اے مومنین مکہ یا اے مظلوم تو دل میں ذرہ سا گمان بھی نہ لانا کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں ان عملوں ان بدخصلتوں سے ناواقف ہے یا غافل بے توجہ ہے جو سارے تا قیامت ظلم کرنے والے کر رہے ہیں۔ یہ جلدی نہ پکڑنا غفلت کی بنا پر نہیں۔ اللہ تو فقط ان کو ڈھیل دیتا ہے۔ اس دن کے لیے یعنی زمانہ قیامت تک جو مدت بھی مقرر کی گیا ہے وہ پورا دیا جائے۔ کتنا شدید ہے وہ دن۔ اللہ کے عذاب کی سختی اور کیفیت کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے جب کہ دن اتنا سخت ہے کہ اس کا تھوڑا سا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ چڑھ جائیں گی اس دن سب کی آنکھیں دہشت خوف۔ تعجب پریشانی۔

شور اور چیخ و پکار کی وجہ سے کئی سال تک بند ہی نہ ہوں گی۔ تمام نیک و بد۔ اندھا دھند بھاگتے چلے جائیں گے یا جبرائیل علیہ السلام کی پکار کی طرف یا میکائیل علیہما السلام کے بلانے پر۔ بلند کرتے ہوئے آسمان کی طرف یا سامنے کی طرف اپنے سروں کو۔ نہ جھپکے گی اُن کی طرف پلکیں یا نہ پھر پڑیں گے دائیں بائیں اور نیچے ان کی نظریں بس سیدھ میں سب ہی بے تحاشا دوڑیں گے۔ اتنی بھیڑ کے باوجود نہ کوئی گرے گا نہ پیچھے رہے گا اور اس وقت ہر خیال ہر جذبے ہر سوچ فکر سے اُن کے دل۔ دماغ۔ سینہ و سر بالکل خالی ہوں گے۔ اور دماغ ماؤف ہوں گے دل اتنی زور سے دھڑکتے ہوں گے کہ اُچھل کر حلق میں اٹک جائیں گے اسی دن کی دہشت سے بچ جانے کی دعا حضرت خلیل نے اپنے لیے اپنے والدین کے لیے اور تا قیامت مومنوں کے لیے عرض کی جو مکمل مقبول و منظور ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ والدین پاک صاحب مغفرت اور بخشے ہوئے ہیں دعا کی یہ طرز ہی بتا رہی کہ یا ساری منظور ہوئی یا ساری مردود۔ اگر ساری منظور ہے تو والدین جنتی ہوئے اور مردود ہے تو حضرت ابراہیم کو بھی مغفرت نہ ملی۔ لہٰذا وہ سب تفسیریں بیہودہ ہیں جن میں مندرجہ بالا لغویات کہے گئے ہیں۔ ایک قول ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد تارخ حضرت ابراہیم کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اس سے مزید تقویت ہوئی کہ یہ دعا آذر کے لیے نہیں۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ جس شخص سے یا جس چیز سے رب تعالیٰ کو پیار محبت یا ہمدردی ہو۔ اس سے ہر مسلمان کو محبت اور ہمدردی ہونی چاہیے ورنہ دنیوی مصیبت یا اخروی عذاب کا اندیشہ ہے۔ یہ فائدہ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ مظلوم بے کس بے بس کمزور کی تسلی کے لیے یہ ارشاد فرماتا ہے۔

دوسرا فائدہ۔ باری تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اول سے آخر تک بلکہ عدم میں بھی وجود میں بھی اللہ تعالیٰ کسی چیز سے غافل نہیں۔ جو معتزلی اور بعض موجودہ وہابی بکتے ہیں کہ (معاذ اللہ) باری تعالیٰ کو کام وعمل ہو چکنے کے بعد علم ہوتا ہے جیسا کہ ان کی مشہور کتاب بلغۃ الحیران کے ابتدائی صفحات پر لکھا ہے۔ وہ سخت بے دین ہیں۔ یہ فائدہ غافلًا کی نفی فرمانے سے حاصل ہو۔ **تیسرا فائدہ۔** قیامت کے ابتدائی دور میں ہر نیک و بد مسلمان کا اور کفار کا ایک حال ہو گا۔ بعد میں ہر ایک میں امتیاز اور چھانٹ ہونے پر حالات بدل جائیں گے۔ یہ فائدہ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اصلاحی دعاؤں کے لیے شرعی شرط یہ ہے کہ پہلے اپنے لیے دعا مانگے۔ اور فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ دعا میں سب مسلمانوں کو شامل کرنا چاہیے خاص کر اپنے والدین اور اولاد کو یہ۔ مسئلہ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي والی پوری دعا سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ۔** رب تعالیٰ سے مایوس ہونا حرام ہے۔

باربار دعا مانگے اور گڑگڑا کر رو کر اور نہایت عاجزی سے مانگنا چاہیئے۔ اور دعا میں حمد و ثنا کو بھی شامل کرنا چاہئے تاکہ قبولیت کے نزدیک ہو جائے یہ مسئلہ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ کے الفاظ طیبات اور طریقۂ ابراہیمی سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَلِوَالِدَیَّ۔ اے اللہ میرے ماں باپ کو بخشدے۔ حضرت ابراہیم کے والدین تو کافر تھے ان کے لیے دعاء مغفرت کیوں مانگی گئی مغفرت مانگنا کفر ہے۔

جواب۔ اس کا جواب تفصیل سے تفسیر عالمانہ میں عرض کیا گیا۔ کہ تمام انبیاء کرام کے والدین مومن ہوئے ہیں۔ اور مومنین کے لیے بخشش مانگنا جائز ہے۔ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ جو انبیاء کرام کے والدین کو کافر کہتا ہے اس کے اپنے ایمان میں شک ہے۔ **دوسرا اعتراض۔** یہاں فرمایا گیا لَا تَحْسَبَنَّ۔ اے نبی گمان بھی نہ کرنا۔ گمان اس کو جاتا ہے جس کے جرم یا غلطی کا امکان ہو اور اللہ کے متعلق بدگمانی کرنی کفر ہے۔ انبیاء کرام تو گناہ پر قادر نہیں ہوتے چہ جائیکہ کفر کا ارتکاب ہو۔ نیز بدگمانی وہ کرے جو صفات خداوندی سے جاہل یا غافل ہو حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کی کسی صفت سے غافل بھی نہیں جہالت تو ناممکن ہی ہے یہ نہی حضور علیہ السلام کو کیوں ہوئی۔

جواب۔ اس کا جواب تفسیر عالمانہ میں دے دیا گیا کہ یہ خطاب نبی پاک کو نہیں۔ اس لیے کہ فوراً بعد آرہا ہے کہ آپ ڈرائیے لوگوں کو۔ کہ کوئی جاہلی جہالت سے ایسا گمان کر بیٹھیں۔ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ خطاب نبی کریم سے ہی ہے مگر مراد فرمانا ہے۔ یعنی اگر فرضاً آپ کبھی غفلت میں آجائیں تو بھی یہ گمان نہ کرنا یا مراد وسوسہ قلبی ہے۔ کہ وسوسہ بھی نہ آنے دینا۔ مگر پہلا جواب مضبوط اور درست ہے۔ **تیسرا اعتراض۔** یہاں ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ اے رب مجھ کو بخش دے۔ انبیاء کرام تو معصوم ہوتے وہ گناہ پر قادر ہی نہیں ہوتے گناہ صغیرہ یا کبیرہ کرسکتے ہی نہیں تو پھر وہ بخشش کس چیز کی مانگتے ہیں۔

جواب۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اپنی عبدیت اور عجز و انکسار دکھانے کے لیے اور دنیا کے سامنے رب تعالیٰ کے فضل و کرم کا چرچہ کرنے کے لیے۔ یا اس لیے کہ دوسروں کی دعا میں محض ایصال برکت کے لیے خود کو شامل کر لیا۔ تاکہ دعا جلدی قبول ہو۔ نیز قیامت تک کے بزرگوں پیروں عالموں کو چھوٹوں کے لیے دعا کرنے کا طریقہ سکھانے کے لیے اس طرح دعا مانگی۔ دوسرا جواب یہ کہ مغفرت کے معنی صرف گناہوں کی بخشش ہی نہیں ہوتا بلکہ مغفرت کے معنی رحمت میں چھپا لینا۔ کرم و فضل و انعامات میں ڈھانپ لینا بھی ہوتا ہے۔ اور اس چیز کے لیے رب تعالیٰ سے سب کو دعا کی حاجت ہے۔ نیز جو دعا غرور و تکبر کو توڑنے والی ہوتی ہے وہ اسی قسم کی ہوتی ہے۔

ان آیات کی تفسیر صوفیانہ اگلی آیت ۵۲ تا آیت ۵۲ کے ساتھ کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَاَنۡذِرِ النَّاسَ يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمُ الۡعَذَابُ فَيَقُوۡلُ

اور ڈراؤ لوگوں کو ایسے دن سے کہ آئے گا ان کو عذاب تو کہیں گے

اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے

الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍۙ نُّجِبۡ

وہ جنہوں نے ظلم کیا ساری زندگی اے رب ہمارے مہلت دے ہم کو تک مدت تھوڑی اب قبول کریں گے ہم

اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں

دَعۡوَتَكَ وَنَـتَّبِعِ الرُّسُلَ‌ؕ اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ

بلانا تیرا اور فرمان برداری کریں گے تمام رسولوں کی. کیا تم نہ تھے قسمیں کھاتے سے

اور رسولوں کی غلامی کریں تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے

مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍۙ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ مَسٰكِنِ

پہلے کہ نہیں ہے بیچ تمہارے کچھ فنا اور ٹھیرے تم بیچ گھروں ان لوگوں کے

کہ ہمیں دنیا سے ہٹ کر کہیں جانا نہیں اور تم ان کے گھروں میں بسے

الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَتَبَيَّنَ لَـكُمۡ كَيۡفَ

جنہوں نے ظلم کیا جانوں اپنی پر حالانکہ ظاہر ہو گیا لیے تمہارے کہ کیسا

جنہوں نے اپنا برا کیا تھا اور تم پر خوب کھل گیا ہم نے ان کے ساتھ

فَعَلۡنَا بِهِمۡ وَضَرَبۡنَا لَـكُمُ الۡاَمۡثَالَ‏ ﴿۴۵﴾ وَقَدۡ مَكَرُوۡا

کیا ہم نے ساتھ ان کے اور بیان کر دی تمہیں لیے تمہارے بہت مثالیں۔ اور بیشک مکر کھیلے انہوں نے

کیسا کیا۔ اور ہم نے تمہیں مثالیں دے کر بتا دیا اور بیشک وہ اپنا سا داؤں چلے اور ان کا داؤں

مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ

اپنے مکر اور قبضے میں ہے اللہ کے مکر ان کا اگرچہ تھا مکر ان کا

اللہ کے قابو میں ہے۔ اور ان کا داؤں کچھ ایسا نہ تھا

لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (۴۶)

ایسا کہ گر جائے سے جس بہت پہاڑ۔

کہ جس سے یہ پہاڑ ٹل جائیں

تعلق اِن آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں فرمایا گیا تھا کہ آخرت کے دن تک اِن نافرمانوں کو مہلت دی گئی ہے اب پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے اِن غافلوں کو اس دن سے ڈراؤ۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں کافروں کے میدانِ محشر میں آنے کی حالت کا ذکر ہوا اب اِن آیتوں میں میدانِ قیامت میں اِن کفار کی فریادوں کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کو ظالم فرما کر اُن کے بداعمال کا ذکر کیا گیا۔ اب اِن آیتوں میں اُن کے اعمال کی حقیقت بیان کر دی گئی کہ اُن کے سب عمل محض مکر و فریب ہیں۔

تفسیر نحوی وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ۔ واؤ استینافیہ (سر جملہ) اَنْذِرْ۔ باب اِفعال کا فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر۔ اَنْتَ ضمیر واحد مذکر اِس کا فاعل مصدر ہے انذار۔ بمعنی ڈرانا۔ ڈر کی خبر سنانا۔ الف لام استغراقی ناس اسم لفظاً واحد معنیً جمع ہے بمعنی انسان یَوْمَ اسم مفرد جامد بمعنی وقت۔ زمانہ۔ دن۔ یہاں تینوں معنی بن سکتے ہیں یَاْتِیْ۔ فعل مضارع اِتْیٌ سے بنا ہے بمعنی آنا۔ باب ضَرَبَ سے ہے ہِمْ ضمیر منصوب ہے مفعول ہے یَاْتِیْ کا یَوْمَ منصوب مفعول بہ ہے اَنْذِرْ کا موصوف مابعد جملہ صفت ہے اس کا۔ اَلْعَذَابُ۔ الف لام عہدی ہے اگر کیفیت کا لحاظ ہو اور عہد خارجی ہے اگر ماہیت مطلوب ہو عذاب اسم مفرد مبالغہ ہے بمعنی سزا۔ بدلہ مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے یَاْتِیْ کا۔ فَ تعقیبیہ بمعنی اُس وقت یا فوراً ہی۔ یَقُوْلُ۔ فعل مضارع بمعنی مستقبل باب نَصَرَ۔ قَوْلٌ سے بنا ہے اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر مرفوع ہے فاعل ہے یَقُوْلُ کا ظَلَمُوْا فعل ماضی مطلق بمعنی جمع معروف مثبت ہے باب ضَرَبَ سے ہے۔ ظُلْمٌ سے بنا ہے۔ بمعنی نقصان کرنا اپنا یا کسی کا۔ یہاں اپنا مراد ہے کفر سے یا گناہ سے۔ ھُمْ ضمیر جمع مرفوع مستتر اس

کا فاعل ہے جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ صلہ ہے۔ موصول صلہ مل کر فاعل ہے یَقُوْلُ کا اور رَبَّنَا
سے آگے عبارت رُسُل تک مقولہ ہے یَقُوْلُ کا۔ منادیٰ مفرد مضاف ہے۔ نا ضمیر جمع متکلم اس کا مضاف الیہ
ہے۔ یا حرف ندا پوشیدہ ہے۔ یہ عبارت اَدْعُوْ کے قائم مقام ہو کر یہیں جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہو جاتی ہے
ماقبل اور مابعد سے اس کا تعلق نہیں ہوتا۔ اَخِّرْ۔ باب تفعیل کا امر حاضر صیغہ واحد مذکر اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا
فاعل تاخیرٌ مصدر اَخْرٌ سے بنا ہے بمعنی ہٹانا۔ پیچھے کرنا۔ مہلت دینا۔ یہاں مہلت دینا مراد ہے۔ نا ضمیر جمع
متکلم منصوب متصل مفعول بہ ہے اَخِّرْ کا۔ اِلٰی جارہ انتہاء غایت کے لیے اَجَلٍ اسم مفرد نکرہ بمعنی مدت۔ زمانہ
موصوف ہے قَرِیْبٍ اسم صفت مشبہ ظرف مکانیہ ہے یا زمانیہ مجرور ہے کیونکہ تابع صفت ہے اَجَلٍ موصوف
کی۔ اور وہ جار و مجرور متعلق ہے اَخِّرْ کا۔ نُجِبْ۔ یہ تمام عبارت تعلیلیہ سبب ہے اَخِّرْ کا۔ فعل مضارع معروف
مثبت جمع متکلم بمعنی مستقبل باب افعال سے ہے مصدر جَوَابٌ اور اِجَابَۃٌ جَوْبٌ سے بنا ہے۔ بمعنی قبول کرنا۔ جواب
دینا۔ مان لینا۔ یہاں مراد قبول کرنا۔ صیغہ جمع متکلم نحن ضمیر مستتر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے دَعْوَۃَ اسم مصدر مضاف ہے
بمعنی بلانا۔ کَ ضمیر مضاف الیہ کا مرجع رَبَّنَا ہے۔ واؤ عاطفہ عطف ہے نُجِبْ پر۔ نَتَّبِعْ۔ فعل مضارع معروف
مثبت مجزوم ہے بوجہ تابع عطف ہونے کے نُجِبْ مجزوم اور وہ مجزوم علت اور شرط کی جزا ہونے کی بنا پر اَخِّرْنَا
شرط ہے۔ در اصل تھا اِنْ اَخَّرْتَنَا نُجِبْ دَعْوَتَکَ نَتَّبِعْ۔ اِنْ حذف ہوا دعائیہ جملہ کی مشابہت کی بنا پر اور ف حذف ہوا
نون کے حذف سے۔ صیغہ جمع متکلم۔ باب افتعال سے ہے۔ مصدر اِتِّبَاعٌ تَبْعٌ سے بنا ہے بمعنی مستقبل ہے۔
الف لام استغراقی یا عہدی الرُّسُلَ۔ جمع مکسر ہے رسول کی منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ نَتَّبِعْ۔ اَوَلَمْ تَکُوْنُوْا
اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ اَوْ حرف عطف۔ اس کا استعمال پانچ طرح ہوتا ہے۔
نمبر۱ استفہام شکیہ۔ نمبر۲۔ ابہام۔ نمبر۳۔ تخییر۔ نمبر۴۔ اباحت (جواز) نمبر۵۔ تسدید۔ جب یہ استفہام کے لیے ہوگا
تو اس کی واؤ مفتوح ہوگی باقی میں مجزوم۔ لَمْ تَکُوْنُوْا اَقْسَمْتُمْ فعل مضارع نفی جحد لَمْ بمعنی ماضی بعید فعل ناقصہ مجزوم
لَمْ نافیہ سے نون اعرابی کا گرنا ہی جزم ہے۔ صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ مگر دوسرے نحوی
کہتے ہیں کہ تَکُوْنُوْا علیحدہ فعل ناقصہ ہے۔ اَنْتُمْ اس کا اسم۔ اَقْسَمْتُمْ فعل ماضی مطلق باب افعال سے ہے مِنْ جارہ بیانیہ
قَبْلُ اسم ظرف مضاف الیہ محذوف منوی مبنی ہے ضمہ پر۔ جار و مجرور متعلق ہے اَقْسَمْتُمْ کا اور یہ جملہ فعلیہ ہو کر قسم خبریہ
ہوئی۔ مَا حرف نفی مشابہ بِلَیْسَ لَکُمْ جار و مجرور متعلق ہے کَائِنٌ یا ثَابِتٌ پوشیدہ کا مِنْ جارہ زائدہ تاکیدیہ تکثیریہ،
بمعنی کوئی زَوَالٍ اسم مصدر ہے ثلاثی کا بمعنی ختم ہونا مجرور ہے۔ یہ جار و مجرور متعلق دوم ہے ثَابِتٌ کا۔ یہ جملہ اسمیہ منفیہ
مُقْسَمٌ ہے قسم کا۔ اور قسم اپنے مقسم سے مل کر خبر ہے لَمْ تَکُوْنُوْا فعل ناقص کی۔ وَسَکَنْتُمْ فِیْ مَسٰکِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ

واؤ حالیہ۔ اگلی عبارت زسرف پہلا جملہ فعلیہ حال ہے لم تکونوا کے اسم کا۔ یا واؤ عاطفہ اور عطف ہے لم تکونوا
وسکنتم۔ فعل ماضی مطلق بمعنی بعید باب نصر سے ہے۔ صیغہ جمع مذکر حاضر انتم ضمیر مستتر کا مرجع ظالمون ہے۔ سکون
سے بنا ہے بمعنی رہائش رکھنا۔ ٹھہرنا۔ فی جارہ ظرف زمانی۔ مسٰکن اسم ظرف مشتق ہے سکن کا بمعنی رہائش گاہ
یعنی گھر۔ بحالت کسرہ ہے فی سے مضاف ہے الذین اسم موصول یہ اگلا پورا جملہ موصول مضاف الیہ ہے۔ ظلموا فعل
ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب باب ضرب سے ہے ظلم سے مشتق ہے بمعنی نقصان کرنا۔ یہاں مراد
نافرمان بدکردار۔ یا کافر ہیں۔ انفسھم مرکب اضافی بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے ظلموا کا انفس جمع مکسر
منصرف ہے نفس کا بمعنی۔ ذات خود۔ سانس۔ روح۔ بدن۔ اپنا۔ یہاں یہ آخری معنی درست ہیں۔ واؤ حالیہ۔ حال
ہے سکنتم کا تبین فعل ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ واحد مذکر غائب باب تفعل سے ہے۔ بین سے بنا ہے
بمعنی۔ درمیان ہونا۔ کھل جانا۔ ظاہر ہونا۔ بیان کر دینا۔ یہاں مراد ظاہر ہونا ہے۔ لام جارہ زائدہ مفعولیت کا ہے یا
بمعنی علیٰ جارہ ہے۔ کم ضمیر مذکر حاضر کا مرجع وہی ظالم کفار ہیں یہ جار مجرور متعلق ہے تبین کا۔ کیف اسم مبہم غیر مشتق
یعنی حوار صفات مشروحہ ہیں۔ بحالت بصریوں کے نزدیک ظرف مجازی ہے سوال بیانیہ کے لیے ہے۔ فعلنا فعل ماضی
مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ فعل سے بنا ہے بمعنی کرنا۔ یہ مصدر عمومی ہے ہر باب کو
بناتا ہے۔ بنیاد ہے تمام مشتقات کی اسی کے حروف کے نام لاتے ہیں پر تمام صیغوں کے حروف کے اسماء صفاتیہ مکانیہ
ہیں۔ ب۔ حرف جار بمعنی مع۔ ترجمہ ہے ساتھ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل۔ اس کا مرجع الذین ہے۔ جار و مجرور
متعلق ہے فعلنا کا۔ واؤ سیر جملہ۔ ضربنا فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ باب ضرب۔ ضرب سے بنا
ہے بمعنی مارنا۔ لغوی ترجمہ ہے ایک چیز کو دوسری پر ڈالنا۔ اصطلاحاً بہت طرح استعمال ہوتا ہے مگر لغت کا لحاظ
رکھتے ہوئے۔ چنانچہ۔ بیان کرنا۔ مثال دینا۔ بجانا۔ چلنا۔ اثر کرنا۔ ہر طرح استعمال جائز ہے۔ یہاں مراد بیان کرنا
ہے نا ضمیر جمع متکلم کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے۔ لام نفع کا کم ضمیر اس کا مجرور ہے اور متعلق ہے ضربنا کا۔ الف
لام استغراقی امثال جمع مکسر منصرف مثل واحد اسم متمکن معرب بحالت نصب مفعول بہ ہے ضربنا کا۔ واؤ استینافیہ
قد مکروا فعل ماضی قریب صیغہ جمع مذکر غائب۔ باب نصر سے ہے۔ مکر سے بنا ہے بمعنی۔ فریب کرنا۔ حیلہ کرنا چالبازی
کرنا۔ دھوکا دینا۔ خفیہ تدبیر کرنا۔ یہاں فریب کاری مراد ہے۔ اس میں ھم ضمیر پوشیدہ ہے جس کا مرجع الذین ہے۔
مکر اسم مفرد مصدر بحالت نصب مفعول مطلق ہے قد مکروا کا مضاف ھم ضمیر جمع مذکر مجرور متصل کا۔ واؤ حالیہ ہے۔
اور حال ہے ھم ضمیر فاعل کا۔ یا واؤ عاطفہ ہے مگر یہ قول ضعیف ہے۔ صحیح تر یہ ہے کہ واؤ سیر جملہ ہے اور یہ عبارت
پہلی عبارت سے جدا ہے۔ عند اسم ظرف ہے بحالت فتح یہاں فعل پوشیدہ ثبت اور یہ اس کا ظرف مکرھم اس کا
نائب فاعل ہے۔ واؤ۔ یا وصلیہ ہے اور ان شرطیہ لغو بھی اگرچہ ہمارا ترجمہ اس کے مطابق ہے اور اگلی عبارت شرطیہ

ہے ۔ یا واؤ سے جملہ اور اِنْ نافیہ اور آگے عبارت منفی ہے ۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمے میں اس قول کو ترجیح ہے میرے سسر محترم قبلہ مفتی امین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے ۔ کَانَ فعل ناقص ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب نکرہ ضمیر مرکب اضافی اس کا اسم ہے ۔ کَوْنٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنی ہونا ۔ ناقصہ ۔ وہ فعل یا اسم یا حرف ہوتا ہے جو اپنا مقصد مطلب بغیر کسی دوسرے تام کے ملے نہ دے ۔ لام ۔ عاقبت یہ ہمیشہ مضارع پر داخل ہوتا ہے ۔ اور مضارع کو فتحہ دیتا ہے ۔ یہ لام کَیْ کی دوسری حالت کا نام ۔ تَزُوْلُ ۔ فعل مضارع معروف مثبت معروف باب نَصَرَ سے ہے صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ زَوَالٌ سے بنا ہے بمعنی ہٹنا ۔ مڑنا ۔ ملنا ۔ یہاں ہر معنی درست ہے اسی سے ہے زوال بمعنی ختم ہونا مٹنا ۔ مِنْ جارہ بمعنی مِنْ جارہ ۔ ہ ضمیر کا مرجع مکر ہے ۔ الف لام استغراقی یا عہدی جِبَال اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے جَبَلٌ ۔ بحالت رفع ہے ۔ فاعل ہے تَزُوْلَ کا ۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے کَانَ کی ۔

تفسیر عالمانہ

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۔ اور چونکہ ظالموں کافروں مجرموں کو جلدی نہ پکڑنا مہلت اور ڈھیل اور سنبھلنے کا موقع دینے کے لیے ہے لہٰذا اے پیارے نبی حبیب کریم ڈرائیے ان ہی ظلم کرنے والوں بدبختوں اور مجرم لوگوں کو اس دن سے جس میں آئے گا ان پر عذاب تو کہیں گے نہایت دردناک روتی ہوئی گڑگڑاتی آواز کے ساتھ وہی لوگ جنہوں نے اس دنیا میں بے شمار ظلم کئے ۔ غرور و تکبر اور دولت امیری کے نشے میں سرداری اور افسری ۔ حکومت کے بل بوتے پر عاجزوں مسکینوں غریبوں مفلسوں اور ہمارے نیک بندوں مخلصوں کو بہت ستایا ۔ یہ عذاب یا موت کا وقت ہے اور قول سے مراد قلبی تمنا ہے یا یہ عذاب قبر میں ہے اور قول سے مراد حالت زار ہے ۔ مگر صحیح تر یہ ہے کہ یہ عذاب میدان محشر کے فیصلہ اور اس کے بعد جہنم کا ہے ۔ اور کہنے سے مراد زبانوں سے کہا کلام کرنا ہے ۔ کہ اے ہمارے رَبَّنَا ۔ رب تعالیٰ پروردگار ۔ مؤخر فرما دے ٹال دے یا روک دے ہمارے عذاب کو کچھ قریبی مدت تک کے لیے تو ہم ضرور ۔ ضرور تیری اس دعوت کو جو انبیاء کرام لے کر تشریف لائے مان لیں گے اور فوراً پیارے رسولوں کی فرمانبرداری ۔ تابعداری کر لیں گے رب تعالیٰ کی طرف سے یا ملائکہ کی طرف سے جواب آئے گا کہ اب تو بڑے بھولے بھالے بنتے ہو کیا پہلے تم قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے ۔ اور اپنے متعلق بڑے غرور تکبر اور زور دار لفظوں میں کہا کرتے تھے یا اپنے ماتحتوں عقیدت مندوں کو سنایا سمجھایا کرتے تھے کہ تمہارے لیے تمہاری دنیا عزت دولت شان و شوکت کے لیے کوئی زوال نہیں ۔ کبھی ختم ہونا نہیں ۔ یہ جہاں یوں ہی رہے گا ۔ یا اپنی کارگزاری ذہنی اخروی آخرت سے غفلت اس طریقے سے جاری کر رکھی تھی کہ گویا تم کو مرنا ہی نہیں ۔ ان کوٹھی مکان جاہ و جلال باغ و بہار جسم

جمال۔ دنیوی کاروبار کو ختم ہونا ہی نہیں۔ دنیا میں تمہارا قال بھی غلط تھا حال بھی برا تھا۔ انبیا علما اولیا کی ندائیں۔ نصیحتیں تبلیغیں وعظ و تقریر کو مذاق میں ٹال دیتے تھے۔ ۵۔ حالانکہ تم۔ وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۔ ان ہی کے گھروں میں آگے پیچھے رہتے چلے آتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر پہلے ظلم کیا اس طرح کہ آخرت اور انجام آخرت اور فنائے دنیا کو بھلا کر ہمہ تن دنیا میں اور دنیا سازی میں ہی مشغول رہے۔ اور یہ مشغولیت اور غفلت ہی سب سے بڑا ظلم ہے۔ اس تفسیر کی بنا پر یہ قول بھی قیامت اور جہنم کے زمانے کا ہے اور دوزخی کفار سے ہی کلام ہو رہا ہے۔ کہ تم کو اپنی دنیا پر اتنا بھروسہ تھا حالانکہ روز لوگوں کو مرتے دنیا چھوڑتے گھر بار سے منہ موڑتے تم دیکھتے ہی نہ تھے۔ بلکہ ان ہی باپ دادا کے چھوڑے ہوئے گھروں میں تم آباد ہوتے تھے پھر بھی عبرت نہ پکڑتے تھے اور قسمیں کھاتے تھے کہ یہ سب کچھ سدا بہار ہے۔ اس وقت اتنے احمق بنے رہے تو آج کیوں فریادیں التجائیں کر رہے ہو دوسری تفسیر اس طرح ہے کہ اے کفار مکہ تم سے پہلے کافروں نے دنیا کے ٹھاٹھ باٹھ ساز و سامان بنانے کوٹھیاں محل سجائے باغ لگائے۔ اور کہتے رہے قسمیں کھاتے رہے کہ ہم نے جو کچھ بنالیا وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گا۔ مگر وہ قوم نوح قوم عاد و ثمود قوم ہود و لوط۔ سب فنا ہو گئیں ان کے محلات ٹوٹ پھوٹ گئے ان کی بستیوں میں ویرانی خاک و دھول اڑا رہی ہے۔ جو عقیدے جو باتیں جو ظلم جو حرکتیں ان کی تھیں۔ بالکل بعینہٖ تم بھی وہی کچھ بن بیٹھے ہو۔ گویا کہ تم نے انہی کی کرسیاں ان کی ہی بیٹھکیں سنبھال لیں اور ان کی چھوڑی ہوئی گدیاں سجا کے سنبھال لیے اور ان کے ہی بنائے ہوئے دین کی چار دیواری میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ حالانکہ تاریخ مشاہدے اور قرآن پاک حدیث شریف نیز انبیاء کرام کی زبانی تم پر سب ظاہر ہو گیا کہ ہم نے ان سابقہ ظالموں کافروں سے اپنے قہر عذاب سزا عتاب ہلاکت و فنا اور بربادی کے ذریعہ کیا سلوک کیا اور ہم نے تو اے غافلو۔ ہٹ دھرمو۔ دنیا اور آخرت کی ساری ہی مثالیں کھول کھول کر بیان کر دیں دنیا کی سابقہ موجودہ برائی اچھائی عذاب انعام۔ قبر حشر کی باتیں۔ یہاں تک کہ اے کافرو حشر نشر اور [illegible] تک جو جو تم نے باتیں کرنی ہیں اور اللہ کی طرف سے جو جو جوابات ملنے ہیں وہ بھی پیشگی آج دنیا میں ہی بتا دیے گئے ہیں اب بھی نہ سمجھو نہ سنبھلو تو تمہاری ہی بدقسمتی ہے۔ خیال رہے کہ قرآن پاک کی آیت سے کفار کے چودہ اقوال منقول ہیں جو وہ جہنم میں چیخ کر کریں گے۔ اور غالباً تمام باتوں کی زبان عربی ہوگی اس لیے کہ مرنے کے بعد قدرت الٰہیہ سے ہر شخص عربی بولنا پڑھنا جان لے گا۔ خواہ دنیا میں کسی زبان کا ہو اور خواہ بالکل ان پڑھ ہو یہ ساری گفتگو مفسرین کے اقوال کے مطابق تقریباً زمانہ جہنم میں سے چھ لاکھ ایک سو ساٹھ سال تک جاری رہے گی پھر رب تعالیٰ ان کی زبان تبدیل فرما دے گا اور باتیں عربی میں نہ کر سکیں گے یا بالکل ہی نہ کر سکیں گے۔

دوزخیوں کی پہلی بات۔ سورت نمبر ۱۴۔ ابراہیم آیت نمبر ۲۱۔ عوام کفار اپنے مذہبی پیشواؤں سے کہیں گے آج ہم کو عذاب سے کچھ بچاؤ ہم دنیا میں تمہارے تابع فرمان تھے وہ کہیں گے اگر اللہ ہم کو ہدایت دیتا تو ہم تم کو بھی دیتے ہم بھی عذاب میں ہیں

لہٰذا صبر سے برداشت کرتے رہو۔

نمبر۲۔ دوسری باتیں۔ سورت نمبر۱۴۔ ابراہیم آیت نمبر ۲۲۔ سب چھوٹے بڑے کافر شیطان کو برا بھلا کہیں گے تو شیطان کہے گا مجھ کو ملامت مت کرو۔ اپنے کو کرو۔

نمبر۳۔ سورت شوریٰ آیت نمبر ۴۴۔ تمام کفار آپس میں لڑنے جھگڑنے کے بعد جہنم کے منتظم فرشتے یا دوسرے فرشتوں سے کہیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کیا یہاں نکل بھاگنے یا چھٹکارے کا کوئی راستہ یا صورت ہے۔ چالیس سال تک اسی طرح پکارتے پوچھتے رہیں گے مگر فرشتے کوئی توجہ نہ دیں گے۔ پھر چالیس سال بعد صرف اتنا جواب دیں گے کوئی صورت نہیں ہے یہیں تو ہمیشہ ہی ذلت سہنی ہوگی۔

نمبر۴۔ دوزخیوں کی چوتھی بات۔ سورۃ یونس آیت ۲۸ کافر کچھ لوگ سے کہیں گے ہم تم کو دنیا میں پوجتے تھے تمہارے بت بنا کر تمہاری تعظیم کرتے تمہارے نام تمہارے حکم تمہاری خوشی سے گھروں میں لٹکاتے تھے آج ہم کو بخشواؤ جہنم سے نکلواؤ۔ وہ لوگ جواباً کہیں گے۔ مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ تم ہم کو نہ پوجتے تھے۔

نمبر۵۔ جنتیوں کی پانچویں گفتگو۔ سورۃ مدثر آیت ۴۲ مومن جنت میں سے کافروں دوزخیوں سے پوچھیں گے تم کو دوزخ میں کس عمل نے پہنچایا تو کافر کہیں گے چار اعمال نے نمبر۱ ہم نماز کے منکر تھے۔ نمبر۲۔ ہم زکوٰۃ صدقات خیرات ختم درود کے ذریعے مسکینوں کو کھانا نہ کھلاتے تھے بلکہ منکر تھے اور ان اسلامی طریقوں کو۔ غریب پروری کو حرام حرام کہتے تھے۔ نمبر۳۔ بیہودہ فکر والوں کے ساتھ مل کر خود بھی بیہودہ کفر شرک کے فتوے لگاتے اور بیہودہ فکریں کرتے رہتے ہمارے وعظ تقریریں اور تحریریں سب سے غرض کہ ہر کام نبی ولی کے خلاف اور گستاخی کرنے کی فکروں میں ہوتا تھا نمبر۴۔ اور ہم قیامت کو بھی جھٹلاتے تھے پھر تنگ بالکل ہی انکار کرتے تھے اور کچھ ہم میں سے بدعقیدہ لوگ اس دن احمد مجتبیٰ کی شان کے منکر تھے یہاں تک کہ میدان محشر میں مسلمانوں کی اور سنیوں کی تمام باتوں کا یقین آگیا دنیا میں تو ہمارے پیشوا ماننے نہ دیتے تھے شرک بدعت اور نہ جانے کیا کیا مغلظات بکتے تھے۔

نمبر۶۔ دوزخیوں کی چھٹی گفتگو۔ سورۃ اعراف نمبر۷۔ آیت نمبر ۵۰۔ دوزخی کافر جنتیوں سے کہیں گے۔ وَنَادٰى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الخ دوزخی لوگ پکار پکار کر جنتیوں سے کہیں گے کہ ہم کو اپنی جنت کا کچھ پانی اور کچھ رزق نیچے پہنچاؤ تو جنتی لوگ جواباً کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔

نمبر۷۔ ساتویں گفتگو۔ سورۃ بقرہ نمبر۲۔ آیت نمبر ۱۶۷۔ جنتی کھانے پینے سے مایوس ہو کر اپنے سو عمل مذہبی پیشواؤں سے لڑیں جھگڑیں گے اور آپس میں کہیں گے لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً (الخ) کاش ہم کو اب دنیا میں لوٹ کر جانا ہوتا تو ہم ان سے بیزار ہو جاتے جیسے یہ آج ہم سے بیزار اور علیحدہ چھپے پھرتے ہیں۔

نمبر۸۔ دوزخیوں کی آٹھویں گفتگو۔ سورۃ حٰم سجدہ نمبر۴۱۔ آیت نمبر ۲۹۔ اور پھر بڑے ہی غصہ اور نفرت میں کہیں گے

رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا (الخ) اے رب ہمارے ذرا ہم کو وہ لوگ دکھا دے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا جنات اور انسان شیطانوں میں تاکہ آج ہم ان کو پاؤں تلے روندیں اور ٹھوکریں مار مار کر اسفل جہنم میں پھینکیں۔ یا یہاں پہلے مجرم ابلیس اور قابیل جن اور انسان مراد ہیں یہ دونوں بہت دور علیحدہ آگ کے پنجروں میں بند ہوں گے۔ یا ہر شیطان اور شیطانی انسان مراد ہے

نمبر ۹۔ کفار کی نویں بات چیت۔ سورۃ احقاف نمبر ۴۶۔ آیت نمبر ۳۴۔ فرشتے دوزخیوں سے پوچھیں گے جس دن ان کو جہنم میں ڈالیں گے کہ کیا یہ جہنم حق اور موجود نہیں ہے۔ تو سب کافر بولیں گے ہمارے رب کی قسم یہ بالکل حق اور موجود ہے۔ تو فرشتے کہیں گے تو چکھو اس کا عذاب جس کے تم دنیا میں منکر تھے۔

نمبر ۱۰۔ دوزخیوں کی دسویں گفتگو۔ سورۃ مومن نمبر ۴۰۔ آیت نمبر ۱۱۔ دوزخی کافر کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہم کو دو بار مارا اور دو بار زندہ کیا۔ پس اب ہم نے اپنے گناہوں جرموں کا اقرار کیا تو کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت ہے۔

نمبر ۱۱۔ کفار کی گیارھویں گفتگو۔ سورۃ فاطر آیت نمبر ۳۷۔ اور وہ دوزخی جہنم میں چیختے چلاتے ہوں گے اور فریادیں کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب نکال ہم کو ہم اب اچھے اور نیک کام کریں گے پہلے برے کاموں جیسے نہ کریں گے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے ہزاروں سال بعد جواب آئے گا کیا ہم نے تم کو دنیوی عمر نہ دی تھی انبیاء علماء نہ بھیجے تھے قرآن میں سب کچھ بتا دیا تھا اور ساری دنیا میں قرآن پہنچ گیا تھا تفسیریں ترجمے لکھے گئے تھے تمہاری تو آج کی یہ باتیں بھی مشہور کر دی گئی تھیں۔ تو اب مزہ چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

نمبر ۱۲۔ دوزخیوں کی بارھویں گفتگو۔ سورۃ سجدہ آیت نمبر ۱۲۔ اے ہمارے رب ہم نے تیرا جہنم دیکھ لیا اور دنیا میں انبیاء کرام کی زبانی قرآن کی بیانی ہم نے ان کے بارے میں سن لیا تھا۔ ہم کو پھر دنیا میں بھیج دے ہم اب نیک کام کریں گے۔ بیشک ہم اب کامل مکمل یقین کرنے والے ہیں۔ اس کا جواب بھی کئی ہزار سال بعد آئے گا کہ اب بدلہ چکھو اس کا کہ تم اس دن کی حاضری کو بھول چکے تھے۔ آج ہم نے تم کو بھولا بسرا نسیاً منسیاً کر دیا۔ اور ہمیشگی والا عذاب چکھتے رہو۔

نمبر ۱۳۔ کفار کی تیرھویں گفتگو۔ سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۲۱۔ یہی جگہ جسکا آپ نے تفسیر میں دیکھ لیا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ ساری بات چیت سوال و جواب اس طرح ہوں گے کہ دوزخی ہزارہا سال تک تڑپتے بھڑکتے فریادیں کرتے اور پکارتے رہیں گے پھر کہیں جا کر ملائکہ اور اہل جنت اور رب تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کرے گا۔ لاکھوں سال بعد

نمبر ۱۴۔ چودھویں دفعہ گڑگڑا کر فریاد و التجا کریں گے۔ سورۃ مومنون آیت نمبر ۱۰۶۔ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا (الخ) کہیں گے اے رب ہمارے غالب آگئی ہم پر ہماری بدبختی اور واقعی ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے نکال دے ہم کو اس جہنم سے پھر اگر دوبارہ ہم برے کاموں میں لوٹیں تو واقعی ہم ظالم ٹھہریں گے۔ ہزارہا سال کے بعد یہ آخری جواب ملے گا۔ اور رب تعالیٰ اپنے قہر کی آواز سے فرمائے گا ذلت سے مردود بن کر اسی جہنم میں پڑے رہو۔ اور آئندہ خبردار مجھ سے بات

نہ کرنا۔ اس جھڑک کے بعد اُن کی زبان بدل جائے گی۔ اور گدھے کے رینکنے جیسی آواز نکالا کرے گی گدھے کے رینکنے کی ابتدائی آواز کو زفیر کہتے ہیں اور آخری آواز کو شہیق کہتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ ہود آیت نمبر ۱۰۶ میں ہے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ۔ ترجمہ۔ پس لیکن جو بدبخت ہوئے تو وہ جہنم میں ہیں اُن کے لیے گدھے کی آواز زفیر اور شہیق ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ کسی کی آواز کتے جیسی کسی کی خنزیر جیسی اکثر یا دوسروں کی گدھے جیسی بولیاں ہوں گی اور ہر وقت ہی بولتے چیختے پیٹتے رہیں گے عجیب شور برپا ہوگا۔ العیاذ باللہ۔ اسے رب کریم تیرا کرم ہے کہ ہم کو مسلمان اور امت حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنایا۔ یا اللہ ہمارے ایمانوں کی حفاظت فرما۔ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ اور بیشک ان کفار مکہ کے کافروں نے بھی اُن پچھلی امتوں جیسے مکر و فریب کئے ہیں یعنی انبیاء کو ستانا۔ گستاخیاں طرح طرح کے بیہودہ مطالبے۔ اور اللہ کے قبضے میں ہے اُن کی اور ان کی بلکہ تمام کفار کی چالبازیاں کہ ہر طرح ناکام کر دیتا ہے اور کافر اپنے سب منصوبے ٹوٹتے دیکھ کر ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔ اگرچہ اُن کے اور ان کے ایسے مکر تھے کہ جن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں ٹکڑے ہو جائیں مگر رب تعالیٰ ہی اُن کے اتنے سخت نقصان دہ منصوبوں کو موم کی طرح پگھلا کر رکھ دیتا ہے۔ دوسری تفسیر۔ اور بیشک کفار مکہ نے اپنے مکر و فریب خوب کئے مگر ان کے سارے مکر اللہ کے قابو میں ہیں۔ اور اُن کے مکر ایسے نہیں ہیں کہ پہاڑ کو ہٹا دیں۔ ہمارے نبی اور ان کا قرآن۔ حدیث۔ اسلام۔ شریعت۔ اور تبلیغ وعظ مثل پہاڑ کے مضبوط ہیں۔ کفر کی مکاریوں کو رب تعالیٰ نے آن واحد میں مکڑی کے جالے کی طرح دور کر دیا۔ یا اس طرح کہ وقت سے پہلے بھانڈا پھوٹ گیا یا اس طرح کہ نبی کریم اور صحابہ کو بچا لیا گیا یا اس طرح کہ ان کی آپس میں پھوٹ پڑ گئی یا اس طرح کہ ان کو ہلاکت کی موت دیدی گئی۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ساری انسانیت اور تاقیامت زمانے کے لیے نبی ہیں یہ فائدہ وَاَنْذِرِ النَّاسَ فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ الناس عام ہے تاقیامت ہر قوم کے لیے۔ **دوسرا فائدہ۔** جس طرح نیک لوگوں کے نیکیوں کی وجہ بہت سے القاب ہیں۔ صالح۔ مصلح۔ مومن۔ متقی وغیرہ رکھے گئے اسی طرح کافروں کے بھی اُن کی بدعملیوں کی بنا پر بہت سے نام ہیں مثلاً۔ فسادی۔ مغضوب۔ ضال۔ اور ظالم وغیرہ۔ یہ فائدہ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا سے حاصل ہوا۔ کہ یہاں کافروں کو ظالم کہا گیا ہے۔ **تیسرا فائدہ۔** دنیا میں پھر پلٹنا اور پلٹنے کی آرزو کرنا۔ اگر اشاعت دین کے لیے ہے تو اچھی ہے اور اگر عذاب آخرت سے بچنے آئندہ توبہ کرنے کے لیے تو طریقہ کفار ہے حدیث پاک میں ہے کہ شہید بھی لوٹنے کی تمنا کرے گا۔ مگر اس کی تعریف کی گئی۔ اور یہاں کفار کی تمنا کا ذکر برائی سے کیا گیا یہ فائدہ۔ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مبلغین اور خطباء علماء حضرات پر فرض منصبی شرعی ہے عذاب وثواب اور قیامت و علامات اور قبر و حشر کے مسائل سیکھیں اور مسلمانوں غافلوں کو ہر تقریر و عظ میں سنائیں اسی طرح اگر ممکن ہو تو کفار کو بھی ان کا انجام میدان محشر تک کفار کی گفتگو پریشانی اور دائمی عذاب سے ڈرائیں بجائے ہنسی مذاق کی باتیں اور لطیفے سنا کر تقریر کا مضمون بنانے کے آخرت انجام سے ڈرائیں اور اپنی محفلوں جلسوں کو اہلیاء عظام و اولیاء کی محفلوں کا نمونہ بنائیں۔ یہ مسئلہ وَاَنْذِرِ النَّاسَ کے واجبی حکم سے مستنبط ہوا۔ آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت عظمیٰ میں اولیاء علماء اور مقررین واعظین پر بھی یہ حکم واجب العمل ہے کہ خود بھی ڈریں اور عوام مسلمانوں کو بھی ڈرائیں۔ بڑی سخت گھڑیاں ہیں اللہ پناہ دے۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ فقہ اسلامی کے مطابق کسی چیز کا لوگوں طور پر مشہور ہو جانا بھی شرعی گواہی اور ثبوت کے لیے معتبر ہے ایسی شہرت سے فیصلہ عدالت یا فتوے شرعی جاری کرنا جائز ہے جیسے نکاح نسب یا کسی کی ملکیت ہونا۔ یہ مسئلہ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دیکھو قوم عاد و ثمود کی ہزاروں سال سے اجڑی بستیوں پر کوئی خدائی بورڈ نہ لگا تھا نہ کسی آیت و کلام الٰہی سے پکی نشاندھی کی گئی تھی صرف شہرت ہی سے جانا گیا تھا۔ جس کو رب تعالیٰ نے معتبر قرار دیا۔ یہی حکم خاندانی نسلی ثبوت کا ہے۔ اسی طرح کسی کے نیک و بد ہونے کی مشہوری کا حکم ہے لہٰذا جس کو زبان عام ولی اللہ کہے گی اس کو ولی اللہ ہی کہا جائے گا۔

تیسرا مسئلہ ۔ فقہاء کرام کا شرعی قیاس بالکل برحق ہے۔ اور قیاس کے ذریعے حرام و حلال کے ضابطے بالکل درست اور واجب العمل ہیں۔ یہ مسئلہ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے موجودہ کافروں کے انجام کو سابقہ کافر قوموں کے کفر اور اس کے انجام پر قیاس فرما کر عبرت دلائی۔ یہی کچھ فقہی قیاسات میں ہوتا ہے۔ یعنی اشتراک علت سے اشتراک حکم ہوتا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ۔ یعنی جن لوگوں پر عذاب آیا ان کی بستیوں میں تم آباد ہوئے۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ عذاب شدہ بستیوں میں سکونت تو درکنار وہاں تو سفری پڑاؤ ڈالنا بھی منع ہے۔ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صحابہ کرام کو ایک سفر میں قوم ثمود کی اجڑی بستی سے گزرتے ہوئے وہاں ٹھہرنے اور وہاں کے کوئیں سے پانی لینا بھی منع فرما دیا۔ تو اس آیت اور اس حدیث پاک میں مطابقت کیونکر ہو۔

جواب ۔ اس کے چند جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ عذاب شدہ بستی میں رہنا جائز نہ ہونا۔ صرف مسلمانوں کے لیے ہے۔ نہ کہ کفار کے لیے اور مسلمانوں پر اس ممانعت و پابندی میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ دوم یہ کہ سکنتم سے مراد بالشی اور خانہ آبادی کی سکونت نہیں بلکہ راہ گزرتے سفر کی عارضی ٹھہراؤ والی سکونت مراد ہے۔ جیسا کہ کفار کے

جاتے ان بستیوں کو دیکھا کرتے تھے ورنہ عذاب شدہ بستیاں اُجڑی ہوئی ویران اور ٹوٹی پھوٹی کھنڈرات کی شکل میں تھیں وہاں کوئی گھر سلامت نہ تھا۔ نہ کبھی آج تک وہاں پھر آبادی ہو سکی۔ سوم یہ کہ مساکن سے عذاب والی بستیاں مراد نہیں ہیں بلکہ باپ دادا کے چھوڑے ہوئے خاندانی گھر مراد ہیں۔ اور کَیْفَ فَعَلْنَا بِہِمْ سے عذاب آسمانی مراد نہیں بلکہ ان کی موت۔ فنا۔ یا جنگوں میں ان کا قتل عام و شکست مراد ہے۔ اور عالیشان محلات چھوڑ جانا مراد ہے۔ اور جایا یہ جا رہا ہے کہ تمہارا مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ۔ کہنا غلط ہے تم اپنی رہائشی بستیوں اور گھروں سے ہی۔ دنیا کی بے ثباتی کا اندازہ لگا لو۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا۔ اور اے کافرو تمہارے لیے ظاہر ہو گیا کہ ہم نے اُن پہلی کفار قوموں سے کیسا عبرت ناک سلوک کیا۔ جب کفار مکہ اُن سابقہ امتوں اور عذاب الٰہی کو مانتے ہی نہ تھے تو ان کو یہ کیوں فرمایا گیا کہ تم پر ظاہر ہو گیا پہلوں کا عذاب۔

جواب۔ عذاب الٰہی کو تو تسلیم نہیں کرتے تھے مگر اُن کی تاریخ اور ان کے اچانک ہلاک ہو جانے سے پوری طرح واقف تھے۔ یہاں تک کہ پتھر برسنے۔ زلزلے۔ قحط سالی وغیرہ ہونے کو بھی جانتے تھے۔ ان تمام آفتوں کو ناگہانی اتفاقی حادثات کہہ دیا کرتے تھے۔ یہاں صرف یہ بتلایا جا رہا ہے کہ یہ تمام ہلاکتیں مصیبتیں ناگہانی نہیں تھیں بلکہ اُن کے ظلم اور کفر شرک کی وجہ سے عذاب الٰہی تھا۔ بالکل اسی قسم کا ظلم تم کر رہے ہو تو پھر اپنا انجام سوچو کیا ہونا چاہیے۔ پہلوں سے پچھلوں کو عبرت پکڑنی چاہیے۔ لفظ تَبَيَّنَ تو مشہور قرأت ہے۔ مگر تواترات سبعہ میں سے ایک قرأت وَنُبَيِّنُ بھی ہے۔ یعنی ہم بیان کرتے ہیں تمہارے لیے سب کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ **تیسرا اعتراض**۔ عذاب سابقہ کا ذکر کرنے کے بعد وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ کیوں فرمایا گیا۔ یہ کچھ بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے۔

جواب۔ بالکل بے جوڑ نہیں ہر طرح پر اتعلق اور مناسب موقعہ محل ہے۔ اگر مَكَرُوا اور مَكْرُهُمْ دونوں کی ضمیر سابقہ امتوں کی طرف لوٹتی ہو اور معنیٰ یہ ہو کہ بیشک انہوں نے مکر کیا اپنا مکر تو اس ذکر کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے یہ سخت عذاب اس لیے دیا کہ اُن کے مکر بھی بہت زیادہ اور دنیوی اعتبار سے بڑے سخت تھے کہ اگر ان کو مٹایا نہ جاتا تو اُن کے مکر و فریب سے پہاڑ یا پہاڑ جیسی قوت و مضبوطی والے دلیر مومنین بھی پھسل جاتے۔ اور اگر مَكَرُوا کی ضمیر کا مرجع کفار مکہ ہوں اور مَكْرَهُمْ کی ضمیر کا مرجع سابقہ کفار تو یہاں اس لیے ذکر کیا کہ جو وجہ و سبب ان کو عذاب دینے کی تھی تم بھی ویسی ہی مکاریاں کر رہے ہو۔ اور جو اللہ ان کو عذاب آسمانی یا ہلاکت زمینی سے فنا کر سکتا ہے۔ وہ تم کو بھی ختم کر سکتا ہے۔ ان وجوہ سے یہاں قَدْ مَكَرُوا (الخ) فرمانا بالکل درست اور با ربط ہے۔ **چوتھا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ۔ یعنی ان کے یا تمہارے مکر ایسے ہیں کہ ان سے پہاڑ ٹل جائیں یا ٹل جائیں۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کسی کے مکر اور فریب سے پہاڑ کیسے ٹل سکتے ہیں۔

جواب۔ مفسرین عظام کے اس بارے میں چند قول ہیں کہ پہاڑ سے کیا مراد ہیں۔ کسی نے کہا اس سے مراد قرآن و حدیث

کی تبلیغ ہے اور آیتیں عبارتیں ہیں تزول سے مراد روک دینا ہے۔ کسی نے کہا کہ پہاڑ سے مراد انبیاء پاک کی دلیر اور قوت واختیار والی شخصیت ہے یا پہاڑ سے مراد ذات محمد مصطفیٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم مکر سے مراد کفار کی سازشیں ہیں تزول سے مراد ان کا پریشان وغمگین ہونا یا کفار سے مایوس ہو کر تبلیغ بند فرمادینا۔ لیکن اگر پہاڑ سے اصل پہاڑ بھی مراد ہوں تو بھی درست ہے۔ کیونکہ انسانی مکر فریب اور حیلہ سازی سے واقعی پہاڑوں میں زلزلے آجاتے ہیں۔ اور فی زمانہ یہ حیرانی تو فضول ہے۔ دن رات پہاڑوں کو توڑا پھوڑا اور اپنی جگہ سے بارودی سرنگوں کے ذریعے ہلایا جا رہا ہے یہ سب کچھ مکر و حیلہ سازی ہی تو ہے۔

تفسیر صوفیانہ

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۔ اے میرے جسم کو غذاء ناسوتی اور روح کو غذاء لاہوتی اور دماغ کو غذاء جبروتی قلب کو غذاء ملکوتی دینے والے اللہ مجھ کو اپنے مقام قرب میں کھڑا ہونے والا اپنا اسرار کا راکع اور معراج کا ساجد اور تحیت عرفانی پر تشہد پڑھنے والا کامل نمازی بنا اور میرے اعضاء بدن و تصور و خیالات کو ایسی ہی نماز عشق اور صلاۃ معرفت قائم کرنے والا بنا۔ اے ہم سب کے رب میری خواہشات ذات اور چاہت دلی والی مناجات کو جامہ قبولیت پہنا دے۔ اے رب ہمارے مجھ کو اور میرے خیالات و مغز کو اپنی مغفرت میں چھپا لے تاکہ میں خود بھی اپنے وجود کو نہ دیکھ سکوں اور انانیت کے حجاب سے دور ہو جاؤں اور میرے صفات علویہ کے والد اور طبیعات سفلیہ کی والدہ کو رحمت کی چادر مغفرت کا لباس اسرار عطا فرما۔ کیونکہ ان کے سبب سے ضمیر و تجلیات کی ولادت باسعادت ہے۔ اور میرے تمام مریدین محبین اہل ایمان کو بھی مغفرت کی عزت عطا فرما۔ تاکہ کوئی بھی کسی کا تیری رویت کے لیے حجاب نہ بن سکے۔ اس دن میں جس دن اہل فراق و اہل وصال اور کمالیت نفس و نقصانیت حواس کا پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ جس دن ازل کے خلوص مناجات کا حساب نجات ابدی اور کامیابی درجات ہوگا۔ ہم کو آج اپنی بارگاہ میں قائم ہونے کی خوشی بھی عطا فرما تاکہ جس دن حساب قائم ہو تو ہم کو نہ کھڑا ہونا پڑے۔ عارفین فرماتے ہیں کہ تین قسم کے دولت مند ہیں۔

نمبر ۱۔ جس نے اطاعت الٰہی میں زندگی گزاری اس نے دولت حیات پائی۔ نمبر ۲۔ جس نے جان کنی کے وقت کلمہ طیبہ کے ساتھ روح کو وداع کیا اس نے دولت موت پائی۔ نمبر ۳۔ جو بشارت رحمانی کے ساتھ قبر سے نکلا اس نے بے حساب قیامت کی دولت پائی۔ اہل سلامت و متقین عنایت کی نظر و بصیرت میں اس سے بڑی کوئی دولت نہیں۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ۔ اے عقل و ذہن کے پرستار روحانی حبیب باطن اور نظر باطنہ سے یہ گمان بھی مت لانا کہ ازل و ابد کو جاننے والا اللہ عمل ظالم سے غافل و بے خبر

ہو آئے اور ما قیامت دنیا کے عمل کرنے والوں ظالموں سے۔ جنہوں نے بحر فنا میں انا کی کشتی چلائی اور لزوم محبت محبوبی سے گمراہ ہو کر حد سے بڑھنے کا ظلم کیا۔ یہ اس کی قضا و قدر ہے کہ کسی کو سعادت میں رکھی کو شقاوت میں رکھا۔ اور سب کو سلوک وادی طلب کی مہلت کے لیے موخر کیا تاکہ سعید شریعت و طریقت کے راستے سعادت کی منزل پر اور شقی منزلِ اشقیا پر پہنچیں۔ اور ظالموں کو مہلت تاخیر اسلئے دی تاکہ جی بھر کے ظلم و گناہ کر کے حسب بدبختی برابر کر لیں۔ ظالم کی مہلت وقت کی دیری اس وقت تک کی ہے جب کہ معرفت کے شکر نور توحید سے عقل و دماغ کی آنکھیں آسمان حیرت میں پڑھ جائیں گی۔ وہ دن مکاشفات اکبر کا ہے جس دن سطوات عزت کے انوار ظاہر ہو جائیں گے اور تمام نفسانی قوتیں عظمت جلال ہیبت کمال میں غرق ہو جائیں گی۔ پھر کسی غیر کی طرف توجہ نہ کر سکیں گی اس دن نفس صادق اور نفس کاذب کا فرق معلوم ہوگا۔ جب قلب جسمی پر واردات الٰہیہ کی قیامت ہوتی ہے تو تلبیسات ابلیس اور نفس امارہ کی نفسانیات بدبختی کا سر اٹھائے خودمستی کی دوڑ دوڑتے ہیں۔ اور اہل ہوا کی ہوائیں نکل جاتی ہیں۔ اور ان کی بصارتیں عادات رذیلہ کی طرف لوٹنے کی ہمت نہیں پاتیں۔ لیکن اہل حق کے قلوب تعالی اللہ کی خواہشات ابدیہ سے متعلق ہو کر فضاء قدسی میں محو پرواز ہوتے ہیں۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَا اَخِّرْنَا اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔ جس وقت طلب دنیا کی سوچنے والی عقل انسانی کو ڈرائیے فکر آخرت میں اس شدید وقت سے جب فراق و ہجر کا عذاب آجائے گا اور عقل دنیوی کی ساری تدبیریں کس مپرسی میں دھری رہ جائیں گی تب مقصود حیات کے غافل عناصر جنہوں نے دوری مطلوب کا ظلم کیا زبان بے بسی سے پکاریں گے۔ اے اول و آخر ظاہر و باطن میں چھائے رب۔ صبح انوار کی قریبی مدت تک تھوڑی مہلت خیر و برکت عطا فرما۔ تاکہ اب سابقہ ظلمات و ہواس کا تدارک کر لیں۔ اور تیری دعوت قرب قبول کریں۔ اب ہم پر حق و باطل آشکارا ہو گیا آتش فراق کی تپش کا عذاب شدید دیکھ لیا۔ اب ضمیر و قلب کی صوت سرمدی پر لبیک کہیں گے۔ العامت اسرار کا جواب یہی ہوتا ہے کہ اسے غرور شیطانی کے وسوسو تم زبان حال کی قسمیں اور حلفیہ قول بولتے تھے کہ عقل نفس کو کبھی زوال زمانی نہیں ہے۔ اس وقت خلوت کو بھلائے بیٹھے تھے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ مومن کو چاہیئے کہ ہر وقت موت فراق کو یاد رکھے عوام کی موت روح و جسم کا فراق ہے عاقل کی موت فکر و تدبر کا فراق ہے لیکن عاشق کی موت رویت ذات واحد کا حجاب ہے۔ مومن کے چھ دوست ہیں۔

نمبر ۱۔ علم جو آخرت کی فہم عطا کرے۔ نمبر ۲۔ رفیق وہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مدد کرے گناہوں سے روکے۔
نمبر ۳۔ معرفت جو دشمن و دوست کا پتہ بتائے۔ دشمن سے بچائے دوست کی آغوش میں پہنچائے۔
نمبر ۴۔ عبرت جو انجام بتائے۔ نمبر ۵۔ عدل و انصاف جو ظاہر و باطن کے حقوق گنوائے اور ادا کرائے مثلِ قیامت

سے بچائے ۔ نمبر ۶ ۔ استعداد و توفیق باری تعالیٰ جو موت تک ساتھ نبھائے ۔ (روح البیان و معانی) وَ سَكَنْتُمْ فِي مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۔ اور خواہشاتِ نفسانی وسواسِ ابلیسی ہی کے مشابہ ہیں ایک ہی خانۂ غفلت میں رہائش پذیر ہیں قالبِ انسانی پر دونوں نے ہی ظلم کیا ۔ اعضاء ظاہری کو منزلِ مراد سے ہٹایا اور باطنی قوتوں کو قربِ جمال سے ورغلایا ۔ اور اپنے ساتھ ملایا ۔ شیطان ابلیس کو تو پہلے ہی مطرود و دھتکار کر دیا اور اب اے نفسانی قوتو تم پر ظاہر ہو گیا ۔ ابلیس اور اس کی ذریت کو کیسا ملعون و مردود کیا تو اپنا انجام بد سوچ لو ۔ اور یہ سب ہماری حکیمانہ مثالیں ہیں ۔ تاکہ بندہ قلب و قالب کی طرف نگاہ کرے علماء شریعت دوسرے کو وعظ و تقریر اور خطاب کرتے ہیں لیکن صوفیا اولیا اپنے کو وعظ خطاب کرتے ہیں علما فرماتے کہ قرآنی خطابات و ضمائر کے مرجع دیگر عوام ہیں مگر عارفین فرماتے ہیں کہ ان آیت کا مرجع اور توجہ خود بندے کا اپنا نفس و روح اور قلب و قالب ہے اس لیے پہلے بندے کو صوفی بننا چاہیئے پھر مدرسۂ علمی میں قدم رکھے ۔ ورنہ گہوارۂ ظلم میں گرنے اور ابلیسی جال میں پھنسنے اور بیتِ نفسانی مساکن شہوانی میں سکونت کا خطرہ ہے ۔ وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۔ عقلِ عیار نے قلبِ انوار کے خلاف کتنے ہی مکر و فریب اور بھیس بدلے ۔ ابلیس نے کتنے ہی تلبیسی جال پھیلائے راہِ شوق کے مسافروں اور وادیٔ عشق کے متوالوں کے راستے کتنے ہی کانٹے بچھائے مگر ان کے سب فریب و عیاریاں محبوبین و طالبین کی حفاظت فرمانے والے رب کائنات کے قبضہ میں ہیں اگرچہ ان کے مکر اتنے شدید تھے کہ لاکھوں منزل کے قریب پہنچے ہوؤں کے پائے استقامت صبر کے پہاڑ تحمل کے کوہِ گراں بھی کٹھن وادیوں میں ڈگمگا جاتے ۔ مگر اس کو بچا لیا جاتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ راستی اور خلوص اختیار کر لیتا ہے اور وہ ہر ماسوا سے نگیں و بیزار رہتا ہے ۔ خواہشاتِ نفس نفس کی وہ مکاریاں ہیں جو بندے کو راہ راست اور حکم خداوندی سے پھیر دیتی ہیں ۔ وہی مومن نفس و شیطان کے مکر سے بچ سکتا ہے جو تین چیزوں پر عمل کرے ۔

نمبر ۱ ۔ خدا تعالیٰ کا حکم بجا لائے ۔ نمبر ۲ ۔ اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جائے نمبر ۳ ۔ احکامِ قضا و قدر پر سر تسلیم جھکا دے اور علماء شریعت کے سامنے گداگر سائل کی حیثیت سے آئے عاجزی مسکینی کو اپنا حسب نسب سمجھے ۔ جو بندہ حقوق اللہ کی حفاظت کرتا ہے رب تعالیٰ اس کے حقوق کی حفاظت فرماتا ہے مراقبۂ بیخودی میں رب تعالیٰ کو اپنا رفیق اعلیٰ بنا لو ۔ اگر اہلِ مکر کی مکاریوں سے بچنا ہے تو اللہ رسول کے دروازے پر قلب و قالب سے اعتکاف میں رہو ۔ اللہ رسول کا دروازہ اہل اللہ کے آستانے ہیں اور اولیاء اللہ کی محفلیں ہیں ۔ اغیار سے کچھ تعلق نہ رکھو ۔ اغیار سے وہ مانگتا ہے جو اللہ سے ناواقف ہو ۔ اور یہ نشانی بے ایمان و معرفت کی کمی کی ۔ جب بندۂ واصل الی رب کے ساتھ ہو تو کسی کا مکر اس کے ارادوں کے پہاڑ کو متزلزل نہیں کر سکتا ۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تو تو خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ خلاف کرنے والا ہے وعدہ اپنا رسولوں سے بیشک اللہ

تو ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلاف کرے گا بیشک اللہ

عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۴۷ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ

غالب ہے بدلہ لینے پر قدرت والا جس دن کہ بدلی جائے گی زمین علاوہ

غالب ہے بدلہ لینے والا۔ جس دن بدل دی جائے گی زمین اس

الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۴۸

اس زمین کے اور سب آسمان بھی اور روبرو حاضر ہوں گے اللہ کے جو واحد ہے قہر والا ہے

زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے

وَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۴۹

اور دیکھیں گے آپ مجرموں کو اس دن کہ بندھے ہوں گے جکڑے ہوئے میں زنجیروں

اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے

سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ

کرتے ان کے آگ قبول کرنے والے تیل میں بھیگے ہوئے اور چھا جائے گی چہروں پر ان کے

ان کے کرتے رال کے ہوں گے اور ان کے چہرے آگ ڈھانک لے گی۔

النَّارُ ۙ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

آگ تاکہ بدلہ دے اللہ ہر جان کو اس کا جو کمایا اس نے بیشک اللہ

اس لیے کہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے بیشک اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

جلدی لینے والا ہے حساب

حساب کرتے کچھ دیر نہیں لگتی

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق - پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ہم نے ہر طرح مثالیں اور واقعات سنا کر ان کو راہ راست پر آنے کی دعوت دی مگر یہ آنے والے نہ بنے سب فرمایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء سے جو بھی وعدہ فرماتا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا لہٰذا یہ کافر خوش فہمی سرمستی میں نہ رہیں۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیت میں میدان قیامت میں کفار کے اُنے گڑگڑانے کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ اب ان آیات میں خود میدان قیامت کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے جس سے سختی و قہر کا اظہار ہے۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیتوں میں کفار کے دنیا میں رہنے بسنے کا تذکرہ ہوا اب ان آیات میں کفار کے جہنم میں رہنے بسنے کا ذکر ہے۔

تفسیر نحوی

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ فَ حرف ابتدائیہ د شروع کلام کے لیے لَا تَحْسَبَنَّ فعل نہی بانون تاکیدی ثقیلہ۔ باب حَسِبَ سے ہے صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر کا مرجع عام انسان ہے۔ اللہ۔ اسم مفرد جامد بحالت نصب مفعول ہے۔ لَا تَحْسَبَنَّ کا حَسَبٌ سے بنا ہے بمعنی دل و دماغ کی قوت والا گمان خیال۔ تصور۔ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے۔ مُخْلِفَ۔ اسم فاعل واحد مذکر باب افعال سے ہے۔ خُلْفٌ سے بنا ہے بمعنی مخالفت کرنا۔ خلاف کرنا۔ پیچھے کرنا۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ دوم ہے۔ لَا تَحْسَبَنَّ کا وَعْدِ۔ اسم مفرد جامد (حاصل مصدر) یا مصدر اپنے مصدری معنی میں ہے بمعنی عہد۔ اقرار۔ بحالت کسرہ ہے مفعول مضاف الیہ ہے مخلف کا۔ رُسُلَ۔ جمع مکسر ہے رسول۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل کا مرجع اللہ ہے یہ مرکب اضافی تیسرا مفعول بہ ہے لَا تَحْسَبَنَّ ایک قول میں مگر صحیح یہ ہے کہ یہ مُخْلِف کا مفعول بہ دوم ہے۔ اِنَّ حرف تحقیق اللہ بحالت فتحہ اسم ہے اِنَّ کا۔ عَزِيْزٌ۔ اسم مفرد مشتق صفت مشبہ بروزن فَعِيْلٌ کریم۔ عَزٌّ سے بنا بمعنی غالب ہونا قوی ہونا یا عِزٌّ سے بنا ہے بمعنی پیارا۔ عزت والا ہونا۔ عزت کا مالک ہونا۔ ہر معنی مناسب ہے بحالت رفع ہے کیونکہ خبر اول ہے اِنَّ کی۔ ذُوْ اسم مکبرہ۔ اس کی تصغیر نہیں ہوتی اس لیے اس کو مکبرہ کہتے ہیں اس طرح کے چھ لفظ مکبرہ ہیں عربی میں یہ اسم ہمیشہ اسم ظاہر کا مضاف ہوتا ہے۔ بحالت رفع آخر میں واؤ ہوتی ہے انتقام۔ اسم

مصدر بحرہے باب افتعال سے ہے نَقْمٌ سے بنا ہے بمعنی بدلہ لینا۔ بدلہ دینا۔ سزا دینا۔ غلبہ پانا۔ یہاں پہلے تین
معنی درست ہیں اگر غلبہ پانا مراد لیا جائے تو عزیزٌ کی تاکید ہوگا۔ بحالت کسرہ ہے بوجہ مضاف الیہ کے۔ یہ مرکب اضافی
خبر دوم ہے اِنَّ کی یا تاکید ہے موکد کی (عزیز کی) یا صفت ہے عزیزٌ کی۔ اگلی عبارت علیحدہ جملہ ہے۔ یَوْمَ۔ اسم مفرد
جامد بحالت فتحہ یا یہ انتقام مصدر کا ظرف ہے یا مفعول بہ ہے اس سے پہلے اُذْكُرْ پوشیدہ فعل امر ہے۔ جس میں
خطاب عام انسان سے ہے یا نبی کریم سے اگر معنی ہو یاد کرنا یَوْمَ بمعنی زمانہ یا وقت یا دن۔ تنوین سے مانع مضاف ہونا
ہے اگلا جملہ فعلیہ ہے لہذا محلاً مجرور ہے۔ تُبَدَّلُ۔ فعل مضارع مجہول باب تفعیل سے ہے مصدر سے تَبْدِیْلٌ
صیغہ واحد مونث غائب بَدَلٌ سے بنا ہے۔ بمعنی۔ جگہ یا حالت بدلنا۔ متغیر کرنا۔ الف لام استغراقی یا عہدی یا جنسی اَرْضُ
اسم مفرد جامد مونث نقلی ہے۔ بحالت رفع نائب فاعل ہے۔ تُبَدَّلُ مثبت مجہول کا۔ غَیْرَ۔ اسم غیر اشتقاق مضاف ہے
اسم ظاہر کی طرف مبنی ہے فتح پر بمعنی تغیر کے یہ ہے۔ مضاف ہے الف لام جنسی یا استغراقی ارض بحالت جر مضاف
الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہے یا حال ہے یا صفت ہے تُبَدَّلُ کا یا اَلْاَرْضُ کا واؤ عاطفہ۔ عطف ہے اَرْضُ پر۔ الف لام
استغراقی سَمٰوٰت جمع مکسر ہے سَمَآءٌ کا اتفاقی نام ہے یا جنسی۔ آسمان کا۔ مرفوع ہے معطوف علیہ ہے اَرْضُ کا واؤ عاطفہ ہے
عطف ہے تُبَدَّلُ پر یا استینافیہ یا حالیہ حال ہے انتقام کا۔ بَرَزُوْا فعل ماضی مطلق مثبت معروف بمعنی مستقبل۔ بروزِ
یقین کی مستقبل ہوا ہے باب نَصَرَ سے ہے۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ بُرُوْزٌ سے مشتق ہے بمعنی ظاہر ظہور نکلنا۔ میدان میں
نکلنے کو بَرَزٌ کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہے مبارزت۔ جنگ میں ایک ایک سپاہی کا نکلنا جس کو سب دیکھیں اسی
سے ہے بُراز جسم کی گندگی نکلنا۔ اسی سے ہے بَرَز۔ وبرضی بناوٹی لباس میں نکلا فریب دینے کے لیے مرزا غلام
کہتا تھا میں بروزی نبی ہوں (معاذ اللہ) لِلّٰہِ۔ لام جارہ بمعنی الیٰ الْوَاحِدِ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ اللہ موصوف واحد اسم
فاعل مجرور صفت اول ہے اللہ کی وحدۃ مثال واوی سے بنا ہے۔ بمعنی ایک ہونا۔ اَلْقَهَّارِ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ۔
بروزن فَعَّال۔ صیغہ مبالغہ ہے۔ مجرور ہے صفت دوم ہے اللہ قَهْرٌ سے بنا ہے بمعنی مکمل غلبہ ہونا۔ زبردست قوت ہونا
ذلیل کرنا۔ ہر طرح دبا لینا۔ یہاں ہر معنی ہو سکتا ہے۔ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ۔ سَرَابِيْلُهُمْ
مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔
واؤ۔ استینافیہ تَرٰى فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر حاضر بمعنی مستقبل اَنْتَ ضمیر واحد مذکر کا مرجع ذات نبی کریم رؤف
رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہے رَأْیٌ سے بنا ہے بمعنی دیکھنا۔ الف لام استغراقی یا جنسی ہے مُجْرِمِيْنَ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر
باب افعال سے ہے اِجْرَامٌ مصدر ہے۔ جُرْمٌ سے بنا ہے۔ بمعنی۔ قصور کرنا۔ قانون توڑنا انسانیت کے خلاف کام کرنا
اس کا واحد مجرم ہے یہاں مراد ہیں کافر مشرک۔ یَوْمَ اِذٍ۔ یَوْمَ اسم ظرف زمانی مضاف ہے اِذٍ اسم اشارہ قریبی مضاف الیہ
ہے یہ مرکب مفعول فیہ ہے تَرٰی کا۔ مُقَرَّنِيْنَ اسم مفعول صیغہ جمع مذکر بحالت فتحہ حال ہے مُجْرِمِيْنَ کا۔ باب تفعیل سے

ہے مصدر ہے تَقْرِیْنٌ ۔ قَرْنٌ سے بنا ہے بمعنی ۔ ملنا ۔ جکڑنا ۔ رسی یا بالوں کو بٹنا ۔ زنجیر بنانا ۔ یہاں مراد جکڑنا ۔ فِی جارہ
ظرفیہ ۔ الف لام عہدی اَصْفَادٌ ۔ اسم جمع مکسر ۔ اس کا واحد ہے صَفَدٌ ۔ بمعنی زنجیر ۔ ہتھکڑی ۔ سَرَابِیْل ۔ اسم جمع منتہی الجموع ہمیشہ
غیر منصرف ہوتا ہے اس لیے اس پر تنوین نہیں آسکتی اس کا واحد ہے سِرْبَالٌ بمعنی قمیص ۔ کرتا ۔ لفظ قمیص عام ہے ہر
چھوٹی بڑی قمیص کو مگر سربالٌ وہ کرتہ جو گھٹنوں یا ٹخنوں تک ہو ۔ سراویل ۔ مادہ سے اس کا معنیٰ ہے پجامہ ۔ شلوار اس کا
واحد ہے سِروالٌ یہ مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل مضاف الیہ ہے ۔ اور یہ مرکب اضافی مرفوع ہے کیونکہ
مبتدا ہے مِنْ جارہ بیانیہ قَطِرَانٍ ۔ اسم مفرد نکرہ ہے الف نون زائدتان مگر غیر منصرف نہیں ہے کیونکہ ایک سبب ہے
اگر کسی کا علم ہوتو غیر منصرف ہوگا ۔ جنگلی درختوں میں سے نکلنے والا ایک سخت روغن ہے ۔ گندہ بروزہ یا ۔ رال ۔ یا پتھر سے
نکلی ہوئی گندھک ۔ یا پگھلا ہوا تانبا ۔ حقیقت کو اللہ رسول بہتر جانتے ہیں ۔ بحالت کسرہ ہے مِنْ سے جار و مجرور متعلق
ہے کائنٌ پوشیدہ اسم فاعل کے ۔ اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی ۔ تَغْشٰی ۔ فعل مضارع مثبت معروف باب فتح
سے ہے ۔ صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ غَشْیٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنی ڈھکنا ۔ پردہ ڈالنا ۔ بیہوش کرنا یا ہونا ۔ لپیٹ میں لینا ۔
یہاں یہ آخری معنیٰ مراد ہیں ۔ وُجُوْہَ ۔ اسم جمع مکسر منصرف واحد ہے وَجْہٌ ۔ بمعنی چہرہ مکمل یعنی پورا سر ۔ یا فقط شکل صورت
اور یا پورا سامنا جسمانی حصہ ۔ مگر صرف شکل صورت مراد لینا زیادہ مناسب ہے ۔ ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع مُجْرِمِیْنَ ہے ۔ اَلنَّارُ
الف لام تعریفی عہدی ۔ نَارٌ ۔ اسم مفرد جامد بمعنی آگ نُوْرٌ سے ہے ۔ بمعنی تیزی ۔ گرمی ۔ پھاڑ دینے والی ۔ اسی معنیٰ میں
پھونے کو نُوْرٌ کہتے ہیں ۔ یہاں مراد جہنم کی آگ ہے ۔ وُجُوْھَھُمْ مفعول بہ ہے اور نارُ مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے تَغْشٰی
کا ۔ لِیَجْزِیَ ۔ لِمْ کیٔ اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے ۔ اور یہ لام ہر مشتق جامد فعل اسم پر داخل ہو جاتا ہے لیکن مضارع
پر آتا ہے تو مکسور ہوتا ہے ۔ یَجْزِیَ فعل مضارع مثبت معروف مفتوح ہے اَنْ پوشیدہ سے باب ضَرَبَ سے
ہے ۔ جَزْیٌ ناقص یائی سے مشتق ہے ۔ بمعنی بدلہ دینا ۔ جرم کی سزا دینا ۔ اَللّٰہُ اسم مفرد مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے
یَجْزِیَ کا ۔ کُلَّ اسم تاکیدی ہے یہاں فقط جمعیت کے لیے ہے ۔ بحالت نصب ہے ۔ مفعول بہ اول ہے
مَا اسم موصول واحد غیر ذوی العقول کے لیے ہے ۔ یَجْزِیَ فعل ماضی مطلق صیغہ واحد مؤنث غائب کَسْبٌ سے مشتق ہے
بمعنی کمانا ۔ حاصل کرنا ۔ یہاں مراد ہیں اعمال آخرت اچھے یا برے ۔ کا موصولہ عمومیت کے لیے ہے ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر
صلہ ہو گیا ۔ اور موصول صلہ مفعول بہ دوم ہے یَجْزِیَ کا ۔ اِنَّ حرف تحقیق ۔ اللہ اسم مفتوح اُس کا اسم ہے سَرِیْعُ صفت
مشبہ کا صیغہ ہے ۔ باب کَرُمَ سے ہے (مطبوعہ کا پانچواں باب) بروزن کَرِیْم ۔ سُرْعٌ سے بنا ہے اس کا مصدر سُرْعَۃٌ بھی
آتا ہے بروزن ظُلْمَۃٌ غُرْفَۃٌ ۔ بمعنی جلدی کرنا جلدی ہونا ۔ یعنی لینا یا کرنا یا ہونا ۔ یہاں ہر معنیٰ بن سکتا ہے ۔ بحالت رفع
ہے کیونکہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنَّ ہے ۔ الف لام عہد ذہنی ہے حِسَابِ ۔ بروزن فِعَالٌ ثلاثی کا مصدر ہے ۔ حَسْبٌ سے
بنا ہے بمعنی گمان کرنا ۔ اندازہ لگانا ۔ پوچھ گچھ کرنا ۔ یہاں یہی آخری معنیٰ مراد ہیں ۔ بحالت کسرہ ہے مضاف الیہ ہے ۔

تفسیر عالمانہ

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ جب رب تعالیٰ دنیا میں کفار کے مکر نہیں چلنے دیتا اور دنیا میں رب تعالیٰ کو کسی بھی چیز سے غافل خیال نہیں کرنا چاہیئے تو اے بندے خیال بھی نہ کرنا کہ رب تعالیٰ اپنے پیارے رسولانِ کرام سے قرآن مجید حدیث پاک وحی خفی وحی جلی اسرار والہام میں کیے ہوئے کسی بھی وعدے کو کبھی خلاف کرے ۔ باری تعالیٰ نے انبیاء کرام سے چودہ وعدے فرمائے ۔

نمبر ۱۔ ہر طرح ہر وقت انبیاء کرام کی مدد فرمائے گا ۔ نمبر ۲۔ کائنات کی ہر چیز پر نبیا کا غلبہ ہوگا ۔ نمبر ۳۔ اصل بادشاہت زمین پر انبیاء کرام کی ہوگی ۔ نمبر ۴۔ کفار کی دنیا و آخرت میں ہلاکت ہوگی ۔ نمبر ۵۔ آخرت میں ہر عمل کی مکمل جزا ہوگی ۔ نمبر ۶۔ مجرم کو ضرور سزا ملے گی ۔ نمبر ۷۔ اہل ایمان کو ثواب ضرور ملے گا ۔ نمبر ۸۔ کفار کو عذاب ضرور ہوگا ۔ نمبر ۱۰۔ دوزخ یقینی ہمیشہ قائم رہے گی ۔ نمبر ۱۱۔ جنت بھی ابدی ہے ۔ نمبر ۱۲۔ مذنبین کی شفاعت یقینی ہے ۔ نمبر ۱۳۔ مرحومین پر رحم ہوگا ۔ نمبر ۱۴۔ مقہورین پر قہر ہوگا ۔ بیشک اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ ۔ دنیا میں ہر طرح غالب ہے قابو میں رکھنے والا ہے اور قیامت کے اس دن مجرم ظالم سے بدلہ لینے والا ہے جس دن بدل دی جائے گی زمین اس موجودہ زمین کے علاوہ اور سب آسمان بھی اس لیے کہ یہ دنیوی زندگی انتقام کے لیے کافی نہیں ۔ یہاں ہر نعمت میں کچھ زحمت ہے اور تکلیف میں کچھ آرام ہے ۔ نیز ظالموں کا ظلم بدکاروں کے گناہ اتنے بڑے ہیں کہ زمین و آسمان کی حقیقت ان کے سامنے کچھ نہیں ۔ سب سے سخت تو شرک ہے ۔ جس سے زمین و آسمان بھر جاتے ہیں ۔ اسی طرح نیکوں کی نیکیاں اتنی عظیم ہیں کہ ساتوں زمین ساتوں آسمان میں نہیں سما سکتیں ۔ حدیث پاک میں ہے کہ سُبحان کا وظیفہ میزان قیامت میں بھاری ہے ۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ آیۃ الکرسی کے برابر مخلوق میں کوئی چیز نہیں یہ زمین آسمان لوح و قلم عرش و فرش سے بڑی ہے تو جو اس کا ورد کرتا ہوگا بھلا اس کا بدلہ دنیا میں کونسی چیز بنے گی ۔ تیسری حدیث شریف میں ہے کہ کلمہ طیبہ ہر چیز سے بھاری ہے عطا فرماتے ہیں کہ دنیا میں کروڑہا اربوں کھربوں بلکہ بے اندازہ نعمتیں بندوں کو ہیں ۔ اور ایک گناہ سب کی ناشکری ایک کفر سب کا انکار ہے تو بھلا اتنے کثیر گناہوں کفران کا بدلہ دنیا میں کیونکر ہو سکتا تھا اس لیے پوری جولکے لیے دائمی جنت اور دائمی جہنم قائم کی گئی ۔ اور پورے حساب کتاب کے لیے قیامت کا بڑا دن مقرر فرمایا جس دن اس گناہ آلود کفر سے لتھڑی ہوئی زمین کو بھی بدل کر دوسری پاک صاف ستھری زمین بچھائی جائے گی ۔ اور جلال کی گرمی والے قہر کی دہشت والے دوسرے آسمان قائم کیے جائیں گے اس تبدیلی کی حقیقت میں مفسرین کے چند اقوال ہیں ۔ ایک یہ کہ آسمان و زمین تمام کی تمام ذاتی طور پر بدل جائے گی اور اسی طرح اپنی اپنی اشیا کے ساتھ لپیٹ کر کہیں رکھ دی جائیں گی یا فنا کر دی جائیں گی ۔ دوم یہ کہ ذاتی نہیں بلکہ صفاتی طور پر تبدیلی ہوگی آسمان سے چاند ۔ سورج ستارے اور زمین سے درخت پہاڑ مکانات ۔ دریا سمندر سب مٹا دیے جائیں گے زمین چاندی کی اور آسمان سونے کا کر دیا

جائے گا۔ سوم یہ کہ زمین آگ اور آسمان تپش بنا دیا جائے گا۔ چہارم یہ کہ آسمان سرخ تانبہ اور زمین دھول خاک کر دی جائیں گی۔ پنجم یہ کہ زمین کو سفید روٹی بنا دیا جائے گا اور آسمان و سورج بہت قریب ہوگا تقریباً ساٹھ گز کے فاصلہ پہ۔ ششم یہ کہ آسمان و زمین کو بالکل سیاہ کر دیا جائے گا جس سے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے گا۔ اور روشنی اس دن نیکوں کے چہروں کی ہوگی۔ اس دن زمین کا نام ساہرہ ہوگا۔ یہ سارے اقوال چونکہ روایات و احادیث اور آیات قرآنیہ سے لیے گئے ہیں لہٰذا سارے ہی درست ہیں اور مطابقت اس طرح ہے کہ زمین و آسمان کی حالت اس دن بندوں کے اعمال کے مطابق ہوگی۔ کہیں آگ کہیں خاک کہیں سفید کہیں سیاہ کہیں سرخ۔ کہیں گرم نرم۔ مومن کی زمین مثل روٹی کے ہوگی جب ان کو بھوک لگے گی تو اپنے قدموں کے نیچے سے کچھ اٹھائیں گے اور ملائکہ رحمت ان کو تحت الثریٰ کے بیل اور مچھلی کا سالن دیں گے۔ کافر بھوک پیاس اور گرمی میں مبتلا رہیں گے اور برے اعمال کے مطابق ٹخنے ٹخنے گھٹنے گھٹنے۔ سینے سینے اور گلے گلے پسینے میں ڈوبے ہوں گے لیکن ذاتی صفاتی تبدیلی اپنے مختلف وقتوں کے اندر ہوگی پہلے صفاتی تبدیلیاں ہوں گی پھر حساب و کتاب کے بعد ذات بدل دی جائے گی۔ یعنی اس زمین کو ہٹا کر دوسری زمین و آسمان لائے جائیں گے اس حکمت کو اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں۔ پہلے قیامت کی طرف سے نفخہ صعقہ ہوگا یعنی انسانی صنعت کی کڑک جس سے آسمان زمین کی ہر چیز بکھر جائے گی اور ساری زمین روٹی کی طرح ایک جیسی چٹیل ہو جائے گی اس کو ارض موقف کہا جائے گا پھر دوسرا آواز ہوگا اس کو صور پھونکنا کہا جاتا ہے اس کی آواز سے آسمان پھٹ جائے گا اور زمین ٹکڑے ہو جائے گی مردے جاگ جائیں گے قبریں پھٹ جائیں گی دوسرے صور پر زمین نئی بن جائے گی پھر قدرتی آگ چلے گی اور سب مخلوق جاندار کو ان کے ٹھیرنے کی جگہ محشر میں پہنچا دے گی۔ اور سب اللہ تعالیٰ کے حضور صفوں کو باندھ کر حاضر ہوں گے اس طرح کہ پہلی صف صرف امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صف میں تمام انبیاء علیہم السلام کی امتیں تیسری صف میں نیک جنات چوتھی صف گناہگار پھر فاسق پھر بدکار۔ پھر بدمعاش۔ پھر کافر۔ پھر منافق اس طرح چالیس صفیں ہوں گی آخری صف میں جانور ہوں گے۔ اور ملائکہ و آسمانی ان کے گرد گھیرا ڈالے گول دائرے میں ہوں گے پہلا دائرہ آسمان اول کے فرشتوں کا اس طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کے سات دائرے ہوں گے۔ قیامت میں تین تکلیفیں ہوں گی۔

نمبر ۱۔ بھوک پیاس۔ نمبر ۲۔ عرق یعنی پسینہ۔ نمبر ۳۔ اس یعنی بے خوابی جیسی پریشانی۔ زمین سے آگے پل صراط ہوگا اور پل صراط کا ایک کنارہ میدان محشر سے ہوگا دوسرا میدان جنت میں دروازہ جنت کے سامنے ہوگا۔ پل صراط سے نیچے بحر جہنم دجہنم کا پل ہوگا۔ اس اللہ کے حضور سب کی حاضری ہوگی جو واحد ہے مومنوں کے لیے کہ اس کے سوا کوئی دروازہ نہیں اور قہار ہے کافروں کے لیے کہ اس سے بھاگ نہیں سکتے۔ واحد ہے مظلوم کے لیے یعنی کامل مددگار ہے اور قہار ہے ظالم کے لیے۔ واحد ہے احمد مجتبیٰ کے لیے کہ وہاں صرف پیارے مصطفیٰ کو ہی اپنا دیدار کرایا۔ اور قہار ہے باقی مخلوق

انسانوں جنوں کے لیے کہ محشر میں سب ظاہر ظہور دیدار کریں گے۔ واحد ہے دنیا کے لیے کہ سب آرام پا رہے ہیں قہار ہے آخرت کے لیے کہ سب کو بدلہ دینے والا ہے۔ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ. لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ.

اور آج دنیا میں تو کوئی مجرم مجرمانہ حالت میں نظر نہیں آتا سب عیش و عشرت میں دندناتے پھر رہے ہیں بلکہ بدکاروں نے نیک کاروں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ مگر اس دن اے انسان تو مجرموں اللہ کے نافرمانوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ اپنے اپنے شیطانوں کے ساتھ جکڑے بندھے ہوں گے گلے طوقوں سے اور ہاتھ پاؤں زنجیروں سے۔ ان کے لمبے کرتے پیروں تک قطران کے تیل سے بنے ہوئے ان کے جسموں پر گاڑھے روغن کی طرح لیپے ہوں گے۔ زمین اور آسمانی گرمی سے وہ تپ رہے ہوں گے۔ اور یہی آگ زمین و آسمان کی ان کے چہروں کو جھلسائے ہو گی تمام کاروائی۔ قیامِ محشر تغیر و تبدل۔ پکڑ دھکڑ طوق و سلاسل سب کچھ صرف اس لیے ہوگا تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ہر نیک و بد خیر و شر جان کو اس کے ان اعمال کا جو اس نفس (جان) نے اپنی قوتِ نظر و فکر عقیدہ و مذہب اور قوتِ عمل بدی و نیکی سے دنیا میں کمایا اپنے لیے بنایا آگے بھیجا۔ آخرت میں ہر انسان کو اس کی قوتِ فکر و عمل کی ہی جزا ملنی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت ہی جلدی تمام لوگوں کے پورے پورے حساب لینے والا ہے یا اس طرح کہ دنیا چند روزہ ہے بہت جلدی قیامت آنے والی ہے۔ یا اس طرح کہ میدانِ محشر میں بیشمار مخلوق جمع ہو گی مگر سب کا حساب کتاب آناً فاناً بہت جلدی نمٹ جائے گا ایک بھی انسان کسی طرح بھی بچ نہیں سکے گا۔ نہ کچھ حساب میں کمی رہ سکے گی۔ میدانِ محشر کے بعد ان زمین و آسمان کو فنا نہ کیا جائے گا۔ بلکہ زمین کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور آسمان کو جنت میں سجا دیا جائے گا۔ چاند سورج ستارے اور پتھر پہاڑ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ لیکن تمام مساجد اور مدرسے خانقاہیں اور اللہ کے نام پر وقف زمین اکٹھا کر کے جنت کی مسجد بنا دی جائے گی اور اس پر چھت اسی آسمان کی ہو گی۔ اس کا محراب۔ ریاض الجنۃ ہو گا۔ اس کے دروازے پر مینارہ احد پہاڑ ہو گا یا اس میں اُعصا ستونِ حنانہ ہو گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ میدانِ محشر میں جس دیکھنے کا ذکر ہے وہ دیکھنا عوام کا ہوگا۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ازل سے سب کچھ بنظرِ عرفانی ہر چیز واقعہ دیکھ رہے ہیں بلکہ ان کے وجود سے بھی پہلے جیسا کہ احادیثِ معراج سے ثابت ہے۔

فائدے

ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ ظاہری اسباب باطن کی نشانیاں ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کافروں کے جسم پر ایسی علامتیں لگا دے گا جس سے وہ دور سے پہچانے جائیں یہ مزید ان کی ذلت و رسوائی کے لیے ہوگا۔ اس طرح اہلِ ایمان پر بھی بہت سی ان کی نیک عملی کی نشانیاں ہوں گی جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے یہ

فائدہ یَوْمَئِذٍ الْمُجْرِمِیْنَ سے حاصل ہوا۔ دنیا میں بھی۔ نیک و بد بعض دفعہ اپنے چہروں سے پہچانے جاتے ہیں بہت سے گستاخوں کی نحوست چہروں پر ظاہر ہوتی ہے اور دور سے پہچانی جاتی ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ قیامت کے ہزار سالہ یا پچاس ہزار سالہ ایک دن کے تھوڑے حصے میں تمام قیامت والوں کا مکمل حساب ہو جائے گا یہ فائدہ سَرِیْعُ الْحِسَابِ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا باقی وقت میں ذکر پاک مصطفیٰ ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم یہ ثبوت دیگر احادیث آیات سے ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ باری تعالیٰ کو سب سے زیادہ نفرت ظلم اور بدکاری سے ہے۔ یہ فائدہ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس زمین کو بھی بدل دے گا جس پر ظلم خون ریزی اور بدکاری ہوتی رہی۔ اور اس آسمان کو بھی جس کے دروازوں سے یہ بُرے اعمال گزارے گئے۔ تو اندازہ لگاؤ کہ پھر ظالموں بدکاروں سے کتنی نفرت ہوگی۔ اے میرے رحیم کریم اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور میرے تمام مسلمانوں کو بھی اپنے نفرت والے کاموں سے بچالے۔

احکام القرآن

ان آیات طیبات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ ایذا رسانی اور ظلم کاری سے بچے۔ خاص کر اللہ کے نیک بندوں انبیاء کرام و اولیاء عظام اور علماء اسلام کو ستانے سے تو بچنا فرض ہے۔ یہ مسئلہ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ سے مستنبط ہوا۔ اللہ جبار و قہار۔ موذی کو کبھی معاف نہیں فرماتا آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی عبرت ناک سزا دے دیتا ہے۔ **دوسرا مسئلہ**۔ عام باتوں میں مسلمانوں کے باطل خیالات اور گمان پر شرعی پکڑ نہیں ہے جب تک کہ وہ غلط بات منہ سے نہ نکالے۔ لیکن عقیدے کے طور پر گمان اور خیال بھی قابل گرفت ہے اس قسم کی بدگمانی سے بچنا فرض ہے۔ یہ فائدہ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ کی نہی تاکیدی سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ کفار کی ظاہری شکل و صورت اور لباس کی طرح شکل و صورت بنانا اور کافروں کا سا لباس یا نشانات اختیار کرنا مسلمانوں کو جائز ہیں خاص کر کفار کی مذہبی شکل و صورت لباس نشانات کو استعمال کرنا تو بالکل ہی حرام ہے۔ جیسے جنیؤوں کا تلک اور بالوں کی لٹ اور سکھوں کا کڑا جوڑا مونچھیں داڑھی عیسائیوں کی ٹائی (صلیب) اور داڑھی مونچھ منڈانا۔ وغیرہ۔ یہ مسئلہ سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ سے مستنبط ہوا۔ کہ کفار کو ظاہری طور پر مسلمانوں سے علیحدہ کیا جائے گا۔ شکل و صورت میں بھی اور لباس میں بھی اور نشانات میں بھی لہٰذا دنیا میں بھی ہر اعتبار سے علیحدگی واجب ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب حاضر ہوں گے۔ آج بھی تو ہم سب بلکہ ساری مخلوق اللہ کے حضور حاضر ہے۔ تو یہ خاص علیحدہ اس دن کا ذکر کیوں فرمایا گیا
جواب۔ تین وجہ سے نمبر ۱۔ یہاں قبروں سے نکلنا مراد ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اپنے ٹھکانوں سے چل کر خاص اس کی مقررہ

بارگاہ میں جائیں گے ۔ یہ مظاہرہ آج دنیا تک نہیں ہے ۔ نمبر ۲ ۔ آج غائبانہ حاضر ہیں اُس دن ظاہر ظہور حاضری ہو گی ۔ نمبر ۳ ۔ آج کوئی مانتا ہے کوئی نہیں مانتا مگر اس دن سب مانیں گے اور سب نظارہ کریں گے ۔ کافر بھی مومن بھی نیک بھی بد بھی ۔ **دوسرا اعتراض** ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ کے بعد یَوْمَ تُبَدَّلُ فرمایا بے ربط معلوم ہوتا ہے اس لیے کیوں ذکر کیا گیا ۔ **جواب** ۔ بالکل بے ربط نہیں ہے ۔ بلکہ شاندار تعلق ہے ۔ کیونکہ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ میں ظالموں کافروں سے بدلہ لینے کا ذکر تھا ۔ اب یہاں وہ وقت بیان کیا جا رہا ہے جب انتقام لیا جائے گا ۔ لہٰذا بے ربط نہیں ہے ۔

تفسیر صوفیانہ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ ۔ اے صاحبِ عقل میں گھومنے والے اپنے مولیٰ جل شانہٗ کے متعلق ہرگز بدگمانی نہ لانا کہ وہ مخبرینِ غیب قاصدینِ کائنات جل منہ سے عطاءِ لقاء ۔ قبض و بسط ۔ فراق و وصل زحمت و رحمت کے وعدے یا نزول و ورود کے خلاف کرے گا ۔ بیشک محبوبین کا اللہ ہر ظالم جابر سرکش پر غالب اور بد خصلتی کا بدلہ لینے والا ہے ۔ جس دن وجودِ حقیقت کے انوار منکشف ہوں گے تو ہر شی کی ہلاکت ظاہر ہو گی بجز سالکانِ آغوشِ قدرت کے کہ ان کو سدا بقاء ہے ۔ جس دن تبدیل کر دی جائے گی معرفت والوں کے دل کی زمین صفاتِ بشریت سے صفاتِ روحانیہ مقدسہ کی نئی زمین نور سے جمالِ حق کے شہود میں اور سماواتِ ارواح کو بدل دیا جائے گا صفاتِ حدوث کے عجز سے اور زمینِ ضعفِ قالب کو بدل دیا جائے گا صفاتِ حقانیہ کی قوت سے یا زمینِ طبیعت کو بدل دیا جائے گا زمینِ نفس سے مقامِ دل کی طرف چلنے کے وقت اور آسمانِ قلبی کو بدلا جائے آسمانِ اسرار سے اسی طرح ایک دن زمینِ نفسانی کو زمینِ قلبی کا رنگ چڑھا دیا جائے گا اور آسمانِ سِرّی کو آسمانی روح تجلیات تک لایا جائے گا ۔ اور سالک کے تمام مقاماتِ علیا کو نیچا کر دیا جائے گا اور مقامِ اسفل کو اونچائی تک پہنچا دیا جائے گا جس طرح کہ آسمانِ توکل کو افعالِ توحید میں اور آسمانِ رضا کو صفاتِ توحید میں ۔ پھر آسمانِ مزاج کو مکاشفاتِ ذاتِ وحدت کے وقت زمینِ وحدت کے قریب کر دیا جائے گا کہ سالکے خواص ہی واحد قہار کے قرب نیاز میں حضوری پیش کریں گے ۔ وَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ سَرَابِیْلُہُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰی وُجُوْہَہُمُ النَّارُ لِیَجْزِیَ اللّٰہُ کُلَّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۔ اور نگاہ مشاہدہ اے عقل و غرور کے بندے اپنے باطنی قالب میں تو دیکھے گا کہ مجرم ناسوتی شہوتوں کی زنجیروں میں جکڑے ہوں گے اور ان کے طاغوتی جسموں پر سرکشی کے بد بودار اعمال کا لبادہ ہو گا اور محرومی کے جہنم کی آتش مایوسی نے ان کے ظلمانی چہروں کو جھلسایا ہو گا ۔ اور ذلتوں کے سیر میں جلبِ ربوبیت کی نارِ فراق نے چہروں کو جلا ڈالا ہو گا ۔ دنیا میں ہی سعادت و شقاوت کو یہ نقشہ اس لیے قائم کیا گیا ہے تاکہ بدلہ دے اللہ جل مجدہٗ ہر شخصیت فنا و بقا کو جو بھی اُس نے کسی طرف سے خیر و شر حاصل کیا ۔ خواہ عملِ ذاتی سے یا کسبِ خیراتی ہے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت جلدی قلب و دماغ کا عقل و نفس کا حساب

لینے والا ہے۔ اپنے محبوبوں کو نعمات سعادت دے کر۔ اور مغضوبوں کو ذلت کی زنجیریں پہنا کر۔ یہ بقا و فنا کا حساب اسرار ہے۔ مومن اپنا حساب دنیا کے بدلے میں خود کرتا رہتا ہے اس طرح کہ اپنا گناہ کو پہاڑ دیکھتا ہے۔ کافر و منافق کا حساب اللہ تعالیٰ کرے گا کیونکہ وہ گناہ کو حقیر تنکا سمجھتا ہے۔ اللہ کا حساب یہ ہے کہ جب بندہ گناہ کو بڑا سمجھتا ہے تو رب تعالیٰ اس کو چھوٹا سمجھتا ہے اور درگزر فرماتا ہے اور جب بندہ چھوٹا سمجھتا ہے تو توبہ سے دور رہتا ہے رب جلیل اس کو بڑا شمار فرماتا ہے۔ جب تک بندہ معرفت سے دور رہتا ہے اس وقت تک عظمت کبریائی سے ناآشنا ہوتا ہے۔ شریعت کی حفاظت سے معرفت اور معرفت سے عظمت حاصل ہوتی ہے اور عظمت سے قرب اور قرب سے خوف و دہشت حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے منزل قرب کے مسافر عوام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں لیکن خواص غفلت سے توبہ کرتے ہیں۔ توبہ کے تین مقام ہیں۔ نمبر ۱۔ غفلت سے توبہ۔ نمبر ۲۔ رویت سے توبہ۔ نمبر ۳۔ غیر اللہ سے توبہ توبہ کو مسلسل دوام وہ مقام قریب ہی ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا

یہ قرآن صرف تبلیغ ہے لیے لوگوں کے اور تاکہ ڈرائے جائیں وہ کافر ذریعے اس کے اور تاکہ جان لیں وہ سب

یہ لوگوں کو حکم پہنچانا ہے اور اس لئے کہ وہ اُس سے ڈرائے جائیں اور اس لیے کہ وہ جان لیں

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

فقط وہ ہی معبود ہے واحد اور تاکہ نصیحت مانیں عقل والے یعنی دماغ والے

کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور اس لیے کہ عقل والے نصیحت مانیں

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

الٓر۔ یہ آیتیں کتاب کی ہیں اور بیان کرنے والے قرآن کی

یہ آیتیں کتاب اور روشن قرآن کی

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں انبیاء کرام کی تبلیغ اور تمثیل اور عذاب و ثواب کی آیتیں بیان ہوئیں اب اس کے نزول اور اس طریقہ بیان کی وجہ بیان ہو رہی ہے۔ **دوسرا تعلق۔** پچھلی سورۃ ابراہیم کی ابتدائی آیات میں بھی قرآن کریم کی شان بیان فرمائی گئی اور اب اس سورت حجر کو بھی ان ہی بیانات سے شروع فرمایا گیا۔ **تیسرا تعلق۔** پچھلی سورت میں بھی کفار کا ذکر و مثالیں اور کائنات کی تخلیق کا ذکر ہوا اس سورت میں بھی اسی طرح کچھ وضاحت سے ذکر ہو رہا ہے۔ **چوتھا تعلق۔** پچھلی سورۃ میں زیادہ تر کفار کی اخروی زندگی کا ذکر ہوا اب اس سورت میں زیادہ تر کفار کی دنیوی زندگی اور عیش و عشرت کا ذکر ہو رہا ہے۔ **پانچواں تعلق۔** پچھلی سورت میں بھی نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تسلی و تشفی دی گئی تھی اس سورت میں بھی یہی بیان ہے۔ گویا یہ پچھلی سورۃ کا تتمہ ہے۔ وہ سورت اجمال تھا تو یہ سورت تفصیل ہے۔ وہ بیان تھا تو یہ اس کا بقیہ ہے لہٰذا اس کے بعد یہی سورت میں مناسب تھی (از روح المعانی)۔

تفسیر نحوی هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ ھٰذا اسم اشارہ قریبی مشارالیہ کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں اسم اشارہ مبتداء ہے اس کا مشارالیہ لفظ کلام یا قرآن پوشیدہ ہے بحالت رفع ہے ہماری سمات میں سے ہے اسم غیر متمکن مبنی اصل ہے۔ بَلٰغٌ سے اُولُوا الْاَلْبَابِ تک معطوف کی تمام عبارت مشارالیہ خبر ہے اس مبتداء کی۔ بَلٰغٌ۔ اسم مفرد نکرہ مصدر ثلاثی ہے بَلَغَ سے بنا ہے بمعنی پہنچنا۔ کافی ہونا۔ لازم ہے اسی سے ہے بلوغت بمعنی جوانی کو پہنچنا۔ بلاغ مصدر متعدی بیک مفعول ہے۔ بمعنی پہنچانا۔ تبلیغ کرنا۔ لام جارہ مفعولیت کا یا نفع کا الف لام استغراقی ناس اسم مفرد جامد بمعنی انسان۔ اُنْسٌ سے بنا ہے بمعنی محبت اور محبت کرنے کے معنی میں ہے یہ جار و مجرور متعلق ہے مصدر بَلٰغٌ کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے مابعد جملہ فعلیہ کا ماقبل بلاغ پر۔ لام مکسورہ لام کئے ہے۔ اس میں اَنْ حرف ناصبہ مصدریہ پوشیدہ ہے یُنْذَرُوْا فعل مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع غائب مستتر اس کا فاعل ہے اور اس کا مرجع ہے ناس۔ باب افعال سے ہے مصدر متعدی ہے اِنْذَارٌ بمعنی ڈرانا۔ ڈر سنانا۔ خوفناک خبر دینا۔ نَذْرٌ سے بنا ہے بمعنی ڈرنا۔ یہ مادہ مُطّرد کے سب بابوں

میں لازم ہے مگر باب کرم میں متعدی ہوتا ہے اسی لیے نَذِیْرٌ کے معنی ہیں ڈرانے والے اور نَاذِرٌ کے معنی ہے ڈرنے والا۔ نذیر انبیاء کرام کا صفاتی نام ہے اور نُذُرٌ بمعنی ہٰذہ مگر قرآن مجید میں صرف باب افعال اور باب کرم کے مشتقات مستعمل ہیں اسی بنا پر جمہور نحاۃ نے فرمایا کہ نَذِرَ کا مادہ صرف دو بابوں میں آتا ہے۔ نمبر۱۔ باب افعال میں اکثر نمبر۲۔ باب کرم میں قلیل۔ بِہٖ۔ بَ حرف جر ہٖ ضمیر غائب کا مرجع ھٰذَا ہے۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے يُنْذَرُوْا دراصل تھا يُنْذَرُوْنَ آخر سے نون اعرابی گر گئی اَنْ ناصبہ پوشیدہ کے نصب سے اور اس کے بدلے خانہ پری کے لیے الف تفخیمی لگا دیا۔ یہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہے آگے آنے والے کا۔ وَاوْ عاطفہ۔ عطف ہے يُنْذَرُوْا پر۔ لام کئے مکسورہ يَعْلَمُوْا فعل مضارع معروف مثبت۔ منصوب ہے اَنْ مصدریہ ناصبہ پوشیدہ سے۔ دراصل تھا يَعْلَمُوْنَ نون اعرابی نصب کی وجہ سے گر گئی اور آخر میں اس کے بدلے زبر (فتحہ) کا نشان الف تفخیمی آگیا۔ علم سے بنا ہے بمعنی جاننا۔ سمجھنا۔ متعدی بیک مفعول ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع ناس ہے اَنَّمَا۔ دو لفظ ہیں۔ نمبر۱۔ حرف تحقیق اَنَّ۔ چونکہ ماقبل فعل کا مفعول بہ ہے اس لیے ہمزہ کے فتحہ سے ہوا۔ مگر یہاں عملاً لغو ہے کیونکہ مَا کافہ ہے۔ اَنَّمَا کا ترجمہ ہے فقط۔ برائے حصر ہے۔ ھُوَ۔ ضمیر واحد مذکر غائب منفصل۔ مرفوع ہے کیونکہ مبتدا ہے۔ اِلٰہٌ اسم مفرد جامد بمعنی معبود اس کی جمع ہے اٰلِهَةٌ تثنیہ ہے اِلٰهَیْنِ ایک قول میں یہ لفظ مشتق ہے اَلَہَ سے بمعنی پوجنا۔ پرستش کرنا۔ کسی کو خالق اور قادر مطلق سمجھ کر اس کی بات ماننا اِلٰہٌ بروزن فعال ثلاثی کا مصدر بمعنی اسم مفعول مَاْلُوْہٌ۔ یعنی پوجا ہوا۔ عبادت کیا ہوا۔ بحالت رفع ہے کیونکہ خبر اول ہے ھُوَ مبتدا کی۔ وَاحِدٌ۔ اسم مفرد مشتق اسم فاعل ہے۔ باب سمع یا ضرب سے ہے بمعنی وحدت والا۔ یہاں اسم جامد ہے یعنی ایک ذات بحالت رفع ہے خبر دوم ہے مبتدا ھُوَ کی یا اِلٰہٌ موصوف وَاحِدٌ صفت سے مل کر ایک ہی خبر ہے۔ وَاوْ عاطفہ۔ عطف ہے يَعْلَمُوْا پر۔ لام کئے مکسورہ اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہے۔ جس نے نصب دیا يَذَّكَّرَ۔ فعل مضارع کا واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے باب تَفَعُّلٌ سے ہے دراصل ہے يَتَذَكَّرُ تے اور ذال قریب المخرج ہیں اس لیے تے کو ذال بنایا اور ادغام (مشدد) کر دیا ذِكْرٌ سے مشتق ہے بمعنی یاد کرنا۔ ذکر کرنا چرچا۔ نصیحت پکڑنا یہاں یہ آخری معنی مراد ہیں۔ اُولُوْا۔ اسم تملیکی غیر منصرف معرب متمکن ہے۔ بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے يَذَّكَّرَ کا۔ یہاں بحالت رفع واؤ سے اعراب ہوتا ہے اور بحالت فتحہ و کسرہ آخر میں ی سے اعراب ہوتا ہے۔ یعنی اُولِیْ بمعنی والا۔ یہ صرف جمع ہوتا ہے اس کا واحد نہیں ہوتا خیال رہے کہ عربی میں صرف چار لفظ تملیکی ہوتے ہیں جن میں ایک حرف اور تین اسم۔ نمبر۱۔ لام جارہ حرف ملکیت کا۔ نمبر۲۔ صاحب۔ نمبر۳۔ ذو۔ واحد کے لیے۔ اس کا جمع بھی ہوتا ہے ذَوُوْ نمبر۴۔ اُولُوْا۔ اَلْاَلْبَابِ الف لام استغراقی یا جنسی۔ اَلْبَابٌ اسم جمع معرف باللام۔ بروزن اَفْعَالٌ۔ لُبٌّ کی جمع مکسر ہے۔ بمعنی خالص ذہن۔ پاک ذہن۔ عقل اور لُبّ کا فرق ان شاء اللہ تفسیر عالمانہ میں بیان ہوگا۔ سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مَکِّیَّۃٌ وَھِیَ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ۔

لفظ سورت اسم مفرد مؤنث لفظی ہے۔ یا اس کی واؤ اصلی ہے تب اس کے تین معنی ہیں۔ نمبر۱۔ شہر کی چار دیواری کہ جس طرح شہر کی چار دیواری اپنے اندر شہر کے سینکڑوں خزانے گھیرے ہوتی ہے اسی طرح قرآن مجید کی سورت بھی علم و عرفان کا پورا خزانہ لیے ہوتی ہے۔ نمبر۲۔ سورت بمعنی درجہ ترتیبی کہ کچھ طوال ہیں کچھ مئین کچھ مثانی اور کچھ مفصل۔ نمبر۳۔ سورۃ بمعنی عزت و شان۔ کہ ساری کائنات میں یہ مضامین عزت و شان والے ہیں اس لیے ان کو سورت کہا گیا۔ اور یا اس کی واؤ ہمزہ سے بدل کر آئی دراصل تھا سُؤْرَۃٌ بمعنی بچا ہوا حصہ۔ بقیہ مضمون تو چونکہ ہر سورت قرآن پاک کا علیحدہ حصہ ہے اس لیے اس کو سورت کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں جھوٹے کھانے پانی کو بھی سور کہا جاتا ہے الحجر۔ الف لام عہد خارجی ہے۔ حجر بمعنی پتھر یا پتھریلی جگہ یا گھر۔ بستی یا قوم۔ چونکہ اس سورت میں پتھریلی قوم کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام سورۃ حجر ہے۔ مَكِّيَّةٌ دو لفظ ہیں۔ نمبر۱۔ مَكَّةُ اسم مفرد جامد بمعنی درمیانہ۔ افضل ساب ایک مشہور اسلامی شہر کا نام ہے۔ نمبر۲۔ یاء نسبت بمعنی والی یہ جیسا آخر میں آتی ہے ترجمہ ہے مکہ والی مگر یہاں آخر میں ۃ مصدریہ آگئی یعنی مکہ والی ہونا۔ سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مرکب اضافی مبتدا ہے اور مَكِّيَّةٌ اس کی خبر ہے۔ واؤ مستانفہ ھی ضمیر واحد مؤنث مرفوع منفصل مبتدا اس کا مرجع ہے سُوْرَۃ۔ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ مرکب اعرابی عطفی اسماء اعداد سے ہے معنی ننانوے ایک کم سو۔ یہ ممیز ہے آیَۃً۔ اسم مفرد نکرہ مؤنث لفظی ہے بمعنی نشانی۔ مجموعہ کلام۔ مضمون کا ایک حصہ۔ ان سب معنی سے قرآن مجید کے ایک مضمون کے ایک حصہ ایک شئی کو آیت کہتے ہیں گویا کہ چند حروف کا مجموعہ ایک لفظ اور چند لفظوں کا مجموعہ ایک آیت اور چند آیتوں کا مجموعہ ایک سورت اور چند سورتوں کا مجموعہ ایک کتاب قرآن مجید۔ بحالت فتح ہے کیونکہ تمیز ہے ما قبل ممیز کی۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے تِسْعٌ پر۔ سِتٌّ اسم مفرد عددی بمعنی چھ۔ شش، ہے نکرہ معرب اسم متمکن ہے بحالت رفع ہے کیونکہ معطوف تابع ہے تِسْعٌ کا تنوین سے مانع اضافت ہے۔ ممیز مضاف ہے۔ رُکُوْعَاتٍ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے رُکُوْعٌ بروزن فُعُوْلٌ رَكَعَ سے بنا ہے۔ یا رُکُعٌ بروزن فُعُلٌ سے یا رُکَعٌ بروزن فُعَلٌ سے بنا ہے۔ بمعنی علی الترتیب۔ جھکنا۔ کو گرا کر ذکر زیادہ کرنا۔ عاجز ہونا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ اصطلاح شریعت میں نماز میں جھکنے اور گھٹنوں پر ہاتھ ٹیکنے کو رکوع کہتے ہیں صحابہ کرام تراویح کی جس آیت پر اپنی رکعتوں میں رکوع فرماتے تھے اس کا نام رکوع ہے ہر سورت قرآنیہ میں کچھ رکوع ہوتے ہیں اس اگلی سورت حجر میں چھ رکوع ہیں۔ بحالت کسرہ ہے کیونکہ تمیز مضاف الیہ ہے۔ تمام عبارت جملہ خبریہ معنی ابتدائی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس کا پورا بیان تو تفسیر نعیمی پارہ اول میں دیکھو۔ یہاں چند نحوی باتیں سمجھ لو۔ بقاعدۂ نحویہ کوئی حرف جار میں اول نہیں آتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ب جارہ ابتدائیہ سے پہلے کوئی فعل یا اسم مصدر یا مشتق پوشیدہ ہے۔ اور اس کی موجودگی اس کا قرینہ نشانی ہے۔ یا شُرِعَ فعل مضارع بمعنی حال پوشیدہ ہے یا شُرُوْعٌ مصدر مبتدا پوشیدہ یا شَارِعٌ اسم فاعل یا مَشْرُوْعٌ اسم مفعول پوشیدہ ہے۔ اسم کی ہمزہ وصلیہ ب جارہ کے ملنے سے گر گئی۔ مجرور ب سے مضاف اللہ مضاف الیہ لفظ

مجرور ہے الف لام جنسی بمعنی اَلَّذِیْ رَحْمٰنِ اسم مفرد جلد غیر منصرف ہے یا اس لیے کہ الف نون زائدتان اور علم ہے
بروزن عُثْمَانُ عِلْمَانُ . غَضْبَانُ یا اس لیے کہ عجمی علم ہے . دراصل تھا رَخْمَنْ خ سے عربی میں مستعمل ہوا تو رَحْمٰن ح سے ہو
گیا . ایک قول میں یہ رحمٌ سے مشتق ہے . یہ لفظ باری تعالیٰ کی صفت خصوصی سے ہے . صفت اوّل ہے اللہ کی . الف
لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ رَحِیْم صیغہ صفت مشبہ برائے مبالغہ رحمٌ سے مشتق ہے . صفت غیر خصوصی ہے اللہ تعالیٰ کی .
اس لیے بندوں کو بھی رحیم کہنا جائز ہے . لیکن رحمٰن کہنا حرام ہے شرک ہے . بحالت کسرہ ہے کیونکہ صفت دوم ہے
اللہ کی . اور وہ موصوف مضاف الیہ ہے اور مرکب اضافی جار و مجرور مل کر متعلق ہے پوشیدہ فعل اشرع کا . آلٓرٰ .
تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ . الٓرٰ یہ حروف مقطعات ہیں . ان کی نحوی ترکیب . و تحقیق کوئی نہیں صرف علم
تجوید و قرأت کے مطابق . ان کی ادائیگی اس طرح ہے . الف . لام . را . جن حروف مقطعات پر مد لکھا ہوگا . اس کو
بطریقہ ہجاء (تلفظ) پڑھا جائے گا . اور جن پر کھڑی زبر پڑی ہوگی اس کو کھڑا پڑھا جائے . تِلْكَ اسم اشارہ بعید اور
قریب کے لیے مستعمل ہے . مذکر مؤنث میں یکساں ہے . مخاطب کے لحاظ سے اس میں ك واحد مذکر حاضر متصل . اور
تثنیہ اور جمع مذکر کی ضمیر آتی ہے مشار الیہ اگرچہ کیسا ہی ہو . مثلاً . تِلْكَ تِلْكُمَا . تِلْكُمْ . یہ دو لفظ ہیں . تل اور ك ضمیر حاضر
(مخاطب) لغو . یعنی اس ضمیر کا ترجمہ نہ ہوگا . دراصل تھا تِیْ كَ تِیْ اسم اشارہ مؤنث . كَ ضمیر مذکر نے ساتھ مل کر اس
کو مذکر بنایا اور تانیث کی ایک نشانی ی کو لام سے بدل دیا گیا . تِلْكَ ہوگیا . بحالت رفع ہے مبتدا ہے اس کا مشار الیہ
کلام پوشیدہ ہے . . . آیٰتُ یہاں ذٰلِكَ . اسم اشارہ اس لیے نہیں آسکتا کہ وہ صرف بعید مذکر واحد مشار الیہ کے لیے ہوتا ہے
مگر تِلْكَ ہر ایک کے لیے عام اور چونکہ کلام ماقبل بھی ہے جو قریب اور کثیر ہے . اگر یہی مراد ہے تو تِلْكَ قریبی ہوگا .
اور کلام مابعد بھی جو ابھی نازل نہ ہونے کی وجہ سے دور ہے اور کثیر بھی اگر یہ مراد ہو تو تِلْكَ بعیدی اشارہ ذٰلِكَ بوجہ متعین
ہونے کے اس طرح پھر نہیں سکتا . آیٰتُ . اسم جمع مکسر ہے آیَۃٌ واحد ہے بمعنی نشانی . یا کلام کا کچھ حصہ . بحالت رفع ہے
کیونکہ مابعد سب عبارت سے مل کر خبر مبتدا ہے . الف لام . عہد خارجی کِتَاب اسم مفرد معرفہ مصدر ثلاثی ہے بروزن فعال
بمعنی لکھنا . کَتَبَ سے بنا ہے . یہاں بمعنی مَكْتُوْبٌ اسم مفعول ہے یعنی لکھا ہوا بحالت کسرہ ہے مضاف الیہ بعض نے فرمایا
یہاں مِنْ پوشیدہ ہے دراصل اٰیٰتٌ مِّنَ الْكِتَابِ یعنی یہ اضافت منیہ توصیفیہ ہے . واؤ عاطفہ تفسیریہ عطف ہے
کِتَابِ پر . قُرْاٰنٍ اسم مفرد نکرہ متمکن . الف نون زائدتان ہے مگر منصرف ہے کیونکہ ایک ہی سبب ہے علمیت نہیں .
بروزن فُعْلَانٌ . قَرْءٌ سے بنا ہے بمعنی پڑھنا . ایک قول میں قَرْنٌ سے بنا ہے بمعنی ملانے والا تب نون زائدتان
نہ ہوگا کیونکہ نون مادے کا ہوگیا . بحالت کسرہ با تنوین ہے کیونکہ عطف تابع ہے کِتَابِ پر مُبِیْنٍ باب افعال کا اسم
فاعل واحد مذکر دراصل تھا مُبْیِنٌ ی مکسور . پھر کسرہ نقل کر کے ماقبل کو دیا بوجہ ثقل تخفیف کیا گیا اس کا مصدر اِبَانَۃٌ . اَبَانَۃٌ
بمعنی . ظاہر کرنا . روشن ہونا بیان کرنا . بَیْنٌ سے مشتق ہے . بحالت جر . صفت ہے قرآن موصوف کی .

تفسیر عالمانہ

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ سنو اے کائنات والو بس اب یہی قرآن ساری دنیا کے انسانوں کے لیے عظیم اور بلند و بالا قانونی پیغام ہے اسی میں امر و نہی ۔ حلال حرام ۔ پاک پلید اچھے برے ۔ دوست و دشمن نیک و بد سب کا ذکر پہچان تفریق تمثیل سے ہے ۔ اپنے ہر معاملے میں اسی کا دامن یقین و اقرار ۔ تصدیق و عمل سے پکڑو یہیں شریعت کی لذتیں اور طریقت کی بہاریں ہیں ۔ اسی جگہ حقیقت کے انوار اور معرفت کے پھول ہیں سب قوموں کی فلاح و بہبود کامیابی و ترقی کی پیغام الٰہی اور تبلیغ نبوت میں ہے یہی آیتیں اور سورتیں ہیں کہ لِیُنْذَرُوْا بِهٖ قبر و حشر و نشر کی صعوبتوں سے اس کے ذریعے نافرمانوں کو ڈرایا جائے تاکہ سوچیں غور و فکر کریں اور اپنی خداداد قوتِ نظری سے تدبر نظری کریں ۔ آسمان و زمین کی آیات قدرت کے علاوہ خود اپنے اندر جھانک کر دیکھیں کہ کتنے شاہکار قدرت پنہا ہیں ۔ اس غور و فکر کا ازلی ابدی فائدہ یہ ہے کہ لِیَعْلَمُوْۤا تاکہ وہ جان لیں کہ بس فقط وہی اللہ تعالیٰ معبود برحق وحدہٗ لاشریک ہے ۔ دنیا کا راز اور اُس کا انجام چڑھاؤ تو سب کے سامنے ہے سب ہی اس دریاءِ ظلمات بحرِ مصائب کے تیراک ہیں لیکن یہی دنیا اور اس کے واقعات مشاہدات و حکایات کسی کے لیے عبرت ہیں کسی کے لیے غفلت کا پردہ ۔ مگر اس قرآن پاک اور احادیث مطہرات و کلام الٰہی و فرمودات مصطفائی کے نزول کا اصل مقصد ہے وَلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ اور تاکہ پاک صاف خالص حقیقی ۔ اور مکمل عقل خرد والے نصیحت حاصل کریں ۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں اسی جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو تین قوتیں عطا فرمائی ہیں ۔ نمبر ۱ ۔ قوتِ نظر ۔ نمبر ۲ ۔ قوتِ تدبُّر ۔ نمبر ۳ ۔ قوتِ عمل ۔ قوتِ نظر کا مخزن عقل ہے ۔ قوتِ تدبر کا مرکز لُب ہے ۔ اور قوتِ عمل کا منبا منصدر قلب ہے ۔ لیکن ذریعہ نظر اور تدبّر دماغ اسراء اور ذریعہ اعمال نیک و بد ۔ قالب ظاہرا عضاء ضعیفہ یا تدبیر وغیرہ سے عطا فرماتے ہیں کہ عقل اور لُب میں یہ فرق ہے پہلا یہ کہ عقل بذات خود کثافتوں اور طاغوتوں سے ملوث ہے لیکن لُب خالص طیب ہوتی ہے دوسرا یہ کہ عقل نظر اور فکر غلط بھی ہو سکتی ہے مگر لُب دینی ہو یا دنیوی ہر طرح صحیح ہوتی ہے ۔ تیسرا یہ کہ عقل اول ہوتی ہے پھر اسی کی تزئین اور تحسین اور صفائی سے اُس کو لُب بنا لیا جاتا ہے گویا کہ ہر لُب عقل ہے لیکن ہر عقل لُب نہیں ان دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے ۔ اس کی تمثیل کچھ اس طرح ہو سکتی ہے کہ زمین کے اندر پلنے بڑھنے والی سبزیاں غذائیں جب باہر نکالی جاتی ہیں تو گندی مندی ہوتی ہیں لیکن جب دھولی جاتی تو کھانے کے لائق اور صاف ستھری ہو جاتی ہیں ۔ اسی طرح جب تک عقل انسانی صحبت بد اور گناہوں کی زمین میں پلتی بڑھتی رہی ۔ غرور تکبر سرکشی اور بداندیشی کے کیچڑ میں لتھڑی رہی لیکن جب اسی عقل کو عشق مصطفیٰ کے ہاتھوں نے نذیر و بشیر کی ہمت نے وہاں سے ہٹایا اکھیڑا ۔ قرآن و حدیث کے پانی سے خوب مل مل کر دھو ڈالا تو وہی عقل لُب لباب حیات بن گئی ۔ اسی طرف اشارہ فرمایا ہے مولانا رومی نے شعر

عقل اندر حکم دل یزدانی است
چوں ز دل آزاد شد شیطانی است

ترجمہ۔ عقل جب تک دل کے ماتحت ہو گی یزدانی یعنی رب ہو گی۔ جب دل سے علیحدہ ہو گی تو شیطانی ہو گی۔

سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ۔ یہ سورۃ حجر ہے۔ اس کا نام حجر اس لیے رکھا گیا کہ اس میں قوم ثمود کا ذکر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب الحجر یعنی پتھریلی قوم (پتھر والی قوم) کے نام سے ذکر فرمایا ہے ان کی بستی بہت بڑے شہر کی صورت میں شام اور مدینے منورہ کے درمیان پتھریلی پہاڑی علاقے میں واقع تھی۔ سب کا اتفاق ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ (صاوی معانی خازن) مگر تفسیر روح معانی نے فرمایا کہ دو آیتیں اس کی مدنی ہیں۔ ۱۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ ۲۔ کَمَا اَنْزَلْنَا (۹۰) ۳۔ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ (۲۴) وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ اس کی پانچ آیتیں آیت جہاد سے منسوخ ہیں اس کی تفصیل اور ناسخ منسوخ کا پورا بیان ہماری کتاب العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ جلد دوم میں دیکھو۔ قرآن مجید کی کُل ایک سو چودہ سورتیں ہیں جن کو علما فقہا اور قراء حضرات نے چار حصوں پر تقسیم فرمایا ہے۔ نمبر ۱۔ طوال یا مطول جن کی آیات دو سو سے زیادہ ہوں یہ اول کی سات سورتیں ہیں۔ نمبر ۲۔ مئین جن کی آیات سو یا سو سے کچھ زیادہ ہوں۔ نمبر ۳۔ وہ سورتیں جو مئین کے بعد ہوں اور اُن کی آیتیں سو سے کم ہوں یا سو ہوں مگر زیادہ نہ ہوں مثانی کا معنی ہے بعد میں آنے والی۔ یا مکرر ہونے والی چونکہ ان سورتوں کے مضامین کئی جگہ دہی آتے ہیں جو پہلے گزر گئے اس لیے بھی یہ مثانی ہوئیں۔ نمبر ۴۔ مفصل اس کے معنی ہیں فاصلہ کی ہوئی یا تفصیل کی ہوئی۔ یہ چھوٹی سورتیں ہیں بار بار بسم اللہ سے فاصلہ ہوتا ہے اس لیے مفصل ہیں پہلے معنی کے اعتبار سے۔ ان میں احکام کم اور واقعات زیادہ ہیں اس لیے یہ محکم ہیں اور چونکہ چند آیتوں میں بڑے بڑے واقعات کی تفصیل کی گئی ہے۔ جو حیران کن معجزہ ہے اس لیے بھی یہ مفصل ہے۔ مفصل کی تین قسمیں ہیں پہلی طوال مفصل دوم اوساط مفصل سوم قصار مفصل۔ (از حکم العمتہ) اس سورت میں چونکہ ننانوے آیتیں ہیں لہٰذا اس کا نام ہوا مثانی۔ اور اس میں چھ رکوع ہیں۔ خیال رہے کہ رکوع ہر اُس آیت پر ہوتا ہے یا ہر اُس آیت کا نام ہے جس کو امام پڑھ کر رکوع میں جائے۔ یہ رکوع صحابہ کرام کے زمانے تک بن چکے اب ما و شما کا رکوع کرنا رکوع علامت قرآنی نہ بنائے گا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الٓرٰ۔ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ۔ بسم اللہ شریف کا پورا بیان مع فوائد و قواعد حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر نعیمی جلد اول کے ابتدائی صفحات پر درج فرما دیا ہے۔ تفصیلی معلومات کے لیے وہاں مطالعہ فرماؤ۔ لیکن چند ضروری معلومات جو ضروری ہیں یہاں لکھے جاتے ہیں۔ علمائے عارفین فرماتے ہیں کہ بسم اللہ اپنے مَس لفظوں سے ایک عظیم نعمت الٰہیہ ہے جو انسانوں کو عطا ہوئی۔ یہ ورد ہر کام کی ابتدا اور مشکل کا حل ہے اور ہر تالے کی چابی ہے۔ مفسرین کا اس میں

اختلاف ہے کہ ہر سورت کے ابتدا میں جو بسم اللہ شریف ہے وہ وحی ہے یا نہیں۔ تو حنفی علما فرماتے ہیں کہ نہیں اس لیے نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنی احناف کے نزدیک منع ہے مگر شوافع فرماتے ہیں کہ ہر بسم اللہ وحی ہے اور نماز میں آواز بلند پڑھنی جائز ہے۔ مگر یہ حدیث سے ثابت نہیں۔ غیر مقلد بھی اسی طرح زور سے پڑھ لیتے ہیں۔ الٓرٰ۔ یہ حروف مقطعات ہیں اس کا معنی مراد مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا خیال رہے کہ قرآن مجید میں تین قسم کے الفاظ مکتوب ہیں۔

نمبر١۔ حروف مقطعات ان کا معانی اور ترجمہ کوئی انسان جن فرشتہ نہیں جانتا بجز اللہ رسول کے۔ نمبر٢۔ متشابہات۔ جن کا ترجمہ تو عربی داں جان لیتا ہے مگر معنی اور حقیقت کوئی نہیں جان سکتا۔ بجز اللہ رسول کے جیسے یَدُ اللہِ (اللہ کے ہاتھ) وغیرہ۔ نمبر٣۔ محکم و مفسر الفاظ ان کا مطلب معانی ترجمہ سب کچھ علما بھی لیتے ہیں ترجمہ تو ہر عربی داں بھی جان لیتا ہے۔ تِلۡكَ یہ کلام الٰہی پورا جو نبی کریم کے پاس آرہا ہے یا وہ آیتیں سورتیں جو نازل ہو چکیں یا وہ جو اس سورت میں نازل ہونے والی ہیں آیٰتُ الۡكِتٰبِ کتاب کی آیتیں ہیں یا لکھی ہوئی آیتیں ہیں اگر یہ اضافت منیہ تو مبنیہ ہو تو یہ معنی ہوگا اس میں بعض مفسرین نے غلطی کھائی کہ کتاب سے کون سی کتاب مراد ہے۔ اور کہہ دیا کہ انجیل یا توریت مراد ہے مگر تفسیر جمل نے تردید فرمائی۔ اس لیے کہ خود قرآن پاک میں رب کریم جل مجدہ نے فرمایا کہ وَقُرۡاٰنٍ مُّبِيۡنٍ۔ یعنی قرآن مبین نہ تو ان میں یہی مراد ہے کتاب سے ایسی کتاب جو عالم وجود میں مکتوب یعنی لکھا ہوا نظروں کے سامنے موجود ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔ جس کی کتابت الٰہیہ کا ایک نقطہ بھی کوئی نہ مٹا سکے گا نہ بدل سکے گا اور یہ قرآن مبین ہے یعنی خود بھی ظاہر ہے اور جو اس کے دامن عمل و یقین میں آجائے وہ بھی تا قیامت زندہ و ظاہر باہر اور عزت والا ہو جائے۔ اور یہ قرآن ہی ہے جو ہر چیز کو بیان کرتا رہے گا۔ توریت و انجیل تو اب ڈھونڈے نہ ملیں گی۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قوت نظر و فکر اور تدبر عمل و یقین کی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو کسی مخلوق کو نصیب نہ ہوئیں۔ یہ فائدہ بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ اور وَلِيُنْذَرُوا بِهٖ سے حاصل ہوا کہ باوجود اس کے کہ قرآن مجید ساری کائنات کے لیے پیغام اور تبلیغ ہے مگر لفظ ناس نے انسان کو خاص کر دیا۔ اور اولوا الالباب نے بتا دیا کہ یہ نعمتیں صرف انسان کو ملیں۔ **دوسرا فائدہ۔** صرف قرآن مجید سے دلائل توحید حاصل کرنے سے بندہ مومن ہو سکتا ہے قرآن مجید کو چھوڑ کر اپنے عقل و دماغ سے دلائل مہیا کرنے نہ مفید ہیں نہ تو کہیں جاں تائید میں دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں تاکہ غیر مسلمانوں کا منہ بند کیا جا سکے یہ فائدہ هٰذَا کے تقدم اور حصر سے حاصل ہوا۔
تیسرا فائدہ۔ قرآن مجید کے نزول کے بعد اب کتاب الٰہی صرف قرآن پاک کا نام ہے نہ انجیل کا نہ توریت و زبور کا

یہ فائدہ واؤ تفسیریہ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ **پہلا مسئلہ**۔ قرآن مجید کی سب آیتیں تبلیغ کے لیے ہے کسی آیت اور قانون کو چھپانا گناہ ہے **دوسرا مسئلہ**۔ تبلیغ میں کسی کی رو رعایت کرنا گناہ اور حرام ہے۔ بلا جھجک ہر مسئلہ ہر شخص کو بتانا چاہیئے یہ علماء کی ذمہ داری ہے۔ **تیسرا مسئلہ**۔ ہر شخص پر تعلیم احکام قرآنی سیکھنا فرض ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کئے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ اسی سورت ابراہیم کے اول میں ارشاد ہوا نبی کریم نکالیں ظلمت سے نور کی طرف لیکن یہاں بتایا گیا کہ خود عقل والے نصیحت پکڑیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ دامن نبوت کی عقل والوں کو ضرورت نہیں۔ (بعض بے دین) **جواب**۔ لفظ بَلٰغٌ اور لِیُنْذَرُوْا بتا رہا ہے کہ تبلیغ نبوت کے بعد نصیحت پکڑیں اور سوچیں ہمیں اسی لیے بَلٰغٌ اور اِنْذَارٌ کو مقدم کیا گیا۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ انسان کی فضیلت صرف اس کی عقل اور لُب کی بنا پر ہے۔ حالانکہ دوسری آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اکرم و افضل صرف متقی ہیں۔ **جواب**۔ یہاں افضلیت یا اکرمیت کا ذکر نہیں بلکہ صرف اہل عقل اور صاف ذہانت ہونے کا ذکر ہے اور وہ صرف لُب والے۔ ہم نے تفسیر میں بتا دیا کہ اہل ذہانت بھی وہی لوگ ہیں جو متقی ہوتے ہیں۔ یعنی لُب ہونا ذریعہ تقوے کا اور تقوی ذریعہ ہے افضلیت کا اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔ (تفسیر کبیر) **تیسرا اعتراض**۔ نحوی قاعدہ ہے کہ ہر اسم اشارہ کے لیے مشار الیہ کا موجود ہونا شرط ہے۔ یہاں ہٰذا کا مشار الیہ جو آیات ہیں وہ ابھی نازل ہی نہیں ہوئیں تو اشارہ کیوں ہوا۔ **جواب**۔ اولاً تو یہ قاعدہ ہی نہیں ہے کسی نحوی نے نہ لکھا۔ لیکن اگر ہو بھی تو قرآن مجید کے خلاف ہے دیکھو ذٰلِکَ الْکِتٰبُ میں تو ساری کتب ظاہر موجود نہیں پھر بھی اشارہ ہو رہا ہے۔ ثانیاً یہ کہ یہ آیات موجود تو ہیں لوح محفوظ میں اور سینۂ مصطفٰی میں صرف نزول نہیں ہوا اور نحو کا یہ قاعدہ صرف معدوم مشار الیہ کے بارے ہو سکتا ہے۔ ثالثاً یہ کہ ہم نے تفسیر میں یہ احتمال بھی نکالا ہے کہ اس کا مشار الیہ سابقہ آیتیں ہوں جو نازل ہو چکی ہیں نہ کہ اس سورت کی آیتیں۔

تفسیر صوفیانہ

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ قلب انسانی گویا آتشی شیشہ ہے اور قرآن مجید آفتاب عالم تاب اور نذیر عالمین محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان ہی کے دست اقدس سے یا سورج قرآنی کا رخ شیشۂ قلبی کی طرف پھرتا ہے یا شیشۂ دل کا رخ آفتاب انوار کلام الٰہی کی طرف پھرتا ہے۔ تاکہ سب جان لیں اور بدن و روح کی جدائی سے پہلے سمجھ لیں کہ عالم ناسوت و جبروت میں بس وہی ذات ازلی عبادت عشق کے لائق ہے۔ اور اکیلا ہی ہے جس کی محبت قلب

عثمانی میں تابندہ و پائندہ ہے۔ یہ باتیں اور بھید صرف عقل سلیم والے جانتے ہیں۔ کیونکہ وہی نصیحت پکڑ لیتے ہیں اور فائدے میں رہتے ہیں۔ عوام کے نزدیک عقل والا وہ ہے جس نے دنیا کمائی علما کے نزدیک عقل والا وہ ہے جس نے آخرت کمائی جنت اور جنت کی نعمتیں حاصل کیں۔ صوفیاء کے نزدیک عقل مند اور اولوا الالباب (عقل والا) وہ ہے جس نے جنت کی نعمتیں بھی قرب الٰہی اور انوار محبت کے لیے قربان کر دیں۔

سورت ابراہیم کے کچھ فضائل و فوائد

صوفیاء کرام فرماتے ہیں سورت ابراہیم کا روزانہ ایک مرتبہ ورد تلاوت کرنا قبر میں نور پھیلاتا ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اس کا ثواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدیہ کرتے تھے۔ عاملین کا قول ہے کہ اگر کوئی جادو سے نامرد ہوگیا ہو تو روزانہ بعد نماز فجر تین بار پڑھے اور مشک و زعفران سے لکھ کر پیئے تو ان شاء اللہ نامردی دور ہو جائے گی اگر سفید ریشمی کپڑے پر لکھ کر شیر خوار بچے کے بازو پر باندھے تو رونے اور بدنظری سے بچے گا اس کا تعویذ کسی عامل کامل سے لکھوا کر یا باجازت خود زکوٰۃ نکال کر اگر لکھے اور پاس رکھے تو دینی دنیوی کثیر فائدے ہیں اس کے عدد بحساب ابجد ۲۴۵۸۱۸ ہیں اس کا تعویذ یہ ہے۔

۶۱۴۵۴	۶۱۴۵۷	۶۱۴۶۰	۶۱۴۴۷
۶۱۴۵۹	۶۱۴۴۸	۶۱۴۵۳	۶۱۴۵۸
۶۱۴۴۹	۶۱۴۶۲	۶۱۴۵۵	۶۱۴۵۲
۶۱۴۵۶	۶۱۴۵۱	۶۱۴۵۰	۶۱۴۶۱

سورۃ حجر مکی ہے اس میں ننانوے ۹۹ آیتیں ہیں اور چھ رکوع ہیں۔ اے انسان غافل ذرا سوچ کہ جب سورت میں پتھر کا نام آیا تو ساری سورت کا نام ہی حجر ہو گیا تو اگر تیرے اندر اعمال سیاہ ہوں تو میدان محشر میں فہرست نیکوں میں تیرا نام کس طرح شامل ہو سکتا ہے اچھی ناموری کے خواہش مند و۔ اُن کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے۔ اور اپنے اندر انوار کی چمک پیدا کرو۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ شروع کرتا ہوں میں دنیا کی لذتوں کو اللہ کے نام سے جو منزل شوق کے طالبوں کے لیے رحمٰن ہے اور بحر انوار کے غرق ہونے والوں کے لیے رحیم۔ الٓرٰ۔ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ۔ الٓرٰ۔ یہ عبارت گنجینہ اسرار خدا سینۂ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جس کو صوفی باصفا تو درکنار قرب اسرار کے جبریل و میکائیل بھی نہیں جانتے۔ اس کے معانی کو یا استاذ لم یزلی جانتا ہے یا شاگرد بے مثل جانتا ہے۔ تِلْكَ۔ یہ سینۂ تجلیات کی آیات قدرت اور مکاشفات شریعت و کرامات طریقت سب قلب پاک احمد مجتبیٰ کے مکتوبات کی اعلیٰ نشانیاں ہیں یہی لوح مصطفیٰ کا آئینہ ہے جس کی ہر ہر ادا میں رب تعیم کا قرآن مبین ہے۔ جس کی جھلک تا بہ فلک ہے۔ جو ہمیشہ ہی مبین یعنی ظاہر و غالب رہے گا۔ ۔۔۔ کہ لطائف سبعہ کے انوار سینۂ اولیا جگمگا رہے ہیں۔ اے میرے رب

کریم۔ میں تیرے دین کا ادنیٰ ترین خاندانی خادم ہوں۔ میرے زوجہ محترمہ کو اور میرے والدہ میرے دادا نانا۔ میرے بھائی۔ میرے نوری میرے صابر۔ میرے محمد احمد میرے امتیاز۔ میرے قادر میرے عبدالرزاق میرے قاری علی اکبر۔ میرے ہدایت اللہ میرے طالب میرے یوسف اور سب دوستوں کے بیٹوں کو بھی میرے آقا کے نوری حزب کر دے آمین یا رب العالمین۔ الحمد للہ تعالیٰ۔ آج بروز اتوار بعد نماز ظہر ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ مطابق آٹھ ستمبر ۱۹۸۵ء تفسیر نعیمی پارہ ۱۳ مکمل ہوا اب کل بروز پیر چاند کی ۲۳۔ انشاء اللہ تعالیٰ چودہواں پارہ شروع کیا جائے گا۔ بندہ صرف ایک ذریعہ ہے کام سب رب تعالیٰ کے ہیں۔ یہ اس کی اعلیٰ ترین کرم نوازی ہے کہ مجھ جیسے کم عقل بے علم کو اپنے ازلی ابدی قدیم کلام کی تفسیر لکھنے کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائی یہ بات اٹل ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے جو چیزیں تقدیر میں لکھی ہیں ہرگز ہرگز ان میں تغیر تبدل نہیں ہوگا۔ رزق۔ موت۔ سعادت و شقاوت یہ چار چیزیں ہی دنیوی زندگی کا خلاصہ ہیں۔ انتہائی خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کو رزق حلال۔ لذت کی موت اور عمل صالحہ کی سعادت نصیب ہو اس اعتبار سے میں خاندانی طور پر قسمت کی بلندیوں پر ہوں۔ جب کبھی دوبارہ اپنی بعض تصنیفات پر نظر ثانی کرنے کا موقع ملتا ہے تو ذہنی عقل حیران ہوتی ہے کہ رب تعالیٰ نے یہ میرے قلم پر فضل پر کرم فرمایا ہے۔ اے میرے سنی حنفی بریلوی بھائیو مجھے یقین ہے کہ آپ کو اس تفسیر کے مطالعے سے یقیناً ایمانی عرفانی لذت حاصل ہو گی۔ اور بعض مقامات پر آپ کی زبان سے بے ساختہ مجھ گنہگار کے لیے دعاؤں کے پھول بکھر جایا کریں گے۔ تو اس وقت میری عاجزانہ التجا یہ ہے کہ آپ میرے لیے خاص کر یہ دعا ضرور کریں کہ مولیٰ تعالیٰ اس فقیر بے نوا مفتی بے بقا کے قال کو حال بنا دے۔ اور صوفیانہ قلم کو خزانۂ علمی بنا دے۔ مجھے امید ہے کہ میرا کریم رحیم رب تعالیٰ آپ کی دعاؤں سے مجھ کو اپنے پیارے بندوں کی غلامی میں داخل فرمائے گا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ وَزَيْنِ فَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

(اقتدار احمد)

تصنیفات صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی

خلف الرشید حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی قادری بدایونی

تفسیر نعیمی پارہ ۱۲ تا ۱۹	تفسیر القرآن
العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ	فقہ حنفی کا مدلل ترین فتاوی (۵ جلد)
خطبات نعیمیہ	جمعہ و عیدین و دیگر خطبات مع ضروری مسائل
نظریات اقبال	علامہ اقبال پر تنقید اور انکی فکری غلطیوں کی نشاندہی
درود تاج پر اعتراضات و جوابات	درود تاج پر نجدیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب
راہ جنت بجواب راہ سنت	سرفراز خاں گکھڑوی کی کتاب "راہ سنت" منہ توڑ جواب
ازبلا (اردو، انگریزی)	ردّ عیسائیت میں لاجواب کتاب (بطرز ناول)
المصادر العربیہ	...۱۰۰ عربی مصادر کا خزانہ مع مشتقات و نحوی اصولوں کی وضاحت
تنقیدات اعلیٰ مطبوعات	مشہور اور مستند کتابوں میں چند ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو کتابت کی غلطیوں، تصحیح کنندگان کی چشم پوشی، بعد کی ملاوٹ یا بعض جگہ خود مؤلف غلط فہمی کی وجہ سے انتہائی شدید قسم کی غلطیاں ہوگئیں ہیں جن کی وجہ سے عوام الناس سخت غلط فہمی یا گمراہی پھیلنے کا خدشہ ہے۔